چودہویں صدی کی ایک انقلاب آفریں شخصیت مخدوم العلما
سیدی شاہ اظہار اشرف اشرفی جیلانی علیہ الرحمہ کی حیات و
خدمات پر مشتمل

معارفِ شیخ اعظم

جلدِ اول

ناشر: جمعیۃ الاشرف
اسٹوڈینٹس مومنٹ جامع
اشرف کچھوچھہ

پندرھویں صدی کی ایک انقلاب
آفریں شخصیت

شیخِ اعظم

مخدوم العلماء حضرت علامہ سید شاہ اظہار اشرف اشرفی جیلانی علیہ الرحمہ

۱۹۳۶-۲۰۱۲

حصہ اول

ناشر

جمعیۃ الاشرف اسٹوڈینٹس مومنٹ جامع اشرف

کچھوچھہ مقدسہ

نام نیک رفتگاں ضائع مکن   تا بماند نام نیکت برقرار

بفیض روحانی

غوث العالم تارک السلطنت میر سید اشرف جہانگیر سمنانی علیہ الرحمۃ والرضوان

بظل روحانی

جملہ اکابرِ سلسلۂ اشرفیہ

سرپرستِ اعلیٰ

قائد ملت ناظمِ اعلیٰ جامع اشرف حضرت علامہ ابوالمختار سید شاہ محمد محمود اشرف اشرفی جیلانی

جانشینِ حضور شیخِ اعظم

زیرِ حمایت

شہزادۂ حضور سرکارکلاں حضرت سید علی اشرف اشرفی جیلانی مدظلہ العالی

حضرت علامہ سید شاہ محمد اشرف اشرفی جیلانی فرزند شیخ اعظم وجنرل سکریٹری آل انڈیا علماء ومشائخ بورڈ

زیر عنایت

شہزادۂ شیخ اعظم عالی جناب سید حماد اشرف اشرفی جیلانی

شہزادۂ اشرف الحکماء حضرت مولانا سید شاہ رکن الدین اشرف اشرفی جیلانی (دانش میاں)

مجلسِ مشاورت

احسن العلماءحضرت مولاناسید شاہ احسن اشرف اشرفی جیلانی نبیرۂ سرکارکلاں	جانشین امین شریعت حضرت مفتی محمود رفاقتی صاحب قبلہ مظفر پور
حضرت مفتی معین الدین صاحب اشرفی بھاگلپور	مفتی آل مصطفیٰ مصباحی اشرفی گھوسی
ڈاکٹرانوار احمد بغدادی دارالعلوم جمداشاہی بستی	مفتی منظرحسن خاں اشرفی مصباحی ممبئ
مفتی عبدالخبیر صاحب قبلہ پنڈوہ شریف	مولانا غلام سرور صاحب قبلہ بھاگل پور

کمپوزنگ

مدبر عالم فاضل دوم (بنگال)	محمد قاسم علی فاضل اول (گڈا)	معراج احمد فاضل اول (جموئی)	ثمر الہدیٰ فاضل اول (بنگال)
شہباز فاضل اول (بنگال)	اظہار فاضل اول (بنگال)	ارشد الاسلام فاضل اول (کٹیہار)	عبدالکریم عالم دوم (سہرسا)
صدام حسین عالم دوم (جموئی)	طفیل احمد عالم دوم (سمستی پور)	کوثر رضا عالم اول (کٹیہار)	رضوان عالم عالم اول (پیلی بھیت)
امام الحق عالم اول (جموئی)	علاء المعین مولوی دوم (کٹیہار)	محمد ارشاد مولوی دوم (بنگال)	فیضان سرور عالم دوم (بھاگلپور)

پروف ریڈنگ

مفتی شہاب الدین صاحب قبلہ شیخ الحدیث جامع اشرف	مولانا قمر الدین صاحب قبلہ شیخ الادب جامع اشرف	مولانا غلام جیلانی صاحب قبلہ نائب پرنسپل جامع اشرف
مولانا جابر احمد صاحب قبلہ استاذ جامع اشرف	مفتی نذر الباری صاحب قبلہ استاذ جامع اشرف	مولانا سید تصور حسین صاحب قبلہ استاذ جامع اشرف

رفقائے کار

اساتذہ علی حسن اہل سنت ممبئ	مولانا فضیل احمد اشرفی نعیمی	مولانا مشتاق احمد اشرفی بنارس
سید قاضی منیر صاحب اشرفی پٹنہ	مولانا تسنیم کوثر نائب ایڈیٹر قومی تنظیم پٹنہ	مفتی محبوب عالم اشرفی بھدوہی
مولانا غلام محبوب سبحانی استاذ جامع اشرف	مولانا وسیم اصغر اشرفی استاذ مدرسہ اشرفیہ قطبیہ کولکاتا	مولانا وصی اختر اشرفی استاذ انوار مصطفیٰ مظفر پور
مولانا احمد نعیمی اشرفی دلی	سید اعرف اشرف اشرفی جیلانی کچھوچھہ مقدسہ	سید افضل غزالی فاضل دوم (کٹیہار)
محمد برکت علی اشرفی م فاضل اول (سمستی پور)	نعمت اللہ اشرفی فاضل اول (بھاگل پور)	حسنین صاحب اے۔ایس۔پی (پٹنہ)

تعاون

مولانا عبدالخالق پرنسپل جامع اشرف	مولانا عارف رضا ناظم تعلیمات	مولانا نوشاد عالم استاذ جامع اشرف	مولانا شاہد رضا استاذ جامع اشرف
مولانا ہارون استاذ جامع اشرف	مفتی اشفاق استاذ جامع اشرف	مولانا عبدالکریم استاذ جامع اشرف	حافظ نادر حسین استاذ جامع اشرف
جناب عارف اکاؤنٹنٹ جامع اشرف	جناب آصف اقبال (انگلش ماسٹر)	جناب کامران (کمپیوٹر ماسٹر)	جناب عمران (کمپیوٹر ماسٹر)

فہرست مضامین

شیخ اعظم کاخاندان

شیخ اعظم :رخ حیات کی جھلکیاں

شیخ اعظم اپنی شخصیت کے آئینے میں

شیخ اعظم: خدمات و کار نامے

شیخ اعظم اور علم حدیث

القــــــــقــــرآن

وسیق الذین اتقوا ربہم الی الجنۃ زمراحتّٰی اذاجآؤھا وفتحت
ابوابھا وقال لھم خزنتھا سلٰم علیکم طبتم فادخلوھا خٰلدین

مردانِ خدا جلوس کی شکل میں جنت کی طرف لے جائے جائیں گے۔ جب وہ جنت کے قریب پہنچیں گے، جنت کے دروازے پہلے سے کھلے ہوں گے، محافظینِ جنت ان کے استقبال کے لئے کھڑے ہوں گے، کہیں گے: سلام ہو! بڑی اچھی زندگی رہی آپ کی، آئیں آئیں تشریف لائیں اور ہمیشہ یہیں رہیں (پ:۲۴، الزمر:۷۴)

الحدیث

بندہ نوافل کے ذریعہ میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اسے چاہنے لگتا ہوں اور جب میں اسے چاہنے لگتا ہوں تو میں اس کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے ، میں اس کی آنکھیں بن جاتا ہوں جن سے وہ دیکھتا ہے، اس کی زبان بن جاتا ہوں جس سے وہ بولتا ہے، اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ کوئی چیز پکڑتا ہے، اس کا پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے۔ اگر وہ مجھ سے کچھ مانگ لے تو میں اسے عطا کر کے رہوں گا اور اگر وہ میری پناہ مانگے تو میں اسے پناہ دے کر رہوں گا، میں جو چاہتا ہوں بلا تردد کر ڈالتا ہوں سوائے اس مردِ خدا کی موت کے کیوں کہ وہ موت کو ناپسند کرتا ہے اور جسے وہ پسند نہیں کرتا اسے میں پسند نہیں کرتا مگر موت تو آ کر ہی رہتی ہے

(حدیث قدسی: بخاری: الرقاق)

حمد باری تعالیٰ

مخدوم العلماء حضور شیخ اعظم علامہ سید محمد اظہار اشرف اشرفی جیلانی علیہ الرحمہ

تیرے حمد کی نہیں انتہا، تیری شان جل جلالہٗ
تیرا ذکر دافع ہر بلا، تیری شان جل جلالہٗ

تو کریم ہے، تو خبیر ہے، تو رحیم ہے، تو قدیر ہے
تیری رحمتوں کا ہے آسرا، تیری شان جل جلالہٗ

نہ تیرے کرم کی مثال ہے، نہ نظیر ہے، نہ شریک ہے
کوئی تیری جیسی عطا نہیں، تیری شان جل جلالہٗ

تو ہی رب ہے سارے جہان کا، تیری شان بندہ نواز ہے
تو ہی بخش دے مری ہر خطا، تیری شان جل جلالہٗ

ہے ہدایتوں کا یہ سلسلہ، جو رسول تم نے ہمیں دیا
تبھی سب کو تیرا پتہ چلا، تیری شان جل جلالہٗ

جو ترے رسول کا ہوگیا، وہی بالیقیں تجھے پا گیا
ترا قرب اصل ہے مدعا، تیری شان جل جلالہٗ

ہیں گناہ گرچہ بہت بڑے پہ ترے کرم سے نہیں بڑے
ہو قبول میری ہر اک دعا، تیری شان جل جلالہٗ

نعت رسول مقبول ﷺ

مخدوم العلماء حضور شیخ اعظم علامہ سید محمد اظہار اشرفی جیلانی علیہ الرحمہ

یا نبی آپ کا جس وقت اشارہ ہوگا
پھر یقیناً ہمیں طیبہ کا نظارہ ہوگا

موت تو اس لئے لگتی ہے بھلی ہم کو بہت
بعد مرنے کے تو دیدار تمہارا ہوگا

ان کا کہلاتے ہوئے پھر بھی سہوں رنج والم
کب یہ سرکار مدینہ کو گوارا ہوگا

میں ہوں محتاج کرم تجھ سے ہے فیضان کرم
اب کہاں تیرے سوا میرا گزارا ہوگا

جب مقدر سے مدینے میں پہنچنا ہوگا
پھر تو عظمت پہ بلندی کا ستارا ہوگا

میں غلام ابن غلام ابن غلام سمناں
یہی رشتہ مری بخشش کا سہارا ہوگا

اک اظہارؔ ہی کیا اس کی ٹلی ہے مشکل
جس نے سرکار مدینہ کو پکارا ہوگا

فــــــریاد

مخدوم العلماء حضور شیخ اعظم علامہ سید محمد اظہار اشرف اشرفی جیلانی علیہ الرحمہ

بڑی مشکل میں ہیں ہم غم کے مارے یارسول اللہ
کرم فرمائیے رب کے دلارے یارسول اللہ

ترے در کا بھکاری اور طوفان حوادث میں
کرم سے پھیر دو گردش کے دھارے یارسول اللہ

تمہیں ہو مونس غم ، شافع محشر، مرے رہبر
کہاں جائیں یہ دیوانے تمہارے یارسول اللہ

حسن کا واسطہ ہے لاج رکھ لو ہم غلاموں کی
یہ مستانے تمہارے ہیں تمہارے یارسول اللہ

زمانہ ہے مخالف آج کل اے رحمت عالم
تمہیں پژمردہ دل کے ہو سہارے یارسول اللہ

بھنور میں میری کشتی ہے مگر کچھ غم نہیں آقا
تری امید پہ سب دن گزارے یارسول اللہ

گھٹائیں جھوم کر اٹھتی ہیں رحمت کی نوازش کی
مصیبت میں کوئی جب بھی پکارے یارسول اللہ

ترا اظہاؔر اظہار مراتب کر نہیں سکتا
خدا کے جب ہو تم محبوب و پیارے یارسول اللہ

ترانۂ اشرفی

مخدوم العلماء حضور شیخ اعظم علامہ سید محمد اظہار اشرف اشرفی جیلانی علیہ الرحمہ

سیدی مرشدی اشرفی اشرفی

تجھ کو پانے سے، پایا ہے مولیٰ علی
شان والا ہے بیشک تیری حیدری
جس پہ تیرے کرم کی نظر ہوگئی
پھر وہ جیسا بھی تھا بن گیا ہے ولی

سیدی مرشدی اشرفی اشرفی

درس عرفان حق تجھ سے ملتا رہا
فیض کا سلسلہ در سے بٹتا رہا
ناتواں پر کرم تیرا کھلتا رہا
تیری چشم عنایت ہے کتنی بڑی

سیدی مرشدی اشرفی اشرفی

تجھ سے روشن ہوئے کتنے قلب وجگر
بالیقیں تیرے اوصاف ہیں خوب تر
ہے ہجوم عاشقاں تیری دہلیز پر
ہو عطا نکہت ونور کی روشنی

سیدی مرشدی اشرفی اشرفی

شکل غوث الوریٰ تیری تصویر ہے
سیرت خواجگاں تیری تنویر ہے
اشرف باخدا کی تو تفسیر ہے
جلوۂ حق کی ہے تجھ میں جلوہ گری

سیدی مرشدی اشرفی اشرفی

کتنے طوفان غم لے کے پھرتا رہا
کام آیا ہے بیشک تیرا آسرا
تو ہے مولیٰ مرا تو ہے آقا مرا
ڈال دے اک نگاہ کرم خسروی

سیدی مرشدی اشرفی اشرفی

تیری ہر ہر ادا سنت مصطفیٰ
مظہر ذات مولیٰ علی مرتضیٰ
لاج رکھ لو خدارا اے پیر ہدیٰ
در پہ فریاد ہے تیرے یا اشرفی

سیدی مرشدی اشرفی اشرفی

جلوۂ نور کا تجھ سے اظہار ہے
جس پہ تیرا کرم ہے وہ مختار ہے
بہر موج سخا تیرا دربار ہے
تجھ کو پا کر ہوئی دور ساری کمی

سیدی مرشدی اشرفی اشرفی

ترانۂ جامع اشرف

مخدوم العلماء حضور شیخ اعظم علامہ سید محمد اظہار اشرف اشرفی جیلانی علیہ الرحمہ

سرورا شاہا کریما دستگیرا اشرفا
حرمت روحِ پیمبر یک نظر کن سوئے ما

سیّدی مخدوم اشرف غوثُ العالم دستگیر مظہرِ شان علی اور چشت کے بدرِ منیر
صاحبِ جودو سخا سر چشمۂ روشن ضمیر ہوگئی ہے غم کے ہاتھوں چشمِ پرنم مثلِ نیر

سرورا شاہا کریما دستگیرا اشرفا
حرمت روحِ پیمبر یک نظر کن سوئے ما

نیرِ برجِ ولایت صاحبِ عز ووقا معدنِ فیض وکرامت تیرے در کی ہے بہار
ہے گدا وشاہ پر تیری عنایت بے شمار آپ کی ذاتِ مقدس پر ہے کل دارومدار

سرورا شاہا کریما دستگیرا اشرفا
حرمت روحِ پیمبر یک نظر کن سوئے ما

نورِ بطحا کی تجلی ہر طرف جلوہ فگن نصرتِ غوث الوریٰ فیضانِ خواجہ موجزن
اولیاء اقطاب سے آبادہے تیرا چمن بہرِ نور العین کردو دور سب رنج ومحن

سرورا شاہا کریما دستگیرا اشرفا
حرمت روحِ پیمبر یک نظر کن سوئے ما

جامع اشرف ہے فروغِ سنّیت کا شاہ کار جامع اشرف فیضِ مخدومی کی ہے ایک یادگار
جامع اشرف احمد اشرف کے تخیل کا منار ہو سلامت تا ابد پھولے پھلے لیل ونہار

سرورا شاہا کریما دستگیرا اشرفا
حرمت روحِ پیمبر یک نظر کن سوئے ما

لے لیے ہیں فتنہ پردازوں کے فتنوں نے جنم حرصِ دنیا کے لیے کچھ چھوڑ رکھے ہیں صنم
تیری چوکھٹ پریہی ہے التجا باچشم نم عاصیِ اظہارؔ کا رکھ لیجئے آقا بھرم

سرورا شاہا کریما دستگیرا اشرفا
حرمت روحِ پیمبر یک نظر کن سوئے ما

شـــرف انتســـاب

خانوادۂ اشرفیہ کی اُس عظیم وباکمال ہستی کے نام

☆ جن کی محبت وشفقت اورجن کی تائید وپشت پناہی نے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کو امام احمد رضاخاں بنادیا۔

☆ جنہوں نے تاجدارِعلم وفضل کے قلمی افکارونظریات کواظہارِ بیان کی قوت عطا کرنے کے لیے اپنے فرزندارجمند عالم ربانی مولانا سید احمد اشرف جیسا واعظ لاثانی، اپنے نواسے محدث اعظم ہند جیسا خطیبِ باکمال اوراپنے خلیفۂ خاص حضرت صدرالافاضل مولانا نعیم الدین مرادآبادی جیسا اولوالعزم مردمجاہدان کی آغوش میں ڈال دیا۔

☆ جن کی طہارت وپاکیزگی کو دیکھ کر وارث پاک فرمایا کرتے کہ اگرایسا امام میسر ہوتو میں بھی جماعت سے نماز پڑھوں۔

☆ جن کے جمال جہاں آرا کو دیکھ کر حضرت عبدالقادر بدایونی علیہ الرحمہ نے صفااورمروہ کی سعی کی ترتیب بدل دی اورفرمایا سامنے سے ہم شبیہ غوث الثقلین آرہے تھے میں ان کی طرف کیسے پیٹھ کرتا۔

☆ جن کے پُرجلال چہرے پرامام احمد رضاخاں فاضل بریلوی کی نظر پڑی اوران کی زباں بے ساختہ بول پڑی ؎

اشرفی اے رخت آئینۂ حسن خوباں　　　نظرکردۂ وپروردۂ سہ محبوباں

عــــــرض ناشـــر

عظیم شخصیتوں کے حالات وکوائف ،ان کی سیرت وسوانح ،ان کی تعلیمات وہدایات،ان کی تحریکات وخدمات اوران کی سرگرمیوں کومحفوظ وقلم بندکرنا یہ کوئی آج کی نئی ایجادنہیں ہے بلکہ ابتدائے آفرینش سے لے کرتا حال جتنی بھی قومیں عالم وجود میں آئیں سبھوں نے فطری طور پر اپنے اندر یہ ذمہ داری محسوس کی کہ وہ اپنے درمیان ہونے والی عظیم وعبقری شخصیات کو آنے والی نسلوں کے لیے محفوظ کرلیں کیوں کہ وہ قوم اپنی تہذیب وثقافت ،اپنے ہست وبود اوراپنی شناخت وپہچان کھودیا کرتی ہے جس کے پاس اپنے اسلاف واکابر کی زندگی کا آئینہ اوران کے نقوش راہ کا نشان وپتا نہیں ہوتا ہے۔

ابن خلکان لکھتے ہیں:

لکن ذکرت جماعة من الافاضل الذین شاهدتهم و نقلت عنهم او کانوافی زمنی ولم ارهم لیطلع علی حالهم من یأتی من بعدی **(وفیات الاعیان:۱/۲۰)**

’’میں نے عظیم شخصیات میں کچھ ان حضرات کے حالات قلم بند کیے ہیں،جن سے مجھے ملاقات کا شرف حاصل ہوااور جن سے کچھ گفت وشنید ہوئی یاان حضرات کا جو میرے زمانے میں تھےاوران سے ملاقات نہ ہوسکی تا کہ میرے بعد آنے والے لوگ ان ہستیوں کے حالات سے واقف ہوسکیں‘‘

بحمداللہ تعالیٰ طلبۂ جامع اشرف کی متحرک وفعال تنظیم ’’جمعیۃ الاشرف اسٹوڈینٹس مومنٹ‘‘ عالم اسلام کی عظیم وعبقری اورعہد ساز وانقلاب آفریں شخصیت حضرت علامہ الحاج سید شاہ اظہاراشرف اشرفی جیلانی مدظلہ الروحانی کی حیات وخدمات پرعلماء ومشائخ کرام اور دانشوارانِ قوم ملت کے مضامین ومقالات اوران کے تأثرات کا مجموعہ شائع کرنے کی سعادت حاصل کررہی ہے اس امید ویقین کے ساتھ کہ طلبۂ جامع اشرف کی طرف سے یہ حقیر سی کوشش اللہ کی بارگاہ میں مقبول ہوجائے اورہم اپنے محسن وکرم فرما کی بارگاہ میں کم ازکم اسی کے ذریعہ نذرانۂ عقیدت اورخراج محبت پیش کرنے کا شرف حاصل کرسکیں۔

لاخیل عندنانهدیهاولامال　　　فلیسعد النطق ان لم نسعد الحال

مجھے اس بات کا گہرااورشدید احساس ہے کہ مقالات کا یہ مجموعہ حضورشیخ اعظم کی عظیم وعبقری شخصیت کامکمل آئینہ دارنہیں ہے تاہم اس کے ذریعہ ایک حدتک آپ کی زندگی کوسمجھا جاسکتا ہے اوراس بات کااندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ آپ خدمت دین کے معاملے میں کس قدرمخلص وبے لوث تھے اوراس کے لیے

آپ کیسی کیسی دشوار گذار راہوں سے گذرے اور کہاں کہاں کا سفر فرمایا؟ دعوت وتبلیغ کے سلسلے میں آپ کے رہنما اصول کیا تھے اور اصلاح وارشاد کے میدان میں آپ نے کس حکمت وتدبر سے کام لیا؟ آپ اپنی قوم کے لیے کیسا دردمند دل رکھتے تھے اور اپنے بعد آنے والی نسلوں کے لیے آپ نے کیا لائحۂ عمل تیار کیا؟ آج کی موجودہ بے شمار قیادتوں کے درمیان آپ کی قیادت کس قدر صالح اور تعمیری تھی اور آپ نے جارحیت وکلیت پسندی کے درمیان اعتدال کا کون سا راستہ اپنایا اور اس میں آپ کو کہاں تک کامیابی ملی؟ آپ کے عزائم کتنے بلند اور کیا تھے اور آپ نے اپنی زندگی کے ہر ہر نفس کو کس طرح ضائع ہونے سے بچالیا؟ آپ کی زباں آپ کے دل سے کس قدر قریب، آپ کا علم وعمل ایک دوسرے سے کتنا ہم آہنگ اور آپ کی مجلس وتنہائی میں کس قدر یکسانیت تھی؟ آپ نے بے شمار افراد انسانی کو دین وسنیت سے خارج ہونے سے کس طرح بچایا اور کیسے کیسے لوگ آپ کی پناہ میں آکر دامن اسلام سے وابستہ ہوئے؟ آپ طالبان علوم نبویہ کو کس سانچے میں ڈھالنا چاہتے تھے اور آپ نے ان سے کس طرح کی امیدیں قائم کی تھیں؟ آپ مدارس اسلامیہ کو کس نہج پر قائم کرنا چاہتے تھے اور اس سلسلے میں آپ کی کوششیں کیا رہیں؟ آپ کو اپنے اسلاف واکابر سے جو امانتیں ملیں تھیں، ان کی حفاظت وپاسداری کا حق کہاں تک نبھایا اور اپنے بعد یہ ذمہ داری کس مضبوط کاندھے پر رکھ گئے؟ آپ نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ کس حسن وخوبی کے ساتھ انجام دیا اور ایک داعی کے اوصاف آپ میں کس کمال وتمام کے ساتھ موجود تھے؟

حضور شیخ اعظم علیہ الرحمہ کی حیات وخدمات پر علماء ومشائخ کے جو مقالات ومضامین اور گراں قدر تأثرات موصول ہوئے ہیں ان سے اس بات کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ آپ ان بندگانِ خدا میں سے تھے جن کے بارے میں رب تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے ’’ان الذین امنوا وعملوا الصالحات سیجعل لھم الرحمن ودا‘‘ یقیناً جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیے رحمٰن عنقریب لوگوں کے دلوں میں ان کی محبتیں ڈال دے گا اور جن کی محبت کا اعلان خداوند تعالیٰ حضرت جبریل علیہ السلام کے سامنے کرتا ہے اور حکم دیتا ہے کہ آسمان والو اور زمین والو میں ان کی محبت کا عام اعلان کردو۔

بجا کہے جسے عالم اسے بجا سمجھو　　　زبان خلق کو نقارۂ خدا سمجھو

محمد قمر عالم اشرفی جامعی

نگراں

جمعیۃ الاشرف اسٹوڈینٹس مومنٹ

اعتذار

مضامین کی تنقیح وایڈیٹنگ اشاعتی ادارے کا حق ہوتا ہے اور بہت سے حق شناسوں نے بذریعہ فون ہمیں اس کی پوری پوری اجازت بھی دی، اس کے باوجود ہم اپنے تمام مقالہ نگاروں سے معافی کے طلبگار ہیں کہ تنقیح کرتے وقت ہمیں جگہ جگہ ان کے مضامین میں حذف وقطع، کانٹ چھانٹ اور قدرے ترمیم سے کام لینا پڑا۔ جن وجوہ واسباب کی بنا پر ہمیں اس حق کا استعمال کرنا پڑا ان میں سے چند یہ ہیں:

کثرت تکرار

تکرار ایک حدتک برداشت کرلی جاتی ہے تاہم جب وہ اپنے حد کو پار کرنے لگتی ہے تو پھر قارئین محظوظ ہونے کے بجائے اکتاہٹ میں پڑ جاتے ہیں اور وہ ان کے لیے کبیدگی کا باعث بننے لگتی ہے اس لیے تکرار فاحش کے خوف سے ہمیں جگہ جگہ حذف وقطع سے کام لینا پڑا۔

کل شئ ملول اذا یکثر

جملے کی بے ربطگی

بعض مقامات پر جملوں کی بے ربطگی اور بکثرت واو عاطفہ کے استعمال سے پیدا ہونے والی دشورای کو ختم کرنے کے لیے قدرے ترمیم کرنی پڑی۔

انتشار پیدا کرنے والے واقعات

خانوادۂ اشرفیہ خصوصاً خانوادۂ سرکارکلاں کا یہ شعار اور یہ روایت رہی ہے کہ اس نے اہل سنت وجماعت کے درمیان انتشار واختلاف پیدا کرنے کے بجائے ہمیشہ اتحاد واتفاق اور ہم آہنگی ویکسانیت پیدا کرنے کی کوشش کی ہے۔ امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کے بعض نظریات سے خود اہل سنت کے بعض اکابر علماء متفق نہ تھے تاہم حضور اعلیٰ حضرت اشرفی میاں جو زمانہ شناس تھے اور وقت کے تقاضے سے پوری طرح واقف تھے، انہوں نے فاضل بریلوی علی الرحمہ کی پوری پوری تائید فرمائی اور اس طرح اہل سنت کو منتشر ہونے سے بچایا۔ شیخ اعظم علیہ الرحمہ اکثر وبیشتر فرمایا کرتے تھے کہ ہمارے یہاں اشرفی ورضوی کا کوئی اختلاف نہیں ہے تمام سلاسل حقہ والے ہمارے ہیں۔ سال ہٰذا عرس مخدومی کے موقع پر قائد ملت حضرت علامہ محمود میاں صاحب قبلہ مدظلہ العالی کا اپنے خطاب میں یہ فرمانا کہ ''ہم اپنے علماء سے دست بستہ عرض کریں گے کہ آیے عہد کریں کہ ہم سب ایک ہوکر اپنی قوم کی ضرورتوں کو پورا کرنے کی قوت پیدا کرلیں۔ آج سے ہر سنی سنی کا بھائی ہے۔ یہ مختلف سلاسل سنیت کی پہچان اور محبتیں قائم کرنے لیے ہیں نہ کہ اختلاف پیدا کرنے کے لیے۔ ہمارے اسلاف نے اتحاد باہمی اور الف ومحبت کے جو رشتے قائم کیے تھے ہم

انہیں پھر سے مضبوط کرلیں اور فرقہائے باطلہ سے آمادۂ پیکار ہو جائیں۔ ہمارا یہ پیغام صرف وابستگاں اشرفیت کے لیے نہیں بلکہ بحیثیت سنی تمام سنی مسلمانوں کے لیے ہے'' یہ سب اس کی واضح مثالیں ہیں کہ اس خانوادے نے کبھی بھی اہل سنت و جماعت کے درمیان اختلاف و انتشار کو پسند نہیں کیا ہے لہٰذا وہ تمام واقعات جو اختلاف کا سبب بن سکتے تھے انہیں حذف کر دیا گیا ہے۔

وصل کے اسباب پیدا ہوں تری تحریر سے دیکھ کوئی دل نہ دکھ جائے تری تقریر سے

عنوانات کا انتخاب

کچھ مضامین بلاعنوان موصول ہوئے لہٰذا حتی الامکان خود مضمون نگار کے کسی جملے یا استعمال کردہ مصرع کو عنوان بنانے کی کوشش کی گئی ہے۔

مضامین کی عدم شمولیت

حتی الامکان موصول شدہ سارے مضامین کو شامل اشاعت کرنے کی کوشش کی گئی ہے تاہم وہ مضامین جو ڈاک کی بدنظمی کی وجہ سے بڑی تاخیر سے موصول ہوئے یا کسی نے ''MAIL'' کیا مگر ہمیں نہ مل سکے یا حروف اس قدر باریک اور مٹے تھے کہ پڑھے نہ جا سکے یا وہ مقالہ نگار جنہوں نے اخیر میں اپنا مقالہ اور منظوم خراج عقیدت دونوں بھیجا، ہوسکتا ہے کہ اس طرح کے مضامین شامل اشاعت نہ ہو سکے ہوں لہٰذا اس کے لیے میں معذرت خواہ ہوں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: "انزلوا الناس منازلهم" فرق مراتب کا لحاظ رکھو۔

ممکن ہے کہ کسی مضمون نگار کے نام کے ساتھ جو القاب و خطابات آنے تھے، ان کی رعایت نہ ہو سکی ہو یا مرتبۂ و منصب کے لحاظ سے ان کے مضمون کو جو جگہ ملنی چاہیے وہ نہ مل سکی ہو لہٰذا اس حق تلفی کے جرم کا میں مکمل اعتراف کرتا ہوں اور گذارش کرتا ہوں کہ وہ ہمیں معاف کر دیں۔

اخیر میں مَیں اپنے رب کے حضور دست بستہ عرض گذار ہوں کہ اس مجموعہ کی ترتیب و اشاعت میں ہم وہ ادب احترام اور وہ اہتمام و اعتناء ملحوظ نہ رکھ سکے جو ایک صاحب نیک دل کی بارگاہ کے لیے ضروری ہوتا ہے۔ رب کریم کی بارگاہ میں عاجزانہ فریاد کرتے ہیں کہ اپنے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے توسل سے ہماری اس کوتاہی کو معاف فرمائے۔ آمین

ومن يتوسل بالنبى محمد شفيع البرايا السيد السند الاسنى
فذاك جديران يكفر ذنبه ويمنح نيل القصد والختم بالحسنىٰ

سپاس نامہ

آج کی اس ترقی یافتہ دور میں بھی ایک چھوٹے موٹے کتابچے کی اشاعت میں کتنی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے، اس کے لیے کس قدر دوڑ دھوپ ہوتی ہے اور اس کے پیچھے کئی کئی ہفتے اور مہینے کھپ جاتے ہیں، اہل قلم حضرات اس سے بخوبی واقف ہیں۔

اللہ اور اس کے رسول کا صدہا احسان وشکر ہے کہ اس مجموعہ کی ترتیب، مقالات کی فراہمی سے لے کر کمپوزنگ اور طباعت وغیرہ تک کے سارے مراحل اس نے آسان کر دیے اور ہمیں لگا ہی نہیں کہ ہم کوئی وقت طلب یا دقت طلب کام کر رہے ہیں۔

تنظیم جمعیۃ الاشرف اسٹوڈینٹس مومنٹ حضور قائد ملت، ناظم اعلیٰ جامع اشرف جانشینِ شیخ اعظم حضرت علامہ ابوالمختار سید شاہ محمد محمود اشرف اشرفی جیلانی مدظلہ العالی کا شکر گذار ہے کہ انہوں نے اس کام کے لیے سارے ممکنہ وسائل فراہم کیے اور وقتاً فوقتاً فون پر دریافت کرتے رہے کہ ”کوئی پریشانی تو نہیں ہے کام کہاں تک پہونچا کسی چیز کی ضرورت تو نہیں ہے؟“

ہم اشرف ملت شہزادۂ شیخ اعظم حضرت مولانا سید شاہ اشرف اشرفی جیلانی سکریٹری آل انڈیا علماء مشائخ بورڈ، شہزادۂ اشرف الحکماء حضرت مولانا سید رکن الدین اشرف اشرفی جیلانی، نبیرۂ قطب المشائخ سید اعرف اشرف اشرفی جیلانی، مولانا احمد نعیمی دلی، عارف صاحب اکاؤنٹنٹ جامع اشرف، احسان صاحب لکھنؤ کے ممنون وشکر گزار ہیں کہ ان کی خاص حمایت ومعاونت سے یہ اہم کام پایۂ تکمیل کو پہنچا۔

ہم اپنی مجلس مشاورت میں شریک تمام حضرات کا، خاص طور پر جانشین امین شریعت حضرت مفتی محمور فاقتی صاحب قبلہ مظفر پور کا شکریہ ادا کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنے گراں قدر مشوروں سے نوازا اور اس کام کے لیے بڑی حوصلہ افزائی فرمائی اور خود کئی مرتبہ انہوں نے فون کیا اور مختلف چیزوں کے بارے میں تاکید کرتے رہے۔

ہم اپنے معاونین ورفقاء خاص طور پر مفتی شہاب الدین شیخ الحدیث جامع اشرف، مولانا قمر الدین

شیخ الادب جامع اشرف ،مولانا غلام جیلانی نائب پرنسپل ،مولانا جابر احمد استاذ جامع اشرف ،مولانا فضیل احمد لکھنؤ ،مفتی منظرحسن خاں ممبئی ،مفتی عبدالخبیر مخدومی مشن پنڈوہ،مفتی محبوب عالم بھدوہی ،سید قاضی منیر پٹنہ ،مولانا تسنیم کوثر پٹنہ،مولانا عبدالخالق پرنسپل جامع اشرف ،مفتی نذرالباری استاذ جامع اشرف، مولانا عبدالکریم استاذ جامع اشرف،مولانا سید تصور حسین استاذ جامع اشرف اور دیگر سارے اساتذۂ جامع اشرف ودارالعلوم علی حسن اہل سنت ممبئی کا شکریہ ادا کرتے ہیں کہ ان میں سے بعض حضرات خود فون پر رابطہ میں رہے اور جب جیسا تعاون چاہا فوری آمادۂ کار ہوگئے۔

ہم اپنے تمام مقالہ نگاروں کا شکریہ ادا کرتے ہیں کہ انہیں فون پر یا کسی بھی ذریعہ سے جیسے ہی اطلاع ملی کہ شیخ اعظم کی حیات وخدمات پر ایک تاریخی دستاویز شائع ہورہا ہے،انہوں نے اپنی تمام تر مصروفیات کے باوجود اپنی قلمی نگارشات کے ذریعہ اس مجموعہ کو وقیع سے وقیع تر بنانے کی کوشش کی اور بعض حضرات سے جب فون پر رابطہ ہوا تو انہوں برملا فرمایا کہ اگر ہماری طرف سے چند جملے ہی شامل اشاعت ہوجائیں تو یہ ہماری لیے سعادت کی بات ہوگی۔

ہم کمپوزنگ میں شریک تمام طلبۂ جامع اشرف کا دعاؤں کے ساتھ شکریہ ادا کرتے ہیں کہ ایک طرف اوقات درس میں وہ پڑھائی کرتے اور پھر انہیں جب بھی فرصت ملتی فوراً کمپوزنگ کے لیے حاضر ہوجاتے۔اللہ پاک سے دعا ہے کہ ان طلبہ کی اس خدمت کو قبول فرمائے اور انہیں اقبال کا بلند کرے۔

ہم ان حضرات کا بھی شکریہ ضرور ادا کریں گے جن سے شیخ اعظم نمبر کے لیے رابطے ہوئے تو انہوں نے بیک زباں کہا کہ ان حضرات پر لکھنا ہمارے لیے بڑی سعادت مندی کی بات ہوگی تاہم وہ اپنی انتہائی مصروفیات کی بنا پر اس سعادت میں شریک نہ ہوسکے۔

ربناآتنافی الدنیاحسنة وفی الآ خرة حسنة وقناعذاب النار

میرے والدگرامی!

قائدملت ناظم اعلیٰ جامع اشرف حضرت علامہ الحاج سید شاہ ابوالمختار محمد محمود اشرفی جیلانی

جانشینِ شیخ اعظم آستانہ عالیہ اشرفیہ حسنیہ سرکارکلاں

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجمع عام میں اعلان فرمایا:

انا النبی لا کذب انا ابن عبدالمطلب

یقیناً میں نبی ہوں عبدالمطلب کا بیٹا اور پوتا ہوں

نبی کے اس اعلان وفرمان کی روشنی میں تحدیثِ نعمت کے طور پر مجھے بھی فخر وناز ہے کہ شیخ اعظم میرے والدِ بزرگوار ہیں۔

کچھ احساسات اتنے عظیم وبلند ہوتے ہیں جو لفظوں میں سمیٹے اور تحریروں میں قلم بند نہیں کیے جاتے۔ میں اپنے والدگرامی کے بارے میں کیا لکھوں اور ان کی زندگی کے کس پہلو کا ذکر کروں؟ کیا میں ان کی ان شفقتوں اور محبتوں کا ذکر کروں جو ایک باپ کا اپنے بیٹے پر ہوتا ہے یا پھر ان کا وہ اندازِ تربیت لکھوں جو ایک والد کی اہم ذمہ داری اور اس کا عظیم فریضہ ہوتا ہے؟ میں اپنے والدگرامی کی ان شبانہ روز مصروفیات کو قلم بند کروں؟ جو ایک عظیم داعی ومبلغ کا وظیفہ ہوتا ہے یا پھر ان کی ان قربانیوں کو تحریر کروں جو ایک مخلص وبے لوث انسان کا اپنے رب کے حضور نذرانہ ہوتا ہے۔ میں اپنے والدگرامی کی وہ خدمات وکارنامے رقم کروں؟ جو وہ اپنی قوم اور اپنے بعد آنے والی نسلوں کے لیے کر گئے یا پھر ان کی ان سرگرم محفلوں کو قیدِ قرطاس کروں جو ایک زندہ دل انسان کی علامت وپہچان ہوتی ہے۔

میرے والد ایک ہمہ جہت انسان تھے، وہ عالم ومفتی بھی تھے اور داعی ومبلغ بھی تھے، وہ صوفی وزاہد بھی تھے اور ایک عظیم خانقاہ کے سجادہ نشیں بھی تھے، وہ شاعر وادیب بھی تھے اور نکتہ سنج خطیب بھی تھے، وہ واعظ وناصح بھی تھے اور مرشد روحانی ومربی قوم بھی تھے۔ ان کی گفتگو میں ''از دل خیزد بر دل ریزد کی کشش'' اور ''دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے'' کی پوری پوری جلوہ آرائی ہوا کرتی تھی۔ عشق مصطفیٰ ان کے جسم میں جان وروح بن کر دوڑ رہا تھا۔ جب کبھی نامِ مصطفیٰ لب پر آجاتا سر جھک جاتے اور آنکھیں نم ہوجاتیں۔

نعت گوئی اورحضور کی شان میں مدحت سرائی ایک عظیم مشغلہ اورایک عظیم فن ہے۔اللہ تعالیٰ نے والدگرامی کی آواز میں حلاوت و چاشنی رکھی تھی ،وہ نعت لکھتے بھی تھے اورنعت پڑھتے بھی تھے۔وہ سفر میں ٹرینوں پر ہوتے تو بھی حضور کی شان میں قصیدے لکھ رہے ہوتے اوراپنی تنہائیوں میں ہوتے تو بھی نعتیہ اشعار قلم بند کر رہے ہوتے ۔ میں نے بسترِ مرگ پرانہیں دیکھا کہ جب کبھی طبیعت میں کچھ ہلکان آیا نعتِ پاک کے اشعار لب پر جاری ہوگئے یا پھران کے اشارے پر موبائل پر نعتِ نبی لگادی گئی اوروہ سراپا ادب بن گئے اور جذب ومستی اور کیف و وجد کا سرور ان پر چھا گیا۔

میرے والد ان نابغۂ روزگار ہستیوں میں سے تھے جو صرف اپنے لیے یا اپنوں کے لیے نہیں بلکہ اپنی قوم اوراپنی ملت کے لیے جیتے ہیں۔ان کی زندگی کی ہر سانس دین وسنیت کے لیے نذر تھی ،وہ سوتے تو اپنی ملت کی فکر لیے اور بیدار ہوتے تو اپنی قوم کا درد لیے ۔ میں نے جب سے شعور کی آنکھیں کھولیں اپنے والدگرامی کو سرگرم عمل پایا۔وہ عزم واستقلال کے پکّے تھے ،جس چیز کو سوچ لیتے اسے انجام تک پہونچاتے اور جو ٹھان لیتے اسے پورا کر دکھاتے ۔وہ اپنے وصال سے دس بارہ سال پہلے ''wheel chair'' پر آ گئے تھے،کئی طرح کا مرض اور عارضہ انہیں لاحق ہوگیا تھا مگر یہ بیماریاں اور یہ عارضے ان کے عزم وحوصلے کو پابہ زنجیر نہ کرسکے، جوں جوں عمر کی رفتار بڑھتی جا رہی تھی ،خدمتِ دین کا حوصلہ ان میں جوان ہوتا جارہا تھا،وہ اپنی مجلسوں میں ہوتے تو بھی کوئی نہ کوئی تحریک ان کے ساتھ ہوتی اوراندرونِ خانہ ہوتے تو بھی کوئی نہ کوئی پراجیکٹ ان کے ساتھ ہوتا،وہ اپنے ارادت مندوں میں ہوتے تو بھی یہی فکر لیے ہوتے کہ میں نے جو کام شروع کیا ہے وہ کہاں تک پہونچا ہے اوراگر اپنے گھر والوں میں ہوتے تو بھی یہی سوچ دامن گیر ہوتی کہ فُلاں کام کو کس طرح انجام دینا ہے؟ جامع اشرف اور خانقاہ اشرفیہ میں جو اسٹاف ''Management'' اورانتظامی امور کو دیکھ رہے ہیں وہ اس بات پر گواہ ہیں کہ روزانہ بلاناغہ دن بھر میں دو بار والدگرامی کا فون ضرور آتا تھا۔

میرے والد ایک زندہ دل انسان تھے،وہ جہاں جاتے لوگوں میں زندگی کی روح پھونک دیتے اورانہیں خدمتِ دین وسنیت کے جذبے سے سرشار وہم آہنگ کردیتے ۔ملک وبیرونِ ملک میں سیکڑوں اداروں کا قیام وسرپرستی والدگرامی کی زبردست تحریکی وتنظیمی صلاحیت اور آپ کی اولوالعزمی واعلیٰ مقصدیت پر شاہد عادل ہے۔

ایک فکر جووالدِ گرامی کواندر اندر کھائے جارہی تھی وہ ملت کا زبردست انتشار واختلاف تھا۔آخری ایام میں جب کہ وہ بسترِ علالت پر تھے میں نے بارہا دیکھا کہ والد گرامی اپنی پُرنم آنکھوں کے ساتھ رب کے حضور دعا گوہوئے کہ مولیٰ تعالیٰ ملت کواس تباہ کن انتشار واختلاف سے بچااوران کے شیرازۂ وحدت کو پارہ پارہ ہونے سے محفوظ فرما!

میرے والدگرامی نے جوذمہ داری پورے اعتماد وثوق کے ساتھ مجھے دی ہے،مولیٰ کریم کی بارگاہ میں دعا ہے کہ تو مجھے ثابت قدم رکھ اوراسے کماحقہٗ پورا کرنے کی توفیق عطاءفرما۔

بحمدہٖ تعالیٰ حضورسرکارکلاں اوروالدصاحب کی تربیت وسرپرستی اوران کی ہدایات کی روشنی میں مجھ فقیرکو۲۰ سال خانقاہ اورمدرسہ سے متعلق کام کرنے کا بھرپورموقع ملا یہی وجہ ہے کہ بحمدہٖ تعالیٰ ان تمام عظیم ذمہ داریوں کاکسی بھی جہت سے میں اپنے اندرکوئی خوف محسوس نہیں کرتا۔بس میں توجدّی وابی کی بارگاہ میں دست بستہ یہ عرض کرتاہوں کہ جس طرح آپ اپنی حیات ظاہری میں اپنی محبتوں اورشفقتوں سے نوازتے رہے ہیں آج اس کی ضرورت آپ کے اس بیٹے، پوتے کوزیادہ ہے۔آپ کی بارگاہ عالی وقارمیں یہ فقیراشرفی عرض کرتاہے ۔

محمود خستہ حال کا بس اک سوال ہے
تیرے کرم کے سائے کٹے زندگی مری

خاکم بدہن!میں نے اوپراپنے والدگرامی کے بارے میں جوکچھ لکھاہے وہ اس لیے نہیں کہ وہ ہمارے والد گرامی ہیں بلکہ میں نے جوکچھ لکھاہےاس لیےلکھاہے کہ یہ ان کی زندگی کے اصل واقعات اوران کے روزمرّہ کے معمولات تھے۔

اخیرمیں میں اپنے ان تمام محبین ومخلصین کے لیےرب تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا گوہوں جنہوں نے اس ’’دستاویز‘‘ کو مرتب کرنے میں قلمی یاکسی بھی طرح کا تعاون پیش کیا۔رب تعالیٰ ان کےاس نذرانے کوقبول فرمائے اورانہیں دارین کی سربلندی عطاءکرے(آمین)

یک چراغ است دریں خانہ کہ از پرتوآں
ہر کجا می نگرم انجمنے ساختہ اند

شیخ اعظم

کا

خاندان

شیخ اعظم کا خاندانی پس منظر

مفتی شہاب الدین اشرفی جامعی
شیخ الحدیث وصدر شعبہ افتاء جامع اشرف درگاہ کچھوچھہ شریف ضلع امبیڈکر نگر (یوپی)

مخدوم العلماء شیخ اعظم حضرت علامہ سید شاہ اظہار اشرف اشرفی جیلانی سجادہ نشیں آستانہ اشرفیہ کچھوچھہ مقدسہ کا خاندان اعزازی شان کا حامل ہے۔ آفاقِ عالم میں اس خاندان کی عظمت و برتری اور بزرگی کا شہرہ ہے۔ اس خاندان عالی شان میں نادر روزگار، یکتائے زمانہ، علم حقیقی کے تاجدار، مقتدائے زمانہ پیدا ہوئے جن کے علم وزہد اور تقویٰ سے علوم اسلامیہ کی ترویج واشاعت ہوئی اور باطنی فیوض وبرکات کے چشمے جاری ہوئے۔ نرالی شان والے رجال اور رشد وہدایت کے متلاشی افراد کی تربیت ہوئی۔ ان تربیت یافتگان کے نفوس قدسیہ سے گلشن اسلام سبز وشاداب ہوا، علم ومعرفت کا اجالا پھیلا، قلوب واذہان کو علم ومعرفت کی روشنی ملی، غیر مسلم کے دلوں میں انوارِ اسلام کی جوت جاگی۔ اس خاندان عالیہ میں رشد وہدایت اور فیض رسانی کا یہ سلسلہ قرناً بعد قرنٍ جاری رہا۔

انوار علم الٰہی اور فیضان مصطفائی سے بہرہ یاب افراد اچھی طرح جانتے ہیں کہ قاسم نعمت نے سب کے حصے تقسیم فرمادیئے ہیں۔ کوئی متن حدیث کو ضبط کرنے اور رجال حدیث کے احوال وکوائف کا علم رکھنے کے باعث محدث ہے۔ کوئی بیضاوی وکشاف کی طرح قرآن کریم کے اسرار ورموز اور تاویل کی سمجھ رکھنے والا مفسر ہے۔ کوئی امرؤالقیس، نابغہ وزہیر کی طرح لغات عرب کا فہم رکھنے والا ماہر لسان ہے، کوئی جاحظ اور ابن المقفع کی طرح لوگوں کو بدائع وصنائع سے لطف اندوز کرنے والا ادیب ہے، کوئی رازی وغزالی کی طرح فلسفیانہ مباحث کو حل کرنے والا علم وفن کا شہسوار ہے کوئی افلاطون وارسطو کی طرح بے لگام عقلی گھوڑا دوڑانے والا فلسفی ہے۔ لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس خاندان عالیہ کے افراد کے حصہ میں وہ نعمت عظمیٰ رکھی ہے جو ان ارباب علم ودانش میں سے کسی کو نصیب نہیں ہوئی۔ اپنے زمانے کے یکتائے روزگار، ادب وفنون کے امام، اپنے علم وفضل کے باوجود ان کے در کی گدائی کو اپنے لئے سرمایۂ افتخار سمجھتے تھے۔ تمام علوم وفنون میں اجارہ داری کا دعویٰ کرنے والوں کے بلند رتبہ سر ان کے در پر جھکتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ وہ کون سی نعمت تھی جس کے حصول کے لئے استاذ الہند علامہ نظام الدین فرنگی محلی بانی درس نظامی، ان کے تلمیذ ارشد یگانۂ عصر امام احمد عبدالحق فرنگی محلی اور علامہ کمال الدین سالوی استاذ زمن، یکتائے زمانہ ہونے کے باوجود قطب الاقطاب فخر آفاق حضرت مخدوم سید شاہ عبدالرزاق سرکار بانسہ شریف کی بارگاہ میں بار بار حاضری کا شرف حاصل کرتے تھے۔ منطق وفلسفہ، ریاضی وہیئت، علم اصول، معنیٰ وبلاغت سینکڑوں علوم وفنون کے سمندر کے نہنگ وغواص کس علم کی طلب میں بے کتاب وقلم ان ید بیضاء رکھنے والے کے حضور سر

بزانو بیٹھتے تھے۔ وہ جانتے تھے کہ اکثر علوم عقلیہ قلوب کو سیاہ و تاریک کرتے ہیں جس کی وجہ سے مدرسہ کی فضا غمناک و نمناک بنتی ہے بلکہ سیاہ و تاریک دل والوں کو بغیر صفائی قلب کے علوم نقلیہ سے آراستہ نہیں کیا جاسکتا ہے۔ سیاہ و تاریک دل کو صاف کرنا، کدورات نفس کو دور کر کے طہارت و پاکیزگی عطا کرنا سادات حسنی وحسینی کی امتیازی شان ہے۔

اہل بیت میں سادات حسنی عہد اول سے امت مسلمہ کے درمیان معظم ومکرم مانے گئے۔ اہل حجاز اس خانوادے کے افراد کو ''شریف'' کہتے ہیں، اہل شام ''حبیب'' کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ شرافت کی شان اور محبوبیت کی آن اسی خانوادہ سے قائم ہے۔ خاندان حسنیہ وحسینہ میں فضیلت ، کرامت، شرافت، عالی نسبی اور بلند حسبی کی بہت سی عالی جہتیں ہیں۔ خاندان حسنیہ کے تمام فضائل ومناقب کے مظہر اتم محبوب سبحانی، شہباز لامکانی، قطب الاقطاب، فرد الافراد، غوث الثقلین، پیران پیر شیخ عبد القادر جیلانی قدس سرہ النورانی کی ذات گرامی ہے۔ آپ کی ذات منبع فیوض و برکات اور اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ایک خاص نشانی تھی۔ آپ کے انوار اور فیوض و برکات سے پورا عالم جگمگا اٹھا۔ آپ کے قدم کی برکت حاصل کرنے والے امامت وغوثیت کے عالی منصب پر فائز ہوئے، جن کو آپ کی خدمت وصحبت کی برکت حاصل ہوئی وہ کندن بن گیا۔ آپ کی ذات اقدس سے اسلامی اقدار کا احیاء ہوا اور دین وشریعت نے زندگی وتابندگی پائی جس کا اعتراف عالم اسلام کے مقتدائے زمانہ نے تسلسل کے ساتھ کیا ہے۔

حضور پر نور غوث الثقلین شیخ عبد القادر جیلانی قدس سرہ النورانی کی اولاد نے رشد وہدایت اور تبلیغ اسلام کے لئے دور دراز مقامات پر جا کر قیام کیا۔ چنانچہ حضرت سیف الدین یحییٰ بن ظہیر الدین احمد بن ابونصر محمد بن حضرت قاضی القضاۃ شیخ الاسلام عماد الدین ابو صالح نصر بن تاج العراق شیخ عبد الرزاق رضی اللہ عنہم بغداد مقدس سے حامہ شریف تشریف لے گئے۔ ان کی ذات مبارکہ مرجع خلائق تھی۔ یہاں انہوں نے منصب قضاء کو بلندی وسرفرازی عطا فرمائی۔ حضرت سید سیف الدین یحییٰ کی چھٹی پشت میں حضرت سید عبد الغفور حسن جیلانی حموی تھے جن کے صاحبزادے مخدوم الآفاق حضرت محمد سید عبد الرزاق نور العین ہیں۔ حضرت مخدوم الآفاق سید عبد الرزاق نور العین قدس سرہ نے مکتوبات اشرفی میں اپنا

نسب تحریر فرمایا ہے۔ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت سید شاہ علی حسین قدس سرہٗ نے اس کو حامہ شریف کے قدیم شجرۂ نسب سے ملایا تو اصل کے مطابق پایا۔

(ماخوذ از حیات مخدوم الاولیاء)

قدوۃ الکبریٰ غوث العالم محبوب یزدانی سید اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہ النورانی پوری دنیا کی سیاحت فرماتے ہوئے حامہ شریف تشریف لائے اور خانوادۂ غوثیہ کے مہمان ہوئے۔ خانوادۂ غوثیہ کے مہمان ہونے کی وجہ قرابت داری تھی کیوں کہ غوث العالم سید اشرف جہانگیر سمنانی کی خالہ زاد بہن حضرت سید عبد الغفور حسن جیلانی حموی سے منسوب تھیں۔ حضرت سید

عبد الغفور حسن جیلانی کے لخت جگر مخدوم الآفاق سید عبد الرزاق نور العین قدس سرہ العزیز کی عمر شریف اس وقت بارہ سال تھی۔ حضرت عبد الرزاق نور العین غوث العالم سید اشرف جہانگیر سے بہت مانوس ہوئے۔ ہر وقت خدمت میں حاضر رہتے تھے۔ غوث العالم سے انسیت اور الفت ومحبت اس قدر بڑھی کہ ان کی اس گرویدگی کو دیکھ کر والدین کریمیں نے اپنے حقوق معاف کر دئے اور ان کو غوث العالم محبوب یزدانی کی صحبت وخدمت کے لئے قربان کر دیا۔ حضرت غوث العالم سید اشرف جہانگیر قدس سرہ النورانی نے بکمال مہربانی حضرت نور العین کو اپنے ہمراہ لیا اور کامل نگہداشت فرمائی۔ علوم وفنون سے آراستہ کیا، روحانی و باطنی تربیت فرمائی، سلوک کے منازل طے کرائے۔ ان کی تعلیم وتربیت میں کوئی دقیقہ باقی نہیں رکھا۔ قدوۃ الکبرٰی غوث العالم نے حضرت عبد الرزاق نور العین پر مہر وکرم کی بارش فرمائی جس نے ان کو علم ومعرفت اور عشق ومحبت کے درجۂ عالی پر فائز کر دیا۔

ایک طرف غوث العالم محبوب یزدانی کی شفقت وعطوفت بے نہایت تھی تو دوسری طرف حضرت نور العین نے بھی قدوۃ الکبریٰ کے چشم رضا کے حصول کو اپنی زندگی کا اولین فریضہ بنالیا تھا۔ ۶۸ سال تک سفر وحضر میں ساتھ رہے اور خوب خدمت کی۔ جن اوقات میں کسی کو خدمت میں باریابی کی اجازت حاصل نہیں ہوتی اس وقت نور العین کے لئے باب رحمت کھلے ہوتے۔ حضرت قدوۃ الکبریٰ نے حضرت نور العین پر اس طرح کرم وعنایت فرمایا کہ اس کی شرح ممکن نہیں ہے۔ آپ نے اپنی حیات ظاہری کے آخری دنوں میں اپنی خلافت و جانشینی کا اعلان مجمع عام میں فرما کر تمام مریدین متوسلین و خلفاء کو ان کا تابع فرمایا۔ قدوۃ الکبریٰ غوث العالم کی نوازشوں سے حضرت نور العین کے فرزندان گرامی بھی بہریاب ہوئے۔ قدوۃ الکبریٰ نے ان کے بارے میں بلند کلمات ارشاد فرمائے، بشارتوں سے نوازا، ان کے چاہنے والوں کو اپنا چاہنے والا، ان کی مخالفت کرنے والوں کو اپنا مخالف ومعاند فرمایا۔

دنیا قدوۃ الکبریٰ کے ارشادات کا ظہور نوی صدی ہجری سے متواتر دیکھتی چلی آرہی ہے۔ ان کو دیکھ کر اہل دل، اہل محبت اور اہل عرفان کی آنکھیں منور ہوتی ہے۔ قدوۃ الکبریٰ نے نور العین کی اولادوں کے بارے میں فرمایا ''ان کے دشمنوں کے سروں پر فرشتوں کی تلوار لٹکتی رہے گی'' (ماخوذ از حیات مخدوم الاولیاء)

قدوۃ الکبریٰ نے حضرت نور العین اور ان کے فرزندوں کے متعلق یہ ارشاد فرمایا ''میں نے نور العین اور ان کے فرزندوں کو خزانۂ الٰہی میں شریک کیا اور اللہ تعالیٰ سے درخواست کی کہ اگر نور العین کی اولاد قانع رہیں تو ہرگز کسی کے محتاج نہ ہوں۔ تھوڑی سی توجہ سے انہیں ہمت ومردانگی آجائے گی۔ میں زندگی اور موت دونوں حالتوں میں اپنے فرزندوں کے ساتھ رہوں گا''

ایک مرتبہ قدوۃ الکبریٰ کی نظر حضرت سید عبد الرزاق نور العین پر پڑی تو یہ ارشاد فرمایا ''میں نے اپنے کو تم پر نثار کر دیا ہے اور کچھ بھی تم سے دریغ نہیں رکھا ہے۔ میں نے تمہارے فرزندوں کے متعلق اللہ سے چاہا کہ وہ ہمیشہ مقبول ومسعود رہیں اور تمہاری اولاد میں ہمیشہ ہر پشت میں ایک رجال الغیب ومجذوب ہوگا اور

کوئی ایسے بھی ہوں گے کہ میری حالت ان میں آ جائے گی۔ (ماخوذ از لطائف اشرفی)

مخدوم الآفاق سید عبد الرزاق نور العین قدس سرہ العزیز کا وصال ۷ ذی القعدہ ۸۴۸ء میں ہوا۔ چالیس سال تک مسند سجادگی کو رونق بخشی، اپنے مرشد کی تعلیمات و ہدایات سے لوگوں کے قلوب و اذہان کو روشن کرتے رہے۔ آپ کی ذات سے قدوۃ الکبریٰ غوث العالم کا فیض جاری ہوا۔

مخدوم الآفاق سید عبد الرزاق نور العین کے پانچ فرزند تھے (۱)سید شمس الدین (۲)سید حسن (۳)سید حسین (۴)سید فرید (۵)سید احمد۔ حضرت شاہ شمس الدین فرزند اکبر نے اٹھارہ سال کی عمر میں وفات پائی۔ ان سے چھوٹے حضرت مخدوم سید شاہ حسن تھے۔ فرزند اکبر کے وصال کے بعد آپ ہی فرزند اکبر کہلائے اور مخدوم الآفاق نے اپنی کنیت ابوالحسن رکھی۔ قدوۃ الکبریٰ غوث العالم نے مخدوم الآفاق سید عبد الرزاق نور العین کی سجادگی و جانشینی کے اعلان کے بعد حضرت مخدوم سید شاہ حسن کو اپنے پیر و مرشد سلطان المرشدین مخدوم علاء الحق والملۃ والدین گنج نبات قدس سرہ النورانی کا مرحمت کردہ خرقۂ مبارکہ عطا فرما کر زبان گوہر مخدوم الآفاق سید عبد الرزاق نور العین کی توجہ خاص سے حضرت سید شاہ حسن کی تعلیم و تربیت مکمل ہوئی حضرت نور العین نے سید شاہ حسن کی اکبریت کا خیال ہر لحاظ سے رکھا۔ ان کو اپنا خلیفہ کیا اور اپنے بعد سجادہ نشیں بنایا۔ غوث العالم محبوب یزدانی کے آستانے کی خدمت سپرد فرمائی۔ حضرت سید شاہ حسن نے اپنے والد گرامی کا غوث العالم محبوب یزدانی کی ذات پاک سے گرویدگی کا حال دیکھا تو آستانہ عالیہ کی اس قدر خدمت انجام دی کہ مثال قائم ہوگئی۔ حضرت سید شاہ حسن سرکار کلاں قدس سرہٗ کے بعد ان کی سرکار کے نو سجادہ نشینوں کی قبریں ان کے ساتھ حضرت غوث العالم سید اشرف جہانگیر قدس سرہ النورانی کے روضۂ منور کے باہری حصہ کی پہلی صف میں زیارت گاہ خاص و عام ہیں

(۱) سید شاہ حسن سرکار کلاں قدس سرہٗ سجادہ نشین
(۲) حضرت شاہ محمد اشرف شہید قدس سرہٗ سجادہ نشین
(۳) حضرت شاہ محمد قدس سرہٗ سجادہ نشین
(۴) حضرت شاہ حسین ثانی قدس سرہ سجادہ نشین
(۵) حضرت شاہ عبد الرسول قدس سرہٗ سجادہ نشین
(۶) حضرت شاہ نور اللہ قدس سرہٗ سجادہ نشین
(۷) حضرت شاہ ہدایت اللہ قدس سرہٗ سجادہ نشین
(۸) حضرت شاہ عنایت اللہ قدس سرہٗ سجادہ نشین
(۹) حضرت شاہ نذر اشرف قدس سرہٗ سجادہ نشین

(ماخوذ از حیات مخدوم الاولیاء)

حضرت شاہ حسن سرکار کلاں سجادہ نشین قدس سرہٗ کے صرف ایک فرزند حضرت سید محمد اشرف قدس سرہٗ تھے۔ ان کو بیعت وخلافت و اجازت حضرت شاہ حسن سرکار کلاں سے تھی۔ حضرت شاہ حسن سرکار کلاں کی وفات کے بعد انہوں نے مسند سجادگی کو زینت دی اور ۹۱۰ھ میں شہادت پائی۔ ان کے تین فرزندان گرامی تھے سب سے بڑے حضرت سید محمد ان سے چھوٹے حضرت شاہ حامد اور سید احمد تھے۔ حضرت شاہ محمد اشرف علیہ الرحمہ کی شہادت کے وقت حضرت شاہ احمد صرف چھ

ماہ کے بچہ تھے۔ دایہ بخوف جاں ان کو کنار تالاب دار الامان میں ڈال کر چلی گئی۔ شاہ جعفر نے چھ دن کی تلاش بسیار کے بعد تالاب کے کنارے پایا اور ان کی پرورش کی۔ حضرت محمد فرزند اکبر کو اپنے والد ماجد سے بیعت وارادت حاصل تھی۔ ان کی شادی سید شاہ جعفر لاڈ کی صاحبزادی سے ہوئی۔ حضرت سید شاہ محمد اشرف شہید کے یہاں حضرت شاہ جعفر لاڈ کی دختر پاک سے تین فرزندوں کی ولادت ہوئی (۱) حضرت شاہ حسن ثانی (۲) شاہ حسین ثانی (۳) حضرت شاہ ابوالفتح۔ حضرت شاہ محمد اشرف شہید کی دوسری اہلیہ کے بطن سے حضرت شاہ ابوالخیر اور حضرت شاہ ابوالفیض پیدا ہوئے۔ سید شاہ حسن ثانی، سید شاہ حسین ثانی، سید شاہ ابوالفتح اور سید شاہ ابوالخیر سے نسل جاری ہوئی۔ حضرت سید شاہ حسن ثانی قدس سرہٗ پر جذب کی کیفیت طاری رہتی تھی۔ انہوں نے اپنے چھوٹے بھائی حضرت سید شاہ حسین ثانی کو سجادگی تفویض فرمائی اور ارشاد فرمایا ''کس از اولاد من در باب سجادگی سید حسین ثانی برادر من مزاحم نہ شود'' یعنی میری اولاد میں سے کوئی شخص میرے بھائی سید حسین ثانی کی سجادگی کے بارے میں مزاحم نہ ہو۔ حضرت سید شاہ حسین ثانی کی اولادوں نے اس ہدایت پر مکمل پابندی سے عمل کیا۔ کسی نے بھی سجادگی کا دعویٰ نہیں کیا۔ حضرت شاہ نذر اشرف تک تمام سجادگان انہیں کی نسل سے ہوتے رہے۔

حضرت شاہ ابوالفتح اپنے حقیقی بھائیوں میں سب سے چھوٹے تھے۔ ان کی ایک حیرت انگیز عجیب وغریب کرامت ہے جو لوگوں میں مشہور ہے۔ میں نے اپنے والد محترم جناب عاصم اشرفی صاحب (اللہ تعالیٰ ان کے مرقد پر انوار و برکات کی بارش نازل فرمائے) سے بہتوں بار یہ کرامت سنی ہے۔ میرے والد محترم کو خانوادۂ اشرفیہ سے بے پناہ عشق تھا۔ وہ اکثر اپنے ہم نشینوں کے درمیان خانوادۂ اشرفیہ کے بزرگوں کا تذکرہ کرتے رہتے تھے۔ والد محترم دونوں پیروں سے مکمل طور پر معذور ہونے کے باوجود صبح سے شام تک اپنی اولاد کی پرورش کے لئے کسب حلال میں لگے رہتے تھے۔ انہوں نے اپنی محنت وکاوش کے ذریعہ کمائی ہوئی روزی سے اس قدر شاندار زندگی گزاری اور صدقہ وخیرات و داد ودہش کا لامتناہی سلسلہ پوری زندگی قائم رکھا جو جونپوری برادری کے کسی فرد کے حصے میں نہیں آئی۔ ماچھی پور اور اس کے اطراف میں ان کا اس قدر رعب و دبدبہ تھا جو جاں نثار خانوادۂ اشرفیہ عزت مآب عیسیٰ مرحوم کے علاوہ کسی کو حاصل نہیں تھا۔ وہ ماچھی پور کے اطراف کے ۲۲ گاؤں کے دوکان داروں کو مالِ تجارت فروخت کرتے تھے۔ ان کی دوکان میں روز مرہ کے لئے استعمال ہونے والے سامان کے علاوہ کپڑوں کا بہت بڑا اسٹاک تھا۔ ۲۲ گاؤں کے لوگ عام دنوں میں خصوصاً عید کے موقع پر ان کی دوکان سے کپڑا خریدتے تھے۔ ہر سال جمعۃ الوداع کو مسجد میں عام اعلان کرتے کہ جو لوگ روپئے نہ ہونے کے سبب کپڑا نہیں بنا سکے وہ میری دوکان میں آکر مفت کپڑے لے جائیں۔ کپڑے کی دوکان میں پہلی چوری کے بعد یہ سلسلہ موقوف ہوگیا۔ جب وہ رات کو اپنے کاروبار سے فارغ ہوکر اپنے مکان واپس آتے تھے تو رات کا کھانا کھانے کے بعد دیر تک خانوادۂ اشرفیہ کے بزرگوں کا تذکرہ کرتے

تھے اللہ تعالیٰ کی شان قدرت دیکھیے کہ والد محترم دونوں پیروں سے معذور ہونے کے باوجود اکثر خود شہر جاکر سامان تجارت خریدتے تھے۔ دوکان میں معاونین کی موجودگی کے باوجود زیادہ تر سامان اپنے ہاتھ سے تول کر گاہک کو دیتے تھے۔ آج ان کی بیان کردہ باتیں شدت سے یاد آرہی ہیں۔ مجھے حصول علم کے لئے جامع اشرف آنے سے قبل خانوادۂ اشرفیہ کے اکابر کے بارے اس قدر معلومات حاصل ہوگئی تھیں کہ اتنی معلومات آج تک کتابوں کے مطالعہ سے حاصل نہیں ہوسکیں۔ کیوں کہ خانوادۂ اشرفیہ کے اکابر پر آج تک معتد بہ کام نہیں ہوسکا ہے۔ خانوادۂ اشرفیہ کے بزرگوں کے احوال و کوائف اور کرامت زبان زد ہونے کے باوجود معرض تحریر میں نہیں آسکے۔ والد محترم محمد عاصم اشرفی مرحوم و مغفور کے بیان کردہ کرامتوں میں سے ایک کرامت حضرت شاہ ابوالفتح قدس سرہٗ کے متعلق اس طرح ہے۔

''حضرت شاہ ابوالفتح ولایت کے اعلیٰ مقام پر فائز ہیں۔ شرافت نسبی کے ساتھ آپ کی عظمت و کرامت اطراف و جوانب میں مشہور تھی۔ آپ کا وصال منگل کے دن ہوا۔ آپ کا جنازہ تدفین کے لئے درگاہ شریف لے جایا جارہا تھا۔ راستہ میں ایک پنسارن کی دوکان تھی۔ اس نے جب جنازہ دیکھا تو دوکان سے نکل کر پوچھنے لگی کہ کس کا جنازہ جارہا ہے۔ لوگوں نے بتایا کہ حضرت سید شاہ ابوالفتح کا جنازہ ہے۔ اس نے برجستہ کہا کہ اب بزرگ لوگ منگل کے دن بھی مرنے لگے ہیں۔ اس پنسارن کا اتنا کہنا تھا کہ حضرت سید شاہ ابوالفتح اٹھ کر بیٹھ گئے اور حکم دیا کہ چارپائی زمین پر رکھو اور پنسارن سے دریافت کیا کہ ''بزرگوں کو کس دن مرنا چاہئے'' اس نے کہا کہ جمعہ کے دن۔ آپ نے لوگوں سے کہا کہ چارپائی کچھوچھہ واپس لے چلو۔ اب جمعہ کو مریں گے۔ حضرت نے کفن پہنے رکھا۔ اس خبر کو سن کر لوگ دور دور سے آنے لگے یہاں تک کہ جمعہ کا دن آگیا اور آپ نے اس جہان فانی سے پردہ فرمالیا''

حضرت سید عثمان کے فرزند اکبر حضرت سید شاہ عزیزالرحمٰن تھے۔ ان کے خلف اکبر سید شاہ جمال الدین کے فرزند سید شاہ محمد غوث ہوئے ان کے تین فرزند حضرت سید شاہ شاہنواز، حضرت سید شاہ مراد اور حضرت سید شاہ محمد سجاد۔ اولاد کا سلسلہ حضرت بندہ نواز سید شاہ محمد نواز سے چلا۔ حضرت بندہ نواز سید شاہ نواز اشرف کو بیعت و ارادت اور خلافت حضرت سید شاہ نذر اشرف قدس سرہٗ سے حاصل ہوئی۔ حضرت سید شاہ نذر اشرف کی چشم عنایت آپ پر بہت زیادہ تھی جس انداز سے آپ کی تعلیم و تربیت فرمائی تھی اس کا تقاضا یہی تھا کہ حضرت بندہ نواز سید شاہنواز اشرف ہی کے حصہ میں جانشینی کی نعمت آئے گی۔ آخر کار حضرت سید شاہ نذر اشرف نے اپنی آخری عمر میں سید شاہنواز اشرف سے فرمایا ''تم میرے مریدوں میں جاکر خبر کردو کہ میں نے تم کو سجادہ نشیں مقرر کیا''

حضرت سید شاہنواز اشرف نے حکم پاک کی تعمیل میں مریدوں کے حلقہ میں دورہ کیا اور مریدوں کو اس فرمان سے آگاہ کیا۔ ابھی آپ کی کچھوچھہ مقدسہ واپسی نہیں ہو پائی تھی کہ حضرت سید شاہ نذر اشرف کا وصال ہوگیا۔ حکم کے مطابق حضرت سید شاہ نذر اشرف کے

مریدین حضرت سید شاہنواز اشرف کے دامن کرم سے وابستہ ہوگئے۔ حضرت سید شاہنواز اشرف اپنے گھر پر ۲۸ محرم الحرام کو قدوۃ الکبریٰ غوث العالم سید اشرف جہانگیر سمنانی رحمۃ اللہ علیہ کے عرس مبارک کے مراسم ادا کرتے رہے اور مریدین کی تعلیم وتلقین اور رشد وہدایت میں مشغول رہے۔ ان کا فیض مریدین ومخلصین کے علاوہ عام لوگوں کو بھی پہونچا۔

حضرت سید شاہنواز اشرف کے دو فرزند تھے حضرت سید شاہ تراب علی اور ان سے چھوٹے حضرت سید شاہ صفت اشرف۔ حضرت سید شاہ صفت اشرف آبائی محاسن و مکارم سے آراستہ تھے۔ ان کے جود وکرم کی بارش عام تھی۔ داد ودہش اور فضل واحسان میں دور دور تک ان کا مثل نظر نہیں آتا تھا۔ ان کی رہبری ورہنمائی میں بندگان خاص نے قرب خداوندی کی دولت پائی۔ حضرت سید شاہ صفت اشرف نے اپنے برادر زادہ حضرت سید شاہ قلندر بخش کی خصوصی تربیت فرمائی تھی انہیں کو اپنا جانشین اور سجادہ نشین مقرر فرمایا۔ حضرت سید شاہ قلندر بخش کے دو فرزند تھے حضرت سید شاہ منصب علی اور سید شاہ سعادت علی۔ حضرت سید شاہ منصب علی اور ان کے بھائی سید سعادت علی نے اپنی پوری زندگی رشد وہدایت اور مخلوق خدا کی فیض رسانی میں بسر فرمائی۔ وہ پیکر صبر ورضا اور اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات پر بھروسہ رکھنے والے بزرگ تھے لوگوں کے درمیان مقبولیت کا یہ حال تھا کہ مرجع عام وخاص تھے۔ خلائق کا اژدہام ان کے گرد رہا کرتا تھا۔ آپ کی تبلیغ وارشاد کا دائرہ بہت وسیع تھا۔ عمر کے آخری حصہ میں کبرسنی سے پیدا ضعف ونقاہت اور امراض کی کثرت کے سبب حضرت سید شاہ منصب علی نے اپنے برادر زادہ اشرف الاولیاء حضرت مولانا الحاج سید شاہ اشرف حسین کو ۱۲۸۵ھ مطابق ۱۸۶۸ء کو اپنا جانشین مقرر کیا اور سرکارکلاں کی سجادگی کا منصب تفویض فرمایا اور خلافت نامہ بھی تحریر فرمایا۔

واقف اسرار قاب قوسین، مجمع البحرین، اشرف الاولیاء حضرت مولانا الحاج سید شاہ اشرف حسین قدس سرہٗ کی ولادت باسعادت ۱۴ جمادی الاخریٰ ۱۲۶۰ھ بروز دوشنبہ کچھوچھہ مقدسہ میں ہوئی۔ علوم وفنون مولانا محمود عافی کی خدمت بابرکت میں رہ کر حاصل کی۔ علم تصوف اور سلوک کی تعلیم اپنے نانا محترم حضرت سید شاہ نیاز احمد کی صحبت میں رہ کر مکمل کیا اور بیعت وارادت کا تعلق بھی انہیں سے قائم کیا۔ حضرت سید شاہ نیاز اشرف کی اجازت وخلافت خاصہ سے بھی سرفراز ہوئے اور ان کی توجہ سے مقامات عالیہ پر فائز ہوئے۔

حضرت اشرف الاولیاء سید شاہ اشرف حسین قدس سرہٗ علوم وفنون میں کامل، عشق ومعرفت میں فرد فرید اور باہمت و اولوالعزم تھے۔ دین اسلام کی تبلیغ واشاعت، مسلک اہل سنت وجماعت کی نصرت وحمایت اور تصفیۂ قلب اور تزکیۂ نفس کی طرف متوجہ ہوئے اور اس کام میں مسلسل جد وجہد کے ساتھ لگے رہے۔ تصوف اور احسان کے موضوع پر زبردست کام کیا، علوم اسلامیہ کی ترویج و اشاعت فرمائی۔ آپ خانوادۂ اشرفیہ کے گوہر یکتا تھے۔ خانوادۂ اشرفیہ میں علوم وفنون کے رائج نصاب کی تکمیل وتحصیل کا رواج ڈالا۔ ایسے ایسے اکابر رجال کی تربیت فرمائی جن کے فیوض

وبرکات سے پورا زمانہ مستفیض ہوا۔ نجدی فتنہ کے پر آشوب دور میں وہابیوں کے عقائد کے بطلان میں تسلسل کے ساتھ مضامین لکھے جو دارالعلم والعمل حضرت فرنگی محل کے ماہنامہ ''النظامیہ'' میں مسلسل چھپا اور نظر ثانی کے بعد محضر جہانگیری کے نام سے کتابی شکل میں دیدۂ زیب بنا۔

حضرت اشرف الاولیاء سید شاہ اشرف حسین کا ظاہر و باطن مجلیٰ و منور اور پرکشش تھا۔ ان کی شخصیت میں محبوبیت کی شان تھی، کریم الاخلاق اور عمیم الاحسان تھے۔ جہاں تشریف فرما ہوتے خلق کا مجمع لگ جاتا۔ جو نیک وصالح ہوتے وہ خدا والے بن جاتے، جو برے ہوتے وہ توبہ واستغفار کی نعمت سے سرفراز ہوتے۔ ان کے زمانہ میں مولود شریف کی محفلوں کے انعقاد کا رواج بہت تھا جس کے لئے خصوصی اہتمام ہوتا تھا۔ حضرت کو ذکر پاک سے بڑا اشغف تھا۔ کثرت سے ذکر پاک بیان فرماتے تھے۔ خانقاہوں میں ان سے میلاد پاک بہت پڑھوائی گئی۔ جیسا کہ روز نامچہ سے ظاہر ہوتا ہے۔

(ماخوذ وملخص از حیات مخدوم الاولیاء)

اشرف الاولیاء حضرت سید شاہ اشرف حسین قدس سرہٗ نے اعلیٰ حضرت عظیم البرکت سید شاہ علی حسین قدس سرہٗ کو اپنی حیات میں منصب خلافت تفویض فرمائی۔ اعلیٰ حضرت اشرفی میاں کی ولادت باسعادت ۲۲ ربیع الثانی ۱۲۶۶ھ مطابق دسمبر ۱۸۴۶ء کو بوقت صبح صادق ہوئی۔ آپ کے والد گرامی حضرت سید شاہ سعادت علی قدس سرہٗ نے غسل وغیرہ سے فراغت کے بعد خاندان اشرفیہ کی روایت کے مطابق آپ کے دست مبارک میں قلم تھمایا اور اسے پکڑ کر دوات میں ڈبویا اور اپنے ہاتھ کے سہارے کاغذ پر اسم جلالت لکھوایا۔ یہ روایت خاندان اشرفیہ میں علم وفضل کی ترسیل وتحصیل کی علامت مانی جاتی ہے۔ اس کے بعد آب زمزم میں ملا ہوا شہد چٹایا اور غوث العالم سید اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہ النورانی کے آستانہ کا کاجل آنکھوں میں لگایا۔ اس طرح خاندانی روایت کی تکمیل ہوئی اور اسم گرامی ''علی حسین'' رکھا گیا۔ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت سید شاہ علی حسین اشرفی میاں قدس سرہ النورانی کی زندگی کے بابرکت لمحات عبادت و ریاضت، زہد وتقوی اور کرامت وشرافت سے لبریز تھے۔ رحمت الٰہی نے ان کے حصے میں ایصال الی المطلوب کی خدمت نعمت عطا فرمائی تھی۔ اس لئے آپ کے گرد اہل علم وفضل کا مجمع لگا رہتا تھا۔ حدیث پاک کے ماہرین حاضر دربار ہوتے۔ فقہ وافتاء کے راسخین حضوری کی سعادت حاصل کرتے۔ میدان عقل ودانش کے شہسوار، منطق و فلسفہ اور علم کلام کے صدر نشین حاضریِ خدمت کو نعمت عظمیٰ سمجھتے۔ شعر وادب کے تاجور اور نقادانِ فنون کو حاضری بارگاہ سے فرحت وسکون حاصل ہوتا۔ غرض کہ ہر طبقہ اور ہر فن کے اکابر کا مجمع لگا رہتا۔ اعلیٰ حضرت اشرفی میاں ان کے ذوق اور معیار کے مطابق گفتگو فرماتے۔ آپ کے ان کمالات صوری ومعنوی کی جامعیت کو امام علوم فنون اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی قدس سرہٗ نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے ''رحمت الٰہی نے ہر کسی کے حصے مقرر فرما دئے ہیں، کسی کو خدمت الفاظ، کسی کو خدمت معانی، کسی

کو تحصیل مقاصد، کسی کو ایصال الی المطلوب''

علوم وفنون کے مرکز سے علم ودانش کی سندیں حاصل کرنے والے اعلیٰ حضرت اشرفی میاں کی خدمت میں حاضری کی سعادت وبرکت حاصل کرتے ۔حصول مقاصد میں کامیاب ہوکر وصول کی منزل کی طرف گامزن ہوتے اور فنا فی اللہ کے مقام میں داخل ہو جاتے۔ اعلیٰ حضرت اشرفی میاں علم وفضل کے حلقوں کے تربیت یافتگان کو امام غزالی علیہ الرحمہ کے احیاء العلوم کے مطالعہ کی تاکید فرماتے تھے۔اس کی وجہ یہ تھی کہ امام غزالی کی زندگی کا ایک حصہ ظاہری طمطراق، علم کی مسند نشینی اور مناظرہ ومباحثہ سے معمور تھا اور انجام باطنی طہارت، سیرت کے تقدس اور کردار کے تجمل پر ہوا (ملخص از حیات مخدوم الاولیاء)

اعلیٰ حضرت اشرفی میاں نے قدوۃ الکبریٰ غوث العالم سید اشرف جہانگیر سمنانی رحمۃ اللہ علیہ کے روضۂ پاک کے قریب ۱۲۹۸ھ میں خانقاہ تعمیر فرمائی۔خانقاہ کی تعمیر کا سبب یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت اشرفی میاں اپنے مقام ومرتبہ کے پیش نظر ان تمام خانقاہی روایات کا احیاء کرنا چاہتے تھے جو قدوۃ الکبریٰ غوث العالم سید اشرف جہانگیر سمنانی رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں جاری تھیں۔ ان روایات میں مردانِ آزاد حق نہاد قلندروں کی جماعت کا روز وشب حق حق کا نعرہ بلند کرنا ہے۔

۱۲۸۹ھ میں حضرت شاہ مجید الدین اشرف سجادہ نشین سرکار خورد نے حلقۂ درگاہ میں حضرت شاہ راجو کی کی قبر سے متصل اعلیٰ حضرت اشرفی میاں کو چلہ کشی، فاتحہ بزرگان اور ذکر وفکر کے لئے حجرہ بنانے کی اجازت دی تھی۔اس اجازت کے بعد اعلیٰ حضرت اشرفی میاں نے وہاں پر حجرہ بنوایا۔ ذکر وفکر کی محفلیں جمیں۔فضل خداوندی سے مردان حق کی جماعت اعلیٰ حضرت اشرفی میاں کے گرد حلقہ درحلقہ آموجود ہوئی۔روز وشب حق حق کے نعرہ بلند ہوتے تھے جس سے فضائے آسمانی مرتعش ہو جاتی تھی۔ ۱۲۹۷ھ تک اس حجرہ سے بلند ہونے والی ذکر وفکر کی آواز اور نعرہائے مستانہ سے درگاہ کی فضاء گونجتی رہی۔بعض شورش پسندوں سے یہ روحانی سماں دیکھا نہیں گیا اور شورش برپا کر کے حجرۂ مقدس کی خام عمارت کو راتوں رات زمیں دوز کر دیا۔۱۲۹۸ھ میں درگاہ معلیٰ میں قدوۃ الکبریٰ کے آستانۂ عالیہ کے قریب اعلیٰ حضرت نے زمین خریدی اور درگاہ شریف میں خانقاہ اشرفیہ سرکارکلاں کی بنیاد پڑی۔خانقاہ کی تعمیر کے وقت قلندروں کے لئے صفہ (چبوترہ) بھی تیار کیا گیا۔اس صفہ (چبوترہ) پر قلندران دنیا ومافیہا سے جدا یادِ مولیٰ میں غرق رہتے۔ قدوۃ الکبریٰ غوث العالم سید اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہ النورانی کے بابرکت دور میں پانچ سو قلندروں کی جماعت حاضر رہتی تھی اور اعلیٰ حضرت اشرفی میاں کے بابرکت زمانہ میں پچاس قلندروں کی جماعت موجود رہتی تھی۔

(ماخوذ وملخص از حیات مخدوم الاولیاء)

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت سید شاہ علی حسین اشرفی میاں کے دو فرزند تھے۔عالم ربانی واعظ لاثانی حضرت سید شاہ احمد اشرف قدس سرہ النورانی اور عارف وقت حضرت سید شاہ پیر مصطفیٰ میاں قدس سرہ النورانی۔عالم ربانی مولانا احمد اشرف پر سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی

خاص نوازش تھی۔ جب عالم ربانی کی رسم بسم اللہ خوانی کا وقت آیا تو قدوۃ الکبریٰ غوث العالم کی خصوصی طلب پر غوث وقت حضرت مولانا شاہ آلِ احمد پھلواروی محدث مدنی قدس سرہٗ مدینہ منورہ سے کچھوچھہ مقدسہ تشریف لائے اور آپ نے عالم ربانی کو بسم اللہ پڑھائی۔ جب آپ نے قاعدہ بغدادی مکمل کر کے پارۂ عم شروع کیا تو خواب میں دیکھا کہ آپ کے جد بزرگوار قدوۃ الکبریٰ غوث العالم سید اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہ النورانی نے آپ کو سورۂ فاتحہ پڑھائی۔ آپ نے ابتدائی کتابیں استاذ العلماء مولانا معین الدین ابوالخیر مانک پوری گورکھپوری سے پڑھی۔ اس کے بعد استاذ العلماء مولانا لطف اللہ علی گڑھی شاگرد رشید غوث وقت مولانا آل احمد صاحب محدث ہندی کی خدمت میں حاضر ہو کر بقیہ علوم وفنون کی تکمیل کی۔

علی گڑھ میں قیام کے زمانہ میں عالم ربانی واعظ لاثانی قدس سرہٗ کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار پاک نصیب ہوا۔ اس مبارک خواب کو لکھ کر اپنے والد گرامی کو ۱۸ دسمبر ۱۸۹۲ء کو روانہ کیا۔ جب یہ مبارک خط کچھوچھہ مقدسہ پہونچا تو اس کو پڑھ کر عید کا سماں ہوا۔ سب نے اس خط کو سروں پر رکھا۔ حضرت سید شاہ اشرف حسین قدس سرہٗ نے اس خط کو روز نامچہ میں اس طرح نقل فرمایا ہے ''آج شبِ یک شنبہ ہے۔ فدوی نے ایک خواب عجیب مسرت آمیز دیکھا۔ معرض تحریر میں لاتا ہوں تاکہ ملاحظہ ہو۔ گزرے بہت سے واقعات جو خواب میں دیکھے یاد نہیں۔ ان کے بعد یہ دیکھا کہ ملک دکن میں کسی مقام پر کسی رئیس کے مکان میں حضرت والد صاحب فروکش ہیں اور میں بھی اتفاقاً مع قاضی اشفاق علی صاحب جو جناب مولانا صاحب کے خویش ہوتے ہیں اور میرے بڑے عنایت فرما ہیں، پہونچ گیا۔ نہیں معلوم میں کس بات پر شب کو اُٹھ کر تنہا چلا گیا۔ اپنے آپ کو دیکھتا ہوں کہ کعبہ شریف میں موجود ہوں۔ بیت اللہ شریف کی زیارت کا شرف حاصل ہونے کے بعد دل میں خیال آیا کہ اگر مدینہ منورہ پہونچتے تو خوب ہوتا۔ تھوڑی دیر نہیں گزری کہ یکا یک مدینہ شریف میں اپنے آپ کو پایا۔ پھر یہ دیکھتا ہوں کہ ایک مکان دو درجہ کا سرِ راہ بنا ہوا ہے۔ پہلے درجہ میں ایک صاحب سراپا نور تشریف فرما ہیں اور دوسرے درجہ میں میں اور چند حضرات موجود ہیں۔ غرض کہ میں پہلے درجہ میں حاضر ہوا اور اس بزرگ کے روبرو مؤدب بیٹھ گیا۔ چند منٹ کے بعد حضرت نے ارشاد فرمایا مجھ پر اس وقت وحی نازل ہو رہی ہے اور چہرہ مبارک کا رنگ متغیر ہو گیا۔ یہ سن کر ایک بزرگ دوسرے درجہ سے پہلے درجہ میں آئے اور عرض کیا یا رسول اللہ کیا فرماتے ہیں۔ آپ نے یہ آیت پڑھی ''قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ'' ایک آیت اور پڑھی جو یاد نہیں آپ نے فرمایا اس کو اس سورہ میں درج کرو۔ غالباً وہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ معلوم ہوتے تھے پھر حضور کھڑے ہو گئے میں بھی کھڑا ہو گیا۔ حضور دوسرے درجہ میں تشریف لے گئے میں بھی گیا۔ حضور چھوٹے دروازہ کے متصل تشریف فرما ہوئے میں بھی حضور کے قریب بیٹھ گیا۔ وہی بزرگ جن کا ذکر آچکا ہے ایک لباس حضور کے سامنے لائے۔ پہلے مجھے خیال آیا قرآن شریف ہے اور اس آیت کو لکھنے کے لئے

لائے ہیں مگر جب اس کو کھولا تو تہ بتہ مثل کلی اور پوشش وغیرہ کے پارچہ دیکھائی دیئے اور ہر پارچا پر جلی قلم سے خوش نما عبارت عربی میں لکھی ہوئی تھی میں رعب کے سبب پڑھ نہیں سکا۔ غرض کہ وہ اس لباس کے تہ کوالٹتے تھے اور حضور ملاحظہ فرماتے جاتے تھے۔ یہاں تک کہ دوچھوٹے رومال کے مقدار جو اس پارچہ میں ایک جانب زیادہ تھا۔ حضور نے علیٰحدہ کر لیا اس اثنا میں میرے دل میں خیالات پیدا ہوئے کہ حضور کا تاج مبارک یا نعلین شریف یا کوئی اور چیز ملتی تو تبرکاً لے جاتا اور لوگ زیارت کرتے۔ ہنوز یہ خیال کر ہی رہا تھا کہ حضور نے اس طور پر ارشاد فرمایا ''یہ رومال تو لے گا؟...... یا فقط اس قدر..... تو رومال لے گا'' پس مژدۂ جاں بخش سن کر میں کھڑا ہو گیا اور حضور کی طرف سر جھکا دیا۔ عمامہ قادری مع تاج عطیۂ حضرت والد صاحب میرے سر پر تھا۔ اسی پر حضور نے اپنے دست مبارک سے دونوں رومال لپیٹ دی۔ اس کے بعد میں نے چاہا کہ آداب بجالاؤں معاً خیال آیا کہ خلاف شریعت ہے لفظ آداب کے مقام پر جھک کر یوں عرض کیا السلام علیکم۔ اس کے بعد دیگر صاحبوں کی طرف بھی اس طرح سلام عرض کیا۔ پھر حضور کھڑے ہو گئے اور میری طرف اشارہ فرمایا کہ ''میرے ساتھ آ'' اسی حالت میں خیال آیا کہ ابھی تک مصافحہ نہیں کیا ہے۔ پھر حضور چھوٹے دروازہ کی طرف تشریف لے جانے لگے میں نے فوراً مصافحہ کیا اور ہاتھ کو چوم لیا آنکھوں سے لگایا۔ اس کے بعد حالت خواب میں ہی اپنے دوست مولوی عبدالرحمٰن سے ملے جو اکثر اپنے خواب مجھ سے بیان کرتے تھے۔ اس خواب کے واقعات کو مکہ معظّمہ جانے کے واقعہ تک بیان کیا کہ آنکھ کھل گئی۔ اس وقت چار بجے تھے۔ فوراً اٹھا، نماز فجر پڑھی، دل کو نہایت مسرور پایا، اب تک بے حد خوشی ہے۔

حضرت عالم ربانی نے حضرت استاذ الکل کو بھی یہ مبارک خواب سنایا۔ انہوں نے سن کر ارشاد فرمایا کہ آپ کی دستار بندی ہو چکی ہے۔ رسمی دستار بندی کی ضرورت نہیں ہے۔ جب آپ علوم اسلامیہ کی تکمیل سے فارغ ہو گئے تو آپ کے والد ماجد ہم شبیہ غوث اعظم اعلیٰ حضرت سید شاہ علی حسین اشرفی میاں نے راہ سلوک ومعرفت کے مدارج طے کرائے اور شرف بیعت واجازت اور تاج خلافت سے نوازا۔ اپنا ولی عہد سچا جانشین اور خلف اکبر نامزد کیا۔ عالم ربانی مولانا احمد اشرف قدس سرہٗ کی پوری زندگی اسوۂ حسنہ کا مظہر کامل، رشد وہدایت کا روشن چراغ تھی۔ آپ نے ہمہ جہت دین کی خدمت انجام دی۔ بیعت وارشاد کے سلسلہ کو رونق بخشی، تبلیغ اسلام میں جد وجہد فرمائی، عقائد حقہ کی ترویج واشاعت فرمائی، باطل فرقوں کے باطل عقائد کی نقاب کشائی کی۔ آپ کے نفس زکیہ کی برکتوں سے لوگ بکثرت اسلام میں داخل ہوئے۔ آپ کی ذات ظاہری ومعنوی خوبیوں کی جامع تھی۔ تقریر ایسی کرتے کہ دل موہ لیتے۔ دوران تقریر آیت کریمہ کی تلاوت کرتے تو اہل محفل بے تاب ہو جاتے۔ تقریر کا ہر جملہ آپ کی زبان سے نکلنے والا اتنا پیارا معلوم ہوتا تھا کہ عرصہ تک اس کی حلاوت سامعین کے دل میں باقی رہتی۔ دوران تقریر آیت کریمہ کی ہر تفسیر میں عجیب وغریب نکات کا

انکشاف ہوتا تھا جس گوشہ کی طرف عنان توجہ پھر جاتی اس کے دقائق اور اسرار کا بخوبی اظہار ہو جاتا۔ کبھی علم ہیئت کے مسائل کی وضاحت، کبھی فلسفۂ قدیمہ وجدیدہ کا تقابل، کبھی علم ہندسہ کا تذکرہ، کبھی حدیث کی شیریں بیانی، کبھی فقہ کی دقیقہ سنجی۔ غرض کہ ہر موضوع پر نہایت روح پرور، کیف آمیز عالمانہ وعارفانہ بیان ہوتا تھا۔ اگر دوران تقریر بارش ہوتی تو بھی ہر شخص اسی ذوق وشوق کے ساتھ ہمہ تن گوش بن کر آپ کے لطفِ بیان سے محظوظ ہوتا رہتا۔ جب آپ دوران تقریر فرقۂ باطلہ کا رد کرتے تھے تو اہل سنت وجماعت اور فرقۂ باطلہ کے درمیان مکمل امتیاز ظاہر ہو جاتا۔

اگر چہ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت سید شاہ علی حسین اشرفی میاں نے عالم ربانی واعظ لاثانی مولانا احمد اشرف کو اپنا ولی عہد اور جانشین نامزد کیا تھا لیکن مشیت ایزدی یہ ہوئی کہ اعلیٰ حضرت اشرفی میاں کی حیات ہی میں آپ کا وصال ہو گیا۔ اس لئے آپ کے عرس چہلم کے موقع پر اعلیٰ حضرت اشرفی میاں نے اپنے لاڈلے پوتے اپنے خلف اکبر کے فرزند ارجمند وسعادت مند مخدوم المشائخ حضرت علامہ مفتی الحاج الشاہ سید محمد مختار اشرف المعروف محمد میاں قدس سرہ العزیز کو اپنا خلیفہ بنایا اور علیٰ رؤس الاشہاد تاج خلافت سے نوازا۔ اعلیٰ حضرت اشرفی میاں نے ان الفاظ میں آپ کی جانشینی کا اعلان فرمایا۔

''جب ممدوح نے ۱۵ ربیع الآخر ۱۳۴۷ھ کو بعارضۂ اسہال وطاعون حالت نماز میں شہادت پائی تو ان کی مجلس چہلم میں بموجودگی فرزندان خاندانی ومریدان وخلفاء مثل میرے خلیفۂ برحق سید غلام بھیک نیرنگ المخاطب بہ فقیر اللہ از اولاد ابوالحسن سدا بہار وحامی معز الدین رئیس ابراہیم پور ونذیر حسن رئیس اگر پور از شیوخ جونپوری اور تمام ہندوستان سے محبان سلسلہ جو آتے تھے سب کے سامنے فقیر نے اپنے فرزند کے فرزند، اپنے پوتے اور دل بند سید مختار اشرف عرف محمد میاں سلمہٗ ربہٗ کو اپنا مرید کر کے اپنا ولی عہد بنایا۔ اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اب ان کی دستار بندی ہو چکی ہے۔ تمام علوم معقول ومنقول، تفسیر وحدیث وفقہ ومعانی وتصوف با کمال جاں فشانی جامعہ اشرفیہ (جو اس فقیر کا بنایا ہوا دار العلوم ہے) سے حاصل کیا اور فقیر نے اپنی آرزو کے موافق ان کو دیکھ لیا اور ان کو اپنا سچا ولی عہد پایا۔ اب اشارۂ غیبی سے اس فرمان واعلان کے ذریعہ سب کو آگاہ کرتا ہوں کہ نور نظرم، عصائے پیرم مولانا سید شاہ محمد مختار اشرف اشرفی جیلانی زادہ اللہ علمہٗ وعرفانہٗ میرے بعد سجادہ نشین جادۂ اشرف السمنانی خاندان حسنی سرکار کلاں کے ہیں جو مثل میرے تمام مراسم عرس ۲۶ محرم نماز مغرب سے ۲۹ محرم تک ادا کرتے رہیں گے۔ مہمان کی با کمال کشادہ پیشانی خدمت کریں گے اور ۲۸ محرم کو حسبِ معمولِ فقیر عرس مخدوم اشرف تارک السلطنت محبوب یزدانی قدس سرہٗ کریں گے کہ تاریخ وصال ۲۸ محرم ۸۰۸ھ ہے۔

مخدوم المشائخ کے ۵ فرزند ہیں (۱) حضرت علامہ مولانا سید شاہ اظہار اشرف قدس سرہ (۲) حضرت مولانا سید شاہ احمد اشرف قدس سرہ (۳) حضرت مولانا سید شاہ علی میاں (۴) حضرت مولانا سید شاہ انوار اشرف اشرفی جیلانی (۵) عالی جناب سید حسن اشرف۔

مخدوم المشائخ نے پانچوں فرزندوں میں مخدوم العلماء شیخ اعظم حضرت علامہ مولانا سید شاہ اظہار اشرف اشرفی جیلانی قدس سرہ' کو اپنا جانشین اور سجادہ نشین بنایا۔ شیخ اعظم نے ابتدائی تعلیم جامعہ اشرفیہ کچھوچھہ مقدسہ میں حاصل کی پھر جامعہ نعیمیہ میں حضرت علامہ مولانا مفتی حبیب اللہ صاحب سے متوسطات کی کتابیں پڑھیں پھر علوم اسلامیہ کی تکمیل کے لئے الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور تشریف لے گئے الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور میں ایک سال تک بحیثیت معین المدرسین متوسطات تک کی کتابوں کا درس دیا پھر جامعہ نعیمیہ مرادآباد میں دو سال تک فی سبیل اللہ تدریسی خدمات انجام دیں اوران دو سالوں کے دوران آپ نے متعدد فتوے بھی لکھے۔

۹ رجب المرجب ۱۴۱۷ھ مطابق ۲۱ نومبر ۱۹۹۶ء بروز پنجشنبہ بوقت ایک بجے دن مخدوم المشائخ حضرت مولانا مفتی الشاہ سید مختار اشرف قدس سرہٗ النورانی کا وصال ہوا جملہ مریدین ومتوسلین کو سوگوار اور اشکبار چھوڑ کر داعیٔ اجل کو لبیک کہا اور واصل بحق ہو گئے۔ مخدوم المشائخ کے وصال کے بعد ۱۹ شعبان المعظم ۱۴۱۷ھ مطابق یکم جنوری ۱۹۹۶ء بروز چہار شنبہ عرس چہلم کے موقع پر بے شمار مریدین ومتوسلین ملک و بیرون ملک سے آئے ہوئے سجادہ نشینان سادات کرام علمائے عظام وجملہ اہل خاندان کی موجودگی میں ایک بجے دن شیخ المشائخ مصدر فیوض وبرکات مخدوم العلماء، شیخ اعظم حضرت مولانا سید شاہ اظہار اشرف قبلہ کے سر پر سجادگی کا تاج رکھ کر سجادگی کی رسم حسب روایت ادا کی گئی۔ اس کے بعد مخدوم اشرف کے سلسلہ کے سجادہ نشین کی حیثیت سے دین اسلام کی تبلیغ، علوم اسلامیہ کی نشر واشاعت اور احقاق حق و ابطال باطل کے کام میں شب وروز لگے رہے اور دین متین اور مسلک اہل سنت وجماعت کے حوالے سے ایسے کارہائے نمایاں انجام دئے جو سنہری حرفوں میں لکھے جانے کے قابل ہیں۔

☆☆☆☆

حضرت ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ

ابواسحاق ابراہیم بن ادہم بن منصور، آپ رحمۃ اللہ علیہ بلخ (خراسان کا ایک مشہور شہر ہے) کے رہنے والے تھے۔ ایک شہزادے تھے۔ ایک دن شکار کو نکلے، لومڑی یا خرگوش کا پیچھا کیا۔ ابھی اس کے پیچھے ہی تھے کہ ایک غائبانہ آواز آئی: ارے ابراہیم! کیا اسی لیے پیدا ہوئے ہو؟ یا اسی کا تمہیں حکم دیا گیا ہے؟ اس طرح ایک آواز پھر زین کے پڑ تلے سے آئی: بخدا! نہ تو تم اس لیے پیدا کیے گئے ہو اور نہ ہی تمہیں اس کا حکم دیا گیا ہے! یہ سن کر سواری سے اتر آئے۔ راستے میں باپ کا ایک چرواہا ملا، چرواہے سے اون کا جبہ لیا اور اسے پہن لیا اور اپنا گھوڑا مع ساز سامان کے اسے دے دیا۔ پھر جنگل میں نکل گئے۔ پھر مکہ آئے اور سفیان ثوری اور فضیل بن عیاض کی صحبت اختیار کی۔ پھر شام چلے آئے اور وہیں دارِ فانی سے رحلت فرما گئے۔

اپنے ہاتھ سے کام کر کے کھاتے تھے۔ مثلاً فصل کی کٹائی کرتے اور باغوں کی نگرانی وغیرہ کیا کرتے تھے۔ جنگل میں انہیں ایک شخص ملا، جس نے انہیں اسم اعظم سکھایا اس کے ذریعہ دعا کی، تو حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے بتایا کہ انہیں میرے بھائی داؤد علیہ السلام نے اسم اعظم سکھایا تھا۔

بانی سلسلۂ اشرفیہ

پروفیسر ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم، صدر شعبۂ علوم اسلامیہ، جامعہ ہمدرد نئی دہلی

حضرت نوح علیہ السلام کو آدم ثانی اس لئے کہا جاتا ہے کہ ان کی نسل سے دنیا پھر سے آباد ہوئی کیوں کہ جب پوری دنیا طوفان نوح کی نذر ہوگئی انسان، جانور پیڑ پودے خس وخاشاک کی طرح بہہ گئے تو اس دنیا میں کچھ بھی نہ رہ گیا سوائے ان لوگوں کے جو حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی میں سوار تھے پھر اس دنیا میں انسانوں کی آبادی کا سلسلہ حضرت نوح اور ان کی اولادوں سے اس طرح بڑھا کہ حسب سابق یہ دنیا پھر سے معمور ہوگئی۔ حضرت نوح علیہ السلام کی اولادوں میں سے جن سے افزائش نسل کا سلسلہ تیزی سے بڑھا ان میں ایک لڑکے کا نام حام تھا۔

حام اپنے والد کی اجازت سے ملک شام کو خیر آباد کہہ کر دکھن کی جانب آئے یہاں ان کی نسل بڑھی، پھیلی۔ آئینہ اودھ کے مصنف سید ابوالحسن مانکپوری لکھتے ہیں۔

''اس کے چھ پسر متولد ہوئے ہند، سندھ، افرنج، حبش، ہرمز، بوبہ۔ یہ ممالک تمام ہر ایک کے نام سے موسوم ہوئے مسمّی ہند اولاد ارشد تھا اس کے نام سے یہ ملک ہند موسوم ہوا'' (۱)

حام کے جس لڑکے کا نام ہند تھا وہ اپنے باپ کی نظر میں اپنے بھائیوں سے زیادہ عزیز تھا اسی کی نسل اس ملک ہند میں بڑھی پھیلی ہند کی اولاد میں ایک راجہ کشن کے نام سے گذرا ہے۔ اس نے سب سے پہلے مسند حکومت کو زینت بخشی۔ اس نے اپنی سلطنت میں سب سے پہلے جس شہر کی بنیاد ڈالی وہ اودھ قرار پایا۔ ممکن ہے راجہ کشن کے زمانہ میں اودھ نام سے کوئی شہر رہا ہو لیکن اس وقت اودھ ایک علاقہ سے عبارت ہے جس میں لکھنؤ، فیض آباد، بنارس اور مشرقی یوپی کے دیگر اضلاع شامل ہیں۔ مشرقی یوپی کے اضلاع کی معنویت اور عظمت وبرتری ہر دور میں مسلم رہی ہے جونپور اپنی ثقافت اور علم وادب کی بنیاد پر شیراز ہند کے نام سے مشہور تھا اس علاقہ کی اسی عظمت کے پیش نظر بادشاہ شاہجہاں از راہ تفاخر کہا کرتا تھا۔ ''پورب شیراز ماست'' مشرقی یوپی کے انہی اضلاع میں جن کا تعلق اودھ سے ہے ضلع فیض آباد خاصی شہرت کا حامل ہے اس ضلع کی شہرت صرف اس لئے نہیں کہ اس ضلع میں اجودھیا نامی مقام پر سینکڑوں سال پرانی بابری مسجد تھی جو دشمنان اسلام کے ہاتھوں شہید ہوگئی بلکہ اس ضلع میں روح آباد موجودہ کچھوچھہ مقدسہ نامی سرزمین پر سلطان الاولیاء، اشرف المؤمنین، سلسلۂ اشرفیہ کے بانی محبوب یزدانی سیدنا اوحد الدین حضرت مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی علیہ الرحمۃ والرضوان کی ذات ستودہ صفات آسودۂ خواب ہے جن کے دم قدم سے علاقۂ اودھ اسلام کی تابانیوں سے روشن وضیابار ہے۔

حضرت مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی ان نفوس قدسیہ میں سے ایک ہیں جن کی ذات باشندگان ہند کے لئے مینارۂ ہدایت رہی ہزاروں گم گشتگان راہ آپ کی

بدولت نور ہدایت سے ہمکنار ہوئے۔ اشاعت اسلام کے سلسلہ میں وہی سارے مسائل آپ کے سامنے بھی پیش آئے جن سے سلطان الہند حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری سنجری علیہ الرحمۃ والرضوان (م۶۳۳ھ /۱۲۳۵ء) دوچار ہوئے جس طرح خواجہ اجمیر نے جوگیوں سے مقابلہ کرکے ان کی تمام جارحانہ تدبیروں اور بلند بانگ دعووں کو ملیامیٹ کرکے اسلام کی حقانیت سے انہیں قریب تر کردیا اسی طرح حضرت مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی نے بھی کئی جوگیوں، جادوگروں سے مقابلہ کیا، انہیں شکست فاش دی اور ان کے دل ودماغ میں اسلام کی حق وصداقت کو کھلے دل سے اعتراف کرلینے کا سچا جذبہ پیدا کیا۔ آپ نے اشاعت اسلام کے سلسلہ میں کونسا طریقہ اختیار کیا اس سلسلہ میں مولانا بدرالقادری کا یہ تجزیہ بر محل ہوگا وہ لکھتے ہیں۔

''چنانچہ خواجۂ خواجگاں سلطان الہند حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رضی اللہ عنہ اور کثیر بزرگوں نے اطراف وجوانب ہند میں پھیل کر اپنے روحانی کمالات کے ذریعہ اسلام کی اشاعت فرمائی۔

قدیم مملکت جونپور اور صوبہ اتر پردیش کے شمالی مشرقی حصوں میں حضرت مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی نے بھی تبلیغ کے لئے وہی طریقہ اختیار کیا'' (۲)

حضرت مخدوم اشرف سمنانی شہر سمنان (خراسان) سے ہندوستان تشریف لائے تھے آپ کے مورث اعلیٰ ایک زمانہ سے وہاں کے فرماں رواں تھے سید تاج الدین بہلول جو خاندان سامانیہ کے دوسرے فرمانرواں احمد بن اسماعیل کے وزیر باتدبیر تھے انہوں نے ہی تیسری صدی ہجری / ۹ ویں صدی عیسوی میں سمنان حکومت کی داغ بیل ڈالی تھی اور پھر تقریباً پچاس سال اس حکومت کے وارث رہے اسی خانوادہ کے ایک چشم وچراغ سلطان ابراہیم ۶۷۰ھ /۱۲۷۱ء میں سمنان حکومت کے سلطان منتخب ہوئے حضرت سیدنا مخدوم اشرف سمنانی کی ولادت باسعادت شاہی خانوادہ میں ہوئی آپ کی سنہ ولادت کا ذکر کسی قدیم تذکرہ نگار نے نہیں کیا ہے البتہ مفتی غلام سرور لاہوری نے آپ کی عمر ۱۲۰ سال بتا کر سنہ وفات ۸۰۸ھ درج کیا ہے اس حساب سے ۸۰۸ میں ۱۲۰ کی تخریج سے ۶۸۸ برآمد ہوتے ہیں بظاہر آپ کی سنہ ولادت ہے۔ لیکن یہ سن ولادت غلط اس لئے ہے کیوں کہ جس زمانے میں آپ سمنان کے فرماں رواں تھے اسی دور میں آپ انتظامی امور سے فراغت ملنے کے بعد شیخ رکن الدین علاء الدولہ سمنانی کی خدمت میں ضرور حاضری دیا کرتے تھے انہی کی صحبت سے آپ کے دل میں دینی حمیت کا جذبہ اور طلب حق کا شعور بیدار ہوا بالآخر آپ نے حکومت ٹھکرادی اور اپنے مرشد کی خدمت میں حاضری دینے کے لئے ہندوستان کی طرف چل پڑے اس وقت شیخ علاء الدولہ نے آپ کو الوداع کہا اور مشایعت کے طور پر کچھ دور ساتھ چلے اس وقت مؤرخین کے بقول آپ کی عمر ۲۰ یا ۲۷ سال کی تھی شیخ علاء الدولہ سمنانی کا وصال ۷۳۶ھ میں ہوا ہندوستان کا سفر بھی اسی سال ہوا ۷۳۶ میں ۲۰ کے اخراج کے سے ۷۱۶ اور ۲۷ کے اخراج سے ۷۰۹ باقی بچتے ہیں۔ درحقیقت یہی آپ کی سنہ ولادت ہے اور سطور بالا میں جو سنہ ولادت خزینۃ الاصفیاء کی روشنی میں متعین کی گئی ہے وہ محل نظر ہے اس سلسلہ میں تفصیلی بحث ڈاکٹر سید وحید اشرف کے مقالہ میں دیکھی جاسکتی ہے جو معارف اعظم گڈھ مارچ ۱۹۶۶ء میں شائع ہوا ہے۔

حضرت مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی علیہ الرحمہ کی

والدہ ماجدہ کا نام حضرت خدیجہ بیگم تھا یہ مشہور عارف باللہ خواجہ احمد یسوی (م۵۶۲ھ /۱۱۶۶ء) کی بیٹی تھیں ان کی روحانی عظمت کے اعتراف میں داراشکوہ نے ''صاحب آیات وکرامات جلیلہ ومقامات رفیعہ'' (۳) جیسے بھاری بھرکم الفاظ لکھے ہیں ۔آپ کی والدہ ماجدہ آپ کے نانا حضرت خواجہ احمد یسوی کے بالکل نقش قدم پر تھیں صائم الدہر اور قائم اللیل خاتون تھیں فرائض نمازوں کے علاوہ نماز تہجد بھی کبھی قضا نہیں ہوتی تھی ۔آپ کی پیدائش سے قبل آپ کے نانا جان نے آپ کی والدہ ماجدہ کو آپ کی ولادت سے متعلق بشارت دیتے ہوئے فرمایا تھا۔

''ترا فرزند شود کہ تمام آفاق از نور ولایت او منور گردد'' (۴)

آپ کے نانا خواجہ احمد یسوی کی بشارت حرف بہ حرف سچ ثابت ہوئی بطن مادر سے دنیا میں آتے ہی بشارت کی صداقت کے آثار ظاہر ہونے لگے تھے۔شام کا وقت تھا شہر سمنان کی فصیلوں کے باہر کے تمام دروازوں پر تالے پڑ چکے تھے کسی کو اندر آنے کی اجازت نہیں تھی ہر دروازے پر پہریدار تھے یہی روزانہ کا معمول تھا فصیل شہر کے باہر ایک دیوانہ باآواز بلند کہہ رہا تھا کہ لوگو خبر دار ہو جاؤ شہنشاہ ولایت غوث العالم کی تشریف آوری ہونے والی ہے مگر دربانوں نے فصیل شہر کا دروازہ نہیں کھولا پھر تھوڑی دیر میں وہی آواز فصیل شہر کے اندر سے آنے لگی وہ مست دیوانہ نہ جانے کس طرح شہر کے اندر آ گیا اور شاہی محل کے اطراف و جوانب آواز لگانے لگا وہ مست دیوانہ دراصل مخدوم بزرگ ابراہیم شاہ تھے جنہوں نے مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی کی ولادت کا مژدہ جانفزا سنانے اور بصورت دیگر اس بشارت کی تائید فرمانے آئے تھے جو آپ کی ولادت سے قبل آپ کی والدہ ماجدہ کو آپ کے نانا شیخ احمد یسوی دے چکے تھے۔سید اشرف نے خاموش نگاہوں سے انہیں دیکھا اور آہستہ سے کہا تمہارا کام ختم ہو گیا اب جاؤ اس کے بعد وہ بزرگ اس طرح نگاہوں سے اوجھل ہوئے کہ پھر کسی کو کبھی نظر نہ آئے اور نہ ہی ان کی قبر کا نشان بھی کسی نے دیکھا۔شاہی خاندان میں ایک لڑکے کی ولادت کس طرح خوشیوں کی بہار لاتی ہے اس کا اندازہ اس قدر آسانی سے نہیں لگایا جا سکتا ہے عیش وعشرت کے ماحول میں بڑے ہی ناز ونعم سے پرورش ہوئی سات سال کی عمر میں ہفت قرأت کے ساتھ قرآن مقدس کو مکمل حفظ کر لیا چودہ سال کی عمر میں علوم عقلیہ ونقلیہ سے باقاعدہ فراغت ہو گئی اسی سال والد ماجد کا انتقال ہو گیا اور کم عمری ہی میں والد ماجد کے پدرانہ شفقتوں سے محروم ہو گئے ذہن ودماغ میں حکومت کا سودا قطعاً نہ تھا دل محبت الٰہی کا اتھاہ سمندر بنا ہوا تھا لیکن ارکان دولت کے اصرار پر عنان حکومت سنبھالنی پڑی۔

مفتی غلام سرور لکھتے ہیں۔

''اگرچہ طبع مبارکش بسلطنت راغب نبود لیکن امراء وزرائے سلطنت طوعاً وکرہاً اورا بر تخت سلطنت سمنان نشانیدند'' (۵)

حضرت سید مخدوم اشرف وزرائے سلطنت کے اصرار پر شاہی تخت پر متمکن ضرور ہو گئے مگر ذہن ودماغ میں شاہی طمطراق بالکل نہ تھا امور سلطنت سے فراغت حاصل کرنے کے بعد شیخ رکن الدین علاء الدولہ سمنانی (م۷۳۶ھ /۱۳۳۵ء) کی خدمت میں حاضر ہو کر تزکیۂ باطن کرتے آداب سلوک سے واقفیت حاصل

کرتے ایک عرصہ تک یہی معمول رہا شیخ کی خدمت میں روزانہ کی آمد ورفت سے حکومت سے بیزاری اور محبت الٰہی کی بے قراری کا جذبہ روز افزوں فزوں تر ہوتا رہا ایک دن کا واقعہ ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور فرمانے لگے

''اگر چہ ترا امور سلطنت فراغ حاصل نیست لیکن بر سبیل اجمال ملاحظہ معانی نقش اسم اللہ بے توسط زبان در دل صنوبری می کردہ باش و واقف انفاس نیز می باید بود''(٦)

اگر چہ امور سلطنت کی مصرفیت بہت زیادہ ہے تاہم مختصراً ہی سہی دل سے ملاحظہ معانی نقش اسم اللہ بلا توسط زبان کرتے رہو اور واقف انفاس رہا کرو۔

آپ نے حضرت خضر علیہ السلام کا مشورہ صرف قبول ہی نہیں کیا بلکہ روز وشب کا اسے وظیفہ بنالیا ایک مرتبہ حضرت اویس قرنی علیہ الرحمۃ والرضوان بھی آپ کے خواب میں تشریف لائے اور زیارت کا شرف بخشا اور کچھ ذکر واذکار کی تعلیم دی جسے آپ نے اپنی معمولات میں شامل کرلیا ان اوراد ووظائف پر پورے سات سال عمل پیرا رہے چودہ سال کی عمر میں آپ نے یہ سلسلہ شروع کیا اور متواتر ۲۱ سال کی عمر تک ان اوراد ووظائف کے ذریعہ یاد الٰہی میں مصروف رہے ۔ اس دوران آپ کو شیطان لعین کے مکر وفریب کا کئی جہتوں سے مقابلہ بھی کرنا پڑا اس نے آپ کو ورغلانے اور طلب حق سے بیزار کرنے کے لئے کئی روپ اختیار کئے مگر اسے اپنے منہ کی کھانی پڑی اس کی تمام کوششیں رائیگاں ہوگئیں اور وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہوسکا۔ پھر کئی سال بعد رمضان المبارک کی ستائیسویں شب کو حضرت خضر علیہ السلام آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور جذبہ محبت الٰہی دیکھ کر فرمانے لگے۔

''ہم خداخواہی وہم دنیا ئے دوں
ایں خیالست ومحالست وجنوں''

طلب خدا اور معاملات دنیا ایک ساتھ جمع نہیں ہوسکتے اگر محبوب کی طلب ہے تو امور سلطنت سے دست بردار ہونا ہی پڑے گا حضرت خضر علیہ السلام کی یہ بات آپ کے ذہن ودماغ میں پیوست ہوگئی اور امور سلطنت سے کنارہ کشی کرنے کا آپ نے حتمی فیصلہ کرلیا طلب خدا کا دل میں اس طرح سرفروشانہ جذبہ پیدا ہوا کہ امور سلطنت سے دستبردار ہونے کے ساتھ دنیا سے بھی بیزار اور لاتعلق ہوگئے حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ آپ کا حصہ ہندوستان میں حضرت شیخ علاء الحق پنڈوی علیہ الرحمہ کے پاس ہے جس قدر جلد ممکن ہو ان کی خدمت میں حاضری دے کر اپنا حصہ لے لو۔ دوسرے دن صبح آپ والدہ ماجدہ کی خدمت میں حاضر ہوئے سفر ہندوستان کی اجازت طلب کی تو والدہ ماجدہ نے اظہار مسرت کیا اور فرمایا ان تمام باتوں کا علم مجھے تمہارے نانا جان سے ہو چکا ہے کہ تمہاری زندگی میں ایک وقت ایسا آئے گا کہ تخت حکومت کو ٹھکرا کر ہندوستان چلے جاؤ گے۔

''الحمد للہ کہ آں وقت رسید مبارک ہست من حق خود بتو بخشیدم وترا از حق خود برآوردہ بحق سپردم''(٧)

الحمد للہ وہ مبارک وقت آگیا ہے میں نے اپنا حق تمہیں بخش دیا اور تمہیں اپنے حق سے آزاد کرکے حق کے سپرد کردیا۔ پھر آپ کی والدہ نے ایک صندوق سے اپنے والد خواجہ احمد یسوی کی دستار نکالی اور اسے آپ کے سر پر رکھتے ہوئے فرمایا۔''مجھے حکم دیا گیا تھا کہ سفر کے وقت اپنے بیٹے کو یہ زادراہ دے دینا آج میں اس امانت

کے بار سے سبکدوش ہو رہی ہوں'' (۸)

دوسرے دن کی صبح کا سورج اپنے دامن میں موت وحیات، رنج والم اور فرحت وانبساط کے نہ جانے کتنے فیصلے لے کر نمودار ہوا سیدنا مخدوم اشرف نے اپنے چھوٹے بھائی سلطان محمد کو حکومت کی باگ وڈور سپرد کر کے امور سلطنت سے اپنی برأت کا اعلان کر دیا اور شاہی جلوس کی جھرمٹ میں بڑے اعزاز واکرام کے ساتھ حضرت خضر علیہ السلام کے حکم کی تعمیل کرنے کے لئے ہندوستان کے سفر پر روانہ ہو گئے۔شاہی ساز وسامان کے ساتھ آپ نے سفر کا آغاز کیا کچھ سواریاں اور کچھ خیمے بھی آپ کے ساتھ تھے مگر سمرقند پہنچتے پہنچتے آپ کے پاس اوڑھنے کے لئے ایک کمبل اور کھانے کے لئے ایک برتن رہ گیا سب آپ نے فقراء ومساکین میں تقسیم کر دیے۔دوران سفر جہاں شام ہوتی وہیں ٹھہر جاتے اور صبح ہوتے ہی پھر سرگرم سفر ہو جاتے۔ماوراء النہر، بخارا اور سمرقند ہوتے ہوئے اوچ پہنچے وہاں مخدوم جہانیاں جہاں گشت کی خانقاہ میں حاضری دی بڑی محبت سے دونوں ایک دوسرے کے بغل گیر ہوئے مخدوم جہانیاں جہاں گشت نے فرمایا۔

''میرے عزیز جلد راہ سلوک میں قدم رکھ دو برادرم علاء الدین تمہارے منتظر ہیں دیکھو کہیں راستہ میں نہ رک جانا'' (۹)

سیدنا مخدوم اشرف اوچ سے دہلی تشریف لائے اور پھر یہاں سے بہار کا رخ کیا جس وقت آپ بہار شریف پہنچے تو شام ہو چکی تھی آبادی سے باہر ایک جنازہ کے ساتھ ایک بھاری جمعیت کسی کی منتظر تھی جب قریب پہنچے تو معلوم ہوا کہ مخدوم الملک شرف الدین یحیٰ منیری علیہ الرحمۃ والرضوان (م ۷۸۱ھ / ۱۳۱۰ء) کا وصال ہو گیا ہے اور وصال سے قبل انہوں نے وصیت کی تھی کہ میرے وصال کے بعد مغرب کی طرف سے کالے کمبل والا ایک درویش نمودار ہوگا میرے جنازہ کی نماز اسی سے پڑھوانا چنانچہ لوگوں کے کہنے پر جنازہ کی نماز آپ نے ہی پڑھائی ہے۔

بعض مؤرخین نے لکھا ہے کہ مخدوم اشرف حضرت مخدوم الملک شرف الدین کی خدمت میں شرف بیعت کے حصول کے لئے آئے تھے مگر اس وقت پہونچے جب مخدوم عالم جاودانی کو رحلت فرما چکے تھے اصل عبارت یہ ہے'' آپ کے جنازہ کی نماز حضرت مخدوم اشرف جہانگیر رحمۃ اللہ علیہ نے پڑھائی یہ حضرت مخدوم سے حصول بیعت کی نیت سے آئے تھے مگر اس وقت پہنچے جب مخدوم عالم جاودانی کو رحلت کر چکے تھے'' (۱۰)

سید ضمیر الدین کی ''بیعت'' سے متعلق جداگانہ رائے ہے اس قسم کا نقطۂ نظر کسی اور تذکرہ کی کتاب میں نہیں ملتا البتہ نماز جنازہ کی ادائیگی سے متعلق یہ عبارت ضرور ملتی ہے۔

''مخدوم اشرف تیسری بار جب اپنے شیخ کی زیارت کے لئے پنڈوہ جا رہے تھے جب وہ اس سفر میں بہار شریف پہنچے تو حضرت مخدوم الملک شرف الدین یحیٰ منیری کا جنازہ رکھا ہوا تھا حضرت مخدوم نے وصیت کی تھی کہ ان کے جنازہ کی نماز وہی شخص پڑھائے گا جو صحیح النسب ہو تارک السلطنت ہو اور سات قرأتوں کا قاری ہو یہ تمام شرطیں حضرت اشرف جہانگیر سمنانی میں موجود تھیں اس لئے انہوں نے ہی مخدوم کے جنازہ کی نماز پڑھانے کی سعادت حاصل کی'' (۱۱)

مخدوم اشرف سمنانی نے مخدوم الملک کی نماز جنازہ پہلے سفر میں پڑھائی یا تیسرے سفر میں اس میں تو

اختلاف ممکن ہے لیکن اس بات پر تمام مؤرخین اور معتقدین کا اتفاق ہے کہ جنازہ کی نماز آپ نے ہی پڑھائی ہے اوران کی روحانی عظمتوں کے پیش نظر مزار پر انوار پر چلہ کشی کے لئے بیٹھے بھی ہیں۔دوران چلہ کشی حضرت مخدوم الملک شرف الدین یحیٰ منیری کا ایسا جلالی فیضان آپ پر ہوا کہ جذب کے عالم میں آپ نے تمام کپڑے پھاڑ ڈالے اور قریب تھا کہ جنگل کی راہ لیتے اور عبادت وریاضت میں وہی مشقتیں برداشت کرتے جو حضرت مخدوم الملک نے منیر کے جنگل میں بارہ سال مسلسل ایک درخت کی شاخ پکڑ کر عبادت میں اٹھائی ہیں۔یہ خیال دل میں پیدا ہوتھا کہ مخدوم الملک اپنی ظاہری شکل وصورت کے ساتھ نمودار ہوئے اور انہوں نے اپنا سینہ آپ کے سینہ سے ملا کر وہ تمام ربانی فیوض وبرکات جو سینے میں پنہاں تھے آپ کے سینے میں منتقل کرتے ہوئے فرمایا''اب میں تمہیں زیادہ دیر نہیں روک سکتا جاؤ یہ سفر تمہیں مبارک ہو'' آپ نے اپنا سفر جاری کر دیا بہار کی سرحدیں پار کر کے حدود بنگال میں قدم رکھا اور پنڈوہ تشریف لے گئے۔

بنگال ہندوستان کی وہ ریاست ہے جہاں بزرگان دین کا فیضان ایک عرصہ سے جاری ہے مخدوم اشرف سمنانی نے جب بنگال کی سرزمین پر قدم رکھا اس وقت حضرت شیخ علاء الحق پنڈوی کے روحانی فیوض وبرکات سے پورا بنگال سیراب ہو رہا تھا۔حضرت خضر علیہ السلام کے ذریعہ آپ کی آمد کی خبر انہیں مل چکی تھی وہ آپ کی ملاقات کے شدت سے منتظر تھے۔اس انتظار میں روزافزوں بے قراری میں اضافہ ہوتا ہی جارہا تھا چوں کہ شیخ بڑے پر رعب اور پر جلال بزرگ تھے اس لئے مریدین میں سے کسی کو آپ کی بے قراری کا سبب معلوم کرنے کی جرأت نہ ہوئی ایک دن تو ایسا ہوا کہ انتظار کی بے قراری اس درجہ بڑھ گئی کہ حجرۂ خاص سے کبھی آپ باہر آتے اور کبھی اندر جاتے اور کبھی خانقاہ سے باہر دور نکل کر راستہ دیکھنے لگتے اور آنے والا آتا ہوا نظر نہیں آتا تو ایک ٹھنڈی سانس بھر کر واپس ہو جاتے اور حلقہ مریدین سے فرماتے''آنے والا تو وقت پر ہی آئے گا لیکن اب ہم سے انتظار نہیں ہوتا''

حضرت خضر علیہ السلام کی زبانی جب یہ معلوم ہوا کہ مخدوم اشرف دو ایک دن کے اندر آپ کی خدمت میں حاضر ہونے والے ہیں تو ان کے بے قرار دل کو قرار آیا وقت آنے پر بڑے تزک واحتشام کے ساتھ مریدین ومتوسلین کی جھرمٹ میں اپنی سواری سکھپال (ڈولی) لے کر پرتپاک خیر مقدم کے لئے آبادی سے باہر تشریف لے گئے۔جب جلوس آبادی سے ایک کلومیٹر کے فاصلہ پر پہنچا تو شیخ علاء الحق اپنی سواری (تخت رواں) جو انہیں ان کے مرشد حضرت شیخ سراج الدین عثمانی غوری (م۷۳۰ھ/۱۳۲۹ء) کی بارگاہ سے ملی تھی نیچے تشریف لائے اور کھڑے ہو کر مخدوم سمناں کی آمد کا انتظار کرنے لگے کھڑے ہو کر انتظار کرتے کرتے جب پیمانۂ صبر لبریز ہو گیا تو انہوں نے ایک آدمی کو دوڑایا اس آدمی نے واپس آکر یہ مبارک خبر دی کہ ہاں کچھ دور فاصلے پر ایک قافلہ آرہا ہے اور اس قافلہ میں سمنان شہر کا اشرف نامی ایک شخص ہے۔اس خبر سے انہوں نے اطمینان کی سانس لی چند ہی ساعتیں گذری تھیں کہ وہ قافلہ قریب آ گیا کندھے پر کالا کمبل ڈالے گرد وغبار سے اٹے ہوئے حضرت مخدوم اشرف کی نظر جیسے ہی حضرت شیخ علاء الحق پنڈوی پر پڑی تو فرط مسرت میں دوڑ پڑے اور بڑھ کر قدموں سے لپٹ گئے ،اس وقت اپنی بے قراری کا اظہار کرتے ہوئے شیخ

علاء الحق نے آپ سے فرمایا۔
''تمہارے آنے سے قبل حضرت ابوالعباس خضر علیہ السلام نے ستر مرتبہ مجھ سے تمہاری آمد کا ذکر کیا اور فرماتے تھے کہ ان کی تربیت میں کسی قسم کی کمی نہ کرنا وہ اللہ کی ایک امانت ہیں جو تم تک پہنچیں گے'' (۱۲)
حضرت شیخ علاء الحق پنڈوہ نے اسی تخت رواں پر اپنے برابر آپ کو جگہ دی اور بڑی ہی عزت وتکریم کے ساتھ اپنی خانقاہ لائے اور اسی دن بعد نماز مغرب شرف بیعت سے مشرف فرما کر وہ امانت جو ایک عرصہ سے ان کے سینے میں محفوظ تھی آپ کے سپرد کی ،اپنا لباس آپ کے زیب تن کیا اور پھر اس طرح آپ کی تربیت فرمائی کہ چند ہی دنوں میں درجۂ کمال تک پہنچ گئے پھر ''جہانگیر'' کے عظیم لقب سے آپ کو سرفراز کیا صاحب خزینۃ الاصفیاء رقم طراز ہیں۔
ہماں روز شرف بیعت مشرف ساخت وبلباس خویش ملبس کرد ودر چند مدت بتکمیل رسانیدہ وبلقب جہانگیر ملقب ساختہ۔ (۱۳)
صباح الدین عبد الرحمٰن نے مرشد کی بارگاہ میں رہنے کی مدت بارہ سال بتائی ہے وہ لکھتے ہیں۔
''مرشد کی خدمت میں بارہ سال رہنے کے بعد خرقۂ خلافت حاصل کرنے کے علاوہ جہانگیر کے لقب سے سرفراز ہوئے۔ سیدنا مخدوم اشرف خود فرماتے ہیں۔

مرا از حضرت پیر جہاں بخش
خطاب آمد کہ اے اشرف جہانگیر
کنوں گرم جہان معنوی را
کہ فرماں آمد از شاہم جہانگیر (۱۴)

حضرت شیخ علاء الحق پنڈوی حضرت سراج الدین عثمان کے مرید وخلیفہ تھے ان کے مرشد کو سلسلہ کی یہ دولت محبوب الٰہی حضرت شیخ نظام الدین اولیاء علیہ الرحمہ (م ۷۵۲ھ / ۱۳۲۴ء) کی بارگاہ سے حاصل ہوئی تھی ان کا شمار حضرت محبوب الٰہی کے مشہور خلفاء میں ہوتا تھا۔ حضرت شیخ علاء الحق پنڈوی کے پاس دولت وثروت کی بہتات تھی حکومت میں آپ وزارت کے منصب پر فائز تھے سماج میں ان کی بڑی عزت تھی اپنی جائیداد پر انہیں غرہ تھا اسی مناسبت سے انہوں نے اپنا نام ''گنج نبات'' رکھ چھوڑا تھا جب ان کے احوال وکوائف کی خبر حضرت محبوب الٰہی شیخ نظام الدین اولیاء کو ہوئی تو آپ نے فرمایا۔
''میرے پیر کا لقب ''گنج شکر'' ہے اور اس نے اپنا نام ''گنج نبات'' رکھا ہے زبان اس کی گنگ ہوجائے گی چنانچہ حضرت شیخ علاء الحق کی زبان بند ہوگئی'' (۱۵)
لیکن جب حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء نے اپنے مرید وخلیفہ حضرت سراج الدین عثمان کو سمت بنگال رشد وہدایت کے لئے روانہ کیا تو اس وقت حضرت سراج الدین نے اپنے مرشد سے یہی فرمایا تھا کہ آپ تو رشد وہدایت کے سلسلہ کو فروغ دینے کے لئے بنگال بھیج رہے ہیں وہاں علاء الحق نامی شخص جسے اپنی دولت وثروت پر ناز ہے اس سے کیسے نبھے گی تو خواجہ نظام الدین اولیاء نے فرمایا تھا کہ وہ تمہارا مرید ہوگا اور دل وجان سے تمہارا تابع وفرمان ہوگا ''گفتۂ او گفتۂ اللہ بود'' کے بمصداق ایسا ہی ہوا جب حضرت شیخ سراج الدین عثمانی بنگال تشریف لے گئے تو حضرت شیخ علاء الحق پنڈوی نے نیازمندانہ طور پر آپ کی خدمت میں حاضری دی گناہوں سے توبہ کیا، گنگ زبان بولنے لگی حلقہ ارادت میں شامل ہوکر اس طرح ریاضت ومجاہدہ کیا کہ دل کی دنیا ہی بدل گئی دولت وثروت سے بیزار ہوکر طلب معرفت حق میں لگ گئے۔ شیخ کی صحبت میں رہ کر جلد ہی درجۂ کمال تک پہنچ گئے۔ علم

ظاہری میں کمال حاصل تھا ہی علم باطنی کے حصول نے ان کی عظمت و برتری میں چار چاند لگا دیئے۔ صرف آپ ہی نہیں بلکہ آپ کی ذات سے آپ کا خانوادہ علم و فضل کی دنیا میں مشہور ہو گیا۔ مولانا سید شاہ نعیم اشرف لکھتے ہیں۔

''علمی دنیا میں اس وقت آپ کے خاندان کو وہی شہرت حاصل تھی جو مسلمانوں کے آخری حکومت میں حضرت مولانا شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان کو حاصل ہوئی''(۱۶)

آئینہ اودھ کے مصنف کے بقول شیخ علاء الحق پنڈوی بادشاہ بنگالہ کے وزیر تھے یعنی علمی اعتبار سے ان کا اور ان کے خاندان کا پایہ تو بلند تھا ہی عزت و عظمت کے اعتبار سے بھی وہ ایسے منصب پر فائز تھے جہاں تک کم ہی لوگوں کی رسائی ہو پاتی ہے۔ لیکن مرشد کے دامن ارادت سے وابستہ ہوتے ہی منصب وزارت کو چھوڑ دیا اور شیخ کی نظر کیمیاء اثر نے انہیں ایسے منصب پر فائز کر دیا جس کی تعبیر و تشریح آج کے ماحول میں معراج کمال ہی سے کی جا سکتی ہے۔

حضرت مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی کو حضرت شیخ علاء الحق جیسے مرشد کی صحبت ملی تقریباً بارہ سال خدمت میں رہ کر سلوک و معرفت کی منزلیں طے کیں جب اس مقام تک پہنچ گئے جس مقام تک شیخ آپ کو دیکھنا چاہتے تھے تو خرقۂ خلافت عطا کیا اور جون پور کی ولایت سپرد کی پھر شیخ نے شاہی ساز و سامان کے ساتھ ایک جلوس کے ہمراہ جون پور کے لئے وداع کر دیا۔ مرشد کی قدر و منزلت اور محبت و الفت آپ کے دل میں اس قدر تھی کہ آپ ایک پل کے لئے بھی جدائی گوارہ نہیں فرماتے تھے مگر مرشد کا حکم سر آنکھوں پر دل پر پتھر نادھتے ہوئے جون پور کے لئے روانہ ہو گئے ساز و سامان اور اونٹوں گھوڑوں کی کثرت دیکھ کر لوگ چیں بہ جبیں بھی ہوتے کہ یہ کیسی فقیری ہے جس میں شاہانہ ٹھاٹھ باٹھ ہے تو آپ فرماتے ان گھوڑوں کی میخیں میں نے گل (مٹی) میں گاڑ رکھی ہیں دل میں نہیں۔ اس طرح نہ جانے کتنے لوگوں نے پھبتیاں کسیں طنزیہ جملے کہے مگر آپ نے اپنا سفر جاری رکھا یہاں تک کہ آپ حدود جون پور میں داخل ہو گئے جب آپ جون پور کے لئے روانہ ہو رہے تھے اس وقت آپ نے اپنے مرشد سے فرمایا تھا کہ وہاں ایک خوفناک شیر ہے اس سے مقابلہ کی مجھ میں تاب کہاں تو مرشد نے فرمایا۔

''تراہم شیر بچہ بہم رسد کہ
کار آں شیر تما م رساند''(۱۷)

سطور بالا میں جس خوف ناک شیر کا ذکر کیا گیا ہے اس سے مراد شیخ رکن الدین نبیرہ شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی کے خلیفہ شیخ حاجی چراغ ہند سہروردی کی ذات گرامی تھی۔ جب آپ محمد آباد گوہنہ پہنچے تو وہاں کے علماء و فضلاء سے علمی بحثیں ہوئیں افضلیت علی کرم اللہ وجہہ سے متعلق سوال و جواب بھی ہوئے وہاں جو علماء کے سرخیل تھے ان کا نام سید خان تھا انہوں نے بحث و مباحثہ میں آپ کے موقف کی صرف تائید نہیں کی بلکہ حمایت بھی کی وہ لاولد تھے آپ کی دعاؤں سے صاحب اولاد ہو گئے آپ کی جب اس کرامت کا شہرہ ہوا تو وہ لوگ جن کے دلوں میں آپ کے تئیں کچھ کجی تھی وہ مکمل طور پر آپ کے گرویدہ ہو گئے۔

محمد آباد سے جب آپ ظفر آباد پہنچے تو وہاں مقابلہ میں علماء نہیں بلکہ بھانڈ (مسخرے) تھے انہوں نے آپ کو پریشان کرنے کی بہت کوششیں کیں ایسا وہ کسی کی شہ پر کر رہے تھے اس کا تو صحیح اندازہ نہ ہو سکا البتہ ظفر آباد سے آپ کو خائب و خاسر کر کے بھگانے کی انہوں نے ساری تیاریاں مکمل کر لی تھیں مگر جس کو خدا رکھے اسے کون

چکھے۔ بھانڑوں نے یہ کیا کہ ایک آدمی کو جعلی مردہ بنا کر کفن پہنایا پھر چارپائی پر لٹا کر جنازہ کی نماز پڑھوانے کے لئے آپ کی خدمت میں لے گئے ان بھانڑوں کا مقصد یہ تھا کہ جیسے ہی آپ جنازہ کی نیت باندھیں گے وہ بھانڑ جو جعلی مردہ بنا ہوا ہے وہ چارپائی پر سے اٹھ کھڑا ہو جائے گا اور پھر اعلان کرے گا کہ آپ ہی کی کرامت سے میں زندہ ہو گیا اس طرح آپ کی ذلت ورسوائی ہو جائے گی۔ جب اس نیت سے جنازہ کو لے کر وہ بھانڑ آپ کی خدمت میں پہنچے اور نماز پڑھانے کی دعوت دی تو آپ نے انکار کیا مگر جس طرح آپ انکار کرتے رہے اسی طرح ان بھانڑوں کا اصرار بڑھتا رہا ان بھانڑوں کے برے خیالات کو اپنے نور باطن سے آپ نے پہلے ہی بھانپ لیا تھا جب وہ اپنے اصرار سے باز نہیں آئے تو آپ جنازہ کی نماز پڑھانے کھڑے ہو گئے اپنے مقصد میں کامیاب ہوتے دیکھ کر وہ بھانڑ دل ہی دل میں بہت خوش ہوئے مگر جیسے ہی آپ نے جنازہ کی نماز پڑھنے کے لئے نیت باندھی تو وہ جعلی مردہ حقیقی مردہ میں تبدیل ہو گیا یعنی اس کی روح قفص عنصری سے پرواز کر گئی سارے بھانڑ اس انتظار میں تھے کہ اب اٹھا اور اب رسوائی ہوئی مگر وہ کب کا لقمہ اجل بن چکا تھا جیسے ہی آپ نے سلام پھیرا بڑی بیقراری سے وہ بھانڑ جنازہ کی طرف لپکے دیکھا تو وہ واقعی لقمہ اجل بن چکا ہے چیخ وپکار شروع کی اور آہ وبکا کرتے ہوئے آپ کے قدموں سے لپٹ گئے عذر ومعذرت اور گستاخیوں کی معافی مانگنے لگے مگر آپ نہ مانے ان کی ساری کوششیں رائیگاں ہو گئیں اس طرح وہ حاسدین جو آپ کو رسوا کرنے کے لئے یہ کھیل کھیل رہے تھے خود ہی ذلیل وخوار ہو گئے۔ جب یہ واقعہ کی خبر دور دور تک پھیل گئی تو آپ کی بارگاہ میں لوگوں کا ہجوم رہنے لگا دور دور سے لوگ آپ کی خدمت میں حاضری دے کر شاد کام وبامراد واپس جانے لگے آپ کی اس درجہ مقبولیت سے حاجی چراغ ہند پریشان رہنے لگے اتنی طاقت نہیں کہ آپ کو آزار پہنچا سکیں اور آپ کی بارگاہ میں آنے سے لوگوں کو منع کر دیں مگر دل ہی دل میں نفرت ضرور کرنے لگے۔

شیخ کبیر سُر ہر پوری بڑے صاحب ثروت انسان تھے جب انہیں ظاہری علوم وفنون سے فراغت ہو گئی تو علم باطن سیکھنے کے لئے کسی شیخ کی ضرورت محسوس ہوئی اس علاقہ میں صرف حاجی شیخ چراغ ہند تھے انہیں صرف انہیں کی خبر تھی لیکن ایک رات وہ خواب میں دیکھتے ہیں کہ کوئی بزرگ ان کے پاس آئے ہیں جو انتہائی حسین وجمیل تھے انہوں نے انہیں دامن ارادت سے وابستہ کر لیا جب صبح ہوئی مرشد کی تلاش شروع کی شیخ حاجی چراغ ہند کی خدمت میں حاضر ہوئے مگر جو صورت خواب میں دیکھی تھی اس سے صورت نہ ملی واپس چلے آئے جب وہ حضرت شیخ مخدوم اشرف کی خدمت میں پہنچے تو دیکھتے ہی سمجھ گئے کہ یہ تو وہی بزرگ ہیں جنہوں نے خواب میں مجھے اپنا مرید کیا ہے قریب گئے اور قدموں سے لپٹ گئے، رات کی سرگذشت بیان کی اور دست حق پرست پر بیعت کر کے ہمیشہ کے لئے وہ آپ ہی کے ہو گئے جب اس واقعہ کی خبر شیخ حاجی چراغ ہند کو ہوئی تو وہ شیخ کبیر پر بہت برہم ہوئے کیوں کہ وہ علاقہ کے بااثر ذی اقتدار لوگوں میں سے تھے۔ غصہ کی تاب نہ لا کر فرمانے لگے کہ شیخ کبیر عین جوانی کے عالم میں مرجائیں گے جب اس واقعہ کی خبر آپ کو ہوئی تو آپ نے فرمایا۔

''غم مخور کہ پیر کبیر خواہی شد و بحالت پیری خواہی مرد و تو ہم ہر چہ در حق شیخ حاجی نفس خواہی راند ہمانطور

بوقوع خواہد آمد وشیخ کبیر بر زبان راند کہ اول شیخ حاجی بمیر د وبعد ازاں شیخ کبیر''(۱۸)

سیدنا مخدوم اشرف نے شیخ کبیر کو تسلی دی کہ جو آپ کہہ رہے ہیں ویسا ہی ہوگا آپ سے پہلے شیخ حاجی چراغ ہند کا ہی وصال ہوگا ان تینوں بزرگوں کی باتیں درست ثابت ہوئیں۔ شیخ کبیر کا وصال ۲۵ سال کی عمر میں ہوا مگر بڑھاپے کے تمام آثار بدن سے نمایاں تھے سر اور داڑھی کے تمام بال سفید ہو چکے تھے اعضائے بدن نحیف ولاغر اسی طرح ہو چکے تھے جس طرح بڑھاپے میں ہوا کرتے ہیں شیخ کبیر کے وصال کے ۵ سال قبل شیخ حاجی چراغ ہند کا وصال ہو چکا تھا۔

شیخ کبیر وہی بزرگ ہیں جن کی بابت حضرت شیخ علاء الحق پنڈوی نے سیدنا مخدوم اشرف سے جون پور روانہ کرتے وقت فرمایا تھا۔

''تراہم شیر بچہ بہم رسد کہ کار آں شیر تمام رساند'' اگر شیخ حاجی چراغ ہند شیر ہیں تو آپ کی خدمت میں ایک شیر کا بچہ آئے گا جو اس شیر کا کام تمام کرے گا۔

سُر ہر پور کا اصل نام سرور پور ہے یہ شہر ابتداً ملک الشرق خواجہ سرور (م۸۰۴ھ) کا بسایا ہوا تھا کثرت استعمال سے سرہر پور ہو گیا تھا اسی شہر کے ایک سادات خاندان میں حضرت سیدنا محمد انجھری علیہ الرحمہ (م۹۴۰ھ /۱۵۳۳ء) کی شادی سید حسن بن سید تاج الدین بن سید ابوصالح احمد کی دختر نیک اختر کے ہمراہ ہوئی تھی۔(۱۹)

سیدنا مخدوم اشرف سمنانی جون پور اور علاقہ جونپور سے ہوتے ہوئے بھدونڈ آئے وہاں کے امیر الامراء محمود نے آپ کا پرتپاک خیر مقدم کیا بھدونڈ میں ہندوؤں کی آبادی کثرت سے تھی اسی وجہ سے وہاں ہندوؤں کے بے شمار عبادت خانہ تھے ۵۰۰ چھوٹے چھوٹے مندروں کے علاوہ ایک بہت بڑا مندر بھی تھا جس میں کئی سو پجاری تھے جو ایک بڑے پنڈت کے ماتحت تھے۔ اس بڑے مندر کے چاروں طرف ایک مضبوط چہار دیواری تھی جس کے دروازوں پر کئی ایک نگہبان تھے مسلمانوں کا اس مندر میں داخلہ قطعی ممنوع تھا اسی وجہ سے اس بڑے مندر سے بہت دور مسلمانوں نے اپنی ایک بستی آباد کی تھی جب اس صورت حال کا علم محمود کی زبانی آپ کو ہوا تو آپ نے فرمایا اگر رات میں قیام اس مندر کے اندر کیا جائے تو کیا حرج ہے اس بات سے محمود کے دل میں گھبراہٹ سی ہوئی لیکن انکار کیسے کر سکتے تھے فرمایا۔''پیر و مرشد کو اختیار ہے جہاں چاہیں قیام فرمائیں''(۲۰)

لیکن حضور ابھی چند دنوں پہلے کا واقعہ ہے کہ اسی مندر کا پنڈت کسی وجہ سے مسلمانوں کی بستی میں آیا اور مسجد میں گھس گیا لوگ ڈرے کہ یہ نہ جانے کیا مصیبت یہاں ڈھائے گا لیکن جب لوگوں نے پیچھے مڑ کر اس پنڈت کی طرف دیکھا تو وہ پنڈت وہاں سے غائب ہو چکا تھا البتہ مسجد کے دالان میں ایک اژدہا کنڈلی مارے بیٹھا تھا اور اس کے منھ سے شعلے نکل رہے تھے جب یہ واقعہ محمود کی زبانی آپ سماعت فرما چکے تو آپ نے فرمایا ''دلچسپ آدمی معلوم ہوتا ہے'' اس سے ملاقات ہونی چاہئے یہ فرمایا اور مندر کی طرف چل پڑے جیسے ہی مندر کے صدر گیٹ پر پہنچے تمام پجاریوں نے گھیرے میں لے لیا تو آپ نے بڑے ہی بے باکانہ انداز میں فرمایا۔

''سنا ہے تمہارے مندر میں کوئی اژدہا رہتا ہے جس کی سانسوں سے شعلے نکلتے ہیں ایک نوجوان پجاری یہ سن کر آگ بگولہ ہو گیا بجائے یہ کہ وہ آپ کے پوچھے گئے سوال کا جواب دیتا اس کی نیت خراب ہو گئی اور لڑنے پر آمادہ

ہو گیا مگر تھوڑی ہی دیر میں وہ تمام پجاری پتھر کی مانند بے حس وحرکت ہو گئے کسی میں کچھ کہنے اور کرنے کی جرأت ہی نہ رہی آپ اندر تشریف لے گئے تو دیکھا کہ بڑے بت کے سامنے ایک پنڈت عریاں بیٹھا ہوا جپ وتپ میں مصروف ہے جب آپ کی آمد کی آہٹ اسے سنائی دی تو اس نے پیچھے مڑ کر دیکھا آپ پر نظر پڑتے ہی اس کی آنکھیں غصہ سے سرخ ہو گئیں باغیانہ لہجے میں چیخ کر بولا۔

ملچھ تو نے میرے تپسیا کی بے حرمتی کی ہے میں جانتا ہوں کہ چند جنتر منتر تجھے بھی آتے ہیں جبھی تو نے میرے چیلوں کے پیر جکڑ دیے ہیں لیکن اب اس مندر سے تیری لاش ہی باہر جائے گی۔

اس پنڈت کی گفتگو سن کر آپ نے فرمایا۔تم ایک با کمال پنڈت نظر آتے ہو اس لئے تمہیں یہاں بیٹھے بیٹھے اپنے چیلوں کا حال معلوم ہو گیا لیکن ابھی کچھ ہو ذرا اوپر دیکھو جب اس نے اوپر دیکھا تو ایک چمگاڈر کی طرح مندر کی چھت سے اپنے آپ کو لٹکا ہوا پایا پھر تھوڑی دیر میں ایک کیڑا بن کر زمین پر گر پڑا اور تڑپنے لگا اس کی اس اضطرابی کیفیت کو دیکھ کر آپ نے فرمایا اچھا اٹھو اور ایک انسان کی طرح بیٹھ کر یہ بتاؤ کہ تم نے یہ کرتب کہاں سے سیکھے ہیں جیسے ہی وہ آدمی صورت بن کر بیٹھا تو وہ تکلیف کے سبب بری طرح کراہ رہا تھا آپ نے اپنا مقدس ہاتھ اس کے کندھوں پر رکھا معاً اس کی تمام تکلیفیں رفع ہو گئیں فوراً وہ پنڈت آپ کے قدموں سے لپٹ گیا اور کہنے لگا۔

''بابا میرا علم مرگھٹ کی رات کی طرح کالا ہے لیکن تمہارا علم اجالا ہے مجھے اپنی غلامی میں لے لو۔'' (۲۱)

پنڈت نے صدق دل سے توبہ واستغفار کیا آپ نے اسے کلمہ پڑھا کر داخل اسلام کیا اس کے اسلام قبول کرتے ہی اس مندر اور دوسرے مندروں کے تمام پجاری حلقہ اسلام میں داخل ہو گئے۔اس پنڈت کا نام بابا کمال پنڈت رکھا گیا اور اس بڑے مندر کو خانقاہ میں تبدیل کر کے اس جگہ کا نام ''روح آباد'' رکھا وہی روح آباد اودھ کی سرزمین پر ضلع فیض آباد میں کچھوچھہ مقدسہ کے نام سے ہندوستان کے نقشے پر نمایاں ہے۔اس خانقاہ کے قریب آپ نے ایک حجرہ خاص کی تعمیر کروائی جس کا نام ''وحدت آباد'' رکھا اور اس سے تھوڑی دور پر ایک مسلم آبادی قائم کی اس کا نام ''کثرت آباد'' رکھا غالباً وہی آبادی ہے جو آج کل کچھوچھہ مقدسہ کے قریب ''بسکھاری'' کے نام سے مشہور ہے۔ (واللہ اعلم)

اس پنڈت سے مقابلہ کا ذکر اکثر مؤرخین نے کیا ہے الفاظ اگرچہ تمام مؤرخین کے بدلے ہوئے ہیں مگر مفہوم تقریباً سب کا ایک ہی ہے خانقاہ ،حجرہ خاص کے علاوہ ایک فرحت بخش باغ کی بنیاد ڈالنے اور پھر اس کا نام روح آباد رکھنے کا ذکر صاحب خزینۃ الاصفیاء نے کیا ہے وہ لکھتے ہیں۔

''میر جہانگیر بجائیکہ وے سکونت داشت خانقاہ عالیجاہ وحجرہ خاص تعمیر فرمود وباغ فرحت بخش بنانہادہ بروح آباد موسوم ساخت'' (۲۲)

اس مقدس سرزمین پر جس کا نام روح آباد رکھا گیا ایک حوض بھی تیار کرایا گیا اس حوض کا ذکر حضرت مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی کے اکثر سوانح نگاروں نے نہیں کیا ہے۔مگر حوض وہاں خانقاہ کے متصل موجود ہے اور بیمار حال لوگوں کو اس کے پانی سے شفا ملتی ہے اس حوض سے متعلق شیخ المشائخ اعلیٰ حضرت الحاج ابواحمد محمد علی حسین اشرفی میاں علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔

''مزار مبارک کے گرد ایک تالاب ہے جس نے مزار شریف کا احاطہ کیا ہے اس کو نیر شریف کہتے ہیں یہ

تالاب حضرت مخدوم العالم کے زمانہ میں صوفیان باصفا نے اس طرح تیار کیا ہے کہ پھاوڑہ کی ہر ضرب نفی واثبات کی ضربوں کے ساتھ ہوتی تھی اس کا پانی نہایت متبرک سمجھا جاتا ہے مریض اس کو پیتے ہیں اس سے غسل کرتے ہیں دوسرے مقامات پر تبرک کے لئے لے جاتے ہیں مریضوں کو اس سے شفا حاصل ہوتی ہے‘‘(۲۳)

سیدنا مخدوم اشرف سمنانی علیہ الرحمہ نے اکناف عالم کا سفر کیا ہے سیر وسیاحت کے طور پر مختلف ملکوں اور شہروں سے ہوتے ہوئے اپنے مرشد کی بارگاہ میں پنڈوہ بنگال پہنچے تھے پھر وہاں سے واپسی میں علاقہ جونپور میں کچھ سال رہے پھر اودھ میں جا کر روح آباد نامی مقام پر آپ نے مستقل سکونت اختیار کر لی۔ روح آباد میں قدم جمانے کے بعد پھر بھی آپ کے قدم نہیں جمے بلکہ سیر وسیاحت کا سلسلہ جاری رہا حضرت شاہ بدیع الدین مدار (م۸۴۰ھ/۱۴۳۶ء) کے ہمراہ زیارت حرمین شرفین کے لئے تشریف لے گئے زیارت حرمین شرفین کے بعد حضرت شاہ بدیع الدین مدار تو واپس ہندوستان تشریف لے آئے مگر آپ وہاں سے مدینہ منورہ نجف اشرف، کربلا معلّٰی، روم، دمشق گئے پھر مکہ معظّمہ جا کر فریضۂ حج ادا کیا فریضۂ حج کی ادائیگی کے بعد بغداد، سمنان، مشہد، ہرات، ماوراء النہر، ترکستان، قندھار، غزنین، کابل، بخارا، ملتان، اور اجودھن جیسے مقدس مقامات کی زیارت کر کے بزرگان دین سے ملاقاتیں کرتے ہوئے دہلی پہنچے یہاں سے اجمیر شریف اور گجرات بھی تشریف لے گئے یہ سلسلہ یہیں پر بس نہیں ہوا بلکہ دوسری بار آپ سیاح عالم پر سید علی ہمدانی کے ہمراہ سیر وسیاحت کے لئے نکلے اور ربع مسکون کا سفر کیا ڈاکٹر سیدہ اشرف لکھتی ہیں۔

’’سید اشرف جہانگیر سمنانی (م۸۰۸ھ) نے شاہ ہمدان کے ساتھ کئی سفر کئے ہیں‘‘(۲۴)

دوسری جگہ سید علی ہمدانی کے ہمراہ سفر کی تائید درج ذیل الفاظ سے بھی ہوتی ہے۔

’’قپچاق اور جبل القاف کے سفر میں سید اشرف جہانگیر سمنانی (م۸۰۸ھ) آپ (سید علی ہمدانی) کے ہمراہ تھے‘‘(۲۵)

صاحب خزینۃ الاصفیاء کی درج ذیل عبارت سے بھی یہ پتا چلتا ہے کہ دوسری ربع مسکون کا سفر حضرت مخدوم اشرف نے امیر کبیر سید علی ہمدانی کے ہمراہ کیا تھا اور یہ زمانہ (۷۳۳ھ سے ۷۵۳ھ) تک تھا۔

’’باردوم باز ہمراہی میر کبیر سید علی ہمدانی بسیر تمام ربع مسکون پرداختہ‘‘(۲۶)

لیکن شیخ محمد اکرام کی تحقیق درج بالا تفصیل کے بالکل برعکس ہے۔ وہ لکھتے ہیں۔

’’میر سید اشرف جہانگیر سمنانی خاص مرتبہ کے بزرگ تھے وہ پیدا سمنان میں ہوئے سیر وسیاحت کے لئے (میر سید علی ہمدانی کے ساتھ ہندوستان آئے بالآخر جونپور کے علاقہ میں قصبۂ کچھوچھہ میں بس گئے‘‘(۲۷)

حضرت مخدوم اشرف جہانگیر نے ہندوستان کا پہلا سفر سید علی ہمدانی کے ہمراہ کیا یا بعد میں ان کے ساتھ ربع مسکون کا دورہ کیا یہ مسئلہ تو موضوع بحث بن سکتا ہے لیکن ان کے ساتھ سیر وسیاحت کرنے میں کسی تذکرہ نویس نے کوئی اختلاف نہیں کیا ہے بہر حال دوران سفر آپ نے ۱۹۰ بزرگان دین سے باطنی فیوض وبرکات حاصل کئے اور اوچ میں حضرت سید جلال الدین مخدوم جہانیاں جہاں گشت علیہ الرحمہ (م۷۹۱ھ/۱۳۸۸ء) کی خدمت حاضر ہو کر ان سے چار سو سے زائد بزرگوں کا فیض جوان کے سینہ میں محفوظ تھا حاصل کیا اور روح آباد واپس

تشریف لائے پھر آپ نے اس سرزمین پر استقامت کے ساتھ اشاعت دین حق کا جو اہم فریضہ انجام دیا ہے اور حجرۂ خاص میں ارباب سلوک و معرفت کے سامنے جو اسرار و رموز بیان کیے اس کا ذکر تقریباً تمام سوانح نگاروں نے یکساں طور پر کیا ہے اور سب نے اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ اشاعت اسلام کے سلسلہ میں جو آپ نے شب و روز مساعی جمیلہ کی ہیں یہ اسی کا ثمرہ ہے کہ آج اودھ اور اس کے آس پاس کے اضلاع اسلام کی روشنی سے منور و تاباں ہیں۔

حضرت مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی سادات خانوادہ سے تھے ہی ایمان کی تابانی چہرۂ مبارک سے نمایاں تھی بے شمار لوگوں نے آپ کا صرف رخسار دیکھ کر کلمہ پڑھا ہے جو آپ کی خدمت میں حاضری دیتا آپ ہی کا ہو کر رہ جاتا۔ بہت سے لوگوں کو آپ کی یہ عظمت اور مقبولیت دیکھ کر رہا نہ گیا دل ہی دل میں لوگ حسد کرنے لگے۔ ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ آپ روح آباد میں تشریف فرما تھے علی نامی قلندر اپنے پانچ سو خدام کے ہمراہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مجلس میں بیٹھ کر غیر شائستہ باتیں کرنے لگے درمیان گفتگو انہوں نے آپ سے پوچھ لیا کہ یہ جہانگیر کا لقب آپ کو کہاں سے ملا تو آپ نے فرمایا یہ خطاب مجھے اپنے مرشد کی بارگاہ سے ملا ہے پھر وہ کہنے لگے کہ اس کا ثبوت کیا ہے؟ علی قلندر کے اس سوال پر آپ کو جلال آ گیا اور فرمانے لگے۔

''من صرف جہانگیر نیستم بلکہ جاں گیرم'' (۲۸)

آپ نے صرف اتنا ہی کہا تھا کہ علی قلندر کے بدن میں لرزہ پیدا ہوا وہ لڑکھڑا کر زمین پر گرا اور وہیں ڈھیر ہو گیا۔ جب اس کے خدام نے یہ منظر دن کے اجالے میں اپنے ماتھے کی نگاہوں سے دیکھا تو حیران و سشدر رہ گئے بغیر کسی پس و پیش کے آپ کے قدموں سے لپٹ گئے اور دامن ارادت کو مضبوط ہاتھوں سے تھام لیا۔

حضرت مخدوم اشرف کے سامنے اس طرح نہ جانے کتنے چیلنج آئے جس کو آپ نے صرف قبول ہی نہیں کیا بلکہ سب کے منہ توڑ جواب بھی دیئے۔ اسی طرح کا ایک واقعہ عبدالسلام نعمانی نے لطائف اشرفی کے حوالے سے ذکر کیا ہے ان کی تحریر کا ماحصل یہ ہے۔

''ایک مرتبہ مخدوم اشرف سیر کرتے ہوئے ایک بت خانہ کی طرف گذرے وہاں دیکھا کہ ہندو انتہائی نیاز مندانہ طور پر بتوں کی پرستش میں مشغول ہیں آپ وہاں کھڑے ہو گئے اور بہت دیر تک محو حیرت رہے پھر آپ نے یہ شعر پڑھا۔

اگر نقش رخ زلفت نبود کے در ہمہ اشیاء
مغاں ہرگز نہ کردندے پرستش لات وعزیٰ را

خداوندا اگر تیرے رخ اور زلف کا نقش تمام چیزوں میں نہ ہوتا تو مغاں (آتش پرست) ہرگز لات وعزیٰ کی پرستش نہ کرتے۔

جب پجاریوں نے آپ کو قریب کھڑا ہوا دیکھا تو بھاگے دوڑے سب آپ کے پاس آئے اور بحث و مباحثہ شروع کر دیا اپنے مذہب کی حقانیت میں ترجیحی دلیلیں پیش کرنے لگے۔ آپ نے اسلام کی حقانیت و صداقت پر دلائل کے انبار لگا دیئے مگر وہ ہٹ دھرم اپنی ضد سے باز نہ آئے تو آپ نے اتمام حجت کے طور پر فرمایا کہ اگر یہ بت جن کی پرستش تم ابھی کر کے آرہے ہو اگر یہ خود تمہارے مذہب کی تکذیب کریں تو تم ایمان لے آؤ گے سب نے بیک زبان ہو کر کہا ''ہاں'' اس کے بعد آپ مندر کے ایک بت کو ہاتھ میں لیکر کہا کہ اے بت اگر محمد رسول اللہ کا دین برحق ہے تو لاالٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھ بت نے بآواز

بلند کلمہ پڑھا حاضرین نے سنا یہ منظر دیکھ کر برہمنوں کی ایک جماعت حلقہ بگوش اسلام ہوگئی۔(۲۹)

جوگیوں سے مقابلہ کرکے ان کے دلوں میں اسلام کی عظمت ڈالنے کا ایک دوسرا واقعہ جس کا تعلق بنارس سے ہی ہے مولانا بدرالقادری نے ذکر کیا ہے۔وہ فرماتے ہیں۔

''حضرت مخدوم اشرف سمنانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک بار بنارس تشریف لے گئے تو انہیں بتایا گیا کہ یہاں فلاں مندر میں ایک بت ایسا ہے جو ازخود آنکھیں کھولتا ہے اور اس کی آنکھ سے روشنی نکلتی ہے جب آپ اس مندر میں پہنچے تو اس طلسماتی کارخانہ میں آپ کے پہنچنے سے کھلبلی مچ گئی جادوگر جوگیوں سے آپ کا زبردست مقابلہ ہوا آپ کی کرامت سے نظر فریب بت پتھر کا ڈھیر بن گیا پھر آپ نے پجاری جوگی سے کہا کہ تم بھی پتھر بنو اور یہ بت بھی پتھر ہے صرف آپ نے اتنا ہی کہا تھا کہ پجاری پتھر کی مورت کے مانند منجمد ہوگیا اور جس بڑے بت کی آنکھوں سے روشنی نکلتی تھی وہ صرف دو گڈھے رہ گئے یاتریوں کی آمدورفت کا زمانہ تھا آپ تو وہاں سے اپنی قیام گاہ پر چلے آئے چشم زدن میں یہ خبر ہر طرف پھیل گئی تمام باکمال ہنود نے بہت کوشش کی کہ پجاری جوگی کسی طرح اپنی اصلی حالت میں آجائے مگر ناکام رہے بالآخر مخدوم کی خدمت میں التجا کرنے پہنچے کہ پجاری کی گستاخی معاف کردیجئے آپ نے کہا جاؤ اپنے جنتر منتر اس پر آزماؤ وہ لوگ لوٹ کر پھر آگ جلانے اور منتر پڑھنے میں مشغول ہوگئے اب یہ ہوا کہ پجاری کے جسم پر جگہ جگہ آبلے پڑ گئے۔ یہ دیکھ کر وہ اور پریشان ہوئے اور روتے گڑگڑاتے حضرت مخدوم اشرف کی قدموں میں آگرے آپ کو رحم آگیا اپنے مریدوں اور پجاری کے چیلوں کے ہمراہ آپ مندر پہنچے بڑے پجاری کا ہاتھ اپنے ہاتھ سے مس کیا وہ ہوش میں آگیا حواس درست ہوگئے فوراً ہی اس نے آپ کے مقدس ہاتھوں کو بوسہ دیا اور مشرف بہ اسلام ہوگیا''

(۳۰)

لطائف اشرفی میں ہے کہ اس روز آپ کی یہ زندہ کرامت دیکھ کر ہزاروں لوگوں نے اسلام قبول کیا۔اس طرح آپ جہاں جہاں گئے آپ کے قدوم میمنت لزوم کی برکت سے وہاں اسلام کا بول بالا ہوا ہزاروں لوگوں نے اسلام قبول کرکے آپ سے بیعت وارادت کا شرف حاصل کیا جب تک آپ بقید حیات رہے عقیدت مندوں کا ہمیشہ آپ کی خانقاہ میں ہجوم رہا لیکن اب جب کہ آپ ہماری ظاہری آنکھوں کے سامنے نہیں ہیں پھر بھی ہجوم میں کوئی کمی نہیں ہے فیض حاصل کرنے والے شب وروز آپ کی بارگاہ سے فیض حاصل کررہے ہیں خاص طور سے آسیب زدہ لوگوں کے لئے آپ کے در کی خاک تریاق ہے اس سلسلہ میں اس خانقاہ کی بڑی شہرت ہے آپ کی اس خصوصیت کا ذکر تمام اہم مؤرخین نے کیا ہے آسیبی بلاؤں سے نجات آپ ہی کے نام سے ملتی ہے آسیب زدہ لوگوں کے سامنے آپ کا صرف نام لینا ہی کافی ہوتا ہے آپ کے دربار میں ایسے ہی لوگوں کی زیادہ بھیڑ ہوتی ہے جو آسیب سے پریشان رہتے ہیں آئینہ اودھ کے مصنف لکھتے ہیں۔

''درگاہ ان کی دربارۂ دفعیہ آسیب جن وپری تریاق مجرب ہے اکثر مردماں آسیب زدہ دوردور سے درگاہ کچھوچھہ میں جاتے ہیں''(۳۱)

سیدنا مخدوم اشرف سمنانی کی ازدواجی زندگی سے متعلق تمام تذکرہ نویس خاموش ہیں البتہ سید ابوالحسن مانکپوری نے لکھا ہے کہ مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی کی کوئی

اولاد نہیں تھی اور جو سادات وہاں بلقب اولاد سید اشرف جہانگیر معروف ہیں یہ واقعی میں اولاد سید عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے ہیں یہ ورثہ مادری وہاں مقیم ہیں۔(۳۲)

درج بالا عبارت کی تائید الاعلام کے مصنف کے اس قول سے بھی ہوتی ہے جہاں انہوں نے حضرت مخدوم اشرف سمنانی کی علمی فضائل وکمالات بیان کرنے کے ساتھ یہ لکھا ہے کہ انہوں نے شادی نہیں کی تھی جب آپ نے شادی نہیں کی تو سید ابوالحسن مانپوری کے بقول اولاد پیدا ہونے کا کوئی سوال ہی نہیں ہوتا ہے۔ اعلام کی اصل عبارت یہ ہے۔

''وکان عالما کبیرا عارفا مسفارالم یتزوج ولم یزل یسافرو یدرک المشائخ و یاخذ عنہم''(۳۳)

وہ (مخدوم اشرف) زبردست عالم بہت زیادہ سفر کرنے والے تھے، شادی نہیں کی ہمیشہ سفر میں رہ کر مشائخین کرام سے ملاقات کر کے اخذ فیض کرتے رہے۔

حضرت مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی نے عقد مناکحت نہ کیا اس لیے کوئی اولاد نہ تھی فرزند دینی حاجی عبد الرزاق کو اپنا جانشین نامزد کیا اور ۲۷ محرم الحرام کو اس دور کے اہم بزرگان دین کی موجودگی میں حاجی عبد الرزاق کی خرقۂ خلافت عطا کر کے بزرگوں کی وہ امانتیں جو آپ کے پاس تھیں ان کے سپرد کردیں۔ صاحب خزینۃ الاصفیاء لکھتے ہیں۔

''بتاریخ بست وہفتم ماہ محرم الحرام میر جہانگیر جمیع بزرگان عہد راجمع کردہ پدرود کردووداع فرمود و فرزند دینی خود حاجی عبد الرزاق را خرقۂ خلافت عطا کردہ جانشین خود ساخت''(۳۴)

اسی روز بعد نماز ظہر قوالوں کو بلا کر آپ نے مجلس سماع منعقد کی جب قوالوں نے شیخ سعدی شیرازی کا یہ شعر پڑھا۔

گر بدست تو آمدہ است اجلم
قدر ضینا بماجری القلم

تو آپ پر وجد کی کیفیت طاری ہوگئی اور جب قوال اس شعر پر پہونچے

خوب ترزیں دگر نباشد کار
یارخنداں رودبجانب یار
سیر بیند جمال جاناں را
جاں سپارد نگار خنداں را

تو مرغ بسمل کی طرح تڑپنے لگے اور اسی حالت میں جان جاں آفریں کے سپرد کردی۔(۳۵)

۲۷ محرم الحرام ۸۰۸ھ ۶ جولائی ۱۴۰۵ء کو یہ حادثہ پیش آیا اور اپنی خانقاہ میں سپرد خاک ہوئے روح آباد فیض آباد سے ۳۵ کلومیٹر کی دوری پر واقع ہے۔(۳۶)

مفتی غلام سرور نے درج ذیل قطعہ تاریخ وصال لکھا ہے۔

چوں رفت ازعالم دنیا بجنت
جناب میر اشرف شیخ حق پیر
سال انتقال آن شہ دیں
عیاں شد راہ برقطب جہانگیر
دگر فرمابسال انتقالش
امام موموناں میر جہاں گیر
دوبارا گفت سرور ارتحالش
مکمل عارف والا جہاں گیر
وصالش واصل کامل شریف است
اگر خواہی بکن اے یار تقریر
ولی ہند میر بجنت آمد ۸۰۸
چوشدوصلش زنوک خامہ تحریر

سید مخدوم اشرف نے اس سنہ میں وصال فرمایا یا کسی اور سن میں اس سلسلہ میں ارباب علم وفضل کے درمیان بڑا اختلاف رہا ہے ڈاکٹر سید وحید اشرف نے آپ کی تاریخ پیدائش اور وفات دونوں سے متعلق فیصلہ کن بحث کی ہے وہ لکھتے ہیں۔

آپ کی تاریخ پیدائش کا ذکر نہیں ملتا البتہ تاریخ وفات ''لطائف اشرفی'' کے مختلف نسخوں اور دوسرے تذکروں میں اختلاف کے ساتھ ملتی ہے ان کتابوں میں وفات کی حسب ذیل تاریخیں ملتی ہیں۔

۷۹۲ھ، ۷۹۸ھ، ۸۰۸ھ، ۸۴۰ھ، اس صدی کے تمام تذکرہ نگاروں نے آپ کے حالات قلم بند کیے ہیں وہ ۸۰۸ھ پر متفق ہیں۔(۳۸)

حضرت مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی سلسلہ چشتیہ کے عظیم بزرگ تھے اگر چہ اس خانقاہ میں قادری فیضان بھی تھا لیکن چشتی آداب ورسوم کا غلبہ ہے، آپ کے معتقدین ومتوسلین ''اشرفی'' لکھتے ہیں ''سلسلہ اشرفیہ'' درحقیقت سلسلہ چشتیہ کی ایک شاخ ہے لیکن اب باقاعدہ ایک سلسلہ کی حیثیت اختیار کرتا جارہا ہے اس سلسلہ کے بانی آپ ہی تھے اسی وجہ سے آپ کے نام کی مناسبت سے اس سلسلہ کو ''اشرفیہ'' کہا جاتا ہے اور آپ کے معتقدین ومتوسلین اپنے نام کے ساتھ ''اشرفی'' لکھتے ہیں۔ لاکھوں کی تعداد میں بندگان خدا اب تک اس سلسلہ سے وابستہ ہو چکے ہیں۔

حضرت مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی کا علمی پایہ کس قدر بلند تھا اور دنیائے روحانیت میں کس عظیم المرتبت درجہ پر فائز تھے اس کا صحیح اندازہ تو ارباب بصارت وبصیرت ہی لگا سکتے ہیں۔ محمد غوثی شطاری نے آپ کی عظمت وجلالت سے متعلق درج ذیل کلمات لکھے ہیں۔

''کشف وکرامات اور منازل ومقامات کے آپ مالک تھے آپ کے بیان سے عرفان کا آب حیات بہتا تھا اور آپ کے دل سے شوق ومحبت کے شعلے اٹھتے تھے''(۳۹)

حضرت مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی علم ظاہری میں اپنے زمانے کے اکابر علماء میں شمار کئے جاتے تھے مختلف موضوعات پر آپ کی تحریریں آپ کی علمی عبقریت پر شاہد ہیں۔ مولوی رحمان علی نے لکھا ہے۔

''وے را سید اشرف جہانگیر گویند از اکابر علمائے ربانی وکاملان صاحب کرامت وتصرفات است''(۴۰)

صاحب اخبار الاخیار نے آپ کا ایک مکتوب درج کیا ہے جو قاضی شہاب الدین دولت آبادی جون پوری (م ۸۴۸ھ/۱۴۴۴ء) کے نام ہے اس مکتوب میں قاضی صاحب کے اس استفسار کا جواب ہے جو انہوں نے آپ سے ایمان فرعون سے متعلق کیا تھا۔ پورا مکتوب پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے ذیل میں اس خط کا ماحصل دیا جارہا ہے جس سے اگر ایک طرف آپ کے موقف کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے تو دوسری طرف آپ کی علمی عظمت وبرتری کا اندازہ ہوتا ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔

''فرعون صاحب ایمان مرا اور یہ ایمان بوقت غرق اسے عطا ہوا تھا فرعون کے کفر پر کوئی صریح نص موجود نہیں اور جن دلائل میں اس کے کفر کا تذکرہ ہے وہ تو اس کے ایمان لانے سے پہلے کے واقعات کو بطور حکایت بیان کیا گیا ہے ایمان کا فائدہ یہ ہے کہ خلود فی النار نہیں ہوگا البتہ اس نے جتنے مظالم اور معاصی کئے ہیں ان تمام کی اس کو سزا دی جائے گی۔(۴۱)

حضرت سیدنا مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی نے اپنی زندگی میں اشاعت اسلام کے سلسلہ میں جو تگ ودو

کیں اور جتنے مشکلات پیش آئے سب کا آپ نے خندہ پیشانی سے مقابلہ کیا پھر زبان وقلم کے ذریعہ جس طرح آپ نے معاشرہ کی اصلاح فرمائی اور بندگان خدا کو کفر وضلالت کی وادیوں سے نکال کر راہ حق وصداقت پر گامزن کیا اس کی تمام تفصیلات آپ کی تحریروں اور آپ کے سوانح نگاروں کی کتابوں میں دیکھی جاسکتی ہے جو کتابیں آپ کے رشحات قلم سے منصۂ شہود پر آئی ہیں ان کی ایک مختصر فہرست صاحب الاعلام نے ''مہر جہاں تاب'' کے حوالے سے اس طرح درج کی ہے۔

(۱) مختصر فی النحو
(۲) مختصر فی اصول الفقہ
(۳) تعلیقات علیٰ ہدایۃ الفقہ والفصول
(۴) شرح عوارف المعارف
(۵) شرح فصوص الحکم
(۶) اشرف الانساب مختصر بحر الانساب
(۷) قواعد العقائد
(۸) بحر الاذکار
(۹) فوائد الاشرف
(۱۰) تنبیہ الاخوان
(۱۱) فتاویٰ اشرفیہ
(۱۲) بشارۃ الذاکرین
(۱۳) حجۃ الذاکرین
(۱۴) تفسیر القرآن المسمیٰ بالنور بخشیہ
(۱۵) مرأۃ الحقائق وکنز الدقائق
(۱۶) رسالہ فی جواز اللعن علیٰ یزید
(۱۷) بشارۃ المریدین
(۱۸) ملفوظات (لطائف اشرفی) جامع نظام یمنی
(۱۹) اوراد الاشرفیہ
(۲۰) رسالہ فی جواز سماع الغنا
(۲۱) ارشاد الاخوان

مآخذ

(۱) آئینہ اودھ۔ سید ابو الحسن مانکپوری ص ۳ کانپور ۱۳۰۴ھ
(۲) حجاز جدید دہلی ص ۳۲ شمارہ مئی جون ۱۹۹۱ء
(۳) سفینۃ الاولیاء داراشکوہ ص ۱۲۸ آگرہ ۱۸۵۳ء
(۴) خزینۃ الاصفیاء مفتی غلام سرور لاہوری ص ۳۶۱
(۵) خزینۃ الاصفیاء مفتی غلام سرور لاہوری ص ۳۶۰
(۶) خزینۃ الاصفیاء مفتی غلام سرور لاہوری ص ۳۶۰
(۷) خزینۃ الاولیاء مفتی غلام سرور لاہوری ص ۳۶۰ ص ۳۶۱
(۸) اشرف المؤمنین ابو منصور سرمدی ص ۱۳ شیخو پورہ پاکستان ۱۴۱۳ھ
(۹) اشرف المؤمنین ابو منصور سرمدی ص ۱۴ شیخو پورہ پاکستان ۱۴۱۳ھ
(۱۰) مخدوم شرف الدین احمد یحییٰ منیری احوال وافکار سید ضمیر الدین احمد ص ۱۸۵ دلی ۱۹۹۴ء
(۱۱) بزم صوفیہ صباح الدین عبد الرحمٰن ص ۵۲۲ اعظم گڈھ ۱۹۸۹ء
(۱۲) محبوب یزدانی سید نعیم اشرف ص ۳۳ الہ آباد ۱۹۸۷ء
(۱۳) خزینۃ الاصفیاء مفتی غلام سرور لاہوری ص ۳۶۱
(۱۴) بزم صوفیہ صباح الدین عبد الرحمٰن ص ۵۱۹ اعظم گڈھ ۱۹۸۹ء
(۱۵) مرأۃ الکونین غلام نبی فردوسی ص ۳۶۰ لکھنو
(۱۶) محبوب یزدانی سید نعیم اشرف ص ۳۶ / الہ آباد ۱۹۸۷ء

(۱۷)خزینۃ الاصفیاء مفتی غلام سرور لاہوری ص ۳۶۱
(۱۸)خزینۃ الاصفیاء مفتی غلام سرور لاہوری ص ۳۶۳
(۱۹) سیدا لہند اور محمد فضل الحق ص ۵۶ ر بنارس آپ کا اسلامی مشن
(۲۰)اشرف المؤمنین ابو منصور سرمدی ص ۲۸ ر شیخو پورہ پاکستان ۱۴۱۳ھ
(۲۱)اشرف المؤمنین ابو منصور سرمدی ص ۳۱ شیخو پورہ پاکستان ۱۴۱۳ھ
(۲۲)خزینۃ الاصفیاء مفتی غلام سرور لاہوری ص ۳۶۴
(۲۳)وظائف اشرفی اعلیٰ حضرت اشرفی میاں
(۲۴)سید علی ہمدانی سیدہ اشرف ظفر ص ۱۴۵ ر کشمیر ۱۹۹۱ء
(۲۵)سید علی ہمدانی سیدہ اشرف ظفر ص ۴۷ ر کشمیر ۱۹۹۱ء
(۲۶)خزینۃ الاصفیاء مفتی غلام سرور لاہوری ص ۳۶۴
(۲۷) آب کوثر شیخ محمد اکرام ص ۳۰۶ ر دہلی ۱۹۹۱ء
(۲۸)خزینۃ الاصفیاء مفتی غلام سرور لاہوری ص ۳۶۱ ص ۳۶۵
(۲۹)تاریخ آثار بنارس عبدالسلام نعمانی ص ۸۷ بنارس ۱۹۶۰ء
(۳۰) مسلمان اور بدر القادری ص ۲۳۳ دہلی ۱۹۹۳ء ہندوستان
(۳۱) آئینہ اودھ ص ۱۶۹
(۳۲) آئینہ اودھ ص ۱۶۹
(۳۳)الاعـــلام عبد الحئی رائے بریلوی جلد ۳ ص بمن فی تاریخ ۲۶۔ ۱۹۹۲ء الهند من الأعلام
(۳۴)خزینۃ الاصفیاء ص ۳۶۵
(۳۵)بزم صوفیہ ص ۵۳۸
(۳۶) اردو دائرۃ المعارف الاسلامیہ جلد ۲ ص ۸۹۷۔ لاہور ۱۹۸۰ء
(۳۷)خزینۃ الاصفیاء ص ۳۶۶
(۳۸)ماہنامہ معارف ص ۲۱۸۔ مارچ ۱۹۶۶ء۔ اعظم گڑھ
(۳۹)گلزار ابرار محمد غوثی شطاری مانڈوی ص ۱۴۵۔ لاہور۔ ۱۹۹۵ء
(۴۰)تذکرہ علمائے ہند مولوی رحمان علی ص ۲۳۔ ۱۹۱۴ء
(۴۱)اخبار الاخیار شیخ عبد الحق محدث دہلوی۔ ص ۳۵۹۔ دہلی ۱۹۹۴ء
(۴۲)الإعلام جلد ۳ ص ۲۶

☆☆☆☆

جب تک تم یہ چھ گھاٹیاں عبور نہ کر لو

احمد بن خضرویہ فرماتے ہیں کہ ابراہیم بن ادہم نے ایک شخص سے طواف کرتے ہوئے کہا: جان لو! جب تک تم یہ چھ گھاٹیاں عبور نہ کرلو، تم صالحین کا درجہ حاصل نہیں کر سکتے:

(۱) ناز و نعمت کا دروازہ بند کر دو اور سختی کا دروازہ کھول لو۔
(۲) عزت کا دروازہ بند کر کے، ذلت کا دروازہ کھول لو۔
(۳) آرام، راحت و آسانی کا دروازہ بند کر کے، محنت کا دروازہ کھول لو۔
(۴) سونے کا دروازہ بند کر کے، جاگنے کا دروازہ کھول لو۔
(۵) مالداری کا دروازہ بند، فقر و فاقہ کا دروازہ کھول لو۔
(۶) امیدوں کا دروازہ بند کر کے، موت کی تیاری کا دروازہ کھول لو۔

شیخِ اعظم کے جد اعلیٰ، حضرت نور العین

مولانا سید تصور حسین اشرفی استاذ جامع اشرف درگاہ کچھوچھہ مقدسہ

دنیائے انسانیت میں کچھ انمول ہستیاں ایسی ہیں جنہیں دنیا کبھی ان کے علمی کارناموں سے یاد کرتی ہے تو کبھی مبلغ دین کی حیثیت سے یاد کرتی ہے، کبھی انہیں ان کی تصنیفاتی خدمات کے سبب یاد کرتی ہے تو کبھی اخلاق وکردار کے حوالے سے یاد کرتی ہے، کبھی تصوف وروحانیت کے نام سے یاد کرتی ہے تو کبھی کسی اور جہت سے یاد کرتی ہے الغرض ہر باکمال ذات اپنی صفاتِ حمیدہ سے ممیّز ہوتی ہے لیکن میں بلا مبالغہ یہ کہنے میں حق بجانب ہوں کہ ان تمام اوصافِ حمیدہ کو اگر ایک جگہ سمیٹ دیا جائے تو ایک ذات تیار ہوتی ہے جنہیں ہم اور آپ حضرت قدوۃ الکبریٰ غوث العالم تارک السلطنت سلطان سید مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی علیہ الرحمہ کے نام سے جانتے اور پہچانتے ہیں جو سلسلۂ اشرفیہ کے بانی وروحِ رواں ہیں۔ یہ ہماری کم نصیبی ہے کہ آپ کی زندگی کے کسی ایک گوشے پر بھی اب تک صحیح طور پر کام نہ ہوسکا وگرنہ آپ تو اس صلاحیت کے مالک تھے کہ ہماری معلومات کے مطابق اگر صرف آپ کے تصنیفی خدمات کو لیا جائے تو میں سمجھتا ہوں کہ شاید ہی ایسی کوئی مثال ملے وہ اس لئے کہ آپ جس جگہ جاتے تھے تو خلقِ خدا کی ہدایت کے لیے وہاں کی زبان میں کتاب تصنیف فرمادیا کرتے تھے یوں تو عام طور پر آپ کو تصوف وروحانیت کے امام وپیشوا کے نام سے جانا جاتا ہے ورنہ اگر آپ کی ساری تصنیفات منظر عام پر ہوتیں تو دنیا دیکھتی کہ آپ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علمی اوصاف سے بھی متصف تھے بہر حال یہ میرا موضوعِ بحث نہیں ہے مقصودِ تحریر حضور عبدالرزاق نور العین علیہ الرحمہ کے حالات وکوائف پر کچھ قلم بند کرنا ہے جنہیں مخدوم پاک نے اپنا فرزند معنوی اور نور العین قرار دیا اور جن سے فیضانِ مخدوم سمناں قیامت کے لیے جاری ہوگیا۔

ایک روز حضرت قدوۃ الکبریٰ نے کمر کے گرد چادر لپیٹی اور اپنے خلوت خانہ (جو خانقاہ کے پہلو میں تھا اور جسے خود آپ ہی نے متعین کیا تھا) سے باہر نکلنے کا ارادہ فرمایا کہ اپنے پیر ومرشد حضرت علاء الحق پنڈوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوں۔ اچانک آپ نے شیخ کی جوتیوں کی آہٹ سنی۔ آپ کے باہر نکلنے تک شیخ خلوت خانہ کے دروازے تک پہنچ گئے اور گہرے التفات سے دریافت فرمایا سید کس کام میں مشغول ہو حضرت مخدومی جب بھی آپ سے مخاطب ہوتے تو اسی لفظ سے مخاطب ہوتے تھے جب آپ کے سمع مبارک میں حضرت مخدومی کے کلام کی آواز پہنچی اور انہوں نے دریافت کیا کہ کیا کام کررہے ہو تو حضرت نے جواب میں عرض کیا۔ میں نے خدمت کے لئے کمر باندھ لی ہے۔ موتی برسانے والی زبان سے فرمایا اگر کمر باندھتے ہو تو مضبوطی

سے باندھنا کہ پھر کوئی چیز درمیان میں حارج نہ ہو۔ عرض کیا میں نے آرزوئے نفس درمیان سے اکھاڑ کر پھینک دی ہے جب تک زندہ ہوں قائم رہوں گا۔ حضرت مخدومی نے فرمایا مبارک ہو جب باہر تشریف لائے ۔حضرت قدوۃ الکبریٰ کا رنگ کسی طرح متغیر ہوا۔ خیال پیدا ہوا کہ ہمارا کوئی جانشیں نہیں ہوگا جیسے ہی یہ خیال آپ کے دل میں آیا حضرت مخدومی سے پوشیدہ نہ رہا اپنا سر گریبان میں لے گئے ۔ کچھ لمحے بعد سر اٹھایا اور فرمایا اے سید! مبارک ہو کہ ہم نے تمہارے لیے پروردگار عالم سے فرزندِ دینی عنایت کرنے کی درخواست کی ہے جو تمہارے سلسلے کو فروغ دے گا اور تمہارے خاندان کا پیشوا ہوگا۔ اس کے باعث تمہاری بزرگی کا شہرہ جب تک زمانہ اور ادوار ختم نہ ہو جائیں روئے زمین پر باقی رہے گا اور وہ فرزند تمہارے خاندان سے ہوگا نیز زبان مبارک سے یہ اشعار فرمائے۔

تارود برصفحہ گیتی نشاں
از تقاضائے قضایت اے الٰہ

یا اللہ! جب تک تیری تقدیر کے دنیا کے صفحے پر نشان باقی رہے

باد بر روئے زمیں آثار تو
دُرفشان وجاوداں چوں مہرو ماہ

روئے زمین پر تیرے آثار باقی رہیں اور ہمیشہ چاند اور سورج کی مانند موتی برساتے رہیں۔

قدوۃ الکبریٰ نے اس بشارت کو سنتے ہی شیخ کے قدموں میں سر رکھ دیا۔ حضرت مخدومی اور اصحاب نے آپ کو مبارک باد دی(۱)

حضرت قدوۃ الکبریٰ اس تلاش میں لگے رہے کہ کون ہوگا میرا جانشیں؟ خیر دلوں میں یہ بات لیے حضرت مخدومی کے ارشاد و اجازت کے بعد وہاں سے آپ عراق کے سفر پر روانہ ہوئے۔ راستے میں آپ کا گزر صالحیہ کے علاقے میں ہوا اور حامہ شریف تشریف لائے اور خانودۂ غوثیہ کے مہمان ہوئے۔ وہاں کے سادات (آپ سے) عقیدت وارادت رکھتے تھے چنانچہ کافی عرصہ وہاں قیام پذیر ہوئے ۔آخر وہ وقت آ ہی گیا جس کا برسوں سے انتظار تھا۔ خانوادۂ غوثیہ کے چشم و چراغ اور سلسلۂ اشرفیہ کے روحِ ثانی حضرت مخدوم الآفاق زبدۃ الاصفیاء حضور عبدالرزاق نور العین سے ملاقات ہوئی کچھ عرصے میں آپ سے ان کو کافی عقیدت ہوگئی حضور نور العین حضرت سید عبد الغفور کے فرزندوں میں سے تھے(۲)

آپ حسنی وحسینی صحیح النسب سید تھے اور کیوں نہ ہو حضور غوث اعظم کے خاندان سے تھے اور قدوۃ الکبریٰ کے رشتے میں بھانجے بھی لگتے تھے۔ آپ کا سلسلۂ نسب یہ ہے۔

سید عبدالرزاق بن میر سید حسن عبدالغفور جیلی بن میر سید احمد شریف بن میر سید محمد ابوالحسن شریف بن میر سید موسیٰ شریف بن میر سید علی شریف بن میر سید محمد شریف بن میر سید حسن شریف بن میر سید احمد شریف بن میر سید محمد شریف بن میر سید ابونصر محی الدین بن میر سید ابو صالح بن میر سید عبدالرزاق بن میر سید محبوب سبحانی قطب ربانی غوث الصمدانی محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ(۳)

آپ بغداد میں پیدا ہوئے اور آپ کی سن پیدائش ۷۵۲ھ بنتی ہے آپ کے سن وصال ۸۷۲ھ کے

حساب سے (تفصیل کے لئے دیکھیں ''(۴)

آپ کی محبت اور آپ کی عقیدت قدوۃ الکبریٰ سے اس قدر بڑھ گئی تھی کہ آپ ہمیشہ حضور قدوۃ الکبریٰ کی بارگاہ میں رہتے تھے اور آپ کی صحبت سے ایک ساعت کے لئے بھی نہیں ہٹتے تھے۔ جب سید عبد الغفور علیہ الرحمہ نے حضور قدوۃ الکبریٰ کی خدمت میں (سید عبد الرزاق) کی دلچسپی دیکھی تو انہوں نے آپ کو قدوۃ الکبریٰ کے پاس رکھنے کا ارادہ کرلیا اور انہیں لے کر حضرت قدوۃ الکبریٰ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ حضرتِ بزرگوار ہم اللہ تعالیٰ کے لئے اپنے بیٹے کو آپ کی بارگاہ میں نثار کرتے ہیں اور جو کچھ ہمارا حق ان کے ذمے ہے اس سے دست بردار ہوتے ہیں۔ حضرت غوث العالم قدوۃ الکبریٰ قدس سرہٗ نے حضرت نور العین کو کمال مہربانی سے اپنے ہمراہ لیا اور کامل نگہداشت فرمائی۔ اس وقت ان کی عمر بارہ برس تھی آپ نے تمام علوم وفنون سے آراستہ کیا اور روحانی وباطنی تلقین وتربیت فرمائی اور سلوکِ تصوف کے منازل بھی طے کرائے ۔کرم کی بارش فرمائی جس نے حضرت نور العین کو علم ومعرفت اور عشق ومحبت کے درجۂ عالی پر فائز کیا۔(۵)

ایک مرتبہ حضرت قدوۃ الکبریٰ دمشق کے جامع مسجد میں تشریف فرما تھے اور اصحاب کی ایک جماعت موجود تھی جس میں حضرت ابوالمکارم، خواجہ ابوالوفا، شیخ علی، شیخ اصیل الدین اور شیخ تقی الدین نیز دیگر بزرگ مشرف بہ خدمت تھے۔ معارف سے متعلق گفتگو جاری تھی اور یہ تمام حضرات عوارف حقانی سے محظوظ ہورہے تھے۔ آخر میں حضرت نور العین سے متعلق بات نکل گئی تو آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں دو انعامات عطا فرمائے ہیں ایک سَر اور دوسرا سِر یہ دونوں فرزند عبد الرزاق پر نثار ہوگئے۔ اس پر دو شعر فرمایا ؎

مرا از جہاں دار دار یدیں
سر بود مو ہو بو سر بر سرش

مجھے حقیقی جہاں دار اور دین کے بادشاہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے سر اور سِر۔

زدریائے وجدان دُرفشاں
نثار شد آں ہر دو برسرورش

دو چمک دار موتی وجدان کے دریا سے عطاء ہوئے وہ دونوں موتی سرور پر نثار ہوگئے (۶)

ایک مرتبہ حضرت مخدوم اشرف کے سامنے بزرگ زادگی کی بات آئی تو آپ نے فرمایا بزرگ زادے بزرگوں کے طریقہ پر کم پائے جاتے ہیں اور میں ایسا بزرگ زادہ رکھتا ہوں کہ بزرگ زادہ نہیں بلکہ اس کا کام بزرگ پیدا کرنا ہے اور لوگ اولاد کو اپنی پشت سے پیدا کرتے ہیں میں نے نور العین کو اپنی آنکھوں سے پیدا کیا ہے باوجود یکہ قرابت کی نسبتیں رکھتا ہوں اس کے بعد یہ شعر فرمایا:

چہ نورِ دیدہ ام از نورِ دیدہ
کہ نورِ دیدہ باشد نورِ دیدہ

میرے آنکھ کی روشنی بیٹے کے سبب سے ہے کیوں کہ بیٹا ہی نور دیدہ ہوتا ہے۔

اس موقع پر حضرت نے اظہار مسرت اور برگزیدہ ہونے کی بناء پر سید عبد الرزاق کو نور العین کا

خطاب دیا(۶)

ایک طرف حضرت غوث العالم محبوب یزدانی کی شفقت وعطوفت غیر متناہی تھی تو دوسری طرف حضرت نورالعین نے بھی چشم رضا کے حصول کو اپنی زندگانی کا اولین فریضہ بنا لیا تھا خوب خوب خدمت کی ۶۸ برس سفر وحضر میں ہمرکاب خدمت عالی رہے جب کسی کو بھی خدمت میں باریابی حاصل نہ ہوتی تو اس وقت حضرت نورالعین کے لئے باب رحمت کھلا ہوتا(۷)

ظاہر ہے کہ صحبت کی اتنی طویل مدت جو آپ نے پائی ہے حضرت مخدومی کا رنگ پورے طور پر چڑھ چکا تھا اسی وجہ سے حضرت قدوۃ الکبریٰ کی خاطر شریف میں اکثر یہ بات پیدا ہوتی کہ(حضرت) نورالعین کے تصرف کو دوسرے کے اندر بچشم خود ملاحظہ فرمائیں اور دیکھیں کہ ان کا کمال تصرف بعینہٖ ان میں سرایت کر چکا ہے یا نہیں جیسا کہ استاد شاگرد کی تربیت کرتا ہے تو اس کی یہ خواہش بھی ہوتی ہے کہ اپنی تربیت کا اثر اپنے شاگرد میں بچشم خود ملاحظہ کرے تا کہ اس میں یہ اعتماد پیدا ہو جائے کہ اس کی تربیت اثر کر چکی ہے اور اگر شاگرد کے معاملے میں کہیں خامی رہ گئی ہو تو اس خامی کا تدارک کر دے۔ اس خیال کے پیش نظر حضرت قدوۃ الکبریٰ نے حضرت نورالعین سے ارشاد فرمایا کہ امیر علی بیگ نے ایک عرصہ دراز سے اس خاندان عالی کی خدمت کی ہے۔ اب اس کے دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی ہے کہ وہ راہ سلوک پر گامزن ہو اور طریقت کے سفر کو اختیار کرے اور کسی نے بھی اس کی باطنی تربیت اب تک نہیں کی ہے ۔میں چاہتا ہوں کہ تم میرے سامنے ہی اس کی تربیت معنوی میں مشغول ہو جاؤ تا کہ میں اس کا اثر ملاحظہ کروں اور مجھے تمہاری قوت تصرف پر بھی اعتماد ہو جائے۔ حضرت نورالعین نے جب یہ سنا تو از روئے انکسار و عجز عرض کی کہ جہاں آسمانی ہدایت کا آفتاب اور زمانہ پیشوائی کا سلطان جمشید جناب کے رحم وکرم کے محل سرائے شرافت میں جلوہ افروز ہو وہاں میری کیا طاقت ہے اور اللہ تعالی اس آفتاب عالم تاب پر زوال نہ ڈالے لیکن جب ادھر سے اصرار زیادہ ہوا تو سرتابی کی مجال نہ تھی اور یہ آداب طریقت کے خلاف تھا لہٰذا امیر علی بیگ کی باطنی تربیت پر آپ (نورالعین) کمر بستہ ہو گئے۔ حضرت نورالعین مراقبہ میں بیٹھے اور امیر علی بیگ کے تصرف باطن پر متوجہ ہو گئے اور انجذاب روحانی پر توجہ فرمائی ذراسی دیر کے بعد تصرف کے آثار امیر علی بیگ کے بشرہ سے ظاہر ہونے لگے اور توحید آمیز اور وجد انگیز کلام ان کی زبان سے ادا ہونے لگا۔ کلام کی بلندی کا یہ عالم تھا کہ بعض علماء جو وہاں بیٹھے تھے اسے نہ سمجھ سکے۔ ان علماء میں بعض ایسے بھی تھے جو درویشوں کے حال کے منکر تھے۔ حضرت قدوۃ الکبریٰ نے ان کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ تمام لوگ اس بات سے واقف ہیں کہ امیر علی بیگ ایک ان پڑھ ترک ہے۔ آپ میں سے جس کو کسی علم میں کچھ اشکال پیش ہو تو امیر علی بیگ سے دریافت کیجیے اگر وہ اس کو حل نہ کر دیں تو میں ضامن ہوں۔

یہ بتا کر یہ باور کرانا مقصود تھا کہ حضرت نورالعین کا تصرف کتنا با کمال ہے اور ان کے مراتب کو دکھلانا

مقصود تھا دراصل ناچیز یہ سمجھتا ہے کہ یہ سب آپ کے تصرف کی دین تھا

بہرکیف آپ کے ارشاد کے بموجب علماء نے عجیب عجیب سوالات کیے۔علم ہیئت وفلک کے پیچیدہ مسئلے امیر علی بیگ سے دریافت کیے۔ انہوں نے ہر مشکل کا ایک جواب نہیں بلکہ دس دس جواب دیے بلکہ دس کے سو درست جواب دیے اور وہ ان مشکل مسئلوں کو اس طرح حل کررہے تھے کہ ان عالموں کے فہم سے بھی بالاتر تھا صحیح یہ ہے کہ آپ کے التفات کے آفتاب کا ایک پرتو بھی اگر کسی پر پڑجائے تو اس کے نور سے تمام عالم جگمگا اٹھے۔(۸)

حضرت قدوۃ الکبریٰ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی زندگی کی آخری جھلک ذرا ملاحظہ کریں۔زندگی کے آخری لمحہ میں حضرت شیخ نجم الدین اصفہانی حضرت قدوۃ الکبریٰ کے پہلو میں بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ نے حضرت نورالعین کو طلب کیا اور تمام اصحاب کو حکم دیا کہ کچھ دیر کے لئے باہر جائیں۔ مذکورہ حضرات کے علاوہ سب باہر ہوگئے۔کچھ دیر اسرار ورموز کی باتیں ہوئیں اور ایک دوسرے سے استفادے اور افادے کا عالم رہا۔جب آفتاب کے زوال کا وقت قریب آیا تو جو لوگ باہر تھے انہیں اندر طلب کیا اور کچھ بزرگان دین وہاں تشریف فرما تھے۔آپ کو جو بھی تبرکات اکابر صوفیا سے ملے تھے اپنے خادم بابا حسین کو حکم دیا کہ مجھے جو لباس تبرکاً ملے ہیں انہیں لے کر آؤ وہ اون اور بانات کے کپڑوں کا بقچہ لے کر آئے۔ جب اس بقچے کو کھولا گیا تو اونی کپڑے کی چار خلعتیں تھیں۔ایک وہ جو حضرت مخدومی نے آپ کو پہنائی۔دوسری ولایت چشت کے صاحب سجادہ سے حاصل ہوئی۔تیسری شامی خلعت جو شیخ الاسلام سے ملی۔چوتھی خلعت گرامی جو آپ نے مخدوم جہانیاں سے حاصل کی آپ نے چاروں خلعتیں حضرت نورالعین پر نچھاور کردی اور فاتحہ پڑھی''پھر فرمایا نورالعین میرے فرزندے برحق اور خلیفۂ مطلق ہیں۔جو شخص ان کے حلقے سے سرتابی کرے گا پھل نہیں پائے گا اور جو ان کے حلقوں میں داخل ہوگا وہ جہانوں میں کامیاب رہے گا''

اس کے بعد آپ نے نورالعین کے فرزندوں کو طلب فرمایا پہلے شیخ شمس الدین جن کی عمر اٹھارہ سال تھی اور جو علمی اعتبار سے عالم بن چکے تھے،سبز رنگ کا جامہ عنایت کیا اور فرمایا یہ فرزند علوم کا بے حد حصہ رکھتا ہے لیکن اس کی عمر کم ہوگی۔ اس کے بعد شیخ حسن کو طلب کیا اور انہیں تبرکات عطا کرنے کے بعد فرمایا کہ ''حسن مابہ احسن الوجوہ'' بڑے اطاعت گزار ہوں گے جن کی اولاد سے حضور شیخ اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہیں اس لئے یہاں کے سجادہ نشیں کو حسنیہ سرکار کلاں کہاں جاتا ہے ۔پھر شیخِ حسین کو طلب کیا اور تبرکات عنایت کیا اور فرمایا کہ یہ ہمارے حسین ثانی ہیں ان سے ایک بڑا خاندان ظہور میں آئے گا ان ہی کی اولاد سے بسکھاری کے سادات کرام ہیں۔اس کے بعد شاہ احمد کو طلب کیا تبرکات عنایت کیا اور فرمایا یہ احمد ثانی ہیں ان کا نام احمد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم گرامی پر ہے اور صفات مصطفوی سے موصوف ہیں ان کی اولاد بزرگ اور سخی ہوگی ان ہی کی اولاد سے جائس کے سادات کرام ہیں۔اس کے بعد شیخ فرید کو طلب کیا اور تبرکات عطا کرنے کے بعد فرمایا اے فرید ثانی آؤ

تم سے اللہ تعالیٰ کی محبت اور دوستوں کی خوشبو آتی ہے ان ہی اولاد سے بارہ بنکی کے سادات کرام ہیں۔ پھر شیخ قتال کو جونور پور کے ترکوں میں سے تھے، تبرک عنایت کر کے فرمایا، میں تمہیں عبد الرزاق کے جملہ فرزندوں میں سے خیال کرتا ہوں۔ تمہیں چاہیے کہ فرزندگی کو ہاتھ سے نہ جانے دو۔ اس کے بعد در یتیم کو طلب کیا اور تبرک عنایت فرمایا پھر ارشاد ہوا کہ یہ ہمارے فرزند کبیر کی یادگار ہیں جو مجھے عزیز ہیں چنانچہ جو شخص حلقے میں داخل ہوا اسے چاہیے کہ ان کا حلقہ بگوش ہو جس طرح میں نے عبد الرزاق کے فرزندوں کو خزانۂ الٰہی اور گنج نامتناہی سپرد کیا ہے اسی طرح انہیں اور ان کی اولاد کے سپرد کیا ہے بشرطیکہ وہ قناعت اختیار کریں تو اس وقت ہم ان کے اسبابِ معاش کے ذمہ دار ہوں گے اس کے بعد فرمایا'' جو ہمارے فرزندوں کے دوست کا دوست ہے وہ ہمارا دوست ہے اور جو ہمارے فرزندوں کا دشمن ہے وہ ہمارا دشمن ہے اور جو ہمارا دشمن ہے وہ جملہ خاندان چشت اور دودمان اہل بہشت کا دشمن ہے'' (۹)

ان تمام حوالوں سے یہ بات اظہر من الشمس ہوتی ہے کہ اس حقیقت سے کوئی انکار نہیں کر سکتا ہے کہ اس خاندان کا جس ذات سے تعلق ہے وہ ذات تصوف وروحانیت اور علوم وفنون کا مرکز ومحور ہے یہی وجہ ہے کہ اس خاندان کا ہر فرد دیگر تمام خانوادوں کے درمیان ایک امتیازی شان اور اپنی الگ شناخت رکھتا ہے اور آخر میں یہ بات کہے بغیر قلم کو روک دینا یقیناً قلم کی کنجوسی ہوگی کہ شیخ اعظم کا لقب صرف لقب نہیں ہے بلکہ ان کی دینی خدمات، ان کی محنت پیہم اور ان کا مفکرانہ مزاج بتاتا ہے کہ وہ واقعی شیخ اعظم ہیں۔

کتابیات

(۱) لطائف اشرفی:۳/ ۶۱۵۔۶۱۶)
(۲) لطائف اشرفی:۳/ ۶۱۶)
(۳) صحائف اشرفی:۲/ ۶۲)
(۴) حیاتِ غوث العالم:۸۷تا۸۴)
(۵) (صحائف اشرفی:۲،ص۵۵)
(۶) (لطائف اشرفی:۳/ ۶۱۹)
(۷) مخدوم الاولیا: ۳۶)
(۸) (لطائف اشرفی:۱/ ۶۲ تا۶۴)
(۹) (لطائف اشرفی:۳/ ۶۷۵)

☆☆☆☆

بد بختی کی علامت

ابوعثمان جبری محمد بن فضل سے پوچھا کہ بدبختی کی کیا علامت ہے؟ انہوں نے جواب میں لکھا: بدبختی کی تین علامتیں ہیں:

(۱) کسی انسان کو علم دیا گیا، مگر عمل سے محروم ہو
(۲) اگر عمل عطا کیا گیا ہو تو اخلاص سے محروم ہو
(۳) کسی کو صالحین کی صحبت نصیب ہو، مگر ان کا احترام نہ کرتا ہو۔

شیخ عبد الحق محدث دہلوی فرماتے ہیں

یہ خیال بڑا ہی ناپختہ ہے کہ ہم طریق تصوف کو شریعت اور قرآن وسنت کے مخالف سمجھنے لگیں، حاشا وکلا ان دونوں چیزوں میں کوئی مغائرت یا اختلاف نہیں ہے۔

یہ لوگ (صوفیائے کرام) کتاب وسنت کے عامل تھے اور شریعت وطریقت کے تمام ظاہری وباطنی حدود کا احترام کرتے تھے، انہوں نے کبھی ظاہری شریعت اور باطنی شریعت میں تغافل یا تکاسل سے کام نہیں لیا۔

اعلیٰ حضرت اشرفی میاں: حیات وخدمات

مفتی محمد فضیل اشرفی، لکھنؤ

برصغیر میں اسلام پہلی صدی ہجری پہونچ گیا تھا۔ محمد بن قاسم نے ۹۳ھ میں صوبۂ سندھ، ملتان تک کا علاقہ اپنے زیرنگیں کرلیا تھا۔محمود غزنوی، سلطان شہاب الدین غوری، ابراہیم لودھی اور شاہان مغلیہ کی حکمرانی عہد بعہد ہزاروں سال قائم رہی، سلاطین اسلام اس طویل مدت میں اپنی حکومت کو مضبوط اور مستحکم کرنے کی کوشش میں لگے رہے دین اسلام کے فروغ اوراس کی ترویج واشاعت کے بجائے اپنی سلطنت کے دائرہ کو وسیع کرنا ہی ان کا مطمح نظر تھا جس کا نتیجہ یہ ظاہر ہوا کہ برصغیر پر اپنا سکہ چلانے والے یہ سلاطین اسلام اپنی تمام تر قوتوں کے باوجود غیر مسلم اقوام کے عقیدوں کو اپنی طرف نہ موڑ سکے اور نہ ہی ان کے دلوں کو اپنے آستانۂ عظمت پر جھکانے میں کامیاب رہے۔ ان کی حکومت صرف اہلیان ہند کے جسموں تک محدود رہی، سلاطین تخت وتاج کے خلاف سرزمین ہند میں ایسی جماعت کا ورود مسعود ہوا جن کا نصب العین کفر وضلالت کی تاریکی دور کرکے اسلام کی روشنی پھیلانا تھا۔ان پاکباز ہستیوں نے اپنی مثالی زندگی سے منکرین اسلام کے دلوں کو ایمان کی روشنی سے منور کیا اور اپنی روشن تعلیمات اور روحانی تصرفات سے ہندوستانی معاشرہ کو تہذیب وثقافت، اخوت ومودت ودیگر اوصاف حمیدہ سے آراستہ کیا۔

آٹھویں صدی ہجری کے عظیم بزرگ ولی کامل، محدث ومفسر محبوب یزدانی غوث العالم مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی رضی اللہ عنہ نے جس مردم خیز خطہ روح آباد کچھوچھہ کو آباد کیا وہ معرفت وطریقت اور دین وشریعت کا عظیم مرکز بن کرابھرا اور آٹھویں صدی ہجری سے اب تک سلسلۂ چشتیہ کی فیض رسانی میں خانقاہ اشرفیہ کا اہم کردار رہا ہے۔

حضرت غوث العالم مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی رضی اللہ عنہ سے جو منسوب گھرانہ یہاں آباد ہے وہ خانوادۂ اشرفیہ کے نام سے جانا جاتا ہے۔ یہ خاندان پچھلے سات سو سال سے عالمی پیانے پر معرفت وآگہی، دعوت وارشاد، روحانی اور علمی خدمات کا سلسلہ جاری رکھے ہوا ہے۔ خانوادۂ اشرفیہ کی دینی، علمی اور سماجی خدمات کا دائرہ ہر رنگ ونسل، ملک وقوم کے افراد کو محیط ہے۔ انہوں نے بلاامتیاز رنگ ونسل انسانی برادری کی دستگیری کی اورانہیں شاہراہ حق پر گامزن کیا۔ اس خانوادہ میں ایسی عظیم ترین، گونا گوں اوصاف وکمالات کے حاملین، عبقری اور جلیل القدر شخصیتیں پیدا ہوئیں جنہوں نے شریعت وطریقت کے اصولوں کو اپناتے ہوئے سماج ومعاشرہ کی برائیوں کو ختم کرنے اوراس کو تہذیب وثقافت اور علم وعمل کے زیور سے آراستہ کرنے میں مثالی کردار ادا کیا اور تاریخ کے صفحات میں اپنے مثالی کردار وعمل کے تابندہ نقوش چھوڑ گئے۔

۱۳ویں صدی ہجری کی ساتویں دہائی کو اس مقدس سرزمین پر ایک ایسی عہد ساز شخصیت جلوہ بار ہوئی جن کی ذات گرامی نے مخدوم پاک کے مشن کو فروغ دے کر

سلسلہ اشرفیہ کے فیوض وبرکات کو شرق سے غرب تک پہونچادیا۔اس انقلاب آفریں اورعہد ساز ہستی کو دنیا ہم شبیہ غوث اعظم مخدوم الاولیاء اعلیٰ حضرت سید شاہ ابواحمد علی حسین اشرفی میاں علیہ الرحمہ کے نام سے جانتی ہے۔ آپ کی ذات ستودہ صفات،علم وفضل،توحیدوتوکل،تسلیم ورضا،زہد واتقا،شریعت وطریقت، حقیقت ومعرفت، ولایت وبزرگی،جودوسخا،صبروشکر،صدق واخلاص،عفوودر گزر،حسن اخلاق،تواضع وانکساری کا پیکرتھی۔

آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کے آئینہ دارتھے''خیارکم الذین اذا رووا ذُکر الله'' خاصان خداوہ ہوتے ہیں جن کودیکھنے سے توخدایادآجائے۔

ولادت: ۱۲ ربیع الثانی ۱۲۶۶ھ مطابق ۲۴ فروری ۱۸۵۱ء کوبروز سنیچر بوقت صبح صادق کچھوچھہ مقدسہ ضلع امبیڈکرنگر یوپی میں آپ کی ولادت ہوئی۔

آپ کے محبوب ترین خلیفہ جناب پیرسید غلام بھیک صاحب نیرنگ اشرفی وظائف اشرفی کے مقدمہ میں ''ذکرمحبوب چہارم'' کےعنوان سے آپ کی تاریخ ولادت اورآپ کی تعلیم وتدریس کاذکرکرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

''اعلیٰ حضرت قبلہ وکعبہ کی ولادت سراپاسعادت ۱۲ ربیع الثانی ۱۲۶۶ھ بروز شنبہ بوقت صبح صادق ہوئی، جب سن شریف چار برس چار مہینے اور چار دن کے ہوئے موافق معمول خاندان مولانا گل محمد صاحب خلیل آبادی نے جو بڑے اہل دل اور عارف کامل تھے آپ کی بسم اللہ کرائی اس کے بعد مولوی امانت علی صاحب کچھوچھوی نے فارسی کی درسی کتابیں پڑھائیں پھر مولوی سلامت علی گورکھپوری اور مولوی قادر بخش صاحب کچھوچھوی سے تعلیم پائی (وظائف اشرفی ص ۷)

بیعت وارادت: حضرت نیرنگ اشرفی رحمۃ اللہ علیہ آپ کی بیعت وخلافت اور اکتساب فیض کا ذکرکر تے ہوے لکھتے ہیں کہ ''اعلیٰ حضرت قبلہ وکعبہ نے ۱۲۸۲ھ میں اپنے برادرکلاں حاجی الحرمین سید شاہ ابومحمد اشرف حسین مدظلہ العالی سے بیعت کر کے خلافت واجازت خاندانی حاصل فرمائی۔

۱۲۹۰ھ میں حسب ارشاد ارواح بزرگاں ایک سال کامل آستانہ اشرفیہ پرحسب قاعدہ مشائخ چلہ کشی فرمائی، اسی مدت میں برکت روحانی حضرت محبوب یزدانی مخدوم سلطان سید اشرف جہانگیر قدس سرہ النورانی وبہ توجہ حضرت محبوب سبحانی قطب ربانی سید محی الدین عبدالقادر جیلانی قدس سرہ النورانی تمام منازل عرفان وایقان کواس طرح طے فرمایا کہ آپ کی ذات بابرکات سے جہانگیری آثاروانوارظاہرہونے لگے۔یہ کہنا مبالغہ نہ ہوگا کہ بہت مدت کے بعد اس خاندان میں ایسا شخص صاحب رشد وارشاد تقدس نہاد ظاہر ہوا۔ (وظائف اشرفی ۷۔۸)

نکاح واولاد: آپ نے دونکاح فرمایا۔پہلا نکاح حضرت سید شاہ حمایت اشرف بن سید شاہ تقی الدین اشرف بسکھاری کی بڑی صاحبزادی سے ۱۲۸۵ھ میں کیا جس سے ایک فرزند عالم ربانی مولانا سید احمد اشرف ہیں اورایک صاحبزادی ہیں جوحکیم سید نذر اشرف سے منسوب ہوئیں۔

دوسرا نکاح حضرت سید شاہ تجمل حسین اشرف صالح پوری کی صاحبزادی سے کیا جس سے ایک فرزند

عارف باللہ سید مصطفیٰ اشرف اور دو صاحبزادیاں ہوئیں۔

اخــلاق وعـادات: جود وسخا، مہمان نوازی ودل جوئی، رواداری، غریب پروری، حلم وبردباری، شیریں کلامی اور خندہ روئی جیسے اوصاف کے حامل ہونے کی وجہ سے آپ حضرت سیدنا غوث پاک کے اس قول کے حقیقی مصداق تھے جس میں ولی کامل کی خصوصیات کا تذکرہ فرمایا ہے۔

''مسند ولایت اسی کو زیب دیتی ہے جس نے عیب پوشی اور رحم دلی کی دو صفتیں خدائے تعالیٰ سے اور شفقت والفت کی دو صفتیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سیکھی ہوں''

آپ کے خوارق وعادات جو اخلاقی صفات میں مضمر ہیں کرامتوں کی طرح مشہور ہیں بلکہ کہا جاتا ہے کہ آپ کے انسانی کمالات نے آپ کو پیکر تسخیر بنادیا ہے۔ (وظائف اشرفی ۸)

رسم سجادگی اور خرقہ پوشی

جب آپ کی عمر ۲۱ برس کی ہوئی تو ۱۲۹۷ھ مطابق ۱۸۸۰ میں آپ کے برادر اکبر و پیر ومرشد سید اشرف حسین علیہ الرحمہ نے آپ کو مسند سجادگی عطا فرمائی۔ اسی سال ۲۸ محرم کو خرقۂ خاندانی (جو حضرت مخدوم سلطان سید اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہ النورانی کا عطیہ ہے) زیب تن فرمایا۔ آپ اس تاریخ سے لے کر وصال تک یعنی ۱۳۵۵ھ مطابق ۱۹۳۶ء تک حضرت سیدنا مخدوم اشرف جہانگیر رحمۃ اللہ علیہ کے مسند سجادگی پر متمکن رہے۔ اس مدت میں آپ کی ذات سے ایک عالم کو فیض پہونچا۔

اسفار: آپ نے اپنی زندگی میں چار حج کیے اس کے علاوہ مقدس مقامات کی زیارت فرما کر فیوض وبرکات سے مستفیض ہوئے۔ ۱۲۹۳ھ میں آپ نے پہلا حج کیا ۱۳۲۳ھ میں دوسرا حج کیا اور ۱۳۲۹ھ میں تیسرا حج کیا جس میں مدینہ منورہ، طائف، بیت المقدس، شام، حلب، حامہ شریف، حمص اور مصر کا سفر شامل ہے۔ ۱۳۵۴ھ میں چوتھا اور آخری حج کیا اس مقدس سفر میں مدینہ منورہ اور مکہ معظّمہ کے جلیل القدر علماء ومشائخ کثیر تعداد میں آپ کے حلقۂ ارادت میں داخل ہوکر خلافت واجازت سے شرفیاب ہوئے۔

مشـائخ عـرب: مقامات مقدسہ کی زیارت کے درمیان جہاں آپ نے آستانوں اور مزارات سے ظاہری وباطنی فیوض وبرکات حاصل کیں وہیں آپ سے کثیر تعداد میں مشائخ اور اہل معرفت نے فیض پایا۔ ان میں چند اسماء قابل ذکر ہیں۔

علامہ الشیخ محمد علی حسین بن علامہ اعظم حسین باب السلام مدینہ منورہ، علامہ حافظ علاء الدین البکری بن علامہ محمد علی حسین مدینہ منورہ، الشیخ علی ابو الجود بن الشیخ ابوبکر ابو الجود مدینہ منورہ، علامہ سید مرتضیٰ حسین بن سید آل رسول حسین اولاد بندہ نواز گیسو دراز مکہ مکرمہ، سید احمد حلوانی بن سید ابرار حسین مدینہ منورہ علیہم الرحمہ۔

جانشینی: آپ کے فرزند حضرت عالم ربانی مولانا سید احمد اشرف رحمۃ اللہ علیہ کا وصال آپ کی حیات میں ۱۳۴۷ھ مطابق ۱۹۲۸ء کو ہوگیا تھا اس لئے آپ نے اپنے پوتے مخدوم المشائخ سید مختار اشرف سرکار کلاں کو اپنی وفات سے تقریباً آٹھ سال قبل مولانا احمد اشرف کے عرس چہلم کے موقع پر اپنا جانشین وسجادہ نشین تحریری

طور پر نام زد فرما کے اعلان کیا۔جس کا اقتباس پیش کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے جو حسب ذیل ہے

''سب کے سامنے فقیر نے اپنے فرزند کے فرزند اپنے پوتے اور دلبند سید محمد مختار اشرف عرف محمد میاں کو اپنا مرید کر کے اپنا ولی عہد بنایا اور سب حاضرین نے بجمال احترام ان سے مصافحہ کیا اور ان کے علم وعمل وعمر و اقبال کے لیے دعاء کی۔اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اب ان کی دستار بندی ہو چکی ہے اور تمام علوم معقول ومنقول تفسیر، حدیث ، فقہ ،معانی وتصوف کو بکمال جانفشانی جامع اشرفیہ (جو فقیر کا بنایا ہوا دارالعلوم ہے) سے حاصل کیا اور فقیر نے اپنی آرزو کے موافق ان کو دیکھ لیا اور اپنا سچا ولی عہد پایا ،اب اشارۂ غیبی سے اس فرمان و اعلان کے ذریعہ سب کو آگاہ کرتا ہوں کہ نور نظر وعصائے پیرم مولانا سید شاہ محمد مختار اشرف اشرفی جیلانی زادہ اللہ عمرہٗ وعرفانہٗ میرے بعد سجادہ نشیں جادہ اشرف السمنانی خاندان حسنی سرکارکلاں کے ہیں جو مثل میرے تمام مراسم عرس شریف ادا کرتے رہیں گے۔مہمانوں کی بجمال کشادہ پیشانی خدمت کریں گے اور ۲۸ محرم کو حسب معمول فقیر عرس حضرت مخدوم اشرف تارک السلطنت محبوب یزدانی قدس سرہٗ کریں گے ، کہ تاریخ وصال ۲۸ محرم ۸۰۸ھ ہے۔میرے تمام فرزندان خاندانی ان کی اطاعت کریں اور مدد کرتے رہیں اور میرے مریدان ان کو اپنا مرشد جانیں ،اللہ تعالیٰ میرے فرزند کو وجانشین کو عارف کامل ولی صاحب دل بنائے ،آمین''(حیات مخدوم الاولیا)

اکتساب فیض:

شریعت وطریقت کے حامل برگزیدہ مشائخ کرام نے آپ کو شرف اجازت وخلافت سے نوازا ان مشائخ کرام میں علامہ سید صالح آفندی ،حضرت علامہ راج شاہ سوندھوی ،ملا اخوند رامپوری ، شاہ محمد امیر کابلی ،حضرت علامہ سید شاہ اٰل رسول مارہروی اور سید عبدالقادر بغدادی ہیں ۔یہ بات قابل ذکر ہے کہ آپ کو حضرت سید شاہ آل رسول مارہروی کے خاتم الخلفاء ہونے کا بھی شرف حاصل ہے۔

مریدین وخلفاء:

حضور اشرفی میاں رحمۃ اللہ علیہ کے تجدیدی کارناموں نے سلسلۂ اشرفیہ کے فروغ واشاعت میں اہم کردار ادا کیا ۔ آپ نے دین ومذہب سے بیزار انسانوں کو راہ مستقیم پر گامزن کر دیا، گمراہیوں اور تاریکیوں میں بھٹکنے والے لوگوں کی دستگیری فرمائی۔آپ نے خانقاہی طریقۂ تبلیغ کے ذریعہ طالبان حق کو صاحب شریعت و طریقت بنادیا۔دراصل آپ پر حضرت مخدوم سمنانی رحمۃ اللہ علیہ کی خاص توجہ تھی جس کے سبب ہر صاحب نظر نے آپ کی ذات کو پرتو اشرف مانا۔حضرت مولانا فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی نے آپ کی تقریر سے متأثر ہو کر فرمایا کہ صاحب زادے جو رنگ تم پر چڑھا ہے اس رنگ میں آپ کے فیضِ صحبت سے کثیر علماء ومشائخ وطالبان حق کے قلوب رنگ جائیں گے۔ یہ بشارت حرف بہ حرف صادق آئی آپ کے بافیض صحبت سے کثیر علماء ومشائخ و طالبان حق کے قلوب رنگ گئے ۔ ہندوبیرون ہند آپ کے ہی رنگ کا چرچا تھا اور آپ کا ہی رنگ غالب تھا اور آج بھی خاندان کے علماء ومشائخ آپ ہی کے رنگ میں رنگے ہوئے ہیں۔(سیرت اشرفی)

سلسلۂ اشرفیہ کا فیضان غیر منقسم ہندوستان تک

محدود نہیں رہا بلکہ چین سے لے کر عرب کے علاقوں تک پہونچ گیا، حضور اشرفی میاں رحمۃ اللہ علیہ کی خدا رسیدہ اور عبقری شخصیت کے دامن کرم سے علماء و مشائخ کی معتد بہ تعداد تقریباً ۲۳ لاکھ مریدین اور ۱۳۵۰ خلفاء وابستہ ہوئے ۔جن میں آپ کے مشاہیر خلفاء علماء و مشائخ کے اسماء قابل ذکر ہیں۔

سید شاہ فاخرالہ آبادی، صدرالافاضل سید نعیم الدین مرادآبادی، صدر العلماء غلام جیلانی میرٹھی، امام المحد ثین سید دیدار علی، مبلغ اسلام سید بھیک نیرنگ انبالہ، مولانا سید ابو الحسنات، مولانا سید ابو البرکات مفتی اعظم پاکستان، مولانا سید سلیمان اشرف، مبلغ اسلام علامہ عبد العلیم میرٹھی، امین شریعت مولانا سید رفاقت حسین، مجاہد ملت علامہ حبیب الرحمن اڑیسہ، حضور حافظ ملت علامہ عبدالعزیز محدث مرادآبادی، مفتی عبدالرشید خاں فتح پور، مولانا غلام قطب الدین برہمچاری بدایوں علیہم الرحمہ۔

حضور اشرفی میاں علیہ الرحمہ کا زمانہ یعنی ۱۳ویں صدی ہجری میں علم وفن اپنے انتہاء کو پہونچ چکا تھا، رام پور، دلی، بدایوں، بریلی، لکھنؤ اور دکن میں اہل سنت کے علمی مراکز کی طوطی بول رہی تھی۔نابغۂ روزگاں ہستیاں اور ماہرین علم وفن کی خدمت ان مرکز کے علمی شان کو دو بالا کر رہی تھی۔ایسے دور میں درس وتدریس، وعظ وارشاد اور شریعت وطریقت کے نامور قائدین کا آپ سے بیعت وخلافت کا شرف حاصل کرنا آپ کی عبقریت کی واضح دلیل ہے۔

تصانیف:

کثرت اسفار، اور تبلیغی دورے کی وجہ سے آپ کو باضابطہ طور پر تصنیفی کام کا موقع نہ مل سکا، پھر بھی آپ نے جو قیمتی آثار چھوڑے ہیں ان کی تعداد ۳ ہیں (۱) صحائف اشرفی ۲ جلدوں میں جو حضور مخدوم سمنانی رحمۃ اللہ علیہ کی سیرت اور آپ کی ذاتی سیر و سیاحت پر مشتمل ہے (۲) وظائف اشرفی جو ذکر واذکار اور اوراد و وظائف اور نوافل و زاوئد کا بہترین مرقع ہے (۳) تحائف اشرفی یہ کتاب آپ کا شعری مجموعہ ہے جو تقریباً ہر صنف سخن پر مشتمل ہے معرفت، طریقت، قصیدہ، نظم اور حمد نعت ومنقبت کا بہترین شاہکار ہے اس کا ہر شعر الفت ومحبت اور عشق حقیقی کا آئینہ دار ہے۔

معاصرین کی نظر میں :

حضور اشرفی میاں رحمۃ اللہ علیہ جامع الصفات والکمالات شخصیت کے مالک تھے، آپ جہاں طریقت ومعرفت کے شیخ کامل تھے وہیں علوم شرعیہ ونقلیہ میں علماء ومحققین کے مقتدا نظر آتے ہیں یہی وجہ ہے کہ آپ کے معاصرین کی نگاہوں میں آپ کی جلالت علمی اور عظمت وولایت محترم اور مسلم ہے چنانچہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ نے آپ کی شان میں فرمایا

اشرفی اے رخت آئینہ حسن خوباں
اے نظر کردہ وپروردۂ سہ محبوباں

نیز فرماتے ہیں:

''حضرت مولانا سید ابواحمد علی حسین اشرفی جیلانی ان لوگوں میں ہیں جن کا وعظ میں سنتا ہوں حضرت کا وعظ شریعت کے موافق اور اس کی پوری پابندی کے ساتھ ہوتا ہے''

حضرت مولانا تقدس علی خاں جو اعلیٰ حضرت کے

شاگرد رشید ہیں فرماتے ہیں میری عمر ۲۱ سال کی تھی جب میں نے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے شرح جامی کا درس لیا، اعلیٰ حضرت کی عام نشست ایک مسہری تھی جس پر آپ جلوہ فرما ہوتے تھے، اس کے سامنے کرسیاں بچھی تھیں جس پر لوگ آ کر بیٹھتے تھے۔ ادب واحترام کا عالم یہ تھا کہ اعلیٰ حضرت کی مسہری پر کوئی نہیں بیٹھتا تھا، ایک دن جب میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ مسہری پر ایک نورانی شخصیت تشریف فرما ہے اور اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نہایت ادب واحترام کے ساتھ عام کرسی پر بیٹھے ہوئے ہیں یہ منظر دیکھ کر مجھے حیرانی ہوئی کہ یہ کون ہے جن کا ادب واحترام اس قدر ملحوظ رکھا گیا ہے کہ اعلیٰ حضرت نے اپنی نشست پر انہیں بٹھایا، میں پوچھنے والا ہی تھا کہ اعلیٰ حضرت نے فرمایا، انہیں تعظیم دو کہ یہ حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے شہزادے حضرت سید شاہ محمد علی حسن کچھوچھوی ہیں۔

علامہ فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی

صاحب زادے جو رنگ ہم پر چڑھا ہے اس رنگ میں آپ کے فیض صحبت سے کثیر علماء کے قلوب رنگ جائیں گے۔

حضرت عبدالقادر بدایوں علیہ الرحمہ

میں نے ان جیسا حسین ووجیہ اور نورانی صورت والا کوئی شخص نہیں دیکھا۔

حضرت وارث پاک رحمۃ اللہ علیہ

"ایسا امام ہو تو میں بھی جماعت سے نماز پڑھوں"

مولانا سید آل حسن اشرفی علیہ الرحمہ

آپ کے خوارق وعادات جو اخلاقی صفات میں مضمر ہیں کرامتوں کی طرح مشہور ہیں، بلکہ کہا جاتا ہے کہ آپ کے انسانی کمالات نے آپ کو پیکر تسخیر بنا دیا ہے۔

صدر الافاضل مرادآبادی رحمہ اللہ علیہ

راز وحدت کھلے نعیم الدین
اشرفی کا یہ فیض مجھ پر ہے (حوالہ)

کارنامے:

تحفظ دین وترویج سنیت کے لئے آپ کی ذات تادم حیات جہدِ مسلسل اور سعی پیہم بنی رہی اس دور میں ذرائع ابلاغ محدود اور وسائل کی قلت تھی۔ آپ کی ذات سے وہ کارنامے انجام پائے جس کی نظیر اس عہد ترقی میں بھی نہیں ملتی۔ سلسلہ اشرفیہ عرب وعجم میں اس طرح پھیلا کہ چودھویں صدی ہجری میں کچھوچھہ چشتی سلسلہ کی سب سے بڑی خانقاہ بن کر ابھرا یہاں آپ کی انقلابی تحریک پیش کرنا ضروری ہے۔ آپ نے خانقاہوں سے روابط از سرِ نو استوار کیا، تعلیم وتربیت کے اسباب پر خاص توجہ دی، دعوت وتبلیغ اور ردومناظرہ کے لئے خطباء مناظرین اور مؤلفین کی ٹیم تیار کی۔

وھابی فتنہ کی سر کوبی:

۱۸۵۷ء کے غدر کے بعد انگریزوں نے سنی مسلمانوں کو خاص طور پر نشانہ بنایا اور انہیں ہر طرح سے پامال کرنے کی کوشش کی، دراصل فرنگی حکومت کو سنی مسلمانوں کی غیر معمولی دادِ شجاعت کے سبب اپنی حکومت کا خاتمہ آرہا تھا اس لئے گہری سازش کے تحت ان کے درمیان انتشار پیدا کرنے کے لئے وہابیت کا فتنہ کھڑا کر دیا۔ یہ فتنہ سعودی عرب کے ایجنٹوں کے ذریعہ دلی سے ہوتا ہوا

ہندوستان کے مختلف علاقوں تک پھیل گیا۔اس کا مقصد توحید کے نام پر ناموس رسالت پر حملہ کرنا ،اولیاء اللہ سے اکتسابِ فیض کی راہیں مسدود کرنا تھا۔

مثل مشہور ہے ''جیسا دیش ویسا بھیس'' وہابیوں نے اپنی مذموم تحریک کو کامیاب بنانے کے لئے خانقاہی رسوم وآداب کو آلۂ کار بنایا ،بیعت وخلافت کے ذریعہ مسلمانوں کے عقیدے کو خریدنے کی مہم شروع کردی ،آپ نے وقت کی سنگینی کا ادراک کرتے ہوئے سب سے پہلے وہابی جماعت کے ان نمائندوں کی تکفیر فرمائی جو خانقاہی رنگ وروپ میں سنی مسلمانوں کو گمراہ کر رہے تھے،اس سلسلے میں انہوں نے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے موقف کی بھر پور تائید فرمائی ،اور علماء دیوبند کی تکفیر پر اپنی مہر تصدیق ثبت کردی ،جیسا کہ آپ ردِ نجدیت پر تحریری نقد پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں

''ابھی کم وبیش سو برس کی بات ہے کہ نجد کے مشہور جنوں خیز ملک میں ابن عبدالوہاب نے تو ہب کی بنیاد رکھی اور دیکھتے دیکھتے اس کا اثر ہندوستان میں پھیل گیا ،دہلی میں اس کا تخم لگایا گیا ،اور اس کی پرورش اس شان سے کی گئی کہ اب اس کے ثمرات کی تجارت اعلانیہ دیوبند میں ہورہی ہے ،اس کی شرک فرشی اور بدعت نویسی کا یہ حال ہے کہ ماتھے پر قشقہ لگانے ،ممبر رسول پر مشرک کو بیٹھانے اور قرآن ورامائن کو برابر رکھ کر گشت کرانے ،کمیٹی کے پنڈال سجانے پر ان کی زبانیں گنگ اور قوت ناطقہ معدوم ہوجاتی ہے ،مگر میلاد شریف اور فاتحہ عرس کے خلاف زہر اگلنے کے لئے ہر وقت کمر بستہ رہتے ہیں''

(حیات مخدوم الاولیاء:۳۰۷)

فتنۂ ارتداد کا انسداد:

۱۳۴۱ھ مطابق ۱۹۲۲ء کو آریہ سماج تحریک کے کارکنان نے پوری تیاری کے ساتھ مذہب اسلام کے پیروکاروں پر بھر پور حملہ کیا، ملکانہ اور راجستھان کے ساڑھے تین لاکھ نومسلم راجپوت حلقہ کو مرتد بنانے کا اعلان کیا''علماء ومشائخ اور قائدین اہل سنت نے جب یہ اعلان سنا تو اپنی درسگاہوں اور خانقاہوں سے نکل پڑے اور فتنہ ارتداد کو ختم کرنے میں تن من دھن کی بازی لگادی۔

اس موقع پر حضور اشرفی میاں علیہ الرحمہ کی دینی حمیت ، جذبۂ اسلامی اور اولو العزمی کے مظاہرے عہد صِدیقی کی یاد تازہ کررہے تھے،حضرسیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے منکرین زکوٰۃ کے انسداد کے موقع پر فرمایا تھا'' أینقص دین وأناحی'' میرے سامنے دین کی پامالی ہو اور میں زندہ رہوں یہ مجھے گوارہ نہیں،

حضور اشرفی میاں آپ نے فتنۂ ارتداد کا سر کچلنے کے وقت اہلیانِ اسلام کو پیغام دیتے ہوئے فرمایا''میں کبرسنی وضعف العمری کے سبب ناقابل سفر ہوگیا ہوں،لیکن اس موقع پر عذر کرتے ہوئے سب سے پہلے مجھ کو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے حضور شرم آتی ہے جن کی کبرسنی شباب فاروقی ہے''(ماہنامہ اشرفی کچھوچھہ شریف ذی الحجہ۱۳۴۱/ ۶)

آپ نے بنفس نفیس مذکورہ علاقوں کا دورہ کیا اور نومسلموں سے ملاقاتیں کیں اور انہیں صبر وہمت اور حوصلہ کی تلقین فرمائی اور علماء ومشائخ کی قیادت کرتے ہوئے ارتداد کی اس ناپاک تحریک کا خاتمہ کردیا۔

اشرفی پریس کا قیام:

حضور اشرفی میاں علیہ الرحمہ وہابی جماعت کی

چالبازیوں سے اچھی طرح واقف تھے ،ان کی عیاری ومکاری کے ہر روپ کو پہچان کر انہیں مسکت جواب دینے کے گویا عادی ہوگئے تھے، چنانچہ ردومناظرہ کے ذریعہ وہابی قائدین کو اپنی مذموم مہم میں کامیابی نظر نہیں آئی تو انہوں نے قلمی جنگ کا آغاز کردیا ،اس وقت ایمان سوز کتابیں، رسالے اور اخبارات شائع کئے گئے جو ان کے عقیدہ کے تر جمان ہوا کرتے تھے۔ ان کا مقصد تھا کہ اہل علم طبقہ کو دامِ فریب میں لے کر اپنی تحریک کا دائرہ وسیع کریں۔ اس دور میں جماعتِ اہل سنت کے مؤیدین ومحبین میں ماہرین علم وفن اور اہل قلم بھی تھے مگر ان کے نگارشات اور کاوشیں منظر عام پر لانے کے لئے ذرائع ابلاغ اور طباعت و پرنٹنگ کا فقدان تھا یہی وجہ ہے کہ عوام الناس سے ہمارا رابطہ قلم سے کم زبان و بیان سے زیادہ تھا ۔اس کا ثبوت ہماری تبلیغی خدمات میں خطاب ومناظرہ کی وہ دھمک ہے جس کے سامنے حریف کو ہمیشہ شکست کا سامنا کرنا پڑا۔

آپ نے اس ضرورت کو محسوس کیا اور ایک مطبع بنام ''اشرفی پریس'' ۱۹۲۳ء کو کچھو چھہ مقدسہ میں قائم فرمایا جس میں بعض نادر کتابیں طبع ہوئیں اور آپ نے والیانِ ریاست کو بھی کتابوں کی طباعت و اشاعت کی جانب متوجہ کیا چنانچہ انہیں کی تحریک پر نواب کلب علی خان ریاست رامپور ۱۲۸۷ھ میں لطائف اشرفی کی طباعت کرائی اور نواب میر عثمان علی خان نظام حیدر آباد نے چند نادر کتابوں کی ذمہ داری اپنے سر لی (حوالہ)

آغازِ صحافت:

انگریزی حکومت کی پشت پناہی میں وہابی مشن کو فروغ پانے کا موقع ملا۔ وہ اپنے باطل نظریات کی نشر و اشاعت میں سرگرم عمل رہے۔ ان کے مبلغین نے سب سے پہلے اس وقت کے سرکاری ذرائع ابلاغ پر تسلط جما کر انہیں اپنے عقائد ونظریات کا نقیب بنادیا۔ اس موقع پر انہیں رسالے، اخبارات اور مجلّے جاری کرنے کی سہولیات ومراعات حاصل تھی ۔انہوں نے اس موقع کا پورا پورا فائدہ اٹھا کر اہل علم طبقہ تک براہِ راست پہنچنے کی کوشش شروع کردی۔ آپ نے جائزہ لیا کہ اہل سنت وجماعت کے علماء ومشائخ ومبلغین درس وتدریس ،ردومناظرہ اور تقریر وخطاب کے میدان میں مصروف کار ہیں ۔دعوت وارشاد کے اس شعبہ نشر و اشاعت میں خاطر خواہ کام نہیں ہورہا ہے، اگر اسی طرح سکوت اختیار کیا گیا تو وہابی تحریک اپنی تحریروں سے عصری علوم یافتگان کو گمراہ کرنے میں کامیاب ہوجائے گی چنانچہ آپ نے ۱۹۲۳ء میں ایک میگزین ماہنامہ اشرفی کے نام سے شائع کیا جس کی ادارت حضرت محدث اعظم ہند علیہ الرحمہ نے فرمائی جیسا کہ محمد زبیر علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے نائب ناظم لائبریری کا بیان ہے کہ ''حضرت اشرفی میاں علیہ الرحمۃ'' نے اپنے ذاتی مصارف سے اشرفی پریس قائم کیا جس میں بعض نادر کتب طبع ہوئی ۱۹۲۳ء ۱۹۲۸ء اسی پریس سے مجلّہ اشرفی نکلتا رہا، (اسلامی کتب خانہ مطبوعہ ندوۃ المصنفین دلی)

آپ کی دوررس نگاہیں نئی نسل کو پیش آنے والی مشکلوں کو دیکھ رہی تھی کہ دینی علوم واحکام کو جاننے کے ساتھ ساتھ حالات پر گہری نظر رکھنا ضروری ہے۔ آپ چاہتے تھے کہ علماء ومشائخ اور مبلغین میں آفاقی نظر، بلند خیالی، دور بینی، اور مشکل وقت سے نبرد آزمائی کی صفتیں

پیدا ہوجائیں تا کہ وہ زمانے کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اپنا پیغام حق پہنچا سکیں۔ یہی وجہ تھی کہ آپ نے اپنی بصیرت اور تجربہ کاری سے یہ اعلان فرمادیا تھا کہ آنے والا دور قرطاس وقلم اور تحقیقات وٹکنالوجی کا دور ہوگا۔

ماہنامہ اشرفی کے لئے خود آپ کا دعائیہ بیان جنوری ۱۹۲۳ء کے شمارے میں شائع ہوا جس میں آپ نے صحافت کی اہمیت اور اس سے فائدہ اٹھانے کی تلقین فرمائی ہے۔

''میں اپنے رب تعالیٰ سے بصد عجز ونیاز دعا کرتا ہوں کہ جس طرح اپنے پیارے محبوب یزدانی حضور غوث العالم مخدوم سلطان سید اشرف جہانگیر سمنانی رضی اللہ عنہ کے نام نامی اسم گرامی کا عرب وعجم چہار دانگ عالم میں سکہ جمادیا اور ان کی بارگاہ عالم پناہ کو مرجع خلائق فرمادیا اور ان کے فیوض وبرکات سے لاکھوں تشنگان کو سیراب کردیا اور ان کی نظر کیمیا اثر سے محتاج کو صاحب ثروت بلکہ جوہری اور مفلس کو صاحب دولت بلکہ اشرفی بنادیا۔ اسی طرح اس نام پاک کی طرف شرف انتساب کو وہ کرامت عطافرمائے کہ رسالہ اشرفی کو پسندیدہ اہل ایمان فرما کر قلوب میں اس کا سکہ جمادے۔ اے میرے رب اس ناچیز فقیر کی اس دعاء کو شرف قبولیت عطا فرما جن لوگوں کو فقیر سے نسبت ارادت ہے ان کا فرض ہے کہ اس رسالہ کی خریداری ضرور کریں اور دوسروں کو ترغیب دیں یہ میرا تاکیدی حکم ہے''

فقیر ابواحمد محمد علی حسین اشرفی جیلانی سجادہ نشیں
آستانہ کچھوچھہ مقدسہ

جامعہ اشرفیہ:

اسلامِ ہند کے ہر دور میں خانوادۂ اشرفیہ کی دینی و علمی اور تبلیغی خدمات کو اس قدر سراہا گیا کہ اس کو فراموش نہیں کیا جاسکتا اگر سالکان طریقت ومعرفت کو تزکیہ وطہارت کی دولت ملی تو ان کے علماء ومشائخ وخلفاء نے ہر زمانے میں اسلامی علوم وفنون کا چراغ روشن کیا ہے، چنانچہ محدث اعظم ہند علیہ الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں کہ کچھوچھہ مقدسہ کی تعلیم کا حال آپ کیا جانیں، یہاں کے برکات وفیوض سے آپ کو کیا خبر؟ ہندوستان میں ابتدائے اسلام سے آج تک جو علماء کرام ہوئے ان سے اس آستانہ عالیہ کا حال پوچھو کہ کتنے کیا کچھ یہاں سے لے کر گئے، شیخ محقق دہلوی اور ملا بحر العلوم لکھنوی علیہ الرحمۃ والرضوان سے یہاں کے فیضان کو دریافت کرو، فرنگی محل لکھنؤ ہمیشہ کے لئے بارمنت ''خاندان اشرفی'' اپنے سر پر لئے ہوئے ہے، ملا نظام الدین سرتاج علماء فرنگی محل اس خاندان کے شاگرد رشید ہیں، ملا علی قلی اشرفی جیلانی ان کے استاد تھے اور فرنگی محل کی تعلیمی برکتوں سے انکار جہل ہے۔

اپنے اسلاف کی روایت کو زندہ رکھتے ہوئے حضور اعلیٰ حضرت اشرفی میاں علیہ الرحمۃ نے کچھوچھہ شریف میں جامعہ اشرفیہ کی بنیاد رکھی، اس میں اپنے وقت کے جید اساتذہ کا تقرر ہوا اور ہزاروں طلبہ نے دارالاقامہ میں رہ کر تعلیم حاصل کی چنانچہ حضور سرکار کلاں اسی مدرسے کے فارغ التحصیل ہیں خود ان کا بیان ہے۔

۱۳۴۰ھ میں میرے جد کریم اعلیٰ حضرت شیخ المشائخ مولانا سید علی حسین سجادہ نشیں کی سرپرستی اور والد محترم سید احمد اشرف کے اہتمام وانصرام میں جامعہ اشرفیہ کی بنیاد پڑی تھی۔ یہ جامعہ برسہابرس کتاب وسنت کی ترویج واشاعت کرتا رہا، اسی جامعہ کے شیخ الحدیث محدث اعظم ہند، مفتی احمد

یارخاں نعیمی، علامہ سید محی الدین اشرف رحمۃ اللہ علیہم اجمعین ودیگرا کابرین علماءمختلف عہد میں ہوتے رہے۔

کتب خانہ اشرفیہ:

طلبہ و مدرسین اور محققین کے تعلیمی ذوق کو پرواز دینے کے لئے حضور اشرفی میاں علیہ الرحمہ نے عظیم الشان لائبریری قائم کیا جو''کتب خانہ اشرفیہ'' کے نام سے موسوم تھا، اس سلسلے میں محمد زبیر صاحب نائب ناظم علی گڑھ مسلم یونیورسٹی لائبریری لکھتے ہیں، تیرہوی صدی ہجری کے ابتدائی سالوں میں حضرت مولانا سید علی حسین اشرفی میاں سجادہ نشیں نے ایک بار پھر خاندانی وقار کو بلند کیا اور حضرت مخدوم کی سنت عالیہ کو زندہ کرنے میں پوری تندہی کے ساتھ دلچسپی لی۔ انہوں نے کتب خانہ اشرفیہ قائم کر کے مختلف مقامات سے نوادرات منگوائے، انہوں نے عربی فارسی اردو کو بھی ترقی دی کتب خانہ میں مطبوعہ کتابوں کی مجموعی تعداد کم وبیش دس ہزار سے زیادہ ہے قلمی کتابوں کی تعداد ساڑھے سات ہزار کے لگ بھگ ہے جن میں اکثر نہایت نادر ہیں۔ عربی فارسی اور اردو تینوں زبانوں میں گراں قدر ذخیرہ موجود ہے (اسلامی کتب خانہ: ۳۰۶)

الحمد للہ آج کتب خانہ اشرفیہ دنیائے اسلام میں مختار اشرف لائبریری کے نام سے ہزاروں تشنگان علوم وفنون کے لئے منبع اکتساب بنا ہوا ہے جس میں مذہب وتصوف، فلسفہ وکلام، تاریخ وادب، تفسیر وحدیث، سیرت اور اسلامیات کا بہت بڑا ذخیرہ موجود ہے۔ اس عظیم لائبریری کو از سر نو جس انقلاب آفریں شخصیت نے قائم فرمایا وہ مخدوم العلماء شیخ اعظم علامہ سید اظہار اشرف اشرفی جیلانی علیہ الرحمہ کی ذات بابرکات ہے۔

الجامعة الاشرفیہ مبارکپور:

آپ مبارکپور اور اس کے گردونواح میں اصلاح وارشاد کے غرض سے تشریف لے جایا کرتے تھے جیسا کہ علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ آپ کے مساعی جلیلہ کا ذکر کرتے ہوئے رقم طراز ہیں۔

''عہد قدیم سے مبارک پور، جون پور، بلیا، اعظم گڑھ، سلطان پور اور آس پاس کے جو اضلاع ہیں وہاں کے مسلمانوں کا سب سے بڑا مرکز عقیدت کچھوچھہ شریف رہا ہے۔ عرس مبارک کے زمانے میں مبارک پور سے بھی بڑی تعداد میں مسلمان وہاں جاتے تھے اور سادات کچھوچھہ سے منسلک تھے۔ ان پر انہیں کا اثر تھا۔ حافظ ملت اور صدر الشریعہ جب وہاں تشریف لائے تبھی اہل مبارک پور بریلی اعلیٰ حضرت سے اچھی طرح واقف ہوئے۔ حضرت اشرفی میاں علیہ الرحمہ کو جو اللہ تعالیٰ نے ظاہری حسن وجمال اور جاہ وجلال عطا فرمایا تھا جس کی وجہ سے حضرت کو شبیہ غوث اعظم کہا جاتا تھا، ان کے چہرہ پرنور کی زیارت سے دل پر اتنا گہرا اثر پڑتا تھا کہ اندر سے ضمیر چیخ اٹھتا کہ یہ اللہ کا سچا ولی ہے۔'' (ارشد کی کہانی ارشد کی زبانی، ۳۰، ۳۱)

قصبہ مبارک پور میں ایک دینی درسگاہ کی ضرورت محسوس کرتے ہوئے آپ نے اہلیان قصبہ سے فرمایا دین کی ترویج واشاعت کے لئے ایک درسگاہ ضروری ہے۔ اس آواز پر لبیک کہتے ہوئے آپ کے مریدین نے ایک مدرسہ بنام اشرفیہ مصباح العلوم کی بنیاد آپ سے رکھوائی اور آپ نے مدرسے کی ترقی کے لئے دعاء کرتے ہوئے فرمایا مدرسہ بہت ترقی کرے گا۔

فتنہ بہت اٹھے گا مگر اللہ تعالیٰ محافظ ہے۔

ڈاکٹر شرر مصباحی اپنے مضمون اشرفی اشرفیہ اور اشرف العلماء میں ''الجامعۃ الاشرفیہ'' کی تقریب سنگ بنیاد کے سلسلے رقم طراز ہیں۔ ''مشرقی ہند کا عظیم الشان دینی ادارہ دارالعلوم اشرفیہ جواب جامعہ اشرفیہ کے نام سے جانا جاتا ہے اس کی نیو آپ (حضور اشرفی میاں کچھوچھوی) ہی کی رکھی ہوئی ہے اور آپ ہی سے منسوب ہوکر یہ ادارہ چہار دانگ عالم میں بلندیوں کی سطح مرتفع پر دیکھا جاتا ہے۔

ہمارے مبارک پور اور اطراف میں حضور اشرفی میاں علیہ الرحمہ کو ''میاں بابا'' کے نام سے جانا جاتا تھا جب میاں بابا پالکی پر سوار ہوکر قصبہ میں آتے تو آپ کی زیارت کے لئے ازدحام خلائق ہوجاتا تھا۔ میری بڑی بہن عابدہ بیگم اپنے بچپن کا قصہ سناتیں کہ جب میاں بابا مبارک پور آتے تو پورے قصبے میں عید کا سماں ہوجاتا تھا۔ یہ ان دنوں کی بات ہے جب مبارک پور میں دارالعلوم اشرفیہ کا قیام عمل میں نہیں آیا تھا۔ چنانچہ امین انصاری صاحب نے گولہ بازار میں اپنے گھرانے کی ایک اراضی کی نشاندہی کی۔ اس طرح شیخ صاحب کے گھرانے کی موقوفہ زمین پر دارالعلوم اشرفیہ مصباح العلوم کا قیام عمل میں آیا اور میاں بابا حضور اشرفی میاں علیہ الرحمہ نے چاندی کی کرنی سے اس کی نیو رکھی اور کہا کہ فقیر نے اپنی کرنی تو کرلی اب تم لوگ اپنی کرنی کرکے دکھاؤ پھر اہل قصبہ نے اپنے پیر طریقت کی کرنی کا لاج رکھتے ہوئے اشرفیہ کی تعمیر میں دامے درمے قدمے سخنے ایسا حصہ لیا جس کی نظیر نہیں ملتی۔'' (ماہ نور کا اشرف العلماء نمبر، ص: ۲۷۴)

دراصل اکابر خانوادۂ اشرفیہ کے دل میں اہل مبارک پور کی عقیدت مندی وایثار پسندی نے کچھ اس طرح مستحکم اور باوقار جگہ بنائی کہ آپ نے جامعہ اشرفیہ کچھوچھہ کا بدل دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور کو قرار دیا۔ اعلیٰ اشرفی میاں جیسی روحانی وعرفانی ذات نے دارالعلوم اشرفیہ کے لئے جھولی پھیلائی جب تک باحیات تھے سرپرستی فرماتے رہے۔ بعد وصال محدث اعظم ہند علیہ الرحمہ جیسی قد آور شخصیت کو دے کر گئے محدث اعظم ہند علیہ الرحمہ کے بعد حضور سرکار کلاں علیہ الرحمہ نے سرپرستی فرمائی (ماخوذ تعلیمی کنونشن ماہنامہ المیز ان ۱۲)

وصال:

یہ وہ چند اہم کارنامے تھے جن کا ذکر کیا گیا ورنہ آپ کی پوری زندگی دین وسنیت کی اور عقائد حقہ کی اشاعت میں گذری آپ نے جہاں قدم رکھا وہیں مدرسہ، مسجد یا کوئی دینی ادارہ قائم فرمادیا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ اپنی حیات ظاہری میں سیکڑوں تنظیموں کے سرپرست ومتولی اور صدر رہے۔

اسلام کا یہ عظیم مرد مجاہد، حضور مخدوم سمنانی علیہ الرحمۃ کی آفتاب ولایت کا پرتو آخر کار ۱۱ رجب المرجب ۱۳۵۵ھ مطابق ۲۷ ستمبر ۱۹۳۶ء رات ایک بج کر ۲۰ منٹ پر اپنے رفیق اعلیٰ سے جاملا آپ کا مزار آستانہ مخدوم اشرف کے جنوبی سمت نیر کے کنارے مرجع خلائق ہے۔

☆☆☆☆

موت تو اس لئے لگتی ہے بھلی مجھ کو بہت
بعد مرنے کے تو دیدار تمہارا ہوگا
(شیخ اعظم)

عالم ربانی سید احمد اشرف اشرفی جیلانی

مولانا تسنیم کوثر اشرفی جامعی، نائب ایڈیٹر قومی تنظیم پٹنہ

پیدائش و مکتب کشائی

حضرت مولانا سید شاہ احمد اشرف رحمۃ اللہ علیہ ۴ شوال المکرّم ۱۲۸۶ھ بروز جمعہ پیدا ہوئے۔ آپ کا تاریخی نام، مولانا ابوالمحمود احمد اشرف ہیں۔

مفتی محمود رفاقتی صاحب لکھتے ہیں:

حضور پرنور مخدوم الاولیاء محبوب ربانی نے فرمایا کہ آپ حضرت شاہ حمایت اشرف صاحب کے دولت خانہ کے بالا خانہ کے سائبان میں آرام فرماتے تھے۔ یہاں پر بزرگان خاندانی کے تبرکات رکھے ہوئے تھے، نصف شب کے بعد آپ نے خواب میں ملاحظہ فرمایا کہ ایک بزرگ اس مقدس مقام سے اتر کر آپ کے پلنگ کے پاس آئے، ان کی تشریف آوری سے آپ کو حجاب آیا ان بزرگ نے فرمایا میں تم کو خوشخبری سنانے آیا ہوں آج جمعہ کی شب ہے، تم اپنے گھر میں باوضو داخل ہوئے تھے آج تمہاری اہلیہ کو استقرار حمل ہوگیا، مبارک ہو، اللہ تعالیٰ تم کو اولاد صالح عطا فرمائے گا۔

مولانا طبیب الدین اشرفی لکھتے ہیں:

مولانا محمد ہاشم اشرفی ماچھی پوری نے بتایا کہ اعلیٰ حضرت اشرفی میاں رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مولانا احمد اشرف مادر زاد ولی ہیں جن کمالات سے یہ متصف ہیں سب وہبی ہیں، جس رات آپ شکم مادر میں آئے اسی شب اعلیٰ حضرت اشرفی میاں رحمۃ اللہ علیہ کو سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کی جانب سے صاحب کمال فرزند کی ولادت کی بشارت ملی۔

رسم بسم اللہ خوانی

مولانا طبیب الدین اشرفی لکھتے ہیں:

مولانا علیہ الرحمہ جب چار ماہ چار دن کے ہوئے تو بزرگوں کے طریقے کے مطابق آپ کی رسم بسم اللہ خوانی ہوئی۔ اس وقت کچھوچھہ مقدسہ میں اعلیٰ حضرت اشرفی میاں رحمۃ اللہ علیہ کے معزز مہمان اس وقت کے عظیم محدث غوث زماں مولانا آل احمد محدث پھلواری بہاری رحمۃ اللہ علیہ قیام پذیر تھے۔ آپ حضرت نعمت پھلواری رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد سے تھے جن کا سلسلہ نسب خاندان جعفری الزینبی سے تھا۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، مولانا آل احمد نے ایک اربعین فقیر کے حجرہ میں قیام فرمایا۔ اسی مدت میں آپ غوثیت کے مرتبہ پر فائز ہوکر رخصت ہوگئے۔ سات برس تک آپ اس مرتبۂ غوثیت پر رہے اور زمانۂ انتقال کے قریب مدینہ منورہ پہونچ کر جنۃ البقیع میں دفن ہوگئے۔ فقیر کو دعائے الف کی اجازت قرأت عطا فرمائی اور میرے فرزند دُرِّ نجف حاجی سید ابوالمحمود احمد اشرف کو بتقریب مکتب کشائی چار سال چار ماہ چار دن میں بسم اللہ پڑھائی۔

تکمیل تعلیم

مولانا طبیب الدین اشرفی لکھتے ہیں:

ابتدائی تعلیم کے مراحل گھر پر ہی بزرگوں کے زیر سایہ طے فرمالیا پھر درس نظامیہ کی تکمیل کے لئے حضرت

مولانا شاہ لطف اللہ علی گڑھی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پہونچے اور درسیات کی تکمیل کی، آپ نے کسی مدرسہ یا کسی خاص عالم سے دستار نہیں لی آپ کی دستار بندی سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں فرمائی۔

رسالہ استمداد صفحہ ۹۲ حاشیہ پر مفتی اعظم مولانا مصطفیٰ رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں ''ابوالمحمود احمد اشرف اشرفی جیلانی زیب سجادہ کچھوچھہ حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کی اولاد سے تھے۔ آپ عارف باللہ سید علی حسین اشرفی جیلانی کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ کے نامور فرزند تھے۔ تاریخی نام مولانا ابوالمحمود احمد اشرف تھا۔ ۴ شوال المکرّم ۱۲۸۶ھ میں بروز جمعہ پیدا ہوئے ابتدائی کتابیں کچھوچھہ شریف میں پڑھیں اور مفتی لطف اللہ علی گڑھی سے درسیات کی تکمیل کی۔ خواب میں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دستار بندی فرمائی۔ چنانچہ اس خواب کے بعد آپ نے کسی مدرسہ سے دستار فضیلت حاصل کرنے سے انکار کر دیا۔

بیعت وسلوک:

علوم ظاہری کی تکمیل کے بعد آپ نے علوم باطنی وتکمیل سلوک کے لئے اپنے والد بزرگوار قطب الارشاد محبوب ربانی شیخ المشائخ سید شاہ ابواحمد علی حسین اشرفی جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے دست حق پرست پر بیعت کی اگرچہ آپ پیدائشی وہبی کمالات سے متصف تھے اس کے باوجود خاندان اشرفیہ کے بزرگوں کے دستور کے مطابق اپنے پیرومرشد رحمۃ اللہ علیہ کے زیر سایہ اربعین پورا فرمایا اور سلوک طے کیا اور جملہ سلاسل جو اعلیٰ حضرت اشرفی میاں رحمۃ اللہ علیہ نے خاص فرمایا تھا اور خاندان میں جو سلسلے آرہے تھے ان تمام سلاسل میں اجازت وخلافت اپنے والد بزرگوار سے حاصل فرمایا۔ بہت کم مدت میں کمالات روحانی سے متصف ہوئے ''ذلك فضل الله يوتيه من يشاء وهو ذو الفضل العظيم''

شان استغناء:

مولانا طبیب الدین اشرفی لکھتے ہیں:

حضرت پیرومرشد مولانا مفتی سید شاہ مختار اشرف اشرفی جیلانی زیب سجادہ آستانہ عالیہ اشرفیہ کچھوچھہ شریف نے فرمایا کہ والد بزرگوار حضرت مولانا سید شاہ احمد اشرف رحمۃ اللہ علیہ کی طبیعت میں کمال استغناء پایا جاتا تھا، دنیا اور طلب دنیا سے ہمیشہ دور رہے کبھی خیال تک آپ نے نہیں فرمایا اسی تعلق سے حضرت نے حضرت مولانا علیہ الرحمہ کا ایک واقعہ بیان فرمایا کہ

اعلیٰ حضرت اشرفی میاں رحمۃ اللہ علیہ بیرون ہند سفر میں تھے اور حضرت مولانا سید احمد اشرف گھر پر قیام فرما تھے بمبئی کے مریدین ومعتقدین نے آپ کو محرم الحرام کے پروگرام پر مدعو کیا۔ آپ لوگوں کی دعوت پر ممبئی تشریف لائے اور محمد وپٹیل کے ہوٹل میں آپ نے قیام فرمایا، پروگرام کمیٹی کے صدر محمد حسین سیٹھ جو اس پروگرام کے روح رواں تھے ممبئی کے دستور کے مطابق مولانا علیہ الرحمہ کی خدمت میں پہونچے اور اسی انداز میں گفتگو کرتے ہوئے درمیان میں پوچھ لیا کہ حضرت آپ تقریر کا کتنا پیسہ لیں گے۔ اتنا سننا تھا کہ جلال آگیا اور محمد حسین سیٹھ کو سختی سے ڈانٹ کر بھگا دیا اور فرمایا تقریر نہیں ہوگی۔ اب سارے لوگ پریشان ہوگئے۔ دوسری طرف محمد حسین سیٹھ کے وقار کا معاملہ تھا بالآخر کچھ مدبر لوگ درمیان میں پڑے اور کسی طرح حضرت مولانا علیہ الرحمہ کو راضی کرنے میں کامیاب ہوگئے اور محمد حسین سیٹھ کو معافی دلوائی۔ اس نے حضرت سے معافی مانگی اور حضرت نے معاف کر دیا۔ پھر تقریر ہوئی۔ روانگی کے

وقت لوگوں نے اسٹیشن پر ہار پھول اور لفافے پیش کئے، حضرت نے لفافہ لینے کے بجائے اپنے خادم جمن کو لفافہ لینے کا اشارہ فرمایا وہ سب لفافہ جمع کرتا رہا، جب سب لوگوں نے دے دیا تو جمن نے لفافوں کی گٹھری باندھ کر بینچ کے نیچے ڈال دیا اب ٹرین چل پڑی، راستے میں جمن نے حضرت کا پاؤں دباتے ہوئے دبی زبان میں کہا میاں آپ نے سب کو ڈانٹ کر بھگا دیا معاملہ سب بگڑ گیا۔ اب عرس کا انتظام کیسے ہوگا۔ آپ نے اسے بھی ڈانٹ دیا اور فرمایا چپ رہو اللہ مسبب الاسباب ہے۔

تھوڑی دیر بعد اس نے کہا حضور وہ سب خطوط پڑے ہیں اسے کب پڑھیں گے حضرت نے فرمایا کہاں ہیں اس نے بینچ کے نیچے سے گٹھری نکالی اور اسے کھولا آپ نے فرمایا لفافہ کھول کر دیکھو، اب جو اس نے لفافہ کھولا تو نوٹوں سے بھرا ہوا سب لفافہ ملا اس نے فوراً سارے لفافے سمیٹ کر رکھا اور گھر آکر مخدومی علیہا الرحمہ کے حوالے کر دیا۔ حضرت نے اسے ہاتھ بھی نہیں لگایا اور حضرت مخدومہ نے بھی اسے اسی طرح رکھا دیا عرس مخدومی علیہ الرحمہ کے موقع پر پیسہ نکلتا رہا اور عرس کے کام میں خرچ ہوتا رہا اسی طرح عرس کے تمام پروگرام بحسن وخوبی انجام پائے۔

آپ کی صحبت مبارکہ سے مستفیض ہونے والوں نے بیان کیا ہے کہ تا زندگی آپ کی شان بے نیازی کا یہی عالم رہا۔ آپ دنیا داری سے بہت دور رہے کبھی آپ نے اسباب دنیا میں دلچسپی نہیں لی۔

والدین کی فرماں برداری

مولانا طبیب الدین اشرفی لکھتے ہیں:

مولانا آل حسن سنبھلی نے مجھ سے بیان فرمایا کہ مولانا علیہ الرحمہ اپنے والد بزرگوار اعلیٰ حضرت اشرفی میاں رحمۃ اللہ علیہ کے غایت درجہ فرماں بردار رہے۔ حضرت اشرفی میاں رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مولانا سید احمد اشرف نے بچپن سے آج تک فقیر سے کوئی چیز طلب نہیں کی اور فقیر کے ہمیشہ فرماں بردار رہے۔ فقیر نے دوسری شادی کی اس کے باوجود مولانا مطیع وفرماں بردار رہے اور کبھی اپنے رویے سے فقیر کو رنج وتکلیف نہیں دی۔ اعلیٰ حضرت اشرفی میاں رحمۃ اللہ علیہ حضرت مولانا علیہ الرحمہ سے بے حد خوش تھے اور بے پناہ چاہتے تھے۔

اشاعت دین حق

اشاعت دین حق کے لئے آپ کے والد بزرگوار اعلیٰ حضرت سید ابواحمد علی حسین اشرفی جیلانی رحمۃ اللہ علیہ حضرت نے حضرت غوث العالم مخدوم سلطان سید اشرف جہانگیر سمنانی رحمۃ اللہ علیہ کے آستانے سے قریب مدرسہ اشرفیہ قائم کیا اور قابل اساتذہ روزگار کی خدمت حاصل کی گئیں اور مدرسہ کا پورا نظام آپ کے حوالے کر دیا گیا تاکہ مدرسہ آپ کے زیر سایہ صحیح نظم وضبط کے ساتھ ترقی کرتا رہے اور آپ پوری توجہ اورانہماک کے ساتھ مدرسہ چلاتے رہے اور زیادہ سے زیادہ وقت مدرسہ ہی کو دیتے بایں سبب کچھوچھہ مقدسہ سے باہر کم جانا ہوتا تھا اس کے باوجود تقریری پروگرام کے ذریعہ بھی تبلیغ دین کا فرائض انجام دیتے رہے۔

آپ کا اثر انگیز خطاب

مولانا طبیب الدین اشرفی لکھتے ہیں:

حضرت مفتی اعظم ہند نے فرمایا کہ آپ کی تقریر دلعزیز ہوتی اور وعظ میں تاثیر ہوتی۔ آپ کی خطابت کے سلسلے میں حضرت پیر ومرشد شیخ المشائخ مولانا سید محمد مختار اشرف اشرفی جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ایک مرتبہ میں نے صدر الافاضل حضرت مولانا سید شاہ نعیم الدین مرادآبادی رحمۃ اللہ

علیہ سے سوال کیا کہ حضرت والد بزرگوار کی خطابت کیسی ہوتی تھی صدر الافاضل علیہ الرحمہ نے مجھ سے فرمایا کہ حضرت کی خطابت بس یوں سمجھئے کہ حضرت محدث اعظم ہند علیہ الرحمہ کی خطابت ان کے مقابلے میں ایک بال کے برابر ہے۔

ڈاکٹر عظیم الدین فاروقی نندورہ گوپال گنج ضلع پرتاپ گڑھ جو حضرت مولانا علیہ الرحمہ کے معتقدین میں سے تھے موصوف کی عمر تقریباً سو سال رہی ہوگی انہوں نے فرمایا کہ حضرت مولانا احمد اشرف علیہ الرحمہ کی تقریر جب ہوتی تو سامعین اپنا ہوش وحواس گنوا بیٹھتے تھے، بالخصوص معراج رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر تقریر ہوتی تو لوگ آپ کی جانب دیکھنے کے بجائے آسمان کی جانب دیکھا کرتے تھے کہ کہاں سواریِ رسول جارہی ہے اور بارہا ایسا ہوا کہ لوگ چیخ مار کر بیہوش ہوجاتے کتنے ایسے لوگ ہوتے جو بے خودی میں گریبان پھاڑ ڈالتے تھے۔ اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ جشن عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ کو بریلی شریف مدعو کرتے اور آپ کی تقریر سنا کرتے تھے۔

مفتی محمود رفاقتی صاحب لکھتے ہیں:

حضرت امام اہل سنت مجدد دین وملت فاضل بریلوی کے مدرسہ اہل سنت کے سالانہ جلسہ میں حضرت عالم ربانی محبوب حقانی خاص دعوت دے کر بلائے جاتے،، فاضل بریلوی بھی شریک محفل ہوتے ،ایک بار ایسا ہوا کہ یک بیک کھڑے ہوگئے اور پورا بیان کھڑے ہوکر سماعت فرمایا، حضرت مولانا حسنین رضا خاں علیہ الرحمہ جو خود بھی ناقد بصیر تھے ۔اپنی کتاب سیرت اعلیٰ حضرت میں رقم طراز ہوئے کہ اعلیٰ حضرت بریلوی کے حاشیہ کے علماء اور ان کے تلامذہ کا کہیں کہیں نام آگیا ہے، ان کی تفصیل کے لیے یہ کتاب ناکافی ہے مگر میں حضرت مولانا سید احمد اشرف صاحب کچھوچھوی علیہ الرحمہ کے متعلق اتنا ضرور عرض کروں گا۔ کہ ان جیسا شیریں زباں واعظ پھر نہ دیکھا، انہوں نے تھوڑی سی عمر میں دین کی بڑی بڑی خدمتیں انجام دیں اعلیٰ حضرت بریلوی انہیں اکثر یاد فرماتے تھے۔

مفتی محمود رفاقتی صاحب لکھتے ہیں مولانا عمر اشرفی نعیمی کے حوالے سے نقل کرتے ہیں:

''حضرت سراپا برکت جامع الطریقین ،مجمع البحرین حضرت مولانا سید شاہ احمد اشرف صاحب مدظلہ العالی کچھوچھوی کے بیان فیض نے جلسہ پر جو رنگ جمایا بیان سے باہر ہے۔ایک کلمہ جو حضرت ممدوح کی زبان مبارک سے ادا ہوتا تھا دل میں اثر کرتا تھا مجمع محو ہو رہا تھا ایک عجیب عالم تھا''

محدث اعظم ہند آپ کی شانِ خطابت میں نغمہ سرائی

محویت چھا گئی جب حسن بیان یاد آیا
دل تڑپ اٹھا، وہ انداز بیان یاد آیا
جھومتی پھرتی ہے، وہ دنیائے تصور سید
جب کبھی موعظۂ پیر مغاں یاد آیا

اہل علم وفضل کی نظر میں
والد و شیخ کی نظر میں

آپ کے والد بزرگوار قطب ربانی حضرت سید شاہ ابو احمد محمد علی حسین اشرفی جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے مرادآباد کانفرنس میں خطبۂ صدارت فرمایا تھا۔

''مجھے جو غم کھائے جاتا ہے وہ یہ ہے کہ اس مبارک بنیاد کے وقت میری عمر کا بڑا حصہ گذر چکا ہے اور ضعیفی وناتوانی اس طرح مجھے گھیر لیا ہے کہ میں آپ کا عضو معطل ہوکر رہ گیا ہوں اور سخت شرمندہ ہوکہ اس مقدس تحریک کی کوئی نذر پیش کرکے میں حق سے سبک

دوش نہیں ہوسکتا ہاں میری اسی برس کی کمائی میں صرف دو چیزیں ہیں جن کی قیمت کا اندازہ اگر آپ میری نگاہ سے کریں گے تو ہفت اقلیم کی تاجداری ہیچ نظر آئے گی یہ میری بڑی قیمتی کمائی ہے جس پر مجھ کو دنیا میں ناز ہے اور آخرت میں فخر ہوگا جس کو میں اپنے سے جدا نہیں کر سکتا تھا لیکن آج اہل حق کے لئے میں اپنی ساری کمائی نذر کر رہا ہوں میرا اشارہ پہلے اپنے لخت جگر نور العین مولانا الحاج ابو المحمود سید احمد اشرف اشرفی جیلانی کی طرف ہے پھر اپنے نواسے اور جگر پارے مولانا الحاج ابو المحامد سید محمد اشرف محدث اشرفی جیلانی کی طرف ہے۔ ان دونوں کی ذات میری ضعیفی کا سرمایہ ہے، میں آج ان جگر کے ٹکڑوں کو نذر میں پیش کرتا ہوں کہ اعلان حق میں آخری ساعت تک سنت واہل سنت کی جو خدمات سپرد کی جائے اس میں میری تربیت وحقوق کا حق ادا کریں''

آپ نے تازیست اپنے والد بزرگوار کے اس ارشاد میں ذرا بھی سر موفرق نہ ہونے دیا افسوس کہ آپ کی زندگی نے ساتھ نہ دیا اور والد بزرگوار کی حیات طیبہ میں ہی اپنے رب سے جا ملے۔

فاضل بریلوی کی نظر میں

احمد اشرف حمدو شرف لے اس
سے ذلت پاتے ہیں یہ

سید شاہ فاخر الہٰ آبادی کی نظر میں

''مولانا کی ذات سے اسلام کو بڑی ترقی تھی، ہزاروں کو ہدایت پہونچی درحقیقت آپ اسلام کے رکن رکین تھے''

تبحر علمی

مولانا طبیب الدین اشرفی لکھتے ہیں:

مولانا اکمل حسین اشرفی مرحوم نے فرمایا جناب مولانا شاہ معین الدین فریدی آروی علیہ الرحمہ کی دستار بندی کے موقع پر عالم ربانی حضرت مولانا سید شاہ احمد اشرف اشرفی جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کو جلسہ میں خطاب کرنے کی دعوت دی گئی اور آپ آرہ تشریف لائے یہ سہ روزہ پروگرام تھا آپ نے پہلے دن "انا اعطینك الكوثر" پر تقریر فرمائی دوسرے اور تیسرے دن بھی یہی عنوان رہا، لیکن ہر دن مضمون نیا، نکات علمیہ سے بھر پور مجمع سن کر حیران و دم بخود تھا۔ جناب حکیم ریاست حسین فریدی اور مولانا محمد رافق فریدی نے عرض کیا حضور اس عنوان پر کب تک بیان جاری رہے گا، فرمایا بھیا اگر ایک ماہ یہاں پروگرام چلتا رہے گا اسی عنوان پر فقیر کا بیان ہوتا رہے گا۔

مولانا اکمل حسین اشرفی نے یہ بھی بتایا کہ حضرت مولانا احمد اشرف رحمۃ اللہ علیہ کے تبحر علمی کے بارے میں ایک مرتبہ حضرت محدث اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ واللہ میں حضور پیر و مرشد رحمۃ اللہ علیہ کی نقل کرتا ہوں اس پر دنیا مجھے محدث اعظم ہند کہتی ہے اگر حضور مولانا علیہ الرحمہ کے علوم ظاہری و باطنی سے ایک آنہ بھی پایا جاتا تو نہ معلوم دنیا والے مجھے کیا کہتے۔

کشف و کرامات

مولانا طبیب الدین اشرفی لکھتے ہیں:

آپ صاحب کشف وکرامات بزرگ گزرے ہیں اگرچہ آپ نے عمر کم ہی پائی اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے آپ کو بہت سارے کمالات سے نوازا آپ سے بہت سی کرامتیں بھی ظاہر ہوئیں۔ افسوس یہ ہے کہ آپ کے تعلق سے ہمیں بہت کم حالات معلوم ہوسکے کوشش بہت کی لیکن خاطر خواہ کامیابی نہیں مل سکی۔ آپ کی کرامت کے تعلق سے بعض واقعات ملے جو درج ذیل ہیں۔

مولانا آل حسن بیان کرتے ہیں کہ میں کالج میں پڑھتا تھا انٹرمیڈیٹ کر چکا تھا میری عمر سولہ یا سترہ سال

رہی ہوگی۔ ایک بار مفتی محمد اجمل صاحب اجملی نے فرمایا کہ آل حسن مرادآباد جامعہ نعیمیہ میں دستار بندی کا جلسہ ہے اور حضرت صدرالافاضل کی دعوت پر مولانا احمد اشرف آرہے ہیں تم بھی جلسہ میں شرکت کے لئے چلو، میں ان کے کہنے پر ان کے ساتھ ہوگیا۔ مرادآباد آیا جلسہ میں شرکت کی، پروگرام ہوگیا۔ میں مولانا احمد اشرف کی خدمت میں بیٹھا تھا۔ حضرت مولانا علیہ الرحمہ نے مجھے علم دین حاصل کرنے کی ترغیب دی میں نے عرض کیا حضور طبیعت ہچکچا رہی ہے کہ شروع کروں اور کہیں درمیان سے تحصیل علم کا سلسلہ منقطع نہ ہوجائے اور میں ناقص و نامکمل رہ جاؤں تو پھر کہیں کا نہ رہوں گا۔ حضرت مولانا علیہ الرحمہ نے فرمایا تم شروع کروان شاءاللہ تم مکمل عالم ہوجاؤ گے الحمد اللہ میں نے تحصیل علم دین شروع کی اور بڑی کامیابی کے ساتھ درجۂ تکمیل کو پہنچ گیا۔ بحیثیت عالم حضرت مولانا نے مجھے خلافت سے نوازا۔

ٹانڈا کے راجہ کا ایک ہاتھی تھا جو راجہ کا بہت ہی پسندیدہ تھا راجہ اسے محبوب رکھتا، وہ ہاتھی رہ رہ کر پاگل ہوجاتا تھا۔ اس کا کیا سبب تھا اللہ بہتر جانے۔ اس نے کئی خون کرڈالا۔ ایک مرتبہ راجہ اپنا خاص آدمی حضرت مولانا علیہ الرحمہ کی خدمت میں بھیجا کہ حضور دعا فرمادیں کہ میرا ہاتھی اچھا ہوجائے۔ حضرت مولانا بذات خود ٹانڈا تشریف لے گئے، ہاتھی اس وقت بانس کے جھاڑ کو اکھاڑ توڑ کر پھینک رہا تھا۔ راجہ بندوق لے کر حضرت مولانا کے ہمراہ تھا حضرت نے ہاتھی کو دیکھا اور اسے آواز دی آپ کی آواز سن کر وہ حضرت کی جانب چلا۔ راجہ نے خوف سے بندوق اٹھالیا کہ اگر اس نے شرارت کی تو فوراً ختم کردیا جائے گا۔ حضرت مولانا علیہ الرحمہ نے منع فرمایا ہاتھی آپ کے سامنے آکھڑا ہوگیا۔ آپ نے اسے بیٹھ جانے کا اشارہ فرمایا وہ بیٹھ گیا اور حضرت مولانا علیہ الرحمہ اس کے سر پر دست شفقت پھیرتے رہے اور فرمایا کہ آج کے بعد سے بدمعاشی و شرارت نہ کرنا کسی کو تکلیف نہ دینا۔ اس کے بعد آپ وہاں سے واپس آگئے۔ ہاتھی جب تک زندہ رہا کبھی پاگل نہیں ہوا اور کسی کو اس نے ایذا نہیں پہونچایا۔

حضرت مولانا مجیب اللہ صاحب شہبازی بھاگلپوری سے روایت ہے کہ نعمت نامی ایک شخص نے جو حضرت مولانا سید شاہ احمد اشرف علیہ الرحمہ کا مرید تھا اپنا واقعہ خود بیان کیا۔ مولانا مجیب اللہ صاحب نے فرمایا کہ نعمت نے بتایا کہ حضرت مولانا سید احمد ااشرف اشرفی جیلانی رحمۃ اللہ علیہ ابوالحسن ماچھی پور کے یہاں تشریف لائے اور وہیں قیام پذیر تھے اور ابوالحسن کے دروازے پر ملنے والوں کا اژدہام ہوگیا۔ جوآتا حضرت سے بیعت ہوکر واپس ہوجاتا۔ تمام لوگوں کے ساتھ میں بھی بیعت ہوگیا۔ مجھے تاڑی پینے کی عادت تھی حضرت نے بیعت کے وقت تاڑی سے توبہ کرایا تو میں نے عرض کیا کہ تاڑی کی اجازت دی جائے اس لئے کہ میں اسے چھوڑنے پر قادر نہیں ہوں معذور ہوں آپ نے فرمایا اچھا میرے سامنے نہ پینا، میں خوش ہوگیا، لیکن ہوا یہ کہ میں جب بھی تاڑی پینے کے ارادے سے ہاتھ میں گلاس لیتا حضرت مولانا علیہ الرحمہ کی نورانی شکل سامنے نظر آنے لگتی ایک اسی حالت میں آپ نے فرمایا کہ باز نہ آؤ گے۔ اس جملہ کا اثر مجھ پر اتنا گہرا ہوا کہ میرے دل سے تاڑی کا خیال ایسا محو ہوا کہ پھر تا زندگی میں نے اسے منہ نہیں لگایا اور نہ مجھے اس کا احساس وخیال ہوا۔

نکاح واولاد

آپ کا نکاح آپ کے بڑے والد حضرت شیخ

المشائخ اشرف حسین رحمۃ اللہ علیہ کی صاحبزادی سے ہوا۔ ان سے تین صاحبزادیاں اور ایک صاحبزادہ حضرت شیخ المشائخ حضرت مولانا سید شاہ محمد مختار اشرف اشرفی جیلانی رحمۃ اللہ علیہ سجادہ نشین آستانہ عالیہ اشرفیہ کچھوچھہ مقدسہ ہوئے۔ ایک صاحبزادی، مولانا سید شاہ محی الدین اشرف عرف اچھے میاں رحمۃ اللہ علیہ سے منسوب ہوئیں جو آپ کے بھتیجے بھی ہوتے ہیں۔ دوسری صاحبزادی حضرت مولانا سید ابوالمحامد سید محمد اشرف محدث اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ سے منسوب ہوئیں جو آپ کے بھانجے بھی ہیں۔ تیسری صاحبزادی حضرت سید شاہ طفیل اشرف اشرفی جیلانی سے منسوب ہوئیں۔

خلفاء ومریدین

آپ کے مریدین کی تعداد تو نہیں بتا سکتے کہ کتنے تھے اسی سے اندازہ لگایے کہ جہاں بھی آپ خطاب کے لیے تشریف لے جاتے آپ کی تقریر سے لوگ اتنے متأثر ہوتے کہ بعد تقریر جماعت در جماعت لوگ آپ کے دست حق پرست پر تائب ہو جاتے۔ مولانا محمد ہاشم اشرفی نے بیان کیا کہ حضرت مولانا علیہ الرحمہ حج کو تشریف لے گئے تھے تو کثیر تعداد میں اہل عرب نے آپ کے دست حق پرست پر بیعت کی تھی اسی طرح ایک مرتبہ میمن سنگھ تشریف لے گئے تو تقریباً تیس ہزار لوگوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی۔

اس طرح خلفاء کے سلسلے میں بھی نہیں بتایا جا سکتا کہ کتنے ہیں جتنے ہیں میرے علم میں وہ درج ذیل ہیں۔

(۱) آپ کے برادر خرد سید شاہ مصطفیٰ اشرف اشرفی جیلانی کچھوچھہ سریف۔

(۲) آپ کے بھانجے حضرت مولانا سید ابوالمحامد محمد اشرف محدث اعظم ہند کچھوچھہ مقدسہ۔

(۳) آپ کے بھتیجے حضرت مولانا سید شاہ محی الدین اشرف اشرفی جیلانی عرف اچھے میاں رحمۃ اللہ علیہ جن کی آخری زندگی جذب میں گزری مزار آپ کا مرزاپور میں مرجع خلائق ہے۔

(۴) حضرت مولانا حکیم سید شاہ حامد اشرف اشرفی جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اشرف چک، سہرسہ، بہار۔

وفات

آپ نے ۱۴ ربیع الثانی ۱۳۴۳ھ میں طاعون کی مرض میں شہادت پائی'' انا للہ وانا الیہ راجعون''

مزار پاک

آپ کا نیر شریف کے جنوبی کنارے حضرت مولانا سید مولانا شاہ محمد اشرف حسین اشرفی جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اور اعلیٰ حضرت اشرفی میاں رحمۃ اللہ علیہ کے درمیان واقع ہے۔

آپ کی وفات پر صدر الافاضل علیہ الرحمہ کا اظہار غم

''آج اسلامی ہند کا چپہ چپہ اندوہ والم کا طوفان بلاخیز سمندر بنا ہوا ہے، جس میں رنج والم کا تلاطم صبر وقرار کی کشتی کو کھینے نہیں دیتا، دنیائے اسلام گرداب غم میں غوطے کھا رہی ہے اور ہر دن اس غم میں رنجیدہ ہے''

حضرت قدوۃ الاسلام، شوکت دین، سلاسلۂ خاندان نبوت، نقاوۂ دودمانِ غوثیت، عالم عدیم العدیم، خطیب فقید المثیل، جامع کمالات صوری ومعنوی، مجمع بحرین، ظاہرہ وباطنی، پیشوائے ملت، ہادی امت، حامی دین، ناصر شرع متین، حضرت سراپا برکت مولانا الحاج المولوی شاہ احمد اشرف صاحب کچھوچھوی قدس سرہ العزیز نے ۱۹ روز کی علالت کے بعد ۱۴ ربیع الآخر ۱۳۴۷ھ کو بعد مغرب اس دار فانی سے رحلت فرمائی انا للہ وانا الیہ راجعون! ☆☆☆☆☆

''سرکار کلاں'' ارباب نظر میں

مولانا جابر احمد اشرفی، استاذ جامع اشرف، درگاہ کچھوچھہ شریف

خانوادۂ اشرفیہ سرزمین ہند میں نظام خانقاہی کا مروج، اصحاب صفہ کی امانتوں کا امین، رشد و ہدایت کا سر چشمہ، دعوت و تبلیغ کا روشن منارہ، اخلاص وللّٰہیت، تزکیۂ نفس کا گہوارہ، عشق مصطفیٰ کا علم بردار، سواد اعظم کے مشن کا نقیب، قوم ملت کا غمگسار، دردمندوں کا درماں آفاقی نقطۂ نظر کا حامل، فکر و تدبر، شعور و آگاہی کو جلا بخشنے والا، شریعت و طریقت پر عمل پیرا، کشف و کرامت کی دولت سے مالا مال، مظہر کمالات مصطفوی و مرتضوی علم و ہنر، تقویٰ طہارت میں منفرد خاندان ہے۔

اس خانوادہ میں ہر دور میں ایسی نابغہ روزگار ہستیاں، عبقری شخصیات جنم لیتی رہی ہیں جنکے مبارک وجود سے رشد و ہدایت کے چشمے ابلتے رہے ان کا ورود مسعود جس خطۂ ارض میں ہوگیا، وہ جس سرزمیں پر قدم رنجا ہوگئے وہاں عشق مصطفیٰ کی ایسی قندیلیں روشن ہوگئیں جو ہزار آندھیوں میں نہ بجھیں نہ جھلملائیں ان کی نورانی روشنی سے بھٹکے ہوئے لوگوں کو حق و باطل کی شناخت ہوئی اور گمراہی کے دلدل سے نکل کر راہ راست پر کشاں کشاں چلے آئے اور لذت عشق و عرفاں سے آشنا ہوگئے۔

ماضی قریب میں اس خانوادے میں اوصاف حمیدہ سے مزین نورانی چہرہ والی ایک عظیم ہستی بزم گیتی پر اپنی تمام تر جلوہ سامانیوں کے ساتھ رونق افروز ہوئی۔ ان کا ہر قدم سنت نبوی کے سانچے میں ڈھلا ہوا، ان کی ہر ادا سے پیغام مصطفیٰ ہویدا، ان کی گفتار سے کتنے گم گشتگان راہ کا دل نور ہدایت سے معمور ہوگیا، ان کا دل تجلیات الٰہی کی جلوہ گاہ تھا، ان کے رخ زیبا پر رحمت حق تعالیٰ برستی ہوئی معلوم ہوتی جو دیکھتا اس کے دل کی دنیا بدل جاتی، اس کے گلستان حیات کی ہر کلی مہک اٹھتی، اس کا دل لذت عشق سے آشنا ہو جاتا اور وہ بادۂ توحید کا متوالا بن جاتا۔ وہ لاجواب ہستی بقیۃ السلف حجۃ الخلف عارف باللہ آیۃ من آیات اللہ پروردۂ چہار محبوباں غوث زماں مخدوم المشائخ سید شاہ محمد مختار اشرف اشرفی جیلانی سجادہ نشین آستانۂ عالیہ اشرفیہ حسنیہ سرکار کلاں رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات گرامی ہے جو اپنوں کی نظر میں ارفع و اعلیٰ تھی اور غیروں نے بھی ان کے فضائل و مناقب کے آگے اپنی جبین عقیدت خم کی۔

آپ کے جد امجد شیخ المشائخ ہم شبیہ غوث اعظم اعلیٰ حضرت سید شاہ علی حسین اشرفی علیہ الرحمہ نے آپ کی پیدائش مبارک کے چھٹے دن ہی آپ کے سر پر اشرفی تاج رکھ کر اپنے جانشین و سجادہ نشین کا اشارہ کردیا۔ چنانچہ آپ کی چھٹی شریف کے دن خاندانی مراسم کے تحت آپ کے ہاتھ میں قلم و عصا دیا اور سر پر تاج اشرفی اور کلاہ اقدس رکھی۔ جب کہ آپ کے والد محترم عالم ربانی واعظ لاثانی حضرت علامہ و مولانا سید شاہ احمد اشرف علیہ الرحمہ موجود تھے، اس واقعہ کے بعد آپ ملول خاطر اور بجھے بجھے سے رہنے لگے آپ کی یہ ناگفتہ بہ حالت دیکھ کر قریب بلایا کلمات دل بستگی

ارشاد فرمائے اور فرمایا کہ اے نور نظر عصائے پیرم میں نے یہ اپنی مرضی سے نہیں کیا ہے یہ سب اشارۂ غیبی سے کیا گیا ہے تم خاطر جمع رکھو۔ چنانچہ آپ کے والد بزرگوار عالم ربانی کا جلد ہی انتقال ہو گیا'' انا للہ وانا الیہ راجعون'' آپ کی پرورش و پرداخت آپ کے جد امجد علیہ الرحمہ نے کی۔ علوم ظاہری و باطنی سے آراستہ فرما کر اپنا ولی عہد و جانشین بنایا۔ آپ اپنے اس فرزند کے مشاغل و مناقب سے خوب آگاہ تھے جب آپ سفر حج کے لئے جا رہے تھے ممبئی کی بندرگاہ پر آپ کو رخصت کرنے کے لئے مریدین و متوسلین کی بھاری بھیڑ موجود تھی حضرت مخدوم المشائخ بھی موجود تھے آپ نے اپنے مرید حافظ صدیق اشرفی شہزاد پوری (والد گرامی جناب حاجی عبد الطیف صاحب) کو خط لکھا۔ آپ نے تحریر فرمایا کہ فقیر جہاز کے عرشہ سے جدھر بھی مجمع پر نظر ڈالتا ہے تو فقیر کو اپنا پوتا سب میں نمایاں نظر آتا ہے معلوم ہوتا ہے کہ ولایت و بزرگی میں اپنے باپ دادا سے بھی بلند مقام حاصل کرے گا۔

جب آپ نے ولی عہدی کی ذمہ داریاں آپ کے حوالے کرنی چاہیں تو آپ کی والدہ ماجدہ پر تو رابعہ بصریہ اعلیٰ حضرت کی بارگاہ میں حاضر ہوئیں اور عاجزی سے عرض گزار ہوئیں ''بابو بہت چھوٹے ہیں یہ بوجھ نہیں اٹھا سکیں گے'' حضرت نے ارشاد فرمایا ''فقیر جو کچھ کر رہا ہے وہ حضرت مخدوم سلطان سید اشرف جہانگیر کے حکم سے کر رہا ہے'' آپ کی والدہ یہ جواب سن کے خاموش ہو گئیں۔ علماء و مشائخ اور خاندان کے افراد اور مریدین و معتقدین کی موجودگی میں آپ نے منصب ولی عہدی پر فائز فرما دیا خاندان کے کسی فرد نے کہا ''حضور یہ ابھی بچے ہیں اتنی اہم ذمہ داری انہیں مت دیجئے'' حضور اعلیٰ حضرت اشرفی میاں علیہ الرحمہ نے جلال میں فرمایا کہ ''بچہ سمجھنے والے سن لیں ایسا ولی خاندان میں سات پشت میں پیدا نہیں ہوا۔

حضور محدث اعظم ہند کی نظر میں

آپ نے سرکارکلاں کی قرار واقعی عظمت و مرتبہ کو اپنے دو قطعوں میں پیش فرما دیا ہے۔

قطعہ اولیٰ

بنازم گر تو بر فرقم نشینی
کہ بہر اشرفیاں تو نازنینی
جناب سید مختار اشرف
بنازد بر تو سجادہ نشینی

قطعہ ثانیہ

اجماع کردہ اند ہمہ صاحب نظر
در آل اشرف اشرف گشتہ بزرگ تر
پس ہم چناں اے سید مختار اشرف
بعد اشرفی بزرگ توئی قصہ مختصر

ان دونوں قطعہ میں حضور محدث اعظم ہند ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر آپ میری پلکوں پر بیٹھیں تو میں ناز کروں گا اس لئے کہ آپ اشرفیوں کے لئے نازنین ہیں۔ جناب سید مختار اشرف آپ پر سجادہ نشینی ناز کرتی ہے سبھی اہل نظر نے اس بات پر اتفاق کیا ہے کہ اولاد اشرف میں اعلیٰ حضرت اشرفی بزرگ ہوئے بس یوں ہی اے سید مختار اشرف اعلیٰ حضرت اشرفی کے بعد آپ ہی بزرگ ہیں قصہ مختصر۔

حضور محدث اعظم ہند کی نظر میں ذات سرکار کلاں بڑی عظیم مرتبہ کی حامل ہے جس کا ذکر حضرت شیخ الاسلام

نے اپنی بیعت کے سلسلے میں کیا ہے آپ بیان فرماتے ہیں کہ میرا والد صاحب قبلہ (حضور محدث اعظم ہند) سے بیعت ہونے کا ارادہ تھا والد صاحب تک جب یہ بات پہنچی تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ "میری سنت پہ عمل کرو میں اپنے ماموں سے مرید ہوا تم اپنے ماموں (حضور سرکارکلاں) سے مرید ہو جاؤ حضرت محدث اعظم ہند علیہ الرحمہ اگر چہ عمر ورشتے میں حضرت سرکارکلاں سے بڑے تھے لیکن آپ نے ہمیشہ منصب ومرتبہ کا لحاظ فرمایا سرکارکلاں کے ہزار اصرار کے باوجود کبھی آپ کی مسند پر آپ کی جگہ نہیں بیٹھے۔ (بزبان حضور سرکارکلاں وشیخ اعظم علیہما الرحمہ)

حضرت ابو محمد سید احمد اشرف اشرفی جیلانی پاکستان

آپ مخدوم المشائخ علیہ الرحمہ کے متعلق رقم طراز ہیں۔ حضرت قبلہ خانوادۂ اشرفیہ کے ہی نہیں بلکہ پوری ملت اسلامیہ کے ایسے روشن آفتاب ہیں جن سے خواص وعوام یکساں طور پر روحانی روشنی حاصل کرتے ہیں آپ کا فیض روحانی جاری وساری ہے۔ آپ ایک ہمہ صفت موصوف شخصیت ہیں۔ روحانیت کے اعلیٰ مرتبہ پر فائز ہیں شریعت وطریقت میں اعلیٰ درجے کی حامل شخصیت ہیں تشنگان روحانیت کی اپنے علم وفضل اور نگاہ کیمیا اثر سے پیاس بجھا رہے ہیں (ماہنامہ المیزان ممبئی جلد ۱۱ رشمارہ ۷)

شیخ الاسلام حضرت علامہ سید شاہ مدنی اشرفی جیلانی کا خراج عقیدت

آپ فرماتے ہیں کہ خاندان کا ہر چھوٹا بڑا آپ کا ہی مرید ہے یہ آپ کے ولایت وروحانیت کے اعلیٰ مرتبہ اور اتباع شریعت کے بلند مقام پر فائز ہونے کی دلیل ہے کیونکہ باہر تو ہر آدمی ولی بن جاتا ہے لیکن گھر والے بڑی مشکل سے مانتے ہیں۔

نبیرۂ اعلیٰ حضرت کے نزدیک

شہزادۂ ریحان ملت حضرت علامہ ومولانا سبحان رضا خاں سجادہ نشین ومتولی خانقاہ عالیہ قادریہ رضویہ بریلی شریف لکھتے ہیں کہ سرکارکلاں خانوادۂ اشرفیہ کے ایک مسلم الثبوت فرد کامل تھے ان کی ذات ستودہ صفات محتاج تعارف نہیں سرکارکلاں اپنے معاصرین میں ممتاز حیثیت کے مالک تھے علماء کی انجمن میں جاذب نظر اور مرکز نگاہ رہتے تھے اور ہزاروں ہزار کے مجمع اہل سنت میں قابل دید شیخ طریقت معلوم ہوتے تھے نہایت وجیہ، چہرۂ انور بارعب، سراپا نور، علم وعمل سے معمور وجو نسبت سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی برکات لئے ہوئے جس کے متعلق میرے جد کریم مجدد اعظم امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی قدس سرہ القوی ارشاد فرماتے ہیں۔

تیری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا
تو ہے عین نور تیرا سب گھرانا نور کا

مجھ فقیر رضوی کے والد ماجد حضور ریحان ملت سیدی علامہ شاہ الحاج مفتی ریحان رضا خاں صاحب نوراللہ مرقدہٗ سرکارکلاں سے قلبی محبت فرماتے تھے اور انکے ادب احترام میں کوئی کسر نہیں چھوڑتے تھے میرے جد کریم حضور مفتی اعظم ہند علامہ شاہ الحاج مفتی مصطفیٰ رضا خاں صاحب رضی اللہ عنہ کا جب وصال مبارک ہوا تو میرے والد ماجد علیہ الرحمہ نے آپ ہی کو نماز جنازہ کی امامت کے لئے منتخب فرمایا اور حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کی خواہش کے مطابق کہ میرے جنازہ کی نماز کوئی

سید صاحب پڑھائیں آپ ہی سے نماز جنازہ پڑھوائی۔

حضرت علامہ عبد الحمید سالم القادری سجادہ نشین آستانۂ عالیہ قادریہ بدایوں کی نظر میں

آپ تحریر فرماتے ہیں کہ سرکار کلاں علیہ الرحمہ اپنے معاصر مشائخ میں ایک ممتاز حیثیت کے مالک تھے بڑے دادا کے سچے جانشین اور بڑے خاندان میں فخر خاندان تھے۔(سرکارکلاں نمبر ماہنامہ غوث العالم)

حضرت سالم القادری صاحب قبلہ کا تعلق اس عظیم الشان خانوادے سے ہے جس کے علمی جاہ وجلال کا سکہ گذشتہ صدی میں پوری آب وتاب سے رائج تھا، بڑے بڑے علماء وفضلاء اس خانوادے کے خوشہ چین تھے، روحانی فضائل وکمالات میں بھی اس خانوادے کا شہرہ دوردور تک تھا، آپ کے جد امجد اعلیٰ حضرت علامہ عبد المقتدر رضی اللہ عنہ جیسی بے مثال شخصیت ہیں جنہیں ہر وقت حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ کی زیارت نصیب ہوتی رہتی تھی آپ نے ہی اعلیٰ حضرت سید شاہ علی حسین اشرفی جیلانی رضی اللہ تعالی عنہ کو ہم شبیہ غوث اعظم کہا اور آپ کا احترام کیا۔

حضرت قبلہ کی ایک زبانی روایت ملی کہ آپ نے حضرت سید شاہ معراج علی صاحب قبلہ سید پور بدایوں (والد ماجد حضرت علامہ ومولانا مفتی سید واقف علی اشرفی صاحب) اور مظفر میاں سکھانوں بدایوں عرف صدر صاحب سے فرمایا کہ آپ لوگوں نے اپنے پیر کو پہچانا نہیں وہ اپنے وقت کے غوث تھے۔

حضرت مخدوم المشائخ غوثیت کے خصائص و کوائف سے متصف تھے۔غوث کے اوصاف میں سے چند مندرجہ ذیل ہیں۔

☆ غوث تمام احوال ومقامات کا جامع ہوتا ہے
☆ غوث خاندان سادات سے ہوتا ہے
☆ غوث دنیا بھر میں گشت کرتا ہے
☆ غوث کو بحالی ومعزولی کا منصب عطا ہوتا ہے
☆ بسا اوقات اس کے پاس ٹھہرنا اور اسے آنکھ اٹھا کر دیکھنا دشوار ہو جاتا ہے
☆ غوث کی نماز جنازہ غوث ہی پڑھاتا ہے

(مقام غوثیت)

غوث کی علامتوں میں سے بعض علامت مخدوم المشائخ میں حتماً ویقیناً پائی جاتی تھی اگر چہ آپ کا غوث وقت ہونا حتمی ویقینی نہیں ہے لیکن امکان سے انکار نہیں کیا جاسکتا ہے مخدوم المشائخ احوال ومقامات کے جامع تھے جو آپ کی زندگی کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالنے والے حضرات پر باخوبی عیاں ہے۔حضرت کی ولایت و بزرگی کو مشائخ ماقبل نے پہلے ہی ظاہر فرما دیا تھا۔

غوث خاندان سادات سے ہوتا ہے

حضرت مخدوم المشائخ بھی حسنی وحسینی سید تھے۔

غوث دنیا بھر میں گشت کرتا ہے

حضرت سرکار کلاں علیہ الرحمہ نے عرب وعجم کے اکثر بلاد وامصار کی سیاحت فرمائی۔مخدوم المشائخ کا اپنے روحانی تصرف سے پوری دنیا کا گشت فرمانا ممکن ہے جیسا کہ غوث وقت گشت کرتا ہے۔

غوث کو بحالی و معزولی کا منصب عطا ہوتاہے

چنانچہ حاجی عبد الطیف اشرفی شہزاد پوری بتاتے ہیں

کہ جب میں پاکستان گیا تو میرا قیام کراچی میں حاجی ابراہیم میمن صاحب کے دولت کدے پر ہوا حاجی ابراہیم میمن صاحب نے بیان کیا کہ ہندوستان میں جس وقت ایمرجنسی کے حالات تھے اندرا گاندھی مردوں کو اٹھوا اٹھوا کر زبردستی نسبندی کرارہی تھی اس وقت حضرت سرکار کلاں شہر کراچی میں آئے ہوئے تھے اور میرے مکان پر قیام پذیر تھے حضرت سے ملنے والوں کا ہجوم لگا رہتا تھا ایک دن رات کے بارہ بجے کے بعد دروازہ پر دستک ہوئی باہر دیکھا تو ایک مجذوب صفت شخص بغل میں رجسٹر دبائے ہوئے موجود ہے میں نے کہا کہ ملاقات کے لئے آپ کل دن میں تشریف لائیں یہ آرام کا وقت ہے اس نے کہا کہ مجھے ابھی اسی وقت حضرت سے ملنا ہے۔ میں نے حضرت کے کمرے میں جھانک کر دیکھا تو مسکرا رہے ہیں اور ارشاد فرمایا کہ ''بھئی آنے دو'' دروازہ کھول دو میں نے حکم کی بجا آوری کی وہ اندر آئے حضرت سے گفتگو کی رجسٹر پیش کیا اور کہا کہ آپ دستخط کیجئے اندرا گاندھی کو ہٹانا ہے حضرت نے دستخط کردئے پھر وہ بولے ایسے نہیں مانیں گے اپنی مہر بھی لگایئے حضرت نے اپنی مہر لگادی اور وہ قدم بوسی کرکے یہ کہتے ہوئے رخصت ہو گئے کہ اب تو مانیں گے حضرت سے دریافت کیا کہ حضرت رات کے واقعہ کا مطلب سمجھ میں نہیں آیا حضرت نے فرمایا کہ حضرت مخدوم پاک اندرا گاندھی کو ہٹانا چاہتے ہیں اور حضرت خواجۂ پاک اس پر راضی نہیں ہیں چند ہی دنوں کے بعد ہندوستان میں حکومت بدل گئی اندرا گاندھی ہار گئی اور جنتا پارٹی کی حکومت بن گئی۔ ممکن ہے کہ مخدوم المشائخ کا یہ تصرف انہی تصرفات میں سے ہو جو غوث وقت کا خاصہ ہے۔

حاجی عبد اللطیف کہتے ہیں کہ حضرت کا قیام لاہور میں آصف بھائی کے مکان پر تھا ذوالفقار علی بھٹو کی حکومت تھی جو علماء پر ظلم ڈھارہی تھی بہت سے علماء کو تخت دار پر چڑھا چکی تھی اور بہت سے علماء کو گرفتار کر رکھا تھا صبح کو انہیں بھی پھانسی ہونے والی تھی علماء کی ایک جماعت حضرت مخدوم المشائخ کے پاس آئی اور اس نے ساری بات حضرت کے گوش گزار کردی یہ بھی بتایا کہ علمائے اہل سنت کو ہی نشانہ بنایا جارہا ہے کل جن علماء کی پھانسی ہونی ہے اس میں اہل سنت کے بہت ہی جید علماء شامل ہیں حضرت اٹھے اور فرمایا مجھے داتا دربار جانا ہے رات کے وقت ہی آپ داتا گنج بخش لاہوری علیہ الرحمۃ والرضوان کی بارگاہ میں جانے لگے سڑکوں پر ہر طرف سناٹا چھایا ہوا ہے ملک کے حالات ابتر ہیں ہمیں جانے میں ہچکچاہٹ ہورہی ہے انجانا سا خوف محسوس ہورہا ہے اور حضرت بڑے اطمینان سے گاڑی میں بیٹھے ہوئے ہیں گلاب کی سی پنکھڑی جیسے سرخ نازک ہونٹ برابر حرکت کررہے ہیں داتا دربار میں پہونچتے ہی سب کو باہر چھوڑا یکہ تنہا بارگاہ میں حاضری دی اور کئی گھنٹے تک سارے دروازے بند کر کے حاضر دربار رہنے کے بعد دروازے سے باہر آتے ہی فرمایا چلو اب آرام کرو کام ہوگیا جب صبح ہوئی تو معلوم ہوا کہ پاکستانی فوج نے بغاوت کردی اور ذوالفقار علی بھٹو کو پھانسی پر لٹکا دیا گیا۔

آنکھ والا تیرے جوبن کا تماشہ دیکھے
دیدۂ کور کو کیا آئے نظر کیا دیکھے

☆☆☆☆

خانوادۂ اشرفیہ اکابرین کی نظر میں

مولانا محمد ہارون اشرفی جامعی، استاذ جامع اشرف کچھوچھہ شریف

ذلك فضل اللّٰه يؤتيه من يشاء (وہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے۔)

یہ عنوان اپنے اندر اتنی وسعت لئے ہوئے ہے کہ اس کے بیان کے واسطے عمر خضر اور دفتر کا دفتر درکار ہے۔ اور یہ مختصر مضمون اس کا ہر گز متحمل نہیں ہو سکتا۔ کیوں کہ خانوادۂ اشرفیہ اپنی تمام تر فیض بارانی کے ساتھ تقریباً سات سو سال سے جاری ہے۔ اب ہر دور کے اکابرین کا ذکر کیا جائے تو یہ قریب المحال ہے۔ اس لئے صرف دور اول اور ماضی قریب کے چند اکابرین و معاصرین کے کچھ ارشادات پر ہی اکتفاء کیا جاتا ہے۔

اس خانوادے کے جد اعلیٰ اور سلسلۂ اشرفیہ کے بانی حضرت غوث العالم محبوب یزدانی، تارک السلطنت اوحد الدین سلطان سید اشرف جہانگیر سمنانی و سامانی و نوربخشی قدس سرہ النورانی ہیں۔ اسی ذاتِ قدسی صفات سے ابتداء کی جارہی ہے۔

حضرت غوث العالم رسول مقبول ﷺ علیہ وسلم کی نظر میں

حضرت کے والد گرامی سلطان سید ابرہیم شاہ تھے جو خدا کے نیک اور برگزیدہ بندے تھے۔ صحائف اشرفی میں منقول ہے کہ:

''حضرت سلطان السلاطین سید ابراہیم شاہ کے ایام سلطنت رانی میں چند لڑکیاں پیدا ہوئیں مگر بیٹا نہیں ہوا۔ اس کے بعد سلسلۂ پیدائش دس یا بارہ برس تک بند رہا۔ حضرت سلطان السلاطین کو فرزند کی آرزو حد سے زیادہ تھی۔ ہر درویش اور ولی کی طرف بغرض دعا متوجہ ہوتے۔ ایک سال اسی فکر و تردد میں گزرا۔ ایک رات خواب میں دیکھا کہ ایک مرد نورانی شکل، صاحب جمال وکمال یعنی رسول مقبول ﷺ رونق افروز ہوئے۔ بادشاہ تعظیم کو کھڑے ہوگئے اور نہایت اعزاز و اکرام اور احترام سے پیشوائی کرکے قدم بوسی سے مشرف ہوئے...... جب سر قدم مبارک پر رکھا، دل کو کمال، بشاشت ہوئی۔ حضرت سرکار دو عالم ﷺ نے ہنس کر فرمایا کہ اے فرزند ابراہیم! تم کو متردد دیکھتا ہوں، کیا اولاد کی خواہش رکھتے ہو؟

بادشاہ رونے لگے اور بکمال عجز و انکسار یوں عرض کرنے لگے کہ بارہ برس سے آرزوئے فرزند، وارث تخت و تاجِ سلطنت کی دل میں رکھتا ہوں۔ اگر حضور کے ابر باران نبوت اور نسیم گلستان رسالت سے میرے باغ خزاں رسیدہ کو سرسبزی حاصل ہوا اور فرزند عطا فرمائیں تو کمال عنایت ہوگی۔

حضرت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا حق تعالیٰ تم کو دو بیٹے عنایت فرمائے گا۔ ایک کا نام اشرف اور دوسرے کا نام اعرف محمد رکھنا۔ لیکن پہلا فرزند تمہارا صاحب سلطنت ظاہری وباطنی ہوگا۔'' (صحائف اشرفی حصہ اول ص:۶۰/۶۱)

شیخ ابراھیم مجذوب کی نظر میں

ایک مجذوب بزرگ حضرت ابرہیم شاہ نامی شہر سمنان میں

رہتے تھے اور حضرت غوث العالم کے والد گرامی حضرت سلطان ابرہیم شاہ کو ان سے کامل عقیدت تھی۔ چنانچہ منقول ہے کہ:

''ایک روز صبح کے وقت بیگم اور بادشاہ دونوں مصلے پر بیٹھے ہوئے وظیفے میں مشغول تھے کہ مجذوب صاحب سامنے نمودار ہوئے بادشاہ اور بیگم دونوں متعجب ہوئے کہ محل شاہی میں جہاں چوکی پہرا رہتا ہے ان کو کس نے یہاں آنے دیا۔ جب دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ وہ اپنی کرامت سے اندر چلے آئے...... جس وقت حضرت مجذوب کو سلطان نے دیکھا پیشوائی کے لئے چند قدم بڑھ کر ان کو لائے اور تخت شاہی پر لاکر بٹھا دیا۔ ایک لحظہ حضرت مجذوب صاحب خاموش بیٹھے رہے اور بادشاہ دونوں ہاتھ باندھے ہوئے زیر تخت مؤدّب کھڑے رہے۔ مجذوب صاحب نے سلطان ابراہیم سے کہا کہ اے بادشاہ میں تم کو اپنی طرف متوجہ پاتا ہوں، کیا اولاد کی خواہش رکھتے ہو؟

بادشاہ نے خوش ہوکر عرض کیا کہ آپ حاکم ہیں اگر عنایت کریں۔

فرمایا کہ اس کی قیمت زیادہ ہے۔ کہ پسر عجوبۂ روزگار تم کو دوں گا۔

عرض کیا جو کچھ حکم ہو حاضر ہوں۔

فرمایا کہ ہزار سکۂ شاہی چاہئے۔

بادشاہ نے لاکر آپ کے دامنِ مبارک میں ڈال دئے۔

خوش ہوکر کھڑے ہوگئے اور کہنے لگے کہ ''ابراہیم کو تم نے جل دے دیا اور مفت میں بیٹا لے لیا۔'' جب آپ چلے حضرت سلطان بتعظیم آپ کے پیچھے ہوئے۔ چند قدم چلے تھے کہ مجذوب صاحب نے پیچھے پھر کر دیکھا اور کہا کہ:

''اب کیا چاہئے اپنا لڑکا تم نے پالیا اور کیا مبارک پسر کہ تمام عالم اس کے نقش مقدس سے فیضیاب ہوگا۔''

(ایضاً ص:۶۳)

شیخ ابو بکر سبطی اور شیخ محی الدین ابن عربی کی نظر میں

صحائف اشرفی میں بهجة الاسرار اور **طبقات صوفیه** کے حوالے سے منقول ہے کہ:

''حضرت شیخ محی الدین ابن عربی طواف خانۂ کعبہ میں مشغول تھے کہ آپ نے دیکھا ایک شخص نہایت تیز روی کے ساتھ طوافِ خانۂ کعبہ کر رہا ہے۔ اور جب آدمیوں کے ہجوم سے گزرتا ہے بغیر کسی کو ہٹائے ہوا کی طرح نکل جاتا ہے اور آگے بڑھ جاتا ہے۔

مجھ کو حیرت ہوئی کہ اس شخص کے جسم ہیں یا محض روح بشکل جسم نظر آتی ہے۔

جب طواف کر چکے تو میں نے ان کو سلام کیا۔ انھوں نے سلام کا جواب دیا۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ آپ حضرت ابا بکر سبطی ہیں۔

میں نے پوچھا کہ آپ کو معلوم ہے کہ اس وقت غوث زمانہ کون ہیں؟

فرمایا کہ میں ہوں۔ اور میرے بعد سید جلال ہوں گے اوران کے بعد سید اشرف ہوں گے۔'' (ایضاً ص: ۱۳۴)

خواجۂ هندالولی اور حضرت قطب الدین بختیار کاکی کی نظر میں

''حضرت محبوب یزدانی اپنے مکتوبات میں تحریر فرماتے ہیں کہ میرے جد حضرت سید شمس الدین محمود نور بخشی قدس سرہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی اوشی چشتی قدس سرہ کے زمانے میں ہندوستان کی سیر کو تشریف لائے اور سلطان شمس الدین التمش کے گھر مہمان

ہوئے۔ سلطان موصوف جو قطب صاحب کے مرید اور خلیفہ تھے ان سے (یعنی حضرت قطب صاحب سے) تعریف کی کہ میرے گھر ایک مہمان سید عالی خاندان ملکِ ایران کے رہنے والے تشریف لائے ہیں۔ وہ مرتبۂ ولایت میں نقباء کے درجے کو پہنچے ہوئے ہیں۔

قطب صاحب نے فرمایا کہ ایسے مہمان عظیم الشان کو تم نے اپنے گھر میں ٹھہرا لیا۔ ان کو ہمارے گھر ٹھہرانا چاہئے تھا۔ میں تو ان کو خواجگان چشت سے سمجھتا ہوں۔

دوسرے دن حضرت سید شمس الدین محمود حضرت قطب صاحب کے گھر مہمان ہوئے حضرت قطب صاحب نے ان سے فرمایا کہ میں آپ کو خوش خبری سناتا ہوں کہ آپ کی ذریت میں ایک غوث جہانگیر پیدا ہوں گے اور میرے سلسلے کو جاری کریں گے اور خطۂ یوض جس کو اودھ کہتے ہیں اس میں پچھّم حدود قصبہ جائس اور سترک سے لے کر پورب دریائے کوسی تک اس درمیان میں ان کا ظہور کامل ہوگا۔ اور رسالۂ غوثیہ میں حضرت خواجۂ خواجگاں خواجہ معین الدین ولی الہند چشتی اجمیری نے تحریر فرمایا ہے کہ میرے سلسلے میں ایک غوث جہانگیر پیدا ہوگا اور وہ ترقی کے ساتھ میرے سلسلے کو جاری کرے گا۔

غرض کہ جس طرح حضرت غوث الثقلین محبوب سبحانی قطب ربانی کے زمانۂ ظہور سے پہلے آپ کے ظہور کی بشارت مشائخ ماسبق فرماتے تھے اسی طرح حضرت محبوب یزدانی کے ظہور سے پہلے اولیاء ماسبق نے آپ کے ظاہر ہونے کی پیشین گوئی فرمائی تھی اور آپ کے پیر برحق حضرت شیخ علاء الدین گنج نبات قدس سرہ نے بھی حضرت محبوب یزدانی کو خوش خبری سنائی تھی کہ تم غوث زمانہ ہوگے اور اسی طرح حضرت مخدوم جلال الدین بخاری جہانیاں جہاں گشت قدس سرہ نے مژدۂ حصولِ مراتبِ غوثیہ اور قطبیہ حضرت محبوب یزدانی کو پہنچایا تھا۔'' (ایضاً ص:۱۳۵)

شیخ جہانیاں جہاں گشت کی نظر میں

حضرت محبوب یزدانی قدس سرہٗ نے جب ترک سلطنت کیا اور ہندوستان تشریف لائے تو سفر کرتے ہوئے خطۂ اوچھ پہنچے تو وہاں حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت سے ملاقات ہوئی۔ چنانچہ منقول ہے کہ:

''سفر کرتے ہوئے خطۂ اوچھ میں تشریف لائے جو نواب بہاولپور کی ریاست میں ہے اور حضرت مخدوم جلال الدین بخاری جہانیاں جہاں گشت قدس سرہٗ کی ملازمت حاصل کی۔ حضرت مخدوم صاحب نے فرمایا کہ ایک مدت کے بعد خوشبوئے طالبِ صادق میرے دماغ میں پہنچی اور ایک زمانے کے بعد گلزار سیادت سے نسیم تازہ چلی۔ فرزند نہایت مردانہ وار راہ خدا میں نکلے ہو مبارک ہو۔ اور جلد پورب ملکِ بنگال کی طرف جایے کہ برادرم علاء الدین گنج نبات قدس سرہٗ تمہارے مقدم شریف کے منتظر ہیں۔ خبردار! خبردار! کہیں راستے میں زیادہ نہ ٹھہرنا۔

جب حضرت محبوب یزدانی کو رخصت کیا اور مقاماتِ فقر سے بہت کچھ عطا کیا۔ جس کی شرح سلسلۂ عطائے بزرگاں میں کی گئی ہے۔

وہاں سے منزل در منزل قطع راہ کرکے دہلی پہنچے۔ اس وقت دہلی میں ایک جوان حسین یوسف صورت، صدیق سیرت صاحب ولایت تھے۔ انھوں نے کہا کہ:

''اشرف خوش آمدید۔ خبردار! راستے میں کہیں زیادہ قیام نہ کرنا کہ برادرم علاء الدین گنج نبات قدس سرہٗ تمہارے مقدم شریف کے منتظر ہیں۔'' (صحائف

اشرفی: ۱/ ۷۶۔ ۷۷)

وہ مقامات فقر جو مخدوم جہانیاں جہاں گشت نے حضرت محبوب یزدانی کو عطا کیے وہ صحائف اشرفی حصہ دوم میں مذکور ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں:

''حضرت محبوب یزدانی قدس سرہٗ فرماتے تھے کہ اول مرتبہ جب حضرت سید جلال الدین بخاری مخدوم جہانیاں جہاں گشت قدس سرہٗ کی ملازمت سے مشرف ہوا۔ آپ نے مقامات فقر سے بڑی بڑی نعمتیں عطا فرمائیں۔ اور فرمایا کہ برادرم اشرف تم کو مجھ سے کچھ اور بھی نصیب ہوگا۔

۱۔ پہلی شب کو آپ کے فرمانے کے موافق جب میں خلوت خانہ گیا۔ دیکھا کہ ساتوں اعضاء حضرت مخدوم بخاری قدس سرہٗ کے علاحدہ علاحدہ سات مقام پر پڑے ہیں۔ اور ہر عضو سے تسبیح الٰہی کی آواز مختلف لفظوں میں جاری ہے۔ یہ حالت دیکھ کر مجھ کو حیرت ہوئی۔ تھوڑی دیر کے بعد اپنی اصلی حالت میں آئے اور فرمایا کہ برادرم اشرف یہ درجہ میں نے تم کو عطا کیا تم کو مبارک ہو۔

۲۔ دوسری رات کو جب خلوت خانہ میں حاضر ہوا تو کیا دیکھتا ہوں کہ تجلی بسیط سے آپ کا جسم اتنا بڑھا کہ سارے حجرے میں بھر گیا اور دریچوں سے آپ کے بدن کے گوشت کا ٹکڑا باہر آ گیا۔ ایک لحظہ کے بعد حالت اصلی میں آئے اور فرمایا کہ برادرم اشرف یہ درجہ بھی تم کو مبارک ہو۔

۳۔ تیسری شب جب خلوت خانہ میں گیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ آپ کا جسم مثل آئینہ کے ایسا لطیف وصاف ہو گیا کہ ایک ذرہ اگر تلوا کے نیچے ہو تو سر کے اوپر سے نظر آئے...... اس حالت کو دیکھ کر مجھ پر ہیبت غالب ہوئی۔ تھوڑی دیر کے بعد (آپ) حالت اصلی میں آئے اور فرمایا کہ برادرم اشرف مبارک ہو یہ درجہ بھی میں نے تم کو عطا کیا اور چلتے وقت ذکر جہر حلقہ کے ساتھ کرنے کو ارشاد فرمایا اور تعویذ غفوری عنایت کیا اور فرمایا کہ یہ تعویذ ہر کام میں مفید ہے۔ اور فرمانے لگے کہ برادرم اشرف ہمارے اور تمہارے درمیان میں اللہ تعالیٰ نے روز ازل سے محبت پیدا کی ہے اور مجھ کو جو ایک سو چالیس اور چند مشائخ سے نعمتیں ملی ہیں (بزرگوں کا نام لے کر فرمایا) وہ سب میں نے تم کو عطا کیں۔'' (صحائف اشرفی ۲: / ۴۲۔ ۴۳)

صاحب ''**اخبار الاخیار**'' مخدوم جہانیاں جہاں گشت سید جلال الدین بخاری علیہ الرحمہ متولد ۷۰۷ھ متوفی ۷۸۵ھ کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں:

''آپ کا لقب مخدوم جہانیاں تھا۔ بڑے عالم، ولی اور شیخ تھے۔ شیخ الاسلام شیخ رکن الدین ابو الفتح قریشی کے مرید اور شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلوی کے خلیفہ تھے۔ مکہ معظّمہ میں امام عبداللہ یافعی سے آپ کو مصاحبت نصیب ہوئی۔ آپ نے اپنے ملفوظات "**خزانۂ جلالی**" میں امام یافعی کا بکثرت ذکر کیا ہے۔ آپ نے بے انتہا سیر و تفریح کی اور بہت سے اولیاء کرام سے نعمتیں اور برکتیں حاصل کیں۔ آپ کے متعلق یہ بھی مشہور ہے کہ آپ جس سے معانقہ کرتے اور گلے ملتے اس سے اس کی کرامتیں چھین لیتے۔ یعنی اس پر ایسی توجہ ڈالتے اور خدمت کرتے کہ اس کے پاس جتنی نعمتیں اور برکتیں ہوتیں وہ بے اختیار آپ کو دے دیتے۔'' (اخبار الاخیار اردو قسط: ۳ ص: ۴۰)

حضرت غوث العالم حضرت شیخ عبد الحق محدث دھلوی کی نظر کرم میں

حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں:

''لوگ آپ کو سید جہانگیر کہا کرتے تھے۔ آپ صاحب کرامت وتصرف اور بڑے کامل ولی اللہ تھے۔ آپ سید علی ہمدانی کے رفیق سفر رہے تھے۔ بالآخر ہندوستان آ کر شیخ علاء الدین کے مرید ہوئے۔ مرید ہونے سے قبل ہی آپ کشف وکرامات کے مقامات عُلیا حاصل کر چکے تھے۔ آپ کے مکتوبات بڑی عجیب وغریب تحقیقات کے مجموعے ہیں۔ آپ قاضی شہاب الدین دولت آبادی کے معاصر تھے۔ قاضی صاحب نے آپ سے فرعون کے ایمان کے متعلق جس کا فصوص الحکم میں بھی اشارہ کیا ہے، تفصیلی گفتگو کر کے حقائق معلوم کرنے چاہے۔ چنانچہ آپ نے قاضی صاحب کو اس سلسلے میں ایک خط لکھا۔ آپ کا مزار جون پور (جو اس وقت ضلع امبیڈکر نگر) کے ایک گاؤں کچونچہ (کچھوچھہ) میں ہے۔ آپ کی قبر بڑا فیض کا مقام ہے۔ اور ایک حوض کے درمیان میں ہے۔ اس علاقہ میں جنات کو دور کرنے کے لئے آپ کا نام لے دینا بڑا تیر بہدف نسخہ ہے۔ آپ کے ملفوظات بھی آپ کے ایک مرید نے جمع کئے ہیں۔'' (اخبار الاخیار قسط۳ ص:۸۴)

اسی مقام پر وہ مکتوب بھی تحریر ہے جو محبوب یزدانی نے قاضی شہاب الدین کو ایمانِ فرعون کے متعلق لکھ کر بھیجا تھا۔ یہ مکتوب نمبر ۲۲ ہے۔

حضرت نور العین پر مخدومی نوازشات

منقول ہے کہ:

'' ایک دن حضرت محبوب یزدانی جامع مسجد دمشق میں رونق افروز تھے اور آپ کے چند اصحاب مثل خواجہ ابوالمکارم، شیخ علی اور شیخ تقی الدین جیسے بہت سے بزرگ حاضر تھے۔ معرفت، سلوک اور حقائق کی باتیں انتہا درجے کی پیش ہو رہی تھیں۔ اسی درمیان میں حضرت نور العین کا ذکر آ گیا حضرت محبوب یزدانی نے فرمایا کہ حق تعالیٰ نے مجھ کو دو نعمتیں عطا کیں 'ایک سِرّ اور دوسرے سَر' دونوں کو فرزند نور العین کے اوپر قربان کر دیا۔

حضرت محبوب یزدانی کے سامنے بزرگ زادگی کا ذکر آیا تو آپ نے فرمایا کہ بزرگ زادے بزرگوں کے طریقے پر کم پائے جاتے ہیں۔ اور میں ایسا بزرگ زادہ رکھتا ہوں کہ بزرگ زادہ نہیں بلکہ اس کا کام بزرگ پیدا کرنے کا ہے۔ اور لوگ اولاد کو اپنی پشت سے پیدا کرتے ہیں۔ میں نے نور العین کو اپنی آنکھوں سے پیدا کیا ہے۔ باوجودیکہ قرابت کی نسبتیں رکھتا ہوں۔''
(صحائف اشرفی:۲/ ۵۷)

اولاد حضرت نور العین کے متعلق ارشادات جہانگیری

حضرت غوث العالم نے ارشاد فرمایا کہ:

''میں نے اپنے آپ کو تم پر مکمل نثار کیا اور تم سے کوئی دریغ نہیں کی اور تمہاری اولاد کے حق میں حق تعالیٰ سے یہ بھی درخواست کی ہے کہ ہمیشہ مقبول ومسعود رہیں اور تمہاری اولاد کے ہر طبقے میں ایک رجال الغیب اور مجذوب ہوگا اور ایک ایسا شخص ہوگا جس کے اندر میری حالت اتر آئے گی۔'' (حیات مخدوم الاولیاء ص:۳۸)

آپ نے یہ بھی فرمایا

'' کمال لطف وعنایت کر کے یہ بات فرمائی کہ فرزند عبد الرزاق اور اس کی اولاد کو خزانۂ غیب میں ہم نے شریک کیا ہے اور اللہ تعالیٰ کی درگاہ میں درخواست کی ہے کہ اگر اولاد واحفادِ عبد الرزاق قناعت کریں گے ہرگز کسی کے محتاج نہ ہوں گے۔ تھوڑی توجہ میں ان کو ہمت مرداں درکار ہوگی........ مزید فرمایا کہ فرزندانِ نور العین عزیز الوجود ہوں گے۔ اور خلائق کے دروازوں

پڑ جائیں گے خوار ہوں گے' (صحائف اشرفی:۲/ ۶۰)

حضرت محبوب یزدانی کے سامنے بزرگوں کی اولاد کا ذکر آیا تو فرمایا کہ روحانیت ان بزرگوں کی اپنی اولاد کے ساتھ رہتی ہے۔ بہترین نشان سعادت اس گروہ کی تعظیم ہے۔ کیوں کہ اولاد کی تعظیم سے ان کے اجداد کی تعظیم ہوتی ہے۔(ایضاً)

حضرت نورالعین کے بڑے صاجزادے حضرت مولانا سید شاہ ابومحمد الحسن شریف کے متعلق حضرت محبوب یزدانی نے ارشاد فرمایا: ''حسن ماحسن الوجوہ و اکبر الوقوہ خواہد بوذ'' (صحائف اشرفی:۲/ ۷۲)

اور صاحبزادۂ خورد سید شاہ ابی عبد اللہ الحسین قدس سرہٗ کے حق میں حضرت غوث العالم محبوب یزدانی نے فرمایا: 'حسین ثانی ماست از وے خاندانِ بزرگ صادر گردد'(صحائف اشرفی:۲/ ۷۳)

تیسرے صاحبزادے حضرت مولانا سید حاجی احمد قتال قدس سرہٗ کے بارے میں حضرت غوث العالم محبوب یزدانی نے ارشاد فرمایا:''احمد ثانی مسمّٰی باسم نبوی و موصوف بہ صفات مصطفوی ، و از تو فرزند عزیز الوجود صاحب الجود شوند''(ایضاً)

چوتھے صاحبزادے حضرت مولانا سید شاہ فرید الدین قدس سرہٗ کی نسبت حضرت غوث العالم محبوب یزدانی نے فرمایا:''بیا فرید ثانی کہ از تو بوئے محبت الٰہی و خلت نا متناہی می آید'' (صحائف اشرفی:۲/ ۷۴)

اب ماضی قریب کے بزرگان سلسلۂ اشرفیہ کے متعلق خیالات وارشادات ہدیۂ قارئین کیے جارہے ہیں۔

سید ابو الحسن قطبی مانک پوری کی نظر میں

آپ نے ''آئینۂ اودھ''میں اودھ کے تمام اشرف خانوادوں کا ذکر کیا ہے۔اور حسنی انساب پر کڑی تنقیدی نگاہ ڈالی ہے، نہایت تحقیق وتنقید کے ساتھ خانوادۂ سادات خصوصاً خانوادۂ واسطی اور خانوادۂ بخاری جلالی اور خانوادۂ ترمذی میں بعد کی نسلوں میں شیعیت کی کثرت سے دخول کا بیان لکھا ہے اور تحفظ نسبی کی خاطر آپس کی شادی بیاہ کا بیان مدلل تحریر کیا ہے، حضرت غوث العالم محبوب یزدانی قدس سرہٗ کا ذکر پاک بھی کیا ہے اور لکھا ہے کہ آپ کا نسب نہایت صحیح ہے اور تحفظ نسب کے بارے میں حضرت غوث العالم محبوب یزدانی کا نظریہ اور رائے نقل کی ہے کہ:

''سوائے سادات بارہا کے تمام ساداتِ ہندوستان کو مجہول النسب قرار دیتے ہیں اور جو سادات وہاں بلقب اولادِ سید اشرف جہانگیر کے معروف ہیں، یہ واقعی اولاد سید عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہیں، بہ ورثہ مادری میں وہاں مقیم ہیں۔'' (بحولہ حیات مخدوم الاولیاء ص:۳۶)

شیخ عبدالرحمن چشتی کی نظر میں

حضرت عبدالرحمٰن چشتی قدس سرہٗ نے کتاب'' مرأۃ الاسرار'' کو خواجۂ خواجگان کے باطنی اشارے پر ۱۰۴۵ء میں لکھنا شروع کیا۔اسی سے اندازہ لگایے کہ سرکار غریب نواز رضی اللہ عنہ کی باطنی تائید کے بعد اس کی مقبولیت کا کیا عالم ہوگا۔اسی میں زیر عنوان''حضرت شیخ اشرف جہانگیر سمنانی''انیس صفحات پر مشتمل حالات درج فرمائے ہیں۔کچھ لطائف اشرفی و دیگر کتب سے۔ کچھ لوگوں کے ارشادات سے مگر انہوں نے کچھ اپنے مشاہدات و واردات کو بھی بیان فرمایا ہے۔ چنانچہ غوث العالم محبوب یزدانی سلطان سید اشرف جہانگیر سمنانی کے ارشادات گرامی کو اپنی کتاب میں یوں نقل کرتے ہیں۔

''فرمایا کہ جو شخص خلوص دل کے ساتھ میری قبر پر آئے گا۔ ان شاءاللہ ہر گز خالی نہ جائے گا۔ اور اس مقام پر ولایت ظاہری و باطنی کے عزل ونصب کے لئے اکثر رجال اللہ کا مجمع رہے گا۔ چناچہ یہ بات آج تک اہل بصیر پر ظاہر ہے۔ جب اس فقیر کاتب حروف کے دل میں خضر علیہ السلام اور دوسرے رجال اللہ کی زیارت کی خواہش پیدا ہوئی اور بے قرار ہوا تو حضرت خواجہ معین الحق الدین چشتی قدس سرہ نے فرمایا کہ میر سید اشرف جہانگیر کے مزار پر جاؤ۔ وہاں تمہاری مراد پوری ہو جائے گی۔ بندہ نے عرض کیا کہ وہاں جانا ضروری ہے؟ فرمایا، ہاں ہاں۔ حضرت حق سبحانہ تعالیٰ نے ہر جگہ کو ایک خاص برکت اور خاصیت بخشی ہے اور ہر کام کے لئے ایک وقت مقرر فرمایا ہے۔ پس اسی وقت ہر اس جگہ جانا چاہئے تاکہ مراد حاصل ہو۔ پس یہ فقیر ۱۰۳۴ء وہاں پہنچ کر محرم کے آخری عشرہ میں معتکف ہوا اور ایک رات حضرت علیہ السلام کو دیکھا کہ حوض (نیر شریف) میں غسل کر رہے ہیں۔ لیکن ان کے ساتھ گفتگو کا سلسلہ شروع نہ ہوا۔

ایک دفع دوسرے عشرۂ ماہ محرم میں خضر علیہ السلام کو تمام رجال وقت کے ساتھ دیکھا اور قسم قسم کے فیوض حاصل کئے۔ اسی جگہ آں حضرت ﷺ کی روحانیت پاک، بعض صحابۂ کرام اور اکثر مشائخ چشت مثل خواجہ بزرگ (سرکار غریب نواز) و خواجہ قطب الاسلام (بختیار کاکی) خواجہ گنج شکر اور سلطان المشائخ (حضرت محبوب الٰہی) وغیرہ کی بھی زیارت ہوئی۔ نیز اس مجمع میں بہت سے بزرگان ظاہر و باطن کی زیارت کی۔ یہ بھی دکھا خضر علیہ السلام اور امیر مؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے ایک خوب صورت اور کوتاہ قد نو جوان کو آں حضرت ﷺ کے قدموں میں ڈالا اور عرض کیا کہ جہانگیر بادشاہ والی ہندوستان بیمار ہے اور چند ایام میں اس دنیا سے چل بسے گا۔ اس کے لڑکوں میں سے یہ جوان سلطنت کے قابل نظر آتا ہے۔ آں حضرت ﷺ نے اپنا ہاتھ مبارک اس کی پیٹھ پر پھیر کر فرمایا کہ باپ کے قائم مقام ہو جاؤ۔ اس وقت معلوم ہوا کہ وہ جوان شاہ جہاں ابن جہانگیر بادشاہ ہے۔ اس کے بعد رسول خدا ﷺ نے کمال مہربانی سے شاہ جہاں کو خواجگانِ چشت کے حوالے فرمایا۔ تاکہ اسکی حفاظت کریں۔ نیز کمال ذرہ پروری سے اس فقیر (مصنف کتاب) کو بھی معنوی خدمت سپرد ہوئی۔ اس وقت خواجگانِ چشت نے اس نوجوان کے جاہ و ملک کی محافظت اس فقیر کے سپرد کی اور قسم قسم کی نوازشات کی بارش ہوئی۔ اس جوان کی جسم کی حفاظت کے لئے سات ابدالوں میں سے ایک ابدال کو مامور فرمایا اور یہ حکم ہوا کہ وہ شمال کی طرف رہے۔ اس ابدال کا نام شیخ فیروز تھا۔ اس کے تین چار سال بعد جہانگیر بادشاہ کا ۱۰۳۷ھ میں انتقال ہو گیا۔ اور شہاب الدین محمد شاہ جہاں صاحبقران ثانی دوشنبہ کے دن سات ماہ جمادی الثانی ۱۰۳۷ھ کو اپنے باپ کے تخت پر بیٹھا۔ اس حکایت کا مقصد یہ ہے کہ ولایت جہانگیری کے تصرف کی وجہ سے آج تک ولایت صوری و معنوی کا عزل ونصب میر سید اشرف جہانگیر قدس سرہ کے مزار پر جاری ہے۔ اور اکثر رجال اللہ کا مجمع وہاں رہتا ہے۔''
(تحقیق ہاشمی ص:۶۱ بحوالۂ مرأۃ الاسرار ص:۱۰۵۶۔۱۰۵۸)

حضرت مولانا آل احمد محدث ہندی کی نظر میں

آپ کا مسکن پھلواری شریف میں تھا۔ آپ حضرت شاہ نعمت اللہ ولی پھلواری کی اولاد سے تھے، جن کا نسب خاندان جعفری الذہبی تھا۔ اپنے وطن ہی میں

تحصیل علوم سے فراغت پائی اور دستار فضیلت سے نوازے گئے۔ چند دنوں درسی خدمت انجام دی۔ آپ کی زندگی مجردانہ تھی۔ چالیس برس کی عمر میں مدینۂ منورہ میں حاضر ہوئے اور وہاں بھی مسجد نبوی ﷺ میں درس حدیث دیتے رہے۔ اسی دوران دربار نبوی میں آپ اولیاء اہل خدمت کے زمرے میں داخل ہوئے۔ اور ترقی پاکر غوث کے داہنی طرف کے امام ہوئے۔ پھر جب بائیں طرف والا ترقی پاکر غوث ہوا تو آپ کو بائیں طرف کے امام کا مرتبہ حاصل ہوا۔ غوثیت کا صرف ایک درجہ طے کرنا باقی تھا کہ شعبان کے مہینے میں ۱۲۹۰ھ میں آپ نے شب کے وقت عالم خواب میں یہ دیکھا کہ مواجہ شریف کے سامنے ایک چارپائی بچھی ہوئی ہے۔ اس پر حضرت محبوب یزدانی سید اشرف جہانگیر رونق افروز ہیں۔ اور ایک بچہ صغیر سن ہشت سالہ بھی آپ کے ساتھ ہے اور تمام اولیاء روئے زمین مؤدب دست بستہ کھڑے ہوئے ہیں۔ سب کی طرف حضرت محبوب یزدانی متوجہ ہو کر ایک ایک کو خطاب بشارت آمیز فرمارہے ہیں۔ جب مولانا آل احمد محدث ہندی کی نوبت آئی تو آپ نے فرمایا کہ ''آل احمد قطب الاقطاب خواہی شد۔'' یعنی تم اولیاء روئے زمین کے سردار غوث ہوگے۔'' (صحائف اشرفی:۲/ ۱۵۰)

آل احمد محدث ہندی کا کچھوچھہ مقدسہ میں حاضری دینے انداز

''چنانچہ جب حضرت (سید ابو محمد اشرف حسین علیہ الرحمہ) مدینۂ منورہ سے لوٹے (تو) مولانا (محدث ہندی) مع شاگرد کے (آپ کے ساتھ) تھے۔ اول کچھوچھہ شریف میں فقیر خانہ پر ٹھہرے اور جب فاتحہ پڑھنے درگاہ شریف کو چلے تو کچھوچھہ شریف میں ایک میل کے فاصلے پر سے جوتی اتار دی (اور) پابرہنہ زیارت کو گئے اور سرزمین مبارک درگاہ شریف پر کبھی تھوکا نہیں۔ ایک رومال تہ کیا ہوا جیب میں رہتا تھا اسی میں تھوکتے تھے۔ اور کبھی سرزمین درگاہ شریف میں پاخانہ و پیشاب کو نہیں گئے۔ اس قدر اس کا ملحوظ خاطر تھا۔ اور غذا بہت قلیل کھاتے تھے۔ رات کو کبھی ایک پیسہ بھی آپ کے پاس نہیں رہتا تھا۔ جو کچھ موجود ہوتا دن میں صرف کرڈالتے۔'' (صحائف اشرفی:۲/ ۱۵۰)

مولانا سید شاہ میر صاحب دھلوی کی نظر میں

''جناب سید شاہ میر صاحب دہلوی کچھوچھہ شریف میں حضرت محبوب یزدانی کے آستانے پر تین برس کامل حاضر رہے۔ اور نعمت باطنی سے مالا مال ہو کر جب دہلی واپس آئے، ایک مجذوب قطب دہلی کی جگہ پر قائم مقام ہو گئے۔ ان پر جذب اس قدر غالب ہوا کہ پابندی شریعت ایک دم چھوٹ گئی۔ اور بیرون شہر قرب پہاڑ گنج جنگل میں رہنے لگے۔ جب فقیر اشرفی جامع رسالۂ ہذا ان کے جائے قیام پر خدمت میں حاضر ہوا تو مجھ سے فرمایا کہ میں تمہارے جد کے مزار پر تین برس حاضر رہا ہوں۔ میں نے کہا: کیا آپ کے وہ جد نہ تھے؟ فرمایا۔

بندۂ عشق شدی ترک نسب کن جامی
کاندریں راہ فلاں ابن فلاں چیزے نیست

اور فرمانے لگے کہ کچھ کھانے پینے کی چیز اگر لائے ہوتے تو ہماری تمہاری خوب لطف کی باتیں ہوتیں۔ یہ اشارہ شیشۂ مئے کی طرف تھا۔ میں نے جواب دیا کہ پینے کو تو نہیں مگر کھانے کی چیز موجود ہے۔ پان کا ڈبہ نکال کر ایک گلوری دی۔ بڑے اصرار سے کھالی۔

ایک دن میرے صاحبزادہ مولوی سید احمد اشرف مرحوم سے جو اس وقت بارہ برس کے بچے تھے، بازار میں ملاقات ہوئی، شاہ صاحب پھول والے کی دکان پر بیٹھے تھے ، پوچھنے لگے تم کمل پوش کے لڑکے ہو، (چوں کہ) جب میں ملاقات کے لئے گیا تھا تو شامی چادر اوڑھے ہوئے تھا، اسی لئے مجھ کو خطاب کمل پوش کا دیا۔ میر صاحبزادہ اگرچہ بچہ تھا مگر ان کے اشارے کو سمجھ گیا اور کہا کہ میں انہیں کمل پوش کا لڑکا ہوں۔ بیرونِ شہر جنگل میں جہاں آپ رہتے تھے وہیں انتقال فرمایا۔ وہیں آپ کا مزار ہے۔

حضرت شاہ فضل الرحمٰن محدث گنج مرادآبادی کی نظر میں

’’حضرت مولانا شاہ غلام حسین پھلواری رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں کہ حضرت شاہ فضل الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ محدث گنج مرادآبادی کی ولایت کا ایک عالَم معترف ہے۔ (بلکہ اس دور کے علماء ومشائخ کا اجماع ہے) انھوں نے جب آپ (مجدد سلسلۂ اشرفیہ اعلیٰ حضرت حضور اشرفی میاں علیہ الرحمۃ والرضوان) کی زبان مبارک سے مثنوی روم علیہ الرحمہ سنی تو فرمایا کہ جس طرح حضرت شمس تبریز کی پرفیض صحبت نے مولانا روم کو جلا کر کندن بنا دیا تھا، صاحبزادہ صاحب مجھے ایسا لگتا ہے کہ بہت سے علماء کا دل آپ کی محبت میں جل کر محبت کی بو پھیلائے گا۔ اور آپ کا یہ رنگین لباس علماء کے دل کو رنگ دے گا۔ یہ سن کر اعلیٰ حضرت اشرفی میاں رحمۃ اللہ علیہ قدم بوسی کو جھکے تو فوراً مولانا علیہ الرحمہ نے قدم سمیٹ لیا۔ اور آپ کو گلے لگالیا۔ (سیرت اشرفی ص:۴۰)

حاجی وارث علی شاہ کی نظر میں

صاحب تجرید وتفرید حضرت حاجی سید وارث علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے آپ (مجدد سلسلۂ اشرفیہ اعلیٰ حضرت حضور اشرفی میاں علیہ الرحمۃ والرضوان) کو اللہ کا ولی فرمایا ہے۔ جب کبھی حضرت اشرفی میاں رحمۃ اللہ علیہ دیوہ شریف تشریف لے جاتے حضرت حاجی صاحب علیہ الرحمہ میلاد شریف کا ضرور اہتمام کرتے اور آپ کی تقریر کرواتے۔ آپ کا انداز بیان بڑا ہی شیریں اور اثر انگیز تھا خصوصاً مثنوی روم علیہ الرحمہ جب پڑھتے تھے تو ایسا معلوم ہوتا گویا لوگوں کا دل آواز کے ساتھ ہی کھنچ کر آپ کے ہاتھوں میں آگیا ہو۔ دیوہ شریف کے دورانِ قیام میں حضرت حاجی صاحب علیہ الرحمہ آپ کے پیچھے نماز ادا کرتے۔ چنانچہ یہ بات مشہور ہے کہ جب اعلیٰ حضرت اشرفی میاں علیہ الرحمہ دیوہ شریف تشریف لاتے تو حضرت حاجی صاحب علیہ الرحمہ فرماتے کہ ہمارے امام صاحب آگئے ہیں۔ اب ہماری جماعت ہوگی۔ ایک مرتبہ حضرت حاجی صاحب نے اعلیٰ حضرت اشرفی میاں علیہ الرحمہ کی اقتداء میں نماز ادا کرنے کے بعد فرمایا ایسا امام ہو تو میں بھی جماعت سے نماز پڑھا کروں۔ کوچۂ وبازار میں نماز کی حالت میں سیر کرنے والے امام کی اقتداء ہم سے نہیں ہوتی۔

حضرت اشرفی میاں علیہ الرحمہ اور حضرت وارث علی شاہ علیہ الرحمہ دونوں بزرگوں کے درمیان بڑا خاص اور گہرا تعلق تھا۔ جب حضرت حاجی وارث علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہو گیا اس کے بعد ایک مرتبہ حضرت اشرفی میاں علیہ الرحمہ دیوہ شریف تشریف لے گئے اور وارثی احرام پوش فقراء نے اجتماعی طور پر آپ سے درخواست کی حضرت حاجی صاحب علیہ الرحمہ نے تو کسی کو خلافت نہیں عطا فرمائی اب اس سلسلے کا اجراء کیسے ہوگا؟ یہ سن کر آپ حضرت حاجی صاحب علیہ الرحمہ کے مزار پر

مراقب ہوئے، تھوڑی دیر بعد فرمایا جاؤ دینا کی سیر کرو اور لوگوں سے بیعت لو حاجی صاحب کا فیض جاری رہے گا، بیعت درست ہوگی۔'' (سیرت اشرفی ص:۴۱)

خانوادۂ اشرفیہ اکابر مارہرہ شریف کیی نظر میں

حضرت شاہ آل رسول مارہروی علیہ الرحمہ کی نظر میں:

''حضرت موصوف کی ذات مبارک اپنے اسلاف و مشائخ کے برکات و فیوض کا عطر مجموعہ تھی، حضرت اخوند صاحب دہلوی کی مبارک محفلوں میں حضور پرنور (اشرفی میاں) نے آپ کا ذکر مبارک سنا، شوقِ دیدارِ مشائخ کے جذبے سے مارہرہ پہنچے مولانا شبیر بدایونی نے آگے کا حال لکھا ہے۔

'حضرت سید شاہ علی حسین صاحب اشرفی دامت برکاتہم روایت فرماتے ہیں کہ بکمالِ اشتیاق مارہرہ پہنچا اور بعض مخصوصاتِ خاندانِ برکاتیہ کی آپ سے اجازت چاہی ارشاد فرمایا صاحبزادہ! ابھی وقت نہیں آیا میں گلہ مند واپس آیا، تھوڑے عرصے کے بعد نوازش نامہ پہنچا اور حضرت نے طلب فرمایا اور خاص چیزوں کی اجازت عطا فرمائی' وظائف اشرفی شریف کے مندرجات سے ثابت ہے کہ سلسلۂ قادریہ کی اجازت مرحمت فرمائی، وجہ اس کی یہی تھی کہ ادب ملحوظ خاطر تھا، خاندانِ برکاتی کی روایت ہے کہ حضرت شاہ آل رسول صاحب نے اپنی مبارک پشت سے آپ کی پشت مبارک رگڑ کر فرمایا جو آپ کے جداعلیٰ حضور غوث الثقلین سے فقیر کو ملا فقیر نے ان کی اولاد (یعنی آپ) کو وہ سب لوٹا دیا۔

حضور (اشرفی میاں) کو حضرت شاہ آل رسول مارہروی علیہ الرحمہ سے دوئم ماہ ربیع الثانی ۱۲۹۶ ھ کو اجازت حاصل ہوئی اور ۱۸ ذی الحجہ ۱۲۹۶ ھ کو ان کا وصال ہوا، خاندان برکات میں حضرت مولانا سید شاہ محمد میاں مارہروی نے حضرت مولانا احمد رضا خاں فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کو خاتم الخلفاء تحریر فرمایا ہے جب کہ حضرت فاضل بریلوی کو ۲۵ جمادی الآخرہ ۱۲۹۴ ھ میں بیعت کا شرف اور اجازت و خلافت کی نعمت حاصل ہوئی۔'' (حیات مخدوم الاولیاء ص:۱۳۵۔۱۳۶)

حضرت شاہ ابو الحسین نوری مارہروی علیہ الرحمہ کی نظر میں

''موصوف خانوادۂ برکاتیہ میں بدر منیر کی حیثیت رکھتے تھے۔ ان کے بعد ان کی شان کا دوسرا مرد کامل وہاں نہیں پیدا ہوا۔ موصوف حضرت شاہ آل رسول مارہروی علیہ الرحمہ کے پوتے اور جانشین تھے ان کے خاص الخاص خاندانی مریدِ مقرب وخلیفۂ مقبول وخادمِ محبوب غلام شبیر بدایونی نے 'نورِ مدائحِ حضور' میں تحریر فرمایا 'حضور پرنور (شاہ ابوالحسین نوری) قدس سرہٗ کو حضرات قادریہ سے خاص انس تھا۔ صاحبزادگان قادری کا نہایت اکرام فرماتے........سید شاہ علی حسین صاحب اشرفی دامت برکاتہم، حاجی سید وارث علی شاہ صاحب خاص حضور کے ملنے والے تھے۔'' (حیات مخدوم الاولیاء ص:۱۴۱)

حضرت مولانا شاہ اسماعیل حسن مارہروی علیہ الرحمہ کی نظر میں

حضرت شاہ آل رسول مارہروی کے برادر اوسط حضرت شاہ اولادِ رسول کے پوتے اور برادر خورد شاہ غلام محی الدین کے نواسے تھے۔ علوم کی تکمیل حضرت تاج الفحول مولانا شاہ عبدالقادر بدایونی سے کی، ان کا شمار ان کے ممتاز ترین تلامذہ میں تھا، انہوں نے خانوادے میں حضرت شاہ آل رسول صاحب سے بھی

خلافت پائی، اپنے خانوادہ میں ''شاہ جی میاں'' کے لقب سے معروف تھے۔ ان جیسا اور ان کی جیسی خصوصیت کا ان کے بعد کوئی دوسرا پیدا نہیں ہوا۔ حضرت ابوالحسین احمد نوری کے بعد خانوادۂ برکاتیہ میں حضرت شاہ جی میاں حضور پرنور مرشد العالم مخدوم الاولیاء کے سب سے بڑے قدرداں تھے مارہرہ شریف میں تشریف آوری کے وقت حضرت شاہ جی میاں بدل و جاں مہمانی کا اہتمام کرتے باہمی گہرے روابط کے یہ دو واقعے لکھے جاتے ہیں۔ ایک یہ کہ حضرت شاہ جی میاں کی صاحب زادی جو حضرت شاہ آل رسول صاحب کے نواسے کے فرزند سید آل عبا صاحب کو بیاہی تھیں۔ ان کے یہاں اولادیں پیدا ہوکر فوت ہوجایا کرتی تھیں، حضرت شاہ جی میاں نے حضور پرنور مرشد العالم مخدوم الاولیاء (اشرفی میاں) قدس سرہٗ سے اس بارے میں گفتگو کی حضور پرنور نے فوراً فرمایا۔

''میں اپنی بیٹی کو کچھوچھہ مقدسہ لے جاؤں گا۔''

چنانچہ حضرت سید العلماء مولانا سید شاہ آل مصطفیٰ میاں علیہ الرحمہ کی ولادت کچھوچھہ مقدسہ میں حضور پرنور کے آستانۂ فیض کاشانہ میں ہوئی'' یہ بات راقم الحروف (مفتی محمود صاحب رفاقتی) سے حضرت سید العلماء علیہ الرحمہ نے ارشاد فرمائی تھی' حضرت سید العلماء دوران گفتگو ''اشرفی نانا فرماتے تھے''۔

دوسرا یہ کہ حضور پرنور کی مبارک تصنیف صحائف اشرفی شریف میں حضرت شاہ جی میاں کا ذکر خیر ہے، حضرت شاہ جی میاں کثرت سے حضور پرنور کا ذکر پاک کرتے محامد ومحاسن بیان فرمایا کرتے تھے اسی طرح ان کے فرزند جانشین تاج العلماء مولانا سید شاہ محمد میاں مارہروی نے اپنی محققانہ تصنیف اصح التواریخ اور خاندان برکات میں حضور پرنور کا ذکر فرمایا۔ حضرت شاہ جی میاں کا ۱۳۴۵ھ میں وصال ہوا۔ (حیات مخدوم الاولیاء ص: ۱۴۱۔۱۴۲)

حضرت علامہ سید یحییٰ حسن میاں علیہ الرحمۃ و الرضوان جب مخدوم المشائخ حضور سرکارکلاں علیہ الرحمہ کے عرس چہلم میں یکم جنوری ۱۹۹۷ء میں تشریف لائے تو آپ نے برسر اسٹیج خانوادۂ اشرفیہ کے تعلق سے اپنا تأثر پیش کیا۔ جس کا خلاصہ پیش خدمت ہے۔ خطبۂ مسنونہ کے بعد آپ نے ارشاد فرمایا:

''کچھوچھہ! میں تیری عظمتوں کو سلام کرتا ہوں۔ تیرے ذروں کو بوسہ دیتا ہوں۔ تو کتنی مبارک سرزمین ہے کہ تجھے مخدوم سمنانی کے قدم مبارک چومنے کا شرف حاصل ہوا۔

''مجھے بڑی تکلیف اور حیرت ہے ان لوگوں پر جو سادات کچھوچھہ شریف کی سیادت کے منکر ہیں۔ ایسے لوگ کان کھول کر سن لیں کہ میرا اور خانوادۂ اشرفیہ کے فرزندوں کا بلڈ چیک کروالیا جائے یقیناً ایک ہی ہوگا۔''

مزید ارشاد فرمایا کہ جب حضرت سید شاہ آل رسول مارہروی علیہ الرحمہ علیل تھے تو اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ ان کی عیادت کے واسطے خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت آل رسول علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ تم دہلی چلے جاؤ وہاں محبوب الٰہی کے آستانے پر مسجد کی محراب کے نیچے مولانا علی حسین اشرفی سے ملاقات ہوگی ان کو میرے پاس بلالاؤ کیوں کہ میرے پاس غوث الثقلین کی ایک امانت ہے جو مجھے اولاد غوث ہم شبیہ غوث الثقلین مولانا سید شاہ ابواحمد محمد علی حسین اشرفی جیلانی کچھوچھوی کو سونپنی ہے۔ جب اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ دہلی تشریف لے گئے اور شیخ کے فرمان کے مطابق حضور اشرفی علیہ الرحمہ کو دیکھا تو بے ساختہ

زبان سے یہ شعر نکلا ؎

اشرفی اے رخت آئینۂ حسن خوباں
اے نظر کردۂ و پروردۂ سہ محبوباں

پھر انہیں اپنے شیخ کا فرمان سنایا دونوں حضرات مارہرہ مطہرہ حاضر ہوئے۔حضرت آل رسول علیہ الرحمہ نے اپنی پشت مبارک حضور اشرفی میاں کی پشت سے رگڑی اور فرمایا کہ جو نعمت مجھے غوث الثقلین سے عطا ہوئی تھی وہ میں نے اولادِ غوث میں منتقل کر دی۔"

خانوادۂ اشرفیہ اکابر بریلی شریف کی نظر میں

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی نظر میں:

"حضرت امام اہل سنت مولانا احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہٗ بہت کم وعظ کی مجلسوں میں جایا کرتے تھے۔مگر آپ (مجدد سلسلۂ اشرفیہ اعلیٰ حضرت حضور اشرفی میاں علیہ الرحمۃ والرضوان) کے وعظ میں پورے اہتمام سے شرکت فرماتے تھے۔اور اپنے ملنے والوں سے فرمایا کرتے تھے کہ حضرت مولانا سید ابواحمد محمد علی حسین اشرفی الجیلانی ان لوگوں میں ہیں جن کا وعظ میں سنتا ہوں۔حضرت کا وعظ شریعت مطہرہ کے موافق اور اس کی پوری پابندی کے ساتھ ہوتا ہے۔(سیرت اشرفی ص:۴۱)

حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کو ان کے پیر و مرشد حضرت شاہ آل رسول صاحب مارہروی نے خط دے کر روانہ فرمایا، اور کہا کہ صاحب زادہ صاحب سے حضرت محبوب الٰہی سلطان المشائخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آستانۂ پاک پر ملاقات ہوگی یہ بلند حقائق بھر سر فاضل بریلوی کو ہمیشہ یاد رہا۔اس کے بعد مارہرہ، بدایوں اور بریلی کے اکابر علماء و مشائخ اور حضور پرنور مرشد العالم مخدوم الاولیاء محبوب ربانی قدس سرہٗ کے درمیان عقیدت و احترام، شفقت و رحمت کے واقعات ضرب المثل بن گئے۔حضرت فاضل بریلوی کے خصوصی تربیت یافتہ بھتیجے حضرت مولانا حسنین رضا خاں ابن حضرت مولانا حسن رضا علیہ الرحمہ اپنی مؤقر تالیف "سیرت اعلیٰ حضرت" میں لکھتے ہیں:

"سیدنا شاہ علی حسین صاحب کچھوچھوی جو شبیہ غوث پاک مشہور تھے ان کی شفقت و محبت تو آنکھوں دیکھی ہے۔"

حضرت فاضل بریلوی کی شرعی احتیاط عالم پر روشن ہے اور علم و فضل کا غلغلہ آفاق عالم میں گونج رہا ہے۔۱۳۲۷ھ میں منعقدہ حضرت تاج الفحول محبِّ رسول مولانا شاہ عبد القادر بدایونی کی روداد اٹھا کر دیکھئے کہ جب حضور پرنور مخدوم الاولیاء (کچھوچھوی) کے مواعظ کے بعد فاضل بریلوی تقریر کے لئے کھڑے ہوئے تو فرمایا کہ ابھی آپ نے علم و معرفت سے لبریز ایسی تقریر سماعت فرمائی جس سے قلب منور ہوتے ہیں اور سلوک و تصوف کے وہ حقائق و دقائق سنے جس کا بیان اولیاء اللہ کے شایان شان ہے۔حضرت شاہ اسماعیل حسن مارہروی علیہ الرحمہ کا تحریری بیان حیاتِ اعلیٰ حضرت میں موجود ہے کہ فاضل بریلوی نے اپنے زمانے کے مقررین و واعظین کے بارے میں اپنا طرز عمل بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ "حضرت ان میں ہیں جن کا بیان میں بخوشی سنتا ہوں ورنہ آج کل کے واعظین کا وعظ سننا چھوڑ دیا ہے"
(حیات مخدوم الاولیاء ص:۱۴۴)

استاذ العلماء علامہ تقدس علی خاں رضوی علیہ الرحمۃ والرضوان نے ان (خانوادۂ رضویہ اور اشرفیہ) کے روابط کو بڑے نرالے انداز میں بیان فرمایا ہے:

"حضرت مولانا شاہ علی حسین صاحب اشرفی

میاں کچھوچھوی قدس سرہٗ از اولادامجاد سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اکثر و بیشتر بریلی شریف اعلیٰ حضرت قبلہ سے ملاقات کے لئے تشریف لاتے، اعلیٰ احضرت ان کا، وہ اعلیٰ حضرت کا بہت ہی ادب واحترام فرماتے۔ دونوں ایک دوسرے کی دست بوسی فرماتے۔ اعلیٰ حضرت جس مسند پر تشریف فرما ہوتے تھے، اس پر کسی کو نہیں بٹھاتے تھے لیکن ایک بار میری موجودگی میں حضور اشرفی میاں، اعلیٰ حضرت سے ملنے تشریف لائے تو اعلیٰ حضرت نے ان کو اپنی مسند پر بٹھایا۔ حضور اشرفی میاں کچھوچھوی قدس سرہٗ کا واقعہ ہے کہ جب ٹرین سے سفر فرماتے اور اگر (وہ ٹرین) بریلی شریف سے گزرتی ہوئی جاتی تو اعلیٰ حضرت اشرفی میاں ٹرین میں کھڑے ہو جاتے۔ رفقاء پوچھتے حضور کیوں کھڑے ہوئے؟ تو فرماتے قطب الارشاد مولانا شاہ احمد رضا خاں صاحب اپنی مسند پر اس آل رسول کی تعظیم کے لئے کھڑے ہوگئے ہیں۔ میں نائب رسول کی تعظیم کے لئے کھڑا ہو گیا۔ .... مشہور روایت ہے کہ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مولانا شاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی قدس سرہٗ حضرت سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی علیہ الرحمۃ والرضوان کے روضے سے فاتحہ خوانی اور حاضری دے کر باہر تشریف لائے۔ اس وقت حضرت قبلۂ عالم اشرفی میاں پر نظر پڑی، یہ شعر پڑھتے ہوئے دست بوسی کی۔

اشرفی اے رخت آئینۂ حسن خوباں
اے نظر کردۂ و پروردۂ سہ محبوباں

(ماہنامہ کنز الایمان دہلی ج:۱۵ شمارہ: ا ص: ۲۸)

نیز نبیرۂ اعلیٰ حضرت حضرت علامہ سبحان رضا خاں رضوی مدظلہ العالی لکھتے ہیں۔

’’میرے جد کریم سیدنا اعلیٰ حضرت رضی المولیٰ تعالیٰ عنہ کے دورِ حیاتِ ظاہری میں حضرت سید العلماء علامہ سید شاہ احمد اشرف اشرفی علیہ الرحمۃ والرضوان ان کے پاس تشریف لاتے تھے۔ سیدنا اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہٗ ان کا شایانِ شان استقبال نیز احترام فرماتے تھے اور محبت کا یہ عالم کہ اپنے رسالہ ’’الاستمداد‘‘ میں جہاں اپنے دیگر تلامذہ اور خلفاء کا ذکر فرمایا ہے، حضرت سیدنا شاہ سید احمد اشرف اشرفی علیہ الرحمۃ والرضوان کا بھی ذکر ایک شعر میں اس طرح فرمایا ہے۔

احمد اشرف حمد و شرف لے
تجھ سے ذلت پاتے یہ ہیں‘‘

(ماہنامہ کنز الایمان دہلی ج:۱۵ شمارہ:ا ص:۲۹)

شہزادۂ حضور اشرفی میاں، زینت کچھوچھہ مقدسہ، فخر خاندانہ اشرفیہ مولانا شاہ سید احمد اشرف صاحب اشرفی جیلانی ۱۳۳۳ھ میں بریلی شریف اعلیٰ حضرت سرکار کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا حضور آپ کے پوتے کی ولادت ہوئی ہے۔ چوں کہ حضرت موصوف اعلیٰ حضرت سرکار کے تلمیذ و خلیفہ بھی تھے ..... رشتۂ طریقت کی بنا پر فرمایا آپ کے پوتے کی ولادت ہوئی ہے۔ حدیث پاک میں ’’محمد‘‘ نام کی فضیلت آئی یوں اس کا نام ’’محمد‘‘ رکھ دیا ہے۔ حضور کوئی تاریخی نام رکھ دیں اور دعا فرمادیں۔ اعلیٰ حضرت قبلہ نے فرمایا ان کے نانا جان مختارِ کون ومکاں بھی تو ہیں (ﷺ) لہٰذا فقیر اس بچے کا نام ’’محمد مختار‘‘ رکھتا ہے۔ دیکھیے شاید سن ولادت ہوگئی۔ جب اعداد کا شمار کیا تو پورے ۱۳۳۳ھ ہوئے اور یہی سن ولادت تھی۔ ایک سکنڈ کے بعد فوراً اعلیٰ حضرت قبلہ نے فرمایا ’حضرت

مخدوم اشرف سمنانی قدس سرہ الربانی سے اس خاندان کو نسبت ہے اسی وجہ سے آپ کا نام احمد اشرف ہے، لہٰذا فقیر 'محمد مختار' میں 'اشرف' کا اور اضافہ کرتا ہے، اب اس نام میں یہ خوبی بھی پیدا ہوگئی کہ ''محمد مختار'' سے سن ہجری نکلے گی اور ''محمد مختار اشرف'' سے سن عیسوی نکلے گی۔ خدا مبارک کرے۔ علم نافع، عمل صالح عطا فرمائے اور آپ کا سچا جانشین بنائے۔

(ماہنامہ کنز الایمان دہلی ج:۱۵ شمارہ: ا ص:۳۰)

''اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کی عادت کریمہ یہ تھی کہ آپ مولانا احمد اشرف رحمۃ اللہ علیہ کی مکمل تقریر اسٹیج کے نیچے ہی سے کھڑے ہو کر سماعت کرتے تھے۔ آپ کے بعض مریدین نے آپ سے پوچھا کہ حضور دیگر خطباء کی خطابت آپ بر سرِ اسٹیج سماعت کرتے ہیں مگر جب مولانا احمد اشرف کچھوچھوی کی خطابت ہوتی ہے تو آپ اسٹیج پر تشریف نہیں لے جاتے ہیں اور نیچے سے ہی کھڑے ہو کر سماعت کرتے ہیں۔ تو اعلیٰ حضرت نے جواب دیا کہ مولانا کی شخصیت تم لوگوں پر مخفی ہے، جو بات ان کی تقریر میں احمد رضا دیکھتا ہے دیگر مقررین کی تقریر میں نہیں دیکھتا۔ واللہ جب یہ دوران خطابت حدیث شریف پڑھتے ہیں تو جس راوی کی حدیث یہ سناتے ہیں ان کو بر سر اسٹیج پاتا ہوں تو ان رواۃ احادیث کی تعظیم کرتے ہوئے میں کھڑے ہو کر اسٹیج کے نیچے ہی سے تقریر سماعت کرتا ہوں۔''

(ماہ نامہ ماہ نور کا اشرف العلماء نمبر فروری، مارچ ۲۰۰۸ ص:۴۵)

حضرت مفتی اعظم ہند کی نظر میں

حکیم سید احمد حسین کوثر اشرفی جیلانی علیہ الرحمہ نے حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ سے اپنی پہلی ملاقات کا واقعہ تحریر فرمایا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

''دادا پیر (شاہ علاء الحق پنڈوی علیہ الرحمہ) کی بارگاہ میں حاضری کے بعد واپسی میں جب مظفر پور اسٹیشن پر گاڑی رکی اس وقت بڑی لائن نہیں بنی تھی۔ گاڑی رکنے کے بعد میں نے دیکھا کہ اسٹیشن پر ایک ہجوم لگا ہوا ہے۔ اور لوگ اِدھر اُدھر دوڑ رہے ہیں۔ صورت و شکل دیکھ کر میں نے اکمل سے کہا کہ یہ لوگ تو سنی لگ رہے ہیں، دیکھو کیا بات ہے۔ مولوی اکمل حسین فوراً نیچے اترے اور الٹے قدم واپس آئے اور کہا کہ حضرت مفتی اعظم ہند صاحب ہیں۔ یہ لوگ سیٹ کی بات کر رہے ہیں اور ٹی ٹی منع کر رہا ہے۔ میں نے فوراً اکمل حسین مرحوم سے کہا تم میرا بستر لگا دو میں ابھی ان کو لے کر آتا ہوں۔ میں فوراً نیچے اترا اور حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان کو لے کر گاڑی میں آ گیا اور علماء کرام سے کہا کہ آپ لوگ فکر نہ کریں، بزرگوں کا انتظام قدرت پہلے سے ہی کر دیتی ہے۔

میری حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان سے پہلی ملاقات تھی۔ اس سے قبل کوئی تعارف نہیں تھا۔ اتنے میں ٹرین دھیرے دھیرے چلنے لگی۔ میں نے دیکھا کہ حضرت (مفتی اعظم ہند) علیہ الرحمہ کی انگلیاں گردش میں ہیں۔ دل میں خیال آیا کہ لاؤ اپنا تعارف کرا دوں۔ اور دست بوسی کر لوں۔ ایک عجیب جذباتی کیفیت مجھ پر طاری تھی۔ بہر حال جرأت کر کے میں نے آپ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر جلدی سے دست بوسی کر لی۔ حضرت نے میرے ہاتھ کو اتنی مضبوطی سے پکڑ لیا کہ میں چھڑا نہیں سکا۔ ہاتھ پکڑے پکڑے اٹھ کر بیٹھ گئے اور فرمایا کہ شہزادے! آپ تو مصطفیٰ اشرف کے بیٹے ہیں۔ میں سراپا حیرت بن کر حضرت کی طرف جھکا رہا۔ پھر فرمایا

آپ نے مجھے گنہگار کر دیا۔ جب تک میرا ہاتھ چوم نہیں لیا اس وقت تک میرا ہاتھ نہیں چھوڑا۔ جیسے ہی ہاتھ چھوڑا میں نے ہاتھ کو اپنی طرف کھینچ لیا اور سامنے والی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ میں نے دیکھا کہ حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کچھ کرب کی حالت میں ہیں، جو چہرے سے صاف عیاں ہو رہا تھا۔ میں نے کہا حضور! کچھ عرض کروں گردن ہلا کر (ہاں میں) اشارہ فرمایا۔ میں نے کہا حضور! میں نے جو آپ کی دست بوسی کی ہے وہ ایک سچے نائب رسول کی دست بوسی کی ہے۔ حضور آپ نے عشقِ رسول و آلِ رسول ﷺ میں دست بوسی کی ہے تو حضور نہ آپ گنہگار ہوئے اور نہ میں۔ میرے اس برجستہ جواب پر مسکرا دئے اور ٹرین نے تیز رفتاری اختیار کر لی۔‘‘ (اشرف العلماء نمبر ماہ نور فروری، مارچ ۲۰۰۸ء ص:۹۶)

اسی ضمن میں حکیم صاحب علیہ الرحمہ نے حضور مفتی اعظم ہند کے وصال کے وقت حضرت مخدوم المشائخ سید شاہ محمد مختار اشرف اشرفی جیلانی سرکار کلاں علیہ الرحمۃ والرضوان کے بریلی شریف جانے اور حضور مفتی اعظم ہند کے جنازہ پڑھانے کا واقعہ بھی تحریر کیا ہے۔ آپ لکھتے ہیں:

’’مفتی اعظم ہند کے وصال کی خبر ابھی مشتہر بھی نہیں ہوئی تھی اور سرکار کلاں علیہ الرحمہ نے کچھوچھہ میں ایک روز قبل سے ہی کہنا شروع کر دیا کہ بھئی مجھے کل بریلی جانا ہے۔ سیالدہ (ٹرین) پکڑنا ہے۔ گاڑی منگواؤ اکبر پور چلنا ہے۔ لوگوں نے کہا کہ حضور! سیالدہ کچھوچھہ سے بھی چل کر پکڑی جا سکتی ہے۔ اس پر میرے حضرت نے فرمایا نہیں بھائی تم لوگ نہیں جانتے ہو۔ حضرت کی بے چینی کو دیکھ کر لوگوں نے فوراً گاڑی منگائی اور ۱۸ گھنٹے پہلے اکبر پور پہنچ گئے۔ اس کے بعد ریڈیو اور دیگر ذرائع سے حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کے وصال کی خبر مشتہر ہوئی۔ حضور سرکار کلاں صبح کو سیالدہ (ٹرین) سے بریلی کے لئے روانہ ہو گئے۔ اور اپنے معمول سے ہٹ کر کوئی سامان بھی اپنے ساتھ نہیں لے گئے۔ صرف سادہ لباس میں پہنچ کر حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کی نماز جنازہ کی اجازت رحمانی میاں سے مانگی۔ رحمانی میاں نے فرمایا کہ آپ تو خود ہی وکیل اور وارث ہیں آپ نماز پڑھائیں۔ پھر حضرت نے مفتی اعظم ہند کے جنازے کی امامت فرمائی۔

جب میری ملاقات قبلہ بھائی جان (اشرف العلماء حضر مولانا سید شاہ حامد اشرف اشرفی جیلانی علیہ الرحمہ) سے ہوئی تو فرمایا دیکھو تو احمد! کیسے بھائی جان (حضرت سرکار کلاں علیہ الرحمہ) بریلی پہنچ گئے میں نے کہا قبلہ بھائی جان یہ تو مفتی اعظم ہند کی ولایت تھی اور حضرت سرکار کلاں کی ڈیوٹی تھی جو انہوں نے ادا کی۔ میں نے سنا ہے کہ ولی کی نماز جنازہ ولی ہی پڑھاتے ہیں۔ فرمایا یہ کوئی شرعی مسئلہ نہیں ہے مگر یہاں ایسا ہی ہوا ہے۔ نہ تو بھائی جان سرکار کلاں کی ولایت میں کوئی شک ہے اور نہ حضور مفتی اعظم ہند کی ولایت میں کوئی شک ہے۔ اس پر میری زبان سے برجستہ الحمد للہ نکلا اور میں نے کہا میں نے پیر سچا پایا۔ گفتگو کو آگے بڑھاتے ہوئے میں نے عرض کیا کہ قبلہ بھائی جان! میں نے اور مولانا غلام جیلانی صاحب کے بڑے صاحبزادے یزدانی میاں نے حضور مفتی اعظم ہند کو قبر تک پہنچایا اور نیچے اتارا۔ اس پر فرمایا، یہ تم لوگوں کی خوش نصیبی و فضل الٰہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تم لوگوں کو یہ ایسا موقع عنایت فرمایا۔‘‘ (اشرف العلماء نمبر ماہ نور فروری، مارچ ۲۰۰۸ء ص:۹۷)

حضور مفتی اعظم ہند کو خانوادۂ اشرفیہ سے بہت ہی گہرا لگاؤ تھا۔ مصنف حیات محدث اعظم ہند نے حضور محدث اعظم کے وصال کے بعد حضور مفتی اعظم ہند کی یہ کیفیت بیان کی ہے۔

''حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کو حضور محدث اعظم ہند علیہ الرحمہ کے وصال کے بعد یہ غم ہمیشہ ستاتا رہا کہ ملت کے الجھے ہوئے مسائل کو اپنے ناخن تدبیر سے حل کرنے والی ذات اب ہم میں نہ رہی۔''

(حیات محدث اعظم ہند ص:۲۴۳)

گزشتہ ماہ حضرت علامہ مولانا مفتی عبدالقدوس صاحب سہرساوی شیخ الحدیث الجامعۃ العلائیہ الاشرفیہ الجلالیہ پنڈوہ شریف بارگاہ مخدومی میں حاضری کی غرض سے کچھوچھہ شریف تشریف لائے تو جامع اشرف کے آفس میں دوران گفتگو اساتذۂ جامع اشرف سے فرمایا:

''جب حضور مفتی اعظم ہند کچھوچھہ شریف تشریف لائے اور آستانۂ محدث اعظم ہند سے حضور اشرف العلماء سید حامد شرف علیہ الرحمہ کے ساتھ انکے دولت خانے کی طرف جا رہے تھے تو انداز یہ تھا کہ دونوں حضرات ایک دوسرے کی جانب اپنے اپنے جسم مبارک کو موڑے ہوئے تھے اور علماء کرام کا قافلہ پیچھے پیچھے چل رہا تھا۔''

حضرت ابرھیم رضا خاں جیلانی میاں علیہ الرحمہ کی نظر میں

''آپ اکثر فرماتے کہ محدث اعظم ہند کا رخصت ہو جانا نہ صرف عالم اسلام کا خسارہ ہے بلکہ ہمارے خاندان رضویہ کا بھی ذاتی خسارہ ہے کہ جب بھی ہمارے مسائل پیچیدگی اختیار کرتے تو حضور محدث اعظم ہند ہی حل فرمایا کرتے تھے۔''

(حیات محدث اعظم ہند ص:۲۴۴)

تاج الفحول حضرت عبدالقادر بدایونی علیہ الرحمہ کی نظر میں

''حضرت شاہ یحییٰ حسن سجادہ نشین خانقاہ برکاتیہ مارہرہ شریف کا بیان ہے کہ حضرت تاج الفحول صفا و مروہ کی سعی میں مشغول تھے، آپ کے ہمراہ مارہرہ مطہرہ کے صاحبزادگان گرامی قدر حضرت شاہ اسماعیل حسن صاحب شاہ جی میاں اور حضرت شاہ حامد حسن بھی سعی میں مشغول تھے، ان دونوں بزرگوں نے دیکھا کہ حضرت تاج الفحول نے اچانک سعی کی ترتیب بدل دی۔ حضرت شاہ اسماعیل حسن صاحب نے حضرت شاہ حامد حسن صاحب سے فرمایا کہ حضرت تاج الفحول سے پوچھو کہ اس تبدیلی کی وجہ کیا ہوئی؟ چنانچہ انہوں نے دریافت کیا۔ حضرت تاج الفحول نے فرمایا:

''آپ نے دیکھا نہیں کہ سامنے سے شبیہ غوث الثقلین حضرت شاہ علی حسین صاحب قبلہ جیلانی آرہے تھے میں کیسے ان کی طرف پشت کرتا۔''

دوسرے دن صبح کو تینوں حضرات نے ایک دوسرے سے اپنے شب کا واقعہ بیان کیا کہ آج شب حضرت غوث الثقلین قطب الکونین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دولت دیدار سے مشرف ہوا۔''

(حیات مخدوم الاولیاء ص:۱۳۷)

صدر الافاضل حضرت علامہ نعیم الدین مرادآبادی کی نظر میں

آپ کو دربار اشرفی کا خسرو کہا جاتا ہے۔ اور واقعی آپ کی عقیدت و محبت کو دیکھ کر حضرت امیر خسرو علیہ الرحمہ کی حضرت محبوب الٰہی سے عقیدت یاد آجاتی ہے۔ آپ کو آپ کے استاذ گرامی وقار حضرت مولانا سید

گل محمد ابن سید احمد کابلی علیہ الرحمہ سے سلسلۂ عالیہ قادریہ کی بیعت حاصل تھی۔مگر جب اعلیٰ حضرت حضور اشرفی میاں علیہ الرحمہ مرادآباد تشریف لے گئے اور مولانا کابلی صاحب کو دولت دیدار اور شرف ملاقات حاصل ہوا، اس وقت ان کو مبشرات اور مشاہدات یاد آئے، گرویدہ ہو گئے، اس کے بعد اپنے عزیز شاگرد ارشداور مسترشد اسعد مولانا نعیم الدین صاحب کو حاضر خدمت کر کے عرض کیا کہ حضور! اس کو اپنی غلامی میں قبول فرمائیں اور اپنے سامنے داخل سلسلہ کرا دیا۔ حضرت صدرالافاضل نے سعادت وگرویدگی، تقرب و اختصاص کا وہ مرتبہ حاصل فرمایا جس کی بنا پر آپ کو دربار اشرفی کا خسرو کہا گیا۔خانقاہ اشرفیہ حسنیہ سرکارکلاں کے قیام میں آپ نے مثالی کارنامے انجام دیئے۔

(حیات مخدوم الاولیاء ۳۷۸)

تحائف اشرفی کے مقدمے میں حضور شیخ اعظم ،مخدوم العلماء سید شاہ محمد اظہار اشرف اشرفی جیلانی علیہ الرحمہ سجادہ نشین آستانۂ غوث العالم درگاہ کچھوچھہ شریف فرماتے ہیں:

''اعلیٰ حضرت اشرفی میاں صاحب علیہ الرحمہ اپنے مرید وخلیفہ، صدر الافاضل حضرت مولانا نعیم الدین صاحب قبلہ اشرفی مرادآبادی وحضرت مولانا فاخر صاحب اشرفی الٰہ آبادی کو بہت عزیز رکھتے تھے۔اور یہ دنوں حضرات بھی عرس محبوب یزدانی تارک السلطنت مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہٗ میں ہمیشہ حاضری کی سعادت حاصل کیا کرتے تھے۔حضرت صدر الافاضل کو حضرت قبلہ پیار اور محبت سے ہمیشہ فرزند نعیم الدین کہہ کر یاد فرماتے تھے۔اس فرزند نعیم الدین کے الفاظ کو سن کر حضرت صدرالافاضل کے چہرے پر ایک خاص کیف ومستی کے آثار ظاہر ہو جایا کرتے تھے۔ بلا شبہ حضرت صدرالافاضل کو کچھوچھہ شریف سے بہت لگاؤ تھا۔ میں نے خود دیکھا ہے کہ حضرت صدرالافاضل کے ساتھ بیٹھنے والوں میں ایک صاحب حاجی جنتی تھے۔ ایک مرتبہ کچھوچھہ شریف کی خام سڑک کے متعلق یہ کہہ دیا کہ وہ خراب ہے۔ حضرت صدر الافاضل کے عشق نے گوارہ نہیں فرمایا، چہرے پر بل پڑ گئے، ارشاد فرمایا کہ وہاں کی خاک ہمارے لئے سرمۂ چشم ہے یوں کہو کہ راستہ خام ہے۔'' (تحائف اشرفی ص:۶)

عالم ربانی حضرت مولانا سید احمد اشرف علیہ الرحمہ کے علم وفضل کے متعلق جب آپ سے حضرت مخدوم المشائخ سرکارکلاں علیہ الرحمہ نے دریافت فرمایا تو آپ نے جواباً ارشاد فرمایا:

''کہ اس وقت آپ سب سے متبحر عالم محدث اعظم ہند کو دیکھ رہے ہیں ان کے علم وفضل کو مولانا احمد اشرف رحمۃ اللہ علیہ کے علم وفضل سے وہ نسبت ہے جو پورے سر کے بالوں سے ایک بال کو ہے۔''

(تذکرۂ مولانا احمد اشرف ص:۲۵)

شیر بیشۂ اہل سنت مولانا حشمت علی خاں علیہ الرحمہ کی نظر میں

آپ کے اندر دین وسنیت کا ایک عظیم جذبہ تھا اور اسی جذبے میں آپ بڑی شدت کے ساتھ ردوہابیہ فرماتے تھے۔ نہایت مدلل انداز میں آپ کا بیان ہوتا تھا۔ اور خشیت الٰہی کا یہ عالم تھا کہ اگر جذبے میں کوئی نامناسب کلمہ نکل جاتا اور اس کی نشان دہی کی جاتی آپ بلا چون وچرا معافی طلب کر لیا کرتے۔ ایک عالم ربانی کی یہی شان ہوتی ہے۔

مصنف حیات محدث اعظم ہند حضرت مولانا ذاکر

حسین صاحب راج محلی نے حضور محدث اعظم ہند کی قوت فیصلہ کے تحت ایک واقعہ درج کیا ہے۔ آپ لکھتے ہیں:

''بنارس کی عظیم ترین سنی کانفرنس کے بعد حضرت مولانا حشمت علی خاں صاحب نے حضور مفتی اعظم ہند، حضرت صدر الافاضل اور حضرت محدث اعظم ہند علیہم الرحمہ سے اختلاف کی ایک مہم چلا دی اور یہ مہم کئی سال چلی بالآخر حضرت شیر بیشۂ اہل سنت اپنی مہم واپس لینے کو تیار ہو گئے مگر باوقار واپسی کی شرط کے ساتھ۔ حضرت محدث اعظم ہند کے حسن تدبیر سے یہ مسئلہ بریلی شریف میں عرس کے موقع پر حل ہوا۔ اور حضرت ہی نے اس تاریخی تحریر کا املا کرایا تھا جس میں ان حضرات کی بالا دستی اور شیر بیشۂ اہل سنت کے وقار دونوں ہی محفوظ رکھے گئے تھے۔ وہ تحریر حضرت علامہ خطیب اہل سنت عبد المصطفیٰ اعظمی علیہ الرحمہ کے پاس فقیر نے چند سال پہلے براؤں شریف میں دیکھی تھی۔ یہ واقعہ فقیر کے سامنے ہی کا ہے وہ منظر بڑا ہی دلکش تھا جب شیر بیشۂ اہل سنت حضور مفتی اعظم ہند اور حضرت محدث اعظم ہند کے حضور معذرت خواہ دست بوسی فرما رہے تھے اور ان بزرگوں میں ہر ایک ان کو سینے سے لگا کر دعاؤں سے نواز رہے تھے۔''

(حیات محدث اعظم ہند ص:۲۴۱)

حضرت مولانا شاہ محمود احمد رفاقتی صاحب اپنی تصنیف حیات مخدوم الاولیاء میں تحریر فرماتے ہیں:

''استاذی الکریم استاذنا الاکابر حضرت مولانا مفتی عبد العزیز خاں صاحب قبلہ اشرفی فتح پوری نے ایک بار ارشاد فرمایا کہ عرس مخدومی کے موقع پر مولانا حشمت علی خاں شیر بیشۂ اہل سنت کی کچھوچھہ مقدسہ میں حاضری ہوئی اور وہ حضور پر نور اعلیٰ حضرت قبلہ (اشرفی میاں) کی خانقاہ شریف سرکار کلاں میں ٹھہرے۔ عرس شریف میں وعظ وتقریر کا جلسہ ہوتا تھا اس جلسہ میں آپ کی بھی تقریر ہوئی چوں کہ درگاہ معلیٰ پر اہل بسکھاری قابض ہو چکے تھے اور ان کا جبر واستبداد بھی کافی بڑھا ہوا تھا، مولانا نے وہابیہ کے عقائد باطلہ کا شد و مد سے رد فرمایا اور اعلیٰ حضرت قبلہ (اشرفی) کے فیوض و برکات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ

''درگاہ میں کیا رکھا ہوا ہے، یہاں خانقاہ معلیٰ میں سب فیوض و برکات سمٹ گئے ہیں۔ یہاں آؤ۔''

حضور پر نور اعلیٰ حضرت قبلہ (اشرفی) خانقاہ شریف کے اپنے حجرۂ منورہ میں رونق افروز تھے، مولانا کے ان جملوں کو سماعت فرمایا تو سخت ناراضگی ظاہر فرمائی اور مولانا کی طلبی ہوئی مگر حالات کے پیش نظر مولانا چھپ گئے، بعد میں حاضر ہو کر مولانا نے پہلے معافی طلب کی اور پھر وضاحت پیش کی، اس کو حضور نے قبول فرمایا مگر فرمایا کہ پھر بھی آپ کے جملے فقیر کے نزدیک محتمل ہیں اور ادب کے تقاضے مجروح ہوتے ہیں۔''

(حیات مخدوم الاولیاء ص:۴۳۲)

حضرت مجاهد ملت مولانا حبیب الرحمٰن علیه الرحمه کی نظر میں

آپ کو حضور اشرفی میاں علیہ الرحمہ سے شرف بیعت حاصل تھا اور کل سلاسل بالخصوص سلسلۂ منوریہ معمریہ کی اجازت وخلافت حاصل ہوئی۔ جیسا کہ حیات مخدوم الاولیاء میں درج ہے:

''آپ نے حضور پر نور مخدوم الاولیاء مرشد العالم محبوب ربانی (اشرفی میاں) قدس سرہٗ سے بیعت کا شرف حاصل کیا...... صدر المشائخ حضرت مولانا سید اظہار اشرف صاحب قبلہ تحریر فرماتے ہیں'' اعلیٰ حضرت اشرفی میاں قبلہ علیہ الرحمہ نے حضرت مجاہد ملت

حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب قبلہ کو سلسلۂ منوریہ اشرفیہ میں داخل کرتے ہوئے اجازت وخلافت سے نوازا۔ حضور مجاہد ملت کی سادگی اور جذبہ دانی کو آہنی زنجیریں بھی نہ مٹا سکیں۔ بلاشبہ سرکار اشرفی میاں علیہ الرحمہ کا فیض ہی تھا کہ آپ کسی فرعونی طاقت کو خاطر میں نہیں لاتے تھے۔ حضرت موصوف کی سرکار اعلیٰ حضرت اشرفی میاں کی قبرانور پر حاضری کے وقت فرط محبت سے آنکھیں اشکبار ہو جایا کرتی تھیں۔ جس سے اہل ظاہران کی قلبی نگاہ کا اندازہ لگا لیا کرتے تھے۔''
(حیات مخدوم الاولیاء ص:۴۰۶)

قائد ملت سجادہ نشین آستانۂ اشرفیہ حسنیہ سرکار کلاں حضرت مولانا سید شاہ محمد محمود اشرف اشرفی جیلانی ادام اللہ علینا ظلہ العالی فرماتے ہیں کہ:

حضرت مجاہد ملت علیہ الرحمہ اپنی رضا کار تنظیم'' خاکساران'' جو تقریبا ۱۴۰ افراد پر مشتمل تھی، کو لے کر عرس مخدومی میں حاضر ہوتے تھے۔ اور حضرت کی نشستگاہ کے باہر برآمدے میں اپنا قیام رکھتے تھے۔ وہاں لوگوں کے آنے جانے کی وجہ سے کافی پریشانی بھی ہوتی تھی۔ ایک بار حضرت قائد ملت صاحب نے ان سے عرض کیا حضور یہاں لوگوں کا آنا جانا رہتا ہے۔ اور ماشاء اللہ کمرے بھی تیار ہو گئے ہیں۔ آپ کمرے میں آرام کے ساتھ قیام فرمائیں۔ اتنا سن کر آپ رونے لگے اور فرمایا شہزادے یہ آپ کا حکم ہے تو میں چلنے کو تیار ہوں اور اگر مجھ کو میری مرضی پر چھوڑ دیں تو میں یہاں سے نہیں جاؤں گا کیوں کہ مجھ کو میرے حضرت (حضور اشرفی میاں) نے اسی جگہ بٹھایا تھا۔

آپ کا طلبہ سے ملنے کا یہ انداز ہوتا کہ جامع اشرف کے طلبہ کو ہاتھ چومنے کا موقع ہی نہ دیتے بلکہ خود ہی جلدی کر کے اس کا ہاتھ چوم لیتے۔ تو سادات کرام اور مشائخ عظام بالخصوص اپنے مربی کا کتنا احترام ان کے دل میں ہوگا بتانا بہت مشکل ہے۔ آپ خانقاہ کے اندر برہنہ پا ہی رہا کرتے تھے۔ (بروایت استاذ محترم حضرت مولانا قمر الدین صاحب قبلہ جامع اشرف)

مفسر قرآن مفتی احمد یار خاں نعیمی اشرفی علیہ الرحمہ کی نظر میں

مرأۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح جلد ششم مطبوعہ ضیاء القرآن لاہور کے صفحہ ۶۰۲ پر حدیث'' **اذا رؤا ذکر اللہ**'' کے تحت فرماتے ہیں:

''فقیر کے دادا پیر حضور اشرفی میاں جیلانی قدس سرہٗ بالکل ہم شکل حضور غوث الثقلین تھے، جہاں بیٹھ جاتے مسلم و غیر مسلم زائرین کا ہجوم لگ جاتا تھا۔ بہت لوگ انہیں دیکھ کر ہی مسلمان ہو گئے۔ یہ ہے اس حدیث کی جیتی جاگتی تفسیر، بعض بزرگوں کے پاس بیٹھ کر قلب جاری ہو جاتا ہے۔''

''مولانا احمد یار خاں نعیمی اشرفی علیہ الرحمہ شرح مشکوٰۃ میں حدیث'' **عن عبادۃ بن الصامت عن رسول اللہ ﷺ قال خیر الکفن الحلۃ و خیر الاضحیۃ الکبش الاقرن**'' کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

''ہمارے دادا پیر حضرت شاہ علی حسین صاحب کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ عرف اشرفی میاں نے اپنی موت و کفن کے لئے یمنی حلہ، طائف شریف کا شہد، آب زمزم اور خاک شفا محفوظ رکھی تھی اور فرمایا تھا کہ نزع کے وقت یہ شہد، پانی اور خاک شفا ملا کر میرے منہ میں ٹپکایا جائے اور اس حلۂ یمنی میں مجھے کفن دیا جائے۔ یہ اسی حدیث پر عمل تھا الحمد للہ کہ فقیر اس وقت حاضر تھا بلکہ

حضرت کو غسل میں نے دیا''۔

(مرأۃ المناجیح:۲/۴۶۴)

ان حضرات کے علاوہ دیگر بہت سے علماء و مشائخ ہیں جنہوں نے اپنی بے پناہ محبتوں اور عقیدتوں کا اظہار کیا ہے اور اس خانوادے کی نسبت سے فیض پا کر اپنے اپنے قلب کو مصفّٰی ومزکّٰی فرمایا ہے اور دین وسنیت کے واسطے کارہائے نمایاں انجام دیے ہیں۔ سب پر تفصیلی روشنی تو اس مختصر سے مضمون میں ممکن نہیں ہے بس ان کے اسمائے گرامی پر اکتفاء کیا جا رہا ہے۔ کیوں کہ صرف حضور اشرفی میاں علیہ الرحمہ کے مریدوں کی تعداد تقریباً چالیس لاکھ بتائی جاتی ہے جن میں تقریباً بیس ہزار علماء کرام شامل ہیں اور علماء میں تقریباً دو ہزار خلفائے کرام ہیں۔

چند اسماء گرامی پیش خدمت ہیں:

☆ حضرت مولانا سید شاہ معین اشرف اشرفی جیلانی (کچھوچھہ شریف)

☆ حضرت مولانا حافظ و قاری سید شاہ عبدالعزیز مدنی علیہ الرحمہ (مدینہ منورہ)

☆ خطیب العلماء حضرت مولانا نذیر احمد خجندی اشرفی المخاطب بہ شیر اللہ شاہ۔

☆ مبلغ اسلام حضرت مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ (میرٹھ)

☆ حضرت مولانا شاہ محمد یوسف بغدادی رحمۃ اللہ علیہ۔ (بغداد)

☆ حضرت مولانا شاہ محمد یوسف فقیہ اشرفی المخاطب بہ صدیق اللہ شاہ (بھیونڈی)

☆ حافظ ملت حضرت مولانا حافظ عبدالعزیز اشرفی رحمۃ اللہ علیہ (شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ مبارک پور)

☆ حضرت مولانا سید شاہ غلام علی بھیک نیرنگ اشرفی المخاطب بہ فقیر اللہ شاہ احمد (انبالہ)

☆ حضرت مولانا سید شاہ محمد سلیمان اشرف رحمۃ اللہ علیہ (پھلواری، بہار)

☆ حضرت مولانا سید شاہ قطب الدین برہمچاری اشرفی

☆ حضرت مولانا سید شاہ رفاقت حسین اشرفی (کانپور)

☆ حضرت مولانا شاہ محمد حامد رضا خاں (محلّہ سوداگران بریلی شریف) کو ۱۱ ربیع الثانی ۱۳۴۰ھ میں سلسلۂ قادریہ منوریہ میں مثال خلافت عطا فرمایا۔

☆ حضرت مولانا مفتی شاہ محمد اجمل المخاطب بہ جمال اللہ شاہ (سنبھل مراد آباد)

☆ حضرت مولانا شاہ عارف اللہ میرٹھی۔ (راولپنڈی)

☆ حضرت مولانا شاہ ابو البرکات احمد ابن مولانا سید دیدار علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ (لاہور)

☆ حضرت مولانا شاہ نصیر الدین اشرفی (اسلام پور کشن گنج)

☆ حضرت مولانا سید شاہ غلام علی اشرفی (خادم درگاہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ اجمیر مقدس)

☆ حضرت سید شاہ احمد حلوانی ابن سید ابرار احمد رحمۃ اللہ علیہما (مدینہ منورہ)

☆ حضرت شاہ ملا مبین اشرفی۔ (دہلی) وغیرہم رحمہم اللہ تعالیٰ

مزید ناموں کے لئے سیرت اشرفی ص: ۹۰ کا مطالعہ کریں۔

☆☆☆☆

شیخ اعظم خانوادۂ اشرفیہ و رضویہ کے اتحاد کی ایک مضبوط کڑی

خواجہ کلیم اشرف سنبھلی جوائنٹ سکریٹری مرکزی مدرسہ اہل سنت اجمل العلوم، سنبھل

متحد ہو اگر تو بن سکتے ہو ماہ مبیں
ورنہ ان بکھرے ہوئے تاروں سے کیا بات بنے

ہندوستان میں بہت سے علمی گھرانے ہیں جن کی اپنی ایک تاریخ ہے ایسے ہی دو خانوادے خانوادۂ اشرفیہ وخانوادۂ رضویہ ہیں ۔ چودھویں صدی ہجری میں اشرفی خانوادے کی مرکزی شخصیت مخدوم الاولیاء محبوب ربانی اعلیٰ حضرت قدسی منزلت سید شاہ ابواحمد محمد علی حسین اشرفی جیلانی سجادہ نشین آستانۂ اشرفیہ حسنیہ کچھوچھہ مقدسہ کی تھی اور رضوی خانوادے کی مرکزی شخصیت مجدد دین وملت، جبل استقامت، عظیم البرکت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی کی تھی۔ ممبئی سے نکلنے والے سہ ماہی ''افکار رضا'' میں بحرالعلوم حضرت مولانا مفتی عبدالمنان صاحب اعظمی کا لفظ اعلیٰ حضرت پر ایک تحقیقی مضمون بشکل فتویٰ راقم الحروف کی نظر سے گذرا۔ مفتی صاحب موصوف فرماتے ہیں کہ پہلے اعلیٰ حضرت کا استعمال دیوبندیوں نے اپنے اکابر کے لئے شروع کیا تو اہل سنت نے اپنے اکابر میں سے دو عظیم ہستیوں کے لئے لفظ اعلیٰ حضرت استعمال کیا۔ ایک شیخ الشیوخ حضرت شاہ علی حسین اشرفی میاں کچھوچھوی کے لئے اور دوسرے امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی کے لئے۔

ان دونوں باکمال شخصیتوں کے درمیان بہت خوشگوار تعلقات تھے۔ ایک مرتبہ دونوں بزرگوں کی ملاقات ہوئی۔ حضور اشرفی میاں نے امام احمد رضا سے فرمایا: مولانا! آپ کو مصطفیٰ رضا خاں کی ولادت مبارک ہو۔'' امام احمد رضا خاں نے بھی آنکھیں بند کیں پھر کھول کر ارشاد فرمایا: ''میاں! آپ کو مصطفیٰ اشرف کی ولادت مبارک ہو۔'' کچھ دنوں کے بعد بریلی کے تاجدار کے یہاں چھوٹے صاحبزادے مصطفیٰ رضا خاں کی پیدائش ہوئی اور کچھوچھہ کے تاجدار کے یہاں چھوٹے صاحبزادے مصطفیٰ اشرف پیدا ہوئے۔ یہ واقعہ حضرت مولانا حکیم سید احمد کوثر کچھوچھوی نے سنبھل میں راقم الحروف کو سنایا تھا۔ ''حیات مخدوم الاولیاء محبوب ربانی'' کے مصنف جانشین امین شریعت حضرت مولانا مفتی شاہ محمود احمد قادری چشتی کی تحقیق کے مطابق امام اہل سنت حضرت فاضل بریلوی کو ان کے پیرومرشد رہبر سالکاں، مرشد کاملاں حضرت سید شاہ آل رسول مارہروی نے خط دے کر روانہ کیا اور فرمایا: ''صاحبزادے صاحب (حضور اشرفی میاں) سے محبوب الٰہی سلطان المشائخ حضرت سید نظام الدین اولیاء کے آستانے پر ملاقات ہوگی۔'' دونوں اعلیٰ حضرتوں کی یہ پہلی ملاقات تھی۔ پھر تادم حیات یہ سلسلہ جاری رہا۔ ایک بار تاج الفحول حضرت مولانا شاہ عبدالقادر بدایونی نے محبوب ربانی حضور اشرفی میاں کو اپنے والد غیظ المنافقین حضرت شاہ فضل رسول بدایونی قدس سرہٗ کے عرس مبارک میں مدعو کیا۔ محبوب ربانی حضور اشرفی

میاں کے وعظ کے بعد امام اہل سنت فاضل بریلوی تقریر کے لئے کھڑے ہوئے تو فرمایا کہ ابھی آپ نے علم و معرفت سے لبریز ایسی تقریر سماعت فرمائی جس سے قلب منور ہوتے ہیں اور سلوک و تصوف کے وہ حقائق و دقائق سنے جن کا بیان اولیاء اللہ کے شایان شان ہے۔

(روئیداد عرس قادری ۱۳۲۷ھ)

''حیات اعلیٰ حضرت'' میں حضرت شاہ اسماعیل حسن مارہروی کا بیان موجود ہے کہ امام اہل سنت فاضل بریلوی نے اپنے زمانے کے مقررین و واعظین کے بارے میں اپنا طرز عمل بیان کرتے ہوئے فرمایا: ''حضرت (حضور اشرفی میاں) ان میں سے ہیں جن کا بیان میں بخوشی سنتا ہوں ورنہ آج کل کے واعظین کا وعظ سننا چھوڑ دیا ہے۔'' اس سے امام احمد رضا فاضل بریلوی کی نظر میں محبوب ربانی حضور اشرفی میاں کی وقعت کا اندازہ ہوتا ہے۔ امام المتکلمین حضرت علامہ سید محدث اعظم ہند اشرفی جیلانی مجلّہ ''اشرفی'' میں بعنوان حیات اشرفی میں رقم طراز ہیں: ''اعلیٰ حضرت اشرفی میاں کا قیام بریلی شریف میں تھا وہیں سے دہلی کو روانگی تھی کیوں کہ محبوب الٰہی سلطان المشائخ حضرت سید نظام الدین اولیاء کے عرس مقدس میں حاضری مقصود تھی۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے ایک درخواست دربار سلطان المشائخ کے لئے لکھ کر دی۔ اس میں حضور شیخ المشائخ اشرفی میاں کو اس طرح مخاطب کیا۔

اشرفی اے رخت آئینۂ حسن خوباں
اے نظر کردہ و پروردۂ سہ محبوباں

سچ ہے کہ بڑے کو بڑا ہی جانتا ہے۔ مجدد دین وملت دیکھ رہے تھے کہ حضور محبوب سبحانی غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی، محبوب الٰہی سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین اولیاء اور محبوب یزدانی حضرت سلطان سید اشرف جہانگیر سمنانی رضی اللہ عنہم کے کرم کی نگاہیں حضور شیخ المشائخ اشرفی میاں کو محیط ہیں اور سب کی آغوش رحمت آپ کے لئے کھلی ہے۔ آپ کا نورانی چہرہ ایک آئینہ ہے کہ بزرگوں کی تجلیاں اس میں نظر آتی ہیں۔''

اب محبوب ربانی حضور اشرفی میاں کی نگاہ میں امام اہل سنت فاضل بریلوی کا مقام ملاحظہ فرمائیں۔ ''جب مجدد دین وملت کا وصال ہوا تو مخدوم الاولیاء حضور اشرفی میاں اپنے دولت کدے پر رونق افروز تھے، وضو فرماتے ہوئے رونے لگے کسی کی سمجھ میں نہیں آیا۔ استفسار پر فرمایا میں فرشتوں کے کاندھوں پر قطب الارشاد کا جنازہ دیکھ کر رو پڑا ہوں۔ اگلے ہی ہفتہ تعزیت کے لئے بریلی شریف روانہ ہوگئے۔ پھر پابندی سے عرس رضوی میں شرکت فرماتے۔ حجۃ الاسلام حضرت علامہ مولانا حامد رضا خاں سجادہ نشین آستانہ عالیہ قادریہ رضویہ آپ کا بڑا احترام کرتے اور مسند صدارت پر بٹھاتے۔ حضرت صدر الافاضل فخر الاماثل مولانا سید نعیم الدین بانی جامعہ نعیمیہ نے ۱۳۴۱ھ میں مراد آباد کی سرزمین پر آل انڈیا سنی کانفرنس منعقد کرائی تو اس کے خطبۂ صدارت میں اعلیٰ حضرت اشرفی میاں نے ارشاد فرمایا: ''ان کے (امام احمد رضا فاضل بریلوی) فراق نے میرا بازو کمزور کردیا۔'' دونوں اعلیٰ حضرتوں کی باہمی الفت و محبت کا اندازہ اس سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ امام اہل سنت فاضل بریلوی نے اپنے فرزند اکبر حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں کو محبوب ربانی حضور اشرفی میاں سے سلسلۂ منوریہ میں

خلافت دلوائی اور مخدوم الاولیاء حضور اشرفی میاں نے اپنے فرزند اکبر عالم ربانی مولانا سید احمد اشرف کو مجدد دین وملت امام احمد رضا خاں سے سلسلۂ قادریہ میں خلافت دلوائی کیا ایسی یگانگت کی مثال کہیں اور آسانی سے مل سکتی ہے؟ جب محبوب ربانی حضور اشرفی میاں کا وصال ہوا تو عرس چہلم میں امام اہل سنت فاضل بریلوی کے دونوں شہزادے حجۃ الاسلام حضرت علامہ حامد رضا خاں ومفتی اعظم ہند حضرت مولانا مصطفیٰ رضا خاں نے اکابر اہل سنت کے ساتھ شرکت فرمائی۔

تقریباً بیس برس پہلے غازی ملت حضرت سید محمد ہاشمی میاں شہزادۂ محدث اعظم ہند کا انٹرویو اہل سنت کے کسی معروف رسالے میں شائع ہوا تھا اس میں ایک سوال یہ بھی تھا کہ بریلی شریف اور کچھوچھہ مقدسہ میں کیا مشترک ہے؟ غازی ملت نے جواباً ارشاد فرمایا تھا دونوں جگہ عقائد باطلہ کا رد بلیغ اور تحفظ ناموس رسالت مشترک ہے اور حقیقت بھی یہی ہے کہ جس وقت مجدد دین وملت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی نے مرزا غلام احمد قادیانی، مولوی قاسم نانوتوی، مولوی اشرف علی تھانوی، مولوی رشید احمد گنگوہی اور مولوی خلیل احمد امبیٹھوی کی کفری عبارتوں کی گرفت کی اور اپنا فتویٰ مکۂ معظمہ ومدینۂ منورہ کے اکابر علمائے کرام کے سامنے پیش کیا تو ان حضرات نے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے فتوے کی بھرپور تصدیق وتوثیق فرمائی۔ امام اہل سنت یہ مجموعہ فتاویٰ جس پر مکہ معظمہ کے بیش اور مدینہ طیبہ کے تیرہ علمائے کرام کے تائیدی دستخط مہریں اور تصدیقات موجود ہیں۔ حسام الحرمین کے نام سے منظر عام پر آیا۔ عالم وہابیت میں کھلبلی مچ گئی، بجائے توبہ اور رجوع کے ضد اور ہٹ دھرمی کا راستہ اختیار کیا۔ علمائے حرمین شریفین کی تصدیق کے تعلق سے یہ غلط فہمی پیدا کرنے کی ناکام کوشش کی گئی کہ علمائے عرب اردو زبان سے ناواقف ہیں لہٰذا فاضل بریلوی نے مختلف مقامات کی عبارتوں کو بڑی ہوشیاری سے نقل کر کے علمائے حرمین شریفین سے فتویٰ لیا ہے۔ اس ضمن میں دیوبندی علماء نے دجل وفریب پر مبنی کتاب التصدیق شائع کر دی اور یہ بھی پروپیگنڈہ کیا کہ علمائے بریلی کے علاوہ دیوبندیوں کو کوئی کافر نہیں کہتا۔ اگرچہ اس جھوٹ کے پلندہ کا تحریری جواب دربار اشرفی کے خسر وصدر الافاضل حضرت مولانا سید محمد نعیم الدین مرادآبادی ''رد تلبیسات'' کی صورت میں دے چکے تھے تاہم ضروری سمجھا گیا کہ ''حسام الحرمین'' پر اردو زبان سے واقف علماء ہند سے تصدیق کرائی جائے۔ اس کام کو شیر بیشۂ اہل سنت حضرت مولانا حشمت علی خاں نے انجام دیا۔ موصوف نے غیر منقسم ہندوستان کے ۲۶۸ علماء کی تصدیقات وفتاویٰ حاصل کئے اور ''الصوارم الہندیہ'' کے نام سے شائع کرایا۔ آپ نے پہلے نمبر پر اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے پیر خانے سرکار مارہرہ مطہرہ کی تصدیق نقل کی، دوسرے نمبر پر جامعہ رضویہ منظر اسلام بریلی شریف کے علماء کی تصدیقات ہیں اور تیسر نمبر پر آستانۂ کچھوچھہ مقدسہ کا فتویٰ وتائید نقل ہے۔ اس کے بعد غیر منقسم ہندوستان کے دیگر مقامات کے علمائے اہل سنت کے تائیدی فتوے ہیں۔ اس فہرست کو دیکھ کر اس نتیجے پر بآسانی پہنچا جا سکتا ہے کہ ''حسام الحرمین'' کی تصدیق وتوثیق فرمانے والوں میں ایک بڑی تعداد ان علماء کی ہے جو اعلیٰ حضرت اشرفی میاں کے دامن کرم سے وابستہ تھے۔ مناسب معلوم ہوتا

ہے کہ یہاں اس مناظرے کا ذکر کر دیا جائے جو درگاہ معلیٰ کچھوچھہ مقدسہ میں ہوا تھا۔ دیوبندیوں کی طرف سے مولوی غنیمت حسین کو مناظر بنایا گیا تھا جبکہ اہل سنت وجماعت کی جانب سے اعلیٰ حضرت اشرفی میاں کے نورنظر عالم ربانی حضرت مولانا احمد اشرف اشرفی جیلانی مناظرے کی کمان سنبھالے ہوئے تھے۔ اس مناظرے میں دیوبندی مناظر نے ''حسام الحرمین'' کو بھی نشانہ بنایا تھا تو جوابی تقریر میں اہل سنت کے مناظر حضور عالم ربانی نے حسام الحرمین کی حقانیت کو روز روشن کی طرح واضح کر دیا تھا اور اس انداز میں مخالف کی گرفت فرمائی تھی کہ وہ اپنے ہی جال میں پھنس کر لاجواب ہو گیا تھا۔ دل تو چاہتا ہے کہ اس پورے بحث کو یہاں پیش کروں مگر بخوف طوالت صرف نظر کر رہا ہوں۔ فن مناظرہ میں دلچسپی رکھنے والے حضرات حیات مخدوم الاولیاء محبوب ربانی سے اس بحث کا مطالعہ کر کے اپنی تشنگی بجھا سکتے ہیں۔ اس مناظرے میں دیوبندی مناظر نے راہ فرار اختیار کی اور فتح کا سہرا سنی مناظر عالم ربانی حضرت مولانا احمد اشرف اشرفی جیلانی کے سر رہا۔ غالبًا اسی مسعود موقع پر مجدد دین وملت عظیم البرکت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی نے عالم ربانی کے لئے یہ شعر کہا تھا۔

احمد اشرف حمد وشرف لے
تجھ سے ذلت پاتے یہ ہیں

سلطان الواعظین عالم ربانی حضرت مولانا احمد اشرف اشرفی جیلانی کی شان خطابت بے مثل تھی۔ ان کے بلند مرتبہ خطیب ہونے کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ امام اہل سنت فاضل بریلوی کے قائم کردہ ادارے کے سالانہ جلسے میں آپ کو خاص دعوت دے کر بلایا جاتا تھا۔ اس پروگرام میں مجدد دین وملت بنفس نفیس تشریف فرما ہوتے۔ ایک بار ایسا ہوا کہ یک بیک کھڑے ہو گئے اور پورا بیان کھڑے ہو کر سماعت کیا۔ بعد میں جب دریافت کیا گیا تو ارشاد فرمایا کہ شہزادۂ رسول کی تقریر ہو رہی تھی وہ اپنے جد کریم کے فضائل ومحاسن بیان کر رہے تھے جس کی برکت سے مجھے مقصود کائنات مصطفیٰ جان رحمت ﷺ کا دیدار نصیب ہو رہا تھا۔ امام اہل سنت کے بھتیجے حضرت مولانا حسنین رضا خاں ابن استاذ زمن حضرت مولانا حسن رضا خاں اپنی کتاب ''سیرت اعلیٰ حضرت'' میں رقم طراز ہیں: ''اعلیٰ حضرت بریلوی کے حاشیہ کے علماء اور ان کے تلامذہ کا کہیں کہیں نام آ گیا ہے ان کی تفصیل کے لئے یہ کتاب ناکافی ہے مگر میں حضرت مولانا سید احمد اشرف صاحب کچھوچھوی علیہ الرحمہ کے متعلق اتنا ضرور عرض کروں گا کہ ان جیسا شیریں زبان واعظ پھر نہ دیکھا۔ انہوں نے تھوڑی عمر میں دین کی بڑی بڑی خدمتیں انجام دیں۔ اعلیٰ حضرت اکثر انہیں یاد فرماتے تھے۔''

عالم ربانی حضرت مولانا احمد اشرف اشرفی جیلانی نے ہی اپنی حقیقی بھانجے، مرید خاص، خلیفۂ اعلیٰ اور تلمیذ رشید حضرت سید محمد محدث اعظم ہند کو مجدد دین وملت، عظیم البرکت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی کی بارگاہ میں اکتساب علم اور بطور خاص فتویٰ نویسی کی مشق کے لئے بھیجا تھا۔ بریلی شریف میں آپ کے قیام سے خانوادۂ اشرفیہ وخانوادۂ رضویہ کے رشتۂ الفت کو مزید تقویت ملی۔ محدث اعظم ہند کا شمار اعلیٰ حضرت فاضل

بریلوی کے ارشد تلامذہ میں ہوتا ہے۔امام اہل سنت بوجہٗ سیادت آپ کا غایت درجہ احترام کرتے تھے۔جب محدث اعظم ہند بریلی پہنچے۔ابھی پہلا ہی جمعہ تھا۔آپ کو سب سے پچھلی صف میں جگہ ملی۔اعلیٰ حضرت نے نماز جمعہ پڑھائی،سنتوں سے قبل سید صاحب کو اگلی صف والوں سے معلوم کیا۔شناسا حضرات نے دیکھا اورعرض کیا سید صاحب آخری صف میں ہیں۔امام اہلسنت محدث صاحب والی صف میں پہنچے اور مصافحہ کیا۔پھر سنن ونوافل ادا کئے۔حاضرین مسجد نے مجدد دین وملت کا یہ عمل دیکھا تو شہزادۂ غوث اعظم سے مصافحے کے لئے بھیڑ جمع ہوگئی۔اس کے بعد عالم یہ تھا کہ شہر بریلی شریف میں جدھر سے گذر جاتے تو سلام کا جواب دینے اور مصافحہ کرنے سے فرصت نہ ملتی۔یہ واقعہ خود محدث اعظم ہند نے ناگپور کی سرزمین پر ماہ شوال المکرّم ۱۳۷۹ھ میں منعقدہ ’’جشن یوم ولادت اعلیٰ حضرت بریلوی‘‘ کے مبارک موقع پراپنے خطبۂ صدارت میں سنایا تھا۔امام اہل سنت کے وصال کے ۳۹ سال بعد ان کے فضائل وکمالات پر مشتمل یہ خطبۂ صدارت تاریخی حیثیت رکھتا ہے۔اگر ایک طرف ملک العلماء حضرت علامہ ظفر الدین بہاری نے ’’حیات اعلیٰ حضرت‘‘ لکھ کر اپنی شاگردی کا حق ادا کر دیا ہے تو دوسری جانب امام المتکلمین حضور محدث اعظم ہند نے اپنی تقریر دل پذیر کے ذریعہ اپنے استاذ گرامی امام اہل سنت اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی بارگاہ میں وفادارانہ طور سے خراج عقیدت پیش کیا ہے۔اگر چہ اعلیٰ حضرت پر بہت کچھ لکھا گیا اور بہت کچھ بولا گیا مگر نہ ملک العلماء کی تحریر کی مثال ہے اور نہ محدث اعظم ہند کی تقریر کی نظیر ہے۔

پیش خدمت ہے اس خطاب نایاب کے ابتدائی حصہ کا ایک پیراگراف:’’بہر حال ہم اورآپ قرآن کریم کا سہارا لے کر اس مہینے کی یاد منانے کے لئے یکجا ہوئے ہیں جس مہینے میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا ایک مقبول بندہ اوررسول پاک کا سچا نائب،علم کا جبل شامخ اورعلم صالح کا اسوۂ حسنہ معقولات میں بحر ذخار،منقولات میں دریائے ناپیدا کنار،اہل سنت کا امام،واجب الاحترام اوراس صدی کا باجماع عرب وعجم مجدد،تصدیق حق میں صدیق اکبر کا پرتو،باطل کو چھانٹنے میں فاروق اعظم کا مظہر،رحم وکرم میں ذوالنورین کی تصویر،باطل شکنی میں حیدری شمشیر،دولت فقہ ودرایت میں امیرالمومنین اورسلطنت قرآن وحدیث کا مسلم الثبوت وزیرالمجتہدین، اعلیٰ حضرت علی الاطلاق،امام اہل سنت فی الآفاق،مجدد مائۃ حاضرہ،مؤید ملت طاہرہ،اعلم العلماء عندالعلماء،قطب الارشاد علیٰ لسان الاولیاء،مولانا فی جمیع الکمالات اولانا فانی فی اللہ والباقی باللہ عاشق کامل رسول اللہ شاہ امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ورضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ کے قدم اول اول اس خاکدان دنیا میں جلوہ افروز ہوئے۔

حضور محدث اعظم ہند شہزادگان اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے ساتھ بھی اس رشتہ مہر ووفا کو نبھاتے رہے۔ آپ نے تاجدار اہل سنت حضور مفتی اعظم کے ایک فتوے کی تصدیق ان الفاظ میں فرمائی تھی۔یہ ایک عالم باعمل کا قول ہے اورہمیں اتباع کے علاوہ چارۂ کار نہیں۔‘‘ یہ محدث ہند ہی ہیں جنہوں نے شہزادہ حجۃ الاسلام حضرت مولانا ابراہیم رضا خاں کو سب سے پہلے مفسر اعظم ہند

کے لقب سے یاد کیا تھا۔

اب وہ دور آیا کہ کچھوچھہ مقدسہ میں پہلے عالم ربانی حضرت مولانا احمد اشرف کا انتقال ہوا پھر اعلیٰ حضرت محبوب ربانی حضور اشرفی میاں کا وصال ہوا۔ ان کے بعد حضور محدث اعظم ہند نے رحلت فرمائی اور بریلی شریف میں مجدد دین وملت اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کا وصال ہوا پھر آپ کے شہزادۂ اکبر حجۃ الاسلام حضرت مولانا حامد رضا خاں کا سانحۂ ارتحال ہوا اور بعد میں ان کے فرزند مفسر اعظم ہند حضرت مولانا ابراہیم رضا خاں جیلانی داغ مفارقت دے گئے۔ اب کچھوچھہ مقدسہ میں مرکزی شخصیت مخدوم المشائخ حضرت مولانا مفتی سید محمد مختار اشرف اشرفی جیلانی صاحب سجادہ نشین سرکار کلاں کی تھی اور بریلی شریف میں مرکزی شخصیت تاجدار اہل سنت مولانا مصطفیٰ رضا خاں مفتی اعظم ہند کی تھی۔ ان دونوں باکمال ہستیوں نے اپنے اپنے خانوادوں کی روایات برقرار رکھتے ہوئے جس خلوص ووفا، مروت ومؤدت اور باہمی ادب واحترام کا ثبوت دیاوہ قابل تحسین بھی ہے اور لائق تقلید بھی۔ ملت کا اتحاد اور سنیت کا فروغ ہمیشہ ان کے پیش نظر تھا۔ بڑی بڑی کانفرنسوں سے لے کر چھوٹے چھوٹے جلسوں تک دونوں حضرات شانہ بہ شانہ رہتے۔ ایک دوسرے کو اپنے یہاں خصوصی دعوت دے کر بلاتے۔ عرس مخدومی میں مفتیٔ اعظم ہند کچھوچھہ مقدسہ حاضری دیتے تو عرس رضوی میں سرکار کلاں بریلی شریف حاضر ہوتے۔ اشرفیت ورضویت کا سنگم لائق دید ہوتا۔ وابستگان سلسلۂ اشرفیہ مفتیٔ اعظم ہند کا ایسا احترام کرتے جیسے اپنے مرشد کا اور وابستگان سلسلۂ رضویہ بھی سرکار کلاں کا ایسا ہی احترام کرتے جیسے اپنے پیر کا۔

غالباً ۱۹۷۲ء کی بات ہے کہ جب سرکار کلاں زیارت حرمین شریفین کے لئے تشریف لے گئے۔ آپ کے ساتھ بہت سے عقیدت مند بھی تھے حسن اتفاق اسی سال مفتی اعظم ہند بھی اپنے معتقدین کے ہمراہ حرمین طیبین کی زیارت کے لئے تشریف لے گئے۔ مدینہ منورہ میں قیام کے دوران مسجد نبوی میں سرکار کلاں اپنی جماعت کرتے۔ مفتی اعظم بھی اپنے عقیدت مندوں کے ساتھ جماعت میں شریک ہوتے۔ ایک دن سرکار کلاں نے مفتی اعظم ہند سے اصرار کیا کہ آپ امامت فرمائیں مگر مفتی اعظم ہند نے جواب دیا: ''میرے لئے اس سے بڑھ کر اور کیا سعادت ہوسکتی ہے کہ ایک آل رسول کی اقتداء میں حرم نبوی میں چند اوقات کی نماز ادا کرنے کا موقع ملا جائے۔'' اسی طرح مفتی اعظم ہند نے سرکار کلاں کی اقتداء میں چالیس نمازیں ادا کیں۔ جس عظیم المرتبت شہزادۂ رسول کی مفتی اعظم ہند نے دیار حبیب اکرم ﷺ میں امام بنانا پسند کیا اسے اللہ رب العزت نے آپ کی نماز جنازہ کا بھی امام بنادیا اور آپ کی یہ آرزو کہ کوئی آل رسول میرے جنازے کی نماز پڑھائے، پایۂ تکمیل کو پہنچی۔ مفتیٔ اعظم ہند کی نماز جنازہ بھی تاریخی رہی۔ اہل عقیدت کا سیلاب امنڈ آیا، اسلامی ممالک نے آنے والوں کے لئے ویزے کھول دیے، حکومت ہند نے بریلی شریف کے فوجی ہوائی اڈے کی سروس مہیا کرائی۔ انتظامیہ کی جانب سے بڑے پیمانے پر انتظامات کئے گئے۔ سنی اکثریتی علاقوں میں کوئی شہر ایسا نہیں ہے جہاں سینکڑوں کی تعداد میں آپ کی نماز

جنازہ میں شرکت کرنے والے افراد نہ ہوں۔مگر افسوس! اتنے گواہوں کو جھٹلاتے ہوئے مولوی شہاب الدین رضوی نے اپنی کتاب ''مفتی اعظم ہند کے سیاسی افکار'' میں نیا شگوفہ چھوڑا کہ مفتی اعظم ہند کی نماز جنازہ جانشین مفتی اعظم ہند تاج الشریعہ حضرت مولانا اختر رضا خاں ازہری میاں نے پڑھائی بغض آل رسول کے مہلک مرض میں مبتلا ہوکر ایک ایسا سفید جھوٹ لکھ کر چھاپا جس کے خلاف آج بھی ہزار ہا گواہوں کو پیش کیا جاسکتا ہے۔درحقیقت ایسے ہی متعصب، تنگ نظر اور ملت کش افراد نے اشرفی رضوی اختلاف کی چنگاری کو ہوادی جس نے چمنستان سنیت کو جلا کر راکھ دیا۔ جب کہ ایسی ہی سازشوں کو ناکام بنانے کے لیے ہمارے اکابر صالح کوششیں کرتے رہے۔سرکارکلاں اور مفتی اعظم ہند نے ایک مرتبہ مشترکہ بیان جاری کیا کہ ہر اشرفی رضوی ہے اور ہر رضوی اشرفی ہے۔ مقام غور ہے مفتی اعظم ہند کے وصال کے بعد ان کی نماز جنازہ کے تعلق سے جب یہ جھوٹ لکھا گیا ہوگا تو آپ کی روح مبارکہ کو کس درجہ رنج پہنچا ہوگا۔

ایک مرتبہ نبیرۂ استاذ زمن عالم باعمل صدرالعلماء حضرت علامہ تحسین رضا خاں بریلوی سنبھل تشریف لائے تو راقم الحروف نے ملاقات کا شرف حاصل کیا۔ دوران گفتگو میں نے حضور مفتی اعظم ہند کی نماز جنازہ سے متعلق جاننا چاہا تو تحسین ملت یوں گویا ہوئے: ''جب مفتی اعظم ہند کا وصال ہوا تو جنازہ اٹھنے سے قبل حضرت ریحان ملت نے مجھ سے کہا کہ چچا نماز آپ پڑھائیں گے۔اس لئے آپ پہلے ہی اسلامیہ انٹر کالج پہنچ جائیں، میں شارٹ کٹ راستے سے جنازہ پہنچنے سے پہلے ہی اسلامیہ انٹر کالج میں حاضر ہوگیا، جنازہ آیا اور صفیں درست ہونے لگیں، رحمانی میاں نے مجھ سے پھر کہا چچا نماز پڑھانے کے لئے آگے بڑھئے۔پس میں اس ارادے سے آگے بڑھ گیا۔خانوادۂ رضویہ کے حضرات اگلی صف میں کھڑے تھے۔مشاہد رضا خاں پیلی بھیتی میرے قریب آئے اور میرے کان میں کہا اگر آپ کی مرضی ہو تو نماز ازہری میاں پڑھادیں۔میں نے کہا مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ اس سے قبل کہ میں پیچھے آتا حضرت رحمانی میاں سارے معاملے کو بھانپ گئے اور بلند آواز سے کہا چچا نماز آپ ہی پڑھائیں گے۔مشاہد رضا خاں پیلی بھیتی پیچھے ہٹ گئے اور میں اپنی جگہ کھڑا رہا۔ابھی صفیں بننے کا کام جاری تھا، اسی اثناء میں شور اٹھا کہ کچھوچھہ شریف کے سجادہ نشین حضور سرکارکلاں سید محمد مختار اشرف اشرفی جیلانی تشریف لا چکے ہیں۔رحمانی میاں نے ان سے نماز پڑھانے کی درخواست کی اور میں پیچھے ہٹ کر اگلی صف میں کھڑا ہوگیا جہاں ازہری میاں کھڑے تھے۔پھر حضور سرکارکلاں نے مفتی اعظم ہند کی نماز جنازہ پڑھائی اور ہم سب لوگوں نے پڑھی۔'' یہ بیان فرمانے کے بعد حضرت نے راقم الحروف سے سوال کیا۔کیا بات ہے؟ کیا تم نے اس کے خلاف سنا ہے؟ تب میں نے ''مفتی اعظم ہند کے سیاسی افکار'' کے حوالے سے مولوی شہاب الدین کا قول نقل کیا سنتے ہی آپ نے لاحول پڑھا اور حیرت کا اظہار کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: شہاب الدین نے یہ جھوٹ کیوں لکھا؟ تحسین ملت بہت دیر افسوس ظاہر کرتے رہے۔

کچھوچھہ شریف میں نبیرۂ اعلیٰ حضرت ریحان

ملت کا خط پہونچا جس میں انہوں نے حضور مفتی اعظم ہند کی نماز جنازہ پڑھانے کے لئے سرکار کلاں کا شکریہ ادا کیا تھا۔ ریحان ملت کی سجادہ نشینی کے اعلان کے وقت ہندوستان کی مشہور خانقاہوں کے سجادہ نشینان جمع ہوئے تھے اور اپنی آراء پیش کی تھیں۔ خانقاہ اشرفیہ کچھوچھہ مقدسہ کے سجادہ نشین حضور سرکار کلاں کا اس میٹنگ میں اہم رول رہا۔ ریحان ملت اپنے بزرگوں کی روش پر گامزن رہے اور اس رشتۂ عقیدت ومحبت کو تاحیات نبھاتے رہے۔ ریحان ملت کے عرس چہلم میں سرکار کلاں نے شرکت فرمائی اور اس کے بعد بھی آپ عرس رضوی میں پابندی سے آتے رہے۔

یہی وہ نازک دور تھا جس میں شیخ الاسلام حضرت سید مدنی میاں اشرفی جیلانی کا ویڈیو اور ٹی وی کے استعمال پر مشروط فتویٰ منظر عام پر آیا۔ ایک جدید مسئلہ ہونے کی وجہ سے اس سے اختلاف واتفاق کی راہیں کھلی ہوئی تھیں۔ آج بھی بہت سے مسائل ایسے ہیں جن پر مفتیان کرام متفق نہیں ہیں جیسے لاؤڈ اسپیکر پر نماز، چین کی گھڑی کا استعمال، حج وزیارت ودیگر ضرورتوں کے لیے فوٹو کھچوانا، کتابت نسواں، بینک کا سود، انٹرنیٹ پر نکاح وغیرہ۔ ہر دور میں نئے نئے مسائل سامنے آتے ہیں ان پر اول اول ایک رائے ہونا مشکل ہوتا ہے۔ ویڈیو اور ٹی وی کے استعمال کے مشروط جواز پر بھی مختلف آراء آنا ایک فطری عمل تھا۔ تحقیق وتنقید کی صورت میں علمی مباحثوں کا رسائل وجرائد کی زینت بننا بھی کسی حد تک اچھا اقدام ہی کہلائے گا بشرطیکہ محور سے نہ ہٹا جائے۔ مگر نفس مسئلہ سے ہٹ کر تنقیص پر مبنی غیر ضروری مباحث میں الجھنا تضیع وقت بھی ہے اور تضیع توانائی بھی۔ تقریباً بیس سال تک ہم ویڈیو اور ٹی وی کے جواز وعدم جواز کے نام پر اپنی طاقت صرف کرتے رہے۔ کاش اہل قلم کی وہ قوت کسی اور مفید کام میں آتی۔ اسٹیجوں پر یہی مسئلہ عنوان سخن بنتا رہا۔ پھر ذاتیات کو نشانہ بنایا گیا۔ بات گمراہی سے کفر تک پہنچی اور جو نہ ہونا تھا وہ سب کچھ ہوا۔ خواص تو خواص عوام بھی دو حصوں میں تقسیم ہوگئے۔ انتہا یہ ہوئی کہ ایک طرف کے بزرگوں سے عقیدت ومحبت کا معیار دوسری جانب کے بزرگوں کو برا بھلا کہنا سمجھا جانے لگا۔ ہمارے اکابر نے باہمی الفت واتحاد کی جو فضاء بنائی تھی اس میں نفرت وانتشار کا زہر گھل گیا۔ اشرفی اور رضوی ایک ندی کے دو کنارے لگنے لگے جو ایک ساتھ چلنے کے باوجود آپس میں کبھی نہیں ملتے مگر

جہاں دریا کہیں اپنے کنارے چھوڑ دیتا ہے
کوئی اٹھتا ہے اور طوفان کا رخ موڑ دیتا ہے

ایسے ہوش ربا اور مایوس کن ماحول میں ایک مرد آہن نے اتحاد سنیت کا نہ صرف خواب دیکھا بلکہ عملی طور پر ٹھوس پہل کرتے ہوئے کانپور میں منعقدہ کانفرنس میں یہ اعلان کردیا: ''کل جب بریلی شریف کی دھرتی سے مجدد دین وملت اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے تحفظ ناموس رسالت کی تحریک چلائی تو میرے جد امجد اعلیٰ حضرت اشرفی میاں کچھوچھوی نے عملی طور پر اس کی حمایت کی اور اس مشن کی ترویج وتکمیل کے لئے اپنے فرزند اکبر عالم ربانی سلطان الواعظین حضرت مولانا سید احمد شاہ اشرف کو سونپ دیا۔ آج میں مسلم پرسنل لاء بورڈ جدید کے قیام پر مولانا توقیر رضا خاں بریلوی کو مبارکباد

پیش کرتے ہوئے ان کی تائید کرتا ہوں اور فرزند سید محمد اشرف میاں کو جدید بورڈ کی سرگرمیوں میں حصہ لینے کے لئے حکم دیتا ہوں۔'' شہزادۂ سرکارکلاں شیخ اعظم حضرت مولانا سید محمد اظہار اشرف اشرفی جیلانی صاحب سجادہ کچھوچھہ مقدسہ کی عظمت ورفعت، کشادہ قلبی ودوراندیشی اور ہمت وحوصلے کو سلام کہ انہوں نے اپنی اس پہل سے اشرفی رضوی اتحاد کا بند دروازہ کھول دیا۔ ناگپور میں مسلم پرسنل لاء بورڈ جدید کی اہم میٹنگ ہوئی جس میں جدید بورڈ کے عہدۂ صدارت کے لئے شہزادۂ ریحان ملت مولانا توقیر رضا خاں بریلوی کا انتخاب ہوا اور بورڈ کے جنرل سکریٹری شہزادۂ شیخ اعظم اشرف ملت حضرت مولانا سید محمد اشرف میاں کچھوچھوی منتخب ہوئے۔ بورڈ کی میٹنگیں ہوتی رہیں، ملاقاتوں کا سلسلہ چلتا رہا۔ پھر شیخ اعظم حضرت مولانا سید محمد اظہار اشرف اشرفی جیلانی صاحب سجادہ نشین کچھوچھہ مقدسہ نے آستانہ رضویہ نوریہ کے سجادہ نشین حضرت مولانا سبحان رضا خاں سبحانی میاں کو عرس مخدومی میں مدعو کیا۔ انہوں نے دعوت قبول کرتے ہوئے کچھوچھہ شریف حاضری دی۔ ان کے برادران ودارالعلوم منظرالاسلام کا اسٹاف شریک سفر رہا۔ جامع اشرف میں ان کا زبردست استقبال ہوا۔ مولانا احمد اشرف ہال میں خطیب شہیر حضرت مولانا توصیف رضا خاں بریلوی کا خطاب ہوا۔ اشرفی رضوی اتحاد کے نعروں سے پورا ہال گونج گیا۔ شیخ اعظم حضرت مولانا سید محمد اظہار اشرف اشرفی جیلانی سجادہ نشین خانقاہ عالیہ اشرفیہ حسنیہ نے اپنی نشست گاہ پر اکابر خانوادۂ اشرفیہ وخانوادۂ رضویہ کے باہمی خلوص ومحبت کا تذکرہ فرمایا اور اس نئے اتحاد کے لئے دعائے خیر فرمائی۔

اگلے ہی سال صاحب سجادہ آستانہ رضویہ نوریہ بریلی شریف کی جانب سے عرس رضوی کا دعوت نامہ خانقاہ اشرفیہ حسنیہ کچھوچھہ مقدسہ پہنچا۔ حضور شیخ اعظم اس وقت زیر علاج تھے مگر آپ نے اپنے شہزادگان حضور قائد ملت واشرف ملت کو عرس رضوی میں شرکت کے لئے بریلی شریف روانہ کیا۔ اسلامیہ انٹر کالج کے وسیع میدان میں دونوں بھائیوں کے خطابات ہوئے۔ ولی عہد خانقاہ اشرفیہ حضور قائد ملت حضرت سید محمود اشرف اشرفی جیلانی نے فرمایا: ''بریلی شریف ہمارا گھر ہے ہم آ گئے اور کچھوچھہ مقدسہ سبحانی میاں کا گھر تھا وہ وہاں چلے گئے۔'' آل انڈیا علماء ومشائخ بورڈ کا قیام عمل میں آیا اس کی پہلی تاریخی سنی کانفرنس صدرالافاضل کے شہر مرادآباد میں ہوئی تو اس میں آستانہ رضویہ نوریہ کے سجادہ نشین حضرت سبحان رضا خاں سبحانی میاں کو بھی مدعو کیا گیا۔ آپ نے اپنے برادر اصغر حضرت توقیر رضا خاں کو اپنا نمائندہ بنا کر بھیجا انہوں نے اپنی تقریر میں اشرفی رضوی اتحاد کا بھرپور مظاہرہ کیا۔ اس اتحاد کا فائدہ اس وقت نظر آیا جب حکومت ہند کی جانب سے آل انڈیا مدرسہ بورڈ کی تشکیل کی تجویز زیرغور تھی۔ مدرسہ بورڈ کے قیام وتشکیل کی حمایت میں حضرت اشرف ملت اور توقیر ملت کی مشترکہ کاوشوں سے ایک زبردست پروگرام غالب اکیڈمی بستی نظام الدین اولیاء دہلی میں منعقد ہوا جس کا مقصد اہل سنت وجماعت کے موقف سے حکومت ہند کو باور کرانا تھا۔ اس میں وارث پنجتن پاک حضور سید یحییٰ حسن میاں برکاتی مارہروی نے بھی شرکت

فرما کر حوصلہ افزائی فرمائی تھی۔

اشرفی رضوی اتحاد کا کریڈٹ شیخ اعظم حضرت مولانا سید محمد اظہار اشرف اشرفی جیلانی کو جاتا ہے۔ آپ نے خلوص نیت سے اس کارنیک کا آغاز فرمایا۔ اللہ رب العزت نے ان کے اجداد کے طفیل اس میں کامیابی عطا فرمائی۔ بجا طور پر حضور شیخ اعظم اشرفی و رضوی اتحاد کی ایک مضبوط کڑی ثابت ہوئے۔ پروردگار عالم نے آپ کو دل دردمند عطا فرمایا تھا۔ آپ اتحاد بین المسلمین کے خواہاں تھے۔ تمام سنی خانقاہوں اور اداروں کو ایک پلیٹ فارم پر دیکھنے کے متمنی تھے۔ آپ کی اس آرزو کے تکمیل کے لئے ہی آپ نے فرزند اشرف ملت سید محمد اشرف اشرفی جیلانی جنرل سکریٹری آل انڈیا علماء و مشائخ بورڈ عرس قاسمی میں شرکت کے لئے مارہرہ مطہرہ حاضر ہوئے۔ جس وقت آستانہ عالیہ قادریہ برکاتیہ کے زیب سجادہ امین ملت حضور سید محمد امین میاں برکاتی اسٹیج پر ان سے گلے ملے تو تمام زائرین خوشی و مسرت سے جھوم اٹھے۔ عجب سماں تھا، برکاتی و اشرفی ملن کا وہ دلکش نظارہ آج بھی جب عالم تصور میں آجاتا ہے تو خلوت میں بھی جلوت محسوس ہونے لگتی ہے۔ تمام خانقاہوں و اداروں کے عملی اتحاد کا کام ابھی پایۂ تکمیل کو نہ پہنچا تھا کہ اتحاد سنیت کے علمبردار حضور شیخ اعظم کے اس دنیائے فانی سے رحلت فرمانے کا وقت قریب آ گیا اور آپ کی یہ حسرت وصیت کی شکل میں اس طرح ظاہر ہوئی۔ آپ نے ممبئی کے اسپتال میں آپریشن سے قبل اپنے فرزند اکبر و ولی عہد خانقاہ اشرفیہ حضور قائد ملت سید محمود اشرف اشرفی الجیلانی سے فرمایا: ''میرے دل میں دو تمنائیں باقی ہیں ایک تو میں تمام سنیوں کو متحد دیکھنا چاہتا تھا اور دوسرے دارالقرأت بڑے پیمانے پر قائم کرنا چاہتا تھا۔ اب میں آپریشن کے لئے جا رہا ہوں اگر بقید حیات رہا تو ان کاموں کو از خود پورا کرنے کی کوشش کروں گا اور بصورت دیگر میرے بعد ان کی تکمیل آپ کو کرنی ہے۔'' (بحوالہ خطاب قائد ملت برموقع اظہار عقیدت کانفرنس چوکی حسن خاں مراد آباد)

حضور شیخ اعظم کی باکمال شخصیت کا یہ عظیم پہلو بھی کس قدر دلکش اور جاذب نظر ہے کہ آخری وقت ہے نہ اہل خانہ کے تعلق سے کوئی ہدایت ہے اور نہ جائداد کی تقسیم کے متعلق کوئی نصیحت ہے۔ ان نازک ترین آخری لمحات میں کوئی فکر دامن گیر ہے تو وہ اتحاد سنیت اور فروغ تعلیم کی ہے۔ آیئے! اس محسن کی بارگاہ میں خراج عقیدت پیش کریں جس نے ایک طرف ہمیں جامع اشرف اور مختار اشرف لائبریری جیسے عظیم تحفے دیے تو دوسری جانب قائد ملت، اشرف ملت اور حماد میاں جیسے مہکتے پھول چمنستان اشرفی میں اپنی یادگار چھوڑے۔ میں اس شعر پر جس میں شیخ اعظم کا صوفیانہ پیغام ہے اپنی بات ختم کر رہا ہوں۔

مختصر سی زندگی کم ہے محبت کے لیے
وقت لاتے ہیں کہاں سے لوگ نفرت کے لئے

☆☆☆☆☆

صرف انکے کرم کا طالب ہوں مجھے اور کسی سے کام نہیں
جو ہاتھ پہ ان کے بک جائے پھر اس کا جہاں میں دام نہیں
ہم تم سے محبت کر بیٹھے انجام سے غافل رہتے ہوئے
اس درد میں کتنی لذت ہے بدنام تو ہوں گمنام نہیں
(شیخ اعظم)

کچھوچھہ مقدسہ کا تاریخی پس منظر

مولانا مہتاب عالم اشرفی جامعی، بانی وسربراہ" النهضة العربية"کولکاتا

وہ جگہیں اور وہ مقامات مقدس ومطہر،شریف وپاکیزہ اور تاریخی وقابل ذکر ہوجایا کرتے ہیں، جنہیں رجال اللہ اور مردانِ خدا سے نسبت وتعلق حاصل ہوتا ہے۔ تاریخ کی کتابوں میں اور لوگوں کی زباں پر بے شمار ایسے مقامات ہیں جن کے ساتھ مقدس وشریف جیسی نسبت لگی ہوئی ہے۔چنانچہ کہا جاتا ہے مکۃ المکرّمہ، مدینہ طیبہ، بیت المقدس، بغداد شریف ،اجمیر شریف، گلبرگہ شریف ،کلیر شریف اور پنڈوہ شریف وغیرہ۔

ایک عاشق صادق جب اپنے معشوق کا ذکر کرتا ہے تو وہ صرف محبوب کے خدوخال، اس کی ناز واداء اس کے تبسم ریز ہونٹ، اس کی غزالہ آنکھوں، اس کے کمان دار ابرو اور اس کے دلکش حسن وجمال کے ذکر پر بس نہیں کرتا بلکہ محبوب سے نسبت رکھنے والی ہر چیز کا نقشہ کھینچتا ہے ۔ لہٰذا وہ اس زمیں بوس مکان کا بھی ذکر کرتا ہے جہاں اس کے محبوب نے آنکھیں کھولیں، وہ ان ٹیلوں اور ریگزار وادیوں کو بھی سلام پیش کرتا ہے جہاں سے کبھی اس کا محبوب گذرا ہے۔

امرؤالقیس کہتا ہے:

قفانبك من ذكرىٰ حبيب ومنزل
بسقط اللوى بين الدخول فحومل
ترى بَعَر الآرام في عرصاتها
وقيعانها كانه حب فلفل

ٹھہرو! ہم اپنے محبوب اور اس کے دیار کو یاد کرکے
کچھ آنسو بہالیں جو دخول وحومل کے موڑ پر ہے
جہاں تم سفید ہرنیوں کی مینگنیاں دیکھوگے
گویا کہ وہ مرچ کے دانے ہیں(۱)

قیس عامری کہتا ہے:

وما احب الديار شغفن قلبي
ولكن احب من سكن الديار

مجھے پیار اس گھر سے نہیں جس نے میرے دل کو وارفتہ کررکھا ہے۔اصل میں مجھے پیار اس سے ہے جو اس گھر کا مکیں ہے(۲)

امليانى حديث من سكن الجز
ع ولاتكتباه الابدمعى
فاتنى ان ارى الديار بطرفى
فلعلى ارى الديار بسمعى

مجھے اس کی بات بتا جو مقام جزع میں رہتا ہے اور اسے میرے آنسوؤں سے لکھ وہ گھر، وہ دیار میری آنکھوں سے چھوٹ گئے تو کیا ہوا ممکن ہے میں انہیں اپنے کانوں سے دیکھ لوں(۳)

قرآن وسنت کے مطالعے، انبیاء وصالحین کے آثار وقصص اور ان کے نصائح ووصایا سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ شخصیتوں کے تقدس سے مقامات مقدس ہوجایا کرتے ہیں چناچہ مسجد اقصیٰ کے گرد ونواح کو"ارض

مقدسہ'' سے یاد کیا جانا(۴) سرزمین مکہ کو'' بلدامین'' کا خطاب دیا جانا (۵) حضرت یعقوب علیہ السلام کا اپنے بیٹوں کو بیت المقدس میں دفن کرنے کی وصیت کرنا(۶) حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اللہ کی بارگاہ میں یہ درخواست کرنا کہ اگر موت آئے تو بیت المقدس کے قریب آئے (۷)حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا بارہا اللہ کی بارگاہ میں یہ دعا کرنا''اللھم ارزقنی شهادة فی سبیلك واجعل موتی فی بلدرسولك" اے اللہ مجھے شہادت کی نعمت سے سرفراز فرما اور مجھے اپنے رسول کے شہر موت دے(۸)اور روضۂ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں یہ فرمانا''ما کان شیٔ اهم الی من ذلك المضجع" (۹)خواب گاہِ رسول سے بڑھ کر میرے نزدیک کوئی دوسری جگہ نہیں۔یہ سارے شواہد اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ وہ مقامات مقدس ہوجاتے ہیں جنہیں مقدس و عظیم شخصیات سے نسبت ہوتی"بسکانها تغلواالدیار و ترخص"مکان کی قیمت مکین سے ہوتی ہے۔

کچھوچھه مقدسه

سرزمینِ کچھوچھہ کو''مقدس'' ہونے کا شرف اس لیے حاصل ہے کہ اسے آٹھویں صدی ہجری کے اس مرد حق آ گاہ سے نسبت و تعلق ہے جو اپنے وقت کا عظیم داعیِ حق ، بندۂ بےنفس ، درویش کامل اور غوثیت و جہانگیری کے بلند مقام پر فائز تھا۔(۱۰)

کچھوچھه مخدوم پاک کی آمدسے قبل

مخدوم پاک کی آمد سے پہلے کچھوچھہ کا حال کچھ اچھا نہ تھا، یہاں جوگیوں، جادوگروں اور ساحروں کا راج تھا، ہر طرف کفر و بے دینی کی چہل پہل تھی یہاں کی فضا بڑی مسموم اور آلودہ تھی۔(۱۱)

کچھوچھه شریف کاانتخاب

حضور غوث العالم تارک السلطنت میر سید اشرف جہانگیر سمنانی علیہ الرحمۃ والرضوان (۷۰۸ - ۸۰۸) کے مرشد گرامی حضور شیخ علاء الحق والدین قدس سرہٗ (۷۰۱-۸۰۰) نے آپ کی تربت گاہ کے لیے اس جگہ کا انتخاب فرمایا اور بذریعہ کشف اس دیار کا معائنہ بھی کرایا(۱۲)اور جس کا اشارہ اس شعر سے بھی ہوتا ہے ۔

بر آمد جائے از لطف خداوند
کہ مردم را رواں آسودہ باشد
بہ حکم پیر چوں ایں جا رسیدم
در غیبے برو بکشودہ باشد

اللہ تعالیٰ کی عنایت سے ایک جگہ مل گئی تاکہ لوگوں کی جانوں کو راحت میسر ہو۔میں شیخ کے حکم کے بموجب یہاں آیا ہوں تاکہ اس پر غیبی عنایتوں کا دروازہ کھل جائے(۱۳)

کچھوچھه میں مخدوم پاک کی آمد

مخدوم پاک نے دارالسلطنت شہر جون پور سے کوچ کیا اور مختلف جگہوں سے ہوتے ہواتے موضع بہدونڈ (بھدوڑ)پہونچے باہر ایک باغ تھا وہاں قیام فرمایا سب سے پہلے جو شخص آپ کی خدمت میں حاضری سے مشرف ہوئے وہ ملک محمود تھے۔آپ نے ان پر بڑی مہربانی اور عنایت فرمائی جب قیلولے کا وقت ہوا تو آپ نے آم کے ایک درخت کے نیچے جو بے حد سایہ دار تھا آرام فرمایا۔زوال کے وقت آپ بیدار ہوئے تو اصحاب نے دیکھا کہ درخت کی مشرقی شاخ مغرب کی

جانب آ گئی تھی۔ کچھ وقت تک ملک محمود کے ساتھ گول تالاب کی سیر کی اس کے اطراف کو غور سے دیکھا اور فرمایا کہ ہمیں حضرت مخدومی (پیرومرشد) نے اسی جگہ کا حکم دیا تھا یہاں کون سی جگہ مناسب رہے گی ملک محمود نے عرض کیا یہاں ایک جگہ ایک جوگی رہتا ہے وہی جگہ بہتر رہے گی۔ اس کے چاروں طرف تالاب کا پانی ہے لیکن وہ جگہ کافرانہ شعبدے سے خالی نہیں ہے اگر اس جوگی کے باطل شعبدوں کا مقابلہ کرلیا جائے تو اس سے بہتر اور کوئی جگہ نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا "و قل جاء الحق و زهق الباطل ان الباطل كان زهوقاً" خیر جگہ دیکھ لیتے ہیں۔ اصحاب کی ایک جماعت اور ملک محمود آگے چل رہے تھے سیر گاہ پہنچے جب آپ نے نظر اٹھا کر دیکھا تو فرمایا کہ یہ ہماری وہی جگہ ہے جس کا حکم حضرت مخدومی (پیرومرشد) نے دیا تھا لہٰذا حضرت قدوۃ الکبریٰ نے اپنے ایک خادم کو حکم دیا کہ اس (جوگی) سے کہو یہاں سے چلا جائے۔ جوگی نے جواب میں کہلوایا، مجھے یہاں سے نکالنا آسان نہیں ہے میں پانچ سو جوگی کے برابر ہوں۔ اگر کوئی قوت ولایت سے نکالے تو نکالے ورنہ ممکن نہیں ہے۔ حضرت قدوۃ الکبریٰ نے جمال الدین راوت کو جو اسی دن شرف بیعت سے مشرف ہوئے تھے حکم دیا کہ جاؤ اور جو کچھ وہ طلب کرے وہی اس کے سامنے لا کر دکھاؤ۔ جمال الدین کو تھوڑا سا تأمل ہوا۔ حکم ہوا سامنے آؤ اور جو پان آپ تناول فرمارہے تھے اپنے ہاتھ سے ان کے منہ میں ڈال دیا۔ پان چباتے ہی ان کی حالت بدل گئی اور وہ دلیرانہ آگے بڑھے۔ جوگی نے بہت سے حربے استعمال میں لائے مگر جب اسے اپنے تمام ٹوٹکوں کی ناکامی کا احساس ہوا تو عاجزی کے ساتھ سامنے آیا اور کہا کہ مجھے حضرت قدوۃ الکبریٰ کے پاس لے چلو تاکہ میں اسلام قبول کرلوں۔

چو نور از شمع ایماں بر دلش تافت
چو پروا نہ بہ سوئے شمع انداخت
ز نور شمع کفرش سر بسر سوخت
گرفتہ نور ہم چوں شمع افروخت

جب ایمان کی شمع کے نور سے اس کا دل چمکا تو
اس نے پروانے کی مانند خود کو شمع کے حوالے کر دیا
شمع کے نور سے اس کا کفر سراسر جل گیا تو اس
نے روشن شمع کی طرح روشنی پکڑ لی۔

جمال الدین نے جوگی کا ہاتھ پکڑا اور حضرت قدوۃ الکبریٰ کے قدموں میں ڈال دیا آپ نے جوگی کو کلمہ شہادت پڑھایا اس کے تمام ساتھی بھی نور ایمانی سے منور ہوئے اس نے اپنے مذہب کی تمام کتابیں حضرت قدوۃ الکبریٰ کے سامنے جلا دیں۔ آپ نے اسے ریاضت کے کام میں لگا دیا اور اس کے رہنے کے لئے تالاب کے کنارے ایک جگہ مقرر کردی جس روز وہ جوگی مشرف بہ اسلام ہوا اس کے ساتھ پانچ ہزار آدمی آپ کی ارادت سے مشرف ہوئے۔

جب وہ علاقہ آپ کو حاصل ہو گیا تو آپ نے اس کا نام "روح آباد" رکھا۔ خانقاہ جو آپ نے باہر تعمیر کرائی تھی اسے "کثرت آباد" سے موسوم فرمایا۔ اسی طرح ایک چھوٹا سا حجرہ جو یہاں تعمیر کرایا تھا اس کا نام "وحدت آباد" رکھا۔ آپ بعض اوقات مخلص اصحاب کو ساتھ لے کر روح آباد کے مشرق کی جانب تشریف لے جاتے اور

وہاں تشریف فرما ہوتے اور معارف وحقائق کے اسرار وآثار پر گفتگو ہوتی رہتی۔ جب آپ یہاں آکر تشریف فرما ہوتے تو فرماتے کہ یہاں دل کو بڑا سکون ملتا ہے اسی بنا پر اس جگہ کو ''دارالامان'' کے نام سے موسوم کیا گیا۔ ایک اور جگہ جانب شمال تھی۔ جب آپ کا جی چاہتا وہاں تشریف فرما ہوتے۔ اس جگہ کا نام ''روح افزا'' رکھا۔ آپ نے کئی مرتبہ اپنے دوستوں اور ساتھیوں سے فرمایا کہ یہاں ایسی رونق ہوتی ہے جو اطراف کے لوگوں کو حاصل نہیں۔ (۱۴)

سرزمین کچھوچھہ سے مخدوم پاک کی انسیت

مخدوم پاک علیہ الرحمۃ والرضوان نے اس سرزمین کو ''روح آباد'' کے نام سے یاد فرمایا ہے اور اس سے آپ کی جو انسیت تھی اس کا اندازہ اس شعر سے لگایا جاسکتا ہے ؎

اشرف ازدل بروں کن میل سمناں را
کہ روح آباد سمناں است ما را

اشرف دل سے سمناں کی محبت دور کر کیوں کہ روح آباد (کچھوچھہ) ہمارے لیے سمناں ہے (۱۵)

اس دیار قدس کی برکتیں

مخدوم پاک اس مقام بافیض سے متعلق تحریر فرماتے ہیں:

''یہاں چھوٹے بڑے سب جمع ہوتے ہیں
(علاوہ ازیں) رجال الغیب، اوتاد، اخیار اور اولیائے
زمانہ بھی یہاں آتے ہیں اور فیض حاصل کرتے ہیں۔
میرے اصحاب واحباب بھی ضرور بالضرور
یہاں سے فیض حاصل کریں'' (۱۶)

ایک مقام پر آپ فرماتے ہیں:

''ہر کہ بر سر قبر من برسد حاجت او برآید وآمرزیدہ شود ان شاء اللہ وعاقبت او بخیر باشد وآتش دوزخ بروے حرام گردد'' (۱۷)

جو شخص میری قبر پر حاضری دے گا، ان شاء اللہ اس کی حاجت پوری ہوگی، اس کا انجام اچھا ہوگا، وہ بخشا جائے گا اور دوزخ کی آگ اس پر حرام ہوگی۔

شیخ عبدالرحمن جامی (۱۰۰۵ - ۱۰۹۴) قدس سرہٗ لکھتے ہیں:

''جب اس فقیر کے دل میں حضرت خضر علیہ السلام اور دوسرے رجال اللہ کی زیارت کی خواہش پیدا ہوئی اور دل بے قرار ہوا تو حضرت خواجہ معین الحق و الدین چشتی قدس سرہٗ کی طرف سے اشارہ ہوا کہ میر سید اشرف جہانگیر کے مزار پر جاؤ وہاں تمہاری مراد پوری ہوجائے گی لہٰذا جب پہلی بار آستانے پر حاضری ہوئی تو حضرت خضر علیہ السلام کی زیارت سے شرف یاب ہوا مگر ہم کلامی کا شرف حاصل نہ ہوسکا۔ پھر جب دوسری بار حاضر ہوا تو تمام ''رجال وقت'' کے ساتھ حضرت خضر علیہ السلام کی زیارت ہوئی اور قسم قسم کے فیوض وبرکات حاصل کیے۔ اسی جگہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانیت پاک، بعض صحابہ کرام اور اکثر مشائخ چشت کی بھی زیارت کا شرف حاصل ہوا'' (۱۸)

آگے چل کر شیخ جامی لکھتے ہیں:

''اس حکایت کا مقصد یہ ہے کہ ولایت جہانگیری کے تصرف کی وجہ سے آج تک ولایتِ صوری ومعنوی کا عزل ونصب میر سید اشرف جہانگیر قدس سرہٗ کے مزار پر جاری ہے اور اکثر رجال اللہ کا مجمع وہاں رہتا ہے'' (۱۹)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی (۹۵۸-۱۰۵۲) رقم طراز ہیں:

''آپ کی قبر بڑا فیض کا مقام ہے اور ایک حوض کے درمیان میں ہے اس علاقہ میں جنات کو دور کرنے کے لیے آپ کا نام لے دینا بڑا تیر بہدف نسخہ ہے'' (۲۰)

کچھوچھہ مقدسہ علمی وروحانی مرکز

مولانا سیف خالد اشرفی جامعی لکھتے ہیں:

یوں تو کچھوچھہ مقدسہ کو تاریخی اہمیت اور عالمی شہرت اسی وقت سے حاصل ہے جب مخدوم پاک علیہ الرحمۃ والرضوان نے اپنے پیرومرشد کے اشارے پر اس کی طرف رخ فرمایا اور اس ویران وغیر آباد سرزمین کو کفر وبے دینی، شرک وبت پرستی اور جاہلانہ اوہام وخرافات کی آلودگیوں سے پاک کرکے اسے مانندِ بہشت بنایا تاہم اس کی یہ چھ سوسالہ یا سات سوسالہ تاریخ نہ تو بطورِ ریکارڈ کہیں محفوظ ہے اور نہ کتابوں میں ترتیب وار وموسوعی انداز میں اس کا کوئی ذکر ملتا ہے۔ ہاں اتنا ضرور ہے کہ اس سرزمینِ قدس کے تعلق سے جوبھی تھوڑے بہت معلومات فراہم ہوتے ہیں ان سے اس بات کا اندازہ لگانا کوئی مشکل نہیں ہے کہ یہ ''ارضِ مقدسہ'' ہرزمانے میں عالمی منظر نامے پر دوحیثیتوں سے مشہور ومتعارف اور مرجع خلائق وانام رہی ہے۔ ایک تو مخدومِ پاک علیہ الرحمۃ والرضوان کا بافیض وروحانیت بخش آستانہ ہے جب کہ دوسرا آپ کا بسایا اور آباد کردہ خانوادہ یعنی ''خانوادۂ اشرفیہ'' ہے۔ جہاں تک اول الذکر کا تعلق ہے تو اس کا اندازہ حضرت شیخ جامی، حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی اور خود مخدومِ پاک علیہم الرحمۃ والرضوان کی ذکر کردہ تحریروں اور ان کے سابقہ بیان سے لگایا جاسکتا ہے اور رہ گئی بات ثانی الذکر کی تو اس سلسلے میں مختصراً یہ عرض ہے کہ مخدومِ پاک علیہ الرحمۃ والرضوان نے اپنے فرزند معنوی اور اپنے جانشین مطلق حضرت سیدنا عبدالرزاق نور العین صاحب قبلہ علیہ الرحمۃ والرضوان کے ذریعہ جو خانوادہ آباد کیا وہ اپنے گونا گوں اوصاف، اپنی انفرادی شان اور اپنے بلند مقام کی وجہ سے ہرزمانے میں آفتاب وماہتاب بن کر چمکتا رہا یہاں تک کہ حضرت اورنگ زیب علیہ الرحمہ نے اس خانوادے سے اپنی عقیدت و وارفتگی اور اپنی بے پناہ محبت والفت کا اعلان ان لفظوں میں کیا ''سادات کچھوچھہ ہمہ داں مقبولان خالق وخلائق ہیں'' (۲۱)

اس خانوادے میں ایسی ایسی عظیم ہستیاں اور اولوالعزم شخصیتیں پیدا ہوتی رہی ہیں جو حکمت ودانائی کے تاجدار، علم وروحانیت کے شہسوار، اپنے وقت کے غزالی ورازی اور بایزید وبسطامی تھے۔ حضرت سید عبدالرزاق نور العین صاحب قبلہ علیہ الرحمۃ والرضوان سے لے کر حضور اعلیٰ حضرت اشرفی میاں علیہ الرحمہ، مولانا احمد اشرف علیہ الرحمہ، محدث اعظم ہند علیہ الرحمہ، مخدوم المشائخ سرکار کلاں علیہ الرحمہ، حضور شیخ اعظم علیہ الرحمہ اور قطب المشائخ تک یہ وہ برگزیدہ اور جلیل القدر شخصیتیں ہیں جنہوں نے اپنی دعوتی سرگرمیوں اور مسلسل تبلیغی دوروں کے ذریعہ ان گنت وبے شمار بندگانِ خدا کو مضبوط ایمان وعقیدہ عطا کیا اور انہیں اہل سنت وجماعت کے عقائد ونظریات پر قائم فرما کر ان کے دین ومذہب کی حفاظت فرمائی۔ (۲۲)

المختصر یہ کہ آج کئی سوسال گذر جانے کے بعد بھی یہ مقدس مقام مرجع خلائق اور مسحور وآسیب زدہ لوگوں

کے لئے اکسیر شفاء ہے جہاں رات و دن بے چارگانِ روزگار آتے ہیں اور اپنی جھولیاں بھر بھر لے جاتے ہیں۔

مولیٰ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ ہمیں بھی اس دیار قدس کے فیوض و برکات سے مالا مال کرے اور اپنے محسنین کا احسان شناش بنا کر زندہ رکھے۔ آمین۔

مراجع

(۱) دیوان امرؤ القیس

(۲) شرح شفاللملاعلی قاری

(۳) وفاء الوفاء

(۴) القرآن: سورۃ المائدہ

(۵) القرآن: سورۃ التین

(۶) تفسیر سمرقندی: ۲/ ۱۷۸

(۷) بخاری: ۱/ ۴۱۱

(۸) سیر اعلام النبلاء: الخلفاء الراشدون: ۸۹

(۹) بخاری: ۱/ ۴۲۸

(۱۰) جام نور کا محدث اعظم نمبر

(۱۱) مختلف کتب تاریخ

(۱۲) دیباچہ مکتوبات اشرفی

(۱۳) لطائف اشرفی

(۱۴) لطائف اشرفی مترجم

(۱۵) مرأۃ الاسرار ۱۰۵۱

(۱۶) لطائف اشرفی مترجم

(۱۷) بشارۃ المریدین، قلمی

(۱۸) ماخوذ مرأۃ الاسرار ۱۰۵۸

(۱۹) مرأۃ الاسرار، ۱۰۵۸

(۲۰) اخبار الاخیار: ۳/ ۸۴

(۲۱) حیات مخدوم الاولیاء

(۲۲) جام نور کا محدث اعظم نمبر

میری ذات کی قسم

احمد بن ابی الحواری بیان کرتے ہیں کہ ایک دن میں ابوسلیمان کے پاس گیا تو وہ رو رہے تھے۔ میں نے رونے کا سبب دریافت کیا، فرمانے لگے:

احمد! میں کیوں نہ روؤں؟ جب رات تاریک ہو جاتی ہے اور لوگ سو جاتے ہیں اور ہر حبیب اپنے محبوب کے ساتھ خلوت میں چلا جاتا ہے اور اہل صحبت اپنے پاؤں پھیلا لیتے ہیں اور ان کے رخساروں پر آنسو آجاتے ہیں اور محرابوں میں قطرے گرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ توجہ فرماتا ہے اور جبریل کو پکار کر کہتا ہے: اے جبریل جو لوگ میرے کلام سے لذت حاصل کرتے اور میرے ذکر سے راحت پاتے ہیں، وہ میری نگاہ میں ہیں۔ ان کی خلوت گاہوں میں، میں ان کو دیکھتا ہوں، ان کی آوازوں کو سنتا ہوں اور ان کے رونے کو دیکھتا ہوں۔ اے جبریل! تو پکار کر کیوں نہیں پوچھتا کہ یہ رونا کیسا؟ کیا کبھی کوئی حبیب اپنے محبوب کو عذاب دیتا ہے۔ میرے لیے کیا یہ مناسب ہے کہ میں ان لوگوں کی گرفت کروں، ہوتے ہی میرے آگے جھک جاتے ہیں مجھے میری ذات کی قسم! جب یہ لوگ قیامت کے دن میرے پاس، تو ان کے لیے اپنے چہرے سے پردہ اٹھاؤں گا، تا کہ وہ مجھے دیکھ لیں اور میں انہیں دیکھ لوں۔

اٹھائے کچھ ورق لالے نے کچھ نرگس نے کچھ گل نے
چمن میں ہر طرف بکھری ہوئی ہے داستاں میری

شیخ اعظم :

رخ حیات

کی جھلکیاں

شیخ اعظم کا سوانحی خاکہ

ڈاکٹر محمد قمر الدین اشرفی، شیخ الادب جامع اشرف، درگاہ کچھوچھہ شریف

اصل نام :

سید اظہار اشرف، کنیت : ابوالمحمود : القاب : شیخ اعظم، مخدوم العلماء، نانا نے مسعود نام رکھا تھا لیکن وہ اپنے پر دادا اعلیٰ حضرت اشرفی میاں کے رکھے ہوئے نام اظہار اشرف سے مشہور ہوئے۔

پیدائش:

۶ محرم ۱۳۵۵ھ بمطابق ۲ مارچ ۱۹۳۶ء بمقام کچھوچھہ مقدسہ۔

نسب:

سید اظہار اشرف بن سید مختار اشرف بن سید احمد اشرف بن سید علی حسین اشرفی بن سید سعادت علی بن سید قلندر بخش بن سید تراب علی بن سید محمد نواز بن سید محمد غوث بن سید جمال الدین بن سید عزیز الرحمٰن بن سید محمد عثمان بن سید ابوالفتح بن سید محمد بن سید محمد اشرف بن سید شاہ حسن بن سید عبدالرزاق نورالعین بن سید عبد الغفور حسن بن سید ابوالعباس احمد بن سید بدر الدین حسن بن سید علاء الدین علی بن سید شمس الدین محمد بن سید سیف الدین یحییٰ بن سید ظہیر الدین احمد بن سید ابونصر محمد بن سید ابوصالح ناصر بن سید ابوبکر عبدالرزاق بن سید عبد القادر جیلانی بن سید ابوصالح موسیٰ بن اسید ابوعبداللہ بن سید یحییٰ زاہد بن سید محمد شمس الدین بن سید ابوبکر داؤد بن سید موسیٰ ثانی بن سید عبداللہ بن سید موسی الجون بن سید عبداللہ المحض بن سید حسن مثنیٰ بن سیدنا امام حسن بن سیدہ فاطمہ زہراء بنت اشرف الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ۔

والدہ:

والدہ کا نام سیدہ سنجیدہ خاتون بنت سید مصطفیٰ اشرف بن اعلیٰ حضرت اشرفی میاں۔

حلیہ :

رنگ گورا، لمبا قد، گول چہرہ، چوڑی پیشانی، کھڑی ناک، گھنی داڑھی، بڑی بڑی سرمگیں آنکھیں، نہایت خوب صورت چہرہ اور لحیم شحیم جسم کے باوجود چست و چالاک۔

تسمیہ خوانی :

چار سال چار ماہ چار دن کی عمر میں والد گرامی حضرت مخدوم المشائخ سرکار کلاں علیہ الرحمہ نانا عارف باللہ حضرت سید مصطفیٰ اشرف علیہ الرحمہ اور پھوپھا حضرت سید محمد محدث اعظم ہند علیہ الرحمہ کی موجودگی میں بسم اللہ خوانی ہوئی، اس موقعے پر حضرت محدث اعظم ہند نے یہ اشعار پیش کیا:

دولت احمد مختار باظہار آمد
مرحبا فضل کریما نہ مبارک باشد
اکنوں بسم اللہ طفلاں مبارک باشد
آخرش طرۂ مولانا مبارک باشد

تعلیم:

ابتدائی تعلیم درجۂ پنجم تک جامعہ اشرفیہ کچھوچھہ شریف میں حاصل کی ، اعلیٰ تعلیم کے لئے الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور میں داخلہ لے کر۱۹۵۷میں فراغت حاصل کی۔

اساتذہ:

حضرت مفتی حبیب اللہ اشرفی نعیمی ، حضرت مولانا یونس نعیمی اشرفی ،حضرت مولانا سلیمان اشرفی ،حافظ ملت حضرت مولانا عبدالعزیز محدث مرادآبادی ، حضرت مولانا عبدالرؤف صاحب مبارکپور اور حضرت علامہ ظفرادیبی مبارکپوری علیہم الرحمہ قابل ذکر ہیں۔

تدریسی خدمات:

الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور میں معین المدرسین کی حیثیت سے درس دیا اس کے بعد جامعہ نعیمیہ مرادآباد میں تقریباً ساڑھے تین سال اعزازی تدریسی خدمات انجام دیں،اس کے بعد والدگرامی حضرت سرکارکلاں علیہ الرحمہ کے مشاغل وخانقاہ کی تعمیر وترقی میں لگ گئے۔

نکاح:

آپ کا نکاح سیدہ نزہت فاطمہ بنت سید فصاحت حسین اشرفی جیلانی سے ہوا جن سے ایک صاحبزادی سیدہ زبیدہ ولادت۲۴اپریل ۱۹۶۱اور تین فرزندان تولد ہوئے (۱) قائد ملت سید محمود اشرف (جانشین)ولادت ۷جولائی ۱۹۶۴ان کی تعلیم جامع اشرف درگاہ کچھوچھہ شریف میں ہوئی ۔فراغت کے بعد کچھ دن درس وتدریس کی خدمت انجام دی اور اب رشد وہدایت وتبلیغ دین میں مصروف ہیں نیز جامع اشرف کے ناظم اعلیٰ اور آل انڈیا علماء ومشائخ بورڈ کے صدر ہیں (۲)سید محمد اشرف ان کی تعلیم علی گڑھ اور جامع اشرف میں ہوئی ۔ تعلیم کے بعد وعظ وارشاد کے ساتھ کل ہند علماء مشائخ بورڈ کے جنرل سکریٹری کے فرائض انجام دے رہے ہیں (۳)سید حماد اشرف ان کی تعلیم علی گڑھ میں ہوئی اور سمناں پریس کے ڈائریکٹر ہیں نیز لکھنؤ میں اہل سنت وجماعت کے نشر واشاعت میں نمایاں کردارادا کررہے ہیں۔

حج بیت اللہ :

سب سے پہلی مرتبہ ۱۹۶۷میں حرمین شریفین کا سفر کیا اور حج بیت اللہ سے مشرف ہوئے۔وہاں مدینہ منورہ میں کئی اعمال ووظائف بھی کئے یہی وجہ تھی کہ ان کی تعویذات ودعا میں اللہ تعالیٰ نے کافی تاثیر دی تھی۔

بیعت وارادت:

اپنے والدگرامی حضرت مخدوم المشائخ سرکارکلاں علیہ الرحمہ کے دست حق پرست پر سلسلہ عالیہ قادریہ چشتیہ اشرفیہ میں بیعت ہوکر ان کے ولی عہد وجانشین نامزد ہوئے۔

دینی خدمات:

جامع اشرف کا قیام:

بقول شیخ اعظم اعلیٰ حضرت اشرفی میاں علیہ الرحمہ کے فرزند اکبر عالم ربانی حضرت مولانا احمد اشرف علیہ الرحمہ نے ایک عظیم ادارہ کا منصوبہ بنایا جو موجودہ دور کے تمام تقاضے کو پورا کرسکے اور فرمایا کہ جس طرح مصر میں جامع ازہر علوم عربی کا مرکز ہے اسی طرح ہند میں جامع اشرف علوم عربی کا مرکز ہوگا۔میرے والد گرامی حضور مخدوم المشائخ سرکارکلاں علیہ الرحمہ اکثر اپنے والدگرامی حضور مولانا احمد اشرف علیہ الرحمہ کی اس آرزو کا تذکرہ فرمایا کرتے تھے اور

یہ بھی کہ اگر میری ذمہ داریاں اتنی بڑھی ہوئی نہ ہوتیں تو میں اپنے والد کی خواہش کی تکمیل کرتا۔ یہ مخدوم المشائخ کا روحانی فیض تھا کہ میرے دل میں اپنے دادا کے عظیم منصوبے کی تکمیل کا جذبہ پیدا ہو گیا اور میں نے جس وقت والد گرامی کی بارگاہ میں اپنے ارادے کا اظہار کیا بہت خوش ہوئے اور میری حوصلہ افزائی فرمائی اور خانقاہ اشرفیہ حسنیہ سرکارکلاں میں ادارہ قائم کرنے کی اجازت عطا فرمادی، اس کے ساتھ ایک سال کے لئے مدرسین کی تنخواہ کی ذمہ داری بھی خود لے لی، اس طرح ۱۹۷۸ میں جامع اشرف کا قیام عملی طور پر خانقاہ اشرفیہ حسنیہ سرکارکلاں کی عمارت میں عمل میں آیا اور تعلیم کا آغاز ہو گیا۔ اب ادارہ کی ذاتی عمارت کے لئے شیخ اعظم نے انتھک کوشش کی اور ۱۹۸۰ء میں دوسری مرتبہ حج کے لئے سفر کیا اور وہاں سے بغداد شریف گئے اور بارگاہ غوثیہ میں جامع اشرف کی تعمیر کے لئے بجٹ منظور کروا کر لوٹے، پھر مخدوم المشائخ حضرت سرکارکلاں کے مقدس ہاتھوں اس کا سنگ بنیاد رکھوائے اور تعمیری کام کا آغاز کر دیا، ادارہ کے لئے خانوادہ کا بھی تعاون رہا خود شیخ اعظم فرماتے ہیں: میرے خاندان والوں نے میری بہت حوصلہ افزائی کی خصوصاً عزیزی مولانا الحاج سید محمد مدنی میاں صاحب اشرفی جیلانی سلمہٗ جانشین مخدوم الملت نے میرا بھرپور ساتھ دیا اور ممبر سازی کی تحریک میں کافی دلچسپی لی جس کو ادارہ کبھی فراموش نہیں کر سکتا۔ عزیز موصوف کا یہ ایک ایسا روشن و تابناک کردار تھا جس کی وجہ سے جامع اشرف کو عظیم طاقت ملی اور اس کی شہرت و عظمت میں ایک نئے باب کا اضافہ ہو گیا۔ میری دلی دعائیں موصوف کے ساتھ ہیں۔

(تعارف جامع اشرف صفحہ نمبر ۵)

اس طرح جامع اشرف کا تعمیری و تعلیمی سفر جاری ہو گیا اور ترقی کے منازل طے کرتا رہا۔ پھر بھی کبھی کبھی اس کو آزمائشوں کے دور سے گذرنا پڑا۔ لیکن شیخ اعظم کے پائے استقلال کو کوئی روک نہیں سکا۔ خود فرماتے ہیں: خانوادہ اشرفیہ کے دشمنوں نے ہمارے آرزوؤں کے گلدستہ کو پامال کرنا چاہا، لیکن خدا کا شکر ہے کہ اب تک میں نے ان نامساعد حالات کے سامنے اپنے عزم کے پرچم کو جھکنے نہیں دیا (تعارف نمبر ۶)۔ الغرض نامساعد حالات کا مقابلہ کرتے ہوئے شیخ اعظم نے درسگاہ کے لئے دس کمرے اور ہاسٹل کے لئے ۳۲ کمرے پر مشتمل تین منزلہ عمارت تعمیر کرائی۔ جس میں دونوں جانب برآمدہ رکھا گیا ہے جس سے عمارت کی حسن میں چار چاند لگ گیا ہے۔ یہ یقیناً شیخ اعظم کے فن تعمیر میں حسن ذوق کی علامت ہے۔

تعلیمی ترقی اور طلبہ کی تعداد میں اضافہ کے پیش نظر جب یہ عمارت ناکافی ہونے لگی تو شیخ اعظم نے ہاسٹل کے لئے مزید ایک تین منزلہ عمارت تعمیر کرائی جو ۴۷ کمرے پر مشتمل ہے۔

۲۵ سال کے عرصہ میں طلبہ کی تعداد میں اتنا اضافہ ہو گیا کہ مذکورہ دونوں عمارتیں بھی ناکافی ہونے لگیں چنانچہ سلور جوبلی کے موقع پر محرم ۱۴۲۴ھ ۲۰۰۳ء میں شیخ اعظم نے ایک تیسری عمارت کا سنگ بنیاد رکھا اور 500-500 اسکوائرفٹ کے ۱۸ ہال پر ایک تین منزلہ عمارت تعمیر کرائی جس کا استعمال صرف کلاس روم اور آفس کے لئے ہوتا ہے۔

عرس مخدومی محرم ۱۴۳۳ھ ۲۰۱۱ء کے موقع پر شیخ اعظم نے طلبہ کی تعداد میں مزید اضافہ کا عزم کر لیا اور

اس کے لئے ایک چوتھی عمارت کا سنگ بنیاد ۳۰ دسمبر ۲۰۱۱ء بروز جمعہ رکھا۔ یہ تین منزلہ عمارت ۶۸ کمروں پر مشتمل ہوگی جس کا تعمیری کام جاری ہے اور انشاء اللہ اس کی بھی تکمیل ہو جائے گی کیوں کہ اس کی بنیاد اخلاص وللّٰہیت پر رکھی گئی۔ ان کے اخلاص کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ اس کی بنیاد کے لئے نہ کوئی اخباری اعلان اور نہ عوام میں کوئی اطلاع دی بلکہ عرس کے سارے مہمان چلے جانے کے بعد صرف اساتذۂ جامع اشرف کی موجود گی میں اس کی بنیاد رکھی جب کہ آج کے ماحول میں ہر کام کی تشہیر ہوتی ہے، میڈیا کا سہارا لیا جاتا ہے لیکن شیخ اعظم ان چیزوں سے دور رہے۔ الغرض شیخ اعظم اپنی زند گی کے آخری حصہ تک جامع اشرف کی تعمیر وترقی کے لئے کوشش کرتے رہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کا شمار آج اہل سنت وجماعت کے عظیم معیاری اداروں میں ہوتا ہے۔ جس میں ابتدائیہ سے لے کر مفتی تک کی تعلیم دی جاتی ہے۔ اتر پردیش مدرسہ تعلیمی بورڈ لکھنؤ سے فاضل تک منظور شدہ ہے۔ لیکن حکومت سے کوئی امداد نہیں لیتا ہے بلکہ صرف اور صرف مریدین اور مخلصین کے تعاون سے چل رہا ہے۔

مولانا احمد اشرف ہال

حضرت سرکار کلاں علیہ الرحمہ کی دیرینہ خواہش تھی کہ عرس کے پروگرام کے لئے ایک عظیم الشان ہال بیادگار مولانا احمد اشرف تعمیر کی جائے چنانچہ شیخ اعظم نے اس کے لئے عمل پیہم سے راہ ہموار کیا اور حضرت سرکار کلاں نے اس کی بنیاد ۱۹۸۵ء میں رکھی اور کچھ حصہ خود تعمیر کروائی لیکن زندگی نے وفا نہ کی اور ادھورا رہ گیا اس کی تکمیل شیخ اعظم نے کی طرز تعمیر میں یہ ہال اپنی مثال آپ ہے۔

مختار اشرف لائبریری

مولانا احمد اشرف ہال کی بالائی منزل پر واقع یہ ایک عظیم الشان کتب خانہ ہے جسے شیخ اعظم نے اپنے والد گرامی حضرت سرکار کلاں علیہ الرحمہ کی یاد میں ۱۹۹۵ء میں قائم کیا۔ تین سال کے عرصہ میں اس کی تعمیر مکمل ہوئی اور ۱۹۹۸ء سے لائبریری کا آغاز ہو گیا۔ جس میں اسلامیات کے ہر فن یعنی قرآن وعلوم قرآن، حدیث واصول، تفسیر واصول، فقہ واصول، فتاویٰ، رجال، تاریخ اور مناظرہ، خطبات، قصص اور اوراد ووظائف، طب وحکمت، عربی ادب، فارسی ادب، اردو ادب، تصوف، تذکرہ، سیرت، ملفوظات، مکتوبات، لغات، انساب وناول لائبریری سائنس وغیرہ متعلق اردو، فارسی عربی اور انگیریزی میں کتابیں موجود ہیں۔ جس کی مجموعی تعداد اب تک ۳۰۰۰۰ ہزار ہے۔ اس کے علاوہ اردو، عربی اور فارسی میں مخطوطات کا بھی نادر ذخیرہ ہے، جس سے طلبہ، علماء، عوام اور اسلامیات کے ریسرچ اسکالر مستفید ہو رہے ہیں۔ بڑے بڑے اہل علم وارباب دانش نے اس سے استفادہ کر کے مسرت کا اظہار کیا اور اپنی قیمتی تأثرات چھوڑ گئے مثلاً:

حضرت اشرف العلماء علیہ الرحمہ
بانی دارالعلوم محمدیہ ممبئ

"عزیزی سید اظہار اشرف سلمہٗ نے جو کارنامے انجام دیے ہیں وہ قابل ستائش وشکر ہیں، احمد اشرف ہال کی تعمیر اپنے وقت کی سب سے اہم تعمیر ہے جس کے مختلف شعبہ جات میں سب سے اہم شعبہ مختار اشرف لائبریری کا ہے"۔

پروفیسر سید امین اشرف علی گڑھ
مسلم یو نیورسیٹی

"میرا تعلق چوں کہ ایک یونیورسیٹی سے رہا ہے

اس لئے میں بلا خوف تردید کہہ سکتا ہوں کہ کسی یونیورسٹی میں اسلامی علوم وفنون پر ریسرچ کرنے والوں کے لئے ایسی بیش بہا کتابیں جو مختار اشرف لائبریری میں ہیں، نہیں ملیں گی''۔

پروفیسر عبدالحامدشعبہ اردواٰلہ باد یو نیورسیٹی

''راقم نے مختار اشرف لائبریری سے استفادہ کیا بلا شبہ(مختار اشرف لائبریری) غیر معمولی اورانتہائی اہم کتب کا ذخیرہ ہے''

علامہ عبدالحکیم شرف قادری لاھور پاکستان

''جامع اشرف کی عظیم لائبریری کی زیارت سے اتنی مسرت حاصل ہوئی جسے بیان نہیں کیا جاسکتا''۔

آفتاب عالم ڈائرکٹر مولاناآزادنیشنل اردویونیورسیٹی حیدرآباد

جس طرح اس (مختار اشرف لائبریری) کو سجانے اورسنوارنے کا کام کیا گیا ہے وہ لائق ستائش ہےاس میں ہر طرح کے موضوعات اورعلوم وفنون کی کتابیں دیکھنے کوملیں''۔

ڈاکٹر شاہ کوثر مصطفٰے پروفیسرڈھاکہ یو نیور سیٹی

I am veryhappy tovisitMukhtar Ashraf library it is laving a very rich collection.

عمر عبد اللہ وزیر اعلیٰ جمو ں کشمیر

Thank youforaveryimportant visit. I with the library all success.

شیخ الاسلام حضرت علامہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی

میں اپنی فیروزبختی پر کتنا ہی ناز کروں کم ہے کہ آج آبروئے خانوادۂ اشرفیہ حضرت شیخ اعظم دامت برکاتہم القدسیہ کی معیت میں مختار اشرف لائبریری کی تفصیلی زیارت کی سعادت حاصل ہوئی۔لائبریری کی زیارت سے فارغ ہوکر عالم خیال میں لائبریری کو مخاطب کرکےعرض کیا۔

بسیار خوباں دیدہ ام
لیکن تو چیزی دیگری

یونہی شیخ اعظم کوذہن میں حاضر کرکے بول پڑا :

تونے پیری میں کئے کام جواں سالی کے
کتنی مضبوط وتواناہے نقاہت تیری

اشرف حسین میوزیم

کتب خانہ سے متصل ایک ہال میں واقع یہ میوزیم فن تعمیر کا بہترین نمونہ ہے جس میں خانوادۂ اشرفیہ حسنیہ سرکارکلاں کے بزرگوں کے تبرکات وملبوسات عوام کی زیارت کے لئے موجود ہیں۔

مسجد اعلیٰ حضرت اشرفی

درگاہ کچھوچھہ شریف میں ایک وسیع وعریض مسجد کی ضرورت شدت سے محسوس کی جارہی تھی کیوں کہ زائرین آستانہ نیز محلّہ کے لوگوں کو نماز کے لئے بڑی دشواری ہوتی تھی۔چنانچہ اس ضرورت کومحسوس کرتے ہوئے شیخ اعظم نے ایک شاندار مسجد ۱۹۸۵ء میں تعمیر کروائی جو بڑی دلکش اور جاذب نظر ہے جس کا گنبد اور مینار مسجد نبوی کے طرز پر ہے، مسجد بلال مدینہ منورہ سے

آتے ہوئے عالم شیخ احمد بن صالح بافیاض نے اس مسجد کو دیکھا تو دیکھتے ہی رہ گیے، مسجد کے اندرونی حصے میں سات صفیں ہیں لیکن ایک بھی ستون نہیں، لوگ مسجدوں کو نقش ونگاری سے مزین کرتے ہیں لیکن شیخ اعظم نے اس کو قرآن وحدیث اور مناجات لکھوا کر آراستہ کیا ہے۔

نور العین پارک

مسجد کے سامنے وضو کی سہولت کے لئے پارک کی شکل میں خوشنما حوض بنایا گیا ہے جس میں ایک فوارہ بھی ہے تاکہ وضو کے ساتھ ساتھ تفریح طبع کا ذریعہ بھی ہو۔

اظہار اشرف کمپیوٹر سنٹر

لائبریری سے متصل ایک چار منزلہ عمارت بنائی گئی ہے جس کی دوسری منزل میں یہ سنٹر واقع ہے، اس میں ۱۴ کمپیوٹر سیٹ لگے ہیں جس کے ذریعہ کمپیوٹر ٹیکنالوجی سے اساتذہ وطلبہ مستفیض ہو رہے ہیں۔

آستانہ اعلیٰ اشرفی میاں

نیر شریف کے کنارے اپنے آبائی قبرستان میں مدفون مجدد سلسلہ اشرفیہ شیخ المشائخ ہم شبیہ غوث الثقلین حضرت علامہ سید علی حسین اشرفی جیلانی معروف بہ ''اعلیٰ حضرت اشرفی میاں'' علیہ الرحمہ کے مزار کے تعمیر شیخ اعظم نے نمایاں طور پر کرائی جس میں گنبد نہیں ہے بلکہ صرف چھت ہے اور چار مینار یں ہیں۔اسی میں ان کے دادا عالم ربانی حضرت مولانا سید احمد اشرف علیہ الرحمہ کا مزار ہے۔نیز اعلیٰ حضرت اشرفی میاں کے پیر ومرشد اور بڑے بھائی حضرت علامہ سید اشرف حسین علیہ الرحمہ کا مزار بھی ہے۔اس کی تعمیر میں بے شمار رکاوٹیں آئیں لیکن شیخ اعظم کے عزم نے تمام رکاوٹوں کا مقابلہ کرتے ہوئے اس کو پایۂ تکمیل تک پہونچایا۔

آستانہ سرکار کلاں علیہ الرحمہ

خانقاہ اشرفیہ حسنیہ کے مین گیٹ کے پاس ہی شیخ اعظم کے والد گرامی مخدوم المشائخ حضرت علامہ سید محمد مختار اشرف اشرفی جیلانی علیہ الرحمہ سجادہ نشین آستانۂ اشرفیہ کا مزار پاک ہے۔جس پر شیخ اعظم نے چشتی ٹوپی کی شکل میں گنبد اور چار مینار تعمیر کروایا ہے۔جو اپنے طرز میں انوکھا ہے۔اس میں سرکار کلاں علیہ الرحمہ سے متصل ان کی والدہ محترمہ اور شیخ اعظم کی دادی کا مزار ہے جو مشرق کی جانب ہے اور دونوں کے پائنتی شیخ اعظم کی آخری آرامگاہ ہے۔

خانقاہ اشرفیہ حسنیہ سرکار کلاں کی توسیع

خانقاہ اشرفیہ کے معمار اول اعلیٰ حضرت اشرفی میں ہیں انہوں نے ۱۸۸۲ء میں اس کی بنیاد رکھی اور چند کمرے تعمیر کروائے ۔ پھر ان کے جانشین مخدوم المشائخ حضرت سرکار کلاں نے اس کو آگے بڑھایا۔ان کے بعد ان کے جانشین شیخ اعظم نے عالمی معیار کے مطابق اس کو ترقی دی ہے۔چنانچہ دنیا کے ہر خطہ سے آنے والے مریدین وزائرین کے لئے ان کے معیار کے مطابق خانقاہ میں رہائش کی سہولت موجود ہے۔یہ شیخ اعظم کی وسیع النظری اور انتہائی کوششوں کا نتیجہ ہے کہ کچھوچھہ جیسے چھوٹے سے قصبہ میں عالمی معیار کی خانقاہ اور ادارے معرض وجود میں آئے جس سے رہتی دنیا تک آنے والی نسلیں مستفید ہوتی رہیں گی اور گم گشتگان راہ ہدایت پاتے رہیں گے اس کے علاوہ آپ نے ہند وبیرون ہند میں انگت ادارے قائم کئے اور تاحیات سرپرستی فرماتے رہے۔

علم حدیث

علم حدیث میں شیخ اعظم کو نمایاں مقام حاصل تھا۔جامع اشرف اور دیگر سنی اداروں میں افتتاح بخاری شریف اور ختم بخاری شریف کے موقع پر ان کے درس حدیث کی مجلسیں اس کے شاہد ہیں یہی وجہ ہے کہ سینکڑوں علماء ان سے سند حدیث لے چکے ہیں سب سے آخر میں آپ سے سند حدیث حاصل کرنے والے مولانا آفتاب عالم اشرفی ہالینڈ امسٹرڈم ہیں۔

تبلیغی دورے

آپ کی تبلیغ کا دائرۂ کار ایشیا سے یورپ تک پھیلا ہے۔ ہندوستان میں یوپی ، بہار ،جھارکھنڈ، بنگال، مہاراشٹر،راجستھان، پنجاب اور گجرات میں آپ کے تبلیغی دورں سے ہزارں کی تعداد میں لوگ غلط عقائد سے تائب ہو کر سنیت میں داخل ہوئے۔ بلکہ بہار کے بعض علاقوں میں سینت کی شاعت آپ ہی کی کوششوں کا نتیجہ ہے۔خصوصاً پورنیہ، کٹیہار، کشن گنج اور ارریہ کے علاقے میں۔

ادبی کارنامے

شیخ اعظم فی البدیہ شاعر تھے ۔آپ نے نعت، منقبت ،سلام، رباعیات اور غزل پر طبع آزمائی کی ہے۔آپ کا شعری مجموعہ بنام اظہار عقیدت سب سے پہلے کراچی سے شائع ہوا،اس کے بعد ہندستان میں لکھنؤ سے شائع ہوا، اظہار عقیدت جلد دوم بھی چھپ کر منظر عام پر آ گئی ہے ۔تیسرا مجموعہ اظہار سخن ہے جو الاشرف اکیڈمی دلی سے شائع ہوا۔ چوتھا مجموعہ ہے اظہار المنظوم فی ترجمۃ مثنوی مولانا روم۔ یہ مثنوی مولانا روم کا منظوم اردو ترجمہ ہے جو کئی ہزار اشعار پر مشتمل ہے اور اشاعت کے مرحلہ میں ہے ۔یہ شائع ہو جانے پر یقیناً ادبی دنیا میں ایک نئے باب کا اضافہ ہوگا۔

وصال

علم وعمل کے عظیم شہسوار سنیت کے تاجدار آبروئے خانوادۂ اشرفیہ جادۂ اشرف سمنانی کے مسند نشیں دین اسلام اور قوم وملت کی تاحیات خدمت کرتے رہے اور ۳۰ ربیع الاول ۱۴۳۳ھ بمطابق ۲۲ مارچ ۲۰۱۲ء کو رفیق اعلیٰ سے جاملے۔﴿نور اللہ مرقدہ و وفقنا اتباع منهجه﴾ آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ۔

☆☆☆☆

راہ طریقت کیاہے؟

شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں:

''ہماری طریقت کی بنیادیں کتاب وسنت پر ہیں، جو ان کی مخالفت کرتا ہے ہمارے نزدیک وہ دائرۂ اسلام سے خارج ہے اور ہم اسے منکر احکام رسول جانتے ہیں اگر ذکر الٰہی ،نماز ،تلاوت قرآن پاک میں ذوق ،حضوری قلب اور خشوع وخضوع حاصل ہو تو فتح الباب کی امید رکھنی چاہیے ۔اگر یہ چیزیں حاصل نہ ہو تو کچھ بھی حاصل نہیں۔ جو شخص قرآن وحدیث پر غور نہیں کرتا اور علماء وفقہاء کی صحبت سے دور رہتا ہے وہ بے ادب ہے اور تباہ وبرباد ہو جائے گا۔''

شیخ اعظم اپنی حیات وخدمات کے آئینے میں

مولانا عارف اللہ مصباحی، مدرسہ عربیہ فیض العلوم محمد آباد، گوہنہ، مئو

اصل نام: مسعود۔ **عرفی نام:** اظہار اشرف۔
کنیت: ابوالمحمود **لقب:** شیخ اعظم، مخدوم العلماء
ولادت: ۶ محرم الحرام ۱۳۵۵ھ مطابق ۱۹۳۵ء
مقام ولادت: کچھوچھہ مقدسہ
والد گرامی کا نام: سید محمد مختار اشرف معروف بہ محمد میاں رحمہ اللہ تعالیٰ

آغاز تعلیم:

جب آپ کی عمر چار سال، چار ماہ، چار دن کی ہوئی تو خاندانی روایت کے مطابق نہایت اہتمام کے ساتھ آپ کی رسم بسم اللہ خوانی ادا کی گئی جس میں آپ کے والد مکرم، آپ کے نانا سید مصطفیٰ اشرف اور آپ کے پھوپھا محدث اعظم ہند حضرت سید محمد کے ساتھ خاندان کی کئی دیگر شخصیات نے بھی شرکت فرمائی۔ رحمہم اللہ تعالیٰ۔ حضرت محدث اعظم ہند نے اس موقع کی مناسبت سے ایک شاندار تہنیت نامہ نظم فرمایا۔

اعلیٰ تعلیم کا حصول:

جامعہ اشرفیہ کچھوچھہ شریف میں درجہ پنجم کی تعلیم مکمل کرنے کے بعد آپ نے دار العلوم اشرفیہ، مبارک پور میں داخلہ لے کر یہاں کے مؤقر اساتذہ کے زیر سایہ درجہ فضیلت تک تعلیم حاصل کی اور ۱۹۵۷ء میں یہیں سے سند فراغت اور دستار فضیلت سے نوازے گئے۔

تدریس:

فراغت کے بعد صدر الافاضل حضرت علامہ نعیم الدین صاحب مرادآبادی رحمہ اللہ کے قائم کردہ ادارے جامعہ نعیمیہ مرادآباد میں مسند تدریس کو زینت بخشی یہاں متوسطات تک کی نصابی کتابیں زیر تدریس تھیں لیکن والد محترم کی تنہائی اور کارہائے تبلیغ اور دوسرے اہم مشاغل میں ان کی بے پناہ مصروفیات نے آپ کو یہ سلسلہ بند کرنے پر مجبور کر دیا اور آپ تدریسی خدمات سے کنارہ کش ہو گئے۔

بیعت وارادت:

آپ اپنے والد محترم حضرت سرکار کلاں رحمہ اللہ تعالیٰ کے دست مبارک پر سلسلہ عالیہ قادریہ چشتیہ اشرفیہ میں بیعت کی سعادت سے فیروزمند ہوئے۔ بعد میں والد مکرم نے اپنے تمام سلاسل طریقت کی اجازت وخلافت اور تمام اوراد ووظائف اور اعمال خاندانی کی اجازت کے ساتھ آپ کو اپنا جانشیں، قائم مقام اور ولی عہد مقرر فرمایا۔

منصب سجادگی سے سرفرازی اور مراسم عرس کی ادائیگی کی ذمہ داری

والد بزرگوار کی رحلت کے بعد ۲۵ شعبان ۱۴۱۷ھ مطابق ۲ جنوری ۱۹۹۷ء کو عرس چہلم سرکار کلاں کے موقع پر اکابر علماء اور خاندان کی مؤقر ومعتمد شخصیات کی موجودگی میں آپ مسند سجادگی پر متمکن ہوئے اور اپنی حیات مستعار کے آخری پڑاؤ تک پوری تن دہی، اہتمام اور احساس ذمہ داری کے ساتھ فرائض سجادگی اور مراسم عرس کی ادائیگی کرتے رہے۔

حج وزیارت حرمین طیبین:

کئی بار حج وعمرہ کی سعادتوں سے بہرہ مند ہوئے اور کربلائے معلیٰ، نجف اشرف، کاظمین، بغداد شریف، دمشق اور ہندوپاک کے مشہور ومعروف اولیائے کرام کے مقدس مزارات پر حاضری کا شرف حاصل ہوا۔

کچھ اہم دینی، علمی اور تبلیغی وروحانی خدمات

(۱) جامع اشرف کا قیام: کچھوچھہ مقدسہ روحانی فیوض وبرکات کے اعتبار سے محتاج تعارف نہیں۔ موجودہ نئے نئے فرقوں کے وجود میں آنے سے سیکڑوں برس پہلے سے یہ مقدس سرزمیں خوش عقیدہ مسلمانوں کا مرکز عقیدت رہی ہے۔ مگر یہاں جامعہ اشرفیہ کے بند ہوجانے کے بعد نونہالان قوم کو شرعی علوم کے زیور سے آراستہ وپیراستہ کرنے کے لیے کوئی دینی ادارہ نہیں تھا اس لئے ایک وقیع دینی ادارہ کے قیام کی سخت ضرورت تھی اور آپ کو اور آپ کے والد محترم کو اس کا شدید احساس بھی تھا چنانچہ اسی احساس نے مہمیز کا کام کیا اور آپ کی خصوصی توجہ، دلچسپی اور لگن کے نتیجے میں جامع اشرف کی شکل میں ایک عظیم دینی ادارہ کے قیام کا خواب شرمندۂ تعبیر ہوگیا۔ اس ادارہ نے بہت قلیل عرصہ میں دن دونی رات چوگنی ترقی کی اور اب اس کا شمار اہل سنت کے عظیم اور باوقار اداروں میں ہوتا ہے۔

(۲) مختار اشرف لائبریری: کتابوں کی قدر باذوق اہل علم ہی کرتے ہیں کیوں کہ کتابیں علم وعرفان کی وہ شمع فروزاں ہیں جن سے صرف تاریک نہاں خانۂ دل ہی نہیں بلکہ یہ دنیائے رنگ وبو بھی منور وروشن ہے۔ ہمارے ممدوح مکرم رحمہ اللہ تعالیٰ بھی زبردست عالم دین ہونے کے ساتھ کتابوں کی قدر وقیمت سے بخوبی آگاہ تھے اسی لئے مختار اشرف لائبریری قائم فرما کر آپ نے اس میں مآخذ کی حیثیت رکھنے والی ہزاروں کتابوں کا ایک ایسا عظیم ذخیرہ جمع فرما دیا ہے جس سے متلاشیان علم اور طالبان تحقیق ہمیشہ اپنی علمی، فکری اور تحقیقی پیاس بجھاتے رہیں گے۔ اس پر مستزاد یہ کہ آپ نے تحقیق وجستجو کے بادیہ پیماؤں کے قیام وطعام اور دیگر ضروری سہولیات کا انتظام بھی فرما دیا ہے تا کہ وہ پورے سکون، دل جمعی اور تن دہی کے ساتھ اپنے کام میں مصروف رہیں۔

(۳) خانقاہوں کی ماضی کی شاندار اور قابل رشک تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ یہاں سے اسلام کا آفاقی پیغام بڑی وسعت وہمہ گیری اور سرعت وبرق رفتاری کے ساتھ بھارت کے چپے چپے میں پہنچا ہے۔ صاحبان خانقاہ اسلام کی نشر واشاعت، سماج کی اصلاح، تزکیہ قلب اور روحانی اقدار کے ابلاغ واستحکام کے لئے ہمیشہ سرگرم عمل رہے۔ آج کے اکثر ذمہ داران خانقاہ نے اگر چہ اپنی روحانی وتبلیغی ذمہ داریوں کو نظر انداز کر کے صرف ظاہری آن بان، روحانیت سے عاری مراسم عرس اور طلب مال وزر کو اپنا مقصد حیات بنالیا ہے تاہم اس دور انحطاط وقحط الرجال میں بھی کچھ ایسے حساس اور دردمند مشائخ موجود ہیں جو اپنے کردار وعمل سے بڑی حد تک مطلوب فرائض خانقاہی کی انجام دہی میں مصروف ہیں۔

ہمارے شیخ اعظم بھی ایسے ہی ایک عظیم رہبر شریعت اور مرشد طریقت تھے جو اسلام کے عملی اور روحانی امتیازات کے حامل وامین تھے اور خلق خدا کو شریعت وطریقت کے اسرار ورموز سے آگاہ کرنے اور

اہل سنت و جماعت کے متوارث عقائد ومعمولات پر کار بند کرنے اور رکھنے کے لیے زندگی بھر ملک کے طول وعرض کے دورے کرتے رہے۔

(۴) وہ ایک عظیم مبلغ اور مصلح تھے اور تبلیغ حق کے لیے حکمت اور موعظت حسنہ پر سختی سے عمل پیرا تھے۔ وہ ان تمام امور سے پوری طرح واقف تھے جو ایک مبلغ و مصلح کی کامیابی کے لئے ضروری ہیں۔ علماء نے لکھا ہے کہ نیکی کا حکم دینے کے لئے پانچ امور کی ضرورت ہوتی ہے :اولھا :العلم لان الجاھل لا یحسن الامر بالمعروف،والثانی:ان یقصد وجه اللّٰه تعالیٰ واعلاء کلمته العلیا، والثالث: شفقته علی المامور فیامره باللین والشفقه،والرابع:ان یکون صبورا حلیما،والخامس:ان یکون عاملا بما یامره،،

(۱) امر بالمعروف کرنے والے کا عالم ہونا اس لیے کہ جاہل یہ کام اچھی طرح انجام نہیں دے سکتا۔

(۲) امر بالمعروف کا مقصد رضائے الٰہی کا حصول اور دین حق کی سربلندی ہونا۔

(۳) مامور (جسے حکم دیا جائے) کے ساتھ شفقت کا برتاؤ کرنا چناں چہ نرمی اور شفقت کے ساتھ اسے نیکی کا حکم دے۔

(۴) امر بالمعروف کرنے والے کا بہت برداشت کرنے والا اور بردبار ہونا۔

(۵) جس بات کا حکم دے رہا ہے اس پر خود عمل پیرا ہونا۔

اگر آپ حضرت والا کی تبلیغی سرگرمیاں دیکھیں تو آپ کو یقین ہو جائے گا کہ وہ مندرجہ بالا امور سے نہ صرف آگاہ بلکہ ان پر پوری طرح کاربند بھی تھے جن کے خوش گوار نتائج بھی برآمد ہوئے چناں چہ ان کی دعوتی وتبلیغی زندگی سے کئی ایسے واقعات وابستہ ہیں جن میں راہ حق سے برگشتہ بہت سے لوگوں نے دوبارہ راہ حق و ہدایت کی طرف رجوع کیا اور انہیں بادیۂ کفر وضلالت میں بھٹکنے سے نجات ملی۔

انہیں یہ تلخ حقیقت ہمیشہ کرب وبے چینی میں مبتلا رکھتی تھی کہ ہمارے مبلغین گمراہ فرقوں سے وابستہ عوام اور علماء سے خود بھی یکساں دوری قائم رکھتے ہیں اور دوسروں کو بھی ایسا ہی کرنے کی تاکید وتلقین کرتے ہیں جب کہ ان فرقوں کے مبلغین ہمارے عوام کے اندر گھل مل جاتے ہیں اور اپنی چکنی چپڑی باتوں سے انہیں اپنا لقمۂ تر بنا لیتے ہیں جس سے جماعت اہل سنت کا ناقابل تلافی نقصان ہوتا ہے اسی لیے ان کی یہ زبردست خواہش تھی کہ مبلغین اہل سنت باطل فرقوں کے علماء کے ساتھ تو سخت رویہ اپنائیں مگر ان کے عوام کے ساتھ میل جول اور مشفقانہ تعلقات اور ان کو اہل سنت کے عقائد ومعمولات سے نہایت نرمی، خوش گفتاری اور خیر خواہی کے جذبہ کے ساتھ آگاہ کریں۔ اگر اس کے دوران ان کی طرف سے سخت کلامی اور درشت خوئی کا مظاہرہ ہوتا ہے تو اسے خندہ پیشانی کے ساتھ برداشت کریں اور حلم ومروت کا دامن ہاتھ سے جانے نہ دیں۔

نظریۂ تعلیم:

ہمارے شیخ اعظم عصری تقاضوں سے پوری طرح آگاہ تھے اسی لئے ان کا نظریۂ تعلیم ان تقاضوں کے عین مطابق ہے چنانچہ ان کی یہ رائے کس قدر متوازن اور دور

رس نتائج کی آئینہ دار ہے کہ دینی اداروں میں زیر تعلیم طلبہ کو انگریزی زبان اور بقدر ضرورت عصری علوم ومعارف سے مسلح ہونا ضروری ہے۔اس لیے وہ ثانوی مرحلہ تک مخلوط نصاب۔جس میں دینی علوم اور عصری مضامین شامل ہوں۔کے مطابق تعلیم کے قائل تھے۔ کاش ذمہ داران مدارس وبہی خواہان ملت اس نظریہ کو عملی جامہ پہنانا شروع کردیں تو مسلم بچے نہ صرف اپنے دین سے واقف ہوسکیں گے بلکہ عصر حاضر کے چیلینجز کا مقابلہ بھی کرسکیں گے۔

آج کل دینی اداروں میں بھی اہل افراد کے موجود ہوتے ہوئے نااہلوں کا تقرر کرنے کے واقعات عام ہوتے جارہے ہیں جن سے مستقبل میں ان اداروں کے نظام تعلیم وتربیت پر انتہائی مضر اثرات مرتب ہوں گے اس لیے ہمارے شیخ اعظم کی رائے اس سلسلے میں بالکل واضح اور دو ٹوک تھی وہ اپنی سرپرستی میں چلنے والے اداروں میں قطعاً کسی نااہل شخص کو کوئی عہدہ دینے کے روادار نہ تھے خواہ وہ کیسا ہی با اثر اور رعب ودبدبے والا کیوں نہ ہو۔

اخلاق وعادات:

شیخ اعظم صاف دل اور نیک سیرت انسان تھے،عفوودرگذر اور بڑوں کی تعظیم اور چھوٹوں پر شفقت کے خوگر تھے۔وہ خاموش پسند مگر تگ ودو اور سعی وعمل کے دلدادہ تھے۔حاجت مندوں کی حاجت روائی اور ضرورت مندوں کی ضرورتیں پوری کرنا ان کا شیوہ تھا اور مہمان نوازی اور خوش اخلاقی ان کا نمایاں وصف تھا۔

وفات:

افسوس صد افسوس علم وعمل کا یہ نیر تاباں اور شریعت وطریقت کا یہ ماہ درخشاں ۲۹ ربیع الاول ۱۴۳۳ھ مطابق ۲۲ فروری ۲۰۱۲ء کو ہمیشہ کے لئے ہم سے جدا ہوگیا۔انا للہ وانا الیہ راجعون۔

وما کان قیس هلكه هلک واحد
ولكنه بنيان قوم تهدما

☆☆☆☆

تیس سال تک استغفار

حضرت سری سقطی فرماتے ہیں:

ایک مرتبہ میں نے الحمدللہ کہا تھا،اس کی پاداش میں تیس سال سے استغفار کر رہا ہوں پوچھا گیا:وہ کیسے فرمانے لگے:

بغداد میں ایک مرتبہ آگ لگ گئی،ایک شخص مجھے بلا کر کہنے لگا،آپ کی دوکان بچ گئی ،تو میں نے الحمدللہ کہہ دیا۔جس کی وجہ سے تیس سال سے میں اپنے کہے پر نادم ہوں۔کیوں کہ مسلمانوں پر جو مصیبت آتی تھی ،میں نے اس کے برعکس اپنے نفس کے لیے بھلائی چاہی۔

کہیں سیاہ نہ ہوگئی ہو

حضرت سری سقطی فرماتے ہیں:

میں دن میں کئی بار اپنی ناک کو دیکھتا ہوں ۔اس ڈر سے کہ کہیں سیاہ نہ ہوگئی ہو،کیوں کہ مجھے خطرہ لگا رہتا ہے اللہ تعالیٰ میرے اعمال بد کی وجہ سے کہیں میرا چہرہ نہ سیاہ کردے۔

شیخِ اعظم کا بچپن

مولانا سید شاہ محمد رکن الدین اشرف اشرفی جیلانی، خلیفۂ حضور شیخ اعظم کچھوچھہ مقدسہ ضلع امبیڈکر نگر یوپی

کسی انسان کی زندگی میں رونما ہونے والے عروج وارتقاء میں اس کے بچپن کا بہت زیادہ دخل ہے اگر اس کے بچپن میں اس کی تربیت اور ذہنی نشو ونما کامل واحسن طریقے پر ہوتی ہے اور اس کی ذات میں چھپے ہوئے ہنر اور فکر وفن کے جوہر نکھر جاتے ہیں تو بچپن ہی میں اس کی پیشانی میں سعادت کا نور چمکنے لگتا ہے اس کی آنے والی زندگی روشن اور اس کا مستقبل تابناک نظر آنے لگتا ہے اور ایسے ہی بچوں کو دیکھ کر بیساختہ زباں پر یہ شعر آجاتا ہے۔

بالائے سرش زہوش مندی
می تافت ستارۂ سر بلندی

بچپن کی تعلیم وتربیت اور بہترین نشو ونما اس کے تمام کمالات کی خشت اول ثابت ہوتی ہے جس پر اس کی پوری زندگی کی عمارت کھڑی نظر آتی ہے اس لیے کہ۔

خشت اول چوں نہد معمار کج
تا ثریا می رود دیوار کج

شیخ اعظم کی بلند شخصیت اور ان کے کمال وخوبی میں ان کے بچپن کی تعلیم وتربیت اور بہترین نشو ونما کا بڑا دخل ہے۔ شیخ اعظم نے جس ماحول میں آنکھیں کھولی ہیں یہ بہت ہی پاکیزہ اور تقدس بھرا ماحول تھا ان کو بچپن میں عالم اسلام میں انقلاب برپا کرنے والی شخصیت کا آغوش تربیت نصیب ہوا۔ چنانچہ شیخ اعظم کی والدہ محترمہ سنجیدہ فاطمہ پیر حضرت سید محمد مصطفےٰ علیہ الرحمہ کی صاحبزادی تھی جو حسین وجمیل اخلاق وکردار کی بے مثال خاتون تھیں آپ کی مہمان نوازی بہت مشہور تھی۔ حضرت شیخ اعظم کی والدہ اعلیٰ اخلاق وبلند کردار میں اپنی مثال آپ تھیں عبادت کا یہ عالم تھا کہ کبھی پنج گانہ نماز قضا نہ ہوئی۔ شیخ اعظم کے والد محترم سید مختار اشرف بن احمد اشرف علیہ الرحمہ تھے پارسائی جن کے چہرے سے جھلکتی تھی جس کا عکس ہم شیخ اعظم کے چہرہ مبارک میں مشاہدہ کیا کرتے تھے حضرت کے والد محترم کی شبہ ایسی تھی کہ جو دیکھتا تو دیکھتا ہی رہ جاتا تھا نظر ہٹانے کو جی نہیں چاہتا تھا۔ گفتگو کا انداز پروقار ہوتا، الفاظ میٹھے وشیریں اور انداز شائستہ ہوتا۔ گفتگو کی شیرینی سامعین کے کان رس گھول دیتی انداز بیان مست اور بےخود کر دیتا۔ شیخ اعظم کو اپنے والدین کے اس وصف کا وافر حصہ ملا تھا۔ شیخ اعظم کے بچپن کے روشن وتابناک بنانے میں آپ کے پردادا اعلیٰ حضرت اشرفی میاں کا فیضان کرم بھی شامل ہے۔ اعلیٰ حضرت اشرفی میاں مدینہ شریف میں تھے اور فرمایا ہمارے یہاں پوتا آیا ہے فقیر اس کا نام سید اظہار اشرف رکھتا ہے اور یہ کہتا ہے کہ میرا پوتا وہ کام بھی کرے گا جو میں نے ارادہ کیا ہے اور وہ بھی کرے گا جو میرے ارادے میں نہیں۔

حضرت کی پیدائش ۱۹۳۶ء میں کچھوچھہ مقدسہ میں ہوئی میں نے خاندان کے بزرگوں سے سنا ہے کہ حضور اعلیٰ حضرت اشرفی میاں علیہ الرحمہ سفر حج سے واپس تشریف لائے تو اپنے پرپوتے کو غور سے دیکھا اور

گود میں لے کر حاضرین سے ارشاد فرمایا ''دیکھو یہ میں ہوں یہ میں ہوں جہاں یہ ہوں گے وہیں میں ہوں گا یہ شہزادہ میرے جد کریم سرکار مخدوم اشرف کے نام اوران کے مشن کا اظہار کرے گا اس بچے سے تاریخ ساز کام لیا جائے گا اور اپنے بزرگوں کی دینی آرزوؤں کی تکمیل کرے گا آج میں اس شہزادے کے سر پر تاج ولایت اور ہاتھ میں قلم دیتا ہوں کل اس کے ہاتھ میں دین کا علم ہوگا''

حضور شیخ اعظم اپنے بچپن کا دل چسپ واقعہ کبھی کبھی خود بیان فرماتے تھے کہ جب میں بہت چھوٹا تھا تو مجھے بہلانے کے لئے جھُن جھنا دیا جاتا تھا جسے ہاتھ میں لے کر میں بہل جاتا اور والدہ کام میں مصروف ہو جاتیں غالبًا یہ واقعہ حضرت نے دادی سے سنا ہوگا۔ میں نے دوران گفتگو اس کی تحقیق نہیں کی میں اس جھُن جھُنے کا تذکرہ اس لئے کر رہا ہوں کہ یہ بہت قیمتی تھا اس زمانے میں سونا چاندی شادی میں ہی دینے کا رواج تھا یہ جھنجھنا قیمتی اس لئے تھا کہ اس کو ایسی مشہور ہستی نے پیش کیا تھا جن کا نام لوگ ادب سے لیتے ہیں اور جنہیں صدر الافاضل حضرت علامہ مولانا سید نعیم الدین مراد آبادی کے نام سے جانتے اور پہچانتے ہیں اس جھن جھنے کا تذکرہ ایک دن خود شیخ اعظم نے کیا۔ حضرت کچھوچھہ مقدسہ میں تشریف فرماتے تھے میں اکثر رات کا کھانا حضرت ہی کے ساتھ کھاتا تھا کھانا کھانے کے بعد حضرت نے اشرف حسین میوزیم کا ذکر کیا پھر بہت سی باتیں ہوئی۔ حضرت نے مجھ سے مخاطب ہوکر کہا کہ میرے پاس ایک ایسی چیز ہے جو کسی کے پاس نہیں ہے۔ حضرت نے کہا آپ جانتے ہیں؟ میں نے کہا نہیں پھر حضرت نے کہا وہ چاندی کا جھنجھنا ہے جو آج تک محفوظ اس لئے رہا کہ وہ صدر الافاضل علیہ الرحمہ کا دیا تھا۔

حضرت کے بچپن کے ساتھیوں میں محترم مقیم خادم صاحب ہیں جو ابھی باحیات ہیں اور درگاہ شریف میں مقیم ہیں میں نے ان سے بہت سی باتیں حضرت کے بچپن کے تعلق سے دریافت کی انہوں نے بتایا کہ درجۂ چہارم تک حضرت کے ساتھ ساتھ پڑھائی کرتا رہا میں نے سوال کیا حضرت کا ان چار سالوں میں آپ کے ساتھ یا دیگر بچوں کے ساتھ کیسا اخلاق تھا انہوں نے برجستہ کہا کہ بہت اچھا اخلاق تھا میں نے کہا کہ کوئی ایک مثال پیش کیجئے انہوں نے فوراً کہا اگر میں ان سے کوئی چیز مانگتا تو فوراً عطا کرتے دوستی کے تعلق سے شیخ اعظم کی نظر میں بیش قیمت چیز بھی ہیچ تھی یہ کہتے ہوئے خادم صاحب مجھ سے مخاطب ہوئے اور کہا کہ میں آپ کو ایک خاص بات بتاؤں ایسا لگا کہ وہ اہم راز فاش کرنے والے ہیں میں نے کہا ہاں ہاں ضرور تو وہ کہنے لگے حضرت سوال کرنے سے پہلے ہی سوالی کی خواہشوں کا اندازہ کر لیتے تھے بھوک کے عالم میں بھی وہ اپنا کھانا جو والدہ محترمہ ٹفن یا ڈبے میں دیتی تھیں وہ مجھ کو یا دوسرے بچے کو کھلا دیا کرتے تھے اور یہ کہتے ہوئے ان کی آنکھیں نم ہو گئیں۔

حضرت شیخ اعظم کے بچپن کی یہ شان ان کے اولاد علی ہونے کا مظہر ہے حضرت علی کا وہ واقعہ مشہور ہے جس کو اللہ پاک نے پسند فرمایا اور یہ آیت نازل فرمائی **"یوفون بالنذر و یخافون یوماً کان شره مستطیرا و یطعمون الطعام علیٰ حبه مسکینا و یتیما و اسیراً"** اپنی منتیں پوری کرتے ہیں اس دن سے ڈرتے ہیں جس کی برائی پھیلی ہوئی ہے اور کھانا کھلاتے ہیں اس محبت پر مسکین و یتیم اور اسیر کو۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی سخاوت مشہور ہے کہ غریبوں ، مسکینوں، محتاجوں اور سوال کرنے والوں کو اپنے حصے کا کھانا کھلا دیتے تھے شیخ اعظم پیڑھی در پیڑھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سچے جانشینوں میں سے تھے ان کی ذات سے لاشعوری کے عالم میں حضرت علی کی شان سخاوت کا ظہور ہو رہا تھا ایسا کیوں نہ ہو کہ ان کی رگوں میں خون تو حضرت علی کا گردش کر رہا تھا۔

حضرت شیخ اعظم اہل قرابت کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آتے تھے اور دوسروں کی غلطیوں کو معاف کر دیتے تھے۔ شیخ اعظم کے بچپن کا ایک واقعہ جو آٹھ سے دس سال کی عمر کا ہے حضرت اور ان کے دوست مقیم خادم درجۂ چہارم یا پنجم کا امتحان دینے بسکھاری پہونچے وہاں دوپہر کا کھانا تقسیم ہو رہا تھا حضرت کی کہنی کسی کی دال کی پلیٹ سے ٹکرا گئی جس سے دال زمین پر گر پڑی بچّے کو غصہ آیا اور اس نے حضرت کی شان میں کچھ نازیبا جملے استعمال کیے حضرت نے کچھ نہیں کہا اور خاموش رہے جب وہ بچہ بہت زیادہ اول فول بکنے لگا تو حضرت نے اپنے ہیڈ ماسٹر سے شکایت کی جن کا نام مولوی نبّو صاحب مرحوم تھا جو حضرت کو بہت چاہتے تھے کیوں کہ حضرت اول وقت میں آموختہ اور سبق سنا دیا کرتے تھے اور سارے بچّے کو کلمے وغیرہ آپ ہی یاد کراتے تھے جس سے اساتذہ بہت چاہتے تھے۔

ہاں تو میں عرض کر رہا تھا کہ شکایت کے سبب ہیڈ ماسٹر صاحب غصے سے آگ بگولہ ہو اٹھے اور ایک دم دار چھڑی اٹھائی اور حضرت کے ساتھ موقع پر پہونچے جہاں یہ واقعہ پیش آیا تھا تو اب حضرت کے حالات سنیے حضرت کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور خیال آیا کہ میرا دوست بخشا نہیں جائے گا آپ نے جلدی سے آنسو پونچھا اور اس بچے کو ہوشیار کر دیا کہ بھاگ جاؤ ورنہ سخت پٹائی ہوگی اس نے دیکھا واقعی ہیڈ ماسٹر صاحب بہت غصے میں آ رہے ہیں وہ فوراً فرار ہو گیا اور حضرت نے ہیڈ ماسٹر صاحب سے کہا وہ چلا گیا آپ ماسٹر صاحب سے کہتے ہیں کہ اسے معاف کر دیجئے میں نے بھی معاف کر دیا، شیخ اعظم سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے عفو و درگزر کے مظہر تھے۔ حضرت شیخ اعظم نے آٹھ سال کی عمر میں جس طرح عفو و درگزر سے کام لیا ہے یہ ایک باشعور انسان میں مشکل سے دیکھنے کو ملتا ہے۔

خير الاصحاب عندالله خير لصاحبه

بہترین دوست وہ ہے جو اپنے دوست کے حق میں بہتر ہو۔

بچپن میں حضرت کا لباس سفید ہوا کرتا تھا جمعہ اور عید و بقر عید وغیرہ کی نماز میں عمامہ کا اہتمام کرتے تھے اور بہت خوش دِکھتے تھے یہ پوچھنے پر کہ حضرت عام دنوں میں سر ڈھکتے تھے؟ تو مقیم خادم صاحب نے بتایا جی ہاں کبھی کالی ٹوپی اور کبھی گول سفید ٹوپی پہنا کرتے تھے سر ڈھکنے کا مکمل اہتمام اس زمانے میں کرتے تھے اخلاق و عادت کے معاملہ میں حضرت کو کبھی کوئی سزا نہیں ملی اور اساتذہ بہت خوش رہتے تھے۔

☆☆☆☆

جو چاھے عذاب دے

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:
میں نے سری سقطی کو یہ دعا کرتے سنا: اے اللہ! جو چاہے عذاب دے دے، لیکن اپنے سے دور رکھنے کا عذاب نہ دے۔

سرکار کلاں اور ان کا جانشین

مفتی محمد فیض الرحمٰن اشرفی، شیخ الادب دارالعلوم اہل سنت جبل پور

محبوب یزدانی قطب ربانی سلطان میر اوحدالدین سید اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہ النورانی کے سجادہ نشین و خلیفہ اول حضرت سیدنا شاہ عبدالرزاق نورالعین علیہ الرحمہ و الرضوان کے عہد سے آج تک سجادگی کا دستور رہا اور ہر دور کے سجادہ نشینان نے اس بات کا التزام رکھا کہ آنے والا سجادہ نشین صاحب علم و اہل اصلاح وتقویٰ ہو۔ چنانچہ تاریخ شاہد ہے کہ ہر دور کے سجادہ نشین ظاہری و باطنی علم و فضل وکمال کے اعلیٰ منزل پر فائز رہے ہیں۔اس دور سے عصر حاضر تک عوام وخواص نے یہی دیکھا اور بارہا کے مشاہدہ وتجربہ سے اہل علم کے نزدیک یہ بات پایۂ تحقیق تک پہنچ چکی ہے۔

مخدوم کے سجادہ نشینان کی ایک کڑی مخدوم المشائخ مفتی الحاج شاہ سید محمد مختار اشرف سرکار کلاں نوراللہ مرقدہ ہیں جو منبع علم وفضل تھے۔تمام علوم ظاہری و باطنی میں آپ کو کامل دستگاہ حاصل تھا۔فتویٰ بھی لکھتے تھے،علمی گفتگو میں منطق و فلسفہ کی اصطلاح بھی استعمال کرتے تھے۔جامع شریعت وطریقت تھے، طالب کوتصوف کی راہ دکھاتے تھے،آپ کی زندگی زہد واتقا سے عبارت تھی، محلّہ کے لوگ ہوں یا خاندان کے افراد، مریدین ہوں یا غیر مریدین، مسلم ہو یا غیر مسلم سبھی آپ کو وحید العصر اور فقید المثال سمجھتے تھے۔یہ کہتے ہوئے فخر محسوس کرتے تھے کہ آپ کی ذات اس وقت خاندان میں بے مثال ہے آپ کا وجود غنیمت ہے۔ آپ کے تمام اوصاف حمیدہ اور خصائل جمیلہ تھے۔

آپ کی زندگی بڑی محتاط اور شریعت وطریقت کی جامع زندگی تھی چوں کہ ولی عہد سجادہ، سجادہ نشیں کا آئینہ دار ہوتا ہے اس لئے بتقاضائے روایت اپنے معیار کے مطابق ہی جامع شریعت وطریقت، زہد وتقویٰ کا مرقع شخصیت کو اپنی جانشینی کے لئے منتخب کرنا تھا۔

اگرچہ شیخ المشائخ جامع علوم شریعت وطریقت مرکز رشد و ہدایت علامہ الحاج شاہ سید محمد اظہار اشرف مدظلہ العالی تھے کہ بچپن ہی سے ان کی پیشانی سے سعادت کے انوار نمایاں اور نیک بختی کے آثار ہویدا تھے لیکن ان کی کامل اہلیت واعلیٰ صلاحیت کی معرفت میں سرکار کلاں کے کشف کا دخل ہے اس لئے آپ نے ۱۵ سال کی عمر میں ان کو اپنا ولی عہد بنادیا۔خاندانی روایت کے مطابق ابتدا سے ہی سرکار کلاں ان کو تعلیم وتربیت کے زیور سے اپنی نگرانی میں آرستہ کرتے رہے۔

پھر تکمیل علم وفن کے لئے رسم کے مطابق دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور بھیج دیا جس کی بنیاد زبدۃ العارفین اعلیٰ حضرت الحاج شاہ سید علی حسین اشرفی الجیلانی قدس سرہ النورانی نے اپنے دست اقدس سے رکھا تھا اور وہاں کے لوگوں کو علم وآگہی کی روشنی میں جینے کا سلیقہ سکھایا۔حالات کا تقاضا تھا کہ اپنی سرپرستی اور خاص نگرانی میں بہت جلد ادارے کو بام عروج پر پہنچادیا۔ان کے بعد منبع علم ومعرفت الحاج شاہ سید محمد محدث اعظم وسرکار کلاں نوراللہ مرقدہما نے یکے بعد دیگرے ادارہ کی سرپرستی فرما کر علوم وفنون کا

گہواہ بنادیا۔ وہاں سے آپ نے علوم عقلیہ ونقلیہ میں کمال حاصل کرنے کے بعد ۱۹۵۹ء میں فراغت حاصل کی۔ درس وتدریس سے غایت دلچسپی نیز درس وتدریس کو تبلیغ دین کا مستحکم ذریعہ اورآبائی سنت سمجھ کر صدرالافاضل مولانا نعیم الدین صاحب مرادآبادی مفسر قرآن علیہ الرحمہ والرضوان کے قائم کردہ قدیم ومعروف مرکزی درس گاہ جامعہ نعیمیہ مرادآباد میں اپنے فیض علم سے طلبہ کی فیض رسانی میں مشغول ہوگئے۔

اسی زمانہ میں سرکارکلاں قدس سرہ روضہ مخدوم پاک سے متعلق حقوق کی بازیابی کے لئے سجادہ نشیں بسکھاری سے مقدمہ کی الجھنوں میں مبتلا تھے، سادہ لوحی و عزلت نشینی کے سبب کچہری کی راہ پیمائی آپ کے لئے ممکن نہ تھی مجبور ہوکر شیخ المشائخ مدظلہ تدریسی کا کام چھوڑ کر حقوق کی پامالی کے الجھے ہوئے مسئلہ کو سلجھانے میں مشغول ہوگئے۔ آخر برسوں کے زیر زبر کے بعد حقوق کی بازیابی میں کامیاب ہوگئے۔

جب ادھر سے اطمینان کا سانس لینا نصیب ہوا تو آپ نے ماحولیات کا جائزہ لیا۔ آپ نے محسوس کیا کہ رشد وہدایت کا کام مفلوج ہوکر رہ گیا ہے۔ تبلیغی مشن سرد پڑا ہوا ہے جو مخدوم سمنانی رضی اللہ عنہ کے سمنان کی بادشاہت چھوڑ کر ہندستان آنے اور خاص کر کچھوچھہ مقدسہ کو نوازنے کا مقصد تھا۔ اس کے اسباب وعلل پر نظر ڈالا تو آپ نے محسوس کیا کہ بااختیار لوگوں کی بالادستی و ہوس رانی کی حکمرانی ہے۔ ہر شخص اپنے ہوس کے مطابق بولنا، سننا، اور کرنا چاہتا ہے۔ من جملہ وجوہ ایک یہ پایا کہ سرکارکلاں قدس سرہ کی بہت زیادہ نرم دلی اور فیاضانہ سلوک سے برخود غلط ہر شخص نے اپنے اپنے مقاصد کو ہی دین کی تبلیغ سمجھ رکھا ہے۔

اس لئے شغولیت کے باوجود سنت صدیقی، حیائے عثمانی، دبدبہ فاروقی وشجاعت حیدری سے کام لینا ضروری سمجھا، نامساعد حالات کا مقابلہ کرتے ہوئے اور وقت کی تلخی وشیرینی کو برداشت کرتے ہوئے تبلیغی مشن کو تیز سے تیز تر بنانے کے دھن میں لگ گئے۔ نہ کسی تعریف کی طرف کان لگاتے نہ کسی طاعن کی طعنہ زنی سے گھبراتے، غلط طور وطریقے اور صلاح وفلاح کے خلاف باتوں کو برداشت نہ کرسکتے تھے۔ راہ میں حائل رکاوٹوں کے باوجود رشد وہدایت اور سلسلہ اشرفیہ کا سودا لئے آگے بڑھتے رہے۔

بالآخر وہ وقت آیا کہ قطب ربانی منبع رشد و ہدایت اعلیٰ حضرت الحاج شاہ سید علی حسین الملقب اشرفی میاں رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ عنا کی پیش گوئی، یہ اظہار ہے اشرف ہے، اس سے اشرف کا اظہار ہوئے،، کا ظہور ہونے لگا۔ جب کہ سرکارکلاں قدس سرہ نے آپ کا نام سید مسعود اشرف رکھا تھا۔ لیکن آپ اعلیٰ حضرت اشرفی میاں علیہ الرحمہ کے عطا کردہ لقب سے مشہور ہوئے اور دیکھتے ہی دیکھتے مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی وسامانی قدس سرہ النورانی کے نام اور کام کا اظہار بڑی تیزی سے ہونے لگا۔ ویسے مخدوم پاک کا آستانہ دفع بلیات وجن وآسیب کے لئے سینکڑوں سال سے تمام دیار وبلاد، اطراف واکناف عالم میں مشہور ومعروف ہے جیسا کہ محقق علی الاطلاق شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ 'اخبار الاخیار' میں لکھتے ہیں'' قبر در یکے از قریات جونپور است کہ اورا کچھونچہ گویند بسی مقام بفیض است و درمیانہ حوض واقع شدہ نام سید دراں دیار در دفع جن بغایت موثر است'' مگر سلسلہ کی اشاعت کا کام جو آپ سے ہوا کسی زمانہ میں نہ ہوا۔ آج

ہندستان، پاکستان، بنگلہ دیش کا گوشہ گوشہ اشرفیت کے فیض سے فیضاب ہورہا ہے بلکہ بیرون ملک انگلنڈ و ہالینڈ و دوبئی تک سلسلہ دراز ہوگیا ہے۔

شیخ المشائخ کی پیدائش ۶ محرم الحرام ۱۳۵۵ھ کو ہوئی۔ جیسا کہ میں نے پہلے عرض کیا ہے، چونکہ بچپن ہی سے انوار سعادت کا اظہار ہونے لگا تھا اس لئے سرکار کلاں قدس سرہ نے مخدوم پاک کے روضہ پر آپ کو ۱۵ سال کی عمر میں اپنا ولی عہد بنادیا۔ آپ ۴۵ سال سرکار کلاں کے ولی عہد رہے۔ ولی عہدی کی اتنی طویل مدت کسی ولی عہد کو شاید ہی حاصل ہوئی ہے۔

شیخ المشائخ مدظلہ العالی کی ولی عہدی کے مکمل ۴۵ سال بعد مخدوم المشائخ ۹ رجب المرجب ۱۴۱۷ھ بروز پنجشنبہ مطابق ۲۱ نومبر ۱۹۹۶ء بوقت ایک بجے دن پسماندگان، جملہ مریدین ومتوسلین کو سوگوار واشکبار چھوڑ کر داعی اجل کو لبیک کہہ کر واصل بحق ہوگئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

وصال سے چند ماہ قبل مخدوم المشائخ قدس سرہ نے مسجد سے شمال جانب بنے اس حجرہ کی کنجی جس میں تبرکات وخرقہ پوشی کے سارے سامان رکھے ہوئے ہیں، سید احمد میاں مدظلہ سے لے حضرت شیخ المشائخ کو یہ فرماتے ہوئے سپرد کردیا کہ آج سے یہ حجرہ اور اس کے اندر کے محفوظ سارے تبرکات وسامان کے مالک تم ہو اور اس کی نگہداشت تمہارے ذمہ ہے اور ہر جگہ خطوط لکھ دیئے کہ اب خانقاہ اور عرس کے لنگر کا سارا انتظام والنصرام کا کلی اختیار میں نے اظہار میاں کو دے دیا وہ جو چاہیں کریں تقدیم وتاخیر کے ساتھ جس طرح چاہیں انتظام کریں۔

خرقہ پوشی کے وقت بدستور قدیم جو پٹکا کمر میں باندھا جاتا ہے اور وہ متوارثاً آرہا تھا، کمزور اور بوسیدہ ہوگیا تھا اس کو مرمت کے لئے اپنے داماد حکیم سید احمد میاں کو جو رام پور میں اپنا مطب چلارہے ہیں دیا اور فرمایا کہ مرمت کرواکر اظہار میاں کو دے دوگے حکیم صاحب نے کہا حضور! آپ کو دے دوں گا مخدوم المشائخ نے کہا اظہار میاں کو دے دینا۔ دونوں طرف بار بار کے تکرار و اصرار کے بعد حکیم صاحب کو وجہ سمجھ میں نہ آئی ادباً خاموش ہوگئے۔ ایک سال کا عرصہ گذر گیا مگر آپ کی حیات میں مرمت ہوکر نہ آسکا اور ۱۴۱۸ھ میں عرس مخدوم پاک یعنی ۲۸ محرم الحرام کو خانقاہ میں عین خرقہ پوشی کے وقت حکیم صاحب نے اشکوں کے ہجوم میں وہ پٹکا مرمت شدہ شیخ المشائخ کو بڑھایا کہ لیجئے حضرت کے فرمان کے مطابق آپ کی امانت آپ کے سامنے حاضر ہے، مخدوم المشائخ آپ کو دینے پر کیوں مصر تھے اس کی وجہ اب سمجھ میں آ گئی۔ اپنی حیات میں قولاً وفعلاً مخدوم المشائخ سرکار کلاں نے حضرت شیخ المشائخ علامہ الحاج شاہ سید اظہار اشرف اشرفی الجیلانی مدظلہ کے اپنا جانشین ہونے کا اعلان فرمادیا۔

ایک سال قبل لکھنؤ میں قیام کے دوران آپ نے فرمایا کہ مجھے دو طرح کی فکر لاحق ہے۔ ایک یہ کہ مکتب جسے میں اپنے خرچ سے چلارہا ہوں، میرے بعد اس کا کیا حال ہوگا۔ دوسرے یہ کہ مسجد جسے میں نے بنوائی ہے اس میں اذان دینے والا کون ہوگا۔ شیخ المشائخ نے فرمایا، آپ فکر مند نہ ہوں، اس کا انتظام میں اس طرح کروں گا کہ مکتب کو جامع اشرف کے ساتھ ملحق کردوں گا اور اذان دینے کے لئے جامع اشرف کے ایک طالب علم کو یہاں مقرر کردوں گا جو مستقل یہاں رہے گا اور یہیں اپنی کتابوں کا مطالعہ کرے گا اور درس کے اوقات جامع اشرف پہنچ کر اپنے ساتھیوں کے ساتھ علم حاصل کرے گا۔ یہ سن کر مخدوم المشائخ بہت خوش

ہوئے فکر دور ہوئی، مسرت کے آثار چہرے پر نمایاں ہوگئے۔ بقول شیخ المشائخ آپ نے اپنی تمام کتابیں جامع اشرف کو وقف کردی ہیں۔

۱۹شعبان المعظم ۱۴۱۷ھ بروز چہارشنبہ مطابق یکم جنوری ۱۹۹۶ء کو عرس چہلم کے موقع پر بے شمار مریدین ومتوسلین اور ملک کے تمام صوبوں نیز بیرون ملک سے آئے ہوئے تمام سجادہ نشینان وسادات کرام و جملہ اہل خاندان کی موجودگی میں مبارک ومسعود ساعت ایک بجے دن میں شیخ المشائخ مصدر فیوض وبرکات الحاج شاہ سید محمد اظہار اشرفی قبلہ اشرفی جیلانی مدظلہ العالی لازالت شموس فیضانہ علینا کے سر پر سجادگی کا تاج رکھ کر سجادگی کی رسم حسب روایت ادا کی گئی۔ وللہ الحمد فی کل حین وآن اس کے بعد وہ مخدوم پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ و ارضاہ عنا کے سلسلہ کے سجادہ نشیں کی حیثیت سے تبلیغ دین متین کے کاموں میں شب وروز لگے رہے۔

آپ نے تین بار حج بیت اللہ شریف اور زیارت مسجد نبوی ﷺ کا شرف حاصل کیا۔ دوسری بار میں بغداد شریف غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ میں حاضری کا شرف حاصل کرتے ہوئے تشریف لے گئے۔ روضہ غوث پر چالیس دن قیام کیا اور اپنے جد اعلیٰ غوث الثقلین سرتاج اولیاء کاملین جہاں سے آج بھی قطبیت کی تقسیم ہوتی ہے، جہاں اقطاب، اوتاد، اخیار، نقباء، نجباء روزانہ حاضری دیا کرتے ہیں، سے فیوض و برکات وعملیات کی لازوال دولت سے مالا مال ہوئے۔ اس کے بعد رمضان شریف کا مبارک ومسعود مہینہ مکہ معظمہ و مدینہ منورہ کی رحمت ونور میں ڈوبی ہوئی خلد بداماں سرزمین پر گذارا۔

آپ کی مقبولیت عامہ مومن صالح اور بارگاہ رب العزت میں قرب کے مقام پر فائز ہونے کی دلیل ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ مومن کو دوست رکھتا ہے تو لوگوں کے دلوں میں اس کی محبت ڈال دیتا ہے۔ ارشاد ربانی ہے **"ان الذین آمنوا و عملوا الصّٰلحٰت سیجعل لھم الرحمن ودا.** یعنی جو مومن صالح ہیں اللہ تعالیٰ ان کی محبت لوگوں کے دلوں میں جلد ڈال دے گا۔ حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی بندہ مومن کو محبوب بناتا ہے تو جبرئیل علیہ السلام سے ارشاد فرماتا ہے، میں فلاں بندہ کو دوست رکھتا ہوں اس سے محبت کرو۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام ان سے محبت کرتے اور تمام آسمان والوں میں ندا کرتے ہیں تو تمام فرشتے اس سے محبت کرتے ہیں پھر تمام زمین والے اس سے محبت کرنے لگتے ہیں۔ لوگ کشاں کشاں ان کی بارگاہ میں آنے لگتے ہیں اور ان کے دیدار کی تمنا رکھتے ہیں۔ اولیائے کرام کی مقبولیت عامہ ان کی محبوبیت کی دلیل ہے۔ ان نفوس قدسیہ کی فہرست میں منبع علم وفضل مصدر فیوض وبرکات شیخ المشائخ الحاج شاہ سید محمد اظہار اشرف اشرفی الجیلانی مدظلہ العالی سجادہ نشیں آستانہ عالیہ حسینیہ کچھوچھہ شریف کی ذات گرامی ہے۔

آج ملک کا کوئی گوشہ ایسا نہیں جہاں لوگ آپ کے دیدار کے متمنی نہ ہوں۔ قدم کی برکت حاصل کرنے کے لئے چھ مہینہ ایک سال قبل وقت لینا پڑتا ہے۔ پھر بھی بہت سی جگہوں میں وقت نہ دے پاتے ہیں۔ ایسے بہت سے مقامات ہیں کہ ایک بار گئے تو دوبارہ اور دوبار گئے تو تیسری بار جانے کا اب تک موقع نہ ملا۔ اپنی ناکامی تمنا کی شکایت راقم السطور سے بہت جگہ کے لوگوں نے کیا اور کچھ بات بھی ہے۔ انسان جب کسی حاجت یا آفت میں مبتلا ہوتا ہے اور اس کے حل اور

دفاع کے لئے کوئی تدبیر کارگر نہ ہوتی ہے، عقل وتدبیر بے دست و پا ہوجاتی ہے، نہ علم کام آتا ہے نہ قوت جسمانی اس وقت وہ ایسی طاقت کی طرف رجوع کرنا چاہتا ہے جو اپنی لاشعوری قوت سے اس کے مقصد کو پورا کردے۔ پھر کامیابی کے بعد باوجود علم وقوت رائے و جسمانی طاقت کے اس کے آگے سر تسلیم خم کردیتا ہے۔ اسی کو روحانی طاقت کہتے ہیں جس کے آگے مادی قوت کا غرور چور ہوجاتا ہے اور جب یہ روحانی قوت عالم شہود میں آتی ہے تو شہرت کا باعث ہوجاتی ہے۔ ذلك فضل الله یو تیه من یشاء شیخ المشائخ کی ذات بابرکات سے بھی کچھ ایسے تصرفات مشاہدہ میں آرہے ہیں جس نے خلائق کو ان کی طرف رجوع کرنے اور مان لینے پر مجبور کردیا ہے۔ مثلاً ایک لاعلاج پاگل پر دست اقدس پھیر دیا تو وہ ہمیشہ کے لئے چنگا وصحت یاب ہوگیا۔

بمبئی کے ایک سیٹھ نے شیخ کی بارگاہ میں جہاں راقم السطور بھی حصول فیض کی تمنا میں موجود تھا، بمبئی ہوسپیٹل میں زیر علاج اپنے لڑکے کی مایوس کن حالت کا ذکر کیا۔ حضرت نے پوچھا کیا نام رکھا ہے، انہوں نے نام بتایا، آپ نے فرمایا ''میں نے کہا تھا اس کا نام اظہار اشرف رکھ دو، لیکن آپ نے نہ رکھا۔ اس نے کہا میں نے اس کا نام آج سے اظہار اشرف رکھ دیا پھر وہ فوراً اٹھ کر ہوسپیٹل گیا جہاں اس کے اہل خانہ تیمارداری میں مصروف تھے، اپنی اہلیہ سے کہا، میں نے اس کا نام اظہار اشرف رکھ دیا ہے پھر اس نے تفصیل بیان کیا۔ بفضلہٖ تعالیٰ بابرکت نام نے وہ کام کیا جو ہزاروں روپے کی دوا نے نہ کیا اور وہ ہمیشہ کے لئے صحت مند ہوگیا۔

آج سے ۲۰ سال قبل رمضان شریف کی فرصت میں جب میں گھر گیا تو دو ماہ قبل گھر میں اوپر کی جانب سے کچھ دیکھنے کی شکایت کی گئی۔ میں بجائے خوف زدہ ہونے اور کچھ تدبیر سوچنے کے ایک جوابی لفافہ حضرت کے پاس حالات پر مشتمل بطور استغاثہ لکھا۔ ۹/شوال تک کوئی جواب نہ آیا میں پریشان نہ ہوا کیوں کہ شکایت کا اعادہ نہ ہوا تھا۔ ۱۰ شوال کو حسب معمول مدرسہ ماچھی پور آگیا۔ جب بقرعید کی فرصت میں گھر گیا، دریافت کرنے پر اطمینان بخش جواب ملا۔ شکایت عود کر نہ آئی اور تادم تحریر مکان و مکیں محفوظ و مامون ہیں۔ میں نے کہا، حضرت کی توجہ نے کام کیا ہے جسے ہمت درویشاں کہا جاتا ہے۔ مکتوب کے جواب کا نہ آنا بے التفاتی کی دلیل نہیں۔ دوسرے سال جب حضرت ماچھی پور تشریف لائے، میرے پوچھنے پر آپ نے معنی خیز نظروں سے دیکھتے ہوئے فرمایا، آپ کا خط پہنچا تھا۔ میں نے تفصیل جاننے کے لئے عرض کیا کہ جواب نہ آنے سے مجھے کچھ تشویش ہوئی کہ خط نہ ملا ہے، دوبارہ بھی آپ نے صرف اتنا ہی فرمایا، ایسا نہیں، آپ کا خط مل گیا ہے پھر خاموش ہوگئے، میں یہ سوچ کر خاموش رہا کہ کام سے کام جواب سے کیا کام۔ یہ مجھ پر آپ کی بے نہایت عنایت وکرم کی دلیل ہے۔

جناب محمد مظہر اشرفی راجپوری بھاگلپوری کا صاحبزادہ محمد غلام علی حسین اشرفی جس کی عمر تقریباً ۱۵۔۱۶ سال ہوگی، اس سال رمضان شریف میں اچانک غائب ہوگیا۔ ہر چند تلاش کیا مگر مایوسی ہوئی۔ مجبور ہوکر گیارہ بجے رات میں بارگاہ شیخ المشائخ کچھوچھہ شریف پہنچے، حالت زار بیان کیا۔ آپ نے دیکھ کر فرمایا وہ لڑکا سخت خطرہ میں مبتلا ہے، یہ سن کر مظہر صاحب کا کیا حال ہوا ہوگا، ملتجی نگاہوں سے دیکھتے ہوئے باہر نکل آئے پھر آپ نے کیا کیا خدا جانے۔

مظہر صاحب مخدوم المشائخ کی بارگاہ میں پہنچ کر قبر انور کی پائنتی سے لپٹ گئے ۔مظہر صاحب کے ساتھ اکبر پور سے روانگی کے وقت پنڈت مکتی ناتھ ترپاٹھی خلوص ومحبت کے سبب ان کے ساتھ ہو لئے تھے ۔ یہ دراصل سکھاری کے قریب کسی گاؤں کے رہنے والے ہیں ان کے ماموں بنارس یونیورسٹی کے وائس چانسلر ہیں اوران سے آمدورفت ہے ۔مگر پنڈت جی اکبر پور میں زمین لے کر مکان بنائے ہوئے ہیں گویا مستقل یہیں رہتے ہیں اور جناب مظہر صاحب مینجرٹینٹ ہاؤس سے عقیدت مندانہ مزاج ہونے کے سبب ایک مخلص دوست جیسا تعلق ہے۔ پنڈت جی کا بیان ہے کہ جس وقت مظہر صاحب مزار اقدس کی پائنتی پکڑے ہوئے تھے، میں نے دیکھا کہ صاحب مزار اپنا ہاتھ نکال کر مظہر صاحب کی پیٹھ پر رکھے ہوئے ہیں ۔ کچھ دیر کے بعد جب ہوش آیا دونوں آدمی اکبر پور چلے آئے ۔غم وبے چینی میں نیند کہاں آتی ہے ۔ پونے دو بجے رات میں بقول مظہر صاحب جب سیڑھی سے نیچے اتر رہے تھے کہ یکا یک دیکھا کہ غلام علی بے تحاشا بھاگا ہوا آرہا ہے جیسے کوئی دشمن اس کا پیچھا کر رہا ہو۔قریب آیا تو کچھ پوچھنا چاہا مگر بجائے جواب دینے کے سیدھا ماں کے پاس دومنزلہ پر پہنچ گیا۔ اس وقت کچھ پوچھنا مناسب نہ سمجھا۔اب یاس وحرمان کا بادل چھٹ چکا تھا۔ گویا کائنات کی ساری خوشیاں سمٹ کر گھر میں آگئی تھیں۔

سحری کھانے کے بعد مظہر صاحب نے دیکھا کہ ناگاہ شیخ المشائخ مدظلہ العالی تشریف لارہے ہیں۔ اس وقت میں نیچے آگیا تھا، گاڑی سے اترتے ہی حضرت نے پوچھا ’’لڑکا آگیا نا‘‘ پھر کچھ دیر باتیں ہوئیں۔ انہیں یقین ہے کہ میرے لڑکے کے حیات کی ڈوبتی ناؤ کو خطرات کے بھنور سے نکالنے میں حضرت نے بہت دیر تک التفات فرمایا تھا۔(سبحان اللہ)

پنڈت جی گاؤں کے قریب ہونے کے سبب سے اہل بسکھاری سے سادات کرام کچھوچھہ مقدسہ کے خلاف بہت کچھ سن چکے تھے، خاص کر گدی نشیں آستانہ عالیہ سرکار کلاں کے خلاف، کہ اب ان لوگوں میں روحانیت باقی نہیں رہی۔لیکن سرکارکلاں کے وصال سے کچھ عرصہ پہلے سے نہ جانے کیا دیکھا کہ عقیدت مندی پیدا ہوگئی تھی اور اب آمدورفت ہونے لگی تھی۔ جناب مظہر اشرفی صاحب کے تعلق سے صاحب مزار کا یہ تصرف اور شیخ المشائخ کے التفات خاص کا اثر دیکھ کر ان کی عقیدت مندی کو چار چاند لگ گیا اوران کے خلاف سن کر جو کچھ غلط فہمی ہوئی تھی یکسر مٹ گئی بلکہ اہل بسکھاری کی تمام باتوں کو غلط اور نفسانیت پر مبنی سمجھا۔ ہمدردی وغمگساری، اخوت ومحبت کا جذبہ ہمیشہ آپ کے سینہ میں موجزن رہتا ہے۔

اقتصادی ومعاشی اعتبار سے آپ تمام قوم مسلم کو عموماً اورمریدین کو خصوصاً خوشحال دیکھنا چاہتے ہیں۔ان کی تنگ دستی وافلاس کو دیکھ کر بے چین ومتاسف ہوجاتے ہیں ان کے لئے ذرائع روزگار کی نشاندہی فرماتے ہیں۔ ان کے پسماندہ صاحب علم بے روزگار کو اوپر لانے اور برسرروزگار بنانے کی کوشش کرتے ہیں اور خود اپنا بھی مزاج یہی ہے۔

چنانچہ اکبر پور میں زمین لے کر پریس قائم کیا جو اشاعتی کام کے علاوہ ذریعہ آمدنی رہا، لیکن حالات کے نامساعدت کے سبب اس کو بند کر کے اسی جگہ دوسرا مشغلہ اختیار کیا۔شادی وجلسہ وغیرہ کے لئے ہر طرح کا سامان خیمہ وظروف،ضرورت کے ہر سامان کی دستیابی کا انتظام کسب حلال کے ذریعہ آپ کی اقتصادی ترقی پسندانہ مزاج

کا غماز ہے۔ سامانوں کی اجارہ داری کی ذمہ داری جناب مظہر صاحب اشرفی راجپوری بھاگلپوری سنبھالے ہوئے ہیں جو پوری دیانتداری کے ساتھ بحسن وخوبی انجام دے رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اپنے تینوں صاحبزادوں، قائد ملت عالم باعمل علامہ الحاج شاہ سید محمود اشرف ولی عہد سجادہ اور سید اشرف وسید حماد اشرف کو بھی حسب لیاقت و مزاج راہ عمل میں لگا دیا اور سبھی ترقی کی راہ پر گامزن ہیں۔ ہمیشہ لوگوں کو اکتساب رزق حلال کی تلقین فرماتے ہیں کہ بغیر اس کے کسی بھی عبادات وخیرات میں برکت نہیں۔ کسی کو محتاج و بے کس، دوسرے کا دست نگر دیکھنا پسند نہیں کرتے ہیں۔ ان کے پاس صاحب علم و غیر صاحب علم ہر طبقہ کے لوگوں کے لئے فلاحی اسکیمیں وراہ عمل ہیں جب بھی کوئی چاہتا ہے ان کے مشورہ پر چل کر اپنے مستقبل کو سنوار لیتا ہے۔ آپ ہر شخص کو اپنے علم وہنر کے ذریعہ اپنے مستقبل کو تابناک بناتے دیکھنا چاہتے ہیں۔ ہندستان و پاکستان و بنگلہ دیش میں آپ کی سرپرستی میں بے شمار مدارس علم کی روشنی پھیلا رہے ہیں۔ تقریباً سبھی مدارس مدرسہ اشرفیہ اظہار العلوم کے نام سے جانے جاتے ہیں۔ راقم السطور جس مدرسہ میں طلبا کی خدمت پر مامور ہے وہ بھی مدرسہ اشرفیہ اظہار العلوم کے نام سے ملک کے طول وعرض میں معروف ومشہور ہے۔ ۱۳۷۰ھ مطابق ۱۹۵۰ء میں قیام پذیر ہوا اور اسی نام کے ساتھ موسوم ہوا جب کہ اس وقت ملک میں اس نام کا مدرسہ کہیں نہ تھا۔ حضرت سرکار کلاں نور اللہ مرقدہ بانی مدرسہ ۱۹۶۰ء تک سرپرست مدرسہ بدستور رہے۔ ۱۹۶۱ء میں شیخ المشائخ کو حالات کے پیش نظر سرپرستی تفویض کردی۔ اس کے بعد آپ نے اپنے ہونے والے ولی عہد قائد ملت علامہ الحاج شاہ سید محمود اشرف مدظلہ العالی کو ۱۹۹۱ء میں سرپرستی سپرد کردی۔ اب اس وقت مدرسہ ہٰذا کے سرپرست قائد ملت الحاج سید محمود اشرف مدظلہ العالی و دامت برکاتہ العالیہ ہیں۔

شیخ المشائخ نے بے شمار علمی مراکز قائم کیے۔ جامع اشرف کچھوچھہ شریف آپ کی دیرینہ آرزوؤں کا بارآور مرکزی درس گاہ اور کبھی فراموش نہ ہونے والی یادگار ہے۔ ۱۹۷۸ء سے اب تک ہر سال علماء وحفاظ علم وادب کے زیور سے آراستہ ہو کر نکل رہے ہیں۔ ملک کے گوشہ گوشہ میں علم کی قندیل روشن کرنے اور عقائد حقہ وعلوم عقلیہ ونقلیہ کی اشاعت میں لگے ہوئے ہیں۔

تعلیمی اداروں کا قیام و دینی تعمیری کام آپ کا محبوب مشغلہ ہے۔ اشرف المساجد ومولانا احمد اشرف ہال کا سلسلہ تعمیر اپنی مثال آپ ہے۔ اسی میں مولانا احمد اشرف ہال کی تیسری منزل میں تحقیق وریسرچ کے لئے علوم عربیہ خصوصاً تصوف کی لاکھوں کتابوں پر مشتمل ایک مختار اشرف لائبریری کا قیام عمل میں آچکا ہے۔ یہ ملک کی عظیم لائبریریوں میں سے ایک ہے۔ ان میں اکثر کتابیں دیگر ممالک دوبئی وغیرہ سے خرید کرلائی گئی ہیں۔

تحقیق وجستجو کا ذوق رکھنے والے اہل علم حضرات کے لئے تمام علوم وفنون کی کتابیں، قلمی ومطبوعہ نسخے حسب خواہش انہیں یہاں دستیاب ہوں گی۔ ایک اندازہ کے مطابق پچاس لاکھ کی کتابوں کا ذخیرہ کرنے کا مصمم ارادہ ہے۔ رب تبارک تعالیٰ جل مجدہ آپ کے ارادے میں برکت وکامیابی عطا فرمائے اور حیات طیبہ کو طولانی عطا فرما کر ہم لوگوں پر سایۂ عاطفت کو دراز سے دراز تر فرمائے۔ آمین۔ بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ و اصحابہ وبارک وسلم۔

☆☆☆☆

سیدی اظہار اشرف ہادیِ ذیشان حق

پروفیسر ڈاکٹر غلام سرور اشرفی بھاگلپوری، ڈبل گولڈ مڈلسٹ، پی۔ایچ۔ڈی

ہمیشہ رہ رہ کے سوچتا ہوں میں لکھوں کچھ بھی کہاں سے پہلے تمام حمد وثنا خدا کے لیے جو سارے جہان کا پالنہار ہے جس نے کائنات کی تخلیق فرمائی اور عارفان منزل وسالکان راہ کو عرفان وسلوک کی دولت گرانمایہ سے مالا مال فرمایا۔ بے انتہا درود وسلام اس نبی رحمۃ للعٰلمین پر جس نے قلوب انساں کے طبق پر تصوف و معرفت کے شاندار موتی پروئے اور اہل احسان وسلوک کے اخلاق وکردار میں معرفت الٰہی کے جواہر چمکائے۔ ہزاروں ہزار رحمتیں و برکتیں نازل ہوں آپ کے تمام آل پاک، ازواج مطہرات اہل بیت اطہار، اصحاب کرام پر اور شہدائے عظام تابعین تبع تابعین ائمۂ مجتہدین اولیائے کرام صوفیائے عظام اور بندگان صالحین پر جنہوں نے قرآن وسنت کی روشنی میں خود بھی اپنی زندگی گذاری اور دنیا والوں کے سامنے بھی احکام الٰہی وفرامین مصطفوی کو پیش کیا انہیں دعوت حق دی اور ان کے سامنے دین اسلام کا صحیح خدوخال پیش کیا ۔ بے انتہاء انوار وبرکات نازل ہوں تارک السلطنت قدوۃ الکبریٰ غوث العالم مخدوم سلطان سید اشرف جہانگیر سمنانی علیہ الرحمۃ والرضوان کے مزار اقدس پہ جو سمنان کی سلطنت و بادشاہت کو ٹھکرا کر ولایت و روحانیت کے سلطان اور غوث العالم بن گئے۔ صبح وشام روز وشب ہر لحہ رحمت الٰہی کی برسات ہو حضرت نورالعین وجمیع فرزندان حضرت نورالعین سلسلہ بہ سلسلہ اعلیٰ حضرت حضور اشرفی میاں، مولانا احمد اشرف، حضور سرکارکلاں اور حضور شیخ اعظم علیہم الرحمۃ والرضوان کے مزارات مقدسہ پہ جنہوں نے اپنے اپنے عہد میں خانقاہوں اور مدرسوں میں مسند وچٹائی پہ بیٹھ کر اور کبھی خانقاہوں اور مدرسوں سے باہر نکل کر دین اسلام کی تعلیمات وہدایات کو دنیا والوں کے سامنے پیش کیا اور اولیائے کرام وصوفیائے عظام کی ولایت و روحانیت اور صوفیانہ طرز زندگی سے عالم کو روشناس کیا اشرفیت اور اشرفی مشن کو فروغ دیا۔ اپنے اخلاق وکردار سے دنیا والوں کے دل جیتے اور اپنے نور ایمان وجذبہ محبت سے ان کے دلوں کو بھی روشن ومجلّٰی اور پاک ومصفّٰی کیا۔ مولیٰ تعالیٰ اپنے حبیب کے صدقے خانوادۂ اشرفیہ بالخصوص خانوادۂ اشرفیہ کے ان افراد واشخاص کو بھی حفظ وامان میں رکھے، ان کے جذبات عشق کو سلامت رکھے، ان کے حوصلے میں بلندی عطا فرمائے اور اشرفی چوکھٹ کا فیضان ان پہ جاری وساری رہے جو آج دور حاضر میں پوری سرگرمی و خلوص سے دین وسنت کی خدمات انجام دے رہے ہیں اپنے آباء واجداد کرام کے نقوش جاوداں کو ذہن ودماغ میں بسا کر اشرفیت کی تشہیر کر رہے ہیں اور مخدومی مشن کو فروغ دے رہے ہیں اور ان پاک وپاکیزہ حضرات کے طفیل میں رب قدیر جملہ خلفاء ومریدین معتقدین و متوسلین اور عزیزان وغلامان سلسلہ اشرفیہ کو بھی جملہ

آفات و بلیات ارضی و سماوی سے محفوظ و مامون رکھے سدا کارخیر کی توفیق عطا فرمائے دنیا میں بلندی اور دین میں سرخروئی عطا فرمائے۔آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ۔

شیخ اعظم کی عظمت کا کیا پوچھنا

وہ عبقری شخصیت جن کا نام نامی اسم گرامی سید اظہار اشرف ہو، شیخ اعظم مخدوم العلماء جن کے شاندار القاب ہوں، جو غوث العالم مخدوم سلطان سید اوحدالدین اشرف جہانگیر سمنانی سے روحانی نسبت رکھنے کی وجہ سے اشرفی اور قدوۃ الآفاق حضرت سید عبدالرزاق نور العین جیلانی سے نسبی قرابت کی بنیاد پہ جیلانی (یعنی الاشرفی الجیلانی) کہلاتے ہوں اور حضرت نورالعین کے خلف اکبر حضرت سید شاہ حسن سجادہ نشین کی اولاد میں سجادہ نشین ہونے کی حیثیت سے ''سرکارکلاں'' کے لقب سے بھی ملقب ہوئے ہوں جن کے والد ماجد مخدوم المشائخ حضور سرکارکلاں پروردۂ چہار محبوباں ہوں جن کی والدہ ماجدہ پرتو رابعہ ثانیہ سیدہ سنجیدہ علیہا الرحمہ بنت حضرت سید مصطفیٰ اشرف علیہ الرحمہ ہوں جن کے دادا عالم ربانی واعظ لاثانی حضرت العلام مولانا سید احمد اشرف ہوں، جن کے پر دادا اعلیٰ حضرت اشرفی میاں ہم شبیہ غوث جیلاں ہوں جن کے اساتذہ کرام عمدۃ الفقہاء مفتی حبیب اللہ اشرفی نعیمی بھاگلپوری، مولانا یونس اشرفی نعیمی، امام معقولات ومنقولا عبدالرؤف مبارکپوری، حافظ ملت مولانا عبدالعزیز اشرفی مرادآبادی اور مولانا مظفر حسن ظفر ادیبی مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہم جیسی نابغۂ روزگار وجلیل القدر حضرات رہے ہوں، جن کے والد ماجد نے جنہیں سلسلہ قادریہ میں پہلے بیعت فرمایا ہو پھر سلسلہ قادریہ منوریہ اور دیگر سلاسل کی اجازت وخلافت دے کر اپنا ولیعہد اور جانشیں بنایا ہو اور اپنے والد گرامی کے وصال کے بعد سجادہ نشین خانقاہ اشرفیہ حسنیہ سرکارکلاں ہوئے ہوں نیز جن کے خلفاء ومریدین آسمان خلافت وارادت پہ مانند آفتاب و ماہتاب درخشاں و تاباں اور سیاروں و ستاروں کی طرح جگمگا رہے ہوں اور جو دین وسنت کے فروغ واحیاء کے لیے اور ملک وملت کی بھلائی کے لیے جامع اشرف جیسا عظیم وپائیدار اثاثہ چھوڑ کر دنیا سے رخصت ہوئے ہوں بھلا ایسے شیخ طریقت پیر کامل مرشد برحق عارف باللہ حضور شیخ اعظم کی عظمت وبزرگی کا اندازہ کون لگا سکتا ہے۔

جن کی اولاد ہیں ان کا بھی تورتبہ دیکھو

حضرت مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی کی حاضری اپنے شیخ حضرت علاء الحق پنڈوی علیہ الرحمۃ والرضوان کی خدمت بابرکت میں ہوا کرتی تھی ایک روز حضرت اشرف کے دل میں ایک خطرہ پیدا ہونے کے سبب شیخ نے کمال بشارت کے ساتھ فرمایا کہ سیدزادے مبارک ہو تمہارے فرزند دینی کے لیے بارگاہ پروردگار میں التجاء کی ہے کہ تمہارے واسطے فرزند سرحلقہ سلسلہ تمہارے خاندان کا پیشوا ہو اور تمہارا نام زمانہ میں اس فرزند سے روشن ہو اور وہ فرزند تمہارے خاندان کا ہوگا اس کے بعد حضرت شیخ نے یہ قطعہ پڑھا۔

تا رود بر صفحہ گیتی نشاں
از تقاضائے قضایت اے الٰہ
باد بر روئے زمین آثار تو
درنشان جاوداں چوں مہروماہ

حضرت مخدوم اشرف نے یہ بشارت سن کر اپنا سر

اپنے شیخ کے مبارک قدم پہ رکھ دیا حضرت کے پیر و مرشد نے اور دیگر آپ کے اصحاب نے آپ کو مبارکباد دی۔

مبارک ہو مبارک یہ بشارت
ملا تم کو درّ دریائے اسرار
گہر کو کانِ گوہر سے ہے نسبت
کہ ہے وہ تاج شاہوں کے سزاوار

حضرت صوفی عبدالرحمٰن چشتی اپنی کتاب مرأۃ الاسرار(ب)(قلمی:۳۱۲۔۳۱۳) میں سلطان الہند حضرت خواجہ غریب نواز کا فرمان عالیشان نقل فرماتے ہیں:

''ونیز فرمودہ کہ ترا در میان چہار مرد صاحب ولایت وتصرف جای دادم کہ ہر چہار مرد تا قیام قیامت در قبر ہائے خود نشستہ مثل احیاء تصرف خواہند کرد و دائم مدد و معاون تو خواہند بود طرف مغرب شیخ بدیع الدین الملقب بہ شاہ مدار و طرف مشرق سید اشرف جہانگیر است و جانب شمال سالار مسعو غازی است و جانب جنوب شیخ حسام الدین مانک پوری است۔''

اور (حضرت خواجہ معین الحق والدین نے) یہ بھی فرمایا ہے تجھے (مراد صوفی عبدالرحمٰن چشتی) چار مرد صاحب ولایت وتصرف کے درمیان جگہ دی کہ یہ چار شخص قیامت تک اپنی قبروں میں بیٹھ کر زندگی کی طرح تصرف کریں گے اور ہمیشہ تیرے مددگار اور معاون ہوں گے پچھّم کی طرف شیخ بدیع الدین جن کا لقب شاہ مدار ہے۔ پورب کی طرف سید اشرف جہانگیر سمنانی ہیں اتر کی جانب سالار مسعود غازی ہیں اور دکھن کی جانب شیخ حسام الدین مانکپوری ہیں مذکورہ بالا حقائق کے علاوہ اور بھی بہت ساری خوبیاں ہیں جو حضرت اشرف کی عظمت و بزرگی کی دلیلیں ہیں۔

اللہ اللہ ہے کیا عظمت نورالعین

فرزندان نورالعین کی عظمت و بزرگی سمجھنے کے لیے پہلے قدوۃ الآفاق حضرت نورالعین کی عظمت و رفعت پہ ایک نظر ضروری ہے۔ ایک مرتبہ حضرت مخدوم اشرف کے سامنے بزرگ زادگی کی بات آئی تو آپ نے فرمایا بزرگ زادے بزرگوں کے طریقہ پر کم پائے جاتے ہیں اور میں ایسا بزرگ زادہ رکھتا ہوں کہ بزرگ زادہ نہیں بلکہ اس کا کام بزرگ پیدا کرنا ہے اور لوگ اولاد کو اپنی پشت سے پیدا کرتے ہیں میں نے نورالعین کو اپنی آنکھوں سے پیدا کیا ہے باوجودیکہ قرابت کی نسبتیں رکھتا ہوں۔ اسی حقیقت کی ترجمانی اعلیٰ حضرت حضور اشرفی میاں درج ذیل اشعار میں اس انداز سے کرتے ہیں۔

ہوئے شاہ سمناں کی آنکھوں سے پیدا
لقب نورالعین ان کو حضرت نے بخشا
دعا شہ نے دی تیری اولاد میں ہوں
ہمیشہ ولی اور مجذوب یکتا
فدا اشرفی جان و دل سے ہے ان پر
غلامی کا جن کی شرف میں نے پایا

فیض اشرف ہر گھڑی اولاد نورالعین پر

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ حضرت نورالعین کے پانچ صاحبزادے تھے۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ حضرت نورالعین کے ساتھ ساتھ ان کی اولاد پر بھی حضرت اشرف نے الطاف وعنایات اور نوازشات واکرامات کی برسات برسائی ہے چنانچہ جس دن حضرت نے اپنے خلیفۂ مطلق و جانشین نورالعین کو خرقہ وتبرکات سے نوازا اس کے بعد آپ کے پانچوں فرزندان یعنی حضرت سید شمس الدین حضرت سید محمد الحسن شریف، حضرت سید ابی عبداللہ الحسین، حضرت مولانا سید احمد اور حضرت سید فریدالدین کو یکے بعد دیگرے طلب فرماتے گئے اور سبھی

کوتبرکات اور دعائے خاص سے نوازتے گئے۔

حضرت اشرف نے حضرت مولانا سید شاہ ابی محمد الحسن کے تعلق سے فرمایا کہ حسن ما احسن الوجوہ وا کبر الوقوہ خواہد بود یعنی حسن حسن و جمال کے آفتاب اور مراتب جذب وسلوک میں بہتر ہوں گے۔

یہ بھی سچ ہے کہ حضرت حسن کی اولاد میں بار ہا ایسے اولیا پیدا ہوئے اور اتنی کثرت سے پیدا ہوئے کہ جن کی نہ تو عظمت و بزرگی کا تصور کیا جاسکتا ہے اور نہ ان کے اعداد وشمار کو صفحات قرطاس پہ قلمبند کیا جاسکتا ہے حضرت سید حسن سجادہ نشین اکبر کی تاریخ وفات ۸۹۸ھ ہے۔

مرحبا مرحبا مولد ہے کچھوچھہ تیرا

سیدی ومرشدی کی ولادت باسعادت ۶ محرم الحرام ۱۳۵۵ھ بمطابق ۱۹۳۵ء بمقام کچھوچھہ شریف ہوئی۔ آپ کی ابتدائی تعلیم جامعہ اشرفیہ کچھوچھہ شریف میں ہوئی جسے اعلیٰ حضرت اشرفی میاں نے قائم فرمایا تھا۔ مگر تحصیل علوم سے فراغت مدرسہ اشرفیہ مصباح العلوم مبارکپور سے ہوئی۔ دیار مخدوم یعنی خطہ کچھوچھہ شریف میں ولادت وسکونت کا شرف یقیناً یہ بھی عظمت و بلندی کی بات ہے۔ اس دیار مقدس کی عظمت واہمیت کو حضرت مخدوم پاک کے اس قول سے محسوس کیجئے۔ آپ بار بار اپنے یاروں سے فرمایا کرتے تھے کہ اس مقام پر ایسی رونق ہوگی کہ اس جوار میں بے نظیر ہوگا اور اولیائے روزگار اور اکابر دیار یہاں آئیں گے اور مردان رجال الغیب، اوتاد، اخیار اور دیگر اولیاء روزگار ہمیشہ یہاں آکر فیض حاصل کریں گے۔ سب لوگ خبردار رہیں اور اس فیض سے محرومی حاصل نہ کریں۔

آپ کا یہ فرمان عالیشان حرف بہ حرف آپ کی حیات میں بھی صادق وثابت ہوا اور آج بھی صادق ہو رہا ہے۔ علماء وفضلاء، شرفاء ورؤساء، غربا وفقراء اور اولیاء و صوفیاء نیز ہر طبقہ کے افراد واشخاص روح آباد کچھوچھہ شریف میں ہر دور میں آتے رہے اور آج بھی آرہے ہیں اور آپ کے روحانی فیوض وبرکات سے مالا مال ہو رہے ہیں۔

اشرفی فیض کا بہتا ہوا دریا دیکھو
فیض کیا چیز ہے جاکے کچھوچھہ دیکھو

(سرور بھاگلپوری)

اعلیٰ حضرت اشرفی کی اس دعا پہ سب نثار

جس وقت حضور شیخ اعظم کی ولادت ہوئی تھی اس دوران اعلیٰ حضرت اشرفی میاں ۱۳۵۵ھ میں حج بیت اللہ کے لئے تشریف لے گئے تھے۔ جس وقت آپ مدینہ منورہ میں مقیم تھے اسی دوران ایک دن آپ نے مولانا یونس سے فرمایا: ''یونس کچھوچھہ میں میرے پوتے کی ولادت ہوئی ہے''۔ اس پر مولانا سوچنے لگے کہ ابھی تو نہ کوئی خط آیا اور نہ ہی تار آخر یہ خبر آپ کو کیسے ہوئی ابھی مولانا کے دل میں یہ بات پیدا ہو رہی تھی کہ آپ نے مسکراتے ہوئے فرمایا: ''فقیروں کو تار یا خط کی ضرورت نہیں ہوتی''

پھر آپ نے سرکار کے روضے پہ حاضری دی اور مواجہ اقدس کے سامنے کھڑے ہوکر دعائیں کیں اور اظہار اشرف نام رکھ کر سرکار کی بارگاہ میں درخواست پیش کی کہ میرے پوتے کے ذریعہ دین متین کی خوب خوب خدمت ہو اور ان سے اشرف کے نام کا خوب اظہار ہو۔ اور زمانہ نے دیکھا اور تاریخ نے گواہی دی کہ حضور اشرفی میاں کی دعا مقبول بارگاہ الٰہی ہوئی۔ (اظہار عقیدت۔ ص ۳)

دین و سنت کی خدمت پہ لاکھوں سلام

یہ حضور اشرفی میاں کی دعائے خاص ہی کا فیضان کہئے کہ حضور شیخ اعظم نے نام اشرف کو عالم میں روشن کیا۔

خدمت دین کا پرخلوص جذبہ دیکھئے کہ تحصیل علوم سے فراغت حاصل کرنے کے بعد ۱۹۵۷ء سے ۱۹۶۱ء تک جامعہ نعیمیہ مرادآباد میں بغیر تنخواہ کے فی سبیل اللہ تدریسی خدمات انجام دیں۔ پھر والد گرامی سے اجازت وخلافت کے بعد ولیعہد و جانشین ہوتے ہوئے پھر اصلاح وتبلیغ اور ارشاد وہدایت کا دور شروع کیا اور زمانے کو مقام اشرفیت بتایا مخدومی مشن کے علمبردار بن کر اُٹھے اور دنیا کے گوشے گوشے میں چھا گئے چنانچہ بہار، بنگال، یوپی۔ مہاراشٹر، گجرات، پنجاب اور ملک کے تقریباً ہر صوبے میں اور صرف کشور ہند ہی نہیں بلکہ غیر ممالک میں بھی مثلاً بنگلہ دیش۔ پاکستان، سری لنکا۔ نیپال، ہالینڈ، ڈھاکہ وغیرہ میں آپ نے بھرپور اصلاح وتبلیغ کا فریضہ انجام دیا۔ کتنے غلط عقائد سے تائب ہوگئے کتنی اجڑی اجڑی بستیاں آباد ہوگئیں اور نہ جانے کتنے بدعقیدے تائب ہوکر آپ کے حلقہ ارادت میں داخل ہوگئے۔ کتنے عقیدت مند و جانثار بن گئے۔

دین وسنت کی خدمت پہ لاکھوں سلام
شیخ اعظم کی ہمت پہ لاکھوں سلام
(سرور بھاگلپوری)

کن کی ہیں یادگار یہ عمارات شاندار

یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ مخدومی مشن اور سلسلہ اشرفیہ کو اعلیٰ حضرت حضور اشرفی میاں کی کوشش پیہم و جہد مسلسل سے فروغ وارتقاء حاصل ہوا اور خانقاہ اشرفیہ حسنیہ سرکارکلاں کا نام روشن ہوا۔ بعدہٗ مخدوم المشائخ حضور سرکارکلاں نے خانقاہ کو زینت و وسعت بخشی۔ پھر آپ کی سرپرستی میں حضور شیخ اعظم نے اس کی تعمیر وتوسیع فرمائی تادم حیات تعمیر وتوسیع کا سلسلہ جاری رہا۔ آپ نے اپنی جدوجہد وکوشش و جانفشانی سے خانقاہ عالیہ کو ایک عملی رنگ دیا۔ اس علمی رنگ کا نام ہے جامع اشرف۔ جس کا قیام ۱۹۷۸ء میں عمل میں آیا اور سنگ بنیاد حضور سرکارکلاں کے دست بابرکت سے رکھا گیا۔ جامع اشرف کے علاوہ صدر دروازہ خانقاہ اشرفیہ حسنیہ سرکارکلاں، مسجد اعلیٰ حضرت اشرفی، مولانا احمد اشرف ہال، مختار اشرف لائبریری، اظہار اشرف کمپیوٹر سنٹر، اشرف حسین میوزیم، قدیم و جدید دارالاقامہ جامع اشرف۔ جدید درسگاہ جامع اشرف، صدر دروازہ آستانہ مخدوم المشائخ، جدید تعمیر وتشکیل آستانہ مخدوم المشائخ، تعمیر آستانہ اعلیٰ حضرت حضور اشرفی میاں، مخدوم اشرف ہاسپٹل، مکتبہ فیضان اشرفی، نشستگاہ صاحب سجادہ، نشستگاہ ولیعہد و ناظم اعلیٰ جامع اشرف، نورالعین پارک جس میں وضو کے لئے صاف وشفاف حوض۔ مختار اشرف لائبریری کی توسیع، سنجیدہ فیملی کوارٹر، تازہ ترین زیر تعمیر دارالاقامہ، قدیم وجدید دارالاقامہ، عمارات قدیم کی تعمیر و توسیع، وسیع وعریض لنگر خانہ اور بھی دیگر چھوٹی بڑی عمارتیں جو تمام کی تمام واقعی ایک چمن کی صورت اختیار کر گئی ہیں۔ حضور شیخ اعظم سید حضرت اظہار اشرف الاشرفی الجیلانی کی امانت و دیانت جذبہ وشوق وخلوص وللّٰہیت ہمت وشجاعت کی آئینہ دار ہیں۔

لاکھ اظہار ہوں اس سے نہیں مجھ کو انکار
جیسے اظہار ہیں وہ ایسا کوئی اظہار کہاں
(سرور بھاگلپوری)

کتنے قلم کی روشنائی آپ پہ قرباں ہوئی

خانقاہ اشرفیہ حسنیہ سرکارکلاں کے دامن میں جامع اشرف اور جامع اشرف کی آغوش میں مختار اشرف لائبریری یہ وہ عظیم اثاثے ہیں جن کی اہمیت کو فراموش نہیں کیا جاسکتا ہے۔ یہ سچ ہے کہ ایک اعلیٰ وکامیاب علمی

ادارہ کے استحقاق کے لئے ایک شاندار لائبریری ضروری ہے۔ بغیر لائبریری کے ادارہ نامکمل رہتا ہے۔ لائبریری کا قیام کتنا اہم ہوتا ہے اس تعلق سے آپ خود فرماتے ہیں:

''لائبریری قائم کرنا ہر شخص کے بس کی بات نہیں اس کے لیے ایک قسم کا جنون چاہئے اور تحریر ہی آدمی کو زندہ رکھتی ہے اور اس کے لئے لائبریری ضروری ہے۔''

اسی حقیقت کی روشنی میں ادارہ کی ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے آپ نے اپنے والد گرامی کے نام پر مختار اشرف لائبریری کے نام سے ایک لائبریری قائم کی جن کی تعریف و توصیف میں نہ جانے کتنے ارباب نظر صاحبان قلم اور دانشوران قوم و ملت نے اپنے اپنے تأثرات قلمبند کئے ہیں۔ چنانچہ حضرت سید حامد اشرف الاشرفی الجیلانی، پروفیسر سید امین اشرف سابق ریڈر انگلش مسلم یونیورسٹی علیگڈھ، پروفیسر عبدالحامد شعبہ اردو الہٰ آباد یونیورسٹی، مولانا عبدالحلیم شرف قادری لاہور پاکستان و دیگر احباب نے خود اس خاکسار نے بھی تأثرات قلمبند کیے ہیں اور بانی جامع اشرف کے اس زندہ جاوید کارنامہ کو سراہا ہے۔ نیز آپ کے وصال کے موقعہ پر بھی کتنوں نے آپ کی ذات گرامی، آپ کی خدمات جلیلہ، سیرت و کردار اور اخلاق و اطوار پہ اپنے اپنے خیالات کا اظہار تحریر میں کیا ہے اور کتنوں کی زبانیں آپ کی تعریف میں کل بھی تر تھیں، آج بھی تر ہیں اور کل بھی تر رہیں گی ؎

کتنے قلم کی روشنائی آپ پہ قرباں ہوئی
کیسی کیسی ہستیاں تعریف میں رطب اللساں

(سرور بھاگلپوری)

شعر و سخن پہ آپ کے اک سرسری نظر

اس میں کوئی شک نہیں کہ حضور شیخ اعظم کو تصنیف و تالیف اور شعر و سخن کا بھی اچھا خاصا ذوق و شوق تھا نشر و اشاعت سے بھی کافی دلچسپی تھی چنانچہ آپ کے کلام کا مجموعہ ''اظہار عقیدت'' کے نام سے آپ کی حیات ہی میں منظر عام پر آچکا ہے جو صوفیانہ شاعری کا آئینہ دار ہے۔ حضرت نے اس میں حمد و نعت صلاۃ وسلام کے بعد منقبت اولیاء پیش کیا ہے۔ حضرت مولیٰ علی حضرت خواجہ غریب نواز، حضرت محبوب الٰہی، حضرت قطب الدین بختیار کاکی، بابا فرید الدین گنج شکر، حضرت علاء الحق پنڈوی، حضرت سلطان سید اشرف جہانگیر سمنانی، اعلیٰ حضرت اشرفی میاں اور بھی دیگر اولیاء کرام علیہم الرحمۃ و الرضوان کی شان میں مناقب ترانہ اشرفی، ترانہ جامع اشرف، ماہ رمضان المبارک کا وداعی سلام جیسے کلام کتاب کے حسن کو دوبالا کر رہے ہیں۔ کہا جاتا ہے اچھی شاعری کے لئے تین چیزیں ضروری ہیں۔ (۱) تخیلات کی پروازی (۲) الفاظ کی سادگی (۳) بیان کا حسن حضرت شیخ اعظم کی شاعری میں یہ تمام چیزیں بدرجہ اتم پائی جاتی ہیں۔ اس کے علاوہ آپ نے حضرت مولانا جلال الدین رومی کی فارسی منظوم کتاب مثنوی معنوی کے کچھ حصّے کا ترجمہ اردو زبان میں نظم کی صورت میں قلمبند فرمایا ہے۔ یقیناً یہ ایک ادق اور اہم کام ہے۔ مگر آپ اسے بہ آسانی کر گئے ہیں۔ مضمون نگاری میں بھی کمال فکر و نظر کا اظہار ہوا کرتا تھا۔ ان کے علاوہ آپ کو نشر و اشاعت کا بہت شوق و رغبت تھا اور جامع اشرف کے اساتذہ و طلبہ کو بھی اس جانب راغب فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ جمعیت الاشرف اکیڈمی نشر و شاعت کی غرض سے وجود میں آئی نشر و اشاعت کے میدان کو وسیع کرنے کے لئے آپ ہی کے حکم سے ۱۹۹۹ء میں سہ ماہی مجلّہ غوث العالم کا بھی اجراء ہوا جو بعد میں ماہنامہ کی صورت اختیار کر گیا۔

ذات تیری شیخ اعظم خوبیوں کی کائنات

جب ہم حضور شیخ اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان کی ذات وشخصیت پہ غور کرتے ہیں تو بلا شک وشبہ ہم انہیں نیک سیرت وحسن کردار کا مجسمہ پاتے ہیں ان کی تمام زندگی سیرت وکردار کا ایک صاف شفاف آئینہ نظر آتا ہے۔ مقام روحانیت ،روحانی تربیت و ہدایت ، پیرومرشد کا احترام ، روحانی فیوض وبرکات، اخلاق حسنہ، علم وعمل، اتباعِ شریعت الحب للہ والبغض للہ۔ عجز وانکساری، عزم استقلال، زہدو تقویٰ، فقرودرویشی ،صبروقناعت، ایقان واذعان، رأفت و شفقت، مجاہدۂ نفس، شکرالٰہی ،توکل علی اللہ، کمال استغناء، حضوریٔ قلب، کشف باطن، جذب وکیف، ارشادواجازت ارادت وخلافت، اصلاح وتبلیغ، تحریروتقریر، تصنیف وتالیف، نشرواشاعت، اظہارِاشرف، فروغ اشرفیت، امانت ودیانت، تعمیروتنظیم، عقیدت ومحبت، شفقت ومروت، علم وعمل جیسی مہتم بالشان خوبیوں وسعادتوں سے مزین وآراستہ تھے۔ حضور شیخ اعظم کی زندگی ان کے خلفاء مریدین معتقدین و متوسلین اوران کے خاندان ومتعلقین نیز عالم اسلام کی تمام سنی برداری کے لئے ایک مشعل راہ ہے ضابطۂ حیات اور ایک دستورالعمل ہے جن کے نقش قدم پر چلنا باعث نجات ہے اوروجہ خیروبرکت ہے۔

سید ی اظہار اشرف ہادیٔ ذیشان حق
تاجدار اہل سنت نا زشِ خوبان حق

(سرور بھاگلپور)

ہے قبلہ گاہ جہاں دیکھو آستانۂ شیخ

محبوب العارفین مقبول السالکین عامل شریعت رہبر طریقت رازدار معرفت حق آگاہ حقیقت حضرت العلام حضور شیخ اعظم سید شاہ اظہار اشرف الاشرفی الجیلانی بدھ کا دن گذار کر شب میں تقریباً ساڑھے ۱۱ ربجے مؤرخہ ۲۲ فروری ۲۰۱۲ء بمطابق ۲۹ ربیع الاوّل ۱۴۳۳ھ کو وصال فرما گئے۔ اِنّا لِلّٰہ و اِنّا الیہ راجعون ہ

بروز جمعہ بعد نماز عصر آپ کے خلف اکبر شیخ طریقت قائد ملّت مفکر اسلام الحاج حضرت سید شاہ محمود اشرف اشرفی جیلانی ولیعہد خانقاہ اشرفیہ حسنیہ سرکار کلاں وناظم اعلیٰ جامع اشرف نے نماز جنازہ کی امامت فرمائی۔ لاکھوں کا مجمع تھا۔ اس وقت سے عشاء تک آپ کی زیارت کرائی گئی اس کے بعد آستانہ مخدوم المشائخ میں مدفون ہوئے۔ اپنی دادی اور اپنے والد ماجد علیہما الرحمتہ یعنی حضور مخدوم المشائخ کے پائینتی کے بیچ جگہ پائی۔ مولیٰ تعالیٰ شب ورز صبح وشام ہمہ لحہ ان کی تربت پاک پہ اپنے فضل کرم کی بارش فرمائے درجات میں بلندی عطا فرمائے اور روحانی تصرفات میں اضافہ فرمائے اور ان کے روحانی فیوض وبرکات سے ان کے فرزندان ارجمند انکے جمیع رشتہ داران وعزیزان وخانوادۂ اشرفیہ خلفاء و مریدین، معتقدین ومتوسلین اور ہم سبھی غلامان اشرفی کو مالامال فرمائے ، جمیع آفات ارضی و سماوی سے محفوظ وماموں رکھے۔ نیک مقاصد میں کامیابی عطا فرمائے اور دین ودنیا میں سرخروی عطا فرمائے۔ ایں دعا ازمن واز جملہ جہاں آمیں باد۔

السلام شیخ اعظم فخر خوباں السلام

اب آخر میں یہ مرید اپنے شیخ کی روحانی بارگاہ کو سلام کرتے ہوئے اس انداز سے تحریراًرخصت ہورہا ہے۔

السلام اے شیخ اعظم فخر خوباں السلام
السلام اے یادگارِ شاہ سمناں السلام
السلام اے فیضِ خواجہ ناز عثماں السلام
السلام اے موج بحر شاہ جیلا ں السلام

☆☆☆☆

شیخ اعظم کی جانشینی و سجادہ نشینی

مفتی معین الدین اشرفی مصباحی، استاذ دارالعلوم بہار شاہ فیض آباد

خالق ارض و سماء نے کائنات میں بسنے والی انسانیت کی ہدایت و رہنمائی کے لئے بے شمار انبیاء و مرسلین بھیجے، ان میں بہتوں کو آسمانی والہامی کتابیں اور صحف ہدایت سے نوازا، حضرات انبیاء کرام علیہم السلام نے گمراہ قوموں کو راہ ہدایت اور جادۂ حق پر گامزن کرنے کے لئے لاکھوں جتن فرمائے۔ عقیدۂ توحید و رسالت، نظریہ قدر و قیامت اور مذہبی احکام و مسائل سے آگاہ فرمایا جس کے نتیجے میں بہت سارے ادیان و مذاہب منصۂ شہود پر آ گئے مگر خود ان مذاہب کے پیروکار علماء و قائدین نے مذہب سے متعلق عقائد و نظریات، حقائق، واقعات اور احکام و مسائل میں تحریف و تبدیل اور تغیر و ترمیم کا ایسا گھنونا کارنامہ انجام دیا کہ مذہب کی اصلی و حقیقی صورت مسخ ہو کر رہ گئی اور ان کو ایسا ہونا بھی تھا کہ خلاق لم یزل نے ان مذاہب کی حفاظت کا کوئی ذمہ نہیں لیا تھا صرف دین اسلام اور کتاب مبین قرآن حکیم کو مابین مذاہب وہ خصوصیت حاصل ہے کہ اللہ عز شانہٗ تعالیٰ نے تا قیامت اس کی حفاظت و بقا اور اس کے ثبات و دوام کا وعدہ فرمایا ہے۔ اس لئے اپنے حبیب مکرم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دین اسلام اور قرآن حکیم کے ساتھ مبعوث فرمایا اور آپ کی نبوت و رسالت کو اور دائرہ تبلیغ دعوت و ہدایت کو خاص ملک و مدائن اور مخصوص اقوام و ملل اور محدود از منہ و اوقات کے حدود و قیود سے بالاتر سارے جہاں کے لئے عام و تام قرار دیا اور بقائے دوام کا وعدہ فرمایا جس پر قرآن ناطق احادیث شاہد ہیں چنانچہ دنیا آج اس حقیقت کو تسلیم کر رہی ہے کہ وادی تہامہ سے کلمہ طیبہ کی جو صدائے دلنواز بلند ہوئی تھی وہ آج دنیا کی ساری غوغائی پر غالب آ چکی ہے اور قیامت تک دین اسلام کی ترویج و اشاعت اور دعوت و تبلیغ کا سلسلہ یونہی جاری و ساری رہے گا چونکہ پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی پر نور صورت، نورانی قد و قامت، دلآویز شخصیت، معجزانہ کلام، ناقابل انکار بینات کے ساتھ اپنی پاکیزہ کردار کی جھلکیاں اور اخلاق کریمانہ کی ایسی ادائیں پیش کیں کہ صرف ۲۳ سال کی مختصر مدت میں لاکھوں مردان عرب نے اسلام کی خاطر اپنی جانوں کی بازیاں لگا دیں اور کل متاع زندگی کو قدم مصطفیٰ پر نچھاور ہی نہ کیا بلکہ اپنے وطن عزیز کو ہمیشہ کے لئے خیر آباد کہہ دیا اور اسلام کی ترویج و اشاعت اور اعلاء کلمۃ اللہ کی راہ میں مجاہدین، صحابہ کرام نے جان و مال کی ایسی ایسی قربانیاں پیش کیں کہ مذاہب عالم کی تاریخ میں کسی مذہب کے پیروکار کی ایسی مثال نہیں مل سکتی۔ اسی طرح تابعین، تبع تابعین اور بزرگان دین نے بھی دور دراز مقامات کے اسفار فرمائے، ترک وطن کیا، کفر و شرک کے ماحول میں اسلام کی شمعیں روشن کیں، ان پڑھ، جاہل اور بت پرستوں کے سامنے اپنے اخلاق کریمانہ اور درویشانہ اداؤں کے ساتھ اسلامی عقائد و نظریات کو اس انداز سے پیش کیا کہ بیگانے اپنے ہو گئے

اور اعداء دین، دین کے پاسبان اور محافظ ونگراں ہو گئے غرضیکہ انہیں نفوس قدسیہ اور بزرگان دین کی بے لوث خدمات، مساعی جمیلہ اور قربانیوں کا نتیجہ ہے کہ اسلام آج دنیا والوں کے دلوں میں گھر کر چکا ہے۔

اس کارعظیم کی انجام دہی کے لئے جن بزرگوں نے اپنے وطن کو ہمیشہ کے لئے خیر آباد کہا ان کی فہرست طویل ہے۔ بلکہ ان کا اعداد وشماد شوار ہے مسلمانان ہند کو جن بزرگوں سے کمال واقفیت حاصل ہے اور جن کی ولایت و بزرگی، کشف و کرامات اور فیوض و برکات کے وہ آج تک قائل ہیں اان میں محبوب سبحانی حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی ، خواجہ خواجگان حضرت خواجہ سید معین الدین چشتی سنجری اجمیری ، حضرت قطب الدین بختیار کاکی، شیخ المشائخ حضرت نظام الدین اولیاء، مخدوم سلطان سید اشرف جہانگیر سمنانی کچھوچھوی، قطب المدار حضرت سید بدیع الدین زندہ شاہ مدار قدست اسرا ہم وغیرہم کی ذوات قدسیہ قابل ذکر ہیں۔ چنانچہ یہ ایک تاریخی وزمینی حقیقت ہے کہ ان بزرگوں نے دین اسلام کی ترویج واشاعت کے لئے نہ یہ کہ صرف ترک وطن فرمایا اور حیات مبارکہ کا لمحہ لمحہ خدمت دین کے لئے وقف کر دیا بلکہ اپنے مابعد اپنے اصحاب و تلامذہ اور نائبین وخلفاء کی ایسی پاکیزہ جماعت چھوڑی جو ان کے نقش قدم پر دین اسلام کی آبیاری کرتی رہے تا کہ ان کے بعد بھی اسلامی ترویج واشاعت کا سلسلہ چلتا رہے۔ گلستان محمدی کے پھول سے انسانیت مہکتی رہے اور اسلامی تعلیمات کی ضیا پاشیوں سے ظلمت کدہ عالم منور و تاباں ہوتا رہے۔ پس حضرات اولیاء کرام اپنی حیات ہی میں اپنے نائبین و خلفاء کو ملک و بیرون کے مختلف مقامات پر روانہ فرمادیتے اور وہاں کی ولایت ان کو سونپ دیتے اور ان میں جو معتمد خاص ہوتا، اس بزرگ کا عکس جمیل، ان کی نظر التفات کا مرکز، کردار وعمل کا آئینہ دار، ولایت و بزرگی کا مظہر کشف و کرامات کا مصدر اور ان کی امانتوں کا امین ہوتا وہ اس بزرگ کی ایماء وتصریح یا وصیت وانتخاب کے بعد ان کی جگہ مسند رشد وہدایت پر متمکن ہو جاتا۔ یہ واضح رہے کہ خانقاہی اصطلاح میں مسند رشد و ہدایت پر جلوہ گر شخصیت کو سجادہ نشین اور ان کے نائب و معتمد خاص کو ولیعہد و جانشین کہتے ہیں۔ سجادگی و جانشینی کی لفظی اصطلاح نئی ہوسکتی ہے لیکن مسند رشد و ہدایت پر تمکن اور اپنے بعد اپنے نائب خاص کی اپنی جگہ تمکین بہت ہی قدیم پرانی بلکہ دور صحابہ سے رائج ہے۔ جیسا کہ سلاسل حقہ کے شجرہ طیبہ سے ظاہر ہے کہ حضرت مولا علی مشکل کشا رضی اللہ عنہ نے حضرت حسن بصری کو، انہوں نے حضرت سید حبیب عجمی کو، انہوں نے حضرت دواؤد طائی کو، انہوں نے حضرت شیخ معروف کرخی کو، انہوں نے حضرت شیخ سری سقطی کو، انہوں نے حضرت جنید بغدادی کو انہوں نے حضرت شیخ ابوبکر شبلی کو، انہوں نے ابوالفضل تمیمی کو، انہوں نے شیخ ابوالحسن علی بن احمد قریشی کو، انہوں نے حضرت شیخ ابوسعید مخزومی کو اور انہوں نے حضرت محبوب سبحانی غوث اعظم جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو خرقہ خلافت سے نوازا۔

اسی طرح شہنشاہ چشت اہل بہشت خواجہ خواجگاں حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری قدس سرہٗ کو اپنے شیخ حضرت قطب الارشاد عثمانی ہارونی سے جو روحانی امانتیں ملی تھیں انہوں نے اپنے خلیفہ ومجاز حضرت بختیار کاکی کو سونپی، انہوں نے حضرت بابا فرید گنج شکر کو، انہوں نے شیخ المشائخ حضرت نظام الدین اولیاء کو، انہوں نے آئینہ ہند حضرت اخی سراج الدین اودھی کو،

انہوں نے حضرت علاؤ الدین گنج نبات لاہوری کو انہوں نے حضرت مخدوم سلطان سید اشرف جہانگیر سمنانی قدست اسرارہم کو خلافت و اجازت سے نوازا اور خرقۂ خلافت پہنایا اور مخصوص مقام کی ولایت تفویض فرمائی۔

مختصر یہ کہ حضرات صحابہ کرام ، تابعین، تبع تابعین اور بزرگان دین کے مابین نیابت وخلافت اور بیعت وارشاد کا روحانی ونورانی سلسلہ صدیوں سے چلا آرہا ہے تاکہ ابدالآباد تک دین متین کی ترویج و اشاعت کا سلسلہ قائم رہے۔

بیشتر بزرگان دین کی طرح ، شہنشاہ سمنان حضرت مخدوم سلطان سید اشرف جہانگیر سمنانی نے بھی اپنا وطن، اپنی بادشاہت اور تخت و تاج کو ٹھوکر مار کر ہندوستان کی راہ لی، دنیا کی خاک پیمائی کرتے ہوئے بنگال میں حضرت علاء الدین گنج نبات لاہوری کے مرید وخلیفہ ہوئے ،صدیوں شیخ کی بافیض صحبت میں رہ کر کمال حاصل کیا پھر انہیں کے اشارہ پر کچھوچھہ مقدسہ کو اپنی تبلیغ کا آخری مرکز قرار دیا۔ لاکھوں گم گشتگان راہ کو صراط مستقیم دکھایا جب وصال شریف کا وقت قریب آیا تو اپنے بھانجے حاجی الحرمین حضرت سید عبدالرزاق نورالعین کو اپنا جانشین اور اپنے بعد اپنا سجادہ نشین قائم فرمایا۔ حضرت عبدالرزاق نورالعین کی مخدوم پاک کے ساتھ قلبی محبت و وارفتگی اور مخدوم پاک کی ان پر کرم نوازی اور پھر جانشینی وسجادہ نشینی کا ایمان افروز واقعہ لطائف اشرفی ومکتوبات اور صحائف اشرفی وغیرہ کتب میں مرقوم ہے ذیل میں ہم مخدوم الاولیاء مصنفہ حضرت مولانا مفتی محمود احمد رفاقتی سے ایک اقتباس نقل کرتے ہیں

''حضرت غوث العالم محبوب یزدانی قدس سرہٗ نے حضرت نورالعین کو کمال مہربانی سے اپنے ہمراہ لیا اور کامل نگہداشت فرمائی علوم وفنون سے آراستہ فرمایا، روحانی و باطنی تلقین وتربیت فرمائی ،سلوک کے منازل طے کرائے ،مہر وکرم کی بارش فرمائی ،جس نے حضرت نورالعین کو علم ومعرفت اور عشق ومحبت کے درجہ عالی پر فائز کیا۔ ایک طرف حضرت غوث العالم محبوب یزدانی کی شفقت وعطوفت بے نہایت تھی تو حضرت نورالعین نے بھی چشم رضا کے حصول کو اپنی زندگی کا اولین فریضہ بنالیا تھا۔ خوب خوب خدمت کی ارسٹھ برس سفر وحضر میں ہم رکاب خدمت عالی رہے۔ جب کسی کو بھی خدمت میں باریابی حاصل نہ ہوتی اس وقت حضرت نورالعین کے لئے باب رحمت واہوتا سرفرازی کی حد و انتہا نہ تھی۔ حضرت غوث العالم نے اپنی حیات ظاہری کے آخری دنوں میں اپنی خلافت کبریٰ اور جانشین کا اعلان وفرمان خاص و عام کے مجمع میں فرما کر تمام مریدین،متوسلین وخلفاء کو ان کا تابع فرمایا۔

حضرت غوث العالم کی نوازشوں سے حضرت نورالعین کے فرزندان گرامی مرتبت بھی بہرہ یاب ہوئے حضرت غوث العالم محبوب یزدانی نے ان کے بارے میں بھی بلند کلمات ارشاد فرمائے اور بشارتوں سے نوازا''(ص:۳۵۔ ۳۶)

مذکورہ کتاب کے صفحہ ۳۸ پر ہے۔

''حضرت غوث العالم محبوب یزدانی رضی اللہ عنہ حضرت مخدوم حاجی سید عبدالرزاق قدس سرہٗ کا نکاح'' سادات مہرو'' میں کردیا،ان کے پانچ صاحبزدگان گرامی ہوئے سب کی پیدائش حضرت غوث العالم محبوب یزدانی کی حیات ظاہری میں ہوئی حضرت غوث العالم نے

حضرت نور العین کو اعلان و فرمان جانشینی کے وقت یہ ترغیب بھی دی کہ اپنے بعد فرزندوں کو بھی خلافت و سجادگی سے سرفراز کرنا چنانچہ حضرت نور العین نے حضرت شاہ حسن اور حضرت شاہ حسین اور حضرت شاہ فرید اور حضرت شاہ احمد کو اپنا مرید و خلیفہ اور سجادہ نشین بنایا اور دستور صوفیاء اور ہدایت مخدومی کی تعمیل میں جدا گانہ دائرہ ولایت مقرر فرمادی حضرت شاہ حسین کو ولایت جونپور، شاہ احمد کو ولایت جائس اور حضرت شاہ فرید کو ولایت بسو ضلع بارہ بنکی عطا فرما کر روانہ فرمایا''

مخدوم الآفاق ،حاجی الحرمین حضرت سید عبدالرزاق نور العین قدس سرہٗ کامل چالیس سال تک سجادہ نشین و مسند نشیں جادۂ اشرف السمنان رہے اور ۷ ذی القعدہ ۸۴۸ھ میں اس دار فانی سے رحلت فرما کر جوار قدس کی راہ لی۔ حضرت مخدوم الآفاق نور العین قدس سرہٗ کے فرزند اکبر حضرت سید شاہ شمس الدین اشرفی جیلانی چوں کہ ۱۸ برس کی جوانی میں انتقال فرما چکے تھے اس لئے ان سے چھوٹے اور سب سے بڑے فرزند حضرت سید شاحسن اشرف صاحب فرزند اکبر یا فرزند کلاں کہلائے انہیں کے نام پر اپنی کنیت ابوالحسن رکھی اور سرکار کلاں جیسے معزز لقب سے ملقب فرمایا یہی وجہ ہے کہ خانوادہ اشرفیہ حسنیہ کچھوچھہ آج تک خانوادہ سرکار کلاں سے موسوم ہے مخدومی ارشاد کے بموجب حضرت شاہ حسن کو اپنا جانشین اور اپنے بعد سجادہ نشین نامزد فرمایا اس کی وجہ یہ تھی حضرت مخدوم سلطان سید اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہ النورانی نے حضرت نور العین کی جانشینی و سجادگی کے بعد حضرت شاہ حسن کو اپنے پیرو مرشد حضرت علاؤ الدین گنج بنات چشتی نظامی رضی اللہ عنہ کا مرحمت کردہ خرقہ مبارکہ عطا فرما کر ''حسن ما احسن الوجوہ و اکبر الوقوہ شود'' ارشاد فرمایا ''جس میں اس بات کی صراحت ہے کہ مخدوم الآفاق حضرت نور العین کے بعد حضرت شاہ حسن درگاہ مخدومی کے متولی و سجادہ نشین ہوں گے۔

مولانا شاہ رفاقتی اس مقام پر رقمطراز ہیں

''حضرت شاہ حسن کی تعلیم و تربیت اور علم شریعت حضرت مخدوم نور العین کی حسن توجہ سے مکمل ہوئی اور حضرت نور العین نے حضرت شاہ حسن کی ہر وجہ اور ہر لحاظ سے اکبریت کا خاص خیال فرمایا اور اپنا خلیفہ کیا اور اپنے بعد سجادہ نشین بنایا اور آستانہ حضرت غوث العالم محبوب یزدانی کی خدمت اور جاروب کشی سپرد فرمائی اور صاحب گنجینۂ ظرائف مؤلف ظرائف بھی حضرت شاہ حسن خلف اکبر کی قائم مقامی اور سجادہ نشینی کا اقرار کیا ہے۔'' زاولاد حسن قائم مقامی برفت از سالہا چار صد چار'' (ص:۳۹)

عنوان کی مناسبت سے ''نقوش اشرفیہ'' کے مقدمہ سے بھی ذیل میں ایک اقتباس ذکر کیا جاتا ہے جس سے زیر بحث مسئلہ پر کافی روشنی پڑتی ہے یہ مقدمہ بھی ناچیز راقم الحروف کا لکھا ہوا ہے۔

''حضور مخدوم پاک نے اپنی حیات ظاہری میں اپنے بھانجے حاجی الحرمین حضرت سید عبدالرزاق نور العین کو اپنا خلیفہ مطلق اور جانشین نامزد فرمایا اور ان کو اور ان کے شاہزادوں کو دعا دیں اور تبرکات عنایت فرمائے نیز اولاد نور العین میں سے ہر ایک کے مراتب و درجات اور حقوق و مراعات کے لحاظ سے ایسے کلمات مبارکہ صادر فرمائے جو بعد میں ان کی اولاد کے حق میں من وعن پورے اترے اور سر مو فرق نہ آیا۔ چنانچہ حضرت سید عبدالرزاق نور العین مکمل چالیس سال تک جادۂ مخدوم

سمنانی پر مسند نشیں ہوکر تبلیغ دین اور رشد و ہدایت میں مصروف کار رہے ۔ آخری زندگی میں حضرت مخدوم پاک کے فرمان عالیشان ''حسن ما احسن الوجوہ واکبر الوقوہ'' کے موافق آپ نے اپنا قائم مقام جانشین و صاحب سجادہ آستانہ اشرفیہ اپنے خلف اکبر، خلیفہ اول حضرت مولانا سید شاہ ابومحمد حسن اشرف اشرفی جیلانی کو نامزد فرما کر واصل حق ہوئے۔

واضح رہے کہ حضرات اولاد نور العین کے تعلق سے حضور محبوب یزدانی کے فرمودات میں ''حسن احسن الوجوہ واکبر الوقوہ شود'' کا فرمان ایسا معتبر و مستند اور تاریخی جملہ ہے جس میں اصلاً کسی کو اختلاف نہیں جو لطائف اشرفی کے مطبوعہ، غیر مطبوعہ ملک و بیرون ملک میں قلمی وغیر قلمی پائے جانے والے تمام نسخوں میں بعینہٖ انہیں الفاظ کے ساتھ موجود ہے اس کے برخلاف بعض دوسرے شاہزادوں کے تعلق سے جو مخدومی فرمان ہے اس میں بہت حد تک اختلاف پایا جاتا ہے اس اختلاف کا سبب جو بھی ہو مرتب کی خطاء ونسیان، خواہ کاتب کی تساہلی ولا پرواہی یا بعد والوں کی اضافی والحاقی کارستانی مگر اس اختلافی عبارت نے اس کی استدلالی حیثیت کو کمزور کر دیا جو حصول مقصد و مرام کے لئے کبھی بھی قابل انتفاع نہیں ہوسکتا جب کہ حضرت محبوب یزدانی نے اپنے ارشاد ''حسن احسن الوجوہ واکبر الوقوہ شود'' والے جملے میں ''حضرت سید شاہ حسن اور ان کی اولادوں کے لئے ولایت و بزرگی اور تولیت وسجادگی پر مہر تصدیق ثبت فرما دیا ہے۔ کیوں کہ فرمان کے جزء اول ''احسن الوجوہ'' سے ان کی ولایت و بزرگی کی طرف اشارہ ہے اس لئے کہ ولی کی تعریف میں کہا گیا ہے کہ جس کا چہرہ مہرہ نورانی، درخشاں اور تاباں ہو اور ان کے روئے تاباں سے ایسے انوار وتجلیات کا ظہور ہورہا ہو کہ جس کو دیکھ کر قدرت خداوندی یاد آتی ہو چنانچہ ہر وہ شخص جس نے خانوادۂ اشرفیہ حسنیہ سرکارکلاں کے کسی بزرگ کی زیارت کی ہو وہ بحسن وخوبی جانتا ہے کہ یہ صفات ان میں بدرجہ اتم موجود ہوتی ہیں چنانچہ شارح بخاری صدر شعبۂ افتاء حضرت علامہ مفتی شریف الحق صاحب امجدی (علیہ الرحمہ) اپنے ایک مضمون میں اعلیٰ حضرت اشرفی میاں کے تعلق سے درج بالا حقیقت کا اظہار کرتے ہوئے رقمطراز ہیں ''حضرت کا حلیۂ جمال کا ہر نقش ونگار میرے دل و دماغ پر ثبت ہے سبحان اللہ وہ نورانی اور دلکش چہرہ جس پر فردوس کی بہاریں قربان اور کیوں نہ ہو کہ مجدد اعظم امام احمد رضا قدس سرہٗ نے ان کے بارے میں فرمایا

اشرفی اے اخت آئینہ حسن خوباں
اے نظر کردہ و پرورۂ سہ محبوباں

جس مجلس میں بیٹھتے ایسا محسوس ہوتا کہ ملأ قدس کا کوئی فرشتہ جلوہ گر ہے جو دیکھتا ہوش وخرد کھو بیٹھتا (ماہنامہ اشرفیہ کا صدر الشریعہ نمبر: ۵۸) مخدومی فرمان کا دوسرا جزء ''اکبر الوقوہ'' ہے مخدوم پاک کی اس سے مراد خادم آستانہ و سجادہ نشین درگاہ ہے کیوں کہ وقوہ و، ق، ہ،'' وقہ سے ماخوذ ہے جس کے معنی خدمت کرنے کے ہیں اسی لئے خادم کو واقہ کہتے ہیں چوں کہ یہ لفظ معنیٰ ومصداق کے اعتبار سے مشترک ہے اس لئے اس کے معنی کا تعین قرینہ ومضاف الیہ کے اعتبار سے ہوگا پس واقہ کی نسبت اگر گرجا وکلیسا کی طرف ہو تو پادری مراد ہوگا۔ مسجد و مدرسہ کی طرف ہو تو منتظم ومہتمم مراد ہوں گے اور اگر آستانہ وخانقاہ کی طرف اضافت ہوگی تو خادم آستانہ اور سجادہ نشین درگاہ ہوگا'' (منتہی الارب، المنجد و دیگر کتب لغات) اس لحاظ سے درگاہ شریف کی تولیت وسجادہ گی اولاد نور العین میں

سب سے بڑے فرزند حضرت شاہ حسن کے لئے آفتاب نیمروز کی طرح ثابت ہوجاتی ہے۔غرض مخدوم سمناں کا ارشاد ''حسن احسن الوجوہ واکبر الوقوہ شود'' خانوادۂ اشرفیہ حسنیہ سرکار کلاں کی ولایت و بزرگی اور تولیت وسجادگی پر ایک ایسا تاریخی دستاویز اور تاکیدی وثیقہ ہے جس سے انکار کی کوئی گنجائش نہیں اس سے انحراف وروگردانی میں مخدوم پاک کے فرمان کی بے توقیری اور انصاف دیانت کا خون کرنا ہے'' (نقوش اشرفیہ ۱۰۔۱۲)

رہے ماضی قریب کے بعض مصنفین کی خامہ فرسائی کہ حضرت عبدالرزاق نور العین نے اپنے چھوٹے صاحبزادہ حضرت حسین کو اپنی نیابت وخلافت اور سجادگی عطا فرمائی تھی جیسا کہ صاحب مرأۃ الاسرار حضرت عبدالرحمٰن چشتی کا رجحان ہے پس اس کا محقق جواب باصواب علامہ شاہ محمود احمد رفاقتی نے بایں الفاظ رقم فرمایا ہے۔

''مولانا شیخ عبدالرحمٰن چشتی امیٹھوی متوفی ۱۰۹۴ء نے کچھوچھہ مقدسہ میں حاضری کے تقریباً دس برس بعد ۱۰۴۵ھ میں مرأۃ الاسرار کی تصنیف شروع کی اور بقول ان کے عہد شاہجہانی میں تکمیل کی بلکہ صحیح تر یہ ہے کہ اپنی آخری زندگی تک اس میں اضافے کئے، اس کتاب میں پہلی بار حضرت شاہ حسین کی سجادگی کا ذکر کیا مرأۃ الاسرار کی روایت جب عام ہوئی تو اس زمانہ کے اکابر نے اس کی تغلیط کی حضرت شاہ کرم اللہ احمد جائسی کے مرید وخلیفہ مولانا شاہ محمد صالح رودولی شریف نے ''خلافت نامہ اشرفیہ'' لکھا اور تحریر فرمایا۔

''چنانچہ حضرت نور العین وقت وفات خلافت و جاروب کشی بخلف اکبر سپرد کردند، سید حسین را بجونپور، و سید احمد را بجائس، سید فرید را بردولی فرستادہ وصیت بجا آوردند'' (حیات مخدوم الاولیاء ۳۹۔۴۰)

میں نے نقوش اشرفیہ کے مقدمہ میں حضرت مولانا عبدالرحمٰن چشتی وغیرہ کے خیالات پر درج ذیل معارضہ قائم کیا تھا کہ ''صاحب مرأۃ الاسرار اور بحر ذخار کے یکطرفہ رجحانات'' حضرت مخدوم سمناں کے فرمان ''اکبر الوقوہ'' کے بالمقابل اور قدیم دستور خانقاہ کے برخلاف مطلقاً حجت نہیں ہوسکتے۔ اس لئے کہ ان مؤرخین کا ماخذ وہ لطائف اشرفی ہے۔جس میں حضرت شاہ حسین خلف اصغر کے لئے ''قائم مقام ماباشد'' والا جملہ من گھڑت اضافہ ہے بلکہ فہم وادراک سے ماوراء اور عقل وقیاس سے بھی بالاتر ہے کیوں کہ مخدوم پاک کا حضرت نور العین کو اپنا جانشین وقائم مقام نامزد کرنا پھر ان کی موجودگی میں ان کے کسی صاحبزادہ کو اپنا قائم مقام کہنا یہ بات کسی طرح قرین قیاس نہیں ورنہ پھر حضرت نور العین کی سجادگی کی نامزدگی اور تولیت کی سپردگی ایک قضیہ بے معنیٰ ہوکر رہ جائے گا حالاں کہ ہم ثابت کر آئے ہیں کہ بہت ساری مطبوعہ وغیر مطبوعہ لطائف اشرفی میں حضرت سید شاہ حسن کے علاوہ کسی دوسرے کے لئے انحصار نیابت تو درکنار مطلقاً نیابت کا بھی ذکر نہیں ملتا حتیٰ کہ شاخ حسینی کے ایک بزرگ سید محمد بن شیخ جعفر کی تحریر کردہ لطائف اشرفی قلمی کا فوٹو اسٹیٹ نسخہ جو دبئی سے آکر مختار اشرف لائبریری میں موجود ہے اس میں بھی ''حسن احسن الوجوہ واکبر الوقوہ شود'' کے علاوہ کسی دوسرے کے لئے نیابت کا ذکر نہیں، نہ ہی اس میں کسی صاحبزادے کے لئے ''قائم مقام ما باشد'' کا اضافہ ہی ہے لہٰذا یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ ان مؤرخین کی یہ تاریخی غلطی ممکن ہے شاخ شاہ حسن سے ان کی عدم واقفیت اور شاخ حسین سے لگاؤ اور حسن عقیدت کے سبب ان سے سرزد ہوگئی۔ (نقوش اشرفیہ: ۱۵۔۱۶)

غرضیکہ بموجب فرمان عالیشان مخدوم شاہ سمناں حضرت مخدوم الآفاق عبدالرزاق نور العین نے اپنے خلف اکبر حضرت شاہ حسن کو اپنا جانشیں اور اپنے بعد سجادہ نشیں درگاہ نامزد فرمایا حضرت شاہ حسن تقریباً پچاس سال تک مسند نشیں جادۂ اشرف السمنانی رہے اور مخدومی فیوض و برکات سے خلق خدا کو فیض پہنچاتے رہے بالآخر ۸۹۸ھ میں آپ کا وصال پر ملال ہوا آپ کی قبر شریف روضہ مخدوم پاک کے بائیں جانب زیر قدم واقع ہے آپ کی تاریخ وفات (سید حسن سجادہ نشیں اکبر ۸۹۸ھ) ہے جو آپ کی قبر مبارک کے کتبہ میں درج تھا میرے دوران قیام جامع اشرف یہ کتبہ راتوں رات غائب ہوگیا۔ کسی اہل حق نے مبنی بر حقائق یہ اشعار کہے ہیں۔

خلف اکبر حسن کا لکھوں سلسلہ ضرور
جیسا کہ آج تک میں وہ پایا کیا ظہور
مسند نشین وہ صاحب خرقہ تھے اہل نور
بالائے روضہ ہیں صف اول میں جو قبور

(مخدوم الاولیاء صفحہ ۴۱)

حضرت شاہ حسن سجادہ نشین سرکار کلاں نے مخدوم پاک کے فرمان بلاغت نظام ''اکبر الوقوہ'' کے مطابق آستانہ اشرفیہ کی تولیت و سجادگی کا اعزازی منصب اپنے بعد اپنے مرید وخلیفہ پر تو مخدوم سمناں حضرت مولانا شاہ سید محمد اشرف قدس سرہٗ سجادہ نشین سرکار کلاں کو سونپا، انہوں نے اپنے مرید وخلیفہ مولانا سید شاہ محمد سجادہ نشین سرکار کلاں کو، انہوں نے اپنے مرید وخلیفہ مولانا سید شاہ حسین ثانی سجادہ نشین سرکار کلاں کو، انہوں نے اپنے مرید وخلیفہ مولانا سید شاہ عبدالرسول سجادہ نشین سرکار کلاں کو انہوں نے اپنے مرید وخلیفہ مولانا سید شاہ نوراللہ سجادہ نشین سرکار کلاں کو، انہوں نے اپنے مرید وخلیفہ مولانا سید شاہ ہدایت اللہ سجادہ نشین سرکار کلاں کو انہوں نے حضرت مولانا سید شاہ عنایت اللہ قدس سرہٗ سجادہ نشین سرکار کلاں کو، انہوں نے حضرت مولانا سید شاہ نذر اشرف سجادہ نشین سرکار کلاں کو تولیت وسجادگی کے عظیم منصب پر فائز المرام فرمایا۔

واضح رہے کہ یہ نو سجادہ نشیناں سرکار ان کلاں ہیں جن کے قبور مبارکہ حضرت غوث العالم مخدوم سمنانی قدس سرہ النورانی کے روضہ منورہ کے باہری حظیرہ میں صف اول میں زیارت گاہ خاص وعام ہیں۔

حضرت سید شاہ نذر اشرف سجادہ نشین سرکار کلاں نے اپنے مرید وخلیفہ مولانا سید شاہ نواز اشرف سجادہ نشیں سرکار کلاں کو انہوں نے اپنے مرید وخلیفہ مولانا سید شاہ صفت اشرف سجادہ نشیں سرکار کلاں کو، انہوں نے اپنے مرید وخلیفہ سید شاہ قلندر بخش سجادہ نشین سرکار کلاں کو اور انہوں نے اپنے مرید وخلیفہ حضرت سید شاہ منصب علی سجادہ نشیں سرکار کلاں کو خلافت وتولیت اور سجادگی عطا فرمائی۔ حضرت سید شاہ منصب علی سجادہ نشین سرکار کلاں علیہ الرحمہ نے اپنے برادر زادہ، اشرف الاولیاء، صاحب قوت قدسیہ حضرت مولانا الحاج سید شاہ اشرف حسین قدس سرہٗ کو اپنے بعد حضرت مخدوم پاک غوث العالم محبوب یزدانی کی جانشینی اور سرکار کلاں کی سجادہ نشینی کا منصب ۲۹ محرم الحرام ۱۲۸۵ھ میں تفویض فرما کر تحریری سند عطا فرمائی، سرکار ثانی کے ممتاز بزرگ حضرت سید شاہ غفور اشرف علیہ الرحمہ نے اپنی محققانہ تصنیف تحائف اشرفیہ میں اس سند کو نقل فرمایا ہے۔

''سند سجادگی''

الحمد اللہ رب العلمین والعاقبة للمتقین والسلام علی رسوله محمد واله

وصحبه اجمعین.

امابعد: فقیر حقیر سید منصب علی با جازت وخلافت پدر خود سید قلندعلی سجادہ نشین مرید وخلیفہ سید شاہ صفت اشرف سجادہ نشین، مرید وخلیفہ سید شاہ محمد نواز سجادہ نشین، مرید وخلیفہ برادر یک جدی سید شاہ نذر اشرف سجادہ نشین، مرید وخلیفہ سید شاہ عنایت اللہ سجادہ نشین، مرید وخلیفہ سید شاہ ہدایت اللہ سجادہ نشین مرید وخلیفہ سید شاہ نور اللہ سجادہ نشین مرید وخلیفہ سید شاہ عبدالرسول سجادہ نشیں، مرید و خلیفہ حضرت سید شاہ محمد سجادہ نشین، مرید وخلیفہ سید شاہ محمد اشرف شہید سجادہ نشین، مرید وخلیفہ حضرت سید شاہ حسن شریف سجادہ نشین، مرید وخلیفہ حاجی الحرمین سید شاہ عبد الرزاق نور العین سجادہ نشین وہمشیرہ زادہ مخدوم سلطان سید اشرف جہانگیر قدس سرہٗ (تا جناب رسالت مآب احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم)

چنانچہ فقیر راازوالد ماجد اجازت وخلافت اشرفیہ نظامیہ، قادریہ سہروردیہ، نقشبندیہ حاصل است ہم چناں برخوردار قرۃ العین سید اشرف حسین مدعمرہ اجازت دارم و خلیفہ نمودم وسجادہ نشیں ساختم۔ کتبہ سید منصب علی غفر اللہ ذنوبہ (۲۹محرم الحرام ۱۲۸۵ھ)

اشرف الاولیاء حضرت شاہ اشرف حسین سجادہ نشین سرکار کلاں علیہ الرحمہ نے اپنے برادر خورد حضرت شاہ علی حسین کے چہرۂ زیبا پر ولایت و بزرگی کے آثار و برکات دیکھ کر آپ کی طرف نگاہ التفات فرمائی اور ۱۲۸۲ھ میں آپ کو بیعت طریقت میں لے کر اجازت و خلافت عطا فرمائی ۔ پھر ۳ ربیع الاول ۱۲۸۶ھ مطابق ۱۴ جون ۱۸۶۱ء کو مخدوم سلطان سید اشرف جہانگیر سمنانی کی سجادگی کا منصب عطا فرما دیا۔

قطب ربانی اعلیٰ حضرت اشرفی میاں سجادہ نشین سرکار کلاں نے مخدوم پاک کی جانشینی کا حق ادا کر دیا چنانچہ قطب ربانی اعلیٰ حضرت اشرفی میاں نے اپنے دور سجادگی میں دین وسنیت کی تبلیغ و اشاعت ، رشد و ہدایت اور علم وادب کی خدمت میں وہ کارہائے نمایاں انجام دیے کہ خانوادۂ اشرفیہ کی تاریخ میں ایسی مثال نہیں ملتی۔ مشرق ومغرب اور عرب وعجم کے آباد خطوں کو آپ نے سلسلہ اشرفیہ کی نورانی شعاعوں سے منور فرمایا۔ اس لیے آپ کو سلسلہ اشرفیہ کا مجدد اعظم کہا جاتا ہے۔ اہل علم و دانش نے آپ کو خانوادۂ اشرفیہ کا عمر بن عبدالعزیز ، اہل عشق ومحبت نے پروردۂ سہ محبوباں اور اہل بصیرت نے روئے زمین کا محبوب چہارم کہا ہے۔ قطب ربانی شبیہ غوث اعظم جیلانی اعلیٰ حضرت اشرفی میاں علیہ الرحمہ نے پہلے اپنے فرزند اکبر واعظ لاثانی عالم ربانی حضرت مولانا سید احمد اشرف کو اپنا ولیعہد و جانشین نامزد فرمایا تھا مگر حضرت عالم ربانی کی عمر نے وفا نہ کی چنانچہ آپ نے اپنے والد بزرگوار قطب ربانی اعلیٰ حضرت اشرفی میاں کی حیات میں ہی بمرض اسہال بحالت سجدہ شہادت پائی اس لئے قطب ربانی اعلیٰ حضرت اشرفی میاں نے اپنے فرزند کے فرزند نبیرۂ دلبند حضرت مولانا سید شاہ محمد مختار اشرف اشرفی جیلانی کو اپنا ولیعہد و جانشین اور اپنے بعد مسند نشیں جادۂ اشرف السمنانی منتخب فرمایا۔

اعلان و فرمان جانشینی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم !

زلاف حمد ونعت اولی برکت برخاک ادب خفتن سجود ناتواں کردن وردے می تواں گفتن "فقیر سید ابو احمد محمد علی حسین اشرفی جیلانی سجادہ نشین درگاہ روح آباد کچھوچھہ شریف ضلع فیض آباد اپنے تمام فرزندان، خاندان وبرادران ایمانی مریدان ومتوسلان سلسلۂ اشرفیہ وعقیدت مندان

آستانہ شکر فیہ کو آگاہ کرتا ہے کہ اس فقیر نے پہلے اپنے فرزند مطلق وخلیفۂ برحق عالم ربانی، واعظ لاثانی مولانا ابوالمحمود سید احمد اشرف رحمۃ اللہ علیہ کو اپنا ولیعہد اور اپنے بعد سجادہ نشین جادۂ اشرف السمنانی مقرر کیا تھا۔ چنانچہ ۱۳۲۹ھ کو جب فقیر نے تیسرا حج کیا تو طائف شریف، مدینہ منورہ، بیت المقدس اور دوسرے عتبات عالیہ، کربلائے معلیٰ، نجف اشرف، کاظمین شریفین، غار سرمن راء، بغداد شریف، حامہ شریف، حمص شریف وغیرہ کی زیارت کی اور تاریخ عرس حضرت محبوب یزدانی نور بخشی سامانی قدس سرہ میں کچھوچھہ شریف نہیں پہنچ سکا، تو اپنے فرزند موصوف کو سجادہ نشین کے مراسم ادا کرنے کا اپنے بجائے حکم بھیج دیا۔ جس کو انہوں نے بکمال حسن وخوبی مثل میرے انجام دیا، مہمانوں کی پوری خدمت کی اور بکمال ادب مرشد بجائے خرقہ پوشی کرنے کے اس کی زیارت کرادی، زندگی بھر میری خدمت کرتے رہے اور میری ہر بات کو مقدم رکھا، جب فرزند ممدوح نے ۱۵ ربیع الآخر ۱۳۴۷ھ کو بعارضہ اسہال و طاعون حالت نماز میں شہادت پائی تو ان کی مجلس چہلم میں بموجودگی خاندان و مریدان و خلفاء مثل میرے خلیفۂ برحق سید غلام بھیک نیرنگ المخاطب بہ فقیر اللہ شاہ از اولاد ابوالحسن سدا بہار و حاجی معز الدین رئیس ابراہیم پور، و نذیر حسین رئیس اگر پور (بھاگل پور) از شیوخ جونپوری اور تمام ہندوستان سے محبان سلسلہ جو آئے تھے سب کے سامنے فقیر نے اپنے فرزند کے فرزند اپنے پوتے اور دلبند سید محمد مختار اشرف عرف محمد میاں سلمہ کو اپنا مرید کر کے اپنا ولی عہد بنایا اور سب حاضرین نے بکمال احترام ان سے مصافحہ کیا اور ان کے علم وعمل وعمر و اقبال کے لئے دعاء کی گئی ، اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اب ان کی دستار بندی ہو چکی ہے اور تمام علوم معقول ومنقول، تفسیر وحدیث وفقہ ومعانی و تصوف کو بکمال جانفشانی جامعہ اشرفیہ (جو اس فقیر کا بنایا ہوا دارالعلوم ہے) سے حاصل کی اور فقیر نے اپنی آرزو کے موافق ان کو دیکھ لیا اور اپنا سچا ولی عہد پایا اب اشارۂ غیبی سے اس فرمان واعلان کے ذریعہ سب کو آگاہ کرتا ہوں کہ نور نظر م و عصائے پیرم مولانا سید شاہ محمد مختار اشرف اشرفی جیلانی زاد اللہ علمہٗ وعرفانہٗ میرے بعد سجادہ نشین جادۂ اشرف السمنانی خاندان حسنی سرکار کلاں کے ہیں جو مثل میرے تمام مراسم عرس شریف ۲۶ محرم نماز مغرب سے ۲۹ محرم تک ادا کرتے رہیں گے مہمانوں کی بکمال کشادہ پیشانی خدمت کریں گے اور ۲۸ محرم کو حسب معمول فقیر، عرس حضرت مخدوم اشرف تارک السلطنت محبوب یزدانی قدس سرہٗ کا کریں گے کہ تاریخ وصال ۲۸ محرم ۸۰۸ھ ہے۔

میرے تمام فرزندان خاندانی ان کی اطاعت کریں اور مدد کرتے رہیں اور میرے مریدان ان کو اپنا مرشد جانیں، اللہ تعالیٰ میرے فرزند و جانشین کو عارف کامل ولی صاحب دل بنائے آمین۔ (آئینہ اشرفی، مخدوم الاولیاء)

قطب ربانی اعلیٰ حضرت اشرفی میاں علیہ الرحمہ نے مخدوم المشائخ سرکار کلاں علیہ الرحمہ کے بارے میں جو دعاء فرمائی کہ ''اللہ تعالیٰ میرے فرزند و جانشین کو عارف کامل ولی اور صاحب دل بنائے وہ دعاء شرف قبولیت کو پہنچی کہ یقیناً مخدوم المشائخ ولایت و بزرگی اور کشف و کرامات کے آفتاب تھے، قد وقامت کی موزونیت، چہرۂ زیبا کی نورانیت، اخلاق و کردار کی پاکیزگی، عفت و پاکدامنی، حیا و وفا، دنیا سے کنارہ کشی وغیرہ تمام اوصاف و کمالات بدرجہ اتم موجود تھے۔ ایک عالم آپ کے دامن کرم سے وابستہ ہے۔ جو دیکھتا دیکھتا رہ جاتا۔ آپ کی صحبت بابرکت سے اٹھنے کو جی نہ چاہتا، مجلس میں کبھی دنیاداری کی باتیں سننے کو نہ ملیں۔ ہمیشہ مسائل شرعیہ کا بیان، بزرگوں کے واقعات اور علمی نکات اور آخرت بینی

سے بزم نورلبریز رہتا۔تقریباً ۶۲ سال غوث العالم مخدوم سمنانی کے سجادہ نشین کی حیثیت سے مسند نشیں جادۂ اشرف السمنانی رہے۔مراسم عرس مخدومی ادا کرتے رہے اور ہندو پاک بنگلہ دیش وسری لنکا وغیرہا ملک بیرون ملک میں مخدوم سمناں کے سلسلہ کی اشاعت کرتے رہے۔

حضور محدث اعظم ہند کچھوچھوی علیہ الرحمہ نے اعلیٰ حضرت اشرفی میاں اور مخدوم المشائخ سرکار کلاں علیہما الرحمہ کی قرار واقعی عظمتوں کا اظہار مندرجہ ذیل اشعار میں کیا ہے یہ اشعار کتبہ میں خانقاہ اشرفیہ کی مغربی جانب امام معقولات حضرت مولانا محمد سلیمان صاحب اشرفی علیہ الرحمہ کے نام سے آویزاں ہے۔

بنازم گرتو بر فرقم نشینی
بنازد بر تو سجادہ نشینی
بس ہم چناں اے سید مختار اشرفی
اجماع کردہ اند ہمہ صاحب نظر
درآل اشرف اشرفی گشتہ بزرگ تر
بعد اشرفی بزرگ توئی قصہ مختصر

مخدوم المشائخ سجادہ نشین سرکار کلاں نے اپنے دور سجادگی کے تقریباً بارہ سال کے بعد پیشر وسجادہ نشینان اور دستور خانقاہی کے مطابق اپنے خلف اکبر حضرت علامہ ومولانا الحاج سید شاہ محمد اظہار اشرف رحمۃ اللہ علیہ کو اپنا جانشین وولیعہد اور اپنے بعد درگاہ مخدومی کا سجادہ نشین نامزد فرمایا اور ۱امارچ ۱۹۵۱ء کو شیخ اعظم کی ولیعہدی وجانشینی کو حیطۂ تحریر میں لاکر مستحکم فرمادیا۔

حضرت مخدوم المشائخ نے جس دستاویز پر حضرت شیخ اعظم کی ولیعہدی وجانشینی اور بعد کی سجادہ نشینی ارقام فرمایا تھا۔اس کی تلخیص نذر قارئین ہے۔

''من مقر سید محمد مختار اشرف عرف محمد میاں ولد حضرت مولانا سید شاہ احمد اشرف صاحب رحمۃ اللہ علیہ ساکن اشرف پور کچھوچھہ پرگنہ تحصیل ٹانڈہ ضلع فیض آباد کا ہوں چوں کہ بعد وفات وبہ قائم مقامی اپنے جد امجد اعلیٰ حضرت سید شاہ ابو احمد علی حسین صاحب اشرفی جیلانی سجادہ نشین آستانہ عالیہ اشرفیہ ومتولی خانقاہ اشرفی حسنی سرکار کلاں واقع موضع رسولپور درگاہ۔کی اجازت وصیت واستخلاف سے اون کے بجائے سجادہ نشین آستانہ مذکور ومتولی خانقاہ وتبرکات وجائداد موقوفہ کا ہوں اور بارہ سال سے زیادہ مدت سے تمام فرائض وخدمات سجادہ نشینی وعہدۂ متولی مفوضہ کو انجام دے رہا ہوں چوں کہ حیات مستعار کا کوئی اعتبار نہیں اور نیز میری خواہش ہے کہ میرے بعد کسی عہد میں بھی دربار سجادہ نشینی وتولیت کوئی نزاع میری اولاد وورثاء وقائم مقاماں واعزاء وغیرہ میں نہ ہو اور نیز میں یہ بھی چاہتا ہوں کہ میں بخیال رفع نزاع آئندہ جملہ تبرکات وجائداد موقوفہ کو جو میرے قبضہ میں بحیثیت سجادہ نشین ومتولی خانقاہ موقوفہ ہیں با تفصیل بذریعہ تحریر اظہار واعلان کردوں اور نیز اپنے قائم مقام سجادہ نشین ومتولی سجادہ نشین وجانشین کو نامزد کردوں۔لہٰذا میں نے بخوبی غور وفکر کر کے بدرستی ہوش وحواس خمسہ بلا کسی ترغیب وداب ناجائز کے دستاویز ہذا، بغرض تکمیل اغراض ومقاصد مذکورہ بالا تحریر کیا ہے اور منمقر وورثاء وقائم مقامان وجانشینا ن من مقر شرائط مندرجہ ذیل کے پابند ہیں وہمیشہ رہیں گے ..... من مقر نے اپنے فرزند اکبر سید شاہ ''اظہار اشرف'' کو بموجب قاعدہ مشائخ کرام اپنا مرید کیا ہے اور بحمد اللہ فرزند موصوف نہایت سعید متدین وہونہار ہیں اور پابند اصول وعقائد مذہب حقہ ہیں اور مجھے کامل اعتماد وبھروسہ ہے کہ وہ جملہ خدمات وفرائض سجادہ نشینی وتولیت کو بحسن

وخوبی انجام دیں گے انشاء اللہ تعالیٰ چنانچہ منمقر نے فرزند موصوف کو اپنے بعد کی سجادہ نشینی وتولیت کے لئے منتخب ونامزد کردیا ہے وولیعہد سجادہ مقرر کردیا ہے، بعد ممات من مقر وسجادہ نشین ومتولی خانقاہ وجائداد موقوفہ مذکورہ ہوکر خدمات مفوضہ میرے ونیز میرے مشائخ کرام کے طریقہ کے بموجب تاحیات خود انجام دیں گے سید مختار اشرف سجادہ نشین''۳۱ مارچ ۱۹۵۱ء

پس ۱۹۵۱ء سے ۱۹۹۶ء تقریباً ۴۵ سال تک شیخ اعظم منصب ولیعہدی پر فائز رہے۔ اس طویل ترین مدت ولیعہدی میں حضرت شیخ اعظم نے خانقاہ کی تعمیر وترقی اور سلسلہ عالیہ اشرفیہ کی تبلیغ واشاعت میں زبردست محنت فرمائی بلکہ خانقاہ کی تمام تر ذمہ داریوں کو اپنے سر لے لیا اور مخدوم المشائخ سجادہ نشین سرکار کلاں کو خانقاہ کی ذمہ داریوں سے بے نیاز کردیا، اس لئے مخدوم المشائخ بڑے اطمینان کے ساتھ خانقاہ کی طرف سے بے فکر ہوکر بحیثیت شیخ طریقت جہاں گردی فرماتے رہے اور اہل طلب کو فیض رسانی کرتے رہے جب حضور مخدوم المشائخ ۹ رجب ۱۴۱۷ھ داعی اجل کو لبیک کہا تو آپ کے عرس چہلم کے موقع پر حسب ارشاد وانتخاب سرکار کلاں ۲۱ شعبان المعظم ۱۴۱۷ھ مطابق ۲ جنوری ۱۹۹۷ء، ہزاروں علماء، مشائخ اور لاکھوں مریدین ومعتقدین کی موجودگی میں شیخ اعظم، جادۂ اشرف السمنانی کی مسند سجادگی پر متمکن ہوئے۔اس تقریب سعید میں تمام علماء ومشائخ اور سادات کچھوچھہ مقدسہ نے بالاتفاق آپ کو سجادہ نشین آستانہ اشرفیہ ومتولی خانقاہ اشرفیہ حسنیہ سرکار کلاں نہ یہ کہ تسلیم وقبول کیا بلکہ محضر نامہ پر دستخط فرما کر مہر تصدیق وتائید ثبت فرمادیں۔ شیخ اعظم کے محضر نامہ سجادگی میں جو مضمون مرقوم ہے اس کو خانوادہ اشرفیہ کی جلیل القدر شخصیت اشرف الاولیاء حضور سید مجتبیٰ اشرف اشرفی جیلانی قدس سرہ النورانی نے مجھ ناچیز راقم الحروف سے تیار کروایا تھا وہ عبارت یہ ہے۔

''حسب دستور قدیم خانقاہ اشرفیہ حسنیہ سرکار کلاں کچھوچھہ مقدسہ مخدوم المشائخ ام اہل سنت اعلیٰ حضرت ابوالمسعود سید شاہ محمد مختار اشرف الاشرفی الجیلانی رضی اللہ عنہ کے چہلم شریف کی روحانی مجلس کے موقع پر ان کے ولیعہد سجادہ وخلف اکبر شیخ اعظم مولانا سید شاہ محمد اظہار اشرف الاشرفی الجیلانی کی رسم دستار بندی اور اعلان سجادہ نشینی، جملہ مشائخ طریقت، علمائے اہلسنت، سجادگان خانقاہ اور تمام اصاغرین واکابرین خانوادۂ اشرفیہ کی موجودگی میں ہوا حضور شیخ اعظم مولانا سید اظہار اشرف مدظلہ کا انتخاب حضور سرکار کلاں سجادہ نشین علیہ الرحمہ کی تصریحات اور اس کے مرتب کردہ دستور وقوانین سجادہ نشینی کے مطابق عمل میں آیا ہم تمام حاضرین مجلس ولیعہد شیخ اعظم کو آج سے آستانہ عالیہ خانقاہ اشرفیہ حسنیہ سرکار کلاں کا سجادہ نشین سرکار کلاں برضا ورغبت قبول کرتے ہیں اور ہندو بیرون ہند سے آئے ہوئے جملہ مریدین، معتقدین ومتوسلین اور برادران اہل سنت کو عموماً اور جمیع اہل خاندان اشرفیہ کو خصوصاً آگاہ کرتے ہیں کہ آج کے دن سے حضور شیخ اعظم سجادہ مخدومی کے سجادہ نشین ہیں اور سابق سجادہ نشین کی طرح عرس مخدومی کے جملہ امور ومراسم ادا کرتے رہیں گے۔

دستخط اکابر خانوادۂ اشرفیہ

دستخط حاضرین مشائخ وسجادگان

دستخط علمائے کرام

محضر نامہ سجادگی میں دستخط کنندگان کی فہرست طویل ہے ان میں چند مشہور ومعروف شخصیتوں کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔

مجاہد دوراں حضرت علامہ سید مظفر حسین صاحب علیہ الرحمہ (ایم پی) اشرف الاولیاء حضرت علامہ سید مجتبیٰ اشرف، نبیرۂ اعلیٰ حضرت اشرفی میاں، جانشین محدث اعظم ہند شیخ الاسلام حضرت علامہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی، غازی ملت حضرت علامہ سید ہاشمی اشرفی جیلانی، مفکر ملت سید مثنّیٰ انور صاحب، قطب العلماء حضرت مولانا سید حکیم قطب الدین اشرف صاحب، اشرف الحکماء حضرت سید حکیم احمد کوثر اشرفی جیلانی، حضرت علامہ سید نعیم اشرف اشرفی جیلانی سجادہ نشین خانقاہ اشرفیہ جائس، حضرت علامہ سید کلیم اشرف جائسی، اشرف الصوفیاء حضرت سید احمد اشرف و انوار المشائخ حضرت علامہ سید انوار اشرف اشرفی جیلانی وغیرہم۔ دیگر مشائخ وسجادگان میں حضرت علامہ سید محمد یحییٰ میاں قادری برکاتی سجادہ نشین خانقاہ عالیہ برکاتیہ مارہرہ شریف، خطیب شہیر حضرت علامہ سید شاہ اشتیاق عالم صاحب شہبازی ولیعہد سجادہ نشین خانقاہ شہبازیہ ملا چک بھاگلپور، حضرت علامہ سید محمد مہدی میاں چشتی اشرفی گدی نشین آستانہ غریب نواز اجمیر شریف، حضرت علامہ سید رکن الدین اصدق سجادہ نشین آستانہ چشتی چمن نالندہ، حضرت علامہ سید عبدالرب چاند بابو سجادہ نشین آستانہ مخدومیہ سجانیہ بل ہری شریف فیض آباد، حضرت سید قیام الدین صاحب سجادہ نشین آستانہ عظمتیہ پورنیہ، حضرت حاجی شیخ محمد عبداللہ صاحب سجادہ نشین آستانہ عارف باللہ حضرت لعل محمد شاہ چشتی و غیرہم اور علماء کرام میں حضرت علامہ مفتی غلام مجتبیٰ صاحب اشرفی، حضرت علامہ مفتی طریق اللہ صاحب نعیمی، حضرت علامہ مفتی زین الدین صاحب نعیمی، حضرت مولانا یامین صاحب نعیمی اشرفی، حضرت علامہ فیض الرحمٰن صاحب اشرفی، مولانا انتخاب قدیری صاحب اشرفی، مبلغ اسلام حضرت علامہ شاہد رضا صاحب نعیمی لندن، حضرت علامہ اسرار الحق صاحب اشرفی ہالینڈ اور حضرت علامہ سید شمس الضحیٰ صاحب اشرفی بلیک برن شریک اجلاس تھے۔

ان میں بہت سے علماء و مشائخ اور سجادگان نے اپنے اپنے قیمتی تاثرات پیش فرمائے تھے جو آج تک تقریب رسم سجادگی حضور شیخ اعظم کے ریکارڈ میں محفوظ ہے۔ حضرت علامہ سید محمد یحییٰ میاں برکاتی سجادہ نشین خانقاہ برکاتیہ نے اپنے تاثرات میں فرمایا تھا کہ شیخ اعظم حضرت علامہ سید محمد اظہار اشرف اشرفی الجیلانی کے پرنور چہرہ میں قطب ربانی اعلیٰ حضرت اشرفی میاں قدس سرہ النورانی کا عکس جمیل نظر آتا ہے اگر اظہار میاں صاحب کا قطرۂ خون اور میرا قطرۂ خون لے کر کسی لیباٹری میں لے جا کر جانچ کرایا جائے تو دونوں کی گروپنگ یکساں ہوگی جس سے اس حقیقت کی تائید ہوجائے گی کہ ہم دونوں حسنی وحسینی سادات سے ہیں۔ الحمدللہ علیٰ ذٰلک۔

حضور شیخ اعظم تقریباً ۱۶ برس مسند سجادگی پر فائز رہے، مسند سجادگی کو آپ نے اس وقت رونق بخشی جب جسمانی طاقت جواب دے چکی تھی، ضعف ونقاہت اور امراض کا شدید غلبہ تھا، قدم سے چلنا بھی دوبھر ہوگیا تھا مگر اس مرد آہن کے عزم وحوصلہ میں ذرہ برابر کمی نہ آئی تھی جب کہ ذمہ داریاں پہلے سے کہیں زیادہ بڑھ گئیں تھیں۔ پھر بھی اس پیرانی سالی میں، امراض ونقاہت کا مقابلہ کرتے ہوئے ملک وبیرون ملک کا سفر کرتے رہے۔ خانقاہ و مدرسہ کی روز بروز ترقیاں ہوتی رہیں، خانقاہ کے تین منزلہ عمارت کے لاتعداد کمرے، جامع اشرف کی نئی بلڈنگ، مختار اشرف لائبریری کا قیام قطب ربانی اعلیٰ حضرت اشرفی کے مزار پرانوار اور مخدوم المشائخ سرکار کلاں سجادہ نشین

آستانہ اشرفیہ کے مزار کی توسیع اور از سرِنو، جدید طرز کی تعمیر آپ کی دور سجادگی کے ایسے حسین کارنامے اور عظیم یادگار ہیں کہ تعمیرات کے اعتبار سے آپ کے دور کو خانوادۂ اشرفیہ کا دور شاہجہانی کہا جاتا ہے۔

روز بروز زائرین و مریدین کی بڑھتی تعداد کے اعتبار سے ان کے قیام و طعام کا حسن انتظام اور تزک و احتشام کے ساتھ مراسم عرس مخدومی کی ادائیگی میں آخر عمر تک سرگرم عمل رہے۔ خانقاہ کی تعمیر و ترقی اور عرس مخدوم اشرف سمنانی میں استحکام لانے کے لئے شیخ اعظم نے عہدۂ سجادہ گی سنبھالتے ہی، حضور مخدوم المشائخ سجادہ نشین سرکار کلاں کے مرتب کردہ دستور سجادگی کے بموجب اپنے خلف اکبر فرزند ارجمند حضرت مولانا سید محمود اشرف اشرفی جیلانی کو اپنا جانشین و ولیعہد اور اپنے بعد درگاہ مخدومی کا سجادہ نشیں سرکار کلاں نامزد کر دیا تھا۔ چنانچہ حسب وصیت و انتخاب سولہ سال تک حضرت قائد ملت ولیعہد سجادہ نشین رہے اور اب جب شیخ اعظم اس دار فانی سے دار البقاء کو رخصت ہو چکے تو آپ خانقاہ اشرفیہ و آستانہ عالیہ اشرفیہ حسنیہ سرکار کلاں کچھوچھہ شریف کے سجادہ نشین سرکار کلاں کے منصب جلیل پر فائز ہوئے ۱۰ ر جب المرجب ۱۴۳۳ھ مطابق ۳۰ مئی بروز جمعہ، اکابر خانوادۂ اشرفیہ اور ملک بیرون ملک سے آئے علماء و مشائخ اور سجادگان کی جھرمٹ میں آپ کی دستار سجادگی کی رسم ہونے جارہی ہے حضرت قائد ملت سجادہ نشین کو عمر حضر عطائے آمین۔

الختصر شیخ اعظم حضرت علامہ الشاہ سید اظہار اشرف کا دور سجادگی حسنی سجادگان سرکار کلاں کا دور علم و ادب کی خدمات اور تبلیغ و ارشاد کے اعتبار سے زرین دور کہلاتا ہے۔ جو آپ کی شب و روز محنتوں کا نتیجہ ہیں گو کہ آپ ہم سے رخصت ہوگئے مگر مسجد و مدرسہ اور خانقاہ کی اینٹ اینٹ ہمیشہ آپ کی عظمت کا خطبہ پڑھتی رہے گی حضرت شیخ اعظم نے اپنے مابعد سجادگان و دیگر خانقاہوں کے مشائخ کو جاتے جاتے یہ درس دے گئے۔

نکل کر خانقاہوں سے ادا کر رسم شبیری
کہ رسم خانقاہی ہے فقط اندوہ دلگیری

☆☆☆☆

ابراھیم بن ادھم کا تقویٰ

ابراہیم بن ادہم ورع کے اعلیٰ مقام پر فائز تھے، آپ رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے فرماتے ہیں:

کمائی پاک رکھو، پھر چاہے رات کو قیام نہ کرو اور دن کو روزہ نہ رکھو، کوئی حرج کی بات نہیں۔ آپ کی اکثر دعاء یہ ہوا کرتی تھی۔ اے اللہ! مجھے اپنی نافرمانی کی ذلت سے نکال کر اپنی تابعداری کی عزت کی طرف منتقل کر دے۔

ابراہیم بن ادہم سے کسی نے کہا: حضرت گوشت مہنگا ہو گیا ہے۔ فرمایا: اسے سستا کر لو، یعنی نہ خریدو۔

☆☆☆☆

علماء پارس پتھر کی طرح ہیں کہ تانبا اور لوہا جو اس سے لگ جائے سونا ہو جاتا ہے اور وہ اپنی ذات میں پتھر ہی رہتا ہے (مکتوبات مجدد الف ثانی ۳۲)

ایک شخص نے حضرت عبداللہ ابن مبارک سے پوچھا کہ حضرت امیر معاویہ افضل ہیں یا عمر بن عبدالعزیز جواب دیا کہ وہ غبار جو رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ معاویہ کے گھوڑے کی ناک میں داخل ہوا وہ عمر بن عبدالعزیز سے کئی درجے بہتر ہے۔ (مکتوبات مجدد الف ثانی ٦٦)

شیخ اعظم کی بارگاہ میں خراج تحسین

حضرت علامہ محمد شاہدین اشرفی، سرجانی ٹاؤن کراچی پاکستان

خداوند قدوس کی قدرت کا یہ عجب انتظام ہے کہ نبی آخر الزماں سرکار دو عالم ﷺ جن پر باب نبوت ختم تو ہو گیا لیکن فیضان نبوت کو قیامت تک جاری رکھنے کے لئے من جانب اللہ ارشاد رسول ﷺ "العلماء ورثة الانبیاء" کے مطابق رشد و ہدایت کا سلسلہ قیامت تک جاری و ساری رہے گا اور اسی فیض نبوی ﷺ کو جاری و ساری رکھنے کے لئے سرکار ابد قرار ﷺ کی نگاہ کرم نے اپنی تعلیمات یعنی شریعت و طریقت کے دونوں بڑے شعبوں کو اپنے صحابہ و اہل بیت میں تقسیم فرما دیا۔ پھر ائمہ احکام شریعت کے حوالے سے سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ، سیدنا امام مالک، سیدنا امام شافعی، سیدنا امام احمد رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین تو ادھر طریقت کے امام سیدنا حضرت خواجہ حسن بصری، سیدنا داتا علی ہجویری، سیدنا حضرت جنید بغدادی، سیدنا خواجہ عثمان ہارونی، سیدنا حضور غوث الاعظم الشیخ عبد القادر جیلانی، حضرت خواجہ خواجگاں سید معین حسن چشتی سنجری اجمیری، حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی اور حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبندی اسی فیضان نبوی کا مظہر ہیں تا کہ سرکار دو عالم ﷺ کی رسالت و ہدایت و شریعت تا قیامت برقرار ہے۔ لہٰذا آپ کا چھوڑا ہوا ورثہ (شریعت و طریقت) ہمارے اسلاف نے اپنا کر اُمت مسلمہ کے لئے ظاہری و باطنی پاکیزگی کا انتظام فرمایا۔

جب ان اسلاف میں آگے دیکھیں گے تو بڑی بڑی نامور شخصیات ہر دور میں مصطفوی پرچم اور نورانی پھریرا اپنے ہاتھوں میں لئے اقطار عالم میں موجود اپنے فیوض و برکات سے نوازتی ہوئی نظر آئیں گی۔ پھر انہی نفوس قدسیہ میں محبوب یزدانی مخدوم الخادم تارک السلطنت حضرت سلطان سید اشرف جہانگیر سمنانی رحمۃ اللہ تعالیٰ و نوّر اللہ مرقدہٗ کا نام نامی سنہرے حرفوں سے لکھا ہوا نظر آئے گا۔ آپ نے چوں کہ مجرد زندگی گزاری اس لئے اپنے فیض روحانی کو جاری رکھنے کے لئے اپنے بھانجے حضرت سیدنا عبد الرزاق نور العین رحمۃ اللہ علیہ جو کہ حسنی حسینی سید ہیں کو منتخب فرمایا اور علم شریعت اور تربیت تصوف وطریقت سے مزین فرما کر اس شجر سایہ دار کو منور فرمایا۔ پھر قدرت خداوندی سے اس شجر نورانی کی مزید شاخیں، پھول اور پھل ظاہر ہوئے اور آپ کے ممتاز صاحبزادگان میں حضرت سید شاہ حسن، سید شاہ حسین، سید شاہ فرید جن کے ذریعہ یہ سلسلۂ اشرفیہ جہاں دان عالم میں پھیلا اور سیدنا عبد الرزاق نور العین کے بڑے صاحبزادے سید شاہ حسن کی آل و اولاد سرکار کلاں کہلائی اور اسی طرح ہر صاحب سجادہ کے نام کے ساتھ سرکار کلاں کا لقب لگایا جاتا ہے۔ اس کے بعد حضرت سید شاہ حسن کے نور نظر حضرت سید شاہ علی حسین اشرفی میاں رحمۃ اللہ علیہ مجدد سلسلۂ اشرفیہ ہیں کہ جن کے لئے امام اہل سنت مجدد

دین وملت حضرت مولانا مفتی شاہ احمد رضا خاں محدث بریلی رحمۃ اللہ نے فرمایا کہ ''آپ ہم شکلِ غوث الاعظم ہیں، جسے غوث الاعظم کو دیکھنا ہے وہ سید شاہ علی حسین اشرفی میاں کو دیکھ لے''

پھر سید شاہ علی حسین اشرفی میاں کی ذریت میں آپ کے صاحبزادے حضرت مولانا سید احمد اشرف رحمۃ اللہ علیہ جو کہ آسمان خطابت کے نیر اعظم کہلائے اور آپ کے نواسے حضرت محدث اعظم ہند کچھوچھوی اور آپ کے پوتے گنجینۂ اشرفیت کی عظیم ہستی ہیں جنہیں حضرت سید شاہ علی حسین اشرفی میاں نے اپنی خوشبوئے عنبری کے ساتھ مزین فرمایا تھا اور قدرت الٰہی نے آپ کو ظاہری وجاہت اور نورانیت میں بھی اشرفی میاں کا مظہر انور اور عکس جمیل بنایا تھا جو مخدوم ابوالمسعود سید شاہ محمد مختار اشرف اشرفی جیلانی رحمۃ اللہ علیہ سرکار کلاں کے لقب سے عالم شہادت میں آفتاب ولایت اور مہتاب طریقت بن کر چمکے اور بے شمار علماء اور مشائخ کو بھی چمکا گئے۔ آپ ہی نے مفتی اعظم ہند تاج العلماء حضرت مولانا مصطفیٰ خاں علیہ الرحمہ کی نماز جنازہ پڑھائی اور پھر ۱۹۹۶ء میں اس دنیائے فانی سے رخصت ہوئے۔

اللہ رب العزت نے حضرت مخدوم المشائخ کو پانچ صاحبزادگاں سے نوازا۔ جن میں بڑے شہزادے شیخ الملت حضرت مولانا سید محمد اظہار اشرف اشرفی جیلانی اور رئیس الاصفیاء حضرت سید احمد اشرف صاحب، حضرت سید علی میاں صاحب اور حضرت مولانا سید محمد انوار اشرف صاحب اور حضرت سید حسن اشرف صاحب ہیں جو اپنی اپنی ذات میں عظیم المرتبت ہیں۔ ان میں سے حضرت سید احمد اشرف علیہ الرحمہ جو کہ مخدوم المشائخ سرکار کلاں کے چہیتے صاحبزادے تھے پہلے آپ کا وصال ہوا اور اب ۲۲ فروری ۲۰۱۲ء میں مخدوم المشائخ کے بڑے شہزادۂ عالی مرتبت شیخ الملت مخدوم العلماء شیخ اعظم حضرت علامہ ابوالمحمود سید شاہ محمد اظہار اشرف اشرفی جیلانی اپنے بے شمار عقیدت مندوں اور مریدوں کو آنسو بہاتا اور سسکیوں میں تڑپتا چھوڑ کر اس دار فانی سے رحلت فرما گئے۔

آپ مخدوم المشائخ علیہ الرحمہ کے بعد ۱۶ سال منصب سجادگی پر بڑی شان اور وقار کے ساتھ فائز رہے۔ یہی عرصہ حضرت مولانا سید محمود اشرف اشرفی جیلانی صاحب کا دورِ ولی عہدی ہے۔ اس دورِ ولی عہدی میں حضرت محمود میاں مدظلہ العالی کا بالکل وہی انداز اور وہی صلاحیتیں نمایاں تھیں جو دور سرکار کلاں میں حضور شیخ اعظم کی تھیں۔

شہر مرادآباد میں ہونے والی تاریخی کانفرنس جو کہ حضرت قبلہ سید محمود اشرف صاحب اور اشرف الصوفیاء حضرت سید اشرف میاں مدظلہ العالی کی سرپرستی میں ہوئی۔ ان خداداد صلاحیتوں کا واضح ثبوت ہے۔ حضور شیخ اعظم کی وفات کی خبر پوری دنیائے طریقت میں جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی۔ ہر چشم آپ کی مفارقت کے غم سے پرنم نظر آئی۔ عالم اسلام بالخصوص براعظم ایشیاء کے تمام ممالک کی طرح ملک پاکستان میں اور بالخصوص شہر کراچی کے کونے کونے میں مختلف مدارس ومساجد وخانقاہوں میں شیخ اعظم علیہ الرحمہ کے لئے خراج عقیدت وایصال ثواب کی محفلوں کا انعقاد ہوا اور ابھی تک یہ سلسلہ جاری ہے اور کیوں نہ ہو کہ حضور شیخ

اعظم کی الفت کے لئے آپ کے ہر چاہنے والے مرید ہوں یا معتقد سب کے دلوں میں آپ کی شفقت وعنایت کا کوئی نہ کوئی یادگار پہلو موجود ہے اور آپ کے زیر تربیت رہنے والے تلامذہ ہوں یا صرف آپ کو دیکھنے والا کوئی بھی آپ سے متأثر ہوئے بغیر نہیں رہتا تھا۔

۱۹۸۵ء میں جب آپ پاکستان تشریف لائے تو سرکار کلاں کے محبوب خلیفہ حضرت شیخ ہاشم رضا اشرفی صاحب کے یہاں آپ کا قیام تھا اور ناچیز اس وقت جامع مسجد قوت الاسلام لیاقت نمبر ۹ میں امامت وخطابت کی خدمات انجام دے رہا تھا۔اسی دور میں اس ناچیز نے لیاقت آباد کے مخلصین اور محبین کے تعاون سے نومبر ۱۹۸۵ء میں ایک عظیم الشان اشرفیہ کانفرنس کا انعقاد کرایا جس میں عوام اہل سنت کے علاوہ علماء ومشائخ اور زعمائے اہل سنت کی کثیر تعداد تھی۔جن میں سے آج کچھ ہستیاں اس دنیا سے رخصت بھی ہوگئیں۔اور کچھ بقید حیات ہیں مثلاً علامہ سید حمزہ علی قادری صاحب، علامہ مفتی اطہر نعیمی اشرفی صاحب، علامہ محمد حسن حقانی اشرفی صاحب، الحاج محمد حنیف حاجی طیب صاحب جو کہ اس وقت وفاقی وزیر تھے اور بڑی مایۂ ناز ہستیاں اس اشرفیہ کانفرنس میں موجود تھیں جو کہ صرف آپ کے دیدار کی غرض سے حاضر ہوئی تھیں لیکن جب شہر کے تمام علاقوں سے آئے ہوئے سامعین نے آپ کا روحانیت اور نورانیت سے لبریز خطاب سنا تو دھوم مچ گئی اور ہر شخص عوام سے ہو یا خواص میں سے سب کی یہ چاہت ہوئی کہ حضرت کا ایک خطاب ہمارے علاقے میں بھی ضرور ہو جائے۔

حضرت شیخ اعظم نے اپنی نقاہت اور علالت کے باوجود پاکستان میں قیام کی مناسبت کا لحاظ رکھتے ہوئے سب کی دل جوئی کی خاطر وقت دینے سے گریز نہ فرمایا۔جہاں بھی حضرت کا خطاب ہوتا کثیر تعداد میں لوگ آپ کے دست حق پرست پر داخل سلسلۂ اشرفیہ ہو جاتے۔پھر ان جلسوں میں ایک یادگار عظیم الشان میلاد النبی ﷺ کانفرنس کا انعقاد پی آئی بی کالونی میں ہوا۔جس میں اشرف المشائخ حضرت سید احمد اشرف صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے دونوں صاحبزادوں یعنی ڈاکٹر سید محمد اشرف صاحب جیلانی اور حکیم سید اشرف شاہ جیلانی کے ہمراہ رونق محفل تھے اور امیر جماعت اہل سنت شیخ طریقت حضرت علامہ سید تراب القادری اور دیگر ممتاز علمائے اہل سنت ومشائخ اہل سنت کی کثیر تعداد موجود تھی۔اسی سال حضرت شیخ ہاشم رضا اشرفی صاحب نے اپنی سرپرستی میں وظائف اشرفی چھپائی تھی جس کو جلسے کے سامعین نے کثیر تعداد میں ہاتھوں ہاتھ لیا۔

اس کانفرنس میں حضرت کے خطاب سے تمام سامعین پر ایک عجیب رقت آمیز کیفیت طاری تھی اور رات گئے تک حضرت کا خطاب جاری رہا۔اس کے بعد حضرت کے خطابات کا ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہوگیا۔پھر لیاقت آباد ڈاکخانہ چوک پر ایک فقید المثال عظمت مصطفیٰ کانفرنس ہوئی۔پھر غازی آباد اورنگی ٹاؤن کراچی میں نور مصطفیٰ کانفرنس کا انعقاد ہوا۔یوں لگتا تھا کہ جیسے اس کانفرنس میں عوام کا سیلاب امنڈ آیا ہو۔بس یوں کہنا چاہئے کہ حضرت کے خطاب کا ہر جلسہ ایک یادگار جلسہ بن گیا۔ان علاقائی اجتماعات کے علاوہ

حضرت شیخ اعظم کو دیگر سرکاری اور غیر سرکاری اداروں میں بھی بڑی چاہت کے ساتھ محافل عید میلاد النبی ﷺ کے حوالے سے مدعو کیا گیا۔ جن میں سے ایک یادگار اجتماع مرکزی ترقیاتی بینک میں ہوا۔ چوں کہ ناچیز یہاں حضرت کے قیام کے دوران ہر موقع پر حضرت کے خادم کی حیثیت سے ساتھ ہوتا تھا اور میں نے یہ وقت حاجی حنیف طیّب کے ایک عزیز جناب ارشد قادری جو کہ اس جلسے کے منتظم تھے ان کے حوالے سے دیا تھا۔ جب حضرت اس جلسے میں گیٹ پر پہنچے تو وہیں سے اسٹیج نظر آرہا تھا۔ پہلے ہی سے کچھ لوگ اسٹیج پر موجود تھے اور الحاج خورشید احمد نعت پڑھ رہے تھے۔ حضرت اسی گیٹ پر رک گئے تو میں نے حضرت کی طرف دیکھا اور ارشد قادری بھی تعجب سے دیکھنے لگے۔ حضرت نے پوچھا کہ مجھے اسٹیج سے گستاخ صحابہ کی بو آرہی ہے۔ کیا مقررین میں ایسا بھی موجود ہے؟ ارشد بھائی نے بڑی ندامت کے ساتھ جواب دیا کہ یہ بینک میں جلسہ ہے ملازمین اور افسران میں کچھ اس عقیدے کے لوگ بھی ہیں لہٰذا ان کے بھی ایک خطیب کو بلانا پڑتا ہے۔ حضرت نے فرمایا میں اسٹیج پر کسی گستاخ صحابہ کے ساتھ بیٹھنا گوارہ نہیں کروں گا۔ یہ تقریر کریں جب تک آپ مجھے کسی اور کمرے میں بیٹھا دیں۔ جب یہ چلے جائیں گے میں اسٹیج پر پہنچ جاؤں گا۔ حضرت کی جھلک دیکھ کر کچھ سامعین میں سے دست بوسی کے لئے آپ کی طرف بڑھنا چاہتے تھے لیکن آپ نے سب کو وہیں روک دیا اور جب وہ خطیب چلے گئے پھر آپ اسٹیج پر جلوہ گر ہوئے اور ایسا خطابِ دل پذیر فرمایا کہ جلسے میں حاضر تمام مردوں و خواتین پر ایک عجیب سکوت اور ایک پر کیف محویت طاری ہوگئی۔

حضرت کی یہ بصیرت دیکھ کر سب لوگ محوِ حیرت ہوگئے کہ حضرت تو یہاں کبھی آئے ہی نہیں اور بظاہر کسی کو جانتے بھی نہیں۔ آپ نے کیسے بھانپ لیا کہ یہاں کون کس عقیدے کا ہے پھر ایسے ہی بہت سے یادگار واقعات رونما ہوئے جن کو یہ ناچیز لفظوں میں تحریر کرنے سے قاصر ہے۔ بس یوں کہئے کہ حضور شیخ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت کے ان گنت پہلو ہیں اور ان میں سے جس پہلو کو بھی دیکھا جائے، اس کی رعنائی و زیبائی دلوں کو موہ لیتی ہے۔

آپ ایک مایہ ناز خطیب، ایک بے مثال محقق، ایک لاجواب نعت گو، ایک تجربہ کار مدرس، ایک بہترین مصنف، ایک باعزم وحوصلہ مند منتظم اور دیگر بے شمار خصوصیات آپ کی ذاتِ والا صفات میں موجود تھیں بلکہ یوں کہئے کہ اپنی ذات میں ایک انجمن تھے۔ آپ طبیعتاً بہت شفیق، عادتاً بڑے سخی لیکن موقف میں بڑے پرعزم تھے۔ حضور شیخ اعظم کی پوری زندگی خدمت دین متین اور ترویج مسلک حق و اہل سنت اور اشاعت سلسلۂ اشرفیہ سے عبارت ہے۔ آپ بہت ہی باہمت اور عزم وحوصلے کے مالک تھے۔ بڑے سے بڑا طوفان اور بڑی سی بڑی مشکل آپ کے پایۂ استقلال میں لغزش پیدا نہ کرسکی اور اسی عزم وحوصلے کے ساتھ آپ کی ذات والا صفات سے قدرت الٰہیہ نے بڑے بڑے عظیم اور یادگار کارہائے نمایاں انجام دلائے ان کارناموں میں ۱۹۷۸ء میں عظیم الشان جامع اشرف جیسی مرکزی دینی درسگاہ کا قیام۔

☆ فقید المثال خانقاہی نظام
☆ مسجدِ اعلیٰ حضرت اشرفی کا قیام
☆ مولانا سید احمد اشرف ہال
☆ اشرف حسین میوزیم
☆ اظہار اشرف کمپیوٹر سینٹر
☆ اسلامک ریسرچ سینٹر اور سب سے نمایاں اور سب سے بڑھ کر مختار اشرف لائبریری کا قیام ہے اگر اس لائبریری کو برِ اعظم ایشیاء کی قابل شمار اور لائق تحسین ایک مثالی لائبریری کہا جائے تو مبالغہ نہ ہوگا۔

یہ تمام کارنامے تو صرف وہ ہیں جنہیں اس ناچیز نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ میری اس بکھری ہوئی تحریر سے قارئین کو سمجھ لینا چاہئے کہ مجھ جیسے کم فہم، کم عقل ایک پاکستانی کی حضور شیخ اعظم کی کتنی کم رفاقت نصیب ہوئی ہوگی۔ اس کے علاوہ بھی آپ جب جب پاکستان تشریف لائے بالخصوص حضور سرکار کلاں علیہ الرحمہ کی وفات کے بعد اس ناچیز کو آپ کی رفاقت کا شرف نصیب ہوتا۔ اس بناء پر آپ سمجھ سکتے ہیں کہ میری معلومات کتنی محدود ہوں گی تاہم مجھ جیسے بے سلیقہ کو تھوڑی ہی سہی لیکن پھر بھی اپنے آقا حضور مخدوم المشائخ علیہ الرحمہ اور حضرت شیخ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ گزارے ہوئے لمحات پر میں اللہ رب العزت کا شکر ادا کرتا ہوں کہ کسی نے کیا خوب اس رفاقت کو بیان کیا ہے۔

میرا نصیب کہ مجھ کو سعادت ہوئی نصیب
کچھ دن ترے دربار کا درباں بنا رہا

حضور شیخ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے کارناموں کو مجھ جیسا طالب علم کیا بیان کرے گا۔ اپنی کم علمی اور کم فہمی کا اعتراف کرتے ہوئے بس یہی کہہ سکتا ہوں کہ آپ شیخ اعظم کے جملہ اوصاف و کمالات حقیقتاً اپنے پردادا حضرت سید شاہ علی حسین اشرفی میاں کی خوش خبری کا ظہور ہیں جو آپ نے مدینہ طیبہ میں موجود رہتے ہوئے ۱۹۳۵ء میں حضرت مولانا یونس اشرفی علیہ الرحمہ کو سنائی تھی کہ ہمارے یہاں بیٹے کی ولادت ہوئی ہے۔ میرے اس بیٹے کا نام اظہار اشرف ہوگا اور اس کی ذات سے اشرف کا اظہار ہوگا۔ لہٰذا اشرفی میاں کی اس خوش خبری کا ظہور آج دنیا کے سامنے ہے کہ مزار مخدوم سمناں کے جلو میں خانقاہ اشرفیہ حسنیہ سرکار کلاں میں علم روحانیت اور علم شریعت کا کیسا فیض جاری ہے۔ یہ سب حضور شیخ اعظم کے کارنامے حضور مخدوم المشائخ کی تمناؤں کا ظہور اور دعاؤں کا نتیجہ ہیں۔

آہ! افسوس کہ مورخہ ۱۵ فروری ۲۰۱۲ء بروز ہفتہ بوقت ۱۱:۰۰ بجے حضرت احسن العلماء سید احسن اشرف اشرفی جیلانی کراچی پاکستان دورے پر آئے ہوئے تھے اور اس وقت ناچیز کے قائم کردہ ادارے درسگاہ فیضان مختار اشرف مدرسہ مظہر العلوم اشرفیہ سرجانی ٹاؤن کراچی میں تشریف فرما تھے۔ قبلہ احسن میاں نے حضرت شیخ اعظم کی ناسازیٔ طبیعت کا ذکر فرمایا، اس کے علاوہ بھی وہ جہاں جہاں جاتے حضور شیخ اعظم کی ناسازیٔ طبیعت اور آپ کی فضیلت مآب شخصیت کا اکثر ذکر فرماتے۔ ۲۱ فروری کو مدرسے میں حضرت کے لئے دعائے صحت کا اہتمام ہوا۔ اس کے بعد احسن میاں نے حضور حماد میاں کو جو شیخ اعظم کے چھوٹے لخت جگر ہیں موبائل پر حضرت کی طبیعت کے بارے میں پوچھا۔ حضرت حماد میاں نے نہ صرف

حضرت کی طبیعت کی بہتری بتائی بلکہ موقع غنیمت جان کر حضور شیخ اعظم سے حضرت احسن میاں کی بات بھی کرادی اور حضرت نے نہایت ہی مشفقانہ انداز میں تسلی دی اور اپنی صحت کی دعا کے لئے کہا جس سے وہاں مدرسے میں تمام حاضرین کو بڑی تسلی ہوئی اور سب نے اللہ کا شکریہ ادا کیا ویسے بھی کافی دنوں سے آپ کی ناسازئ طبیعت کی خبر تمام مریدان سلسلہ میں پھیلی ہوئی تھی اور سب جگہ دعائیں ہو رہی تھیں تاہم اس فون سے تھوڑا سا اطمینان ہوا۔ لیکن دوسرے ہی دن ۲۲ فروری صبح کو یہ خبر آئی کہ حضور شیخ اعظم اس دار فانی سے رخصت ہو گئے۔ بس پھر کیا تھا ہر اشرفی مرید کے گھر میں صف ماتم بچھ گئی اور آہ و بکا کے فون آنا شروع ہو گئے اور ایک دوسرے سے اظہارِ افسوس اور تعزیت کا سلسلہ شروع ہو گیا اور حسن اتفاق کہ ملک کے مشہور و معروف نعت خواں جناب محمود الحسن اشرفی کی کوششوں سے حضرت ڈاکٹر سید محمد اشرف اشرفی جیلانی کی معیت میں مجھ ناچیز کو بھی ARY Q.TV. پر حضرت شیخ اعظم کے لئے منعقدہ تعزیتی پروگرام میں اظہار عقیدت کا موقع ملا اور اسی پروگرام میں جب حضور اشرف الصوفیہ قبلہ اشرف میاں مدظلہ العالی کی آواز بھی سنی تو بڑی تسکین نصیب ہوئی۔

ہر اشرفی مرید اس بات پر بڑا مطمئن اور نازاں ہے کہ شیخ اعظم نے اپنے جانے سے پہلے ہی اپنے خلف اکبر شیخ الملت حضرت علامہ مولانا سید محمود اشرف اشرفی جیلانی، اشرف الصوفیہ حضرت اشرف میاں صاحب دامت برکاتہم العالیہ اور شہزادۂ خرد حضرت حماد میاں جیسے درخشندہ ستارے عطا کر گئے ہیں جن کو دیکھ کر ہر چاہنے والا اور دیدارِ شیخ اعظم کی تڑپ رکھنے والا تسکین حاصل کر لے گا۔

اللہ رب العزت سرکار کلاں کے اس لہلہاتے چمنستان کو تا دم قیامت فیضان مخدومی کا مرکز بنائے رکھے اور شیخ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے جملہ برادران عالی مرتبت اور تمام شہزادگان کو صحت و تندرستی کے ساتھ ہم غلاموں کے سروں پر تا دیر قائم و دائم رکھے اور بالخصوص حضرت سرکار کلاں کی نور نظر پوتی صاحبہ جنہوں نے سب سے پہلے مخدوم المشائخ کو دادا کہا اور شیخ اعظم کی شہزادی بیٹی مدظلہا العالی کو شفاء عاجلہ اور صحت کاملہ نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین بجاہ سید المرسلین۔

ذرۂ بے مقدار کی کیا طاقت و صلاحیت کہ حضرت شیخ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے خصائص و کمالات کی آئینہ داری میں کچھ تحریر کر سکے۔ بس یہ بکھرے ہوئے الفاظ اور بے ربط جملے درِ سرکار کلاں سے نسبت اظہار غلامی میں تحریر کر دیئے ہیں۔

گر قبول افتد زہے عز و شرف

☆☆☆☆

شیخ شہاب الدین سہروردی

کچھ فتنہ کے مارے ہوؤں نے صوفیوں کا لباس پہن لیا کہ صوفی کہلائیں حالاں کہ ان کو صوفیا سے کچھ علاقہ نہیں، بلکہ وہ غرور غلط میں مبتلا ہیں، بکتے ہیں کہ ان کے دل خالص خدا کی طرف مبتلا ہو گئے ہیں اور یہی مراد کو پہنچ جانا ہے اور رسوم شریعت کی پابندی عوام کا مرتبہ ہے، ان کا یہ قول خالص الحاد اور زندقہ ہے اس لیے کہ جس حقیقت کو شریعت رد کر دے وہ حقیقت نہیں بے دینی ہے۔

شیخ اعظم کے نقوش جمیل

مفتی محمد سلیمان نعیمی برکاتی، استاذ جامعہ نعیمیہ دیوان بازار مرادآباد

ماضی قریب میں ان گنت و لاتعداد نابغۂ روزگار ہستیاں براعظم ایشاء ہندو پاک میں ظہور پذیر ہوئیں جنہوں نے بڑی عرق ریزی، محنت ومشقت اور جہد مسلسل سے اسلامی علوم وفنون، شریعت وطریقت، حقیقت ومعرفت کی آبیاری فرمائی جن کے اسماء گرامی آسمان شہرت پر پوری آب وتاب کے ساتھ چمک رہے ہیں۔

ان نابغۂ روزگار ہستیوں میں خانوادۂ اشرفیہ کی نہایت ہی بلند مرتبت شخصیت، ممدوحِ اکابر، مخدومِ اصاغر، فخرِ ملت عمدۃ المحققین منبع فیوض وبرکات، فخر سادات مؤمن کامل، عالم باعمل، پیر طریقت، بدر اشرفیت شیخ اعظم، مخدوم العلماء حضرت علامہ مفتی سیدشاہ ابوالمحمود محمد اظہار اشرف اشرفی جیلانی سجادہ نشین خانقاہ اشرفیہ حسنیہ سرکارکلاں علیہ الرحمۃ والرضوان بانی جامع اشرف کچھوچھہ مقدسہ کی ذات عالی صفات بھی ہے جن کی حیات تاباں وگرانقدر خدمات کو کبھی بھی فراموش نہیں کیا جاسکتا۔

ناچیز راقم الحروف کی دیرینہ تمنااورآرزوتھی کہ سلطان التارکین سیدناومرشدنامخدوم جہانگیراشرف سمنانی رضی اللہ تعالی عنہ کے مزار اقدس کی زیارت سے خود کو مستفیض کروں۔میری آرزو پوری ہوئی اور عرس مخدومی میں اپنے رفقاء واحباب کے ہمراہ زیارت ہوئی خانقاہ اشرفیہ حسنیہ سرکارکلاں میں داخل ہوا کہ عمارتوں کا ایک شہرآباد ہے جن میں خصوصاً احمداشرف ہال اوراس میں مختار اشرف لائبریری کو دیکھ کرعقل دنگ رہ گئی اورزبان سے بےساختہ یہ شعر نکلا۔

این سعادت بروزبازونیست
تانہ بخشد خدائے بخشندہ

مختاراشرف لائبریری آپ کاایسا کارنامہ ہے جوآپ کے خانوادہ کے علمی وادبی شغف کاغماز ہے۔ ظاہر ہے جولوگ علمی ذوق رکھتے ہیں ان کے لئے لائبریری اورکتب خانے پیڑول کی حیثیت رکھتے ہیں خاص کراس زمانے میں جب کہ کتابوں کی قیمت اس قدرزیادہ ہے جنہیں خریدکر پڑھناہرانسان کے لئے مشکل ہے۔ یہ لائبریری اسلامی دنیا کی ایک عظیم لائبریری ہے جس میں اسلامیات سے متعلق تمام فنون کاذخیرہ ہے۔تقریباً ۲۵ ہزار سے زائد کتابیں آچکی ہیں۔ مزید کتابوں کی فراہمی کا کام بڑی تیزی سے جاری وساری ہے۔ بڑے بڑے اہل علم وقلم، محققین اور دانشوروں نے اس سے استفادہ کرکے بڑی مسرتوں کا اظہار فرمایا اوراپنے قیمتی تأثرات چھوڑ گئے ہیں۔مختصر یہ کہ مختاراشرف لائبریری شیخ اعظم کاایساعظیم کارنامہ جسے بیان نہیں کیاجاسکتا۔اسی کے ساتھ حضور شیخ اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان نے تبلیغی دورے فرمائے اورملت اسلامیہ کی روح کوبالیدگی بخشی۔ میں نے جب مرکز اہل سنت جامعہ نعیمیہ دیوان بازار مرادآباد

میں ۱۹۸۵ء میں داخلہ لیا تو جامعہ کے سالانہ اجلاس کے موقع پر پیکر رشد وہدایت، پیر طریقت رہبر شریعت مخدوم المشائخ حضور سیدنا مختار اشرف سرکار کلاں علیہ الرحمۃ والرضوان کے ہمراہ حضور شیخ اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان کے چہرۂ پرانوار سے فیضیاب ہونے کا موقع ملا۔حضور شیخ اعظم کے کلمات مبارکہ اوراقوال زریں سے اپنے قلب کو مستفیض کرتا رہا کہ آپ کا وہ نورانی چہرہ جو حدیث پاک "اذارؤ اذکر الله" کا مصداق ہے بار بار دیکھتا رہا اور محظوظ ہوتا رہا۔جامعہ کے ذمہ دار اسٹیج سے جو آپ نے تقریر فرمائی ایسا لگتا تھا کہ موتیوں کو ایک لڑی میں پرو دیا گیا ہے۔بلاشبہ حضور شیخ اعظم خطابت کے میدان میں منفرد مقام کے حامل تھے۔ان کی شان خطابت نرالی تھی جو میں نے جامعہ نعیمیہ مرادآباد کے وسیع وعریض صحن میں اپنی آنکھوں سے دیکھا اور اپنے کانوں سے سنا تھا۔بعد میں حضور شیخ اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان اپنی قیام گاہ میں تشریف لائے۔میں بھی بارگاہ شیخ اعظم میں حاضر ہوا۔آپ نے بیٹھ جانے کا اشارہ فرمایا۔حضور شیخ اعظم نے اپنے ملفوظات عالیہ سے نوازا اور ساتھ ہی آپ کے اخلاق کریمہ کا منظر اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ آپ اخلاق حسنہ کے پیکر مجسم تھے۔بڑوں کی طرف سے جو عنایتیں ہوتی ہیں چھوٹوں کے لئے حوصلوں کی دنیا میں تقویت کا باعث بنتی ہیں جن کو میں نے حضور شیخ اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان کی مجلس میں پایا اور حاصل کیا۔

ولایت وسیادت کا یہ آفتاب وماہتاب تقریباً ۵۳ سال دین واسلام کی خدمات فرما کر ۲۲ فروری ۲۰۱۲ء شب پنج شنبہ تقریباً دس بج کر پچاس منٹ پر داعی اجل کو لبیک کہتے ہوئے ہماری نگاہوں سے اوجھل ہوگیا اور اپنے مالک حقیقی سے جاملا "انا لله وانا الیه راجعون"

آپ کی رحلت ملت اسلامیہ کے لئے ایک عظیم سانحہ ہے اور آپ کی جدائی اور غم کا احساس تاحیات ہمارے دلوں کو مغموم ومحزون رکھے گا۔مگر یہ دیکھ کر دل کو سکون ملتا ہے کہ آپ اپنے بعد ہماری سرپرستی کے لئے حضور قائد ملت حضرت علامہ سید شاہ محمود اشرف صاحب قبلہ اشرفی جیلانی دامت برکاتہم العالیہ کی شکل میں ایسا جانشیں چھوڑ کر گئے جو "الولد سر لابیہ" کا مظہر کامل ہے۔

مولیٰ تعالیٰ سے دعا ہے کہ حضور شیخ اعظم کے درجات بلند فرمائے اوران کے فیوض وبرکات سے ہمیں مالا مال کرے۔

ابر رحمت ان کے مرقد پر گہرباری کرے
حشر تک شان کریمی ناز برداری کرے
ہزاروں سال نرگس اپنی بےنوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

☆☆☆☆

زندگانی تھی تری مہتاب سے تابندہ تر
خوب تر تھا صبح کے تارے سے بھی تیرا سفر
مثل ایوان سحر مرقد فروزاں ہو ترا
نور سے معمور یہ خاکی شبستاں ہو ترا
آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے
سبزۂ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے
(ڈاکٹر اقبال)

دولت احمد مختار باظهار آمد

حضرت مولانا فصیح الدین نظامی اشرفی، خلیفہ شیخ اعظم، حیدرآباد

''مشہور مفکّر کارلائل نے کہا تھا'' تاریخ'' دنیا کی عظیم شخصیتوں کے عظیم کارناموں کا دوسرا نام ہے،،
عظیم شخصیتوں میں کچھ لوگ تو ایسے ہوتے ہیں جو خود کوئی کارنمایاں انجام نہیں دیتے لیکن ان کی فکر بلند اور نظر روشن ہوئی ہے۔لوگ ان کے افکار وخیالات کی روشنی میں اپنے لئے خطوط راہ متعین کرتے ہیں ان کے افکار ونظریات ان کی نسل اور اس کے توسط سے بعد کی نسلوں کے لئے مؤثر ثابت ہوتے ہیں اور دوسروں کے دل ودماغ میں تخلیق واکتساب کا ولولہ پیدا ہوتا ہے، کچھ بڑا لوگ ایسے ہوتے ہیں جو خود اپنی جگہ ایک قوت ہوتے ہیں لیکن دوسروں کے لئے موثر نہیں ہوتے اس کا سبب یا تو یہ ہوتا ہے کہ ان روشن شخصیتوں سے جو بے پناہ صلاحیتوں اور گونا گوں خوبیوں کے مالک ہوتے ہیں لیکن ان کی روشن شخصیت ان کے گرد ہالہ بن کر رہ جاتی ہے کیونکہ یہ لوگ اپنی شخصیت اور عظیم کارنامے کو تعصب اور تنگ نظری کے دائرہ میں محبوس رکھتے ہیں اگر ان کے علم وعمل کی شعاعیں دور تک جاتی بھی ہیں تو وہ تعصب اور تنگ نظری کی آنچ کے سبب اتنی تیز اور گرم ہوتی ہیں کہ دوسرے ان کی تاب نہیں لا سکتے اور اپنی خواہش اور کوشش کے باوجود وہ عظیم شخصیتوں کے اثرات اپنے اندر جذب نہیں کر پاتے اور ان کی تحقیق وتخلیق سے دوسروں کو کوئی فائدہ نہیں پہونچتاہے۔عظیم لوگوں کی ایک تیسری قسم بھی ہے جو بڑے جید اور مؤثر شخصیت کے مالک ہوتے ہیں وہ خود تخلیق واختراعی قوت وتوانائی کے مالک ہوتے ہیں اور ان کے اندر یہ قوت بھی ہوتی ہے کہ وہ اپنے معاصرین کو اپنی قابلیتوں سے متأثر کرتے ہیں اور نسل درنسل ہر زمانہ میں ہونہار نوجوان ذہنوں میں اپنے یادگار کارناموں کے اثر سے فکر وبصیرت کونئی جلا بخشتے ہیں اور اختراع واکتساب کے میدان میں نئے امکانات اور نئی سمتوں کا احساس پیدا کرتے ہیں۔ان عظیم شخصیتوں کو ہر عہد کا جدید ذہن اپنا ہمدم اور ہم قدم مانتا ہے اور ہر نوجوان صاحب فکر وتخیل ان کی طرف اپنے کو کھینچتا محسوس کرتا ہے ۔نورنگاہ سرکارکلاں حضرت شیخ سیدشاہ اظہاراشرف اشرفی جیلانی المعروف بہ حضور شیخ اعظم رحمۃ اللہ علیہ رحمۃ واسعۃ ونوراللہ مرقدہ وعطراللہ ضریحہ وبرداللہ مضجعہ وطاب اللہ ثراہ، تاریخ کی تیسری قسم کی عظیم شخصیتوں میں بلاشبہ شمار کیے جاسکتے ہیں جو اپنے فکر وعمل کے اعتبار سے دیدہ ور، دانشور، قدآور، روح تصوف کے شناور، اقدار حیات کے پیکر ہوتے ہیں۔شیخ اعظم نسبتِ حیدری ،جیلانی ونورالعینی سے مشرف حضرت شاہ مفتی ابوالمسعود سید مختار اشرف اشرفی جیلانی سرکارکلاں قدس سرہ العزیز کی ظاہری وباطنی وراثتوں کے امین، علم وعمل کے ترجمان، محبت کا سوزِ نہاں، عشق کا بحر بیکراں، محرم رموز واسرار، واقف افکار واذکار، عالم حق، صاحب حقیقت، صوفی باصفا، عندلیب گلستان رسالت، شہسوار میدان خطابت، امت احمد مرسل کے شیخ ،ہمت وجہد مسلسل کے شائق، اقران میں فائق، پیروی کے لائق،

طبیب حاذق ،فکر ودانش کی تابانی ،قوت عشق کی فراوانی اور موردِ الطاف ربانی ،عاشق غوث ہمدانی محبّ حبیب کردگار،فدائے حیدر کرار،اہل حق کے دل دار،اہل باطل کے لیےتلوار،شیوۂ اربابِ وفا کی تصویر،طرۂ اصحاب رضا کی تنویر، وابستگان دامن کی تقدیر ہیں۔

چن لیےآنکھ نے سارے چمن حسن کے پھول
ایک بھی بچ کے نہ دامن نظر سے نکلا
(شباب حیدرآبادی)

شیخ اعظم کے گونا گوں صفات کو بیان کرنے کی تاب نہیں۔ ذہن خاموش ،فکر بے حس،زبان گنگ،علم وحکمت حیران،قلم عاجز،تحریر بے زباں، قرطاس بے داماں ہے، بڑے خوش نصیب ہیں جوان کی محبت بافیض میں رہے،اکل وشرب میں ہم نشینی کا شرف ملا،سفر میں ہم کاب رہے،حضر میں ساتھ رہے محفل وانجمن کی برکتوں سے مالا مال ہوئے۔

سوتے ہوؤں کو حوصلۂ انقلاب دو
پھر تیرگئی شب کو نیا آفتاب دو
سونپی گئی ہے کس کو امامت جہان کی
ہے کون مقتدائے زمانہ جواب دو
اس کے سوا زمانے کا نہیں ہے کچھ جواب
عالم کو پھر پیام رسالت مآب دو

شیخ اعظم رحمۃ االلہ علیہ کی کتاب حیات کے ابواب نگہ بلند،سخن دلنواز، جاں پرسوز،عمل پیہم،محبت فاتح عالم،نور یقین، سے معمور اور پرنور ہیں۔ جب آپ کی کتاب حیات کا پہلا باب کھولا گیا تو حسب ونسب خانوادہ وقبیلہ کے اعتبار سے آپ بنو ہاشم کے نجیب الطرفین چشم وچراغ نظر آئے جس کا تعلق اہل بیت اطہار رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے ہے جس کا رشتہ دنیا وآخرت ہر دو جگہ قائم ودائم رہنے والا ہے جو دنیا کے سارے خاندانوں میں عظیم تر بھی ہے اور بلند تر بھی جب دوسرا باب وا کیا گیا تو آپ آخری صحیفۂ کیمیا،قرآن مجید کے صرف قاری نظر نہیں آئے بلکہ عامل قرآن بھی نظر آئے۔شیخ اعظم رحمۃ اللہ علیہ اس فکر کے حامی ومؤید ہیں کہ قرآن کے سب سے بڑے شارح خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہیں۔آپ کے فرمان عالیشان سے جو مطلب سمجھا جاسکتا ہے وہ دوسرے شارحین سے نہیں سمجھا جاسکتا۔آپ اس بات کے بھی قائل تھے کہ قرآن مجید ارسطو کی منطق اور ڈارون کے نظریۂ ارتقاء کو سمجھانے نہیں آیا اور نہ وہ مخاطب کو فلسفیانہ مباحث میں الجھاتا ہے بلکہ وہ براہ راست تلقین وہدایت کا سرچشمہ ہے اور قرآن کی تفسیر کے وقت اس کی روح کو برقرار رکھنا ازبس ضروری ہے۔

جب تیسرا باب کھولا گیا تو وہ فن وعلم حدیث نبوی علی صاحبہ الصلوۃ والسلام کے عالم نکتہ رس وشارح دقیقہ شناس نظر آئے۔وہ آیت قرآنی کی تشریح میں فرماتے کہ قرآن وحدیث دونوں وحی الٰہی ہیں۔بخاری شریف کی آخری حدیث کا درس دیتے ہوئے شیخ اعظم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے کہ سبحان تمام صفات سلبیہ کو عام ہے اس کا معنیٰ ہے اللہ تعالیٰ ہر اس چیز سے پاک ہے جو اس کی شایان شان نہیں ہے اور حمد تمام صفات ثبوتیہ کو عام ہے اس کا معنیٰ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر اس خوبی وکمالات کا جامع ہے یہ اسی کی شایان شان ہے لہٰذا ان الفاظ کا ورد کرنے والا اللہ عزوجل کی تمام صفات کا ورد کرتا ہے اس لئے یہ مختصر الفاظ ادائیگی میں خفیف ہونے کے ساتھ ساتھ اللہ کو محبوب ہیں ،کثرت ثواب کی وجہ سے میزان عمل میں بھاری ہیں۔سبحان کی تقدیم کے بارے میں یوں فرماتے کہ عارف کے لئے معرفت الٰہی کا پہلا زینہ صفات سلبیہ کی معرفت ہے جس کا تقاضا غیر اللہ سے قلب کا تخلیہ ہے

اورتخلیہ تجلیہ پر مقدم ہوتا ہے گویا یہ الفاظ وحدۃ ومعرفت کے ساغر ہیں جن کے ذکر کے جام سے عارفین میں ایقان وعرفان کی سرمستی آتی ہے۔

جب شیخ اعظم کی حیات کا چوتھا باب کھولا گیا تو فقیہ نکتہ رس کی مسند پر آپ مسائل کا تصفیہ کرتے نظر آتے ہیں۔ بنگلہ دیش میں دو افراد آپ سے رجوع ہوئے اور محفل میلاد میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد اور عدم آمد کے التزام سے متعلق فتویٰ چاہا۔شیخ اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے دونوں کی گفتگو کو بے ادبی پر محمول قرار دیتے ہوئے فرمایا کہ ایک عاشق کا کام بس اپنے محبوب کے ذکر کی محفل سجانا ہے،محبوب جلوہ آرائی فرمائیں یا نہ فرمائیں یہ تو ان کی مرضی کی بات ہے۔ ایک موقع پر بد مذہبوں کی مجالست ومصاحبت کے بارے میں یہ نکتہ ارشاد فرمایا کہ ممانعت ان لوگوں کے حق میں ہے جو بد مذہبوں کی صحبت میں اٹھنے بیٹھنے سے ان کے اثر کو قبول کرلیں گے۔جن کو بد مذہبوں کی ہم نشینی سے گمراہی میں مبتلا ہونے اور اس کا اثر قبول کرنے کا خوف نہیں ہے ان کے لئے ممانعت کا حکم نہیں بلکہ انہیں چاہیے کہ ان کو اپنی صحبت میں آنے جانے کا موقع دے کر اپنے حسن تدبر سے ان کو صحیح راستے پرلانے کی کوشش کریں۔

جب پانچواں باب مطالعہ کیا گیا تو ایک ایسے ماہر تعلیم کے روپ میں نظر آتے ہیں جو ملک وقوم کے بچوں کو زیور تعلیم وتربیت سے آراستہ کرنے میں دل دردمند اور فکر ارجمند رکھتے ہیں۔معلم کے بارے میں آپ کی فکر یہ تھی کہ کسی معلم کا کمال یہ نہیں کہ وہ اپنے مضمون میں کتنا بڑا ماہر ہے بلکہ اصل کمال کی بات یہ ہے کہ اس نے خود اپنے جیسے کتنے باکمال شاگرد پیدا کیے اوران میں علم کا ذوق وکمال جستجو پیدا کرنے کے لئے کن تدبیروں سے کام لیا۔

جب چھٹا باب دیکھا گیا تو وہ ایسے داعی نظر آئے جو اپنے مدعو کو حکمت قرآنی، تقاضائے زمانی اور آداب مکانی کے تدریجی اصول کو پیش نظر رکھتے ہوئے ان کی عقل وفہم کے مطابق کلام فرماتے تھے۔آپ کے اس فکری اظہار کے لیے یہ سلیقۂ کلام تراشا گیا کہ عقیدہ کے معاملہ میں تصلب اچھی چیز ہے ،لیکن مبلغین کے معاملہ میں تشدد برااور حکمت تبلیغ کے منافی ہے۔آپ کے اسی حکیمانہ انداز تبلیغ ودعوت سے کئی گم گشتگان راہ ہدایت اورصراط مستقیم پر گامزن ہوگئے۔

جب ساتواں باب پڑھا گیا تو آپ کی علم اورعلماء دوستی کا خوب اندازہ ہوا علماء کوتحقیق وریسرچ کی ترغیب ،ان کے تصنیفی وتالیفی جذبہ کو بیدارکرکے ان کی ہمت افزائی، ممکنہ سہولتوں کی فراہمی ،نظام تعلیم وتربیت کے ارکان کا فکری ومالی استحکام اور علماء کواستقامت عقیدہ وعمل اس طرح تلقین کرتے ہیں کہ عام آدمی گمراہ ہوجائے تواس کوراہ راست پرلانا کسی قدر آسان ہےلیکن ایک عالم گمراہ ہوجائےتواس کوسیدھےراستے پرلانا آسان نہیں۔

جب آٹھواں باب پڑھا گیا تو وہ سیکڑوں ادارےاور تنظیم کے بانی نظر آئے خصوصا جامع اشرف کو قائم کرکے اس کو اپنے خون جگر سے سینچا، اپنے لہو سے آبیاری کی، تخیل سے تعمیر تک اس کی صورت گری میں بنفس نفیس شامل رہے۔جس کی تصدیق خود شیخ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے ایک جملے سے ہوتی ہے’’ میں نے جامع اشرف کو پھولوں کی سیج پر بیٹھ کرنہیں بلکہ کانٹوں کی راہ پر چل کرتعمیر کیا ہے‘‘ ۔

جب نواں باب کھولا گیا تو شیخ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی کامیابی کا راز یہاں ملا کہ آپ اپنی حیات مستعار میں

حسن قول سے زیادہ حسن عمل کے قائل بھی تھے جو کہتے خود اس پر عمل بھی کرتے۔ ان کے نزدیک کامیابی کا راز صرف اور صرف عمل میں مضمر ہے۔ ان کے ہاں ہر مخالفت کا جواب کام تھا۔ ان کی کامیابی کے تانے بانے قوت فکر و عمل تھے وہ ان کو فنا ہونے نہیں دیتے تھے کیوں کہ ان کے فنا ہو جانے سے ہی قوموں کی شوکت کا زوال ہوتا ہے۔

قوت فکر و عمل پہلے فنا ہوتی ہے
تب کسی قوم کی شوکت پہ زوال آتا ہے

جب ۱۰واں باب پڑھا گیا تو پتہ چلا کہ وہ قوم وملت کے ایسے محسن ومربی تھے جو تربیت کے فنی اسرار سے خوب آگاہ اور واقف تھے اور کسی کام کو وہ بتدریج اس کی منزل کمال تک کامیاب انداز میں پہنچاتے۔ ان کو تعمیر کے خلاف کسی بھی تخریب سے سخت نفرت تھی۔ وہ تعمیر کے شجر کی آبیاری تدریج کے پانی سے کرتے تھے وہ تربیت کے عمل کو مربوط ومضبوط اور مسبوط بنیادوں پر پایۂ تکمیل کو پہنچاتے تھے۔

جب ۱۱واں باب سرمۂ نظر بنا تو منکشف ہوا کہ آپ ایک صاف دل، صاف گو، صاف فکر اور صاف ذہن کے مالک تھے جہاں حرص، ہوس، کینہ (کپٹ) راہ نہ پا سکے۔ بزرگوں کا احترام، چھوٹوں پر شفقت، مہمانوں کا اکرام، حسن اخلاق وحسن اعزاز، دل بستگی و دلجوئی میں اپنے اسلاف کی ہو بہو تصویر مجسم تھے۔

جب ۱۲واں باب نگاہوں کے سامنے آیا تو شیخ اعظم رحمۃ اللہ علیہ علماء ومشائخ کی کہکشاں میں ایسے تنہا ومنفرد نظر آئے جس میں آرائش ظاہر اور جمال باطن دونوں کا حسین امتزاج موجود ہے اور اعلیٰ حضرت اشرفی میاں رحمۃ اللہ علیہ کے اس فرمان کی تصویر کامل کہ ''آج میں اس شہزادہ کے سر پر تاج ولایت اور ہاتھ میں قلم دیتا ہوں کل اس کے ہاتھ میں دین کا علم ہوگا''

جب ۱۳واں باب وا کیا گیا تو شیخ اعظم رحمۃ اللہ علیہ ایسے شاہد حقیقی دکھائی دیے جن کے رخسار پر ''ولقد کرمنا بنی آدم'' ''سن تقویم'' کا تاج زریں چمک رہا ہے۔

جب ۱۴واں باب باصرہ نواز ہوا تو وہ ایسے خلیق اور منکسر المزاج دکھائی دیے اور آپ کی خلوت وجلوت، نشست وبرخواست، سفر وحضر، شام وسحر میں ''انک لعلی خلق عظیم'' کی ضیائیں اور مکارم اخلاق کی تنویریں پھیلی ہوئی ہیں۔

جب ۱۵واں باب کھولا گیا تو شیخ اعظم رحمۃ اللہ علیہ قوم وملت کے ایسے ہادی و رہنما کی صورت میں نظر آئے۔ صحت عقیدہ وحسن اعمال کے ساتھ محبت الٰہی، خشیت خداوندی، تعلق مع اللہ، الحب فی اللہ والبغض فی اللہ، رافت ورحمت شفقت علی الخلق وغیرہ خوبیاں آپ کی ذات میں دکھائی دیں۔

جب ۱۶واں باب وا کیا گیا تو معلوم ہوا آپ نے اعمال واشغال، ریاضات ومجاہدات کے دشوار گزار مراحل بکمال جانفشانی مواجہ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم میں طے کیے اور تادم زیست صلوۃ الاختتام، دعائے حیدری، حزب البحر دعاء شیخ، صلوۃ فاطمہ، صلوۃ اولیاء، حرز یمانی اور دعاء سیفی کی پابندی فرمائی۔

جب ۱۷واں باب زیر مطالعہ آیا تو آپ ایسے باکمال، مرد آہن اور جاں باز مجاہد وقت نظر آئے جن کی پشتیبانی جد امجد قطب ربانی اعلیٰ حضرت اشرفی میاں رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مخدوم المشائخ سرکار کلاں نور اللہ مرقدہ فرما رہے ہیں۔

جب ۱۸واں باب پیش نگاہ ہوا تو پتہ چلا کہ آپ

کے فکر و عمل سے معمور دینی و علمی خدمات کا آغاز ۱۹۵۷ء کو ہوا جس میں جامع اشرف کی تاسیس و تعمیر، مختار اشرف لائبریری کا قیام، مسجد اعلیٰ حضرت اشرفی میاں رحمہ اللہ اشرفی کی تعمیر، شعبۂ نشر و اشاعت کا افتتاح، تصنیف و تالیف، جامعہ نعیمیہ میں تقریباً تین سالہ خدمات مختلف مدارس و مکاتب کا قیام و استحکام اور اس کی سرپرستی، کتب کی نشر و اشاعت کے لئے مطبع کا قیام، سہ ماہی غوث العالم کی سرپرستی تادم آخر ۲۰۱۲ء شامل ہیں۔

جب ۱۹واں باب دیدۂ بینا کے سامنے آیا تو انکشاف ہوا کہ شیخ اعظم رحمۃ اللہ علیہ ایسے مبلغ سیاح ہیں جن کا دائرۂ تبلیغ گنگا و جمنا کی سرزمین یوپی، بہار، جھارکھنڈ، بنگال، مہاراشٹرا، کرناٹک، آندھراپردیش، پنجاب، لودھیانہ اور بنگلہ دیش، ماریشیش، برصغیر کے ایشائی ممالک سے سرزمین یورپ تک پھیلا ہوا ہے۔ ان ممالک کے اکثر خطہ میں آپ کے توسط سے مخدومی فیضان برسا اور اشرفی پرچم لہرایا۔

جب ۲۰واں باب کے اوراق الٹے گئے تو شیخ اعظم علیہ الرحمہ کے انقلاب آفریں شخصیت کا وہ زمانۂ عظیم سامنے آیا جب ملک گیر تحریک کی شکل میں غوث العام میموریل ایجوکیشنل سوسائٹی کا قیام عمل میں آیا یہ تحریک عصری تقاضوں سے ہم آہنگ ہے۔ اسلامی مسائل و مشاکل پر تحقیق، سائنسی علوم کا مطالعہ اسلامی تناظر میں، اصلاح امت بانداز صوفیائے ولایت، مسلم نوجوانوں کی تعلیم و تربیت، ان کے افکار و کردار کی اصلاح اس کا نصب العین ہے۔

جب ۲۱واں باب نظر نواز ہو تو شیخ اعظم رحمۃ اللہ علیہ ایک سچے داعی، سنجیدہ مبلغ، خانقاہ کے سجادہ نشین، مقتدر عالم دین، مفتی متین، فکر کا حسن و حسین، ایک سلجھے ہوئے خطیب، ایک منجھے ہوئے ادیب، تعلیمی امور کے ماہر، بلند پایہ سخنور شاعر کی صورت میں ایسا مثالی ہشت پہلو شخصیت کے مالک ہیں جن کا ہر پہلو بڑا تابناک اور بے مثال نظر آتا ہے۔

جب ۲۲واں باب وا کیا گیا شیخ اعظم علیہ الرحمہ ایسے شاعر دربار سالت نظر آئے جن کا کلام تصنع اور شاعرانہ خیال آرائی سے ارفع و اعلیٰ، صدق و واقعیت کا آئینہ دار ہے۔ الفاظ پرشکوہ، تخیل کی بلندی، تشبیہات و استعارات کی خوش رنگیاں، موزنیت و سلاست، مقصد کی پاکیزگی اور حسن معنوی سب کچھ وافر مقدار میں موجود ہے۔ جس کا مقصد اعلان شاعری، قافیہ سنجی نہیں بلکہ دل بے چین کو عشق الٰہی اور درد عشق رسول کا مزہ دینا ہے۔

جب ۲۳واں باب جلوہ نگاہ بنا تو یہ حقیقت منکشف ہوئی کہ شیخ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی نظر میں ہندوستان کے سماجی اور معاشرتی کام میں ایسے لوگ سرگرم ہیں جن کو دینی اور خلاقی اعتبار سے کوئی حیثیت حاصل نہیں اور بعض لوگوں کا کردار و عمل غیر اسلامی ہونے کی وجہ سے غیر مسلم اسلامی نظریات اور معمولات سے ناآشنا ہے جس کی بنا پر تبلیغی سرگرمیوں کا دائرہ اور تبلیغ واشاعت کا کام محدود ہو کر رہ گیا ہے۔

جب ۲۴واں باب زیر مطالعہ آیا تو شیخ اعظم رحمۃ اللہ علیہ سلوک و معرفت کی دنیا میں عظیم المرتبت شیخ کامل نظر آئے جن کو پیر لاثانی، قندیل یزدانی، فیض و رحمت سرکار کلاں قدس سرہ النورانی کی ایک نگاہ عرفانی نے ایک ایسا مست مئے الست بنا دیا کہ آپ کی گفتگو سے علمی مسائل حل ہوتے اور نظر سے روحانی منازل طے ہوتے۔

جب ۲۵واں باب کشف نظر کا باعث ہوا تو انکشاف ہوا کہ شیخ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی شاعری دنیا کو یہ پیغام دیتی ہے کہ اگر نور کی تلاش ہو تو طیبہ کی کرنوں سے دل کو منور

کروغم داروں کے تھپڑوں اور مصیبتوں کی موجوں میں کشتیاں ہچکولے کھا رہی ہوں تو محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم اوران کے دوستوں کو پکارو۔

جب ۲۶واں باب جلاء نظر بنا تو معلوم ہوا کہ شیخ اعظم رحمۃ اللہ علیہ دعوت وعزیمت، حق وصداقت، عدل وانصاف کے ایسے علمبردار ہیں جوحق کے معاملہ میں بڑے سخت گیر رویہ اپنانے والے ہیں اور اصول کے پابند ہیں جس بات کو حق جانتے مانتے کتنی ہی مخالفت کا سامنا ہو اس کو ضرور روبہ عمل لاتے بڑی سے بڑی طاقت سے ٹکرا جاتے فیصلہ بجانب حق ہوتا زبان دراز اور مخالف آپ کے دندان شکن جواب سے خاموش ہو جاتے۔

جب ۲۷ واں باب کھولا گیا تو حضرت العلام الحاج مفتی سید شاہ حامد اشرف اشرفی جیلانی قدس سرہٗ کا یہ ارشاد نظر آیا کہ میں عمر میں بڑا ہوں اور عزیزم اظہار میاں منصب میں بڑے ہیں وہ اس منصب جلیلہ پر فائز ہیں جہاں کبھی میرے جد کریم غوث العالم تارک السطنت مخدوم سلطان اوحد الدین اشرف جہانگیر سمنانی جلوہ افروز ہوئے تھے اس منصب عالیہ کا احترام ضروری ہے۔

جب ۲۸واں باب چشم نواز ہوا تو مخدوم المشائخ سرکار کلاں کا یہ فرمان علم میں آیا کہ میرے دادا نے اپنے ولی عہد کو دیکھا تھا اور میں اپنے ولی عہد کو نہ صرف دیکھا بلکہ اس کا مثبت کام بھی دیکھا اور اب بہت پرسکون جارہا ہوں کہ خانقاہ حسنیہ سرکار کلاں محفوظ ہاتھوں میں ہے۔

جب ۲۹واں باب چشم کشاں ہوا تو یہ حقیقت عیاں ہوئی کہ شیخ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت اپنی فطری استعداد وصلاحیت، موروثی ذہانت وقابلیت، فہم وفراست، طبعی ذکاوت وفطانت، باطنی جلاء وطہارت کی وجہ سے اساتذہ کے ساتھ ان کی مادر علمی الجامعۃ الاشرفیہ ان پر فخر کرتی ہے۔

جب ۳۰واں باب نظر نواز ہوا تو معلوم ہوا کہ شیخ اعظم رحمۃ اللہ علیہ سلسلہ اشرفیہ کے ایسے صوفی باصفاء جو تخلقو ابا خلاق اللہ کی خوشبو سے معطر ومعنبر اور "صل من قطعک واعف عمن ظلمک واحسن الیٰ من اساء الیک" کا پیکر مجسم وعملی نمونہ تھے۔

جب ۳۱واں باب دست شوق نے وا کیا تو آگہی ملی کہ حضرت شیخ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت ایک پاکیزہ تسبیح کی مانند ہے جس میں تبحر علمی وخوش طبعی، حقیقت پسندی ومستقل مزاجی، بلند خیالی وکشادہ دلی، ملنساری وہمدردی، مہربانی ودیانت داری، جفاکشی وثابت قدمی، حق گوئی وحق پسندی، حق آگہی وحق پرستی، ایثار وقربانی وعالی ظرفی جیسے مقدس دانے نظر آئے۔

جب ۳۲واں باب پڑھنے کی سعادت حاصل ہوئی تو یہ حقیقت سامنے آئی کہ حضرت سرکار کلاں نوراللہ مرقدہ کے وصال باکمال کے بعد حضرت شیخ اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے حق جانشینی ادا کیا آپ کے بے مثال کارناموں میں مدارس اسلامیہ کی سرپرستی، مفید ومناسب ہدایات، زرین مشورے، علمی وفکری وانتظامی، اموریں دست گیری جوان مدارس کے عروج کمال اور استحکام میں معاون ثابت ہوئے۔

جب ۳۳واں باب زیر مطالعہ آیا تو پتہ چلا کہ حضرت شیخ اعظم رحمۃ اللہ علیہ اس دور میں مسلمانوں کو امن وسلامتی اور اسلامی قانون پر عمل کرنے کی بانگ دراں دے رہے ہیں یہ آواز شہر غفلت میں گویا آذان بیداری ہے کہ دشمنان اسلام کی ہر شورش یلغار کا جواب مسلمانوں کا کردار وعمل ہے۔ اگر آج مسلمان اسلامی احکام پر مضبوطی سے عمل کرتے رہیں تو طاغوتی طاقتیں ان کے مقابل تاش کے پتوں کی طرح بکھر جائیں گی۔

☆☆☆☆

حیات شیخ اعظم کے چند گوشے

مولانا سید محمد وارث علی الاشرفی الہاشمی، بانی جامعہ عائشہ سنت کبیر نگر (یوپی)

متحدہ ہندوپاک کی سرزمین پر وحدانیت ورسالت قرآن وسنت کی نشر واشاعت کرنے والے مبلغین اسلام وصوفیائے عظام میں جس طرح حامل مقام صمدیت واصل مقام محبوبیت حضور سیدنا شاہ سید بدیع الدین احمد قطب المدار زندہ شاہ مدار مرجع الانام سید الشہداء فی الہند حضور سیدنا سید سالار مسعود غازی سلطان الہند عطاء الرسول سیدنا خواجہ معین الدین چشتی حسن سنجری قدس اللہ سرہم کے اسمائے طیبہ روشن وتابناک ہیں۔ بالکل اسی طرح مخدوم العالم غوث الانام حضور سیدی مخدوم اشرف سمنانی کچھوچھوی قدس سرہ النورانی کا بھی نام نامی درخشندہ وتابندہ ہے اور جس طرح اسلامیان ہند وپاک کی روحانی عقیدتیں مکنپور شریف، بہرائچ شریف، اجمیر شریف وغیرہ سے جڑی ہوئی ہیں بعینہ لاکھوں لاکھ خوش عقیدہ مسلمان خانقاہ معلیٰ اشرفیہ کچھوچھہ سے بھی مربوط ومنسوب ہیں۔ یہ ایک سچائی ہے کہ خانوادۂ اشرفیہ وخانقاہ اشرفیہ ہندوستان کی اسلامی تاریخ کا ایک اہم الاہم حصہ ہے۔ تاریخ اس بات پر شاہد ہے کہ خانقاہ اشرفیہ سے اہل ہند کو دین واسلام، شریعت وطریقت، تہذیب وتمدن، اخلاق وشعور کی جو بیش بہا دولت ملی ہے اس کی تمثیل ونظیر بہت کم نظر آتی ہے۔ خانقاہ اشرفیہ کچھوچھہ مقدسہ کے بانی تارک السلطنت غوث العالم سیدنا سید مخدوم اشرف سمنانی قدس سرہ کا ورود مسعود سرزمین ہند پر آٹھویں صدی ہجری میں ہوا۔ غیر منقسم ہندوپاک میں آپ نے بیشمار دیار وامصار کا دورہ فرما کر انگنت اشخاص وافراد کے ہاتھوں میں چراغ رشد وہدایت عطا فرمایا اور آخر میں اپنے اور اپنے رفقاء وخلفاء کے مستقل قیام کے لئے روح آباد یعنی کچھوچھہ شریف کی سرزمین کا انتخاب فرمایا اور اسی ارض مقدس پر دین وسنت کے اس عظیم المرتبت مبلغ نے ۲۸ محرم ۸۰۸ھ میں داعی اجل کو لبیک کہا (انا للہ وانا الیہ راجعون)

کچھوچھہ مقدسہ کے سادات کرام حضور سیدنا مخدوم اشرف قدس سرہ کی خالہ زاد بہن کے فرزند ارجمند قدوۃ الآفاق حضور سیدنا شاہ سید عبدالرزاق نورالعین قدس سرہ کی نسل سے ہیں اور حضور سیدنا نورالعین قدس سرہ کا سلسلۂ نسب سیدنا غوث اعظم جیلانی قدس سرہٗ سے ہوتا ہوا جانشین پیغمبر حضرت سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم سے جاملتا ہے۔

نسب نامہ حضرت سید عبد الرزاق نورالعین قدس سرہٗ

ناظرین کی معلومات کیلئے حضرت سیدنا نورالعین قدس سرہٗ کا شجرہ ذیل میں تحریر کیا جارہا ہے ملاحظہ ہو۔ مخدوم الآفاق حضرت سید عبدالرزاق نورالعین ابن سید عبدالغفور حسن جیلانی ابن سید ابوالعباس احمد جیلانی ابن سید بدر الدین حسن ابن سید علاء الدین علی حامہ شریف (ملک شام) ابن سید شمس الدین جیلی حامہ شریف ابن سید سیف الدین یحییٰ عموری حامہ شریف ابن سید ابونصر محمد (عراق) ابن سید ابوصالح عمادالدین نصر (بغداد) ابن سید ابوبکر تاج

الدین عبد الرزاق (بغداد) ابن سیدنا عبدالقادر جیلانی محبوب سبحانی ابن سید ابو صالح موسیٰ جنگی دوست ابن سید عبداللہ جیلی ابن سید یحییٰ ابن سید محمد ملک ابن سید داؤد ملک ابن سید موسیٰ الجون ابن سید عبداللہ المحض ابن سید حسن مثنیٰ ابن سید نا سید امام حسن ابن سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم۔

حضور مخدوم پاک قدس سرہٗ نے حضرت عبد الرزاق نورالعین کو اپنا روحانی فرزند قرار دیا تھا۔آپ اور آپ کی اولاد کیلئے فرمایا کرتے تھے کہ میں نے عبدالرزاق اور ان کی اولاد کو خزانۂ الٰہی سے حصہ دلایا ہے اور بارگاہ ایزدی میں دعا کی ہے کہ مولا اگر عبدالرزاق کی اولاد قانع رہیں تو کسی کی محتاج نہ ہوں اور ان کی تھوڑی فکر وتوجہ پر ہمت مرداں مدد خدا ان کے کام آوے۔اور فرمایا تھا کہ نورالعین کی اولاد عزیز الوجود ہوگی لیکن اگر مخلوق کے دروازے پر جائے گی تو ذلیل وخوار ہوگی۔حضرت شیخ عبد الرزاق نورالعین قدس سرہٗ کو ایک سوبیس برس کی زندگی عطا ہوئی۔حضور مخدوم سمنانی قدس سرہ کی وفات کے بعد حضرت نورالعین قدس سرہٗ چالیس سال تک مسلسل جادۂ مخدوم السمنانی پر زینت آرا رہے اور بحسن وکمال منصب سجادگی کی تمام ذمہ داریوں کی انجام دہی فرمائی۔حضرت نورالعین قدس سرہٗ کے وصال کے بعد سلسلۂ سجادگی آپ کی اولاد میں نسلاً بعد نسل منتقل ہوتا رہا یہاں تک کہ تیرہویں صدی ہجری میں اس سجادۂ عالیہ پر قطب ربانی اعلیٰ حضرت حضور سیدنا سید علی حسین الاشرفی الجیلانی قدس سرہ النورانی متمکن ومسند نشین ہوئے۔حضور اشرفی میاں علیہ الرحمہ جو حاجی الحرمین حضرت سید سعادت علی الاشرفی الجیلانی کے دلبند تھے۔انہوں نے اپنے مساعی جمیلہ کی بدولت سلسلۂ اشرفیہ کی عظمتوں میں چار چاند لگا دیا اور اکناف عالم میں سلسلۂ اشرفیہ کی ایسی شاندار اشاعت فرمائی کہ آپ کے ہمعصر اکابر آپ کو سلسلۂ اشرفیہ کا مجدد تسلیم کرنے پر مجبور ہوگئے۔حضور اشرفی میاں علیہ الرحمہ جو حضرت شیخ اعظم علامہ شاہ سید اظہار اشرف علیہ الرحمہ کے پر دادا ہیں انہوں نے دنیا کے کئی ممالک کا دورہ فرمایا اور تقریباً تمام مقامات مقدسہ کی زیارت سے بھی مشرف ہوئے۔چونکہ حضور اعلیٰ حضرت سرکار اشرفی میاں کی زندگی میں ہی آپ کے خلف اکبر عالم باعمل درویش با شغل حضرت مولانا سید احمد اشرف علیہ الرحمہ وصال فرما گئے تھے اس لئے حضور اشرفی علیہ الرحمہ نے اپنے لائق وفائق پوتے حضرت مخدوم المشائخ سرکار کلاں حضرت سید شاہ مختار اشرف علیہ الرحمہ یعنی حضور شیخ اعظم کے والد ماجد کو اپنا سجادہ نشین نامزد فرمایا۔حضور شیخ اعظم کے والد ماجد حضور سرکار کلاں قدس سرہٗ نے اپنے اجداد کی وراثتوں کو سنبھالتے ہوئے مخدومی مشن میں چار چاند لگا دیا اور اپنے جد کی دینی تحریک کا کام کچھ اس طرح کے حسن نظم وضبط کے ساتھ آگے بڑھایا کہ بیشمار باشندگان ہند وبیرون ہند اشرفی فیوض وبرکات سے مالامال وصاحب فضل وکمال ہوگئے اور معاصرین ان خدمات جلیلہ کو دیکھتے ہوئے اس بات پر مجبور ہوگئے کہ وہ آپ کو سرکار کلاں اور مخدوم المشائخ جیسے القاب سے ملقب کریں۔

شیخ اعظم کی ولادت باسعادت

اجداد کی تحریک کو اوج ثریا پر پہونچانے کیلئے بفیضان مخدوم اشرف پروردگار عالم نے حضور سرکار کلاں سیدی وسندی شاہ سید مختار اشرف الاشرفی الجیلانی قدس سرہ النورانی کے آنگن میں مورخہ ۶ محرم الحرام ۱۳۵۵ھ کو ایک ایسا فرزند سعید پیدا فرمایا جس سے پوری دنیائے اشرفیت جگمگا اٹھی اور خاندان اشرفیہ میں خوشی کے ترانے

گائے جانے لگے۔تذکرہ نگاروں نے لکھا ہے کہ جب حضور شیخ اعظم کی ولادت ہوئی تو اس وقت آپ کے پرداد ا اعلیٰ حضرت حضور اشرفی میاں علیہ الرحمہ مدینہ منورہ یعنی بارگاہ رسالت پناہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم میں حاضر تھے۔آپ نے اپنے کشف باطن سے بعطائے پروردگار پر پوتے کی پیدائش کا حال معلوم کرلیا اور اپنے رفقاء سے مخاطب ہوکر فرمایا کہ خدا کا بے پناہ شکر ہے کہ آج اس نے ہمیں ایک انتہائی بابرکت و نیک خصلت پوتا عطا فرمایا۔ بعدۂ آپ مواجہ اقدس کے سامنے کھڑے ہوکر اپنے اس پوتے کی خوشحالی اور جملہ امور میں بہتری کی دعا فرمائی اور اظہار اشرف کے نام سے موسوم فرمایا اور بڑے فرحت وانبساط کے ساتھ کہا کہ اس بچے سے اشرفیت کا خوب خوب اظہار ہوگا۔

شیخ اعظم کا شجرۂ نسب

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ذیل افادۂ ناظرین کے لئے حضور شیخ اعظم کا شجرۂ نسب بھی تحریر کردیا جائے ۔ ملاحظہ ہو۔ شیخ اعظم مخدوم العلماء حضرت سید اظہار اشرف الاشرفی الجیلانی ابن سرکار کلاں حضرت سید مختار اشرف ابن سید احمد اشرف ابن سید علی حسین اشرفی میاں ابن سید حاجی سعادت علی ابن سید قلندر بخش ابن سید تراب اشرف ابن سید محمد نواز ابن سید محمد غوث ابن سید جمال الدین ابن سید عزیز الرحمٰن ابن سید محمد عثمان ابن سید ابو الفتح ابن سید محمد ابن سید محمد اشرف ابن سید حسن ابن خلف اکبر حضرت سید عبدالرزاق نور العین قدس سرہٗ۔

حضرت نور العین علیہ الرحمہ سے اوپر کا شجرہ گزشتہ صفحہ میں تحریر ہو چکا ہے۔

رسم بسم اللہ خوانی

خاندان اشراف کے رسم ورواج کے مطابق حضور شیخ اعظم کا سن جب چار سال چار ماہ چار دن کا ہوا تو اکابر مشائخ خانوادۂ اشرفیہ کو رسم بسم اللہ خوانی کی انجام دہی کے لئے مدعو کیا گیا اور بسم اللہ خوانی کی رسم ادا کی گئی۔اس پُر کیف موقع پر حضور شیخ اعظم کے والد ماجد حضور سرکار کلاں کے علاوہ آپ کے نانا ئے محترم حضرت پیر سید مصطفےٰ اشرف اور پھوپھا محترم حضرت سید محمد یعنی حضور محدث اعظم ہند وغیرہ بھی موجود تھے۔حضور محدث اعظم علیہ الرحمہ نے آپ کی رسم بسم اللہ پر ایک مرصع نظم کہی جس کے دو اشعار ہدیۂ ناظرین ہیں۔

دولت احمد مختار باظہار آمد
مرحبا فضل کریمانہ مبارک باشد
اکنوں بسم اللہ طفلانہ مبارک باشد
آخرش طرۂ مولانا مبارک باشد

تعلیم وتربیت

رسم بسم اللہ خوانی کے بعد باضابطہ تعلیم وتربیت کا آغاز ہوگیا۔ابتدائی تعلیم درجہ پنجم تک جامعہ اشرفیہ کچھوچھہ مقدسہ میں حاصل کی،بعدہ درس نظامیہ کی تکمیل کیلئے الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور کا انتخاب ہوا ۔ اپنے جد محترم حضور اعلیٰ حضرت اشرفی میاں علیہ الرحمہ کے قائم کردہ اس ادارے میں ماہر اساتذہ کی نگرانی میں رہ کر آپ نے درجۂ فضیلت تک کی تعلیم حاصل کی اور ۱۹۵۹ء میں مقتدر علماء ومشائخ نے اپنے مقدس ہاتھوں سے آپ کے سر پر دستار فضیلت باندھی۔

تدریسی خدمت

جامعہ اشرفیہ مبارک پور سے فراغت کے بعد تدریسی خدمت انجام دینے کیلئے ملک کی عظیم المرتبت دینی واسلامی درسگاہ جامعہ نعیمیہ مراد آباد میں مسند درس و تدریس پر مسند آرا ہوئے۔ جامعہ ہٰذا میں متوسطات تک کی تمام کتابیں زیر درس تھیں مگر ابھی ایک سال بھی

پورا نہ ہوسکا تھا کہ آپ کے والد محترم حضور سرکار کلاں نے اپنے مشاغل بسیار اور کارہائے تبلیغ کی وسعتوں کے پیش نظر اپنی خدمت میں کچھوچھہ مقدسہ طلب فرمالیا۔ نتیجۂ تدریسی خدمت سے آپ کو علیٰحدگی اختیار کرنی پڑی۔ تدریسی خدمت سے علیحدگی کے بعد آپ مسلسل والد بزرگوار حضور سرکار کلاں کی خدمت میں رہ کر تبلیغ واشاعت کے جملہ امور میں ان کا ہاتھ بٹانے لگے۔

شرف بیعت وخلافت

آپ کے والد بزرگوار حضور سرکار کلاں علیہ الرحمہ نے محسوس فرمایا کہ اب صاحبزادۂ بلند اقبال اس لائق ہوچکے ہیں کہ دستور موروثی کے مطابق کچھ عہد وپیمان لے کر باضابطہ سلسلۂ عالیہ اشرفیہ میں داخل کرلیا جائے اور بزرگوں کی امانتوں کا امین بناکر خلعت ودستار سے نوازا جائے۔ چنانچہ اس قدر احساس فرمانے کے بعد آپ نے حضور شیخ اعظم کو سلسلۂ عالیہ اشرفیہ چشتیہ وقادریہ میں مرید فرمالیا اور تمام سلاسل حقہ موذونہ کی اجازت وخلافت حلہ وتاج کے ساتھ عطا فرمادی اور جملہ اوراد واشغال کی بھی اجازت مرحمت فرمائی۔ بالخصوص اعمال خاندانی میں دعائے حیدری، حرز یمانی، ودعائے سیفی کی تعلیم فرمائی اور اسی مجلس مبارک میں آپ کو اپنا قائم مقام جانشین وولیعہد قرار دیا۔

دربار حضور میں حاضری اور اوراد کی تکمیل

مذکورہ بالا نعمتوں سے فیضیاب ہونے کے بعد حضور شیخ اعظم علیہ الرحمہ نے اپنے والد معظم حضور سرکار کلاں اور نانا محترم حضرت پیر سید مصطفیٰ اشرف کے ہمراہ حرمین طیبین کا سفر فرمایا اور سعادت حج بیت اللہ کے ساتھ ساتھ اور بھی بیشمار نعمات سے بہرہ ور ہوئے۔ اس سلسلے میں خاص بات یہ ہے کہ دیار حضور ہی میں آپ نے صلوۃ الختام ودعائے حیدری ودعائے سیفی حزب البحر ودعائے بشیخ صلاۃ فاطمہ صلاۃ الاولیاء حرز یمانی وغیرہ اور تمام اشغال واعمال اور ریاضت ومجاہدہ کی تکمیل خاص مواجہ اقدس کی نورانی چھاؤں میں فرمائی۔

مخدومی مشن کا فروغ اور شیخ اعظم

حضور شیخ اعظم علامہ شاہ سید اظہار اشرف علیہ الرحمہ کی دینی ومذہبی خدمات کا سلسلہ ۱۹۵۹ء سے شروع ہوتا ہے۔ چشم شعور وآگہی کھولنے کے بعد آپ کے سامنے اجداد کی خدمات جلیلہ اور کارہائے جمیلہ کی وہ کتاب موجود تھی جس کا ہر صفحہ ان کی زریں خدمات کی داستان سے پُر تھا۔ یہی وہ کتاب تھی جس کو پڑھ کر آپ قوت ارادی عزم واستقلال ہمت وحوصلہ اور بلند خیالی کے کوہ ہمالہ بن گئے تھے۔ اسی کتاب عمل کے مطالعہ نے حضور شیخ اعظم کو اور نہ جانے کیا سے کیا بنادیا تھا۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ سرکار کلاں حضور سیدی شاہ سید مختار اشرف علیہ الرحمہ حضور سرکار اشرفی میاں علیہ الرحمہ کی تحریک کو آگے بڑھانے کے لئے رات ودن ایک کئے ہوئے تھے باوجود اس کے اس میدان میں آپ تنہا تھے ،مگر جب بشارت اشرفی حضور شیخ اعظم علیہ الرحمہ فراغت حاصل کرنے کے بعد اپنے بوڑھے باپ کے لئے ایک مضبوط عصائے پیری بن کر سامنے آئے تو زمانے نے دیکھا کہ اشرفی مشن کو آواز مل گئی اور اشرفی تحریک کا پرندہ اوج ثریا کی بلندیوں سے آنکھیں ملانے لگا چوں کہ ولی کامل حضور اعلیٰ حضرت سرکار اشرفی میاں علیہ الرحمہ نے حضرت شیخ اعظم کی ولادت کے دن ہی مدینہ منورہ میں پیش گوئی فرمادی تھی کہ میرے اس پوتے سے چمن

اشرفیت میں بہار نو آئے گی اور گلستان اشرفیت کے گلہائے حسینی کے رنگ و بو ایک عالم کو معطر و معنبر کردیں گے لہٰذا چونکہ یہ جملۂ مبارکہ ایک عارف باللہ اور مرد حق آگاہ کی زبان فیض و کرم سے صادر ہوا تھا اس لئے اسے صد فیصد صحیح ہی ثابت ہونا تھا۔فراغت کے تقریباً ۱۸ برس بعد جب آپ شریعت وطریقت کے مجمع البحرین اور کامل واکمل بلکہ مظہر اتم ہوگئے تو پھر بموجب حکم حضور سرکار کلاں خانقاہ اشرفیہ حسینیہ کے احاطہ میں ۱۹۷۸ء میں عظیم دینی واسلامی دانشگاہ جامع اشرف کی سنگ بنیاد رکھی اور دیکھتے دیکھتے چند ہی ماہ وایام کے بعد اس عظیم الشان ادارہ میں علوم قرآن وسنت کے متوالے پروانہ وار حاضر ہونے لگے اور از ابتداء تا انتہا کتب دینیہ کی باضابطہ دورۂ حدیث تک تعلیم ہونے لگی۔حضور شیخ اعظم کی خلوص وللّٰہیت اور شبانہ روز کاوشوں ہی کا نتیجہ ہے کہ ادارہ جامع اشرف آج اہل سنت کے پُر وقار ادارات وجامعات میں سرفہرست مقام رکھتا ہے اور ہر سال ایک بڑی تعداد میں علماء وحفاظ ادارہ ہٰذا سے فارغ التحصیل ہوکر اکناف عالم میں دین متین کی حسین خدمت انجام دے رہے ہیں۔ بڑی سچائی کے ساتھ لکھ رہا ہوں کہ دین حنیف کے اس قلعہ کی تعمیر وترقی کے لئے حضور شیخ اعظم علیہ الرحمہ نے پوری زندگی دن کو دن رات کو رات نہیں سمجھا۔آج بھی لوگ اس بات کے شاہد ہیں کہ جامع اشرف کی تعمیری مہم کو سر کرنے کے لئے حضرت شیخ اعظم نے نہ تو کبھی جان لیوا سرد موسم کی پرواہ کی اور نہ ہی کبھی سخت چلچلاتی ہوئی دھوپ کو اپنے لئے سد راہ ہونے دیا بلکہ اس تعمیری مشن کی تکمیل کے لئے آپ ہمیشہ ''رکتا نہ تھا کسی سے سیل رواں ہمارا'' کے مصداق اتم بنے رہے۔ دیکھنے والے آج تک موجود ہیں اور اس بات کے شاہد ہیں کہ حضرت شیخ اعظم ایک کثیر المریدین شیخ طریقت ہونے کے باوجود جامع اشرف کے لئے ٹانڈہ جلال پور، اکبر پور وغیرہ کا سفر سائیکل موٹر سائیکل اور ٹریکٹر جیسی تکلیف دہ سواریوں سے کیا۔مریدین متوسلین اور معاصرین سب بخوبی جانتے ہیں کہ حضرت شیخ اعظم نے جسم وروح کی ہزار ہا تکالیف اور مصائب کو بسر وچشم خنداں پیشانی کے ساتھ قبول کرلیا مگر خانقاہ اشرفیہ اور جامع اشرف کی ترقی اور عروج کی رکاوٹوں اور مخالفتوں کو مخدومی مشن کیلئے کبھی خار راہ نہ بننے دیا۔یہی وجہ ہے کہ خانقاہ اشرفیہ نے آپ سے جو عروج پایا آپ کے معاصرین میں اس کی نظیر نہیں ملتی۔

وصال پُر ملال

قول باری'' کل نفس ذائقة الموت '' کے بموجب بالآخر ۳۰ ربیع الاول ۱۴۳۳ھ مطابق ۲۳ فروری ۲۰۱۲ء بروز جمعرات سلسلۂ عالیہ اشرفیہ کا یہ مجمع الفضائل والکمالات مبلغ ومجاہد اس دار فانی سے کوچ کرگیا (انا للہ وانا الیہ راجعون)

آپ کی نماز جنازہ آپ کے خلف اکبر وجانشین علامہ سید محمود اشرف الاشرفی الجیلانی مدظلہ النورانی نے پڑھائی۔ بعدۂ آپ کا جسد خاکی خانقاہ حسینیہ اشرفیہ میں سپرد خاک کیا گیا۔آپ نے اپنے پیچھے ۳ ربیٹے اور ایک بیٹی چھوڑی ہے۔ اول الذکر صاحبزادے علامہ سید محمود اشرف صاحب قبلہ اس وقت اپنے والد معظم کے تخت وسجادہ کے وارث ہیں اور آپ کے علاوہ دوسرے صاحبزادگان علامہ سید محمد اشرف اور علامہ سید حماد اشرف صاحبان بھی شب وروز فروغ سلسلۂ اشرفیہ میں مصروف عمل ہیں۔

☆☆☆☆

شیخ اعظم موجودہ علماء و مشائخ کے لئے نمونۂ عمل

مفتی رحمت علی مصباحی تیغی، بانی وسربراہ جامعہ عبداللہ ابن مسعود
ومدرسہ قادریہ ضیائے مصطفیٰ (کولکاتا)

شیخ اعظم حضرت علامہ مولانا سید شاہ اظہار اشرف اشرفی جیلانی سابق سجادہ نشیں آستانۂ عالیہ اشرفیہ حسنیہ سرکار کلاں کچھوچھہ پاک کی ذات ستودہ صفات اور آپ کی قومی وملی خدمات آب زر سے لکھے جانے کے قابل ہیں۔ آپ کی ولادت باسعادت ۶ محرم الحرام ۱۳۵۵ھ مطابق ۱۹۳۵ء کو کچھوچھہ شریف کی سرزمین پر ہوئی اور آپ کا وصال پر ملال ممبئی کے اسماعیلیہ ہاسپٹل میں طویل علالت کے بعد ہوا۔

۱۳۵۵ھ میں آپ کے دادا اعلیٰ حضرت اشرفی میاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حج بیت اللہ سے فارغ ہوکر روضۂ رسول اقدس کی حاضری اور زیارت کے لئے مدینہ منورہ تشریف لے گئے ساتھ میں بہت سے علماء ومشائخ شریک سفر تھے۔ شیخ اعظم کی ولادت کچھوچھہ شریف میں ہوئی ہے اور حضور اشرفی میاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مدینہ پاک میں لوگوں سے فرماتے ہیں کہ کچھوچھہ شریف میں فقیر کا پوتا ہوا ہے۔ پھر روضہ انور پر حاضر ہوکر مواجہ اقدس کے سامنے کھڑے ہوکر دعا فرمائی اور اپنے نومولود پوتے کا نام اظہار اشرف تجویز کر کے فرمایا اس سے اشرفیت کا خوب خوب اظہار ہوگا۔ سبحان اللہ۔

چنانچہ شیخ اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان اپنے جد امجد حضور اشرفی میاں علیہ الرحمہ کی سراپا کرامت بن کر دنیا میں ابھرے۔ آپ نے دنیا والوں کے سامنے مکارم اخلاق اور محاسن اطوار کا ایسا نمونہ پیش کیا جس کی مثال اس زمانے میں بہت مشکل سے ملتی ہے۔ خدا کا خوف اور دین وسنیت کا درد آپ کے رگ رگ میں بسا ہوا تھا۔ جس کے چند نمونے یہاں تحریر کرنے کی سعادتیں حاصل کرتا ہوں تاکہ دیگر پیران کرام اور رہنمایانِ قوم کے لئے سامان عبرت ہوں اور وہ انہیں نمونہ بنائیں۔

خشیت الٰہی اور امانت داری

ماہ نامہ غوث العالم کے شمارہ فروری ۲۰۰۷ء میں مولانا سیف خالد اشرفی جامعہ اشرفیہ معارف القرآن درگاہ روڈ کچھوچھہ تحریر فرماتے ہیں۔ ۱۹۸۰ء میں میں جامع اشرف کا پہلا آفس انچارج تھا۔ یہاں انچارج نائب مہتمم اور عملاً مہتمم ہوتا ہے۔ شیخ اعظم کو دیکھتا تھا، ہفتوں کے سفر سے واپسی کے بعد جب مکان پر واپس آتے فریش ہوئے بغیر ہی جامع اشرف پہونچ جاتے اور فوراً مجھے طلب کرتے اور روپئے والا چھوٹا بیگ میرے حوالے کر دیتے اور کہتے "یہ لو میرے لئے یہ سانپ بچھو ہے" میں اسے ٹیبل پر جھاڑ دیتا اس سے الگ الگ دھاگے میں بندھی کاغذ سے لپٹی ہوئی روپیوں کی پڑیاں ملتیں۔ کاغذ میں چندہ دینے والے کے نام اور پتے ہوتے اور وہی نوٹ ہوتا جو دینے والے نے دیا ہوتا۔

سبحان اللہ! یہ ہے شیخ اعظم کی خشیتِ ربانی اور امانت داری کہ مدرسہ کے لیے دی جانے والی رقوم میں معمولی ردوبدل کو گوارا نہیں فرماتے۔ ہر رقم کو بعینہٖ اس کے دینے والے کے نام اور پتے کے ساتھ مدرسہ میں پہنچا دیتے اور ان رقوم کو اپنے مصرف میں خرچ کرنا اپنے حق میں غضب رب اور قہر الٰہی کا سبب سمجھتے۔ اس سے عبرت حاصل کریں وہ حضرات جو مدرسہ کے نام سے جعلی رسیدیں چھاپ کر اپنے حلقہائے ارادت مندوں میں رمضان وقربانی کے علاوہ پورے سال چندہ کر کے اپنے لئے زمین جائدات خریدتے اور مکان دوکان بناتے ہیں

اور شیخ اعظم کے اس طریقۂ حسنہ کو نمونۂ عمل بنائیں وہ ارباب اقتدار ادارہ جو برائے نام مدرسہ اور دارالعلوم کھول کر بیٹھ گئے ہیں اور سال بھر اس کی آمدنی سے اپنی روزی روٹی چلاتے ہیں۔ان کے اندر نہ دین کا درد ہوتا نہ سنیت کی فکر۔الا ماشاءاللہ۔

نماز کی پابندی

مولانا موصوف اس مضمون میں ایک جگہ رقم طراز ہیں۔ حضر (حالت اقامت) میں نماز کی پابندی میں کسی کو دقت کا سامنا نہیں ہوتا۔جو نمازی ہیں وہ پابندی سے نماز پڑھتے ہیں مگر حالت سفر میں اچھے خاصے لوگوں کی نمازیں قضا ہو جاتی ہیں۔

۱۹۷۷ء میں شیخ اعظم بھاگل پور تشریف لے گئے۔ انہیں مولانا عبدالعزیز صاحب نعیمی اشرفی کی دعوت پر اسلام آباد چوٹیا جو شہر سے ۴۵ کیلومیٹر جانا تھا۔ مجھے شریک سفر بنا لیا عصر کا وقت آ گیا۔ان کو نماز کی بے چینی تھی۔اللہ مجھے معاف کرے۔ مجھے اس سے بے پرواہ دیکھ کر اس طرح کہا ''بھئی کچھ نماز کی فکر کرو'' اور گاڑی میں نماز ادا کر لی۔عصر حاضر کے بہت سے پیر مغاں بننے والے حضرات تو نماز ہی نہیں پڑھتے اور بہت سے لوگ پڑھتے بھی ہیں تو سفر میں اکثر و بیشتر نماز سے لاپرواہی اور غفلت ان سے ہو ہی جاتی ہے۔وہ یہ سوچ کر کہ منزل پر پہونچ کر اطمینان سے نماز پڑھ لوں گا۔حالاں کہ اس میں بہت سی خرابیاں ہیں۔ایک تو یہ کہ نماز قضا ہو گئی۔ دوسری یہ کہ موت وحیات کا کوئی ٹھیک نہیں کہ ہمیں پلک جھپکنے کی مہلت ملتی ہے کہ نہیں تو منزل تک پہونچنا بہت دور کی بات ہے کیا پتہ کہ اس سفر میں منزل تک پہونچنا نصیب ہو گا یا نہیں؟ اس لئے وقت پر نماز ادا کر لینا ضروری ہے۔شیخ اعظم اسی نظریہ اور خیال نیک میں سفر میں بھی وقت پر نماز کا التزام فرماتے ہوئے نظر آتے ہیں حضور مفتی اعظم ہند، سرکار تیغ علی سرکانہی شریف مظفر پور اور سرکار نمازی خلیفہ سرکار تیغ علی علیہم الرحمۃ والرضوان کی حیات طیبہ کے مطالعہ سے یقین کے اجالے میں یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ ان حضرات نے سفر وحضر میں وقت پر نماز کا بڑی پابندی سے التزام فرمایا ہے۔ خدائے پاک ہمیں اور تمام مسلمانوں کو ان بزرگوں کے نقوش پا پر چلتے ہوئے بروقت اقامت نماز کی توفیق عطا فرمائے۔

لا تجالسوهم ولا تواكلوهم کی شاندار تشریح

علماء اور خواص کا عوام بدعقیدوں سے بغرض تبلیغ وارشاد رابطہ رکھنا فعل حسن ہے چنانچہ استاذ العلماء حضرت علامہ مفتی رضاء الحق اشرفی راج محلی سابق شیخ الحدیث جامع اشرف کچھوچھہ شریف ماہنامہ غوث العالم ماہ فروری ۲۰۰۷ء میں تحریر فرماتے ہیں کہ شیخ اعظم نے فرمایا میرے خیال سے علماء کرام کو حدیث شریف "لاتجالسوهم ولا تواكلوهم" یعنی بدمذہبوں کے ساتھ نہ اٹھو بیٹھو اور نہ اس کے ساتھ کھاؤ پیو۔پڑھتے وقت اس بات کو ملحوظ رکھنا چاہئے کہ ممانعت ان لوگوں کے حق میں ہے جو بدمذہبوں کی صحبت میں اٹھنے بیٹھنے سے ان کے اثر کو قبول کر لیں گے جیسے عوام الناس۔لیکن وہ لوگ جو ان پر اپنا اثر ڈال دیں گے اور ان کی بدعقیدگی سے خود کو متاثر نہیں ہونے دیں گے ان کے لئے بدمذہبوں کے ساتھ ملنا کہ اٹھنے بیٹھنے کی ممانعت کا حکم نہیں بلکہ انہیں چاہئے کہ ان کو اپنی صحبت میں آنے جانے کا موقع دے کر اپنے حسن تدبر سے ان کو صحیح راستے پر لانے کی کوشش کریں۔یہی تعلیم سرکار اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان کی ہے کہ عوام بدعقیدوں اور مذبذب قسم کے لوگوں سے اس خیال کے ساتھ اپنے عمل وکردار اور اقوال وگفتار کے ذریعہ انہیں بدعقیدگی کی ظلمت اور گمرہی کے دلدل سے نکال کر رشد وہدایت کے مینارۂ نور اور حق وصداقت کے جادۂ مستقیم پر پہونچایا جا سکے۔

بلاشبہ شیخ اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان کا یہ طریقۂ تبلیغ وارشاد قابل صد مبارک باد ہے۔ان کی حیات کا ایک ایک گوشہ زمانے کے مشائخ اور علماء ملت کے لئے مشعل راہ اور نمونۂ عمل ہے۔

☆☆☆☆

وہ جو بیچتے تھے دوائے دل

مولانا مشتاق احمد اشرفی بنارسی، ناظم اعلیٰ مدرسہ تعلیم الاسلام واستاذ جامعہ عربیہ ضیاء العلوم بنارس

جانشینِ سید مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی بانی جامع اشرف، یادگار سلف، عالم شریعت، غواص بحر معرفت، ہادی راہ طریقت، تاجدار اہل سنت، حضرت علامہ الحاج مفتی سید شاہ ابو المحمود محمد اظہار اشرف اشرفی جیلانی کچھوچھوی سجادہ نشین آستانہ عالیہ حسنیہ سرکار کلاں کچھوچھہ مقدسہ اللہ کو پیارے ہوگئے، انا للہ وانا الیہ راجعون.

گردشِ لیل ونہار کا ہر لمحہ اور ہر وقت بے شمار اور انگنت وقائع وحوادث اور لاتعداد اموات کو اپنے دامن میں لئے ہوتا ہے، نہ جانے کتنی اموات ایسی بھی ہوتی ہیں جنکا بہت سے لوگوں کو علم بھی نہیں ہوتا اور اگر علم بھی ہو گیا تو کوئی ضروری نہیں کہ وہ ان حوادث و واقعات اور اموات سے متأثر ہو، یا انفعالی صورت حال سے دوچار ہوں کیوں کہ ساری موتیں دردوغم اور رنج والم کے اعتبار سے برابر نہیں ہوتیں بلکہ ان کی نوعیت اور حیثیت مختلف اور جداگانہ ہوا کرتی ہیں بعض موت سے کوئی فرد متأثر ہوا کرتا ہے اور بعض سے پورا کنبہ، بعض سے پورا قبیلہ اور بعض سے پورا ملک اور بعض سے پوری قوم مسلم اور ملت اسلامیہ متائثر ہوتی ہے اور ایسی متائثر ہوتی ہے کہ مدتوں اس کا اثر دردوکرب غم واندوہ کی صورت میں ذہن وفکر اور احساس وشعور پہ طاری رہتا ہے اور بھلائے نہیں بھلتا، گویا دنیا سے جانے اور ہم سے رخصت ہونے والا ہمارا عزیز و شفیق یوں کہتا ہوا رخصت ہوتا ہے۔

مدتوں رویا کریں گے جام و پیمانہ مجھے

گھر بار، فیملی کنبہ، ارادت مند، مجلس یاراں، معاشرہ، ملک، قوم، مساجد، خانوادے، خانقاہیں، غرض ہر مجارٹی، ہر مجلس، ہر بزم، ہر طبقہ، ہر فرقہ، ہر جماعت کے افراد و اشخاص متأثر ہوتے ہیں اور پوری امت مسلمہ کے اندر ایک زبردست خلا پیدا ہو جاتا ہے، خاص طور سے عصر حاضر میں کہ یہ دور ''دور قحط الرجال'' ہے صالحین، کاملین، صادقین، محبین، مصلحین، متقین کا قحط اور فقدان ہے، حضور شیخ اعظم اسی رجال صالحین کی جماعت کے ایک فرد کامل اور اعلیٰ سیرت وکردار کے حامل سچے پکے اور نیک انسان تھے اور آپ کی موت کچھ ایسی ہی غم بھری موت ہے۔

موت اس کی ہے کرے جس کا زمانہ افسوس
یوں تو دنیا میں سبھی آئیں ہیں مرنے کے لئے

اس دور انحطاط میں خال خال کہیں رجال الفکر یعنی اولیاء وصالحین اگر ہیں بھی تو کسی کو کیا معلوم؟ کہ فلاں بندہ ''ولی'' یا مقرب بارگاہِ الٰہی ہے، یعنی اس دنیائے رنگ وبو میں زندگی بسر کرنے والے انسانوں کی زبردست بھیڑ اور ریل پیل میں ولی کامل کی شناخت اور حقیقت شناسی بہت مشکل ہے، لیکن اس مشکل کا حل قرآن وحدیث نے پیش کر دیا ہے اور بہت پہلے ہی بتلا

دیا ہے، کہ کچھ اوصاف ایسے ہیں جس انسان کے اندر وہ پائے جائیں سمجھ لینا وہ خدا کا ''ولی'' ہے۔ قرآن کریم کا ارشاد'' ان اولیاء ہ الا المتقون'' اولیا اللہ تو متقی ہی لوگ ہیں۔

مفسر قرآن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے ''ایک شخص نے حضور نبی کریم ﷺ سے دریافت کیا یا رسول اللہ ﷺ! اولیاء اللہ کون لوگ ہیں؟ حضور علیہ السلام نے فرمایا ''الــذیـــن اذا رءووا ذکــر الــلــہ'' اولیاء اللہ وہ لوگ ہیں، جب ان کو دیکھا جائے تو (ان کے اوصاف کریمانہ اور خصال فقیرانہ کو دیکھ کر) اللہ یاد آ جائے۔

احادیث کریمہ سے یہ بات بالکل ثابت و متحقق ہے کہ ایمان کامل اور تقویٰ کے حاملین بندوں کی عظمت وجلالت شان کے اظہار کے لئے اللہ عزوجل انکی محبت ومقبولیت کو نہ صرف زمین والوں کے لئے بلکہ آسمان والوں کے لئے بھی بالکل عیاں وواضح اور ظاہر و باہر فرما دیتا ہے۔

حضرت جبرئیل علیہ السلام کو حکم ہوتا ہے اے جبرئیل! میرا فلاں بندہ مجھے محبوب ہے رضائے الٰہی کی یہ کیفیت جیسے ہی جبرئیل کو معلوم ہوتی ہے وہ بھی اس بندہ سے محبت کرنے لگتے ہیں اور پھر آسمانوں میں ندا کرتے ہیں کہ اللہ عزوجل فلاں بندے سے محبت کرتا ہے لہٰذا سارے آسمان والے بھی اس سے محبت کریں، یہ اعلان سن کر آسمان والے بھی اس سے محبت کرنے لگتے ہیں۔ آسمان والوں کے بعد زمین میں بھی یہی اشتہار ہوتا ہے نتیجۃً زمین کے بھی سارے لوگ اس بندۂ خدا سے محبت کرنے لگتے ہیں اور پوری زمین پہ اس بندہ کی قبولیت و محبوبیت کے نشان قائم کر دیے جاتے ہیں۔ اس طرح وہ بندہ خدا کی ساری مخلوق کی نگاہوں میں معظم ومکرم اور عزیز ہو جاتا ہے۔

اس حدیث کی تشریح نگاہوں سے بالکل واضح دیکھئے! کہ جن نفوس قدسیہ اور صالحین ومتقین اور علماء ربانیین کی بارگاہ میں بلاتفریق عوام وخواص پوری خلق خدا پروانہ وار ٹوٹی پڑی ہو اور اپنی پلکوں پہ اشک عقیدت کو سجا کر، اللہ والوں کے قدم ناز سے مس کرکے اپنے لئے قابل فخر اور باعث سعادت سمجھتی ہو، ان کے کف پائے غبار وذرات کو اپنے حق میں اکسیر وتریاق سمجھتی ہو، ان قلندرانہ شان بے مثالی اور دلبرانہ ادائے جمالی کو ملاحظہ کرکے قلب وزبان پہ بے ساختہ فلسفی اسلام شاعرِ مشرق اقبال کے تاثرات آ جاتے ہوں کہ۔

جنہیں میں ڈھونڈتا تھا آسمانوں میں زمینوں میں
وہ نکلے میرے ظلمت خانۂ دل کے مکینوں میں
نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کو ارادت ہو تو دیکھ ان کو
ید بیضا لئے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں

قلب وضمیر اور وجدان اور شعور کا جب یہ عالم ہو جائے تو سمجھ لیجئے یہ بندۂ مومن طہارت وتقویٰ، صدق و صفا، جود وسخا اور عفت وحیا کا پیکر، اللہ کا محبوب ہے ولی کامل ہے بلا مبالغہ اور بلا کسی پس وپیش بغیر تردد کے پورے وثوق اور اطمینان سے میں کہتا ہوں کہ انہیں محبوبین حق اور صالحین کاملین، متقین کی مبارک جماعت میں ہندوستان کی سرزمین کچھوچھہ کو بقعہ نور اور گنج اولیاء و صلحاء اور روحانی شفاء خانہ بنانے والے تارک السلطنت

مخدوم الاولیاء سیدنا ومخدومنا سید اوحد الدین مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی رضی اللہ عنہ بھی ہیں، ان کے فرزند معنوی سید عبد الرزاق نور العین رضی اللہ عنہ بھی ہیں اور آپ کا طاہر و مبارک خانوادہ اور عالی جاہ گھرانہ بھی ہے، اسی مقدس ومشرف خانوادے کے درۂ نایاب اور فرد فرید ولی زمن حضرت علامہ سید شاہ علی حسین اشرفی جیلانی المعروف بہ اعلیٰ حضرت اشرفی میاں رضی اللہ عنہ بھی ہیں عارف باللہ قطب وقت حضرت علامہ سید احمد اشرف اشرفی جیلانی رضی اللہ عنہ بھی ہیں محبوب الاولیاء حضرت علامہ سید شاہ مفتی محمد مختار اشرف اشرفی جیلانی سرکار کلاں رضی اللہ عنہ بھی ہیں حضور شیخ اعظم سید محمد اظہار اشرف اشرفی جیلانی رحمۃ اللہ علیہ بھی ہیں۔

حضور شیخ اعظم کی ذات بابرکات دنیائے سنیت میں کسی طرح کے تعارف کی محتاج نہیں، کہ آپ ایک متقی و پرہیزگار اور بے نفس انسان تھے، کبر وریا اور نام ونمود سے بہت دور رہنے والے جید عالم دین، بہترین و بے مثال اوصاف وکمالات کے حامل شخص، کامل مبلغ، ماہر و باکمال مقرر، لاجواب خطیب، مخلص داعئ اسلام، پیکر صدق و صفا اور بے لوث مجاہد ومفکر تھے، تقریباً پندرہ سال تک خانقاہ حسنیہ سرکار کلاں کی مسند سجادگی کی زینت بنے رہے اور متلاشیان علوم تصوف کو سلوک ومعرفت کی منازل طے کراتے رہے، شکستہ دلوں، مجبوروں، بیکسوں کے درد کا درماں بنے رہے اور ان کی مسیحائی کرتے رہے۔

حضور شیخ اعظم اپنی شخصیت، اپنی ذات، اپنے مشن اور اپنی تحریک میں فرد واحد ضرور تھے لیکن اکابر خانوادۂ اشرفیہ کا روحانی فیض مشکل لمحات اور دشوار گزار اوقات میں آپ کی دستگیری و رہنمائی کرتا رہا، حضور سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ کا دست غیب اور حضور سیدنا خواجہ غریب نواز رضی اللہ عنہ کی غریب نوازی و بندہ پروری اور حضور سید مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی رضی اللہ عنہ کی شانِ بندہ نوازی آپکے شامل حال رہتی یقیناً آپ صحیح النسب سید تھے، نسب شریف بالکل مطہر ومنزہ مثل آئینہ صاف وشفاف تھا لیکن اس فضیلت نسبی کے باوجود آپ نے کبھی اس کی وجہ سے کبر و ناز نہیں کیا اور عالی نسب ہونے کی وجہ سے کبھی بھی نفس کے فریب میں نہیں آئے بلکہ ہمیشہ عمل اور کام پر اعتماد کیا۔ گویا زبان حال سے اعلان تھا۔

لسناوان کرمت اوائلنا
یوما علی الاحساب نتکل

حضور شیخ اعظم دنیا کی نگاہوں میں تنہا واکیلے تھے لیکن حقیقت یہ تھی کہ وہ سیکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں افراد پہ بھاری تھے۔ ان کا اعلیٰ تصوف اور بلند تقوی اور عشقِ رسول اس امر کا شاہد ہے کہ وہ صاحب کشف وکرامت ''ولی'' تھے وہ فرد واحد نہیں بلکہ اپنے اعلیٰ کاموں اور زندہ جاوید کارناموں کی وجہ سے بذات خود ایک انجمن تھے، سچی بات یہ ہے کہ یورپ وامریکہ میں علمی پائے کا جو کام پوری ایک کمیٹی اور اکیڈمی کرتی ہے ہمارے ہندوستان میں ایک ذہین وفطین اور تعلیم یافتہ شخص تن تنہا اکیلے، اپنے بل بوتے اور اپنی حکمت عملی کے ذریعہ وہ کام کر گزرتا ہے، اس کی زندہ جاوید مثال حضور شیخ اعظم کی حیات پاک اور ان کے علمی کارنامے ہیں۔

حضور شیخ اعظم کے رہنما اصول میں جہد مسلسل،

عزم مصمم، یقین محکم اور محبت فاتح عالم کو اصل الاصول کی اہمیت وحیثیت حاصل تھی۔

مخالفتوں کے بادصرصر چلے، شورشوں کی آندھیاں اٹھیں، دشنام طرازیاں کی گئیں، نسبت پاک پر طعن کی ناپاک کوششیں کی گئیں، نازیبا ہفوات بکے گئے، تخریبی ذہنیت کا بھر پور استعمال کیا گیا مگر شیخ اعظم شیخ اعظم تھے کہ اپنے استقلال، خوداعتمادی، یقین وثبات، عزم مصمم، قوت ارادی، بے لوث محبت اور بے باک صداقت کے ساتھ تمام رکاوٹوں اور تمام مخالفتوں کی پرواہ کئے بغیر اپنے تعمیری کاموں میں لگے رہے ترقی کی شہ کلید حاصل کرنے کی سعی کرتے رہے، پیچھے مڑکر دیکھنا کیسا؟! بس آگے ہی بڑھتے رہنا ان کی فطرت اور طبیعت تھی آخر کار اپنی منزل مقصود کے قریب پہونچ گئے، اپنے مقصد کی حصول یابی کے لئے انہوں نے بھوک کو بھوک اور پیاس کو پیاس نہ سمجھا بلکہ اپنی صحت وتندرستی کی بھی پرواہ نہیں کی اپنی جان کو جوکھم میں صرف اس لئے ڈال دیا کہ ملت کی روحانی حیات اپنے پورے استحکام اور افادیت واہمیت کے ساتھ برقرار رہے، کیوں کہ وہ یہ بات اچھی طرح جانتے تھے کہ افراد کی حیات ملت کی حیات سے مربوط ہے۔

مجھے یہ ڈر ہے دل زندہ تو نہ مر جائے
کہ زندگانی عبارت ہے تیرے جینے سے

قوم وملت کی فلاح وبہبود اور تعمیر وترقی کے لئے جب بھی کوشش کی گئی اور ذمہ داران قوم نے حضور شیخ اعظم کو یاد کیا تو حضور نے نہ صرف یہ کہ لبیک کہا بلکہ قوم کی اصلاح وبہتری کے لئے اٹھنے والی تحریک کی باگ ڈور کو اپنے ہاتھوں سے سنبھال کر قائدانہ رول ادا کیا اپنی پیری وضعیفی کے باوجود وہ رواں دواں اور فعال ومتحرک انسان تھے گفتار کے نہیں چمکتے کردار کے غازی تھے۔ اولوالعزم اور عالی حوصلہ اور تاریخ ساز انسان تھے، ظاہر سی بات ہے ایسی مجمع الفضائل شخصیت کی وفات کسی ایک فرد کی وفات نہیں ہوا کرتی بلکہ ایک جماعت، امت اور ایک عالم کی وفات ہوتی ہے۔ **موتُ العالِم موتُ العالَم**

شیخ اعظم کی وفات سے ملت اسلامیہ کا ایسا زبردست اور عظیم خسارہ ونقصان ہوا ہے جس کی تلافی مستقبل قریب میں ممکن نظر نہیں آتی، آپکی وفات سے گویا ایک عہد کا خاتمہ ہوگیا، تاریخ کے ایک باب کا اختتام ہوگیا، جی ہاں! صرف طبقۂ اشرفیت ہی کے لئے نہیں بلکہ پوری دنیائے سنیت اور ملت اسلامیہ کے لئے آپ کی وفات باعث درد وکرب اور وجہ افسردگی ومایوسی ہے۔

''حضور شیخ اعظم'' ایک ہمہ گیر شخصیت کا نام ہے، اپنی عظیم خدمات اور اعلیٰ کارنامے ہی کی وجہ سے علماء، طلباء، مدرسین اور عوام وخواص سب کے ذہن وفکر میں خیالات بن کر، دلوں میں دھڑکن بن کر یاد رکھے جائیں گے اور حقیقت بھی یہی ہے کہ انسان اپنی موت کے بعد دو ہی وجہ سے یاد کیا جاتا ہے یا تو نیک نامی کی وجہ سے یا بدنامی کی وجہ سے شیخ اعظم سراپا خیر اور نیکی ہی کا نام ہے، ایک اچھا انسان اپنی نیکی تقوی اعلی کردار اور پاکیزہ سیرت اور اخلاق عالیہ ہی کی بدولت بعد از موت بھی زندہ رہتا ہے، سچ کہا ہے حماسی شاعر ابوتمام نے ؏

وما ابن آدم الاذکر صالحة
او ذکر سیئة یسری بها الکلم
اما سمعت بدهر بعد امته

جاء ت باخبارها من بعدها امم

شیخ اعظم کے اوصاف کریمانہ صفات محمودہ اور خصال حمیدہ کو دیکھ کر اور یاد کر کے زبان بے اختیار پکار اٹھتی ہے، ''اللہ مغفرت کرے بڑی خوبیاں تھی جانے والے میں'' میری کوتاہ نظر میں شیخ اعظم کا سب سے اہم اور بڑا کارنامہ بلکہ زندہ جاوید کارنامہ'' جامع اشرف اور مختار اشرف لائبریری کا قیام ہے، حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

الدال علی الخیر کفاعله

نیکی کا پتہ بتانے والا گویا خود نیکی کرنے والا ہے۔

دوسری حدیث طیبہ میں حضور علیہ الصلوۃ والسلام فرماتے ہیں:

''اذا مات الانسان انقطع عمله الا من ثلث صدقة جارية او علم ينتفع به او ولد صالح يدعو له'' جب انسان مرجاتا ہے تو اس کے سارے اعمال ختم ہو جاتے ہیں مگر تین چیزیں باقی رہ جاتی ہیں(۱)صدقہ جاریہ(۲)علم نافع (۳) نیک اولاد جو والدین کے لئے دعاء مغفرت کرے۔

ایک تیسری حدیث پاک میں یوں ارشاد ہوا ہے:

''**من سن فی الاسلام سنة حسنة فله اجرها و اجر من عمل بها**'' اسلام کے اندر جس نے کوئی اچھا طریقہ ایجاد کیا تو اس پر عمل کرنے والے کے برابر ایجاد کرنے والے کو بھی ثواب ملے گا۔

مذکورہ احادیث طیبہ کی روشنی میں یہ بات بالکل عیاں اور واضح ہے کہ حضور شیخ اعظم نیکیوں کے خوگر اور نیک راہ بتانے والے تھے کیا انہوں نے نیکیوں پر عمل کرنے کرانے کا ہمیں زریں موقع نہیں دیا کہ ایک عظیم ولا جواب اسلامی ادارہ قائم کر دیا ہر سال شعبہ عربی شعبہ حفظ وقراءت اور شعبہ افتاء سے سیکڑوں فارغین علماء، حفاظ اور مفتی بن کر نکل رہے ہیں اور ہندوستان کے کونے کونے میں پھیل کر دعوت وتبلیغ اور ارشاد ونصیحت اور امامت کا مقدس فریضہ انجام دے رہے ہیں کیا یہ ''سنت حسنہ'' نہیں ہے؟! یقیناً ہے اور بالکل ہے! پس یہ کہنا عین موافق حدیث ہوگا کہ ان تمام نیکیوں کے ثواب میں حضور شیخ اعظم علیہ الرحمہ کا بھی ایک مخصوص حصہ ہے۔

جہاں تک ''صدقہ جاریہ اور علم نافع'' کی بات ہے تو اس کی تشریح میں بھی جامع اشرف اور مختار اشرف لائبریری کو بطور مثال نظروں کے سامنے دیکھ لیں ''ولد صالح'' کی تفسیر دیکھنا ہو تو حضور قائد ملت حضرت علامہ سید محمود اشرف اشرفی جیلانی سجادہ نشین خانقاہ حسنیہ سرکار کلاں و ناظم اعلیٰ جامع اشرف و بانی الاشرف اکیڈمی نئی دہلی اور حضرت علامہ سید اشرف اشرفی جیلانی جنرل سکریٹری علماء و مشائخ بورڈ لکھنو اور حضرت سید حماد میاں صاحب قبلہ شہزادگان حضور شیخ اعظم کو دیکھ لیں۔

اب ذرا سوچو اور غور کرو! علم وادب اور فکر وفن کا یہ عدیم المثال گہوارہ جب تک برقرار رہے گا معارف وحکم کا یہ مایہ ناز یہ گنجینہ جب تک اپنا خزانہ لٹا تا رہے گا نکہت ونور کے آب باراں سے لبریز و معمور یہ چشمہ جب تک تشنگان علوم کو سیراب کرتا رہے گا یعنی ''جامع اشرف''''جامع اشرف'' بن کر جب تک بادہ کشوں کو شراب معرفت پلاتا رہے گا اور مختار اشرف لائبریری سے علماء، فضلاء، طلباء،

اساتذہ اور محققین وغیرہ جب تک استفادہ کرتے رہیں گے حضور شیخ اعظم کے نامہ اعمال میں بتقاضاء رحمت الٰہی نیکیاں لکھی جاتی رہے گی ان کے مراتب و درجات میں انشاءاللہ دن بدن ترقی ہوتی رہے گی۔

حضور شیخ اعظم کی زندگی دعوت وتبلیغ اور اصلاح معاشرہ کے لئے وقف تھی، بے شمار دعوتی اسفار کے لئے لا تعداد مدارس و ادارے کی سرپرستی کی اور خلق خدا پر خوب شفقت ومہربانی کی اور عوام وخواص سب کو بھرپور فائدہ پہونچایا یعنی حدیث رسول ''خیر الناس من ینفع الناس'' کی عملی تفسیر تھے۔

آپ جب اپنے دعوتی وتبلیغی مشن پر ہوتے تو ہر جگہ بے شمار لوگ آپ کے دست حق پرست پر بیعت ہوتے، بہت سے گستاخان رسول اور گمراہ لوگ اپنے غلط اور باطل عقیدے سے توبہ کر کہ سنی صحیح العقیدہ مسلمان بنتے، بدعقیدگی کے جال میں پھنسے بہت سے سادہ لوح نوجوانوں کی آنکھوں سے آپ نے اپنی خطابت اور دلپزیر تقریر کے اثر سے باطل کی عینک کو اتار دیا اور انہیں اعتقاد صحیح اور عقائد حقہ کی تعلیم سے روشناس کرایا ملک و بیرون ملک میں لاکھوں کی تعداد میں آپ کے مریدین و معتقدین موجود ہیں یوپی، بہار، بنگال، گجرات، مہاراشٹر کے بہت سے اضلاع میں دعوتی سرگرمیوں کے درمیان کثیر تعداد میں بدعقیدہ لوگوں نے اپنے گمراہ کن عقائد و نظریات سے آپ کے دست مبارک پر توبہ کی۔ بیرون ملک مثلاً پاکستان، بنگلہ دیش، شری لنکا، ہالینڈ وغیرہ ممالک میں بھی آپکے تبلیغی دورہوا کرتے تھے اور وہاں بھی آپ کے مریدوں کی اچھی خاصی تعداد پائی جاتی ہے۔

بے شمار اولیاء و صالحین کے آستانے پر حاضری دے کر اکتساب فیض کیا مولائے کائنات، شہنشاہ ولایت حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم نجف اشرف، مشہد امام عالی مقام حضرت حسین علیہ السلام کربلاء معلّٰی، ضریحہ شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ بغداد شریف میں نیاز مندانہ حاضری دی اپنے آبائے کرام رضوان اللہ علیہم سے کیا مانگا اور کیا ملا خدا ہی جانے؟!

شیخ اعظم علیہ الرحمۃ و الرضوان شریعت کے اصول واحکام پہ عمل کرنے والے ایک قابل قدر اور جید عالم دین اور بے لوث مخلص داعئ اسلام تھے۔ آپ کی موت سے ملت کا بہت بڑا خسارہ اور نقصان ہوا ہے، دعوت وارشاد اور تبلیغ دین کے اہم فریضہ میں رخنہ اور خلا پیدا ہو گیا جس کے پر ہونے میں کافی وقت درکار ہوگا۔

وما کان قیس هلكه هلک واحد
و لكنه بنيان قدم تهد ما

زمانے کا ایک عام دستور اور دنیا کی روش ہے کہ کوئی انسان کتنا ہی بڑا مرد صالح، مجاہد اعظم، غازی زمن، پیر مغاں ہو جائے لیکن جب تک قفص عنصری میں وہ مقید رہتا ہے دنیا اس کا لوہا ماننے کے کئے آسانی سے تیار نہیں ہوتی، لیکن وہی قابل انسان جب اس دنیائے رنگ و بو سے اپنا رشتہ موت کی شکل میں منقطع کرتا ہے تو اسکے صرف احباب و اعزہ اور قریبی لوگ ہی نہیں بلکہ اغیار و بیگانے لوگ بھی اظہار غمخواری و ہمدردی کرنے لگتے ہیں، مادحین ہی نہیں بلکہ ناقدین وحاقدین بھی اسکی قابلیت واستعداد اور اس کے جوہر ذاتی کے قائل ہو جاتے ہیں، اس کے محاسن، مناقب، محامد، فضائل اور خصائل حمیدہ کے معترف

ہو جاتے ہیں ہر سمت سے اس کے کمالات، امتیازات، خصوصیات کا اعتراف ہونے لگتا ہے ع

مر کے جوہر آپ کے جوہر کھلے

آج حضور شیخ اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان اپنے قالب خاکی اور بشری عوارض کے ساتھ ہمارے بیچ نہ رہے لیکن ان کی روحانیت سے ہم ویسا ہی استفادہ اور اکتساب فیض کر سکتے ہیں جیسا کہ ان کی شخصیت سے ان کی حیات ظاہری میں کرتے تھے بلکہ اس سے بھی کچھ زیادہ، اب ہماری نظروں میں اس رخ زیبا کا کھلی آنکھوں سے دیدار نہ سہی لیکن اس رہبر کامل اور قائد اعظم کے اخلاق عالیہ کا ایک ایک گوشہ اور ایک ایک پہلو جیسے انکی سادگی، کسر نفسی، خلوص وللّٰہیت اپنوں وبیگانوں سبھوں پر شفقت، اسلاف سے والہانہ عشق ومحبت، جامع اشرف اور مختار اشرف لائبریری کے لئے شب وروز تگ ودو، علم وفن سے ان کا شغف، طالبان علوم نبویہ کے ساتھ ان کا تلطف، غرض ان کی ساری خوبیاں اور تمام اچھائیاں اور نیکیاں اور احیائے سنت وتبلیغ دین کے لئے کی جانے والی ان کی تمام کوششیں ایک ایک کرکے ذہن وفکر کے پردے پر منقش ہو کر نظروں کے سامنے آرہی ہیں مگر اس وقت حضور شیخ اعظم اپنی حیات ظاہری کے ساتھ ہمارے درمیان نہیں رہے اور اپنی تعریف وتوصیف اور مدح وستائش اور قدر دانی سے بالکل بے نیاز ہیں، ایک نئے عالم میں نئی شان اور انوکھی آن بان کے ساتھ جوار رحمت میں بڑے سکون اور آرام کے ساتھ استراحت فرما رہے ہیں، "نور کی بارش ہو حشر تک مزار پاک پر"

ابر رحمت تیرے مرقد پہ گہر باری کرے
حشر تک شان کریمی ناز برداری کرے

دعا ہے کہ حضور شیخ اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان کی تحریک ومشن کو پایہ تکمیل تک پہونچانے کے لئے اللہ رب العزت حضور قائد ملت اور حضور اشرف ملت کے بازووں کو استحکام عطا فرمائے ان کے عزائم ومقاصد میں پختگی اور اخلاص عطا فرمائے۔ آمین **بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علی خیر خلقہ محمد و آلہ و صحبہ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین.**

☆☆☆☆

رسول کریم کا ارشاد کریم ہے

- ☆ بخدا وہ شخص مومن نہیں ہے! بخدا وہ شخص مومن نہیں ہے! بخدا وہ شخص مومن نہیں ہے! پوچھا گیا کون؟ ارشاد ہوا جس سے اس کا پڑوسی خطرہ محسوس کرتا ہو۔
- ☆ تباہ ہوجائے وہ، تباہ ہوجائے وہ، تباہ ہوجائے وہ پوچھا گیا کون؟ ارشاد ہوا جس نے اپنے والدین کو یا ان میں سے کسی ایک کو بڑھاپے کی حالت میں اور ان کی خدمت کرکے جنت کا حقدار نہ بنا۔
- ☆ مظلوم کی آہ سے بچو! اس لئے کہ اس کے درمیان اور رب کے درمیاں کوئی حجاب نہیں ہوتا۔
- ☆ عورتوں کے معاملے میں اللہ سے ڈرتے رہا کرو کیوں کہ عورتیں تمہارے ہاتھوں میں اللہ کی امانتیں ہیں۔
- ☆ اپنے نوکروں کو دن بھر میں ستر مرتبہ معاف کرو۔
- ☆ پسینہ خشک ہونے سے پہلے پہلے مزدوروں کی مزدوری ادا کرو۔

شیخ اعظم چمنستان ولایت کے مہکتے پھول

مولانا محمد ابراہیم آسی مصباحی، ریسرچ اسکالر آرہ یونیورسیٹی

موت برحق ہے اس سے کسی کو راہ فرار نہیں کچھ ایسے اشخاص بھی ہوتے ہیں جن کی موت پر دنیا جشن مناتی ہے، ہر سمت خوشی کا ماحول ہوتا ہے یہ وہ لوگ ہیں جن کی ذات سے خلق خدا پریشان رہتی ہے، لوگ ان کے ظلم وستم سے تنگ آجاتے ہیں، ان کی ہلاکت وبربادی کے لئے رب قدیر کی بارگاہ میں میں دعائیں مانگی جاتی ہیں لیکنا سی آسمان تلے ایسی ہستیاں بھی ہوتی ہیں جن کی موت پر سب کی آنکھیں اشکبار ہوجاتی ہیں ہر طرف آہ وبکا ہوتا ہے ایسے افراد کے بارے میں کہا جاتا ہے "موت العالم موت العالم" ان کی زندگی خدمت خلق کے لیے وقف ہوتی ہے دین و اسلام کی ترویج واشاعت کے لئے ہمہ لحہ کوشاں رہتے ہیں۔

دنیائے کفروالحاد میں ان گنت محبوبان خدا نے گمراہوں کو بارگاہ ایزدی میں سربسجود کرایا اور خالق حقیقی سے جاملے ہزاروں ماہ ونجوم افق تصوف پر نمودار ہوکر فنا وبقا کی منزل حاصل کرکے راہ ہدایت سے بھٹکے ہوئے انسانوں کو راہ حق دکھا کر ہماری ظاہری آنکھوں سے اوجھل ہوگئے۔ تقسیم ہندوپاک سے قبل ۱۹۳۵ کی بات ہے اس وقت ہندوستان پرتن کے گورے من کے کالے کی حکمرانی تھی برصغیر کا روحانی مرکز کچھوچھہ شریف محتاج تعارف نہیں ۱۹۳۵ کی ایک سہانی رات تھی، نور بخش سحر سمت مشرق سے نمودار ہونے والا تھا، یہ کچھوچھہ مقدسہ کی ایک خوبصورت صبح تھی، آج کا دن نہ معلوم کیوں اتنا حسین اور دلکش لگ رہا تھا، فطری طور پر یہ احساس ذہن کے وسیع پردے پر چھا رہا تھا کہ خالق کائنات کی کوئی رحمت ونعمت نمودار ہونے والی ہے اور ایسا ہی ہوا کچھوچھہ مقدسہ کی سرزمین پر ایک بچہ چمنستان ولایت کا پھول بن کر کھلا ،والدمحترم کا دل بچے کے رخ زیبا کو دیکھ کر فرط مسرت سے کھل اٹھا، بچے کا دادا ولی کامل مرشد برحق اس وقت روضہ رسول مدینہ منورہ میں بارگاہ رسول سے اپنے مریدین کے ہمراہ فیوض وبرکات حاصل کررہے تھے۔آپ نے ارشادفرمایا ناچیز کے یہاں پوتا پیدا ہوا ہے میں اس کا نام اظہار اشرف رکھتا ہوں بچے کا چہرہ نہایت پرکشش اور تابناک لگ رہا تھا، ہوشمندی اور تابندگی کا ستارہ عیاں تھا، طفولیت سے ہی رموز ولایت مترشح تھی علم وفن اور معرفت وطریقت کے گہوارے میں آنکھیں کھولیں۔

بچے کو دیکھنے بعد یہ اندازہ ہوتا تھا کہ قدرت نے دولت حسن بھی بڑی فیاضی سے عطا فرمایا ہے دادا نے نام اظہار اشرف رکھا یہی نام مشہور ہوگیا کنیت ابوالمحمود ہوگئی زبان خلق میں شیخ اعظم لقب پڑ گیا اس بچے کی زندگی عام بچوں سے الگ تھلگ تھی کھیل کود سے کوسوں دور اور بھلا ایسا کیوں نہ ہو آپ کے دادا جان مدینہ منورہ میں ولادت کی خوشخبری دیتے ہوئے فرماتے ہیں "اس بچے سے اشرفیت کا خوب خوب اظہار ہوگا۔"

وقت گزرتا گیا تعلیم کی طرف توجہ ہوئی ابتدائی تعلیم درجہ پنجم تک جامعہ اشرفیہ کچھوچھہ مقدسہ میں ہوئی حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے قول ''اطلبوا العلم و لو کان بالصین'' پر عمل کرتے ہوئے اعلیٰ تعلیم کے لئے رخت سفر باندھا دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور میں مشاہیر علمائے کرام کے زیر درس حصول علم میں مصروف ہو گئے اور وادی طفل سے نکل کر میدان شباب پر قدم رکھ چکے تھے۔ متناسب جسم کے مالک، با رعب چہرہ، پرکشش آنکھیں، باوقار قد کا نوجوان کم عمری میں تمام علوم عقلیہ و نقلیہ تفسیر وفقہ پر عبور حاصل کرکے'' العلماء ورثۃ الانبیاء'' کے منصب پر فائز ہو کر علم وفن کے عظیم شہسوار بن گئے اب بھی آپ کی روح پیاس اور تشنگی محسوس کر رہی تھی اب علوم باطنی کی ضرورت تھی جس کے بغیر انسان بہت کچھ حاصل کرکے بھی کچھ حاصل نہیں کر پاتا دینی تعلیم سے فراغت کے بعد روحانی تعلیم کی طرف توجہ ہوئی خاندانی رسم ورواج کے مطابق آپ کے والد گرامی مرشد برحق مخدوم المشائخ حضور سرکار کلاں علیہ الرحمہ والرضوان نے شرف بیعت فرما کر اجازت وخلافت سے نوازا اور تاج وجبہ مرحمت فرمایا۔

کشور ولایت پر تخت نشیں ہوئے، خلق خدا کو علوم ظاہری اور علوم باطنی سے سیراب کرنے لگے، فیاضی وسخاوت ورثہ میں ملی تھی۔ آپ منکسر المزاج اور حلیم الطبع تھے، فخر وکبر سے آپ کا دامن پاک وصاف تھا۔ پوری زندگی خدمت خلق کے لئے وقف کر دی۔ آپ نباض قوم اور ہمدرد ملت تھے۔ علوم ظاہری کی پیاس بجھانے کے لئے آپ نے جامع اشرف کی بنیاد ڈالی، اس چمن کو خون جگر سے سینچا، اس میں بے شمار گل ولالہ پیدا ہوئے جس کی خوشبو اطراف واکناف ہی نہیں بلکہ مشرق ومغرب، شمال وجنوب میں پھیل گئی، علم وفضل کا ایسا گلزار بن گیا جس کی مہک گیتی کے گوشے گوشے میں پھیل گئی۔

آپ کی تعمیری فکر میں یہ بات ثبت ہو چکی کہ کتابیں قوم کا لازوال خزانہ ہے۔ اسی کے پیش نظر آپ نے مختار اشرف لائبریری قائم کیا اور قلیل مدت میں آپ نے مختلف علوم وفنون پر مشتمل سولہ ہزار سے زائد کتابوں کو اکٹھا کیا ہندوستان میں شاید ہی کوئی ایسی خانقاہ ہو جہاں اتنی کثیر تعداد میں کتب اسلامیہ موجود ہوں آپ نے اپنے نانا جان کے دین کی اشاعت کے لئے نہ صرف شہروں اور قصبوں کا تبلیغی دورہ کیا بلکہ دور افتادہ دیہاتوں میں جہاں سفر کی سہولتوں کا فقدان تھا، دشوار گزار راہوں اور صعوبتوں کو برداشت کرکے سنیت کو فروغ دیا آپ کی دلکش اور مقدس صورت کو دیکھ کر کتنے بدعقیدہ اپنے بدعقیدگی سے تائب ہو گئے۔

یقیناً سرزمین کچھوچھہ کو آپ پر فخر ہے کچھوچھہ کے افق سے اٹھنے والا یہ بادل اٹھا اور چہار جانب چھا گیا اور ایسا برسا کہ علم ودانش کی کھیتیاں سرسبز شاداب ہوتی چلی گئیں۔ آپ علم وفضل میں شہرۂ آفاق، تفقہ وتدبر میں یگانہ روزگار، شریعت وطریقت کے بحر ذخار، دبستان فکر وفن کے ماہر آبیار، فلک تقدس وطہارت کے ماہ تاباں تھے، روحانی تصرف کا یہ عالم کہ خلق خدا خود بخود کھنچی چلی آتی۔ ہندو بیرون ہند میں مختلف دینی ادارے اور تنظیمیں قائم کیں۔ آپ تنہا تھے لیکن آپ کی ذات ایک انجمن تھی۔ عشق رسول میں سرشار زیارت حرمین طیبین کے لئے آپ

عازم سفر ہوئے۔ مکہ معظّمہ اور مدینہ منورہ کے علاوہ آپ متعدد مقامات مقدسہ کی زیارت سے شرفیاب ہوئے ۔آپ کے آباء واجداد کی نظر عنایت آپ پر تھی کہ جامع مسجد بغداد شریف کے خطیب وامام نے آپ کو سیف بغدادی عطا فرمائی۔ نجف اشرف میں روضہ علی کے سجادہ نشین نے آپ کے سر پر روضۂ حضرت علی کی چادر مبارک سے دستار بندی فرمائی۔ آپ کے والد گرامی سرکار کلاں علیہ الرحمۃ والرضوان کے دار فانی سے کوچ فرمانے کے بعد ۲ جنوری ۱۹۹۷ء کے پر مسرت عرس مبارک کے موقع پر اجلہ علمائے کرام، مشائخ عظام اور لاکھوں مریدین و متوسلین کی موجودگی میں مسند سجادگی پر براجمان ہو کر ظاہری علوم کے ساتھ ساتھ باطنی علوم کے ذریعہ بھی بندگان خدا کو معرفت الٰہی کی راہ دکھانے لگے یوں تو بے شمار دینی، ملی، اور سماجی علمی خدمات آپ کی ذات سے ہوئی لیکن ان میں، جامع اشرف، کا قیام اور مختار اشرف لائبریری کی بنیاد سب سے زیادہ نمایاں ہے جسے قوم کبھی فراموش نہیں کر سکتی قوم وملت پر آپ کا یہ بہت بڑا احسان ہے۔ اس طرح آپ کی پوری زندگی خدمت خلق میں صرف ہوئی۔ آپ شباب سے شیخوخیت کی منزل میں داخل ہو گئے آپ کے چہرے سے اور زیادہ ضیائے ولایت مترشح ہونے لگی، آپ کی ذات گرامی دینی مجلس ومحفل کی زینت بن گئی، کسی پروگرام میں آپ کی شرکت کامیابی کی ضمانت سمجھی جانے لگی، خوف الٰہی اور عشق رسول نے آپ کو دنیا و مافیہا سے بے خبر کر دیا۔ آپ کی ہر حرکت وسکون اتباع سنت اور احکام شریعت کے سانچے میں ڈھلی ہوتی۔ اہل علم اور اہل عقیدت آپ کے نقش قدم سے اوامر ونواہی کا سبق لینے لگے آپ کی جسمانی طاقت کم ہونے لگی اور روحانی طاقت بڑھنے لگی۔ آپ کی ذات گرامی آماجگاہ خلق بن گئی۔

۲۲ فروری ۲۰۱۲ کی ایک اداس شام تھی یہ احساس بار بار ذہن کے دریچے پر دستک دے رہا تھا کہ کوئی نعمت ورحمت ہم سے رخصت ہونے والی ہے اسی اثنا میں یہ خبر جنگل کی آگ کی طرح پھیلی کہ پیر طریقت رہبر شریعت جگر گوشہ سرکار کلاں حضور شیخ اعظم اظہار اشرف اشرفی جیلانی اپنے مریدوں اور چاہنے والوں کو سسکتا بلکتا چھوڑ کر اپنے محبوب حقیقی سے جا ملے! ''انا للہ وانا الیہ راجعون''

☆☆☆☆

رسول کریم کا ارشاد کریم ہے

☆ جو شخص اللہ کی رضامندی کی خاطر کسی یتیم پر شفقت کا ہاتھ پھیرتا ہے تو ہر بال کے بدلے اسے کئی نیکیاں عطا کی جاتی ہیں۔

☆ میں تم میں دو بھاری بھر کم چیزیں چھوڑ جا رہا ہوں، ایک تو قرآن ہے جس میں ہدایت وروشنی ہے، تم لوگ اسے مضبوطی سے تھامے رہو۔ دوسری میری آل ہے میں تمہیں ان کے بارے میں اللہ سے ڈراتا ہوں، میں تمہیں ان کے بارے میں اللہ سے ڈراتا ہوں، میں تمہیں ان کے بارے میں اللہ سے ڈراتا ہوں۔

شیخ اعظم الجامعۃ الاشرفیہ سے منصب سجادگی تک

مولانا مبارک حسین مصباحی، ایڈیٹر ماہ نامہ اشرفیہ، مبارک پور

فرزندانِ اشرفیہ میں جن حضرات نے رشد و ہدایت اور تعلیم و تصوف کے حوالے سے بین الاقوامی شہرت حاصل کی، ان میں ایک اہم نام شیخ اعظم حضرت سید اظہار اشرف اشرفی کچھوچھوی فاضل اشرفیہ کا بھی ہے۔ آپ کی ذات گرامی خاکِ ہند کی ایک عظیم خانقاہ کے فرد فرید ہونے کی حیثیت سے اہلِ ہند کے لیے سرمایہ افتخار تھی، لیکن دار العلوم اشرفیہ مبارک پور کی تعلیم و تربیت اور حضور حافظ ملت علامہ شاہ عبد العزیز محدث مرادآبادی کی نگاہِ کیمیا اثر نے اس سونے کو کندن بنا دیا۔ سرکار کلاں حضرت سید محمد اشرفی جیلانی کے نورِ نظر حضرت شیخ اعظم کی ولادت 1355ھ / 1936 کو کچھوچھہ مقدسہ میں ہوئی، اس وقت آپ کے جد امجد قطب ربانی اعلیٰ حضرت سید علی حسین اشرفی میاں علیہ الرحمہ مدینہ منورہ میں تھے، بذریعہ کشف ولادت کی خبر پا کر مواجہ اقدس میں اپنے پوتے کے علم و اقبال کی وسعت اور دین و سنیت کی خدمت کے لیے خوب دعائیں کیں اور اظہار اشرف نام تجویز کر کے فرمایا۔ انشاء اللہ میرے اس پوتے سے اشرفیت کا خوب خوب اظہار ہوگا۔ دربارِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں دعا قبول ہوئی اور شیخ اعظم کی زندگی علم و عمل اور رشد و ہدایت کا پیکرِ محسوس بن گئی۔ حضرت شیخ اعظم اپنے پدر بزرگوار حضرت سرکارِ کلاں کے مرید و خلیفہ اور مختلف اوراد و وظائف میں انہیں سے مجاز و ماذون تھے۔ انہیں کی زیرِ نگرانی آپ نے طریقت و معرفت کی منزلیں طے کیں اور پھر ان کے وصال کے بعد بموقع عرس چہلم 1417ھ 1997ء جادہ مختار اشرف کے حقیقی اور روحانی وارث کی حیثیت سے مسند سجادگی پر متمکن ہوئے اور پھر آپ کی ذاتِ گرامی سے اشرفی فیضان کا ایسا سیلِ رواں جاری ہوا جس سے ملک و بیرون ملک کی ہزاروں آبادیاں سیراب ہو گئیں۔ حضرت شیخ اعظم مثبت اور تعمیری فکر و مزاج کے حامل تھے۔ اشرفی رضوی محاذ آرائی کے عہد میں بھی آپ مشربی زعمِ تعصب کی بوالعجبیوں سے بڑی حد تک دور رہے۔ آپ نے ہر مخالفت کا جواب کام سے دینے کی کوشش کی۔ ہزاروں ہزار مریدین و متوسلین کی تربیت اور ان کے مسائل و معاملات کی رہ نمائی اور سرپرستی بجائے خود انتہائی اہم کارنامہ ہے، لیکن اس کے باوجود آپ نے دین و دانش اور تعلیم و تربیت کے فروغ میں بھی درخشاں نقوش چھوڑے ہیں۔ جیسے (1) جامع اشرف کی تعمیر و تاسیس (2) مختار اشرف لائبریری کا قیام اور ان دونوں کے ذیلی شعبوں کی کفالت کے ساتھ آپ نے ملک بھر میں درجنوں اداروں کی سرپرستی بھی فرمائی۔ مختار اشرف لائبریری کا قیام و انتظام آپ کا اعلیٰ اور تاریخی کارنامہ ہے جسے رہتی دنیا تک اہلِ علم یاد رکھیں گے۔ آج جب بھی مدارس کی

دنیا میں لائبریریوں کا نام آتا ہے تو جامعہ اشرفیہ کی امام احمد رضا لائبریری اور جامع اشرف کی مختار اشرف لائبریری کو بطور مثال پیش کیا جاتا ہے۔

معمولاتِ مشائخ کے مطابق بہ عمر چار سال، چار ماہ، چار دن آپ کی رسم بسم اللہ خوانی ادا کی گئی، اس تقریب میں والد گرامی، نانا جان حضرت پیر سید مصطفیٰ اشرف اور آپ کے پھوپھا حضرت محدث اعظم ہند کچھوچھوی وغیرہ مشائخ موجود تھے۔ اس موقع پر محدث اعظم ہند نے ایک منقبت پیش کی جس کے دو شعر یہ ہیں

دولتِ احمدِ مختار بہ اظہار آمد
مرحبا فضل کریمانہ مبارک باشد
اکنوں بسم اللہ طفلا ناں مبارک باشد
آخرش طرہ مولانا مبارک باشد

درجہ پنجم تک ابتدائی تعلیم مدرسہ اشرفیہ کچھوچھہ شریف میں حاصل کی، اعلیٰ تعلیم کے لیے دار العلوم اشرفیہ مبارک پور میں داخل ہوئے، جس طرح آج جامعہ اشرفیہ شہرہ آفاق اور مرجع طلبہ ہے، اسی طرح ان دنوں بھی دار العلوم اشرفیہ ملک بھر میں اپنی تعلیم وتربیت کے لیے اپنی مثال آپ تھا، عام طور پر خانوادہ اشرفیہ کچھوچھہ مقدسہ کے طلبہ مبارک پور کا رخ کرتے تھے اور حافظ ملت ان کی سیادت کے قرار واقعی احترام کے ساتھ ان کی تعلیم اور ان کے قیام وطعام کا معقول اہتمام کرنے کی کوشش فرماتے تھے۔ دیگر اساتذہ بھی ساداتِ کچھوچھہ کی تعلیم وتربیت پر خصوصی توجہ فرماتے تھے۔ ایک چشم دید شاہد کی حیثیت سے ڈاکٹر فضل الرحمٰن شرر مصباحی لکھتے ہیں:

کوئی پچاس برس پہلے جب میں دار العلوم اشرفیہ مبارک پور میں زیر تعلیم تھا، ان دنوں تحصیلِ علوم کے لیے کچھوچھہ مقدسہ کے سادات خاصی تعداد میں مبارک پور کا رخ کرتے تھے۔ سید اظہار اشرف، سید کمیل اشرف، سید محمد مدنی میاں، سید احمد حسین کوثر، سید ملیح اشرف، سید فہیم اشرف، سید محمد ہاشمی میاں، سید محمد جیلانی میاں، سید تنویر اشرف، یہ وہ نونہالانِ اشرفیت تھے جن کے دم قدم سے خطہ مبارک پور مرغ زار تھا اور اشرفیہ باغ و بہار تھا۔ جب یہ شہزادے قصبے کے گلی کوچوں سے گزرتے تو اپنی وضع قطع سے ہی پہچان لیے جاتے تھے اور اہلِ قصبہ ان کے لیے آنکھیں بچھاتے تھے، تعظیم و توقیر میں کوئی کسر باقی نہیں چھوڑتے تھے۔ (اظہارِ عقیدت، ج:1، ص:4)

شیخ اعظم حضرت سید محمد اظہار اشرف علیہ الرحمہ ۱۵ برس کی عمر میں ۳ جولائی ۱۹۵۲ میں دار العلوم اشرفیہ میں داخل ہوئے۔ اور ۱۰ شعبان ۱۳۷۶ھ / ۱۹۵۷ میں درس نظامی سے فراغت حاصل کی۔ منتہی کتابیں جن اساتذہ سے پڑھیں اس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔ ان دنوں اشرفیہ کی سالانہ روداد میں امتحان کے محصلہ نمبر بھی کتابوں کے ساتھ درج کیے جاتے تھے۔ رودادِ اشرفیہ کے حوالے سے یہ تفصیلات ہم ذیل میں درج کرتے ہیں۔

کتاب	استاذ	نمبر
ترمذی شریف	جلالۃ العلم حافظ ملت	70
جلالین شریف	جلالۃ العلم حافظ ملت	92
بخاری شریف	جلالۃ العلم حافظ ملت	90

ہدایہ آخرین	علامہ عبدالروف علیہ الرحمہ	70
مسلم شریف	علامہ عبدالروف علیہ الرحمہ	90
بیضاوی شریف	علامہ عبدالروف علیہ الرحمہ	75
ہدایہ اولین	علامہ ظفرادیبی	86
سلم العلوم	علامہ ظفرادیبی	70
ملاحسن	مفتی عبدالمنان اعظمی	70
مناظرہ رشیدیہ	مفتی عبدالمنان اعظمی	70
مشکاۃ شریف	قاری محمد یحیٰ	90

آپ کے رفقائے درس میں چند مشاہیر کے نام یہ ہیں:

مولانا رحیم اللہ بلیاوی، مولانا مشاہد رضا پیلی بھیتی، علامہ ضیا المصطفیٰ قادری، مولانا کمیل اشرف کچھوچھوی، مولانا ممتاز احمد مبارک پوری، مولانا عبداللہ گونڈوی۔

حضرت شیخ اعظم نے عہد طالب علمی میں بہ حیثیت معین المدرسین دار العلوم اشرفیہ میں دو سال حسب ذیل کتابوں کا درس دیا۔

۷۵-۱۳۷۴ میں میزان، نحومیر اور ۷۶-۱۳۷۵ میں شرح مأۃ عامل، نحومیر، دروس الادب۔

معین المدرسی کے عہد کے تلامذہ میں ڈاکٹر فضل الرحمٰن شرر مصباحی، مولانا ثنا اللہ امجدی اور عبد القدوس مونگیری کے نام قابلِ ذکر ہیں۔

دارالعلوم اشرفیہ سے فراغت کے بعد آپ نے جامعہ نعیمیہ مراد آباد میں چندسال تدریسی خدمات انجام دیں اور پھر خانقاہی ذمہ داریوں اور دعوت وارشاد کے اسفار نے اس طرف رخ کرنے کا موقع نہیں دیا۔ تاہم تصوف و روحانیت اور دعوت و ارشاد کے ساتھ علم وقلم سے رشتہ کبھی نہیں ٹوٹا۔ جامع اشرف اور مختار اشرف لائبریری کا قیام اسی علمی ذوق کے نتائج ہیں۔ عشقِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ کی پوری زندگی سرشار رہی۔ آپ ایک عظیم اور سچے نعت گوشاعر تھے۔ دو جلدوں میں آپ کا مجموعہ کلام بنام اظہارِ عقیدت شائع ہو چکا ہے۔ آپ کی نعتیہ شاعری پر بڑے بڑے ناقدین ادب نے اظہارِ خیال کیا ہے۔ آخری ایام میں آپ کے مطالعہ کا محور مثنوی مولانا روم تھی۔ آپ نے مثنوی مولوی معنوی دفتر اول کا چار ہزار اشعار پر مشتمل منظوم ترجمہ اور اس کی عالمانہ اور عارفانہ توضیح وتشریح بھی کی ہے۔ شعر و ادب کے حوالے سے آپ کا یہ ایک بڑا کارنامہ ہے۔

مختصر یہ کہ حضرت علامہ سید اظہار اشرف علیہ الرحمہ گونا گوں اوصاف وکمالات کے حامل تھے، مدرس، مصنف، مناظر، خطیب، شاعر اور پیر و مرشد، سب سے نمایاں کارنامہ ملک و بیرون ملک دعوت وارشاد ہے، آپ یقیناً اپنے عہد میں شیخ اعظم اور اشرفیت کے سفیرِ اعظم تھے۔

☆☆☆☆

رسول کریم کا ارشاد کریم ھے

☆ میرے صحابہ کو برا بھلا نہ کہو! قسم خدا کی جس کے قبضے میں مری جان ہے اگر تم میں سے کوئی اُحُد پہاڑ کے برابر بھی سونا خرچ کرے تو صحابہ کے دیے ہوئے آدھا کیلو خیرات کے برابر نہیں ہوسکتا۔

☆ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو شخص میرے کسی ولی سے دشمنی مول لیتا ہے، اس سے میرا اعلان جنگ ہے اور میں اپنے ولی کے دشمنوں پر ایسا ہی حملہ کرتا ہوں جس طرح غضبناک شیر کسی پر حملہ کرتا ہے۔

شیخ اعظم: رخ حیات کی جھلکیاں

عطاء النبی حسینی، نیپال متعلم الجامعۃ الاشرفیہ (جماعت سابعہ)

اس کائنات میں کچھ ہستیاں ایسی بھی ہوتی ہیں جن کے سینے میں دھڑکتا دل ہوتا ہے جو انہیں ہر دم، ہر پل، ہر لمحہ، ہر لحظہ، ہر آن اور ہر وقت جماعت کے غم میں بے چین اور قوم کی فکر میں بے قرار رکھتا ہے جب وہ راتوں کو بستر استراحت پر ہوتی ہیں تو تبلیغ دین واشاعت سنیت کی سوچ وفکر عقل وخرد کو جھنجھوڑتی ہے کہ مسلک و مذہب کا کام کس طرح کیا جائے اور جب دن میں تنہائی کا کچھ لمحہ میسر ہوتا ہے تو قوم کی زبوں حالی کا دکھ درد روح کو تڑپا دیتا ہے کہ قوم کی رہنمائی اور ان کی اصلاح کس طرح کی جائے یہی وہ شخصیتیں ہیں جن کے اس بزم کائنات سے اٹھ جانے کے بعد آنکھیں ان کے دیدار ثانی کے لئے ترس ترس کے رہ جاتی ہیں دل تڑپ تڑپ کے رہ جاتے ہیں اور فکر سسک سسک کر رہ جاتی ہیں ایسے لوگ جاتے تو ہیں لیکن تنہا نہیں جاتے بلکہ آرزؤں کا قافلہ، تمناؤں کا ہجوم، امنگوں کا کارواں اور خواہشوں کی انجمن ساتھ لے جاتے ہیں ایسوں کی رحلت سے کتنی آنکھیں اشکبار، کتنے دل مغموم، کتنی مسندیں خالی کتنی انجمنیں سنسان، کتنی محفلیں ویران اور کتنی بزمیں بے رونق ہو جاتی ہیں ایسی ہی انمول اور انوکھی ذات مخدوم العلماء شیخ اعظم حضرت علامہ مولانا سید شاہ محمد اظہار اشرف اشرفی جیلانی علیہ الرحمہ کی تھی۔

ولادت

شیخ اعظم کی ولادت ۶ محرم الحرام ۱۳۵۵ھ مطابق ۱۹۳۶ء کو کچھوچھہ مقدسہ میں خاندان اشرفیہ کے ایک عظیم فرزند مخدوم المشائخ، سرکار کلاں سید محمد مختار اشرف اشرفی جیلانی علیہ الرحمہ کے گھر ہوئی۔

اشرفی میاں کی بشارت

آپ کی ولادت کے سال آپ کے پر دادا اعلیٰ حضرت اشرفی میاں علیہ الرحمہ علماؤ مشائخ کے ساتھ فریضۂ حج کے ادائیگی کے لئے حرمین شرفین گئے ہوئے تھے جب اشرفی میاں مدینہ منورہ آئے تو وہیں بذریعہ کشف آپ کو اپنے پوتے کی پیدائش کا علم ہوا اور اپنے ہمراہوں پر بھی اس کشف کا اظہار فرمایا اور روضۂ اقدس حاضر ہو کر مواجہ شریف کے سامنے کھڑے اس نومولود کے لئے دعا گو ہوئے اور اس بچے کا نام ''اظہار اشرف'' رکھ کر فرمایا ''اس سے اشرفیت کا خوب خوب چرچا ہوگا'' (۱)

اشرفی میاں علیہ الرحمہ نے اپنے اس پوتے کو اپنی ذات بھی قرار دیا۔ چنانچہ جب آپ فریضۂ حج سے فراغت کے بعد کچھوچھہ تشریف لائے تو اپنے پوتے کو اپنی آغوش شفقت میں لے لئے اس کے بعد کیا ہوا سارا حال مولانا محمد عابد حسین اشرفی کے قلم سے ملاحظہ فرمائیں۔

(اشرفی میاں نے فرمایا) اے بابو! سب لوگ موجود ہیں تو آج فقیر اشرفی کی بات سنو، سب حاضرین دیکھو، یہ میری گود میں کون ہیں؟ حاضرین نے عرض کیا یہ تو آپ کا پیارا پوتا ہے جو آپ کی گود میں مچل رہا ہے

تو اس پر اعلیٰ حضرت اشرفی میاں رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: سنو اور دیکھو، یہ میں ہوں، یہ میں ہوں جہاں یہ ہوں گے وہیں میں ہوں گا (۲)

مزید آگے رقمطراز ہیں یہ شہزادہ جد کریم سرکار مخدوم اشرف کے نام اور ان کے مشن کا اظہار کرے گا۔(۳)

تعلیم و تربیت

حضور اشرفی میاں علیہ الرحمہ نے روز اول ہی آپ کی پیشانی میں پوشیدہ روشن اور تابناک مستقبل کو اپنے معتقدین اور اہل خاندان کے سامنے ہویدا فرما دیا تھا پھر کیا تھا، دن گذرے، ماہ گذرے، سال گذرے اور دیکھتے ہی دیکھتے چار سال چار ماہ چار دن گذر گئے تو خاندانی روایت کے مطابق بڑے تزک و احتشام کے ساتھ خانوادہ کے عظیم المرتبت شخصیتوں اور دیگر علمائے اہل سنت کے مجمع میں رسم بسم اللہ خوانی ادا کی گئی اس موقع سعید پر حضور محدث اعظم ہند علیہ الرحمہ نے آپ کی رسم بسم اللہ خوانی پر ایک منقبت کہی تھی جس میں سے دو اشعار بطور تبرّک ملاحظہ فرمائیں:

دولت احمد مختار باظہار آمد
مرحبا فضل کریمانہ مبارک باشد
اکنوں بسم اللہ طفلاناں مبارک باشد
آخرش طرۂ مولانا مبارک باشد (۴)

رسم بسم اللہ خوانی کے بعد ''مدرسہ اشرفیہ'' کچھوچھہ مقدسہ (جو آپ کا آبائی مدرسہ تھا) آئے اور یہاں کے مشفق اساتذہ کے سبب وہ کرن جو آپ کی جبین میں مخفی تھی ظاہر ہونے لگی یہاں درجۂ پنجم تک تعلیم حاصل کی پھر آپ کے والد بزرگوار حضرت سرکار کلاں علیہ الرحمہ نے اپنے برادر طریقت خلیفۂ اعلیٰ حضرت اشرفی میاں علیہ الرحمہ، حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ کی تربیت خاص میں آپ کو دے دیا۔ اس طرح حضور شیخ اعظم علیہ الرحمہ نے کچھوچھہ مقدسہ سے مبارکپور حصول علم کے لئے سفر کیا اور ''باغ فردوس'' الجامعۃ الاشرفیہ میں مقیم رہ کر اپنے اساتذہ کی نگرانی میں حصول علم میں مشغول ہو گئے۔

حضور حافظ ملت اور شیخ اعظم

چوں کہ آپ سید زادہ اور حافظ ملت کے پیر گھرانہ کے چشم و چراغ تھے اس لئے حضور حافظ ملت آپ پر حد درجہ مہربان تھے اور آپ کو اپنے تربیت خاص میں رکھتے تھے۔ حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ اوقات درس کے علاوہ بھی آپ کو درسی کتابوں کی تعلیم دیا کرتے تھے۔ جیسا کہ مولانا ناز اہد علی سلامی صاحب استاذ جامعہ اشرفیہ مبارک پور نے ۲۳ فروری بروز جمعرات اپنی مختصر تقریر میں فرمایا:

''حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ نے شیخ اعظم کو بنایا سنوارا سجایا نکھارا آپ ان پر خاص نظر رکھتے اور ان پر حد درجہ مہربان رہتے اسی سبب سے حضور حافظ ملت ان کو اوقات درس کے بعد بھی ''جلالین شریف'' کا درس دیا کرتے تھے''

اس طرح شیخ اعظم حضور حافظ ملت اور دیگر ماہر اساتذہ کے زیر نگرانی محنت و لگن اور جد و جہد کے ساتھ علم حاصل کرتے رہے یہاں تک کہ ۱۹۵۷ء میں علماء و مشائخ کے ہاتھوں دستار فضیلت سے نوازے گئے۔

بیعت و ارادت

علم شریعت کے حصول کے بعد علم طریقت کی طرف توجہ فرمائی اور خاندانی روایات کے مطابق اپنے والد ماجد علامہ سید مختار اشرف سرکار کلاں علیہ الرحمہ کے دست مبارک بیعت ہو کر سلسلہ عالیہ قادریہ چشتیہ اشرفیہ میں داخل ہوئے اور تمام سلاسل موذونہ حقہ کی اجازت و

خلافت سے نوازے گئے ساتھ ہی جملہ اوراد و وظائف اور اعمال خاندانی خصوصاً دعائے حیدری، حرزِ یمانی اور دعائے سیفی کی اجازت بھی عطا ہوئی اور حضرت سرکارکلاں نے ان نوازشوں کے علاوہ اپنی جانشینی اور ولی عہدی سے بھی انھیں سرفراز فرمایا۔

مسند سجادگی پر جلوس

حضور اشرفی میاں علیہ الرحمہ نے حج سے واپسی کے بعد اہل خاندان سے اپنے پوتے (حضور شیخ اعظم) کے بارے میں "یہ میں ہوں" "یہ میں ہوں جہاں یہ ہوں گے وہیں میں ہوں گا" فرما کر اپنے جانشین (حضرت سرکارکلاں علیہ الرحمہ) کے جانشین کی طرف اشارہ فرمادیا تھا اسی اشارہ کو حضرت سرکارکلاں نے حضور شیخ اعظم سے بیعت لینے کے بعد آپ کو اپنا جانشین اور ولیعہد نامزد فرما کر عملی جامہ پہنایا۔ اس طرح جانشینی اور ولیعہدی کے عظیم منصب پر فائز رہے اور مسند سجادگی پر آپ نے حضرت سرکارکلاں علیہ الرحمہ کے عرس چہلم ۲۱ شعبان المعظم ۱۴۱۷ھ مطابق ۲ جنوری ۱۹۹۷ء کو علماء و مشائخ اور سادات کچھوچھہ کے اتفاق سے جلوس فرمایا۔

خدمات

حضور شیخ اعظم علیہ الرحمہ نے اپنی پوری زندگی خدمت دین متین کے لئے وقف کر رکھی تھی جس کی ابتداء بعد فراغت ۱۹۵۷ء سے ہوئی اور تاحین حیات یہ سلسلہ برقرار رہا۔ اس طرح آپ کی خدمات پانچ دہائیوں کو محیط ہیں جن کا مختصر جائزہ پیش خدمت ہے۔

تدریسی خدمات

فراغت کے فوراً بعد صدر الافاضل علامہ نعیم الدین مرادآبادی کی تابندہ یادگار اور اہل سنت کی عظیم دینی درسگاہ "جامعہ نعیمیہ" مرادآباد تشریف لے گئے اور تقریباً ایک سال بغیر تنخواہ کے تشنگان علوم کو سیراب کیا اور اپنی صلاحیت کا لوہا منوالیا۔ لیکن خانقاہی امور کی انجام دہی اور کارہائے تبلیغ کی وسعتوں کے پیش نظر آپ کو تدریسی خدمات سے علیٰحدگی اختیار کرنی پڑی۔

تبلیغی خدمات

اس کے بعد آپ نے تبلیغی خدمات کی جانب زمام زندگی کو موڑا اور شریعت وطریقت کی دعوت رشد و ہدایت اور اشاعت دین جو آپ کی خاندانی روایت ہے اور یہ نسلاً بعد نسلٍ و بطناً بعد بطنٍ جاری ہے۔ آپ نے اپنے علم و عمل اور اخلاق حسنہ سے اس میں چار چاند لگا دیئے۔ آپ قول و فعل میں یادگار سلف تھے اسی لئے مقبولان خاص و عام رہے۔ ہزار ہا بندگان خدا آپ کی سعی و عمل سے اشرفی سلسلہ میں داخل ہوئے کثرت کار اور علالت کے باوجود تبلیغی دورے کئے بلکہ اپنی حیات کا طویل حصہ تبلیغی دوروں میں گزار دیا۔ یہ دورے ہند ہی نہیں بلکہ ہند کے علاوہ ایشائی ممالک سے یورپین ممالک تک پھیلے ہوئے ہیں۔ خاص طور سے پورنیہ، کٹیہار، کشن گنج اور بنگال وغیرہ دیہی علاقوں میں جہاں گاڑیاں تو درکنار پا پیادہ چلنا دشوار تھا، آپ نے ان علاقوں میں پیدل گھوم گھوم کر دین اسلام کو گھر گھر پہنچایا کہیں بیل گاڑی پر سوار ہو کر جگہ جگہ مذہب اہل سنت وجماعت کی ترویج واشاعت فرمائی اور کبھی بھی ان دوروں میں پیش آنے والی صعوبتوں کی پرواہ نہ کی، نہ مشکلات کی فکر کی، نہ مصیبتوں کا خیال کیا۔ دشواریوں کا سامنا کیا، تکلیفیں ضرور برداشت کیں لیکن میدان دعوت وتبلیغ سے اپنا قدم پیچھے نہ ہٹایا۔ اسی لئے ان دیہی علاقوں کے لوگ خود اس بات کے گواہ ہیں کہ اگر ان علاقوں میں مذہب اہل سنت آیا اور آج سنیت یہاں باقی ہے تو بس انہیں کے دم قدم سے۔ اس طرح آپ نے اپنے والد

حضور سرکار کلاں کی ذمہ داریوں میں ہاتھ بٹا کران کے بوجھ کو ہلکا کر دیا۔ جس کا اعتراف خود سرکار کلاں یوں فرماتے ہیں:

''اظہار میاں نے خانقاہ کی ذمہ داریوں میں جب ہاتھ بٹانا شروع کیا تب آہستہ آہستہ میرا بوجھ ہلکا ہوتا چلا گیا اور آج بحمد اللہ میں بہت خوشی محسوس کرتا ہوں کہ قریب قریب سارے ضروری کام مکمل ہو چکے ہیں''(۵)

پھر جب حضرت سرکار کلاں علیہ الرحمہ اپنے آخری ایام گزار رہے تھے اور مالک حقیقی کے حضور رحلت کی تیاری کر رہے تھے تو شیخ اعظم کی خدمات اور سرگرمیوں سے اپنی خوشی اور مسرت کا اظہار ان الفاظ میں فرما رہے تھے:

''دادا میاں (اشرفی میاں علیہ الرحمہ) نے دس سال میری سرپرستی فرمائی تھی، میرے دادا نے اپنے ولی عہد کو دیکھا تھا اور میں نے اپنے ولی عہد کو نہ صرف دیکھا ہے بلکہ اس کا مثبت کام بھی دیکھا ہے اور اب میں پرسکون جا رہا ہوں کہ خانقاہ حسنیہ سرکار کلاں محفوظ ہاتھوں میں ہے''(۶)

جامع اشرف

شیخ اعظم علیہ الرحمہ بڑی تندہی سے خانقاہی امور کی انجام دہی اور دعوتی و تبلیغی دوروں کے ذریعہ اسلام، مسلک اہل سنت اور سلسلہ اشرفیہ کی ترویج و اشاعت میں لگے رہے لیکن اس کے باوجود آپ کو دعوت و تبلیغ کے سلسلے میں ایک عظیم خلا کا احساس ہوا اور وہ خلا ''مدرسہ کا قیام'' تھا کیوں کہ آپ یہ اچھی طرح جانتے تھے کہ دعوت و تبلیغ کا فریضہ جس قدر مدارس کے ذریعہ انجام دیا جا سکتا ہے وہ کسی اور ذریعہ سے ممکن نہیں اس لئے کہ تبلیغی دورے، تحریر و تقریر اور دیگر طریقوں سے انسان صرف تنہا دین و مذہب کی نشر و اشاعت کر سکتا ہے اور ''مدارس'' کے ذریعہ انسان خود بھی دینی خدمات انجام دیتا ہے ساتھ ہی قوم و ملت کو اپنے جیسا سینکڑوں خادم دین عطا کرتا ہے جو خدمت دین کو اپنی زندگی کا اہم حصہ قرار دیتے ہیں۔ اس لئے شیخ اعظم نے اس خلا کو پر کیا اور اپنے والد محترم حضرت سرکار کلاں کے دست مبارک سے ''جامع اشرف'' کی ۱۹۷۸ء میں بنیاد رکھوائی پھر کیا تھا اس کی تعمیر و ترقی کے لئے تگ و دو شروع کر دی، نہ آرام کی پرواہ نہ اپنی راحت کا خیال کیا بلکہ اس کی رفعت و بلندی کو اپنے لئے آرام تصور کیا، اس کی شہرت و مقبولیت کو اپنی راحت کا نام دیا۔ آپ کے ان ایثار و قربانی، کدو کاوش اور جاں فشانی و جاں سوزی کے سبب ''جامع اشرف'' بام عروج پر ہے۔ اس کی واضح دلیل یہ ہے اس کے فارغین آج ہندوستان ہی نہیں بلکہ بیرون ممالک بھی مذہب و مسلک اور قوم و ملت کی خدمات میں روز و شب کوشاں ہیں۔ اسی سبب سے ''جامع اشرف'' آج خانوادہ اشرفیہ کے ساتھ ساتھ اہل سنت و جماعت کا بھی قابل فخر و لائق اعتماد عظیم علمی مرکز ہے۔

مختار اشرف لائبریری

آپ کی دوسری یادگار ''مختار اشرف لائبریری'' ہے جس کی بنیاد ۱۹۹۵ء میں رکھی گئی۔ یقیناً اس لائبریری کا قیام موجودہ خانقاہی روایتوں میں ایک لائق تقلید کارنامہ ہے۔ اس کو وجود بخش کر آپ نے علم و تحقیق کے تشنہ لبوں کو ایک بے مثال چشمہ عطا کیا جس سے آج بہت سے محققین اپنی پیاس بجھا کر سیراب ہو رہے ہیں۔ اس لائبریری کی قدر و قیمت میں اس وقت مزید اضافہ ہوا جب ۱۹۹۸ء میں آپ نے کتب خانہ اشرفیہ کی تمام مطبوعہ و غیر مطبوعہ کتابیں یہاں منتقل کر دیں، اس کتب خانہ کی منتقلی سے ''مختار اشرف لائبریری'' کی قدر و قیمت

اور اہمیت میں چار چاند لگ گئے اس کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے جو مولانا آزاد لائبریری علی گڑھ کے لائبریرین (جنہوں نے ۱۹۶۰ء کے قریب حضور اشرفی میاں علیہ الرحمہ کی لائبریری سے استفادہ کیا تھا) نے اپنی کتاب ''اسلامی کتب خانہ'' میں تحریر کیا۔

''کتب خانہ اشرفیہ میں مطبوعہ و غیر مطبوعہ کی مجموعی تعداد کم و بیش دس ہزار سے بھی زیادہ ہے۔ قلمی کتابوں کی تعداد ساڑھے سات ہزار کے لگ بھگ ہے جس میں اکثر نہایت نادر ہے۔ عربی، فارسی اور اردو تینوں زبانوں میں تفسیر، حدیث، فقہ، کلام، تاریخ، ادب اور طب کا گراں قدر ذخیرہ موجود ہے'' (۷)

ظاہر ہے کہ کتابوں کا اس قدر عظیم ذخیرہ اور وہ بھی نہایت نادر و نایاب کسی لائبریری میں منتقل کر دیا جائے تو یقیناً وہ لائبریری ایک مثالی لائبریری ہوگی۔ اس بنیاد پر یہ کہنا بیجا نہ ہوگا کہ شیخ اعظم علیہ الرحمہ کی قائم کردہ ''مختار اشرف لائبریری'' ہندوستان میں دنیائے سنیت کی سب سے عظیم اور مثالی لائبریری ہے۔ ایسا ہی کچھ معروف صحافی جامع نور کے اڈیٹر خوشتر نورانی صاحب نے اپنے دورۂ پاکستان میں ''جامعہ نعیمیہ لاہور'' کی لائبریری کی شان و شوکت اور نادر و نایاب کتابوں کا ذخیرہ دیکھ کر اپنا تأثر ان الفاظ میں دیا۔

''ہندوستان میں کسی دینی درسگاہ میں ایسی لائبریری کا تصور نہیں کیا جا سکتا اپنے وطن میں میں نے ایسی لائبریری یا تو جامع اشرف کچھوچھہ شریف میں مختار اشرف لائبریری کی شکل میں دیکھی ہے یا پھر آج جامعہ نعیمیہ (لاہور) میں اس قیمتی لائبریری کو دیکھ رہا ہوں۔ (۸)

مدارس اسلامیہ کی سرپرستی

مدارس اسلامیہ جو ترویج و اشاعت دین کے اہم مراکز اور مضبوط قلعے ہیں اور جہاں سے دینی و علمی فیضان کا سلسلہ جاری رہتا ہے اور جہاں قال اللہ و قال الرسول کی صدائیں گونجتی ہیں ان کی سرپرستی و نگرانی بھی ایک اہم اور گراں بار ذمہ داری ہے جسے ہمیشہ ایسے کاندھوں کی تلاش و جستجو رہتی ہے جو اسے سہارا دے۔ اسی وجہ سے مدارس کے عروج و زوال اور بلندی و پستی میں سرپرست کا کلیدی رول ہوتا ہے۔ اس عظیم ذمہ داری کو شیخ اعظم علیہ الرحمہ نے بطریق احسن نبھایا اور متعدد مدارس اسلامیہ کی سرپرستی کا بوجھ اپنے کاندھوں پر اٹھایا اور آپ نے ان مدارس کا دامے، درمے، قدمے، سخنے ہر اعتبار سے تعاون کیا اور تاحین حیات ان کے عروج و ارتقاء کے لئے ہر ممکن کوشش فرماتے رہے۔ وہ مدارس جن کے آپ سرپرست رہے ان میں سے چند کے نام یہ ہیں۔

(۱) جامع اشرف کچھوچھہ شریف (آپ اس کے بانی بھی تھے) (۲) جامعہ نعیمیہ، مراد آباد (۳) مدرسہ نور العلوم مجددیہ، رام پور (۴) دار العلوم اہل سنت علی حسن، ممبئ (۵) مدرسہ اشرفیہ مختار العلوم، ٹانڈہ (۶) مدرسہ اشرفیہ اظہار العلوم بھاگلپور (۷) دار العلوم خواجہ شاہ دانا، گجرات (۸) مدرسہ اسلامیہ حنفیہ، راجستھان (۹) مدرسہ اشرفیہ ظفر العلوم، بھاگلپور (۱۰) ادارہ احمدیہ اشرفیہ پٹنہ سیٹی (۱۱) دار العلوم اشرفیہ رضویہ غریب نواز، مظفر پور (بہار) (۱۲) الجامعۃ الاشرفیہ اظہار العلوم کشن گنج (۱۳) مدرسہ اشرفیہ دیانۃ العلوم جھارکھنڈ (۱۴) جامعہ اشرف المدارس، کانپور (۱۵) مدرسہ اشرفیہ اسلامیہ، مبارک پور اعظم گڑھ وغیرہ

تصنیف و تالیف

ظاہر ہے جس کی زندگی کا لمحہ لمحہ اس قدر مصروف ہو کہ کبھی تشنہ لبان طالبان علوم نبویہ کو اپنے چشمۂ علم و فضل سے سیراب کرے، کبھی قریہ قریہ، گاؤں

گاؤں اور خطہ خطہ جا کر قوم مسلم کے ایمان وعقائد پر شب خون مارنے والوں کے ہرحملہ کو ناکام بنائے اور امت مسلمہ کی صحیح رہنمائی کرے اور مدارس کی اس طرح سرپرستی کرے کہ ہمیشہ ان کی رفعت وبلندی اور عروج وترقی کے لئے کوشاں رہے، اسے کسی دوسرے کام کی طرف اپنی عنان توجہ مبذول کرنے کا موقع کیوں کر میسر ہوسکتا ہے اور جب کام تصنیف وتالیف اور تحریر کا ہوتو موقع ہاتھ آنا اور دشوار ہوجاتا ہے۔ کیوں کہ تصنیف وتالیف کے لئے الگ مزاج چاہئے، تروتازہ ذہن چاہئے، پرسکون ماحول چاہئے، وافر وقت چاہئے اور ماخذ ومراجع کی دست یابی تو از حد ضروری ہے لیکن شیخ اعظم نے اپنی مصروف ترین زندگی کے باوجود اپنی قلمی جولانی دکھائی اور نظم ہی میں سہی لیکن ضرور عوام وخاص کو اظہار عقیدت (دو جلدیں) تضمین بر کلام اعلیٰ حضرت اشرفی میاں اور مثنوی شریف کا منظوم اردو ترجمہ وتشریح کی شکل میں یادگار عطا کیا۔ مؤخرالذکر کتاب کا حال تو یہ ہے کہ آپ نے مثنوی شریف کے اشعار کا ترجمہ وتشریح اشعار میں کرنے کے ساتھ اس بات کا خاص انتظام فرمایا کہ مثنوی کے اشعار جس بحر میں ہیں اس کا ترجمہ بھی اسی بحر میں ہو۔ یقیناً اگر اظہار عقیدت اور تضمین بر کلام عارفانہ سے صرف نظر کر بھی لیا جائے تو شیخ اعظم کی کتاب مثنوی شریف کا ترجمہ وتشریح ہی آپ کی خداداد صلاحیت، علمی وقلمی جلالت، شعر وشاعری میں مہارت اور عروج وقوافی میں کمال آپ کی عظیم لیاقت کی واضح اور بیّن دلیل ہے۔ ضرورت ہے کہ شیخ اعظم کے اس ہشت پہل کارنامہ کو منظر عام پر لاکر لوگوں کو اس سے آشنا کیا جائے۔

وصال

شیخ اعظم رحمۃ اللہ علیہ تقریباً پچپن سال تک خدمت دین متین کا فریضہ انجام دیتے رہے یہاں تک کہ ۲۲ فروری بروز چہار شنبہ ۲۰۱۲ء کو اپنی جان، جان آفریں کے سپرد کرکے اپنوں کی آنکھوں میں اشکوں کا دریا چھوڑ کر سبھوں کو الوداع کہا اور ہماری ظاہری نگاہوں سے روپوش ہوگئے "انا للہ و انا الیہ راجعون"

مآخذ

(۱) معارف شیخ اعظم صفحہ نمبر ۲۲
(۲) مصدر سابق صفحہ نمبر ۱۶
(۳) مصدر سابق صفحہ نمبر ۱۶
(۴) مصدر سابق صفحہ نمبر ۲۲
(۵) سیرت سرکار کلاں صفحہ نمبر ۴۱
(۶) مصدر سابق صفحہ نمبر ۱۳۲
(۷) معارف شیخ اعظم صفحہ نمبر ۶۲
(۸) ماہنامہ جام نور مئی ۲۰۰۵

☆☆☆☆

مخدوم پاک کا فرمان ہے

☆ علم ایک چمکتا ہوا آفتاب ہے اور تمام ہنر وپیشے اس کے ذرّے ہیں۔

☆ توحید کے جان لینے اور ایمان کے پہچان لینے کے بعد اوّل اوّل جس چیز کا ہر بندہ پر واجب ہے وہ تمام عقائد حقہ شریعت وطریقت کا جان لینا ہے اور عبادت کا جاننا ہر ایک درویش پر فرض ہے۔

☆ اس فقیر کے نزدیک اس سے بدتر کوئی گناہ نہیں کہ بندہ اپنے کو کم ترین ونادار نہ سمجھے۔

ز فرق تا بہ قدم ہر کجا کہ می نگرم

کرشمہ دامنِ دل می کشد کہ جا ایں جاست

شیخ اعظم

اپنی شخصیت

کے آئینے میں

شیخ اعظم ایک ہمہ گیر شخصیت

فخر المشائخ ابوالمکرّم ڈاکٹر سید محمد اشرف جیلانی، پاکستان

خانوادۂ اشرفیہ کی علمی وروحانی شخصیت اور خانقاہ عالیہ اشرفیہ حسنیہ سرکار کلاں کے سجادہ نشین رہبر شریعت، راہنمائے طریقت، واقف اسرار حقیقت، عالم ربانی، عامل آیات قرآنی، واقف رموز پنہائی، اولاد غوث جیلانی شہزادہ مخدوم سمنانی شیخ اعظم حضرت علامہ سید محمد اظہار اشرف اشرفی جیلانی قدس سرہٗ ۲۹ ربیع الاول ۱۴۳۳ھ مطابق ۲۲ فروری ۲۰۱۲ء بروز بدھ بعد نماز عشاء ممبئی میں انتقال فرما گئے اِنّا لِلّٰہ و انّا الیہ راجعُون۔ جس وقت یہ خبر پہنچی راقم اس وقت پیر کالونی کراچی میں جلسہ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں مدعو تھا حضرت کے وصال کی خبر پہنچنے سے چند منٹ قبل ایک نعت خواں حضرت شیخ اعظم کی لکھی ہوئی نعت پڑھ رہا تھا اور اس نعت پر پورا مجمع جھوم رہا تھا۔ جب نعت خواں نے مقطع پڑھا تو راقم کا ذہن حضرت کی جانب متوجہ ہوا اور خیال آیا کہ نہ جانے حضرت کی طبیعت کیسی ہوگی کیوں کہ کافی دنوں سے آپ کی طبیعت ناساز تھی ہندوستان سے برابر خبریں آرہی تھیں اور ہم اپنے ہر جلسے کے اختتام پر حضرت شیخ اعظم قدس سرہ کی صحت یابی کے لئے دعائیں کرا رہے تھے لیکن مشیت ربانی کو کچھ اور ہی منظور تھا راقم ابھی انہی خیالات میں گم تھا کہ میری تقریر کا اعلان ہوگیا تقریر کے لئے بیٹھا اور خطبہ ہی پڑھا تھا کہ میرے فرزند اکبر صاحبزادہ سید مکرم اشرف جیلانی نے ایک پرچہ مجھے دیا میں نے سوچا کہ کہ شاید کوئی سوال وغیرہ کسی نے پوچھا ہوگا اس لئے خطبہ مکمل کر کے پرچہ پڑھا تو دل کو ایک دھچکا سا لگا بمشکل اپنے آپ کو سنبھالا اور حضرت کے وصال کی خبر سے حاضرین جلسہ کو مطلع کیا سبھی نے اس خبر کو رنج والم کے ساتھ سنا کیوں کہ اس قحط الرجال کے دور میں ایک علمی وروحانی شخصیت کا اُٹھ جانا ایک بہت بڑا سانحہ ہے شیخ اعظم حضرت علامہ سید محمد اظہار اشرف اشرفی جیلانی قدس سرہٗ کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے بے شمار خوبیوں سے نوازا تھا آپ رہبر شریعت بھی تھے اور رہنمائے طریقت بھی، بہترین مقرر بھی تھے اور جید عالم دین بھی، مدرس بھی تھے اور مصنف بھی، مؤلف بھی تھے اور محدث بھی اعلیٰ پائے کے منتظم و مہتمم بھی تھے اور قادر الکلام شاعر بھی یعنی آپ ایک ہمہ صفت موصوف شخصیت تھے۔

شیخ اعظم بحیثیت عالم دین

آپ جید عالم دین تھے آپ نے علوم اسلامیہ کی تکمیل وقت کے اکابر علماء کے زیر سایہ اہل سنت کی عظیم دینی درسگاہ جامعہ اشرفیہ مبارکپور سے کی۔ جامعہ اشرفیہ مبارکپور وہ ادارہ ہے جو آپ کے پردادا مجدد سلسلۂ اشرفیہ ہم شبیہ غوث الاعظم اعلیٰ حضرت سید شاہ علی حسین اشرفی جیلانی المعروف اشرفی میاں قدس سرہٗ نے قائم فرمایا تھا آپ کے اساتذہ میں عمدۃ الفقہا مفتی محمد حبیب

اللہ نعیمی اشرفی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا یونس نعیمی اشرفی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ملت مولانا عبدالعزیز اشرفی مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ ،امام المعقولات مولانا سلیمان اشرفی بھاگلپوری رحمۃ اللہ علیہ، مفکر اسلام علامہ حافظ عبدالرؤف مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ کے اسمائے گرامی قابل ذکر ہیں۔ان جید اساتذہ کی صحبت نے آپ کو علوم وفنون میں کامل بنادیا جامعہ اشرفیہ مبارکپور سے فراغت کے بعد آپ تدریس کی جانب مائل ہوئے اور جامعہ نعیمیہ مرادآباد میں ۱۹۵۷ء سے ۹۶۰ء تک فی سبیل اللہ خدمات انجام دیں وقت کے جید علماء نے آپ کی علمیت کو تسلیم کیا۔

شیخ اعظم بحیثیت مقرر

اللہ تبارک وتعالیٰ نے خانوادۂ اشرفیہ کو یہ امتیازی خصوصیت عطا فرمائی ہے کہ اس خانوادہ کا ہر بچہ بولنے کی یعنی خطابت کی بہترین صلاحیت رکھتا ہے ہر ایک کا انداز مختلف ہے حضرت شیخ اعظم بھی خطابت میں اپنا ایک منفرد انداز رکھتے تھے موضوع کے مطابق آیات واحادیث کا انتخاب اور پھر ان کے ساتھ موقع کی مناسبت سے اشعار کو شامل کرنا آپ ہی کا حصہ تھا ایک مرتبہ پاکستان کے دورے کے دوران آپ نے کراچی مختلف علاقوں میں تقاریر فرمائیں عوام وخواص اور علماء نے آپ کی تقاریر کو بے حد پسند کیا اکثر مقرر حضرات کو دیکھا ہے کہ وہ اپنے موضوع سے ہٹ جاتے ہیں اور غیر ضروری باتیں کرنے لگتے ہیں لیکن شیخ اعظم کی خصوصیت یہ تھی آپ شروع سے آخر تک موضوع سے متعلق ہی گفتگو فرماتے تھے کبھی موضوع کے علاوہ غیر ضروری بات نہیں کی آپ کی تقریر میں سامعین کی دلچسپی آخر تک قائم رہتی تھی۔

شیخ اعظم بحیثیت شیخ طریقت

شیخ اعظم علامہ سید اظہار اشرف اشرفی جیلانی رحمۃ اللہ علیہ بے مثال شیخ طریقت تھے آپ اپنے مریدین پر بڑی شفقت فرماتے تھے خاص کر جو غریب طبقہ سے تعلق رکھتے تھے ان کا خاص خیال رکھتے تھے اگر چہ آپ کے مریدین میں بڑے بڑے امراء رؤسا موجود تھے جو آپ کے قیام کے لئے بہترین بنگلوز میں انتظام کر سکتے تھے لیکن اس کے باوجود آپ اپنے دورے کے دوران غریب مریدین کے گھر تشریف لے جاتے وہاں قیام کے دوران آپ کو پریشانی ہوتی لیکن ان کی دلجوئی کے لئے جاتے ۔ اکثر دعوت کے دوران کہیں جاتے ہوئے راستے میں کسی مرید کا گھر ہوتا اور وہ آپ سے گھر میں چند منٹ کے لئے قدم رکھنے اور دعا کرنے کی درخواست کرتا تو آپ رد نہیں فرماتے تھے کراچی میں قیام کے دوران ایک مرتبہ آپ ملیر میں قیام فرما تھے طبیعت ناساز تھی اور اسی روز رات کو بفرزون کے علاقے میں جلسہ تھا ملیر سے بفرزون کا فاصلہ کافی ہے لوگ سوچ رہے تھے کہ شاید حضرت جلسہ کا پروگرام ملتوی کر دیں گے لیکن حضرت ناسازی طبع کے باوجود اتنی دور سے جلسہ گاہ تشریف لائے خطاب فرمایا اور پھر قیامگاہ تشریف لے گئے۔آپ مریدین پر خصوصی توجہ فرماتے تھے ان کے مسائل سنتے اور اس کے مطابق وظائف اور تعویذات وغیرہ عطا فرماتے تھے دور دراز علاقوں ،شہروں اور ملکوں میں رہنے والے مریدین خط لکھتے تو آپ ہر ایک کے خط کا جواب ضرور دیتے بیماری کے عالم میں یہ سلسلہ جاری رہا آپ کے وصال سے مریدین ایک مشفق، رحمدل اور

مہربان شیخ طریقت سے محروم ہوگئی۔

شیخ اعظم بحیثیت مبلغ

آپ نے اپنے اسلاف کے نقش قدم پر چلتے ہوئے سیاحت اور تبلیغ دین کو اپنا مشن بنایا اور اس مقصد کے لئے دور دراز شہروں اور ملکوں کے دورے کئے۔ پاکستان اور بنگلہ دیش میں بہت سے مدارس بھی قائم کئے جہاں درس نظامی کی مکمل تعلیم جاری ہے آپ کے قائم کردہ مدارس سے اب تک ہزاروں تشنگان علم اپنی پیاس بجھا چکے ہیں آپ باقاعدہ ان مدارس کی سرپرستی فرماتے تھے اور سال میں ایک مرتبہ اداروں کا دورہ فرماتے تھے آپ نے پوری زندگی تبلیغ دین میں گزاری اور آخری وقت تک اسی مقصد کے لئے کوشاں رہے آپ کی تبلیغ سے ہزاروں گمراہ انسانوں نے ہدایت حاصل کی اور سیدھے راستے پر گامزن ہوگئے۔

خاندان والوں سے تعلق

شیخ اعظم رحمۃ اللہ علیہ بڑے وضعدار انسان تھے خاندان والوں سے بڑی محبت رکھتے تھے آپ جب بھی پاکستان تشریف لاتے راقم کے والد گرامی اشرف المشائخ ابومحمد شاہ سید احمد اشرف الاشرفی الجیلانی رحمتہ اللہ علیہ کو فون کرتے اور اپنے آنے کی اطلاع دیتے اور جب والد محترم آپ سے ملنے کے لئے قیامگاہ جاتے تو آپ کھڑے ہو کر والد محترم کا استقبال کرتے اور اپنے ساتھ بٹھاتے ۱۹۸۶ء میں جب والد گرامی نے مجھے خلافت اشرفیہ دینے کا ارادہ کیا تو فرمایا کہ جد اعلیٰ قطب ربانی ابومخدوم شاہ سید محمد طاہر اشرف اشرفی جیلانی قدس سرہٗ کے عرس مبارک کے موقع پر یہ تقریب ہوگی اتفاقاً انہی دنوں میں حضرت شیخ اعظم رحمۃ اللہ علیہ پاکستان تشریف لائے والد محترم نے ان سے فرمایا کہ عرس شریف قریب ہے اس میں صاحبزادے کو خلافت دینے کا پروگرام ہے اور میرا ارادہ ہے آپ اپنے دست مبارک سے ان کے سر پر تاج اشرفی رکھیں اور خرقہ پہنائیں حضرت نے فرمایا ان شاءاللہ تعالیٰ ہم ضرور آئیں گے عرس میں تقریباً دس بارہ دن باقی تھے اسی دوران آپ کا لاہور کا پروگرام بن گیا اور وہاں کے علمی و روحانی حلقوں میں رونق آگئی حضرت شیخ اعظم کی تقاریر کا سلسلہ شروع ہوگیا لاہور اور اس کے گردونواح میں آپ نے ہنگامی دورے کئے دلوں کو گرمایا ادھر عرس مبارک کے دن قریب آگئے ہمیں یہ اندیشہ ہوا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ کا پروگرام بڑھ جائے اور عرس کی تقریب رہ جائے کیوں کہ آپ نے ڈائری میں پروگرام نہیں لکھا تھا لاہور رابطہ کرنے کی کوشش کی تو رابطہ نہیں ہوسکا ہم مایوس ہوگئے کہ اب شاید حضرت کی شرکت ممکن نہیں ہوگی جس دن عرس مبارک کی اصل تقریب تھی اس دن عصر کے بعد اچانک حضرت شیخ اعظم کا فون آیا راقم نے بات کی آپ نے فرمایا ہم ابھی لاہور سے کراچی پہنچے ہیں صرف عرس میں شرکت کے لئے ہم نے لاہور کے تمام پروگرام ملتوی کر دیئے اب آپ بتائیں کہ آج کا کیا پروگرام ہے راقم نے عرض کیا آج بعد نماز عشاء محفل سماع ہے اسی کے دوران خلافت کی تقریب ہوگی آپ نے فرمایا ۱۱ بجے گاڑی بھیج دیں ہم آجائیں گے جب محفل شروع ہوئی تو والد صاحب نے فرمایا کہ تم حضرت کو لینے چلے جاؤ۔ راقم اپنے تایازاد بھائی اور بہنوئی جناب سید محبوب اشرف

جیلانی مدظلہ العالیٰ کے ہمراہ حضرت کو لینے ہاشم رضا مرحوم کے گھر واقع فیڈرل بی ایریا پہنچے تو آپ آرام فرما رہے تھے لیکن ہمارے آنے کا سن کر فوراً باہر تشریف لائے اور ہمارے ہمراہ درگاہ عالیہ اشرفیہ اشرف آباد فردوس کالونی تشریف لائے پہلے میرے جداعلیٰ قطب ربانی حضرت ابومخدوم شاہ سید محمد طاہر اشرف اشرفی جیلانی قدس سرہٗ کے مزار مبارک پر فاتحہ پڑھی پھر محفل میں تشریف لائے اس وقت درگاہ شریف میں بڑی رونق تھی اور اتنا رش تھا کہ تل دھرنے کی جگہ نہیں تھی ویسے تو ہر سال ہی عرس کے موقع پر اسی طرح مجمع ہوتا تھا لیکن اس سال حضرت شیخ اعظم علیہ الرحمہ کی آمد نے اس میں مزید چار چاند لگا دیئے اور رونق میں دگنا اضافہ ہوگیا جس وقت آپ محفل میں تشریف لائے سب نے کھڑے ہوکر استقبال کیا اسٹیج پر حضرت شیخ اعظم علامہ سید محمد اظہار اشرف اشرفی جیلانی قدس سرہٗ ان کے برابر میرے والدگرامی اشرف المشائخ حضرت ابومحمد شاہ سید احمد اشرف اشرفی جیلانی قدس سرہٗ اور ان کے برابر میرے عم مکرم صاحبزادہ حافظ سید طیب اشرف اشرفی جیلانی قدس سرہٗ رونق افروز تھے یہ تینوں حضرات سلسلہ اشرفیہ کے مخصوص لباس تاج اشرفیہ اور جبہ مبارک میں ملبوس تھے ان کے علاوہ دیگر علماء ومشائخ بھی اسٹیج پر تشریف فرماتے تھے عجیب سماں تھی ایسا محسوس ہورہا تھا کہ ہر طرف نور کی بارش ہورہی ہے اسی روحانی اور نورانی محفل میں آپ نے اپنے دست مبارک سے اس فقیر کے سر پر تاج اشرفی رکھا اور خرقہ پہنایا والدگرامی کے مرید اور خلیفہ قاضی سید عشرت علی اشرفی علیہ الرحمہ نے خلافت نامہ پڑھ کر سنایا پھر حضرت شیخ اعظم قدس سرہٗ نے دعا فرمائی اور اپنے دست مبارک سے خلافت نامہ پر دستخط بھی فرمائے فقیر تحدیث نعمت کے طور پر یہ بات لکھ رہا ہے جب دارالعلوم نعیمیہ کراچی سے علوم دینیہ کی تکمیل کی اور دستارِ فضیلت کا جلسہ ہوا تو اتفاقاً سرکار کلاں آفتاب اشرفیت حضرت علامہ ابوالمسعود شاہ سید محمد مختار اشرف اشرفی جیلانی قدس سرہٗ پاکستان تشریف لائے نہ صرف جلسے کی صدارت فرمائی بلکہ اپنے دست مبارک سے فقیر کے سر پر دستارِ فضیلت باندھی اور جب والدگرامی نے سند طریقت یعنی خلافت دینے کا ارادہ فرمایا تو شیخ اعظم ہند قدس سرہٗ کی آمد ہوئی اور آپ نے اپنے دست مبارک سے فقیر کے سر پر تاج اشرفی رکھا اور خرقہ پہنایا اس طرح شریعت اور طریقت کی دونوں دستاریں اور سندیں دو عظیم شخصیتوں کے دست مبارک سے عطا ہوئیں مجھے اس انفرادیت پر ہمیشہ فخر رہے گا ایک مرتبہ والدگرامی نے درگاہ شریف میں آپ کی دعوت کی جس میں خاندان کے علاوہ دیگر افراد بھی مدعو تھے کھانے کے بعد والدمحترم نے فرمایا گھر والے ملاقات کریں گے آپ نے فوراً تمام افراد کو باہر بھیج دیا گھر کے افراد ملاقات کے لئے آئے آپ سب سے مل کر بہت خوش ہوئے مختلف موضوعات پر گفتگو ہوئی آپ کو یہاں سے کسی اور جگہ جانا تھا وہ صاحب لینے کے لئے آئے اور باہر ہی سے آپ کے موبائل پر فون کرکے اپنے آنے کی اطلاع دی آپ نے فرمایا ٹھہر کر چلیں گے ابھی ہم اپنے گھر والوں سے مل رہے ہیں آپ اپنی گفتگو کے دوران ہم لوگوں سے ہلکا پھلکا مذاق بھی فرماتے رہے

وقت کا پتہ ہی نہیں چلا یہاں تک کہ ایک گھنٹہ گذر گیا اس دن آپ نے ہم سب گھر والوں کو بہت وقت دیا۔

۱۹۹۷ء میں جب راقم کچھوچھہ شریف عرس مخدومی میں حاضر ہوا تو حضرت نے بڑی شفقت فرمائی یہ حضرت شیخ اعظم کی سجادگی کا پہلا سال تھا آپ اپنے ساتھ ناشتہ کراتے تھے اور کھانے کے وقت بھی اپنے ساتھ ہی کھلاتے تھے خاندان میں جس کے ہاں بھی مخدوم پاک کی فاتحہ ہوئی تو آپ ہمیں ضرور ساتھ لے کر جاتے اور سب سے تعارف کراتے رات کو جامع اشرف کا جلسہ ہوا تو آپ نے فقیر کو اپنی جانب سے سند حدیث بھی عطا فرمائی ہم چار دن کچھوچھہ شریف میں رہے اس دوران آپ کی قربت اور محبت و شفقت حاصل رہی اور جب ہم روانہ ہونے لگے تو آپ نے کرم فرماتے ہوئے اپنی گاڑی میں اکبر پور بھیجا آپ کی یہ محبت و شفقت ہمیشہ یاد رہے گی۔

ذہانت وفطانت

اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت شیخ اعظم قدس سرہٗ کو بڑی ذہانت عطا فرمائی تھی اکثر اوقات آپ فی البدیہ ایسے جواب دیتے کہ عقل دنگ رہ جاتی ایک مرتبہ محفل میں کافی لوگ موجود تھے ایک شخص نے سب کے سامنے آپ سے ایک کام کرنے کی اجازت طلب کی آپ نے منع فرمایا یہ سن کر کر اس نے کہا حضرت اسی کام کی اجازت میں نے آپ کے والد گرامی حضرت سرکار کلاں علیہ الرحمہ کی طلب کی تھی انہوں نے اجازت دے دی تھی لیکن آپ نے منع فرمادیا حاضرین محفل سوچنے لگے کہ اب دیکھیں حضرت کیا جواب دیتے ہیں آپ نے برجستہ فرمایا ''وہ مختار تھے میں اظہار رہوں'' کہنے کا مطلب یہ تھا کہ وہ بااختیار تھے اس لئے انہوں نے اجازت دے دی تھی آپ نے اپنی ذہانت سے اس کو جواب بھی دیا اور اپنے موقف پر بھی قائم رہے آپ کا یہ جواب سن کر وہ شخص خاموش ہو گیا اس قسم کے بہت سے واقعات ہیں جو پیش کئے جاسکتے ہیں۔لیکن میں مضمون کی طوالت کے پیش نظر اسی پر اکتفا کر رہا ہوں۔

☆☆☆☆

مخدوم پاک کا فرمان ھے

☆ عالم بے عمل ایسا ہے جیسے آئینہ بے قلعی کے۔ کیوں کہ جب تک علم کے آئینہ میں عمل کی قلعی نہ ہوگی، احوال و مقامات کا چہرہ نظر نہ آئیگا اور لطافت قلبی نہ بڑھے گی۔

☆ اگر لاکھ برس تک علم پڑھو اور ہزار بار کتاب الٹو پھر اس پر عمل نہ کرو اور اپنے کو اعمال کے لئے تیار اور رحمت الٰہی کے لائق نہ بناؤ تو خدا کی رحمت تم تک نہ پہونچے گی۔

☆ بندہ کو بندگی چاہیے اور کریم کو کرم سزاوار ہے اور بندہ بندگی میں ایسا ڈوب جائے کہ اس کے معاوضہ کا خیال نہ کرے بلکہ تعمیل حکم میں بندگی کرے اگر چہ بندگی میں آثار قبولیت نہ دیکھے پھر بھی باز نہ آئے۔

☆ اگر کوئی جان جائے کہ اس کی مدت عمر میں ایک ہفتہ سے زیادہ باقی نہیں ہے تو چاہیے کہ علم فقہ میں مشغول کیوں کہ علم دین سے ایک مسئلہ جاننا ہزار نفل رکعت سے بہتر و افضل ہے۔

شیخ اعظم انمول خداداد صلاحیتوں سے آراستہ تھے

ڈاکٹر مفتی محمد مکرم احمد، مسند نشین مفتی اعظم دہلی شاہی امام

مخدوم العلماء شیخ اعظم علامہ الحاج سید شاہ محمد اظہار اشرف جیلانی رحمہ اللہ کے انتقال پر ملال سے اہل سنت میں عظیم خلا پیدا ہوگیا۔انا للہ و انا الیہ راجعون، اللہ تبارک وتعالیٰ انہیں رحمت کاملہ سے نوازے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔آپ کے وصال کی خبر ملتے ہی شاہی مسجد فتح پوری دہلی میں نماز جمعہ کے بعد ہزاروں مسلمانوں نے ایصال ثواب کیا اور مغفرت کی دعاء کی، اللہ تبارک وتعالیٰ ان کو جنت الفردوس عطاء فرمائے آمین۔

شیخ اعظم کا سلسلۂ نسب اہل بیت اطہار سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے۔آپ کو آل رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں سے ہونے کا شرف حاصل ہے جس کی نسبت اس پاکیزہ دربار سے ہو اس کی فضیلت میں کسے کلام ہوسکتا ہے چنانچہ ہزار ہا عقیدت مند صدیوں سے مخدوم سمنانی رحمۃ اللہ علیہ کے دربار سے فیضیاب ہو رہے ہیں اور ان شاءاللہ ہوتے رہیں گے۔

علوم و معقولہ ومنقولہ کی تکمیل اور تصوف وسلوک کے منازل طے کرنے کے بعد شیخ اعظم نے اپنے والد ماجد الحاج سید شاہ محمد مختار اشرف اشرفی جیلانی علیہ الرحمہ صاحب سجادہ کی سرپرستی میں دعوت وارشاد اور علوم وفنون کی ترویج کے لئے نمایاں خدمات انجام دیں جو نصف صدی پر محیط ہیں اور انہیں خدمات جلیلہ کی بدولت آپ کا مقام دیگر خانقاہی افراد کے درمیان نمایاں اور ممتاز ہے۔

آپ کی ولادت ۶ محرم الحرام ۱۳۵۵ھ مطابق ۱۹۳۶ء میں کچھو چھہ شریف میں ہوئی۔ابتدائی تعلیم جامعہ اشرفیہ کچھوچھہ شریف میں ہوئی پھر اعلیٰ تعلیم کے لئے دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور تشریف لے گئے۔فراغت کے بعد آپ نے جامعہ نعیمیہ مراد آباد میں تدریسی خدمات کا آغاز فرمایا لیکن جلد ہی اپنے والد محترم سرکار کلاں علیہ الرحمہ کی تنہائی اور خانقاہی ودعوتی مشغولیات کے پیش نظر آپ کچھوچھہ شریف لے آئے اور یہیں سے علوم وفضائل کے دریا بہائے اور عالم اسلام کے بے شمار افراد کی علمی تشنگی کو دور کرکے انہیں سیرابی بخشی۔

حضرت شیخ اعظم علم اور اخلاق حسنہ کے زیور سے آراستہ تھے۔آپ کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ آپ کو قدرتی طور پر شاعری میں ملکہ حاصل تھا۔حضرت نے مثنوی مولانا روم کے دفتر اول کا ترجمہ اور تشریح کا کام بڑی مہارت کے ساتھ فرمایا اور اشعار کی تشریح بھی نثر کے عمدہ اسلوب میں کیا اور اس بات کا بھی التزام فرمایا کہ مثنوی شریف کے اشعار جس بحر میں ہیں ان کا ترجمہ بھی اسی بحر میں ہو۔مثنوی شریف کا منظوم ترجمہ اور اس کی تشریح آپ کی عظیم علمی لیاقت کی منہ بولتی تصویر ہے۔مثنوی شریف کی فارسی زبان اور اسرار ومعارف کو سمجھنا اور پھر انہیں اشعار میں بیان کرنا بہت مشکل کام ہے کوئی بے پناہ مہارت رکھنے والا ہی اس کام کو انجام دے سکتا ہے۔

شیخ اعظم علیہ الرحمہ کی دینی وعلمی خدمات کا آغاز ایک اندازہ کے مطابق ۱۹۵۷ء سے ہوتا ہے۔آپ کی علمی استعداد اور دعوتی صلاحیتوں کی داد آپ کے اساتذہ نے بھی دی اور یہ مثل بیان کیا ہے''مچھلی کے جائے کو تیرنا کون سکھاتا ہے''شرافت نسبی اور حضرت مخدوم سمنانی علیہ الرحمہ کا خاص الخاص فیض نے آپ کو علم وعمل کا شہسوار بنادیا تھا اگر آپ کی خدمت کو مختصر طور پر بیان کیا جائے تو یہ کہا جاسکتا ہے کہ آپ کی دینی وعلمی اور روحانی وتبلیغی خدمات کے جلوے اہل سنت کے ہر مرکز میں نظر آرہے ہیں۔آپ نے جامع اشرف کی تاسیس وتعمیر میں خصوصی توجہ فرمائی۔مختار اشرف لائبریری کا قیام فرمایا اور اس کو آخذ ومراجع کی انمول اور نادر ونایاب کتابوں سے خوب آراستہ کیا۔مسجد اعلیٰ حضرت اشرفی کی تعمیر بھی آپ کی ہی کوششوں کا ثمرہ ہے۔شعبہ تصنیف وتالیف و نشر اشاعت کا اہتمام اور انتظام وانصرام بھی اپنی نوعیت کا عظیم کارنامہ ہے جس کا فیضان عالم اسلام میں جاری وساری ہے۔

آپ نے مدارس کے قیام میں خصوصیت سے دلچسپی لی اور بہت سے اداروں کی سرپرستی فرمائی تاکہ ضرورت کے مطابق دعوتی کاموں کے لئے ہونہار طلبہ کی خدمات حاصل کی جاسکیں۔خدمات کا دائرہ وسیع کرنے کے لئے پرنٹنگ پریس کی ضرورت پڑتی ہے۔آپ نے اس کی طرف خصوصی توجہ کی۔تبلیغ دین اور رشد وہدایت کے لیے وعظ وتقریر فرماتے تھے آپ کی تقاریر کو بہت مقبولیت حاصل تھی اور اس سے بھی سلسلہ کو بڑا فروغ ملا۔

حضرت شیخ اعظم کی شخصیت متعدد خوبیوں کی جامع تھی،دین وسنیت کے ہر کام میں آپ پوری پوری دلچسپی لیتے تھے۔آپ کی زندگی کا طویل حصہ سیاحت و جہانگیری میں گزارا۔سیاحت میں آپ کی دلچسپی بھی قرآن کریم کے احکام کی اتباع میں تھی،قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے''التائبون العابدون الحامدون السائحون الخ توبہ والے،عبادت والے،سراہنے والے، سیر وسیاحت کرنے والے(التوبہ ۱۱۲)چنانچہ آپ کی تبلیغ کا دائرہ کار ایشیا اور یورپ تک محیط ہے۔ہندوستان میں آپ نے مناظرے بھی فرمائے،مناظروں میں آپ کا انداز بہت مؤثر اور مفید ہوتا تھا،آپ پہلے رد نہیں فرماتے تھے بلکہ سامعین کے ذہنوں کو آمادہ کرکے عشق نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کے دلوں میں خوب راسخ فرمادیتے تھے،جب وہ عشق محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں سرشار ہوجاتے تب آپ قول باطل کا آپریشن فرماتے تھے۔

ایک بار پورنیہ کے تبلیغی سفر میں کچھ دیوبندیوں نے آپ کو دھوکا دے کر جلسے کے نام پر دعوت دی حضرت علامہ مشتاق احمد نظامی صاحب بھی اس جلسے میں مدعو تھے۔ جب آپ وہاں پہونچے تو پتا چلا کہ کسی سازش کے تحت آپ کو یہاں جان بوجھ کر دعوت دی گئی تھی۔یہاں کلی طور پر دیوبندی فرقہ کے لوگ رہتے تھے اور آس پاس سنیوں کی آبادی بھی نہیں تھی۔بہ ظاہر تو یہ ایک سازش تھی لیکن حقیقت میں اس گاؤں والوں کی اصلاح پروردگار کو منظور تھی،موجودہ داعیان اہل سنت کی بھی تربیت پروردگار کو منظور تھی کہ ناموافق حالات میں ہمیں تقریر کیسے کرنی چاہئے اور ہمارا انداز تکلم کیسا ہونا چاہئے۔اگر علمائے اہل سنت کو دوسرے مذاہب کے جلسوں کی دعوت پر جانا پڑے تو انہیں کیا انداز اختیار کرنا چاہئے۔

جلسہ کے منتظمین نے ان دونوں جلیل القدر علماء کے سامنے ایک شرط رکھی کہ ایسی تقریر کی جائے جس سے

کسی کو اختلاف نہ ہو۔ چنانچہ حضرت شیخ اعظم پوری وجاہت اور جلالت شان کے ساتھ مسند خطابت پر جلوہ بار ہوئے۔خطبہ ارشاد فرمایا اور پھر فرمایا:

آج کے جلسے کے منتظمین نے یہ شرط رکھی ہے کہ میں ایسی تقریر کروں جس سے کسی کو اختلاف نہ ہو، میں سوچتا ہوں کہ تقریر سے پہلے آپ لوگوں سے کچھ سوالات کر لوں تا کہ معلوم ہو جائے کہ آپ کو کس چیز سے اختلاف ہے؟ جس چیز سے آپ کو اختلاف ہو گا میں اس کو اپنی تقریر کا عنوان نہیں بناؤں گا۔ میں آپ لوگوں سے پوچھتا ہوں کہ آپ سب لوگ مسلمان ہیں یا نہیں؟ کیا کسی کو اپنے مسلمان ہونے سے اختلاف ہے؟ پورے مجمع نے اثبات میں ہاتھ اٹھایا کہ ہاں ہم سب مسلمان ہیں۔ پھر آپ نے پوچھا کیا کوئی مسلمان اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے بڑے بھائی جیسا کہ سکتا ہے؟ مجمع سے آواز آئی۔ ہرگز نہیں۔آپ نے پھر پوچھا، بتاؤ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں گستاخی کرنے والا مسلمان ہے؟ مجمع سے آواز آئی ، مسلمان نہیں ہے مسلمان نہیں۔ پھر آپ نے پوچھا، کیا ایسے شخص کے مسلمان نہ ہونے کے بارے میں کوئی اختلاف ہے؟۔سب نے کہا کسی کو اختلاف نہیں، شیخ اعظم نے سلسلہ خطابت کو جاری رکھتے ہوئے فرمایا، اگر میں آپ سے کہوں کہ ایک آدمی ایسا بھی ہے جو اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہے پھر یہ بھی کہتا ہے کہ اللہ کے نبی مر کر مٹی میں مل گئے، نبی کو دیوار کے پیچھے کا علم نہیں، نبی گاؤں کے چودہری کی طرح ہیں، نماز میں نبی کا خیال لانا بیل، گدھے کے خیال میں ڈوب جانے سے بدرجہا بدتر ہے، شیطان کا وسیع علم تو قرآن وحدیث سے ثابت ہے لیکن نبی کے لئے وسیع علم ثابت کرنا شرک ہے ، نبی کا علم بچوں، پاگلوں اور چوپایوں کے علم کی طرح ہے۔بولو ایسا کہنے والے کو مسلمان کہو گے؟ مجمع کی طرف سے شور اٹھا، ہرگز نہیں، ہرگز نہیں۔آپ نے پوچھا کہ اگر مجمع میں ان باتوں پر کسی کا اختلاف ہو تو کھڑا ہو جائے۔مجمع میں سکوت کا ماحول طاری ہو گیا، شیخ اعظم دیر تک استفسار کے انداز میں دیوبندیوں، وہابیوں کی بد عقیدگی کو مجمع کے سامنے بیان کرتے رہے اور کسی کو یہ اعتراض کرنے کا موقع نہیں ملا کہ آپ منتظمین جلسہ کی شرط کے خلاف تقریر فرما رہے ہیں۔(ماہنامہ غوث العالم فروری ۲۰۰۷)

یہ اکابر کی جلالت علمی کی شان تھی کہ سازشی خود سازش کا شکار ہو گئے اور جن کو شکار کرنا چاہتے تھے ان کے دام میں خود پھنس گئے۔ یہ ایک مثال نہیں ہے بلکہ اس جیسی بہت سی مثالیں ہیں جہاں حضرت شیخ اعظم نے سنیت کا جھنڈا گاڑ دیا اور باطل کا قلع قمع کر دیا۔شاہی مسجد فتح پور قدیم دور سے ہی اہل سنت کا مرکز ہے اور عالم اسلام میں مغلیہ شہنشاہوں کے دور سے ہی اس کو شہرت و مقبولیت حاصل ہے ہمارے اجداد رحمۃ اللہ علیہم اجمعین میں شاہ رحیم بخش الملقب بہ محمد مسعود نقشبندی (۱۳۰۹) عظیم اور فقیہ اور محدث وقت گزرے ہیں۔حضرت کے پوتے یعنی مفتی اعظم دہلی شاہ مفتی محمد مظہر اللہ (۱۳۸۶) سابق شاہی امام مسجد فتح پوری دہلی کی گرانقدر خدمات کو اکابر اہل سنت نے ہمیشہ سراہا ہے۔تقسیم ہند کے بعد اہل سنت کے کچھ اکابر پاکستان چلے گئے تھے لیکن آپ نے دہلی میں رہ کر مسلک اہل سنت کی تبلیغ وترویج واشاعت میں بڑی کامیابی حاصل کی تھی یہاں مسلسل اکابر اہل سنت اور ہندوستان کے مشہور علماء تشریف لاتے تھے اور ۱۹۴۷ء کے بعد حضرت صدر الافاضل، حضرت محدث اعظم ہند اور

حضرت مفتی اعظم ہند علیہم الرحمۃ والرضوان سے مفتی اعظم دہلی حضرت شاہ مفتی مظہر اللہ سے گہرے روابط تھے۔شاہی مسجد فتح پوردہلی میں ہر سال گیارہ ربیع الاول شریف کی تاریخ میں جلسۂ عیدمیلادالنبی صلی اللہ علیہ وسلم بڑے تزک واحتشام سے منعقد ہوتا رہا ہے۔ہر سال حضرت محدث اعظم ہنداور حضرت صدر الا فاضل اس جلسہ میں میرے جد امجد حضرت مفتی اعظم دہلی کی دعوت پرتشریف لاتے تھے اور حضرت قبلہ کے حجرہ میں ہی قیام فرماتے تھے۔ان حضرات کے خطاب کی منظر کشی فرماتے ہوئے قبلہ والدی امام الاتقیاء مفتی شاہ محمد احمد (۱۳۹۱ھ مطابق ۱۹۷۱ء) سابق شاہی امام مسجد فتح پوری دہلی بڑی محبت اور عقیدت سے واقعات بیان فرماتے تھے۔

آپ فرماتے تھے کہ ان بزرگوں کی تقریر اس قدر اثر انگیز ہوتی تھی کہ پورے سال لوگ اسے یاد کرتے تھے۔پوری رات صبح صادق تک یہ جلسہ چلتا تھا۔محدث اعظم ہند کے بعد آخری خطاب حضرت صدر الا فاضل مولانا سید نعیم الدین مرادآبادی کا ہوتا تھا۔رات بھر مسجد سامعین سے کھچا کھچ بھری ہوتی تھی اور لوگ ان اکابر کے خطاب نایاب سننے کے لئے بڑے شوق سے جاگے رہتے تھے۔ایک سے ایک عظیم اور نایاب خطاب ہوتا تھا۔میرے والد محترم مولانا مفتی محمد احمد کے خطاب کو بھی یہ بزرگ پسند فرماتے تھے چونکہ آپ بہت سلیس عام فہم اور دہلی کی زبان میں تقریر فرماتے تھے۔آپ کا انداز بیاں بہت ہی پیارا اور دلکش تھا جو دل پر اثر انداز ہوتا تھا۔حضرت صدر العلماء حضرت مفتی رجب علی اور بہت سے دیگر بزرگ بھی خطاب فرماتے تھے۔قابل ذکر بات یہ ہے کہ آخر وقت تک ان بزرگوں نے اس جلسے میں تشریف لانا نہیں چھوڑا۔

وہ روح پرور مناظر آج بھی یاد آتے ہیں۔یہاں آج بھی جلسہ اسی شان سے منعقد ہوتا ہے اور علماء اہل سنت اسی شان سے خطاب فرماتے۔شاہی مسجد کو طرح طرح کے قمقموں سے سجایا جاتا ہے۔رات کو بھی لنگر شریف ہوتا ہے اور بارہ ربیع الاول شریف کو صبح سے ہی لنگر شریف ہوتا ہے جس میں تقریباً پانچ سو کیلو کھانا بٹتا ہے۔حضرت پروفیسر محمد مسعود احمد (۲۰۰۸ء۔۱۴۲۹ھ) بھی اس جلسے کی منظر کشی فرماتے تھے۔ہندوستان کی آزادی سے پہلے وہ دہلی میں ہی تھے اور اس جلسے کے انتظام میں حصہ لیتے تھے۔ ۲۰۰۶ء اور ۲۰۰۸ء میں پاکستان سے تشریف لا کر انہوں نے عیدمیلادالنبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جلسے میں شرکت فرمائی تھی اور اپنے خطاب میں حضرت محدث اعظم ہند اور حضرت صدر الا فاضل کا ایسا تذکرہ فرمایا تھا کہ سامعین حیرت زدہ ہوگئے اور ان کے دل میں یہ خواہش جوش مارنے لگی کہ کاش! ہم بھی وہ منظر دیکھتے اور ان بزرگوں کی خطاب گہر بار سے فیضیاب ہوتے۔پروفیسر صاحب نے بیان فرمایا کہ حضرت صدر الا فاضل علیہ الرحمہ کا خطاب تو عالمانہ فاضلانہ ہوتا ہی تھا جس میں آپ عظمت شان رسالت کے ساتھ ساتھ باطل عقائد کا نفیس رد فرماتے تھے،حضرت محدث اعظم ہند کا خطاب بھی عالمانہ ہونے کے ساتھ عام فہم اور عوام کی دلچسپی کا سامان ہوتا تھا۔سائنسی ایجادات ریڈیو وغیرہ کا تذکرہ بھی آپ اپنے استدلال میں فرماتے تھے جسے عام طور پر لوگ یاد رکھتے تھے اور ایک دوسرے سے بیان بھی کرتے تھے اور تقریر دلنشیں ہوجاتی تھی۔پروفیسر صاحب نے یہ بھی فرمایا کہ حضرت مفتی اعظم دہلی ان دونوں بزرگوں کی تقاریر کو بڑے اہتمام سے جلسہ گاہ میں تشریف فرما رہ کر سنتے تھے اور بہت زیادہ اہتمام فرماتے تھے۔جو منظر کشی میرے والد علامہ ومولانا محمد احمد اور میرے چچا جان پروفیسر محمد

مسعود احمد فرماتے تھے وہی جھلک حضرت شیخ اعظم کے اس خطاب میں نظر آرہی ہے جس کا ذکر میں نے ابھی کیا اور وہی جھلک حضرت سرکار کلاں کے خطاب میں تھی۔ ۱۹۹۱ء میں ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا (کراچی) کی طرف سے عالمی کانفرنس امام احمد رضا کا انعقاد ہوا تھا جس میں احقر بھی مدعو تھا۔حضرت سرکار کلاں سید مختار اشرف صاحب بھی اس میں جلوہ فرما تھے۔عم محترم پروفیسر محمد مسعود احمد صاحب کے ساتھ کافی دیر تک حضرت سے ملاقات رہی اور استفادہ کا موقع ملا تھا۔

حضرت پروفیسر صاحب وغیرہ اس کانفرنس کے سرپرست تھے۔صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری صاحب، پروفیسر مجیب اللہ قادری صاحب، پروفیسر عبد الباری صاحب وغیرہ کی محنت قابل دید تھی بہت نورانی اور شاندار کانفرنس تھی اسی میں میری کتاب ''فتاویٰ رضویہ اور رشیدیہ کا تقابلی مطالعہ'' ادارے کی طرف سے شائع کی گئی تھی۔

خانوادۂ اشرفیہ کے درخشاں ستارے حضرت مدنی میاں، حضرت ہاشمی میاں، حضرت محمود میاں وغیرہ مدظلہ العالی سے کون واقف نہیں ہے۔ہندوستان کے عظیم مراکز میں بدایوں شریف مارہرہ شریف، اور بریلی شریف بھی ہیں لیکن خطابت کے میدان میں دربار کچھوچھہ شریف کی خدمات زیادہ نمایاں ہیں۔کل ہی میرے پاس کرناٹک کے مہمان آئے تھے۔حبیب اللہ صدیقی صاحب کی سربراہی میں ایک نورانی قافلہ زیارتوں کے مقصد سے سفر پر تھا۔دہلی میرے حجرہ میں یہ لوگ تشریف لائے تو صدیقی صاحب نے فرمایا کہ میں حضور محدث اعظم علیہ الرحمہ کا مرید ہوں اور یہ لوگ مدنی میاں اور ہاشمی میاں سے محبت کا شرف رکھتے ہیں۔انہیں حضرت مفتی اعظم دہلی کی مسند شریف پر احقر سے مل کر بے حد خوشی ہوئی۔جب انہیں معلوم ہوا کہ یہ وہی نورانی حجرہ ہے جس میں حضرت محدث اعظم ہند ہر سال ربیع الاول شریف میں قیام فرماتے تھے تو ان کی خوشی کی انتہا نہ رہی۔

آج حضرت شیخ اعظم سید اظہار اشرف رحمۃ اللہ علیہ ہم سے رخصت ہو چکے ہیں لیکن ان کے اور ان کے اجداد کے فیوض و برکات ہمہ وقت ہمارے ساتھ ہیں۔ہم خوش نصیب ہیں کہ ہندوستان میں عظیم مراکز اور اکابر کا دیدار ہوتا رہتا ہے۔آج بھی ہمیں انہیں کی اقتدا کی ضرورت ہے تب ہی سنیت کا کام ہو سکتا ہے۔پہلے کام زیادہ تھا نام کی فکر نہیں تھی آج کام سے کوئی سروکار نہیں ہے۔نام، نذرانہ اور القاب وآداب مقصود ہوتے ہیں اسی وجہ سے سنیت کا جو فروغ ان لوگوں کے دور میں تھا وہ آج دیکھنے کو نہیں مل رہا ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ شیخ اعظم کو جنت الفردوس عطا فرمائے اور ہمیں سچی پیروی کا جذبہ عطا فرمائے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین۔

☆☆☆☆

مخدوم پاک کا فرمان ہے

☆ ولی کی شرط یہ ہے کہ عالم ہو جاہل نہ ہو۔اگر ولی کو علم نہ ہو تو بھلائی برائی کو نہ جانے گا اور اندھیروں اور کدورتوں کے جنگل میں پریشان رہے گا۔

☆ ولی کی شرط یہ ہے کہ گناہوں پر اصرار کرنے سے بچا رہے حتیٰ کہ صغیرہ گناہوں پر بھی اصرار نہ کرے۔

شیخِ اعظم - ایک عظیم انقلابی شخصیت

مولانا غلام جیلانی اشرفی، سابق پرنسپل، مدرسہ اشرفیہ اظہار العلوم، ماچھی پور، بھاگلپور

فاتحہ سوم کے قل و فاتحہ کے بعد جمعیۃ الاشرف اسٹوڈنٹ موومنٹ کی جانب سے مجھے بھی ایک مکتوب دیا گیا جس سے معلوم ہوا کہ جمیعت عرس چہلم کے موقع پر حیات وخدمات پر ایک تاریخی دستاویز شائع کرنے جارہی ہے اور اس کے لئے اہل قلم سے قلمی تعاون کی درخواست کی گئی ہے۔ میں سوچنے لگا کہ کیا کروں؟ خانوادۂ اشرفیہ سرکارکلاں کی ایسی عظیم المرتبت تاریخ ساز وانقلابی شخصیت پر قلم اٹھانے کی جرأت میں کیسے کروں، قلم میں ایسی توانائی کہاں، فکر و خیال میں ایسی بلندی کہاں اور مضمون نگاری کا سلیقہ کہاں کہ ان کی حیات و خدمات کے کسی گوشہ پر کچھ لکھنے کی کوشش کروں۔ ان کے دامن کرم سے وابستہ ایک سے ایک قلمکار، ادیب و مضمون نگار ہیں جو اپنے قلم کی ساری توانائی کو بروئے کار لاکر ان کی حیات و خدمات کا بھرپور تجزیہ کریں گے۔ من آنم کہ من دانم۔

بہر حال میں اسی ذہنی اضطراب واحساس کمتری کا شکار تھا کہ کسی کے فیضان کرم سے اقبال کا درج ذیل دوشعر یاد آ گیا جو اس جامع صفات وکمالات ہستی کے لئے بڑا موزوں نظر آیا اور مجھے عنوان ''حضرت شیخ اعظم قدس سرہ النورانی۔ایک عظیم انقلابی شخصیت'' مل گیا۔

ہر لحظہ ہے مومن کی نئی شان نئی آن
گفتار میں کردار میں اللہ کی برہان
جس سے جگر لالہ میں ہو ٹھنڈک وہ شبنم
دریاؤں کے دل جس سے دہل جائیں وہ طوفان

مجھے احساس ہوا کہ یہ صحیح ہے کہ میں ادیب و مضمون نگار نہیں، لیکن ان سے ایک گہری وابستگی سالوں سال رہی ہے، ان کی انقلاب آفریں شخصیت کی جاذبیت، کشش اور دلنشینی کو ایک دو سال سے نہیں بلکہ پچاس سالوں سے دیکھتا آ رہا تھا وہ نہ رہے لیکن ان کی یادگاریں تو باقی ہیں اور ان کی مثالی اور تاریخی کارنامے تو جابجا نظر آتے ہیں لہذا درج بالا عنوان پر اپنا کمزور و ناتواں قلم اٹھاؤں اور بطور خراج عقیدت ومحبت کچھ تو قلمبند کر کے مایۂ ناز مضمون نگاروں اور قلمکاروں کی صف میں شامل ہوجاؤں۔ عالم تصور میں ان کا پیکر جمال تمام صفات و کمالات کے ساتھ نظروں کے سامنے ہے ان کی زندگی کا ہر گوشہ جو انتہائی تابناک ہے ہر لکھنے والے کو دعوت دے رہا ہے کہ اس گوشہ کو عنوان بناؤ، عظیم شخصیت کا دوسرا پہلو آواز دیتا ہے مجھے اپنے مضمون کا عنوان بناؤ۔ حافظ شیرازی کہتے ہیں۔

زفرق تا بقدم ہر کجا کہ می نگرم
کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا اینجاست

حقیقت میں حضرت شیخ اعظم رحمۃ اللہ علیہ جیسی نابغۂ روزگار ہستی جو اپنے کردار وعمل اخلاص وللّٰہیت، دین کے لئے جد و جہد اور فروغ سنیت و اشرفیت کے لئے تگ و دو میں اپنی مثال آپ تھی ایک عرصۂ دراز کے بعد عالم وجود میں آتی ہے۔ اقبال کہتا ہے۔

عمرہا در کعبہ و بت خانہ فی نالد حیات
تاز پردۂ غیب یک دانای راز آید بروں

کسی بھی شخصیت کی تعمیر کے اجزائے ترکیبی میں بہت سے عوامل کارفرما ہوتے ہیں۔ بالخصوص ایک عظیم انقلابی شخصیت جن کا تعلق خانقاہ سے ہوتا ہے اور جو روحانیت کی علمبردار ہوتی ہے اس کے لئے حسب و نسب، خاندان، ماحول و مربی کی بڑی اہمیت ہے۔ جب حضرت شیخ اعظم علیہ الرحمہ کی عظیم انقلابی شخصیت کی تعمیر میں ان عوامل کو پیش نظر رکھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ آپ حسب و نسب کے لحاظ سے نجیب الطرفین سید تھے۔ آپ حسنی و حسینی تھے۔ آپ حضرت سلطان سید اشرف جہانگیر سمنانی رحمۃ اللہ علیہ کے خانوادہ کے چشم و چراغ تھے۔ آپ کو مخدوم سمناں کی سجادہ نشینی کا عظیم منصب حاصل ہوا۔ آپ کا اعلیٰ حسب و نسب اور خاندانی شرافت آپ کی انقلابی شخصیت کی تعمیر میں ایک موثر کردار ادا کیا ہے آپ جس وقت اس دنیا میں تشریف لائے تو آپ کو ماحول بہت ہی پاکیزہ اور روح پرور ملا، کچھوچھہ مقدسہ کی مقدس سرزمین پر ہر طرف روحانیت کا فوارہ ابل رہا تھا، روح کی بالیدگی کے سارے سامان موجود تھے۔ آپ کی عظیم انقلابی شخصیت کی تعمیر میں یہ روح پرور ماحول بڑا مؤثر رہا لیکن ان عوامل میں سب سے اہم عنصر آپ کے مربی و جد امجد اعلیٰ حضرت اشرفی میاں قدس سرہ النورانی کا رہا ہے۔ آپ ۶ محرم الحرام ۱۳۵۵ھ کو کچھوچھہ شریف میں پیدا ہوئے اور حضور اعلیٰ حضرت اشرفی علیہ الرحمہ اپنے آخری حج میں مدینہ منورہ میں تشریف فرماتے تھے۔ ان کے ہمراہ علماء و مشائخ بھی تھے۔ آپ نے اسی دن سبھوں کو خوشخبری دی کہ مجھے پوتا پیدا ہوا ہے اور میں نے اس کا نام اظہار اشرف رکھا ہے جس سے ہر جگہ اشرف کا اظہار ہوگا۔ یہ خبر روحانیت کی کرشمہ سازی تھی کہ نہ کوئی تار ملا نہ ٹیلیفون آیا مگر پیدائش کی خبر دے رہے ہیں۔ اشارۂ غیبی سے حرم نبوی میں اظہار اشرف نام رکھ کر اعلان کر دیا کہ نومولود بچہ کوئی معمولی بچہ نہیں ہے بلکہ مستقبل میں ایک عظیم انقلابی شخصیت کا حامل ہوگا۔ وہ جہاں بھی رشد و ہدایت کی تبلیغ کے لئے جائیگا ایک انقلاب برپا کر دے گا، اشرف سمناں کا ہر جگہ قندیل ہدایت روشن کر کے تاریک و تیرہ دلوں کو منور کر دے گا۔ اپنی روحانی و انقلابی شخصیت کی اثر آفرینی اور اپنے نورانی خطاب کی دل پزیری سے عقائد باطلہ کے ایوان میں زلزلہ پیدا کر دے گا۔ یہ مبالغہ آرائی نہیں بلکہ حقیقت پر مبنی ہے کہ اس عارف کامل شبیہ غوث جیلانی علیہ الرحمہ نے ایک مربی کی حیثیت سے ان کی انقلابی شخصیت کی تعمیر اور اس کا بناؤ سنگھار کا سامان گنبد خضریٰ کی روح پرور چھاؤں میں مکمل کر دیا اور سرکار مدینہ کی بارگاہ عالی وقار میں عرض کیا میں نے اپنے ولی عہد کے نومولود ولی عہد کا نام اظہار اشرف رکھا۔ سرکار یہ ضعیف و ناتواں ادنی غلام دست بستہ عرض کر رہا ہے کہ میرے اظہار اشرف کی شخصیت میں ایسی دلآویزی اور کشش ہو کہ ہر جگہ اس کے انقلاب انگیز قدم سے دین کا بول بالا ہو، صراط مستقیم سے بھٹکے ہوئے کو راہ راست پر لا کر عقائد باطلہ کے ایوان کو زمیں بوس کر دے اور اشرف سمناں علیہ الرحمہ والرضوان کے نام و پیغام کو ہر جگہ پہونچا کر ایک ایسا روحانی، علمی انقلاب پیدا کر دے کہ وہ تاریخ کا زریں

باب بن جائے''۔ میرے علم میں خانوادۂ اشرفیہ کی تاریخ میں کوئی ایسا سجادہ نشیں نہیں ہے جن کی پیدائش کے دن مخدوم سمنانی علیہ الرحمہ کا سجادہ نشین مدینہ منورہ میں موجود ہو اور ہونے والے سجادہ نشین کا نام حرم نبی میں رکھا ہو اور سرکارِ مدینہ کی بارگاہ بیکس پناہ میں اس کی کامیابی و کامرانی کی دعا کی ہو، یہ حضرت شیخ اعظم قدس سرہ النورانی کی فیروز بختی تھی کہ آپ کو حضور اعلیحضر ت اشرفی میاں رحمۃ اللہ علیہ جیسا پردادا نصیب ہوا۔

دارا و سکندر سے وہ مرد فقیر اولیٰ
ہوجسکی فقیری میں شانِ اسد اللّٰھی

شیخ اعظم نے بھی اپنے پردادا اعلیٰ حضرت اشرفی میاں کی ان نوازشات کا برملا اقرار کیا ہے اور یہ کہتے ہوئے اس حقیقت کا اعتراف کیا ہے ''تجھ کو پا کر ہوئی دور ساری کمی'' لہذا مناسب یہی ہے کہ آگے بڑھنے سے پہلے ان کی شان میں حضرت علیہ الرحمہ کے چند اشعار پیش کردوں تا کہ قارئین حضرات کو معلوم ہوجائے کہ وہ اپنے جدامجد کو کس انداز میں یاد کرتے ہیں۔

سیدی مرشدی اشرفی اشرفی
شکل غوث الوریٰ تیری تصویر ہے
سیرت خواجگاں تیری تنویر ہے
اشرف باخدا کی تو تفسیر ہے
جلوۂ حق کی ہے تجھ میں جلوہ گری
سیدی مرشدی اشرفی اشرفی
جلوۂ نور کا تجھ سے اظہار ہے
جس پہ تیرا کرم ہے وہ مختار ہے
بحر موج سخا ترا دربار ہے
تجھ کو پاکر ہوئی دور ساری کمی
سیدی مرشدی اشرفی اشرفی

حضرت شیخ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی عظیم انقلابی شخصیت پر جب غائرانہ نظر ڈالتا ہوں تو معلوم ہوتا ہے کہ شخصیت کا ہر پہلو تابناک پرکشش اور درس آموز بھی ہے اب وہ خانوادۂ اشرفیہ سرکارکلاں کی تاریخ کا سنہرا باب بن چکا ہے وہ مایۂ ناز ہستی تو ہمیشہ کے لئے رخصت ہوگئی لیکن خانقاہ اشرفیہ سرکارِ کلاں ہو یا تبلیغ اور رشد و ہدایت کا میدان ہو ہر جگہ انہوں نے ایسا عظیم انقلاب برپا کیا اور اپنے کارناموں کی ایسی دیرپا نشانیاں چھوڑ کر گئے جسے گردش دوراں کبھی مٹا نہ سکے گی اور اپنے کارناموں میں جس کی بنیادیں اللہ اور اس کے رسول کی خوشنودی پر رکھی گئی ہیں ہمیشہ زندہ رہیں گی۔ ان کی یاد باقی رہے گی اور آنے والے کو دین کے لئے جدوجہد، کوشش پیہم اور اور ایثار وقربانی کا درس دیتی رہے گی۔ میرتقی میر کا ایک مصرع ملاحظہ ہو۔ ایسا کچھ کرکے چلو یاں کے بہت یاد رہو

رشد و ہدایت کے انقلاب انگیز تبلیغی دورے

رشد وہدایت کی جو شمع حضرت سلطان سید اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہ النورانی نے اپنے پیرومرشد کے ایما پر کچھوچھہ مقدسہ میں روشن کی تھی رشد وہدایت کے اس شمع کی روشنی پھیلانے کا کام نسلاً بعد نسلٍ سجادہ نشینوں میں منتقل ہوتا رہا وہ تاریک دلوں کو ہدایت کی روشنی سے منور کرتے رہے اور اشرف سمناں کے نام اور پیغام کو پھیلاتے رہے۔ اسی قندیل رشد وہدایت کو لے

کر حضرت شیخِ اعظم علیہ الرحمۃ نے بحیثیت ولی عہد و جانشین نے رشد و ہدایت کے میدان میں قدم رکھا۔ کیونکہ آپ کے والد گرامی حضرت سرکارِکلاں علیہ الرحمہ کی تنہا ذات تھی اور خانقاہ کا نظم ونسق اور رشد وہدایت کی عظیم ذمہ داری۔ اسی کو محسوس کرتے ہوئے تدریسی خدمت کی پرسکون زندگی کو چھوڑ کر ۶۰-۱۹۵۹ء سے ہی بڑے عزم وحوصلہ کے ساتھ انقلاب آفریں تبلیغی دورہ شروع کیا۔انہوں نے عزم مصمم کرلیا تھا کہ تبلیغ سنیت و اشرفیت کے لئے راہ کی ساری صعوبتوں کا سامنا کرتے ہوئے عقائدِ باطلہ کے گڑھ کو نیست و نابود کرنا ہے اور اہلِ خرد وظاہر پرست علماءسو کی عظمت وشان رسالت سے بغاوت وسرکشی کو ختم کر کے سنیت اور اشرفیت میں ایک نئی جان ڈالنا ہے، سب کو جام عشق ومحبت پلا کرمست وبےخود بنانا ہے۔اور مخدوم سمناں کا فیضان گھر گھر پہونچانا ہے۔ان کے عزم وحوصلہ کو علامہ اقبال کے درج ذیل شعر میں دیکھیں۔

سپاہ تازہ بر انگیزم از ولایت عشق
کہ در حرم خطرے از بغاوت خرد است

شیخ اعظم نے دین وسنیت کی تبلیغ کے لیے سب سے پہلے اسی علاقے کا انتخاب کیا جہاں عقائد باطلہ کی گھٹاٹوپ تاریکی تھی۔دیوبندیت کا بول بالا تھا اور مخدوم اشرف رحمۃ اللہ علیہ کا جاننے والا کوئی نہ تھا وہاں آپ نے اپنے نورانی خطاب سے تاریک ذہن ودماغ کو منور کردیا آپ کا جرأت مندانہ انقلابی قدم جہاں پہونچا اک انقلاب برپا ہوگیا۔عقائد باطلہ کے بڑے بڑے نامور علماء و دانشور کو راہ فرار اختیار کرنا پڑا لوگ سلسلۂ اشرفی میں داخل ہوتے گئے۔آپ نے انقلابی دورے کی ابتدا پورنیہ سے کی جو مولانا منت اللہ رحمانی کا گڑھ تھا۔آپ نے سفر، قیام وطعام کی ساری پریشانیوں کو جھیلتے ہوئے اپنے مشن کو جاری رکھا اس وقت علامہ مشتاق احمد نظامی اس علاقہ میں آپ کے ہم سفر رہتے، آپ اپنی انقلاب انگیز نورانی خطاب سے علاقہ کا علاقہ فتح کرتے چلے گئے۔آج لاکھوں کی تعداد میں بائسی، بہادر گنج، کشن گنج، ٹھاکر گنج، سونا پور، اسلام پور اور نکسل باڑی وغیرہ میں ان کے دامن سے وابستہ اشرفی نظر آتے ہیں۔

ہندوستان کا کوئی صوبہ ایسا نہیں ہوگا جہاں آپ کا انقلابی قدم نہ پہونچا ہو اور آپ کے چاہنے والے ماننے والے موجود نہ ہوں۔ بیرون ممالک میں بھی آپ اپنی انفرادی شان سے مخدوم سمناں کے نام و پیغام کو پھیلایا اور جہاں بھی گئے اپنی روح پرور خطاب سے ایک انقلاب برپا کرتے چلے گئے۔ بڑے بڑے نامور و دانشور آپ کے حلقہ بگوش ہوگئے۔ ہر جگہ مخدوم سمناں کے جاننے اور ماننے والوں کی کثیر تعداد نظر آنے لگی آپ کی انقلابی تحریک کے بادمخالف کے تند جھونکے کا رخ موڑ دیا اور اشرفیت کے چراغ کی روشنی پھیلتی چلی گئی۔

ہوا ہے گو تند و تیز لیکن چراغ اپنا جلا رہا ہے
وہ مرد درویش جس کو حق نے دئے ہیں انداز خسروانہ

انقلابی آفریں علمی کارنامے

ایک عظیم انقلابی شخصیت کا تابناک پہلو اس کی علم و دانش سے دلچسپی اور تعلیمی ادارے قائم کر کے علمِ دین و دنیا کی ترویج و اشاعت ہے، بڑی بڑی عظیم

شخصیتوں نے علم کے میدان میں نمایاں کارنامے انجام دے کر قوم وملت کی گراں قدر خدمات انجام دی ہیں اور تاریخ کے اوراق میں ان کا نام سنہرے حروف سے لکھا نظر آئے گا جب ہم حضرت شیخ اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان کی انقلابی شخصیت کا اس جہت سے تجزیہ کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے رشد وہدایت کے لئے صرف جلسے، تقریروں اور پیری مریدی پر ہی انحصار نہ کیا بلکہ سنیت اور اشرفیت کی بقا کے لئے مدارس اسلامیہ کے قیام کو بڑی اہمیت دی جہاں دیکھا کہ اپنے عقیدے ومسلک کے تعلیمی ادارے نہیں ہیں تو انہوں نے اپنے حلقہ بگوشوں کو اس سمت توجہ دلا کر ادارے قائم کرتے چلتے گئے۔آج مختلف مقامات پر ان کے قائم کردہ مدارس موجود ہیں جو دین کی خدمت انجام دے رہے ہیں مدرسہ اشرفیہ اظہارالعلوم ماچھی پور وہ پہلا مدرسہ ہے جس کی بنیاد میں آپ حضرت سرکارِکلاں قدس سرہ النورانی کے ساتھ اینٹیں رکھی اس وقت آپ کے طالب علمی کا دور تھا۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ آپ کالی شیروانی، کالی ٹوپی اور علیگڈھی پاجامہ میں ملبوس تھے۔ بنیاد سے پہلے میرے والد مرحوم وماموں مرحوم نے حضرت سے کہا کہ اظہار میاں صاحب۔ چاروں طرف گھوم جائیں جہاں تک جائیں گے وہی مدرسہ کا حد ہوگا۔آج مدرسہ کی چہار دیواری اسی جگہ کھڑی ہے جہاں تک چل کر آپ نے حد مقرر کردی تھی۔ یہ پہلا اظہارالعلوم ہے جو ان کے نام نامی سے منسوب ہے اس مدرسہ کو ہندوستان گیر شہرت حاصل ہے گرچہ گردشِ دوراں کا شکار ہوکر آج یہ ادارہ زبوں حالی کا شکار ہے۔

اس میں کوئی دورائے نہیں کہ حضرت شیخ اعظم علیہ الرحمہ کی انقلابی شخصیت کے نمایاں کارناموں کو جب مؤرخ لکھے گا تو خانقاہ اشرفیہ سرکارکلاں اور جامع اشرف کے لئے ان کی جدوجہد بے مثال قربانیوں کو سنہرے حروف میں لکھنے پر مجبور ہوگا۔انہوں نے اپنے پردادا کی پیشین گوئی کو رشد و ہدایت کے میدان میں انقلابی کارنامہ انجام دے کر اور مخدوم سمنانی کا نام و پیغام کو چاردانگ عالم میں پھیلا کر سچ کر دکھایا اور اپنے دادا واعظ لاثانی حضرت مولانا احمد اشرف رحمۃ اللہ علیہ کے خواب کو ''جامع اشرف'' قائم کر کے شرمندۂ تعبیر کیا کیونکہ ان کے دل میں یہ کسک یہ تمنا کروٹیں لیتی رہتی تھیں کہ کب فضل رب سے وہ مبارک ومسعود دن آئے کہ میں خانقاہ اشرفیہ سرکارِکلاں میں جامع اشرف کو قائم کر کے اپنے جدامجد کی دیرینہ خواہش کو پوری کردوں۔ آخر کار وہ مبارک دن آہی گیا اور انہوں نے عزم مصمم کرلیا کہ جامع اشرف قائم کر کے رہوں گا۔انہوں نے ۱۹۷۸ء میں علماء ومشائخ کی ایک مٹنگ بلائی اور اپنے ارادے کو پیش کرتے ہوئے فرمایا کہ ''اب جامع اشرف کے قیام کا وقت آچکا ہے آپ میں سے بہت سے حضرات جو یہاں موجود ہیں انہوں نے میرے دادا کی اس خواہش وتمنا کو ان کی زبان مبارک سے سنا ہوگا۔ زندگی نے وفا نہ کی ورنہ وہ خود قائم کر چکے ہوتے۔اب آپ حضرات سے اس جامع اشرف کے لئے دعاؤں کی درخواست ہے کہ اس ناچیز کے ارادے میں استحکام، فضل رب اور مخدومی فیضان شامل حال رہے''۔انہوں نے ۱۹۷۸ء میں شوال سے خانقاہ کے دو کمروں میں

جامع اشرف قائم کردیا اور تعلیم کی ابتداء دورے سے کی۔ بحمدہ تعالی ان کی مساعی جمیلہ اور تن من دھن کی قربانیوں سے جامع اشرف عروج و ارتقا کی منزل کو کرتا ہوا نظر آرہا ہے۔ جامع اشرف کی پرشکوہ درسگاہ، دارالاقامہ، مسجد اعلیحضرت اشرفی، مولانا احمد اشرف ہال، مختار اشرف لائبریری، کمپیوٹر ہال، اساتذہ کے لئے فیملی کوارٹر وغیرہ وغیرہ یہ سب اس عظیم انقلابی شخصیت کے زندہ جاوید کارنامے ہیں جو ہمیشہ ان کی یاد دلاتی رہیں گی۔ بقول حافظ شیرازی

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بہ عشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

خانقاہ اشرفیہ سرکارِکلاں جو چند کمروں پر مشتمل تھی آج اس کی پرشکوہ عمارتیں سیکڑوں کمروں پر مشتمل ہیں اور زائرین کی سہولت کے تمام اسباب سے آراستہ ہیں۔ خانقاہ میں آنے والا مدرسہ بھی دیکھتا ہے، لائبریری سے بھی استفادہ کرتا ہے، عالیشان مسجد بھی نظر کو خیرہ کرتی ہے۔ غرض کہ خانقاہ اشرفیہ سرکارِکلاں ہر لحاظ سے مکمل نظر آتی ہے ایک طرف اللہ اور اس کے رسول کی باتیں سنائی دیتی ہیں دوسری جانب طریقت اور معرفت کے اسرار ورموز بیان کئے تے ہیں۔ ان کی عظیم انقلابی شخصیت کی بارگاہ میں حضرت جامی علیہ الرحمہ کا یہ شعر نذر ہے۔

خوشا مسجد و مدرسہ خانقاہی
کہ در وی بود قیل و قال محمد

انقلابی شخصیت کا اخلاقی پہلو

ہمہ گیر انقلابی شخصیت کے اجزائے ترکیبی میں اخلاق ایک اہم جز شمار کیا جاتا ہے۔ بالخصوص ارباب طریقت کا اخلاق خلق نبوی کے سانچے میں ڈھلے ہوتے ہیں۔ جب ہم اس عظیم انقلابی شخصیت کے اخلاقی پہلو کا جائزہ لیتے ہیں تو یہ حقیقت واضح ہوجاتی ہے کہ حضرت شیخ اعظم علیہ الرحمہ کا اخلاق وکردار اپنے اسلاف کے اخلاق و کردار کا پرتو تھا۔ اخلاق بہت وسیع المعانی لفظ ہے۔ حضرت شیخ شرف الدین یحیٰ منیری رحمۃ اللہ علیہ اپنے مکتوب میں اخلاق پر اس طرح روشنی ڈالتے ہیں۔

''ایں اخلاق است کہ در طریقت شعار ارباب علوم گشتہ کہ در ہمہ احوال اقدار شریعت دارند و اخلاق خویش را بروفق سنت امتحان کنند ہر کہ در شریعت محقق نباشد وی را از طریقت ہیچ فائدہ نبود''

اخلاق یہ ہے کہ طریقت میں اہل علم کا شعار بن گیا ہے کہ وہ اپنے احوال میں شریعت کی پیروی کرتے ہیں اور اپنے اخلاق کو سنت کی کسوٹی پر پرکھتے ہیں اور جو کوئی شریعت کی تحقیق میں ثابت قدم نہیں ہوتا ہے اسے طریقت سے کچھ حاصل نہیں ہوتا''۔

حضرت شیخ اعظم علیہ الرحمہ کے اخلاق میں ایسی کشش تھی کہ دوست تو دوست دشمن بھی ان کے اخلاق و کردار سے متاثر نظر آتے، آپ نے کبھی دشمنی کا بدلہ دشمنی سے نہ لیا، بڑے بڑے مخالف اور فتنہ پرداز نے جب آپ کے سامنے اپنی غلطی کا احساس کرکے سر جھکا دیا تو آپ نے اس کو گلے لگالیا اور دعاؤں سے نوازا۔ میں نے خود اس کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ ایسا کیوں نہ ہو ان کے سامنے اپنے اسلاف کے اخلاقی نمونے موجود تھے۔ حضرت نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ کے اخلاق وکردار کی آپ سچی تصویر تھے۔ وہ فرماتے ہیں۔

ہر کہ او خاری نہد در راہ با از دشمنی
ہر گلی کز باغ عمرش بشگفد بے خار بود

''جو ہمارے راستے میں کانٹا بچھائے اللہ کرے اس کے گلشن حیات میں جو پھول کھلے وہ بے خار ہو''۔

شیخ اعظم کی انقلابی شخصیت میں فیضان خواجہ کی کارفرمائی

ان کی انقلابی شخصیت کی دل نشینی، اثر آفرینی، جامعیت اور جاذبیت میں خواجۂ خواجگاں والی بیکساں سلطان الہند حضرت معین الدین چشتی قدس سرہ النورانی کے فیضان نظر نے بڑا کام کیا ہے۔ وہ غریب نواز کے انوکھے شیدائی تھے۔ انہوں نے عشق خواجہ کی آگ میں اپنے خرمن وجود کو خاکستر کر دیا تھا۔ مخدوم سمنان کے سجادہ نشین تھے لیکن غریب نواز کے آستانہ پر ایک بھکاری بن کر حاضر ہوتے۔ ان کے آستانہ کی جاروب کشی کو اپنے لئے سرمایۂ افتخار سمجھتے تھے خود فرماتے ''میرے مخدوم نے غریب نواز کے در کا بھکاری بنا دیا اور مجھے ان کے حوالہ کر دیا''۔ آپ نے ہندو دیگر ممالک کے اکثر آستانہ جات کی حاضری دی اور اکتساب فیض کیا لیکن عشق خواجہ ان کا طرۂ امتیاز تھا۔ ان کی عظیم انقلابی شخصیت کی جان تھی، پہچان تھی۔ جب بھی کوئی مہم درپیش ہوتی غریب نواز کو آواز دیتے اور نمناک آنکھوں سے بحق خواجۂ عثمان ہارونی مدد کن یا معین الدین چشتی پڑھ کر دعا ختم کرتے۔ فوراً حالات بدل جاتے۔ کامیابیاں قدم چومنے لگتیں اور اک انقلاب برپا ہو جاتا۔ المختصر ان کی عظیم انقلابی شخصیت کی تعمیر مدینہ منورہ میں مخدوم اشرف کے سجادہ نشین حضور اشرفی میاں علیہ الرحمہ والرضوان کے ہاتھوں ہوئی لیکن غریب نواز کی نگاہ خاص نے ان کی انقلابی شخصیت پر سونے پر سہاگے کا کام کیا۔ غریب نواز کو منقبت کے ایک شعر میں اس طرح آواز دیتے ہیں۔

لے لو خبر اظہار کی آقا دے دو خواجہ عثماں کا صدقہ
فکر و الم کی تاریکی میں گھٹتا ہے دم یا خواجہ

الوداع اے پیکر اخلاص و محبت الوداع

ان کے انقلابی شخصیت کے گونا گوں صفات و کمالات میں ان کا اخلاص و محبت بھی نمایاں نظر آتا ہے۔ ان کے ہر کام میں اخلاص وللّٰہیت تھی، دنیاوی منفعت اور نام و نمود کے لئے کوئی کام نہ کیا۔ ان کی محبت وخلوص پر جس قدر لکھا جائے کم ہوگا۔ حقیقت تو یہی ہے کہ ان کی ناگہانی موت سے ایک عہد زریں ختم ہو گیا۔ وہ ایک تناور درخت کے مانند تھے جس کی سایہ دار شاخیں چاروں طرف پھیلی ہوئی تھیں ان کے سایۂ کرم میں جو آیا اسے سکون و چین مل گیا۔ افسوس صد افسوس ایک ایسی انقلابی شخصیت رخصت ہو گئی جو تقریباً نصف صدی سے مخدوم سمنانی قدس سرہ النورانی کے نام و پیغام سے اک عالم کو روشناس کراتی رہی۔ آپ دین کی گراں بہا خدمات انجام دیتے آرہے تھے، جہاں گئے اپنی نشانیاں چھوڑتے چلے گئے، ویرانے سے گذرے تو اسے رشک بہار بنا دیا، گرتے ہوئے پر نظر ڈال دی تو اسے بلند و بالا کر دیا، وہ مخدوم اشرف کے میخانے کے ساقی تھے۔ ملک کے گوشے گوشے میں ہی نہیں بلکہ بیرون ملک میں بھی ہزاروں کو جام اشرف سے ایسا سرشار کیا کہ پھر اس نے کسی دوسرے میخانے کا رخ نہ کیا اور سرور وکیف میں پکار اٹھا۔

مٹا دیا میرے ساقی نے عالم من و تو
پلا کے مجھ کو مئے لا الـــــہ الا ھـــو

ہم غلاموں کے درمیان سے ایک ایسی عہد آفریں شخصیت کو موت کے پنجے نے چھین لیا جو کریم تھے، رحم دل تھے اور پیکر اخلاص و ایثار تھی، ان کے روشن خیال تدبر، دانشمندی، پرجوش جذبۂ دینداری، دیانت داری، امانت داری اور سب سے بڑھ کر خانقاہ و جامع اشرف کے لئے جانفشانی سے صرف خانوادے ہی نہیں بلکہ جامع اشرف و خانقاہ محروم ہوگئی۔ ان کے جنازے میں اڈے ہوئے جان نثاروں کے سیلاب کو دیکھ کر ذہن حیرت میں تھا کہ کیسی عالمگیر انقلابی وروحانی شخصیت اس دنیا سے جارہی ہے جس کے چاہنے اور ماننے والے صرف برصغیر ہندو پاک ہی سے نہیں بلکہ یورپ سے بھی پہونچ کر اپنے محسن اور کرم فرما کو الوداعی سلام پیش کررہے ہیں۔

ہزاروں سال نرگس اپنے بےنوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

اس میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ ان کے گذر جانے سے خانقاہ اشرفیہ سرکارِکلاں میں ایک عظیم خلا پیدا ہوا ہے جس کی بھرپائی ناممکن تو نہیں مگر مشکل ضرور معلوم ہوتی ہے۔لیکن ان کی دوررس نگاہ کو ہدیۂ سلام بھیجئے کہ انہوں نے اپنی زندگی میں اپنے ولی عہد جانشین کو میدان عمل میں اتارکر، رشد و ہدایت کا کام اور جامع اشرف کی ذمہ داریاں دے کر انہیں ہر لحاظ سے مکمل کرکے اس دنیا سے رخصت ہوئے۔ان کا جانشیں وہ ہے جو برصغیر ہندو پاک کے علاوہ یورپ اور افریقہ میں اپنی پہچان بنا چکا ہے اور انشاء اللہ اپنی عظیم ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہوکر ہر شعبہ میں ایک نیا انقلاب لائیں گے اور ''ہر چہ پدر نہ کرد پسرش تمام کرد'' کا مصداق بن کر سب کا دل جیت لیں گے۔

جس وقت راقم الحروف نے حضرت شیخ اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان کو کفن میں ملبوس دیکھا تو کلیجہ منہ کو آگیا، آنکھیں اشکبار ہوگئیں اور زباں پر حضرت امیر خسرو کا درج ذیل شعر آ گیا۔

گوری سوئی سیج پر مکھ پر ڈالے کیس
چل خسرو اب اور کہیں اندھیاری بھئی چودیس

☆☆☆☆

مخدوم پاک کا فرمان ھے

☆ اگر کسی پیر کو دیکھیں کہ اس سے بڑھ کر ہے تو اس کی ملازمت اختیار کرے اور اپنے مریدوں کو بھی ان کی ملازمت کا حکم دیں کیوں کہ اس کی اور دوسروں کی بہتری اسی میں ہے اور اگر ایسا نہیں کرتا تو معلوم ہو جاتا ہے کہ پیری جاہ طلبی اور لوگوں کے دلوں کو تسخیر اور دنیوی پونجی کے لئے تھی۔

☆ جس نے کسب مجاہدہ کا عمل نہ کیا، دربار مشاہدہ تک نہ پہونچا۔

☆ حیات ظاہری میں بعض بشریت کی گرانی اور میل رہ جاتی ہے وہ چند کمالات اور ارادت کی مانع ہوتی ہے برخلاف بعد وفات کے کہ سارے کلیات وجزئیات صاف صاف سامنے آجاتے ہیں۔

☆ مخلوق کی خدمت سعادت کی نشانی ہے اور جو مخلوق کی خدمت کا خوگر ہوتا ہے وہ خالق کی خدمت میں بھی بڑا مستعد رہتا ہے اور مظاہر کائنات میں ظہور صفات کے مناظر کی طرف جو اسماءِ ذات کے ہیں۔نسبت کرنے سے مخلوق کی خدمت عین خالق کی خدمت ہیں۔

شیخ اعظم جامع صفات شخصیت

مفتی شبیر حسن رضوی، پرنسپل الجامعۃ الاسلامیہ روناہی فیض آباد (یوپی)

احمد اشرف حمد و شرف لے
اس سے ذلت پاتے یہ ہیں
کیا بات رضا اس چمنستان کرم کی
زہرا ہیں کلی جس میں حسین وحسن پھول

اس عالم رنگ وبو میں مختلف اقسام کی مخلوقات پائی جاتی ہیں۔ کائنات عالم کا سب سے پست درجہ جمادات کا ہے کہ جس میں نہ حرکت ہے نہ نمو، نہ احساس ہے، نہ غور وفکر کی صلاحیت واستعداد، دوسرا درجہ نباتات کا ہے کہ جس میں حرکت ونمو تو ہے لیکن دوسرے صفات سے بالکل محروم ہیں، تیسرا درجہ حیوانات کا ہے کہ جس میں حرکت ونمو کے ساتھ احساس وارادہ بھی پایا جاتا ہے اور عالم کائنات کا سب سے بلند درجہ انسان کا ہے کہ جس میں ان تمام صفات بالا کے ساتھ غور وفکر کی صفت کمالیہ بھی موجود ہے۔اسی لئے انسان کی ذات مختلف کمالات کا مجموعہ ہوکر بزم کائنات کی صدر نشین ہے۔ارشاد فرمایا گیا ’’لقد کرمنا بنی آدم، لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم ‘‘یعنی اس کے اندر قوت نمو بھی پائی جاتی ہے اور احساس کرنے کا مادہ بھی وہ اختیاری طور پر حرکت بھی کرتا ہے اور کلیات وجزئیات کے ادراک کرنے کا جوہر گراں مایہ بھی اپنے اندر رکھتا ہے اور معلومات کو ترتیب دے کر مجہولات کو حاصل کر لینے کا ملکہ وقدرت بھی رکھتا ہے۔

پھر انسان کے افراد میں تفاوت ہے بعض انسان ایسے ہوتے ہیں جو فکر ونظر کے تاج ور ہوتے ہیں جو معمولی قسم کے واقعات وحوادث سے ایسے نتائج کا استخراج کر لیتے ہیں جو غیروں کے لئے بھی درس عبرت اور مشعل راہ ہوتے ہیں اور جو افراد اس وصف حسن سے متصف نہیں ہوتے ان کے سامنے بڑے سے بڑا حادثہ رونما ہو جاتا ہے مگر اس سے نتیجہ برآمد کرنے سے قاصر رہتے ہیں۔ ایسے بھی کچھ افراد ہوتے ہیں جو اپنی زندگی قوم وملت کی فلاح وبہبود کے لئے صرف کر دیتے ہیں اور بعض اس صفت حسن سے عاری وخالی ہوتے ہیں۔

جب حضرت شیخ اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان کی ذات با برکات پر نظر ڈالی جاتی ہے تو حضرت والا کی ذات بابرکات ان صفات حسنہ کی جامع نظر آتی ہے یقیناً وہ شیخ اعظم تھے اور عمر گراں مایہ کے اعتبار سے بھی وہ شیخ اعظم تھے اور پیر کامل ہونے کے اعتبار سے بھی وہ شیخ اعظم تھے اور شیخ کا ایک معنیٰ خواجہ بھی آتا ہے کمافی سوال الباسولی’’هو الذی یحی الحق ویمیت الباطل ‘‘جو احیاءحق اور اماتت باطل کرتا ہے۔اس معنیٰ کے اعتبار سے بھی وہ شیخ اعظم تھے۔لہٰذا بلاشبہ وہ شیخ اعظم کے صحیح مصداق تھے۔وہ ایک باصلاحیت مدرس تھے۔مفکر بھی تھے مدبر بھی تھے۔مبلغ بھی تھے، وہ قادرالکلام شاعر بھی تھے اور رموز واسرار اور تصوف سے آگاہ صوفی باصفا بھی تھے۔وہ شریعت وطریقت کے مجمع البحرین تھے۔حسن

صوری ومعنوی کے جامع تھے۔علوم ظاہری کے ساتھ علوم باطنی سے بھی آراستہ و پیراستہ تھے،وہ اسلاف کی یادگار تھے،علم وحکمت،شجاعت وبسالت،عفت وطہارت ان سب اوصاف حمیدہ وخصائل محمودہ کے جامع تھے اور اللہ کے جس بندے میں یہ چاروں اوصاف حمیدہ پائے جاتے ہیں وہ بندۂ خدا حسن باطنی سے بھی آراستہ ہوتا ہے۔اس میں شک نہیں کہ حضرت شیخ اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان ذکاوت وفطانت ،تذکر وتبصر، بلندہمتی و برد باری،تواضع وخاکساری،حمیت وغیرت،عفوودرگزر،صبر ورضا،قناعت وتقویٰ،شرافت ومروت،غمخواری وصلہ رحمی، صداقت والفت، ایفائے عہد، مکافات ، توکل وغیرہا اوصاف حمیدہ سے آراستہ تھے اور اپنے اسلاف کی صحیح یادگار تھے اور اپنے جدامجد حضور اشرفی میاں علیہ الرحمۃ والرضوان کے کرامات وخوارق سے ایک زندہ کرامت تھے۔اس کرامت کی خبر حضور اشرفی میاں علیہ الرحمۃ والرضوان نے مدینہ طیبہ وطابہ میں اپنے رفقاء کو دی تھی کہ آج میرے گھر پوتا پیدا ہوا ہے حضور والا نے رسول پاک ﷺ کی بارگاہ اقدس میں دعائیں بھی کی تھیں۔وہ دعائیں رب تعالیٰ کی بارگاہ اقدس میں مستجاب ہوئیں۔اور حضور شیخ اعظم مہر تاباں بن کر افق ارض کچھوچھہ مقدسہ پر طلوع ہوئے اور انہوں نے اپنی شعاع تیز تاب سے سرد قلوب کو گرمایا اور خلق کثیر کو روشن ومنور فرمایا۔

بالائے سرش زہوش مندی
می تافت ستارۂ بلندی

آہ!اب وہ نیر تاباں ہماری نگاہوں سے روپوش ہو گیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون

ابر رحمت ان کے مرقد پر گہر باری کرے
حشر تک شان کریمی ناز برداری کرے

مولیٰ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے حضرت کے مزار مبارک پر اپنے کرم ورحمت کی بارش فرمائے اور ہم سب اہل سنت کو ان کے فیوض وبرکات سے مستفیض فرمائے۔ آمین بجاہ حبیبہ الکریم سیدالمرسلین علیہ اکمل الصلوٰۃ والتسلیم۔

☆☆☆☆

ایسے آدمی بہت دھوکے میں ہوتے ہیں

☆ جس کو یقین ہے کہ ہمارا اللہ تعالیٰ خالق ہے مگر وہ اس کی بندگی اور عبادت کرنے سے قاصر ہے

☆ جس کو یقین ہے کہ موت ایک نہ ایک دن ضرور آئیگی اس کو نہیں چھوڑے گی ،مگر اس کی تیاری سے غافل ہے۔

☆ جسے یقین ہے کہ بروز محشر مجھ سے پائی پائی کا حساب لے گا۔مگر اپنا حساب درست نہیں رکھتا۔

☆ جسے یقین ہے کہ پل صراط پر سے ضرور گزرنا پڑیگا۔ مگر اپنے گناہوں میں اضافہ کرتا رہتا ہے۔

☆ جسے یقین ہے کہ جہنم بدعملوں اور فاجروں کا ٹھکانہ ہے مگر اس سے پرہیز نہیں کرتا۔

☆ جسے یقین ہے کہ جنت نیکوکاروں کا مسکن ہے ۔ لیکن اس کے اپنے اپنے عمل ذخیرہ جمع نہیں کرتا۔

شیخِ اعظم - ایک پہلودار شخصیت

مولانا محمد جمال الرافع اشرفی، استاذ مدرسہ اشرفیہ نظامیہ، فتح پور، سبور، بھاگلپور، (بہار)

جان کر منجملۂ خاصانِ میخانہ مجھے
مدتوں رویا کریں گے جام و پیمانہ مجھے

ہر دور میں انسان اپنے علمی و تحقیقی کارناموں اور قومی وفلاحی خدمات کی بنیاد پر عظمت وشہرت کی بلندی پر پہونچتا رہا ہے۔ آج بھی یہی دستورِ فطرت جاری وساری ہے۔ شیخ اعظم بھی تادمِ آخر اپنی علمی، دینی، تبلیغی اور تعمیری کارناموں اور قومی وملّی خدمات کی بدولت شوکت وعزت کے اوج ثریا پر متمکن نظر آتے ہیں۔ ہمارے ممدوح گرامی کو جہاں سرکارِ غوثیت مآب، خواجۂ غریب نواز، قدوۃ الکبریٰ حضرت مخدوم سمنانی اور دیگر اولیائے کاملین کے فیضان اور روحانی تصرفات پر کامل یقین تھا وہیں اس عالم اسباب میں جہد مسلسل اور اخلاص عمل کی ضرورت و اہمیت اور اس کے حتمی نتائج سے بھی خوب واقفیت تھی۔

حضرت کی حیات مبارکہ کے آخری ۵۲ سالہ دور تبلیغ میں نظر کرنے سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ آپ کا نصب العین امت مسلمہ کا روشن وتابناک مستقبل تھا۔ اس عظیم مقصد کے لئے آپ نے اپنی حیات مستعار وقف کردی تھی۔ آپ کا ہر کام فقط اپنے معبودِ حقیقی کی رضا اور محسنِ انسانیت ﷺ کی خوشنودی کے لئے ہوتا۔ دنیاوی شہرت اور ناموری کا اس میں کوئی دخل نہ ہوتا۔ ہمیشہ اپنی دینی و ملی خدمات کو رب کریم کی توفیق اور فضل قرار دیتے۔ اور فرماتے یہی میرا توشۂ آخرت ہے۔ یہی رضائے الٰہی ایک مردِ مومن کا مقصودِ حیات ہوتی ہے۔

حضرت کی ایک دیرینہ خواہش یہ تھی کہ کم از کم ہمارے والد ماجد اور خود ہماری سرپرستی میں چلنے والے مدارسِ اسلامیہ سے ایسے مبلغین اور داعیانِ اسلام نکلیں جو موجودہ دور میں دعوت وتبلیغ کے نئے تقاضوں پر پورا اتریں اور اس میدان کی تکنیکی صلاحیتوں سے بھی آراستہ ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ مدارس اسلامیہ کے مروجہ نصابِ تعلیم سے حضرت کبھی مطمئن نہیں رہے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت اپنے تبلیغی اسفار کے تجربے کی روشنی میں موجودہ دور کے فارغ التحصیل علماء کے اندر جن اضافی معلومات کی ضرورت، اہمیت اور افادیت کو محسوس فرماتے، اس ضرورت کی تکمیل مروجہ نصابِ تعلیم کے ذریعہ ممکن نظر نہیں آتی۔ پہلے تو حضرت نے اس مسئلہ پر دینی درسگاہوں کے تجربہ کار اساتذہ سے تبادلۂ خیال فرمایا اور سعی بلیغ فرمائی کہ ضروری ترمیم پر اتفاق رائے ہوجائے۔ کچھ حضرات نے آپ کی تجویز سے اتفاق تو کیا مگر کسی مصلحت کے پیش نظر اس کو عملی جامہ پہنانے کی ہمت نہ جُٹا سکے۔ کبھی کبھی حضرت اکتا کر یہ فرماتے کہ دنیا کی تمام یونیورسیٹیوں، کالجوں اور اسکولوں کے نصابِ تعلیم میں بدلتے حالات اور ضرورت کے تحت ضروری ترامیم ہوتی رہتی ہیں مگر مدارس اسلامیہ کے نصاب تعلیم کو کیوں "لا تبدیل لکلمات اللّٰہ" کے مرتبے میں لاکر کھڑا کردیا گیا ہے۔ جب آپ کو یقین ہوگیا کہ اس قسم کی گفت وشنید سے کوئی نتیجہ برآمد ہونے والا نہیں ہے تو

آپ نے ان بلاوجہ کی مصلحتوں کی اصلاح فرماتے ہوئے جامع اشرف کے قیام سے قبل ہی ۱۹۷۸ء میں عرس مخدومی کے موقع پر خانقاہ اشرفیہ حسنیہ سرکارِ کلاں میں ایک تعلیمی کنونشن منعقد فرمایا۔ جس میں ملک کے جلیل القدر اور طویل تدریسی تجربہ رکھنے والے اکابر علماءِ اہل سنت مثلاً حضور مجاہد ملت مولانا حبیب الرحمٰن قادری، امام النحو علامہ سید غلام جیلانی میرٹھی اور امین شریعت مفتی رفاقت حسین مظفر پوری قدست اسرارھم اور دیگر متعدد علماء و دانشوران نے شرکت فرمائی ۔ کنونشن میں جملہ ماہرین درسیات نے اپنے قیمتی خیالات و تجربات پیش فرمائے۔ پھر باتفاق آراء ایک ایسے جامع اور جدید نصابِ تعلیم کی ترتیب کا فیصلہ لیا گیا جس میں علوم اسلامیہ کے علاوہ عربی زبان میں تحریر و تقریر پر یکساں قدرت اور انگریزی، ہندی، ریاضی، سائنس، جغرافیہ اور معلومات عامہ کی ضروری معلومات کی پوری رعایت ہو۔ نصابِ تعلیم کی ترتیب کے لئے آزمودہ کار علماءِ کرام اور دانشوروں پر مشتمل ایک بورڈ کی تشکیل بھی ہوگئی۔ اس فیصلے پر حضرت ممدوح گرامی بہت مسرور ہوئے اور فرمایا بحمداللہ ''علماءِ کرام کا فیصلہ میرے منشاء کے عین مطابق ہے۔ مگر اصل مرحلہ تو ترتیب کا ہے''۔ واقعی یہ مرحلہ ہنوز طے ہونا باقی ہے ؎

اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

مجھے خوب یاد ہے کہ ۱۹۷۸ء میں حضرت نے خانقاہ اشرفیہ حسنیہ میں حجرۂ حضرت صدرالافاضل کی طرف جاتے ہوئے جہاں حضور صدرالعلماء اور حضور مجاہد ملت کا قیام تھا، مجھ سے دریافت فرمایا کہ ''میاں کہاں پڑھ رہے ہو'' میں نے عرض کیا۔ الجامعۃ الاشرفیہ میں! فرمایا۔ ''آئندہ سال سے انشاءاللہ اسی خانقاہ میں معیاری تعلیم کا انتظام ہو رہا ہے۔ اب آپ کو کہیں نہیں جانا ہے یہیں پڑھنا ہے''۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ ۱۹۷۹ء میں ہماری تعلیم اپنے مرکزِ عقیدت ہی میں شروع ہوگئی اور یہیں سے فراغت بھی حاصل ہوئی۔ یہاں ہمیں جو ماحول اور سکون میسر ہوا وہ کہیں نہیں ہوا۔

ایسی ہی سنگین صورت حال میں جب ہندوستان کی خانقاہوں سے روحانی اقدار و روایات رخصت ہو رہی تھیں اور کہیں کچھ نظر بھی آتی تھیں اور ان کی حیثیت ''چراغ سحر'' کی رہ گئی تھی بقول شاعر مشرق ؎

قُم باذن اللہ کہہ سکتے تھے جو رخصت ہوئے
خانقاہوں میں مجاور رہ گئے یا گورکن

تو حضرت ہی نے آہنی عزم کے ساتھ اس جمود کو توڑتے ہوئے ان روایات میں نئی روح پھونکی اور ان رسوم کہن کی تجدید و احیاء کی جانب انقلابی قدم بڑھایا۔ ایک اور اہم بات یہ ارشاد فرمائی کہ ''اگر مستقبل قریب میں ایک مستحکم تعلیمی ادارہ اس خانقاہ سے متصل قائم نہیں ہوا تو اس صدی کے اختتام تک آنے والی نسلوں میں ہمارے سلسلہ کی پہچان تک شاید باقی نہ رہے گی اور بادِ مخالف کے تند و تیز جھونکے سب کچھ اُڑا لے جائیں گی'' اسی سے آپ اندازہ کریں کہ حضرت کے سینے میں خانقاہ اشرفیہ حسنیہ سے متصل ایک عظیم اور قابل فخر دینی درسگاہ کے قیام کی کیسی شدید تڑپ تھی؟ یہی وہ اسباب و عوامل ہیں جو قیامِ جامع اشرف میں بنیادی اور کلیدی حیثیت رکھتے ہیں۔ قیام کے بعد ابتدائی ۴-۵ سال حضرت کے لئے بڑے صبر آزما رہے اور سخت کرب و اضطراب میں گذرے۔ اکثر نامُساعد حالات اور مخالفانہ سازشوں سے آپ کے قلبِ نازک کو سخت صدمہ پہونچتا اور آنسوؤں کی دھار رخسار پر بہنے لگتے۔ جب شام کو آپ اپنے گھر کچھوچھہ شریف واپس جاتے تو خاموشی کے ساتھ

حضرت مخدوم المشائخ کی نشست گاہ کے سامنے برآمدے میں ٹہلنے لگتے۔ آپ کے والد ماجد آپ کی اضطرابی کیفیت محسوس فرماتے ہوئے بڑی شفقت سے فرماتے۔''اظہار میاں! کیا بات ہے؟ کیوں پریشان ہیں؟ بیٹھئے تو سہی''۔ جب آپ بیٹھ جاتے اور اپنے مسائل اور پریشانیوں کو بیان فرماتے تو جواب ملتا''صبر کیجئے۔اللہ نے صبر کرنے والوں کو اپنی معیت کی بشارت دی ہے۔اس کے علاوہ اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا کی خوشخبری بھی ہے''۔ یہ سکون بخش کلمات سن کر آپ کو بڑی تقویت ملتی اور ایک نئے عزم کے ساتھ لوٹتے۔ان تمام منفی صورت حال کا سامنا آپ نے اپنی مضبوط قوت ارادی کے ساتھ کیا۔ میں پورے وثوق کے ساتھ بلاخوفِ تردید یہ بات کہہ سکتا ہوں کہ میرے ممدوح ذی وقار نے خانقاہ اشرفیہ حسنیہ کے پہلو میں علم و دانش اور فکر و آگہی کا جو حسین شہر بسایا ہے وہ رہتی دنیا تک اگر ایک طرف پوری دنیائے سنّیت کے لئے فیض بار رہے گا تو دوسری جانب پورے خانوادۂ اشرفیہ کی عظمتوں کا امین اور سرمایۂ افتخار بنا رہے گا۔ درگاہ کچھوچھہ شریف اور اس کے قرب و جوار میں اب کئی مدارس قائم ہو چکے ہیں اور سب اپنے اپنے طور پر علوم دینیہ کی ترویج و اشاعت میں مصروف ہیں ۔مگر یہ ایک روشن حقیقت ہے کہ ان سارے مدارس کے قیام کا اصل محرک ''جامع اشرف'' ہی ہے۔یہ ایک حقیقت ہے جس کے انکار کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔اس کے علاوہ بھارت کی کچھ اور خانقاہوں کے اربابِ حل وعقد بھی گہری نیند سے بیدار ہوئے اور قابل لحاظ تعلیمی،تبلیغی اور تعمیری سرگرمیاں شروع ہوئیں جو میں نے بچشم خود دیکھیں اور صاف محسوس کیا کہ یہ ساری جلوہ سامانیاں اور برکتیں جامع اشرف کی رہین منت ہیں۔کوئی بھی دینی کام اگر نقل اور تقلید ہی کے طور پر ہو تو اس کے مستحسن اور لائق ستائش ہونے میں کوئی دو رائے نہیں۔اور جہاں تک تقلید کا تعلق ہے تو ہم سب بحمدہٖ تعالیٰ ''مقلد'' ہیں۔حصول برکت و سعادت کے لئے میں مختلف خانقاہوں اور تعلیمی اداروں میں جاتا رہتا ہوں۔بقول بلبل شیراز؎

در اقصائے عالم بگشتم بسے
بسر بردم ایام باہر کسے
تمتع ز ہر گوشۂ یافتم
ز ہر خرمنے خوشۂ یافتم

حضرت کے عزم محکم کا یہ حال تھا کہ جب کسی کام کا آغاز فرماتے تو اس کو پایۂ تکمیل تک پہونچا کر ہی دم لیتے۔جامع اشرف، مسجد اعلیٰ حضرت، مولانا احمد اشرف ہال، مختار اشرف لائبریری، اشرف حسین میوزیم، روضۂ مخدوم المشائخ اور خانقاہ کی دیگر تعمیرات آپ کے جمالیاتی ذوق اور شاہجہانی مذاقِ تعمیر کا نمونہ تو ہیں ہی مگر سلطان العارفین، برہان العاشقین حجۃ اللہ فی الارض مولانا جلال الدین رومی قدس سرہٗ کی مثنوی شریف جس کے بارے میں مشہور ہے کہ؎

مثنوئ مولوئ معنوی
ہست قرآں در زبان پہلوی

ایسی مہتم بالشان کتاب کا ترجمہ وہ بھی نظم میں کتنا مشکل کام ہے یہ اربابِ فہم و دانش پر مخفی نہیں۔اس امرِ ذی شان کے عہد مصمم اور پھر آغاز کے پیچھے کون سی روحانی قوت اور غیبی تائید کار فرما تھی اس کا علم تو حضرت ہی کو ہو سکتا ہے۔حضرت کی اس جرأت قلندرانہ کو سلام! کہ آپ نے نہ صرف فارسی کے منظوم کلام کا ترجمہ سلیس اردو نظم میں کیا بلکہ بحر کے اوزان کی رعایت بھی ملحوظ

رکھی۔اور دیکھتے ہی دیکھتے دفتر اول کا ترجمہ مکمل ہوگیا۔

مثنوی شریف کے علاوہ حضرت کو مخدوم بہار شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری قدس سرہٗ کی ''مکتوباتِ صدی'' بھی بے حد پسند تھی۔ جامع اشرف میں تحصیل علم کے دوران اس کتاب مستطاب کے پسندیدہ اقتباسات پڑھ کر ہم لوگوں کو سناتے اور جوش میں فرماتے کہ اگر کسی کو توحید کا حقیقی مفہوم سمجھنا ہوتو مخدوم بہار کی اس کتاب سے سمجھے۔

دعوت وتبلیغ کے میدان میں بھی حضرت مردِ مجاہد کی تصویر نظر آتے۔ چالیس پچاس سال قبل گاؤں دیہات کی ناہموار سڑکوں پر تکلیف دہ سواریوں کے ذریعہ اور پیدل ہفتوں سفر فرماتے اور دینِ متین کی تبلیغ کی راہ میں پیش آنے والی تمام صعوبتوں کا خندہ جبیں اور ایمانی توانائی کے ساتھ خیر مقدم کرتے۔اس راہ میں اپنی مساعی جمیلہ سے آپ نے کتنے ہی گم گشتگانِ راہ کو ایمان وایقان کی شاہراہِ ہدایت پر گامزن فرمادیا ہے۔

بہار میں دیگر مقامات کی نسبت بھاگلپور اور اس کے مضافات کا دورہ زیادہ ہوتا۔ بھاگل پور کے دورے میں فتح پور ضرور تشریف لاتے۔اس کی وجہ یہ تھی کہ فتح پور میں آپ کے دادا جان عالمِ ربانی واعظِ لاثانی مولانا شاہ سید احمد اشرف اشرفی جیلانی نور اللہ مرقدہٗ کی واحد علمی یادگار ''مدرسہ اشرفیہ نظامیہ'' واقع ہے۔جامع اشرف کے بعد حضرت کو اپنے دادا جان کے قائم کردہ اس علمی یادگار سے ایک جذباتی تعلق خاطر تھا۔ اس ادارہ کے تعلیمی نظام کے حوالے سے آپ ہمیشہ فکر مند رہے۔ راقم السطور اسی ادارہ کا ایک معمولی خادم ہے۔

شیخ اعظم کے مجموعی حالات وواقعات پر غائرانہ نظر ڈالنے سے میرے پردۂ ذہن پر یہ تأثر ابھر کر سامنے آتا ہے کہ ممدوحِ گرامی اپنے پردادا قطب ربانی شبیہ غوث الثقلین شاہ علی حسین کی قلندرانہ اداؤں۔اپنے دادا جان عالم ربانی مولانا احمد اشرف کے علمی وقار وتمکنت اور اپنے والد ماجد مخدوم المشائخ مولانا سید مختار اشرف کے کردار وعمل کا آئینہ اور پیکر نورانی تھے۔عربی کا مشہور مقولہ ہے۔الولد سرّ لابیہ۔

آپ ایک عظیم خانوادے کے فرد کامل پھر جانشین مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی ہونے کی حیثیت سے بلا امتیاز تمام انسانوں کے ساتھ حُسن سلوک اور محبت وشفقت سے پیش آتے۔ بلاشبہ آپ اپنے جد کریم صاحبِ خلقِ عظیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے اخلاق حسنہ کا نقش جمیل تھے۔اس کے علاوہ اپنے خاندانی اثاثہ یعنی ''عشق رسول'' کی دولت گرانمایہ بھی آپ کو وراثۃً ملی تھی۔ اسی عشق رسول کی حرارت نے آپ کو تمام شعبہائے حیات میں توانائی بخشی اور ہمیشہ جذبۂ عمل سے سرشار رکھا۔آپ کی تحریر وتقریر اور شاعری بھی اسی ''اصل الاصول'' کے محور پر گردش کرتی رہی۔

عقل و دل و نگاہ کا مرشد اولین ہے عشق
عشق نہ ہو تو شرع و دیں بتکدۂ تصورات

میری دعا ہے کہ مولائے کریم وکارساز شیخ اعظم کے لگائے ہوئے علم وعرفان کے حسین چمن کو تادیر سرسبز وشاداب رکھے، اپنی خوشبوؤں سے ایک عالم کو مہکائے اور آپ کے فرزند وجانشین قائد ملت حضرت مولانا الحاج سید شاہ محمود اشرف صاحب قبلہ مدظلہٗ العالی کو آپ کا مظہر اتم اور آپ کے مشن کا سالارِ کارواں بنائے۔

ہرگز نمیرد آں کہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت ست بر جریدۂ عالم دوامِ ما

☆☆☆☆

شیخ اعظم- ایک جامع اور همه گیر شخصیت

مفتی قاسم براہیمی، سابق ایم۔ایل۔اے (مظفر پور)

اسلام کی ساڑھے چودہ سو سالہ تاریخ کا مطالعہ کیجئے۔آپ دیکھیں گے کہ وہ کوئی بھی دور ہو اس کے دامن میں نہ تو سلاطین زمانہ کی کمی رہی نہ والیانِ تخت وتاج کی، نہ صاحبانِ دولت وثروت کی نہ رہنمایانِ فکر وفراست کی، نہ دلاوران بلند اقبال کی نہ شہسوارانِ میدان جاہ وجلال کی۔لیکن اسلام کی ترویج واشاعت اور بندگان خدا کو قدرت کے اس چشمۂ صافی سے سیراب کرنے کی ذمہ داریاں قدرت نے جس ''طبقۂ اہل اسلام'' کو عطا کیں اور جس کے حصے میں یہ سعادت سب سے زیادہ آئی وہ بلا شرکتِ غیرے صرف اور صرف ''علماء ومشائخ امت'' کا نورانی طبقہ ہے۔

علماء ومشائخ امت کا یہ نورانی طبقہ گو علم وفضل، فہم وفراست، زہد وتقویٰ، امانت ودیانت اور دیگر محاسن اور خوبیوں میں ابنائے زمانہ سے ممتاز، بہت ممتاز، انتہائی اعلیٰ اور ارفع تھا مگر دنیاوی آسائشوں اور مادی سہولتوں کے اعتبار سے ان کے بالمقابل تقریباً صفر تھا باوجود اس کے اس طبقۂ رنداں نے نہ صرف یہ کہ اس ربانی امانت کو بکمالِ دیانت وایمانداری بحفاظت تمام سنبھال کر رکھا۔ بلکہ حسب ہدایت مستحقین تک پہنچایا بھی اور صرف پہنچایا ہی نہیں بلکہ اس راہ میں پیش آنے والی تمام صعوبتوں کا خندہ پیشانی کے ساتھ خیر مقدم کیا اور بالآخر یہ مقولہ صادق آکر رہا کہ ''حق بہ حقدار رسید''۔فجزاھم اللہ تعالیٰ عنا وعن سائر المسلمین خیر الجزاء۔آج ایمان ویقین کا جو ''بہارستانِ لطافت'' ہماری نگاہوں کے سامنے ہے اس کے ہر ہر ''سبزۂ نورستہ'' سے آواز آرہی ہے کہ

نہ کتابوں سے نہ کالج کے ہے در سے پیدا
دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا

اسلام اور بے سروسامانی کا چولی دامن کا ساتھ رہا ہے۔جنہیں سروسامان ملا انہیں بہت کم اس کی توفیق ملی کہ اس سروسامان کو دین متین ''اسلام'' کی آبیاری میں صرف کرتے۔اور جن کے پاس سروسامان کی قلت تھی انہیں خوب خوب اس کی توفیق ارزانی ہوئی کہ اسلام کے فطری اور آفاقی پیغام کو پوری دنیا میں عام اور تام کریں۔ یہ صورتِ حال عجیب وغریب ضرور ہے مگر اس حقیقت کی ''گواہ'' اور اس امر کا ''غماز'' بھی کہ اسلام اپنی ترویج واشاعت کے مسئلے کو لے کر کسی دولت مند کی تجوری کا محتاج نہیں ہے۔نہ اسے پہلوانوں اور زورآوروں کی سرپرستی اور بالادستی کا احتیاج ہے۔نہ یہ بادشاہوں، رئیسوں اور نوابوں کی عنایاتِ خسروانہ کے انتظار میں رہتا ہے۔ یہ اپنی دنیا آپ بناتا ہے اور اپنا نشیمن آپ تعمیر کر لیا کرتا ہے اسے کبھی بھی کسی کی بھی چشم عنایت کا احتیاج نہیں رہا نہ آئندہ کبھی ہوگا۔

بنا لیتا ہے موجِ خونِ دل سے اک چمن اپنا
وہ پابندِ قفس جو فطرتاً آزاد ہوتا ہے

اسلام اور بے سروسامانی کے اس اٹوٹ رشتے کا بنگاہ غائر مطالعہ کیا جائے تو کبھی کبھی ایسا محسوس ہوتا ہے کہ وہ جسے ہم ''اسلام'' کہتے ہیں کلی طور پر بوریہ نشینوں کا دین ہے اور اصل میں اس کا سارا لینا دینا انہیں بوریہ نشینوں قناعت گزینوں اور فاقہ مستوں سے ہے۔ باقی ماندہ دنیا کو وہ انہیں کے قدموں میں دیکھنا چاہتا ہے۔ آ گئے ان کے قدموں میں تو اسلام خود آگے بڑھ کر انہیں اپنے سینے سے لگا لیتا ہے اور ان پر اپنے الطاف وعنایات کی بارش شروع کر دیتا ہے۔ نہیں گوارہ کیا ان بوریہ نشینوں کے قدموں میں آنا تو ''اسلام'' ان سے صاف صاف اپنی برأت اور بیزاری کا اظہار کرتے ہوئے اعلان فرما دیتا ہے "لکم دینکم ولی دین" تمہیں تمہارا طریق مبارک ہو، ہمیں ہمارا طریق۔ والسلام علی من اتبع الھدیٰ

بظاہر یہ صورت حال حد درجہ حیران کن اور چونکا دینے والی ہے مگر یہی صورت حال اس دینِ حق کی ازلی صداقت پر حجت قاطعہ اور ابدی حقانیت پر برہان ساطعہ کی مہر بھی ثبت کرتی ہے اور رب قدیر کا پسندیدہ دین ہونے کا برملا اعلان بھی کر دیتی ہے کیوں کہ اس دنیا میں انسانوں کی ساختہ و پرداختہ جتنی بھی جماعتیں، تحریکیں اور تنظیمیں ہیں سب کی پشت پر مادی طاقت وقوت کا کوئی نہ کوئی سرچشمہ ضرور موجود ہے۔ اور جتنے بھی نظریات پھل پھول رہے ہیں سب کی سرپرستی کو دولت وثروت کی کوئی نہ کوئی گنگا کہیں نہ کہیں ضرور لہریں لے رہی ہے۔ ان جماعتوں، تحریکوں اور تنظیموں کا ضابطۂ اخلاق وہی طاقتیں طے کرتی ہیں راہِ عمل اور طریقۂ کار کی نشاندہی بھی وہی کرتی ہیں۔ ان کی کارکردگیوں اور عواقب ونتائج پر چوبیس گھنٹے ان کی ایسی نگاہ رہتی ہے کہ ان کی مرضی کے بغیر اس نخلستانِ وجود کا کوئی پتہ نہیں ہلتا اور ایک ذرا جنبش کرنے کی بھی کوئی جرأت نہیں کر سکتا۔ اسی لئے جب کبھی طاقت وقوت کا وہ سرچشمہ نظر التفات ان سے پھیر لیتا ہے یا دولت وثروت کی وہ گنگا سوکھنے پہ آجاتی ہے تو ان پروردگانِ آغوشِ الطاف وعنایات کا حال بعینہ وہی ہوا کرتا ہے جو کسی ندی یا تالاب کے سوکھ جانے پر اس کی آغوشِ شفقت میں پرورش پانے والی زندگیوں کا ہوتا ہے انتہائی عبرت ناک حد درجہ لرزہ خیز اور بے حد زہرہ گداز۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی پناہ میں رکھے۔ ''ماضی'' میں اس کی ڈھیر ساری مثالیں موجود ہیں ''حال'' بھی اس سے مختلف نہیں اور یقین ہے کہ ''مستقبل'' کو بھی اس سے اختلاف کا یارا نہیں ہوگا۔ کیوں کہ ان جماعتوں تحریکوں اور تنظیموں کا ''مادۂ اشتقاق'' ایک ہے اسی لئے فطرت بھی ایک اور فطرت بدلتی نہیں ہے۔ اس کے بالکل علی الرغم ''اسلام'' آسائشوں کی آغوش میں نہیں بلکہ کلفتوں کے صحرا میں اپنی آنکھیں کھولتا ہے۔ آرام وراحت کی گھنی چھاؤں میں نہیں بلکہ دھوپ کی شدت سے سلگتے ہوئے میدانوں میں جوان ہوتا ہے۔ پھولوں کی پتیوں پر نہیں بلکہ زہریلے کانٹوں کی نوک پر چل کر اپنا سفر طے کرتا ہے۔ صلیب ودار تختِ طاؤس ہیں اس کے لئے۔ زخم کھا کر مسکرانا فطرتِ ثانیہ ہے اس کی۔ زیرِ خنجرِ خونخوار سجدۂ شکرانہ ادا کرنا روز وشب کا معمول ہے اس کا۔ ہتھکڑیاں اس کے ہاتھوں تک پہنچتے پہنچتے کنگنوں کا روپ دھارن کر لیتی

ہیں اور زنداں کی زنجیریں اس کے پائے استقامت کو چوم کر پازیبوں میں بدل جاتی ہیں جس کی جھنکاروں سے ایوانِ جنت کے در و دیوار گونجنے لگتے ہیں اور عزم وعمل کی دنیا کا مسافر منزل کو اپنی آغوش میں پا کر مسکرا اٹھتا ہے۔

ایں کجا نصیب دشمن کہ شود ہلاکِ تیغت
سر دوستاں سلامت کہ تو خنجر آزمائی

یہی سبب ہے کہ اسلام کا شجر سایہ دار کسی موسم میں بھی بے برگ و بار نہیں ہوتا۔ ہر موسم اس کے لئے گویا موسم بہار ہے اور ہر دور دورِ اقبال وکامرانی۔ گویا

کبھی شاخ وسبزۂ و برگ پر کبھی غنچۂ وگل وخار پر
میں چمن میں چاہے جہاں رہوں مراحق ہے فصل بہار پر

الحمد للہ کہ آج اسی ''طبقۂ علماء ومشائخ'' کی ایک سرکردہ شخصیت زیبِ عنوان ہے اور اسی کے خد وخالِ زندگی کے عکوس وظلال کو جذبۂ بیتاب قرطاس وقلم کے حوالے کیا چاہتا ہے۔ اس اعترافِ حقیقت کے ساتھ کہ ''چہ نسبت خاک را با عالم پاک''۔ لیکن صرف اس نیت اور ارادے سے کہ ممکن ہے اندازِ تحریر کی کوئی ادا، مضمون کا کوئی لفظ یا جملہ انہیں پسند آجائے اور میری نجات کا ذریعہ بن جائے چند جملوں کے ساتھ اس بزمِ لوح وقلم میں شریک ہونے کی جسارت کر رہا ہوں۔ وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم۔ ہاں مگر بڑی ناحق شناسی ہوگی اگر اس موقع پر میں اپنے برادر دینی ویقینی حضرت مولانا قاری وصی اختر استاذ دارالعلوم انوار مصطفےٰ ماڑی پور مظفر پور، بہار کا تہہ دل سے شکریہ نہ ادا کروں کہ نہ وہ میری فکر کو بار بار مہمیز کرتے نہ یہ سطور معرضِ تحریر میں آتے۔ حق سبحانہٗ وتعالیٰ انہیں دارین کی سعادتوں سے نوازے اور اعلیٰ مراتب عطا فرمائے۔

آمدم بر سرِ مطلب: دیارِ رحمت ونور مدینۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے انسانیت کی سوکھی اور بنجر زمینوں کو آباد کرنے کے لئے کالی گھٹاؤں کا جو قافلہ ہندوستان کی طرف بڑھا اس کا ایک ٹکڑا ضلع فیض آباد کے کچھوچھہ کے آسمان پر آکر ٹھہر گیا اور رحمت ونور کی وہ موسلا دھار برسات کی کہ ساری زمینیں جل تھل ہوگئیں، ندی نالے بھر گئے، کنویں اور تالاب ابلنے لگے، ہزارہا ہزار میل کا رقبہ اس کی فیض رسانیوں سے مالا مال ہوا اور ایک وسیع وعریض خطۂ ارضی پر اس کی حکمرانی قائم ہوگئی۔ کالی گھٹاؤں کے اس ٹکڑے کو ہم اپنی عقیدت ومحبت کی زبان میں مخدوم المشائخ محبوب یزدانی شیخ لاثانی سید اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہ النورانی کے نام نامی اسم گرامی سے جانتے ہیں۔ اعاظم واکابر مشائخ اسلام میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔ آپ کے فیوض وبرکات کا چشمۂ صافی ''جوئے رواں'' کی طرح آج بھی اکناف عالم میں جاری وساری ہے اور ایک دنیا فیضیاب ہو رہی ہے۔ آستانۂ مبارکہ قدرت کا وہ شفاخانہ ہے جہاں مریضوں کا چوبیس گھنٹے ہجوم رہتا ہے۔ دور دراز علاقوں سے ہزاروں قافلے غم کے ماروں کے روزانہ اترتے ہیں اور بحمدہٖ تعالیٰ شفایاب ہوکر لوٹتے ہیں۔ اسی خانقاہ عالم پناہ کی مسند سجادگی پر ابھی کچھ دنوں پہلے تک جو شخصیت جلوہ طراز تھی وہ حضرت بابرکت فیض درجت منبع الفضائل علامہ سید شاہ اظہار اشرف علیہ الرحمۃ والرضوان کی ذاتِ والا صفات تھی۔ افسوس اب وہ ہم

میں نہیں رہے اور مورخہ ۳۰ ربیع الاول ۱۴۳۳ھ مطابق ۲۳ فروری ۲۰۱۲ء بروز جمعرات واصل بحق ہوگئے۔ انا لله وانا اليه راجعون!

اربابِ علم وفضل اور صاحبانِ عقیدت ومحبت کی زبان آپ کو ''شیخ اعظم'' کے مبارک لقب سے یاد کرتی ہے۔ اس لئے ذیل میں ہم بھی اسی مبارک لقب سے یاد کرنے کی سعادتیں حاصل کریں گے۔

''شیخ اعظم'' اپنے حسب ونسب کے اعتبار سے جتنے عظیم تھے الحمد للہ کہ علم وفضل، بذل وعطا، جود وسخا، اخلاص وللّٰہیت، غرباءنوازی، اصاغر پروری، طاعت وتقویٰ اور عبادت وریاضت کے معاملے میں بھی روشنی کا ایک بلند وبالا ''مینار'' تھے۔ حضرت مخدوم سمناں کے روحانی وعرفانی مشن کو آپ سے جو فروغ حاصل ہوا وہ ایک تفصیل طلب موضوع ہے اور اپنے ماسبق پیرانِ عظام کے نخل آرزو کو کس طرح آپ نے برومند فرمایا یہ ایک طویل مضمون کا تقاضہ کرتا ہے اس لئے سردست اس سے صرفِ نظر کرتے ہوئے صرف یہ بتانا چاہوں گا کہ آپ کی شخصیت کو قدرت نے گونا گوں خوبیوں کا حامل بنایا تھا۔ آپ ایک شیخ طریقت تھے، مسند سجادگی کی زیب وزینت تھے، علومِ دینیہ میں مہارت تامہ رکھتے تھے، معقولات ومنقولات پر گہری نگاہ تھی، درس وتدریس کی دنیا سے بھی اچھا خاصہ رشتہ اور شغف تھا، بایں ہمہ اوصاف وکمالات۔ ایک باوقار عظیم خطیب بھی تھے، ملک کے طول وعرض میں آپ کی خطابت کی دھوم مچی تھی۔ فن شاعری سے نہ صرف یہ کہ اچھا خاصہ لگاؤ تھا بلکہ آپ کے جذباتِ عقیدت ومحبت کا منظوم نذرانہ ''اظہار عقیدت'' کے نام سے شائع ہوکر صاحبان علم وادب سے خراج تحسین وصول کر رہا ہے۔ اتنے سارے اوصاف وکمالات کے ساتھ ایک بڑا امتیازی وصف آپ کے اندر یہ تھا کہ سینے میں دل اور دل میں ملت کا درد شب وروز ہلکورے لیتا رہتا تھا۔ طبیعت نبض شناس تھی وقت کے تقاضوں پر ہمیشہ نگاہ رہتی تھی، اسی لئے پچھلی روایتوں کو برقرار رکھتے ہوئے آپ نے خدمت کی ایک نئی طرح کی بنیاد ڈالی۔ آپ کا عندیہ تھا کہ خانقاہ کو قومی اور ملی ضرورتوں کا کفیل ہونا چاہئے۔ روحانیت اور علوم طریقت کا مرکز ہونے کے ساتھ ساتھ اگر ہماری خانقاہیں علوم شریعت کا بھی مرکز ہوں تو بلا شبہ حسن دوبالا ہوجاتا ہے۔ شراب دوآتشہ ہوجاتی ہے۔ اور رندوں کو تشنہ لبی کا شکوہ کرنے کا یارا نہیں رہ جاتا۔ عصری علوم وفنون میں بھی دسترس حاصل کرنا وقت کی ایک ایسی ضرورت ہے جس سے صرفِ نظر نہیں کیا جاسکتا اس لئے آپ کی خواہش تھی کہ ہماری خانقاہ جتنی عظیم ہے درس گاہ بھی اتنی ہی عظیم ہو۔ ساتھ ہی عصری علوم وفنون کے ایسے مراکز بھی اس کے زیر نگرانی قائم کیے جائیں جو ملت کو تعلیمی اور معاشی پسماندگی کے دلدل سے نکالنے میں معاون ثابت ہوں۔

الحمد للہ کہ آپ نے اس سمت میں اچھی خاصی پیش رفت بھی فرمائی۔ آج خانقاہ اشرفیہ کے شانہ بشانہ جامع اشرف کی بلند وبالا عمارت اور ساتھ ہی مختار اشرف لائبریری کے نام سے ضروری معلوماتی کتابوں کے ایک عظیم مرکز کا قیام منہ بولتا ثبوت ہے کہ مبداءفیاض نے آپ کی شخصیت میں وہ جامعیت پیدا کردی تھی کہ اگر آپ کے خوابوں کی مکمل تعبیر سطح زمین پر اتر آئے تو ملت کے سارے گلے

شکوے دور ہو جائیں اور تشنہ کامانِ محبت کو کبھی بھی اپنی تشنہ کامی کا رونا رونے کی نوبت نہ آئے۔ آپ کی شخصیت کا یہی وہ مخصوص وصف ہے جو آپ کو اپنے ہم عصروں میں ممتاز اور بلند و بالا کر دیتا ہے اور کوئی بھی بیدار مغز انسان اپنے آپ کو آپ کی زلف گرہ گیر کا اسیر ہونے سے نہیں بچا سکتا۔ وقت کا تقاضہ ہے کہ ہمارے اکابر علماء و مشائخ کمربستہ ہوں اور اپنی اپنی خانقاہوں سے نکل کر ''رسم شبیری'' ادا کرنے کے لئے تیار ہو جائیں۔ یہ جنگ قوم میں پھیلی ہوئی جہالت و ناخواندگی کے مہلک مرض کے خلاف لڑی جائے اور یہ جہاد تعلیمی معاشی اقتصادی اور سماجی پسماندگی کے دلدل سے قوم کو نکالنے کے لئے کیا جائے اس راہ میں شیخ اعظم کی مبارک شخصیت ہمارے لئے منارۂ نور ثابت ہوگی اور مشعلِ راہ کا کام انجام دے گی۔ حق سبحانہٗ وتعالیٰ آپ کی قبر پر رحمتوں کے پھول برسائے۔

واضح ہو کہ قوم و ملت کا صحیح اور سچا درد ایک ایسا روگ ہے جسے دل میں پال لینے کے بعد زندگی بھر تو کیا، شاید بعد رحلت بھی انسان کو چین نہیں لینے دیتا۔ مگر حقیقت میں زندہ وہی لوگ رہتے ہیں جن کے سینے میں یہ درد پلا ہوتا ہے۔ بعد رحلت بھی ان کا نام زندہ رہتا ہے کام زندہ رہتا ہے اور وہ تو جیتے جی مر جاتے ہیں جو اس درد سے محروم ہوا کرتے ہیں۔ شیخ اعظم زندگی کے اس چشمۂ سیال کا نام ہے جس کا پانی کبھی سوکھتا نہیں ہے۔ شیخ اعظم تعمیر و ترقی کے اس عظیم منصوبے کا نام ہے جس کا پایۂ تخت کبھی ہلتا نہیں ہے اور شیخ اعظم ملت کے فلاح و بہبود کے ان بلند و بالا ایوانوں، فلک بوس عمارتوں اور چاند ستاروں کو چھو لینے والے عزائم کی خشت اولین کا نام ہے جو کبھی کسی زلزلے سے متأثر نہیں ہوتے۔ شیخ اعظم اپنے کارناموں کی روشنی میں کل بھی زندہ تھے آج بھی زندہ ہیں اور انشاء اللہ قیامت تک زندہ رہیں گے۔

ابرِ رحمت ان کے مرقد پر گہر باری کرے
حشر تک شانِ کریمی ناز برداری کرے

اب متاعِ آرزو صاحب سجادۂ خانقاہِ اشرفیہ سرکار کلاں حضرت بابرکت مخدوم و مطاع اہل سنت مولانا و اولانا سید شاہ محمود اشرف مدظلہ النورانی کے قدموں میں ہے اور آپ کی ذاتِ والا صفات سے امید واثق ہی نہیں یقینِ کامل ہے کہ والد بزرگوار کے خوابوں کو تعبیر کا روپ دینے کے معاملے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھیں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ حق سبحانہٗ وتعالیٰ آپ کی عمر میں بے پناہ برکتیں عطا فرمائے۔ آپ کا اقبال بلند سے بلند تر فرمائے اور آپ کا ظل ہمایونی ہم سبھوں کے سروں پر تادیر سلامت رکھے۔

آمین یا رب العالمین بجاہ حبیبہٖ سید المرسلین صلوٰت اللہ و سلامہ علیہ وعلیھم اجمعین۔

☆☆☆☆

ناکام ہوں، مجبور ہوں، پرواہ نہیں ہے
ہر غم تری الفت میں ہے شاداں مرے آقا

☆☆☆☆

زخم جگر ناسور ہوا ہے کس کو بتاؤں اپنی حالت
عشق تمہارا ہو گیا مرہم صلی اللہ علیہ وسلم

☆☆☆☆

محتاج کو سرکار بلائیں تو عجب کیا
سوئی ہوئی تقدیر جگائیں تو عجب کیا

(شیخ اعظم)

شیخ اعظم ہمہ جہت شخصیت

پروفیسر محمد ہاشم نعیمی، استاذ جامعہ نعیمیہ مرادآباد

زفرق تا بقدم ہر کجا کہ می نگرم
کرشمہ دامنِ دل می کشد کہ جا ایں جاست

فیاض ازل خالق کائنات کی عطائیں یوں تو اپنی مخلوق پر اس قدر ہیں کہ ان کا شمار و احصاء عقول انسانی کی دسترس سے بہت بالاتر ہے۔ تاہم عام طور پر دیکھنے میں یہ آیا ہے کہ آغازِ عہدِ انسانی سے لے کر آج تک اللہ تبارک وتعالیٰ کی عطاؤں سے فیض یاب و بہرہ ور ہونے والی انسانیت دو حصوں میں منقسم نظر آتی ہے۔ کچھ انسان تو وہ ہوتے ہیں جو اپنی خداداد صلاحیتوں کی بنیاد پر انسانیت کی فلاح و بہبود، عروج وارتقاء، فکر وعلم کی حسین ترین نشو ونما، کامیابی وکامرانی کا فلسفہ، رہنمائی و رہبری کا حیرت انگیز دستور، مدبرانہ لائحۂ حیات اور مفکرانہ نقوش قدم کا خاکہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے از خود ایجاد کرتے ہیں جس پر وہ خود بھی چلتے ہیں اور ان کا ہر ہر نقشِ پا دوسروں کے لئے بھی اس پر چلنے کا داعی ہوتا ہے۔ اس شعر کا مصداق بن کر کہ

میری کوشش کو سراہو میرے ہمراہ چلو
میں نے اک شمع جلائی ہے اندھیروں کے خلاف!

دوسری جانب کچھ لوگ وہ ہوتے ہیں جو خود تو کسی فلسفۂ حیات اور دستور زندگی کے موجد ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتے مگر اپنے آپ کو کامیابی وکامرانی اور فوز و فلاح کی منزلوں سے ہم کنار کرنے کے لئے دوسروں کے چھوڑے ہوئے نقوشِ قدم پر چل کر حیات کے مختلف گوشوں کو ارتقائی مرحلوں سے گزارنے کی سعی جمیل کیا کرتے ہیں اور یہ بھی حصول کامرانی کا ایک مستحسن ذریعہ ہے۔

شیخ اعظم شریعت وطریقت کے عظیم علم بردار، علم وعمل کے بے مثال تاجدار، اخلاق کریمانہ کی حسین تصویر، فکر و نظر کے منفرد پیکر، دانشورانہ اور قائدانہ صلاحیتوں کا خوب صورت مجسمہ، یقین محکم اور عمل پیہم کی مضبوط چٹان تھے پس حضور سیدنا شیخ معرفت علامہ سید محمد اظہار اشرف صاحب قبلہ اشرفی جیلانی شہزادۂ حضور مخدوم المشائخ تاجدار ولایت و کرامت سرکار کلاں علیہما الرحمۃ والرضوان کا شمار انہیں اول الذکر شخصیات میں ہوتا ہے جن کی زندگی ایک قابلِ تقلید نمونہ ہے۔ ان کی زندگی میں بہت سے دشوار گذار موڑ آئے، انہیں مصائب و آلام کی بڑی بڑی صبر آزما منزلوں سے گزرنا پڑا پھر بھی وہ استقلال اور عزم و ہمت کا جبل استقامت بن کر اپنے موقف پر تیز رفتاری سے کام کرتے رہے اور اپنے بعد والوں کے لئے کچھ ایسے رہنماء اصول چھوڑ گئے جنہیں دیکھ کر ایسا لگتا ہے کہ ہر ایک نقشِ قدم پکار کر کہہ رہا ہے۔

دعائیں دیں میرے بعد آنے والے میری وحشت کو
بہت کانٹے نکل آئے میرے ہمراہ منزل کے

آپ کی علمی وسعتوں اور درسی صلاحیتوں کا اندازہ تو مکمل طور پر اس لئے نہیں لگایا جا سکتا کیوں کہ ہندوستان کی مایۂ افتخار مرکزی دینی درسگاہ جامعہ نعیمیہ مرادآباد میں مختصر وقت کے لئے مسندِ تدریس کی زینت بنے پھر ملک اور بیرون ملک کے طول وعرض میں پھیلے ہوئے سلسلۂ اشرفیہ کے روابط اور پھر ان پر فیضِ مخدومی کے ابرِ کرم کی بارش برسانے کے لئے دور و دراز کا سفر کرنا تدریسی خدمات کی انجام دہی میں مانع بن گیا اس لئے آپ کو پابندی کے ساتھ کسی درسگاہ میں بیٹھ کر علمی جواہر پارے لٹانے اور اس صلاحیت کو اجاگر کرنے کا زیادہ موقع میسر نہ آ سکا تاہم میں نے جامعہ نعیمیہ میں آپ کے سامنے زانوئے تلمذ طے کرنے والے طلبہ سے اس سلسلے میں کچھ جاننے کی کوشش کی تو میری حیرت کی انتہا نہ رہی جب مجھے ایک انتہائی ذہین اور قابل طالب علم نے بتایا کے معقولات کے ایک دقیق اور الجھے ہوئے مسئلہ کو سلجھانے کے لئے کسی کہنہ مشق استاذ اور قابل ترین مدرس کی طرح فلسفیانہ انداز میں نہایت جامع تقریر کی حضرت نے اور بہت ہی سہل انداز میں اس کو حل فرما کر ذہن میں اتار دیا یہ مختصر مضمون اس کی اجازت نہیں دیتا کہ یہاں اس مذکورہ مسئلہ پر حضرت کی تقریر کو بعینہٖ نقل کیا جائے اور ایسا کیوں نہ ہوتا جب کہ آپ نے جس مقدس خانوادہ میں فکر و آگاہی کی آنکھ کھولی تھی وہ شعور و دانش اور علم و معرفت کا عظیم المرتبت گہوارہ تھا۔

آپ کی علم دوستی اور علماء نوازی کا ایک واضح ثبوت یہ ہے کہ جب آپ کے ذریعہ ایک دیرینہ خواہش کی تکمیل کے لئے جامع اشرف کا قیام عمل میں لایا گیا تو آپ نے تشنگان علوم کی سیرابی کے لئے ملک کے نامور اور نابغۂ روزگار اساتذہ کو جامع اشرف کی تدریسی خدمات کے لئے منتخب کیا جنہوں نے یکے بعد دیگرے اس مرکزی ادارہ میں تشریف لا کر ملک کے ہر گوشہ سے آئے ہوئے طالبانِ علم دین کو اعلیٰ تعلیم و تربیت کے زیور سے آراستہ فرمایا۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ ایک مرتبہ جب آپ نے جامع اشرف کے شعبۂ معقولات کے ممتحن کی حیثیت سے مجھے حاضر ہونے کی سعادت بخشی تو میں آستانۂ مخدومی پر حاضری اور فاتحہ خوانی کے بعد سیدھا کچھوچھہ مقدسہ بارگاہ عالی میں پہونچا۔ دوسرے دن امتحان ہونا تھا۔ میں آپ کی مہمان نوازی کی داستان کیا عرض کروں کریمانہ اخلاق کا جو نقش ان لمحات میں ذہن و فکر پر مرتسم ہوا تھا وہ تا حیات محو نہیں ہو پائے گا۔ نماز عشاء کے بعد کافی دیر تک باتیں ہوتی رہیں۔ کبھی تصوف کے مسائل چھڑتے تو کبھی علمی گفتگو شروع ہو جاتی اور کبھی بزم شعر و سخن کا ماحول پیدا ہو جاتا۔ دل چاہتا تھا کہ کاش گفتگو کا یہ سلسلہ کبھی نہ ختم ہونے والا سلسلہ ہوتا شاید آپ کی شیریں کلامی کے بارے میں سن کر ہی کسی نے کہا ہوگا۔

سنا ہے بولے تو باتوں سے پھول جھڑتے ہیں
یہ بات ہے تو چلو بات کر کے دیکھتے ہیں

صبح کو ناشتہ کے بعد جب امتحان کے لئے جامع اشرف چلنے کا وقت آیا تو آپ نے فرمایا کہ مولانا آپ میرے ساتھ اسکوٹر پر چلیں گے بالآخر میں پیچھے بیٹھا اور یہ دیکھ کر مجھے بڑی حیرت ہوئی کہ آپ نے بہترین ڈرائیونگ کی اور چلتے چلتے راستہ میں ازروئے شفقت

مجھ سے فرمانے لگے۔ مولانا ہاشم صاحب! ابھی ابھی چل کر آپ جامع اشرف کے طلبہ کا امتحان لیں گے میں نے عرض کیا (جی حضور) تو نہایت کرم نوازی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا۔ میں آپ کی فنکارانہ عظمتوں سے بخوبی واقف ہوں۔ ساتھ ہی آپ کی رواداری اور نرم مزاجی کا بھی مجھے علم ہے مگر آج کے امتحان میں ذرا ٹائٹ ہوجائیں اور نتائج میں بھی ''حق بہ حقدار رسید'' کے ضابطے پر عمل پیرا رہنے کی کوشش کریں۔ میں نے عرض کی انشاء اللہ العزیز تعمیل حکم کی بھرپور کوشش جاری رہے گی۔ چنانچہ جب بعد امتحان میں نے نتائج حضرت کی خدمت میں پیش کئے تو حسن اتفاق کہ جن طلبہ کو میں نے اچھے نمبروں سے پاس کیا تھا ان کی صلاحیت واستعداد کا حضرت کو پہلے سے علم تھا اور نتیجہ میں نیچی سطح پر جن کو رکھا تھا ان کی حالت زار سے بھی حضرت پہلے سے واقف تھے لہٰذا یہ روداد دیکھ کر حضرت بے پناہ خوش ہوئے اور احقر کو بیشمار دعاؤں سے نوازا۔

جامع اشرف کے تعلیمی معیار کی رفعت و بلندی کی خواہش اور تربیتی ماحول کی اصلاح اور امتیازی اور مثالی عروج وارتقاء کا جذبۂ بیکراں تو ایسا رگ وپے میں خون کی طرح گردش کرتا ہوا معلوم ہوتا تھا جیسے حیات مبارکہ کا یہی ترجیحی مقصد بن کر رہ گیا ہے حالاں کہ آپ کی ذمہ داریوں کا میدان بہت وسیع وعریض تھا۔ سنیت کی بقاء اور اشاعت کے لئے جہد مسلسل، ردِ باطل کے لئے تقریری وتحریری کارناموں کی انجام دہی، ملت اسلامیہ کو عقیدۂ حقہ عطا فرما کر اس پر استقامت عطا فرمانا اور پھر اس کو عمل صالح کے زیور سے آراستہ کرنا بالخصوص حلقۂ مریدین میں ان کے ظاہر کی آراستگی کے ساتھ ساتھ باطن کو بھی جلا بخشنا قوم کو متحد اور منظم کرنے کے لئے سعی پیہم کرتے رہنا اور پھر ان تمام ذمہ داریوں کو نبھانے میں کتنی ہی صعوبتیں برداشت کیوں نہ کرنی پڑتی مگر ہر کٹھن سے کٹھن راہ سے نہایت خندہ پیشانی کے ساتھ گزرنا آپ کا طرۂ امتیاز تھا۔ میں نے بچشم خود یہ منظر دیکھا کہ بایں ہمہ جب کبھی آپ جامعہ نعیمیہ تشریف فرما ہوتے تو اٹھتے بیٹھتے جامع اشرف ہی کا تذکرہ زبان پر رہتا اور اس کی ترقی کی فکر دامن گیر رہتی۔ کسی نے خوب کہا ہے۔

گو میں رہا رہینِ ستم ہائے روزگار
لیکن تیرے خیال سے غافل نہیں رہے!

اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ کی رحلت کا غم اور جدائی کا احساس تا حیات دل کو مغموم رکھے گا مگر یہ دیکھ کر ہمارے لئے سکونِ قلب وروح کی راہ ہموار ہوجاتی ہے اور اطمینان کا سرمایہ مہیا ہوجاتا ہے کہ آپ کے شہزادۂ عالی وقار قائد ملت حضور علامہ سید محمود اشرف صاحب قبلہ اشرفی جیلانی دامت برکاتہم القدسیہ ''الولد سر لابیہ'' کا مصداق، بھرپور عزم وہمت اور استقلال کے ساتھ پیکر اخلاص وایثار بن کر اور بے مثال قائدانہ صلاحیتوں کو لے کر میدانِ عمل میں نظر آرہے ہیں (خدا آباد رکھے اس چمن کو)

دعاء ہے کہ رب کریم شیخ اعظم کی تربت پر تا قیامت اپنی خصوصی رحمت کے پھولوں کی بارش فرماتا رہے اور آخرت میں آپ کے درجات کو بلند سے بلند تر فرمائے۔
آمین بجاہ سید المرسلین علیہم التحیۃ والتسلیم۔

☆☆☆☆

افسوس!ایک اظہارِ ''اشرف'' نے ردائے سکوت اوڑھ لی!

مفتی ڈاکٹر ساحل شہسرامی (علیگ)
Email:r.sahil27@gmail.com

سرکار کلاں حضرت علامہ سید مختار اشرف علیہ الرحمہ کے جانشین اور خلف اکبر حضرت علامہ سید اظہار اشرف اشرفی علیہ الرحمہ نے بھی ۲۲ فروری ۲۰۱۲ء کو اس جہان فانی کو الوداع کہا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون!

جو بادہ کش ہیں پرانے وہ اٹھتے جاتے ہیں
کہیں سے آبِ بقائے دوام لا ساقی

آپ کی رحلت ایک عرصۂ حشر کا نمونہ تھی، جس نے سنا، وہ سکتے کے عالم میں رہ گیا۔

جاتے ہوئے کہتے ہو قیامت میں ملیں گے
لگتا ہے قیامت کا ہے گویا کوئی دن اور

دودمانِ خاندان اشرفی، اہل سنت کے ایک متصلب عالم دین، شیخ طریقت، ملت کے رہنما نہ رہے۔ ایک منصوبہ ساز دانشور نے اس جہان فانی کو الوداع کہا۔ وہ نہ رہا جو شریعت و طریقت کے اسرار بیان فرماتا، رموز سکھاتا اور بے تاب دلوں کو یاد الٰہی کا کیمیا عطا فرماتا، سرد مہروں کو آداب محبت سکھاتا تھا۔ جس نے جامع اشرف اور سید مختار اشرف لائبریری جیسے علم و دانش کے قلعے ملت اسلامیہ کو عطا کیے۔ جس کے ناخن تدبیر سے نہ جانے کتنی الجھی گرہیں کھلیں، مسائل سلجھے، ژولیدہ فکریں سلامتی کی راہ سے آشنا ہوئیں۔ جو ایک دل دردمند رکھتا تھا۔ جو ملت اسلامیہ کی زبوں حالی پر ہمیشہ کڑھتا رہا اور اس ملت بیمار کی شفایابی کی تدبیریں تلاش کرتا رہا۔ مولائے غفار و کریم آپ کی تربت اطہر پر رحمت و غفران کی بارش فرمائے، درجات بلند فرمائے، ملت اسلامیہ کو آپ کا جانشین اور بدل عطا فرمائے اور جملہ معتقدین، متوسلین اور محبین کو صبر جمیل سے نوازے۔ آمین!

حضرت علامہ سید اظہار اشرف علیہ الرحمہ کی زیارت سے ناچیز اس وقت سرفراز ہوا جب کہ جامعہ اشرفیہ مبارک پور میں زیر تعلیم تھا۔ حضرت سرکار کلاں قدس سرہٗ کی زیارت مبارکہ کی سعادت بھی وہیں نصیب ہوئی۔ حضرت سید اظہار اشرف ملقب بہ ''شیخ اعظم'' علیہ الرحمہ کی آواز بھاری بھرکم، جسامت متوسط، سراپا باوقار اور دل کش، انداز بیان مسحور کن اور اپنے اسلاف کی روایات کا آئینہ دار تھا۔ جامعہ اشرفیہ مبارک پور کے فیض یافتہ یہ بزرگ علم و فن اور اظہار و بیان کی ساری رونقیں رکھتے تھے۔ آپ کو برتنے کی سعادت تو ناچیز کو حاصل نہ ہو سکی لیکن آپ کی خطابت کا ہلکا سا عکس ذہن و دماغ کے آئینے میں محفوظ ہے۔

جانشین سرکار کلاں حضرت علامہ سید اظہار اشرف علیہ الرحمہ ۱۹۳۵ء میں اس جہان فانی میں تشریف لائے اور ۵۰ سال سے زیادہ علمی، روحانی، تعلیمی اور تربیتی فیوض و برکات تقسیم کرنے کے بعد ۲۰۱۲ء میں اس جہان خاک کی بندش سے نجات پائی۔ حضرت کے بارے میں میری اطلاعات زیادہ تر بالواسطہ ہیں،

ان کی روشنی میں حضرت کی یہ چند خصوصیات ناچیز کو متاثر کرتی ہیں:

☆ حضرت نہایت راسخ العقیدہ، متصلب سنی بلکہ سنی گر عالم دین تھے۔اس ذیل میں آپ کے خطبات اور مناظروں کے مباحث کی تفصیلات سے روشنی حاصل کی جاسکتی ہے۔

☆ ہر قدم پر سنت مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثنا کی پاسداری ملحوظ تھی۔فرائض وواجبات اور سنن ومستحبات کی پابندی اسلاف کی یاد دلاتی تھی۔

☆ خانوادۂ اشرفیہ میں سرکار کلاں کے بعد آپ کو ایک ممتاز اور منفرد شناخت حاصل تھی۔

☆ طلاقت لسانی خانوادۂ اشرفیہ کی ایک امتیازی خصوصیت ہے۔یہ خصوصیت آپ میں بھی ایک خاص طرز کے ساتھ موجود تھی جس کا ایک جہان شاہد ہے۔

☆ سیدی حضرت مخدوم سلطان اشرف جہانگیر سمنانی رضی اللہ تبارک وتعالیٰ عنہ کی نسبت اور روحانی فیوض و برکات سے سرفراز ادارہ دار العلوم اشرفیہ مبارک پور اپنی ٹھوس تعلیم اور معیاری تربیت کے لئے شہرت رکھتا ہے۔حضرت والا اس ادارے کی تعلیم وتربیت کا بہترین آئینہ تھے۔فیض بزرگاں اس پر مستزاد تھا جونورٌعلیٰ نور کی کیفیت نمایاں کرتا تھا۔

☆ آپ ایک تعمیری اور مثبت انداز فکر رکھنے والے معمار ملت تھے۔اس کے ثبوت میں آپ کے تلامذہ، آپ کے قائم کردہ ادارے خاص طور سے جامع اشرف اور سید مختار اشرف لائبریری پیش کی جاسکتی ہے۔یہ دونوں قابل رشک اور لائق تقلید دینی، علمی اور تعمیری کارنامے ہیں، بالخصوص لائبریری کی فلک نما عمارت اور اس میں موجود علمی ذخیرے نے مجھے کافی متاثر کیا۔مولائے کریم ان کی برکتوں اور امثال میں اضافہ فرمائے۔آمین!

☆ آپ کی نگاہ بلند، فکر عالی اور طبیعت فطرت شناس تھی۔آپ اقبال کے اس شعر کا آئینہ تھے۔

نگہ بلند سخن دل نواز، جاں پُرسوز
یہی ہے رخت سفر میر کارواں کے لئے

آپ کا شمار ان قائدین ملت میں ہوتا ہے جو حال کے ساتھ مستقبل کے بھی نباض ہوتے ہیں، زمانے کی رفتار اور اس کے تقاضوں کی خوب شناخت رکھتے ہیں۔آپ کا علمی اور خانقاہی نیٹ ورک جس حکمت عملی کے ساتھ استوار ہوتا ہے، وہ آپ کی عالی دماغی کا روشن ثبوت ہے۔اجتماعی اور انفرادی دونوں سطح پر آپ نے اپنی اس خداداد صلاحیت سے کام لیا اور ملت اور افراد دونوں کے مسائل حل فرمائے۔

☆ آپ کی حیات و خدمات کے تعارف میں جو تحریریں پیش نظر ہیں، ان سے علم ہوتا ہے کہ آپ نے خانقاہی معمولات و افادات کو اپنے دم قدم سے خاصی وسعت دی اور سلسلۂ مبارکہ چشتیہ اشرفیہ آپ کے ذریعے بھی خوب پھلا پھولا۔اس کی پیشین گوئی آپ کے جد کریم شیخ المشائخ حضرت اشرفی میاں قدس سرہٗ نے آپ کی ولادت مبارکہ کے وقت ہی فرمادی تھی۔

☆ شاعری بھی آپ کو ورثے میں ملی تھی۔مثنوی مولانا

روم دفتر اول کا منظوم ترجمہ اور آپ کا شعری مجموعہ آپ کے اس ذوق کی بہترین شہادت ہے۔

☆ میری معلومات کی حد تک آپ کے جس خاص وصف نے مجھے متأثر کیا، وہ آپ کی متانت، حلم اور فتنوں سے دوری ہے۔ایک باوقار حلم کی خاموش فضا آپ پر چھائی رہتی اور طبعی شگفتگی کے باوجود اس میں کمی نہ ہوتی۔

غرض آپ کی ذات بابرکات، جامع محاسن و کمالات تھی۔ افسوس! سیدنا حضرت مخدوم سلطان اشرف جہانگیر سمنانی رضی اللہ تبارک وتعالیٰ عنہ کی نسبت قدسیہ کا ایک روشن ''اظہاریہ'' نہ رہا۔اپنی ذات میں انجمن ہستیاں کم کم ظہور میں آتی ہیں۔حضرت والا بھی ان کمیاب افراد میں سے ایک ہمہ جہت فردامت تھے جو ہم سے رخصت ہوئے۔اب ان کی مبارک یادوں سے ہی تسلی کی جا سکتی ہے اور ان کے چھوڑے ہوئے مشن کی تکمیل میں سرگرم شرکت اور پیش رفت ہی دل ناصبور کو کچھ طمانیت فراہم کرسکتی ہے۔

وہ صورتیں الٰہی کس دیس بستیاں ہیں
اب جن کے دیکھنے کو آنکھیں ترستیاں ہیں

مولائے رؤف ورحیم، حضرت والا کے علمی اور روحانی فیوض وبرکات سے، ہم سبھی اہل سنت کو سرفراز فرمائے۔آپ کے چھوڑے ہوئے مشن کی تکمیل میں ہم سب آپ کے جانشین کے دست وبازو بنیں۔چراغ سے چراغ جلتے رہیں اور علم وروحانیت کی روشنی پھیلتی رہے۔آمین بجاہ سید المرسلین علیہ وعلیٰ آلہٖ اکرم الصلوٰۃ وافضل التسلیم!

☆☆☆☆

تقویٰ صوفیا کی نظر میں

علامہ قشیری لکھتے ہیں:

☆ تقویٰ تمام نیکیوں کا مجموعہ ہے، اس کا اصل معنیٰ، اللہ کی اطاعت کے ذریعہ اس کے عذاب سے بچنا۔

نصرآبادی فرماتے ہیں:

☆ تقویٰ یہ ہے کہ انسان اللہ کے سوا ہر چیز سے بچے۔

سہل تستری کہتے ہیں:

☆ جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اس کا تقویٰ درست ہو، اسے تمام گناہوں کو ترک کر دینا چاہیئے۔

ابوعبداللہ روزباری کہتے ہیں:

☆ تقویٰ یہ ہے کہ تو ان تمام چیزوں سے اجتناب کرے، جو اللہ سے دور رکھیں۔

ابن عطاء کہتے ہیں:

☆ تقویٰ کا ایک ظاہر ہے اور اس کا ایک باطن ہے تقویٰ کا ظاہر اللہ کے حدود کا لحاظ رکھنا ہے اور تقویٰ کا باطن اخلاص ونیت ہے۔

واسطی کہتے ہیں:

☆ اپنے تقویٰ سے بچنے کا نام تقویٰ ہے، مطلب ہے کہ انسان اپنے تقویٰ کو تقویٰ نہ سمجھے۔

شیخ اعظم کی تعمیری شخصیت : چند نکات

سید محمد ولی الدین رضوی، بانی الجامعۃ الرضویہ، پٹنہ۔ Mob: 9304339389

بزرگوں کے تذکرے کی محفل میں شرکت کا موقع ملنا یقیناً ایک بڑی سعادت ہے۔ آج ہم اپنی اس خوش بختی پر جس قدر ناز کریں، وہ کم ہوگا کہ 'جمعیۃ الاشرف اسٹوڈنٹس موومنٹ' کچھوچھہ شریف کی جانب سے شیخ اعظم حضرت شاہ محمد اظہار اشرف جیلانی علیہ الرحمہ کی یاد میں شائع ہونے والے خصوصی مجلّہ کے لئے ہمیں کچھ لکھنے کی دعوت دی گئی ہے۔ فالحمد للّٰہ علیٰ ذٰلک۔

حقیقت تو یہ ہے کہ بڑوں کی سیرت وشخصیت اور کارناموں پر لکھنا بھی بڑوں ہی کا حق ہے، لیکن اگر ان کا فیضان اپنے ادنیٰ غلاموں اور عقیدت مندوں کو بھی آواز دے تو اس کی سیہ بختی ہوگی کہ وہ اس صلائے کرم پر لبیک نہ کہے۔ عدیم الفرصتی کے شکوے تو سدا رہتے ہی ہیں اور اپنی علمی کم بضاعتی کا احساس بھی کسی لمحہ ساتھ نہیں چھوڑتا، لیکن بزرگوں کی روحانی عنایت پر یقین بہر صورت حوصلوں کو مہمیز دیتا ہے اور یہ عام تجربہ ہے کہ بزرگوں کے روحانی تصرفات سے دشوار سے دشوار گزار منزلیں چشم زدن میں طے ہو جاتی ہیں۔

یاد آتا ہے کہ کئی سال پہلے جب "الجامعۃ الرضویہ" میں علمی سمینار کے انعقاد کا فیصلہ ہوا تھا تو بہت ساری کٹھنائیاں ہمیں اپنے خوف وخطر کے حصار میں لئے ہوئے تھیں، مگر شکر ہے مالک لوح وقلم کا کہ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت شاہ احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ پر منعقدہ سمینار کے مقالات کا مجموعہ "رضا شناسی" منظر عام پر آیا اور علمی دنیا میں اس کی دستاویزی اہمیت تسلیم کی گئی۔

وہ اور ہوں گے جنہیں "بریلوی" اور "کچھوچھوی" کا دو الگ الگ خانوں میں منقسم ہونا عزیز ہے اور وہ دونوں کے درمیان دوری قائم کرنے کے تگ ودو میں لگے رہتے ہیں۔ ہمارے عقیدے اور ہماری عقیدت کا پیہم تقاضا تو بس یہ ہے کہ ہم بزرگوں کے آستانۂ فیض وکرم پر حسبِ حالات دست وقلم کے ادنیٰ نذرانے لے کر حاضر ہوتے رہیں۔ چنانچہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ جامعہ کے سلسلہ سمینار کا مقالاتی مجموعہ "فیضان حضور اشرفی" کے نام سے گذشتہ سال اپنے قدر دانوں تک پہنچا اور ہماری یہ کاوش اہل نظر کی بارگاہ میں حد درجہ لائق ستائش ٹھہری۔ اس مقام پر بڑی ناسپاسی ہوگی، اگر ہم یہ اعتراف کئے بغیر گزر جائیں کہ مذکورہ مجموعے کی تیاری کے زمانے میں کچھوچھہ شریف کے ارباب علم وقلم اور اصحاب مدرسہ وخانقاہ نے ہمیں جو تحریری تعاون بخشا، وہ ایک یادگار ہے۔ **فجزا ھم اللّٰہ خیر الجزاء.**

ان سطروں کا مقصد **نعوذ باللّٰہ من ذٰلک** کسی خودستائی کا اظہار نہیں، بلکہ اس طرح ہم صرف اپنے اُس جذبے اور اپنی اُس سوچ کا اشارہ دینا چاہتے ہیں جو "بریلوی" اور "کچھوچھوی" کے درمیان خود ساختہ اور بے معنی خلیجوں کو کالعدم بنانے اور بتانے کی کاوشوں سے عبارت ہے اور ہم سمجھتے ہیں حضرت شیخ اعظم علیہ الرحمہ

کی تعمیری شخصیت ہمیں اس سلسلے میں نہایت ہی مثبت اور مؤثر پیغام دیتی ہے۔

حضرت شیخ اعظم ۱۹۳۶ء میں اس عالم رنگ و بو میں تشریف لائے اور ۲۰۱۲ء میں انہوں نے اس جہاں سے رخت سفر باندھا۔ یہاں ان کی سوانحی تفصیلات میں جانے کا نہ تو موقع ہے اور نہ ہی اس کی ضرورت، البتہ یہ کہے بغیر نہیں رہا جاسکتا کہ قدرت نے انہیں بہت ہی بااثر تعمیری شخصیت سے نوازا تھا۔

ہمارے درمیان علمی و تصنیفی شخصیات تو بالعموم اپنے فیضان بکھیرتی ہی رہتی ہیں، لیکن ایسی شخصیتیں نسبتاً کم ملتی ہیں جو مذکورہ متنوع خوبیوں کی مالک اور معمار وقت کہلانے کی سزاوار ہوں۔ دراصل یہی وہ بات ہے جس کی بدولت ''شیخ اعظم'' کی قبا ان کی قامت پر پوری طرح راست آتی ہے۔

حضرت شیخ ایک عظیم صوفی خانوادے سے تعلق رکھتے تھے اور کہنا چاہئے کہ انہیں فیاض ازل نے ہمہ گیر، تہہ دار اور دل آویز متصوفانہ شخصیت کا حامل بنایا تھا۔ ایک مرد مومن کی شخصیت میں جتنی ذاتی صفات متصور ہوسکتی ہیں وہ بیش از بیش ان کی شخصیت میں موجود تھیں اور مزے کی بات یہ ہے کہ حضرت شیخ کے مریدین ومعتقدین کی زبان ہی اس کا اظہار نہیں کررہی تھی بلکہ ان کی حیاتِ ظاہری میں ہی علم وصحافت کی دنیا بھی اس کی اعلانیہ معترف ہوچکی تھی اور کیوں نہ ہوتی کہ انسان دوستی، انسانی ہمدردی، بلندنظری، وسعت قلبی اور بے پناہ دردمندی وچارہ جوئی کہ عناصر ان کی سیرت وشخصیت میں بدرجہ اتم موجود تھے۔

حضرت شیخ اعظم کا ظاہر و باطن ایک تھا اور ان کی حق گوئی وبے باکی اپنی مثال آپ۔ وہ صرف ''کہنے'' میں نہیں بلکہ ''کرکے دکھانے'' میں یقین رکھتے تھے۔ انہوں نے اپنی زندگی میں جن باتوں کو اپنی کاوشوں کا عنوان ٹھہرایا اور جن اہداف تک پہنچنے کے لئے عازم سفر ہوئے، ان کا تعلق شمہ بھر بھی کبھی ان کی اپنی ذات یا اپنے خاندان سے نہیں رہا بلکہ انہوں نے ہمیشہ ملک وملت کے لئے کام کیا۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے یہاں ملی وقومی اور دینی مفادات کے سامنے شخصی اور مادی ومالی مفادات ہمیشہ ہی خائب وخاسر ہوتے رہے۔

حضرت شیخ کی تعمیری شخصیت ہمارے عہد کی ایک یادگار ہے اور اس کی نمایاں کامیابی کا راز یہ ہے کہ وہ ذات کی آلودگی سے بچ کر کسر نفسی اور بے غرضی کے اس راستے پر ساری عمر گامزن رہے جس کی تعلیم انہیں اپنے خاندانی بزرگوں اور اپنے روحانی اسلاف کرام سے ملی تھی۔ وہ ایک عظیم ورثے کے امین تھے اور انہوں نے نہ صرف یہ کہ اپنے کردار وافکار سے اس کی حفاظت کا فریضہ بخوبی انجام دیا، بلکہ زمانے کی ہوا اور اُس کے تحولات پر نظر رکھتے ہوئے مستقبل میں بھی اس کے تحفظ کی بہترین راہ نکالی۔

کسی تہذیب وتاریخ اور عقیدے کو بچانے اور اُسے سلامتی سے آنے والی نسلوں تک پہنچانے کی سبیل نکالنے میں کتب خانوں کے قیام کی اہمیت وافادیت سے بھلا کون واقف نہیں۔ بلاشبہ یہ حضرتِ شیخ اعظم کی بالغ نظر اور تعمیری شخصیت کا جیتا جاگتا ثبوت ہے کہ انہوں نے اپنے منصوبے پر عمل درآمد سے گویا، روایتی مشاغل میں مصروف خانقاہیت کو اس کی اصل وروح اور

ضروری امر کی طرف متوجہ کردیا یا یوں کہیں کہ علوم وفنون کی تشنگی رکھنے والوں کے لئے آستانۂ اولیا سے عصر حاضر کے حالات وتقاضے کے مطابق بہترین سیرابی کے امکانات یقینی بنادیے۔ یہ بیشک ان کی دانشوری اور تعلیم وتعلم کے ماحول سے ان کی مخلصانہ وابستگی کا بین ثبوت ہے۔

حضرتِ شیخ نے یوں تو درس وتدریس کی محفل بھی سجائی، بیعت وارشاد اور تبلیغ وہدایت کے فرائض بھی انجام دیئے اور جہانِ شعروسخن کو بھی اپنی توجہ سے محروم نہیں رکھا، لیکن ان کی ہشت پہل بلکہ صد پہل انفرادی شخصیت کے بارے میں جو بات ہمیں از بس متوجہ کرلیتی ہے وہ بقول ڈاکٹر سید امین اشرف یہ ہے کہ:

''انہوں نے صوفی یا تصوف کے اعلیٰ خصائص مثلاً آلائش دنیاوی سے بے رغبتی، تسلیم ورضا، صبروشکر، تشکروتحمل، قناعت، فروتنی، خاکساری، الم شناسی اور دردمندی، خلق خدا سے محبت اور ان کی حاجت روائی کا اظہار شاعری میں نہ کرکے اپنی شخصیت میں جذب کرلیا۔'' (اظہار عقیدت، ص۱۷)

ان مذکورہ اوصاف نے ان کی متصوفانہ علمی وروحانی اور تعمیری شخصیت کو مثالی استحکام بخش دیا۔ انہوں نے شعری دواوین مہیا کرنے کی طرف توجہ دی ہو یا نہ دی ہو اور ان کے یہاں تصنیفات وتالیفات کی کوئی لمبی فہرست مل سکے یا نہ مل سکے، لیکن یہ کچھ کم بڑی بات نہیں کہ انہوں نے خود شاعری فرمانے اور کتابیں لکھنے سے زیادہ شاعروں اور ادیبوں کی باقیات کو موجودہ اور آئندہ نسلوں تک آسانی سے پہنچنے کے بندوبست فرمادیے۔

حضرت شیخ اعظم عزم واستقلال اور ایثار وقربانی کی راہ سے سرمو انحراف نہیں فرماتے تھے۔ بحیثیت استاذ وخطیب اور مبلغ ومقرر انہوں نے عقائد وافکار کی درستگی کے لئے مناسب ماحول اور ذہنوں کی نفسیاتی تربیت وتعمیر کا فریضہ ہی انجام نہیں دیا اور عمل کے لئے صحیح بنیاد ہی نہیں بنائی بلکہ عام طور پر شکوک وشبہات سے بھرے اس زمانے کے خطرات کی رعایت رکھتے ہوئے ایسی سبیل بھی فرمائی کہ جب اعتقادیات کو تذبذب کی آندھیاں اُڑالے جانے پر مصر ہوں تو اسلاف کی تحریروں میں آسانی سے پناہ بھی لی جاسکے اور حسب ضرورت اگر ان سے ہتھیار کے کام لینے ہوں تو وہ بھی بروقت میسر آجائیں۔

سچ تو یہ ہے کہ حضرت شیخ اعظم، مخدوم العلما شاہ محمد اظہار اشرف قدس سرہٗ کی زندگی اور خصوصاً اُن کی علمی وتعمیری شخصیت پر ابھی بہت کچھ لکھا جاسکتا ہے، لیکن محدود صفحات کا احساس رکھتے ہوئے فی الوقت بس اتنا ہی کہہ کر رخصت ہونا مناسب ہے کہ حضرت شیخ اعظم کی ہمہ جہت شخصیت کے تعمیری واصلاحی پیغام کو عام کرنے اور اس کی روح کو سمجھنے کی اشد ضرورت ہے اور یہ بھی کہ شیخ اعظم کے نظریۂ تعلیم وتدریس، ان کے نظریۂ ادب وصحافت، ان کے طریق تبلیغ وکردار سازی، ان کے نظریۂ عشق وعرفان اور ان کی دانشورانہ ہدایتوں سے عملاً استفادہ کا کوئی موقع ضائع نہ ہونے دیا جائے۔

خدا کرے حضرت شیخ اعظم پر مجوزہ تحریری گلدستہ کی اشاعت اپنے مخلصانہ مقاصد سے ہمکنار ہو۔ آمین

☆☆☆☆

شیخ اعظم ایک عبقری شخصیت

مولانا نذیر احمد منانی، استاذ دارالعلوم ضیاء العلوم خیرآباد، مئو

دنیا میں ہر دن ہزاروں انسان جنم لیتے ہیں اور زندگی کے مقررہ لمحات گزار کر اِس خاک دانِ گیتی سے رخصت ہوجاتے ہیں پر ان میں کچھ ایسی جہاں دیدہ، خدا رسیدہ اور نمایاں اوصاف و محاسن کی حامل شخصیتیں اس فرش گیتی کو زینت بخشتی ہیں جن کے فیضان سے انسانی نسل فیضیاب ہوتی ہے، جن کے دینی، قومی، ملی کارنامے صبح ازل تک کے لئے مینارۂ نور بن کر افق عالم پر تابندہ و درخشندہ رہتے ہیں۔

انہیں اشخاص میں خانوادۂ اشرفیہ کے چشم و چراغ، عالم ربانی شیخ اعظم حضرت علامہ مولانا محمد اظہار اشرف جیلانی قدس سرہ النورانی ہیں۔ آپ سلطان العارفین، قدوۃ السالکین، اعلیٰ حضرت حضور اشرفی میاں علیہ الرحمہ کے پرپوتے اور شیخ المشائخ سرکار کلاں حضور مختار اشرف رحمۃ اللہ علیہ الرحمہ کے شہزدۂ اکبر اور مشائخ کچھوچھہ کے محبوب نظر ہیں۔

آپ کی ولادت کے وقت آپ کے پردادا حضور اشرفی میاں علیہ الرحمہ فریضۂ حج کی ادائیگی کے لئے علماء کی ایک ٹیم کے ہمراہ مکۃ المکرّمہ تشریف لے گئے تھے، علماء کی ٹیم کے ساتھ آپ عبادت و ریاضت میں مشغول تھے کہ اچانک آپ کے دادا کی پیشانی پہ سرور وانبساط کی چمک ظاہر ہوئی اور فرمایا ”کچھوچھہ فقیر کے گھر میں پوتے کی آمد ہوئی ہے“ بشارت کے ان کلمات سے علماء کو حیرت ہوئی کہ نہ تار آیا اور نہ خط، پھر حضرت کو خبر کیسے ہوئی؟ اس وقت فون، موبائل، انٹرنیٹ کا زمانہ بھی نہیں تھا کہ کوئی ان ذرائع سے اطلاع دیتا، بالآخر حضرت نے فرمایا کہ مجھے یہ خبر بذریعہ کشف ملی ہے۔

حضور اشرفی میاں بلا شبہ اپنے زمانہ کے غوث و قطب اور صاحبِ کشف و کرامت بزرگ تھے، ان باتوں سے قارئین پہ حضرت شیخ اعظم علیہ الرحمہ کی شخصیت آفتاب نصف النہار کی طرح روشن ہوجاتی ہے، کیوں کہ جس کا دادا قطب زماں ہو، جس کا باپ غزالی زماں ہو، اور جس کو نسبت مخدوم سمناں سے ہو اس کی بلندی و عظمت کا کیا کہنا؟ اب اگر اس کے باوجود کوئی آپ کے فضائلِ نسبی کا انکار کرے تو متنبّی کے یہ اشعار ضرور پڑھوں گا۔

وھبنی قلتُ ھذا الصبح لیل
مان لو میں نے کہہ دیا یہ صبح رات ہے
أیعمی العالمون عن الضیاء
تو کیا سارا عالم روشنی سے اندھا ہو جائے گا
اذا خفیت علی الغبی فعاذر
میں کسی بے وقوف پر پوشیدہ ہوجاؤں تو معذور ہوں
ان لاترانی مقلۃ عمیاء
کیوں کہ کوئی اندھی آنکھ مجھے نہیں دیکھ سکتی۔

رسم بسم اللہ خوانی

بزرگوں کے گھرانے میں زمانۂ قدیم سے یہ

رواج و روایت چلی آرہی ہے کہ رسمِ بسم اللہ خوانی کا اہتمام اپنے صاحبزادگان کے لئے بڑے خوب صورت اور پاکیزہ ماحول میں کرتے ہیں۔ کسی بزرگ سے رسمِ بسم اللہ کی ادائیگی ہوتی ہے، فاتحہ خوانی ہوتی ہے، شیرنی تقسیم کی جاتی ہے، گھر میں اعزہ واقرباء جمع ہوتے ہیں، جشن کا سا سماں ہوتا ہے، اسی خاندانی دستور کے مطابق جب حضرت شیخ اعظم چار سال، چار ماہ چار دن کے ہوئے تو آپ کی رسم بسم اللہ خوانی عمل میں آئی، جس میں نابغۂ روزگار شخصیتیں جلوہ افروز تھیں۔ مثلاً آپ کے والد مکرم شیخ المشائخ حضور سرکار کلاں، آپ کے نانا پیر طریقت حضور سید مصطفیٰ اشرف، آپ کے پھوپھا حضور محدث اعظم ہند علیہم الرحمہ، ان کے علاوہ خانوادۂ اشرفیہ کے کچھ معزز اشخاص بھی موجود تھے۔

تعلیم

آپ نے ابتدائی تعلیم درجۂ پنجم تک جامعہ اشرفیہ کچھوچھہ شریف میں حاصل کی اور اعلیٰ تعلیم کے لئے دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور تشریف لے گئے جہاں خدارسیدہ بزرگ حضور حافظ ملت مولانا عبدالعزیز محدث مرادآبادی علیہ رحمۃ الباری اور فاضل معقولات حضرت مولانا حافظ عبدالرؤف بلیاوی اور حضرت علامہ سید سلیمان اشرف بھاگلپوری علیہما الرحمہ جیسی باکمال اور ماہرِ فن شخصیتوں کے سایۂ شفقت وعاطفت میں رہ کر دورۂ حدیث تک خوب خوب شرابِ علم سے مخمور ہوتے رہے اور ان کی صحبت بابرکات سے اکتساب فیض کرتے رہے ۱۹۵۷ء میں سندِ فراغت اور نیابت رسول کے تاج زریں سے نوازے گئے۔

جس سال آپ کی دستار بندی تھی اس سال کے اجلاس کی شان و بان اور سالوں کی بہ نسبت کچھ الگ تھی۔ کیوں کہ آپ کا تعلق ساداتِ کچھوچھہ سے ہے اور یہ وہ زمانہ تھا جب ساداتِ کچھوچھہ بالخصوص حضور اشرفی میاں، حضور سرکار کلاں، حضور محدث اعظم ہند علیہم الرحمۃ والرضوان کا ابرِ کرم پورے برصغیر ہندو پاک پہ جھوم کر برس رہا تھا۔ اہل مبارکپور اور دارالعلوم اشرفیہ کا تعلق ان مشائخ کچھوچھہ سے ایسا تھا جیسے چولی دامن کا تعلق، مبارکپور اور گردونواح کی آبادیوں میں اکثر و بیشتر مشائخِ کچھوچھہ کا ورود مسعود ہوتا رہتا، لوگ ان سے روحانی فیوض و برکات حاصل کرتے، اپنے قلوب واذہان کے میل کچیل کو ان کی دعاؤں اور برکتوں سے پاک وصاف کرتے۔ آج بھی خیرآباد و ابراہیم پور کے سن رسیدہ حضرات حضور اشرفی میاں علیہ الرحمہ کے مبارک و مسعود دوروں کو فراموش نہیں کر پائے ہیں، آج بھی ان کے ذہن ودماغ میں وہ لمحات سعیدہ تابندہ نقوش بن کر چمک رہے ہیں۔

لوگوں کا بیان ہے کہ حضور اشرفی میاں جب علاقہ میں تشریف لاتے تو کئی کئی روز تک رہ جاتے، جشن مسرت کا سماں ہوتا، محافلِ مولود شریف کا انعقاد ہوتا، حضرت کا بیان ایسا ہوتا کہ لوگوں کے دلوں پہ رقت طاری ہوجاتی اور آنسوؤں کے قطرات موتیوں کی شکل میں رخسار پہ چمکنے لگتے۔

آج بھی خیرآباد میں حضور اشرفی میاں علیہ الرحمہ کا فیضان دارالعلوم اشرفیہ ضیاء العلوم، اور مبارک پور میں الجامعۃ الاشرفیہ کی شکل میں جاری ہے اور انشاء اللہ اس فیضانِ اشرفی سے طالبان علوم نبویہ صبح قیامت تک فیضیاب ہوتے رہیں گے۔

تدریسی خدمات

دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور سے فراغت کے بعد

شیخ اعظم نے جامعہ نعیمیہ مرادآباد کو رونق بخشی اور چند سالوں تک مسند تدریس پر فائز رہے اور مرادآباد کو خیرآباد کہہ دیا، شاید آپ کی منشاء یہ تھی کہ مدارس عربیہ میں پڑھائے جانے والے اختلافی اسباق مثلاً کوفی و بصری کا اختلاف، فراء وامام کسائی کا اختلاف، احناف وشوافع کا اختلاف، حنابلہ و مالکیہ کا اختلاف، حکماء وامام رازی کا اختلاف اور ہر قسم کے اختلاف سے خود کو آزاد کر کے میکدۂ چشت کے جام وحدت سے خلقِ خدا کو سیراب کریں اور آپ نے سب کو میکدۂ عشق ومحبت کی طرف یوں دعوت دی۔

یہاں پہ جام ومینا بھی صبو بھی میکدہ بھی ہے
یہاں سب کچھ ہے پر تیری کمی اچھی نہیں لگتی

خدمات جلیلہ

آپ اپنے والد مکرم حضور سرکار کلاں کے دست حق پرست پہ سلسلۂ عالیہ قادریہ، چشتیہ، اشرفیہ میں بیعت ورادت سے مشرف ہوئے اور والد ماجد سے تمام قسم کے اوراد ووظائف کی اجازت پانے کے بعد پوری زندگی دین اسلام کی تبلیغ واشاعت میں صرف کر دی۔ ہندوستان کے گوشہ گوشہ میں وعظ وارشاد، پند ونصائح کی محفلوں میں شریک ہوتے اور نہایت سنجیدہ لہجہ میں تقریر فرما کر عوام کی اصلاح فرماتے۔ وہابیت کے بڑھتے ہوئے اثرات کو روکنے کی کوشش کرتے، عقائد حقہ سے لوگوں کو روشناس کراتے، اللہ تعالیٰ کا خوف دلاتے، موت وقبر کا ذکر فرماتے، نتیجۃً بہت سے بھٹکے ہوئے لوگ آپ کی تبلیغ سے راہ راست پہ آ گئے، ضلالت وگمراہی کے دلدل سے نکل کر رشد وہدایت کے آفتاب وماہتاب بن گئے اور بہت سے دورافتادہ اور بنجر علاقے آپ کے دم قدم سے شاد وآباد ہو گئے، بالخصوص پورنیہ، کٹیہار، کشن گنج کے خطے جہاں وہابیت اپنے بازوؤں کو بڑی تیزی سے پھیلا رہی تھیں اور پورے خطہ کو اپنے نرغہ میں لینے کی انتھک کوشش کر رہی تھی۔ آج بھی ان علاقوں کا چپہ چپہ آپ کی ان خدمات جلیلہ کا شاہد وگواہ ہے۔

جامع اشرف کا قیام

آپ کی ان تبلیغی خدمات کے علاوہ سب سے اہم خدمت جامع اشرف کچھوچھہ مقدسہ کا قیام ہے جس کی عمارت ساٹھ سے زائد کمروں پہ مشتمل ہے، جو اسلامی علوم وفنون کی نہایت ہی دلکش اور حسین درسگاہ ہے، جس میں طلبانِ علوم نبوت کے قیام وطعام کا معقول نظم ونسق ہے، جس میں ابتدائی درجات سے لے کر دورۂ حدیث اور تخصص فی الفقہ تک کا مکمل بندوبست ہے۔

حضرت شیخ اعظم نے جامع اشرف کا قیام فرما کر مدارس کو خانقاہوں سے جوڑنے کا کام کیا ہے جس کی عصر حاضر کے تازہ حالات شدید طور پر متقاضی ہیں۔ آج مدارس اور خانقاہوں کے رشتے ایک دوسرے سے منقطع ہو چکے ہیں، جس کی بنا پہ حالات اس قدر خراب ہو چکے ہیں کہ صوفیاء علماء سے دور اور علماء صوفیاء سے کشیدہ نظر آتے ہیں۔

آج اکثر خانقاہیں بےفیض اور اکثر مدارس نفع عام و تام سے خالی ہیں، آج ضرورت ہے کہ حضرت شیخ اعظم کے اس مشن کو عملی جامہ پہنایا جائے تاکہ ظاہری وباطنی صفائی اور جسمانی وروحانی علاج ایک ساتھ ہو سکے۔ مدارس وخانقاہ کے رشتے ایک دوسرے سے استوار ہو جائیں تو ایک طالب علم

جہاں عالم دین بن کر فارغ ہوگا وہیں پہ صوفی بھی بنے گا اور ایسے عالم دین سے دین وسنیت کا کام بخوبی انجام پائے گا۔

مختار اشرف لائبریری کا قیام

آپ نے لائبریری کے لئے ایک سہ منزلہ فلک بوس عمارت تعمیر کرائی، جو اپنے حسن و جمال اور جدید فن تعمیر کے لحاظ سے اپنی مثال آپ ہے، جس میں تقریباً تیس ہزار اسلامی و غیر اسلامی کتب ورسائل موجود ہیں اسی میں قلمی نسخے اور نادر کتب بھی شامل ہیں۔

رحلت

۲۲ فروری ۲۰۱۲ء بروز بدھ یہ آفتاب ہمیشہ کے لئے غروب تو ہوگیا مگر اس کے علمی فیضان اور دینی وملی خدمات نے ہمیشہ کے لئے انہیں زندہ کردیا۔ ان کی موت درحقیقت ایک عالم کی موت ہے اور ایسے عالم باعمل، عارف کامل کی موت پہ آسمان وزمین سب گریہ وزاری کرتے ہیں۔ ترمذی کی حدیث میں ہے کہ مومن کی موت پہ زمین وآسمان روتے ہیں اور زمین کیوں نہ روئے اس بندے پہ جو زمین کو اپنے رکوع وسجود سے آباد رکھتا تھا اور آسمان کیوں نہ روئے جس کی تسبیح وتکبیر آسمان میں پہونچتی تھی۔ (خزائن العرفان ص ۷۱۹ سورۃ الدخان پ ۲۵)

عرش پہ دھومیں مچیں وہ مومن صالح ملا
فرش سے ماتم اٹھے وہ طیب و طاہر گیا!

☆☆☆☆

اساتذہ کا ادب

طلبہ برادری کو خاص کر علم دین حاصل کرنے والے متعلمین کو جن اوصاف کا حامل و متحمل ہونا چاہئے، ان میں ایک بنیادی وصف اساتذہ کا ادب واحترام اور ان کا پاس ولحاظ ہے۔ یہی وہ وصف ہے جس کی بنا پر اکتسابِ علم اور فیضانِ علم ہوتا ہے، اگر طلبہ کے اندر عاجزی وانکساری کی صفت نہ ہو اور وہ اپنے اندر جھکتی ہوئی شان پیدا نہ کریں اور وہ اپنے اساتذہ کی بارگاہ میں سراپا سرِ تسلیم خم بن کر نہ رہیں تو وہ یا تو علم سے کورے اور محروم رہ جائیں گے یا پھر ان کا علم ان کے لئے وبالِ جان اور دوسروں کے لئے فتنہ بن جائے گا۔

آٹھویں صدی ہجری کے مشہور و متبحر عالمِ دیں، قاضی القضاۃ، شیخ الاسلام شیخ بدرالدین بن جُماعہ کنانی نے احترام واکرامِ اساتذہ کے حوالے سے جو آداب بتائیں ہیں نہایت ہی اختصار و تلخیص کے ساتھ ہدیۂ قارئین ہے۔

اساتذہ کا انتخاب:

استاذ کے انتخاب میں دو باتیں ملحوظِ نظر رکھیں: (۱) دین دار استاذ کا انتخاب کریں۔ بعض سلف فرماتے ہیں "ھذا العلم دین فانظروا عمن تأخذون دینکم" یہ علم دین ہے تو دیکھو تم اپنا دین کس سے حاصل کررہے ہو۔ (۲) ایسے استاذ کا انتخاب کریں جنھوں نے علم محض کتابوں کی ورق گردانی سے نہیں بلکہ وقت کے مستند علماء ومشائخ کی صحبت سے حاصل کیا ہو۔ امام شافعی فرماتے ہیں "من تفقہ من بطون الکتب ضیع الاحکام" جس نے فقہ محض کتابوں سے حاصل کیا اس نے احکامِ فقہ ضائع کردئے۔ بعض علماء فرماتے ہیں "من اعظم البلیۃ تشیخ الصحیفۃ" کتابوں سے علم حاصل کرنا اور انہیں شیخ بنالینا ایک بڑی آفت ہے۔ (بقیہ.....صفحہ ۲۵۵ پر)

شیخ اعظم کی شخصیت کے چند امتیازی پہلو

مولانا لطیف احمد سراجی قادری، کوثر اکیڈمی۔ وارانسی

خانقاہ اشرفیہ حسنیہ سرکارکلاں کے سجادہ نشین شیخ اعظم حضرت مولانا سید شاہ اظہار اشرف اشرفی جیلانی قدس سرہ النورانی بلا شبہ ان محبوبان خدا میں تھے جن پر اللہ کا بے حد پیار تھا۔ ان کی ہمہ جہت مثالی شخصیت اس دور میں نمونۂ اسلاف تھی، ان کی دائمی مفارقت سے امّت میں ایک ایسا خلا ہوگیا جس کا پر ہونا ممکن نہیں۔ ان کے وصال سے ناچیز راقم السطور کو دلی صدمہ ہوا۔ ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے سلوک ومعرفت کا ایک بلند ترین ستون اچانک گر پڑا، علم وفضل کا ایک سر بلند پہاڑ نگاہوں سے اوجھل ہوگیا، شب دیجور میں ضیا گستری کرنے والا اخلاق فاضلہ کا ایک روشن ستارہ اچانک روپوش ہوگیا، ہماری ایک متاع گراں مایہ ہمارے ہاتھوں سے نکل گئی اور اللہ کے ایک محبوب کو ہم نے کھو دیا۔ آج پوری جماعت اہل سنت ان کے غم میں سوگوار ہے اور لوگوں کو ان کی ایک ایک ادا اور ایک ایک وصف یاد آرہا ہے۔ حضرت شیخ کے کن کن اوصاف کو یاد کیا جائے وہ تو اپنی ذات میں ایک انجمن تھے۔

اے کہ مجموعہ خوبی کہ بچہ نامت یادم

ان کی شان یہ ہے کہ حیات وخدمات کے جس پہلو پر بھی نگاہ جاتی ہے اس کی کرشمہ سازیاں دامن دل کو اپنی جانب کھینچ لیتی ہیں۔

زفرق تا بقدم ہر کجا کہ می نگرم
کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا ایں جاست

حضرت کی بابرکت شخصیت خدا کی عظیم نعمتوں میں سے ایک نعمت تھی، وہ خدا کی روشن دلیلوں میں سے ایک دلیل تھے۔ ایک حجت اور برہان تھے۔ شاید ایسے ہی لوگوں کو حجۃ اللہ علی العالمین کہا جاتا ہے۔ وہ علم وعرفان کا ایک روشن منارہ تھے، دین متین کے بلند ترین ستونوں میں سے ایک ستون تھے۔ وہ خانوادۂ اشرفیہ کے ایک ایسے ہشت پہل لعل شب چراغ تھے جس کی درخشانی وتابانی نے لاکھوں قلوب کو مسخر کرلیا تھا۔ ان کے شیدائیوں اور مریدوں کا ایک جم غفیر آج ان کی مفارقت دائمی کے غم میں نڈھال اور سوگوار ہے اور بچھاڑیں کھا کھا کر ان کے محاسن و محامد اور مآثر ومفاخر کو بیان کررہا ہے اور چاہتا ہے کہ حضرت شیخ کی کچھ باتیں ہمیشہ کے لئے صفحۂ قرطاس پر محفوظ کردی جائیں تاکہ آئندہ آنے والی نسلیں ان کی روشنی میں حضرت کے علمی وعرفانی قد کا کچھ اندازہ لگا سکیں۔ کسی عظیم شخصیت پر کچھ لکھنے کے لئے پہلے اپنے خیالات کو مجتمع کرنا ہوتا ہے، ذہن میں ایک خاکہ تیار کرنا ہوتا ہے پھر ان نیم پختہ خیالات کو انشا پردازانہ رنگ میں صفحہ قرطاس کے حوالے کرنا ہوتا ہے۔ ایسے نازک کام کے لئے طویل وقت چاہئے خیر وقت نہ سہی۔ اپنے خیالات وتأثرات کو بڑے سادہ اور سلیس اسلوب میں قلم برداشتہ تحریر کررہا ہوں

شاید کے اتر جائے ترے دل میں مری بات

یوں تو حضرت فضیلۃ الشیخ نوّر اللہ مرقدہ کی دل آویز شخصیت کے کئی امتیازی پہلو ہیں لیکن جس پہلو پر ہماری

نگاہ سب سے پہلے جاتی ہے وہ ان کا علوِ نسب ہے۔ وہ اس دور میں خانوادۂ نبوت کے ایک گوہر تابندہ تھے جسے ہم گوہر شاہوار بھی کہہ سکتے ہیں۔ وہ مولائے کائنات سیدنا علی مرتضیٰ شیر خدا کے نور نظر اور حضرت سیدہ فاطمہ زہرا کے لخت جگر تھے، حسنین کریمین کی آنکھوں کی ٹھنڈک تھے، حسینِ اعظم کی شرافت نسبی کے جامع تھے، غوث اعظم کی اولاد اور مخدوم اشرف کے نظر پروردہ تھے، اعلیٰ حضرت اشرفی میاں کے نور عین تھے۔ لاریب وہ ایک صحیح النسب سید تھے۔ ان کی رگوں میں آل رسول کا خون تھا، ان کے وجود میں سیدہ فاطمہ (سلام اللہ علیہا) کے دودھ کی برکتیں تھیں۔ ان کے ایک ایک انگ سے اس پاک نسب کی خوبی وزیبائی مترشح ہوتی تھی، ان کی پیشانی سے اس عالی نسب نور کی کرنیں پھوٹتی تھیں۔ دیکھ ہی کر لگتا تھا کہ آپ رسول زادے ہیں۔ لوگ ان کا نورانی چہرہ دیکھتے تھے اور شہنشاہ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود پڑھتے تھے۔ اللہ اللہ! تقدس اور پاکیزہ نفسی کی کیسی لطیف شعاعیں پھوٹتی تھیں ان کے رخ زیبا سے، تقویٰ کی کیسی نورانی کرن جگمگاتی تھی ان کی تابناک پیشانی سے، گفتار کے کیسے شاداب پھول جھڑتے تھے ان کے مبارک لبوں سے، کتنی فروتنی اور خاکساری تھی اس مرد حق کے اندر اور نشست و برخواست کا کیسا پروقار انداز تھا اس اہل دل کے اندر، ان کے دنیا سے چلے جانے کے بعد بھی جب ان کا سراپا ذہن کی لوح پر مرتسم ہوتا ہے تو دل کی فضا میں ایک نور سا چھا جاتا ہے اور دماغ کے کئی اعصابی خلیے پھیلنے اور سکڑنے لگتے ہیں اور وہاں ایک چھپٹا سا ہونے لگتا ہے۔ بلاشبہ وہ دل سے نگاہ تک، روح سے جسم تک اور سر سے پیر تک حسن ہی حسن، پاکیزگی ہی پاکیزگی اور جمال ہی جمال تھے۔ نہ جانے آپ کے کتنے شیدائیوں کی نگاہیں آپ کے حسن و جمال کے نور سے روشن و منور ہیں۔ اس تصور کی ترجمانی بلبل شیراز نے کتنے حسین وجمیل پیرایہ بیان میں کی ہے۔

اے از فروغ رویت روشن چراغ دیدہ
مانند چشم مستت چشم جہاں ندیدہ
تا کے فروگزاری چوں زلف خود دلم را
سرگشتہ و پریشاں اے نور ہر دو دیدہ (حافظ)

اے وہ کہ ترے رخ کے نور سے آنکھوں کا چراغ روشن ہے دیدۂ روزگار نے کوئی آنکھ تری آنکھ جیسی نہیں دیکھی۔ اے مری دونوں آنکھوں کے نور! تو کب تک اپنی ژولیدہ زلفوں کی طرح ہمارے دل کو سرگشتہ و پریشاں رکھے گا۔

حضرت شیخ اپنا جلوہ دکھا کر لوگوں کے دلوں کو مسخر کر لیتے تھے۔ ان کا کالبد نورانی ایک آئینہ تھا جس کے ہر گوشہ میں حسن تھا، نازکی تھی، جمال تھا، پاکیزگی اور رعنائی تھی، حسن ازل کی لطیف عکاسیاں تھیں۔ ان کو دیکھ کر ذوق نظارگی نکھر جاتا تھا، امنگوں کے لطیف دھارے رواں ہو جاتے تھے، قلب ونظر میں ایک سرور آفریں کیفیت پیدا ہو جاتی تھی اور جمالیاتی شعور ایک غیر معمولی لذت وحلاوت محسوس کرنے لگتا تھا۔ شاید ایسے ہی لوگوں کے بارے میں خواجۂ شیراز نے کہا ہے۔

ہم چوں تو نازنینے سرتا پا لطافت
گیتی نشاں ندیدہ، ایزد نیافریدہ (حافظؔ)

اور کیوں نہ ہو۔ آپ دنیا کے سب سے اونچے نسب کے حامل تھے۔ یہ وہ نعمت ہے جسے کوئی بڑا سے بڑا علامۃ الدہر بھی اپنے کسب سے حاصل نہیں کرسکتا۔ خوشی ہوتی ہے کہ سادات کچھو چھہ کا ایک ایک بچہ اس نعمت عظمیٰ کا امانت دار ہے۔ خواجہ باقی باللہ نے صحیح کہا ہے۔

ایں سلسلہ از طلائے ناب است
ایں خانہ تمام آفتاب است

سادات کچھوچھہ کا نسب پرکھا پرکھایا ہے، یہ خالص سونا ہے جس میں کسی قسم کا کھوٹ نہیں ، یہ ایسا طلائے خالص ہے جسے نقد ونظر کی کسوٹیوں پر بار بار پرکھا جا چکا ہے۔ بزرگوں کے نسب میں میخ نکالنے والے ناقدین اور طرح طرح کے شگوفے پیدا کرنے والے متقصین کی چشم کشائی کے لئے میں ایک واقعہ لکھ رہا ہوں جسے محدث اعظم علامہ سید محمد کچھوچھوی اشرفی جیلانی قدس سرہ النورانی نے میرے والد محترم سراج العارفین علامہ عزیز الحق کوثر ندوی قادری نظامی قدس سرہ العزیز سے خود بیان فرمایا تھا۔ وہ فرماتے ہیں:

''ایک مرتبہ مجھے وعظ وبیان کے لئے کابل بلایا گیا، وہاں پہنچا تو پتہ چلا کہ ایک افغانی بزرگ نے انتقال کے بعد اپنا پاؤں قبر سے باہر نکال دیا ہے اور خواب میں لوگوں سے کہتے ہیں کہ اگر کوئی صحیح النسب سید آ کر مجھے پاؤں اندر کرنے کو کہے گا تو میں اپنے پاؤں کو اندر کر لوں گا ورنہ نہیں'' افغانی پٹھانوں نے متعدد سیدوں کو اس کام کے لئے اپنے یہاں مدعو کیا اور انہوں نے جا کر اس بزرگ سے درخواست کی کہ میں ایک صحیح النسب سید ہوں۔ خدا کے لئے میری بات مان لیجئے اور اپنا پاؤں اندر کر لیجئے۔ مگر اس پٹھان بزرگ نے اپنا پاؤں اندر نہیں کیا۔ جس کا نتیجہ افغانیوں نے یہ نکالا کہ یہ صحیح النسب سید نہیں ہیں۔ اگر ان کا نسب صحیح ہوتا تو یہ روشن ضمیر بزرگ اپنے پاؤں کو ضرور اندر کر لیتے۔ خود کو سید کہنے والے یہ سارے لوگ فریبی اور مکار ہیں جو سید بن کر لوگوں سے عقیدت کا خراج وصول کر رہے ہیں۔ ایسے لوگ لائق گردن زدن ہیں، انہیں تہہ تیغ کر دینا چاہئے۔ چنانچہ ان لوگوں نے کئی سیدوں کو محض اس بنا پر قتل کر دیا کہ وہ اپنے نسب کی صحت کو ثابت نہ کر سکے۔

محدث صاحب فرماتے ہیں کہ ان افغانیوں نے یہ ساری باتیں مجھے تفصیل سے بتائیں اور کہا کہ اب آپ کو امتحان کی اس کڑی منزل سے گزرنا ہے۔ اگر آپ اس امتحان میں کامیاب ہو گئے تو ہم آپ کو سر آنکھوں پر بٹھائیں گے، آپ کا شایان شان اعزاز کریں گے، آپ پر اپنی جانیں نچھاور کریں گے، آپ کے قدموں کو دھو دھو کر پئیں گے اور اگر آپ امتحان میں ناکام ہو گئے تو آپ کا بھی وہی حشر ہوگا جو آپ سے پہلے دوسروں کا ہو چکا ہے۔

یہ سن کر حضرت محدث صاحب جیسا بہادر غیور اور غیر معمولی قوت ارادی رکھنے والا انسان بھی سہم گیا اور ساری رات یاد الٰہی میں بسر کر دی۔ انہوں نے بار بار اپنے رب سے التجا کی:

''الٰہی! یہ کیا امتحان ہے؟! ساری دنیا تو اپنے اعمال کے حساب وکتاب کی مکلّف ہے مگر مجھ سے ۱۴ سو سال کے لوگوں کا حساب کیوں لیا جا رہا ہے؟! الٰہی! کوئی تدبیر بر نہیں آتی، کوئی صورت نظر نہیں آتی، آج تو میری لاج رکھ لے ورنہ میری نسل قیامت تک کے لئے رسوا ہو جائے گی اور ہم سادات کچھوچھہ کہیں بھی منہ دکھانے کے قابل نہ رہیں گے، دنیا یہی کہے گی کہ یہ خود کو سید کہتے ہیں مگر ان کا نسب ثابت نہیں، الٰہی! ہمیں دنیا وآخرت کی رسوائی سے بچا، الٰہی! میرے نسب کو داغ دار ہونے سے بچا، الٰہی! مجھے اپنی جان کی پروا نہیں، جان رہے یا نہ رہے۔ تو نے مجھے جس عظیم امانت کا حامل بنایا ہے اسے سچا کر دکھا الٰہی! صبح جو مصیبت آنے والی ہے اس مصیبت سے ہمیں صحیح سالم نکال دے اور ہمارے نسب کی صداقت کو دنیا پر ظاہر فرما دے۔ آمین! بجاہ حبیبہ الکریم۔''

حضرت محدث صاحب خدا کی بارگاہ میں ساری رات اسی طرح دعا کرتے رہے یہاں تک کہ صبح نمودار ہوئی، نماز فجر کے بعد کابلی پٹھانوں کے ایک دستے نے

دروازے پر دستک دی اور حضرت محدث صاحب کو لے کر وہ اس جلالی بزرگ کے آستانے پر پہونچے۔ محدث صاحب نے دیکھا کہ واقعی اس بزرگ کا پاؤں قبر سے باہر نکلا ہوا ہے۔ آپ نے انہیں مسنون طریقے سے سلام کیا اور فاتحہ پڑھنے میں مشغول ہو گئے۔ فاتحہ سے فراغت کے بعد آپ نے ان سے درخواست کی کہ ''حضرت! میں سید محمد کچھوچھوی، آقائے دوعالم ﷺ کا غلام، ان کی اولاد اور صحیح النسب سید ہوں، آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ خدا کے لئے آپ اپنے قدموں کو سمیٹ لیجئے اور براہ کرم انہیں اپنے مرقد کے اندر کر لیجئے۔ آپ کا کرم ہوگا، نوازش ہوگی، للہ آپ میری اس حقیر درخواست کو قبول کر لیجئے، میں آپ کو خدا کا واسطہ دیتا ہوں، اپنے جدامجد سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کا واسطہ دیتا ہوں، مولائے کائنات سیدنا علی مرتضیٰ مشکل کشا کا واسطہ دیتا ہوں، امامین کریمین حسنین عظیمین کا واسطہ دیتا ہوں، تمام ائمہ اہل بیت علیہم السلام کا واسطہ دیتا ہوں، سیدنا غوث اعظم شیخنا و شیخ السمٰوات والارضین کا واسطہ دیتا ہوں، حضرت مخدوم سمناں کا واسطہ دیتا ہوں اور تمام اکابر اولیاء اللہ کا واسطہ دیتا ہوں۔ ان تمام بزرگوں کے واسطے کا خیال کیجئے اور خدا کے لئے اپنے قدموں کو قبر کے اندر سمیٹ لیجئے۔ آپ کا کرم ہوگا، نوازش ہوگی۔''

اتنا کہنا تھا کہ قبر سے باہر نظر آنے والے وہ قدم اچانک نگاہوں سے اوجھل ہو گئے اور تمام حاضرین نے سمجھ لیا کہ اس بزرگ نے بات مان لی اور اپنے قدموں کو قبر کے اندر سمیٹ لیا۔ پھر کیا تھا، یہ منظر دیکھ کر وہاں موجود پٹھانوں نے اتنے زور سے نعرۂ تکبیر بلند کیا کہ پہاڑوں کی چوٹیاں گونج اٹھی اور سبھوں نے مل کر محدث صاحب کو اپنے کندھوں پر اٹھا لیا۔

امید ہے کہ اس واقعہ کو محدث صاحب نے بہتوں سے بیان کیا ہوگا اور دور ونزدیک کے بہت سارے لوگ اس واقعہ سے باخبر ہوں گے۔ ممکن ہے کہ اس واقعہ کی تفصیلات میں کچھ کمی بیشی ہو مگر ہم تک یہ واقعہ اسی طور سے پہونچا ہے۔

اس دلکش واقعہ کو بیان کرنے کا پہلا مقصد تو یہ ہے کہ سادات کچھوچھہ شریف کے حسب ونسب پر بے بنیاد باتیں کرنے کا جو مذموم کاروبار کچھ لوگوں نے شروع کیا ہے وہ اس سے نصیحت پکڑیں اور اپنی ندبوجی حرکتوں سے باز آئیں اور دوسرا مقصد حضرت شیخ اعظم اور ان کے خانوادۂ عالیہ کے اس امتیازی پہلو پر روشنی ڈالنا ہے کہ آپ نسبی اعتبار سے دنیا کے سب سے عظیم خانوادے سے تعلق رکھتے ہیں۔ آپ صحیح النسب سید ہیں، رسول زادے ہیں، نقد و جرح کی کسوٹی نے آپ کے بزرگوں کو خالص ہونے کی سند دی ہے۔ نت نئے شگوفے چھوڑنے والوں کے مہملات کا کوئی وزن ہے نہ کوئی اعتبار۔

حضرت شیخ اعظم کی دل آویز شخصیت کا دوسرا امتیازی پہلوان کی سیرت وکردار کی پاکیزگی، اخلاق بلندی، خداترسی و پاکبازی، تقویٰ شعاری، خوف وخشیت الٰہی، انابت حق وللّٰہیت، اخلاص اور اللہ ورسول سے سچی محبت ہے۔ میں نے شروع ہی میں یہ بات کہی ہے کہ وہ ان محبوبان خدا میں سے تھے جن پر اللہ کا بے حد پیار تھا۔ راہ سلوک میں محبوبیت کا مقام انتہائی عظمت کا حامل مقام ہے۔ ارباب سلوک ومعرفت کا ارشاد ہے کہ جب سالک کے نفس سے تمام برے صفات مٹ جاتے ہیں اور ان کی جگہ صفات حسنہ کی نمود پے درپے ہونے لگتی ہے تو سمجھ لو کہ اس کا نفس نفس مزکّی بن گیا۔ ایسے ہی لوگوں کے بارے میں قرآن نے کہا ہے: ''قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا'' اور

جب اس کے دل سے آلائش دنیا کا رنگ دور ہو جاتا ہے ،حرص وطمع ،دنیا کی محبت ،لایعنی خیالات اور مخلوق کی طرف دل کا میلان ختم ہو جاتا ہے تو صفائے قلبکی نعمت عطا ہوتی ہے جسے تزکیۂ قلبکہے ہیں اور جب سالک کے قلب میں محبت الٰہی کے ذوق وشوق پیدا ہو جائے اور روح اسرار الٰہی کے انوار سے جگمگا اٹھے اور مشاہدۂ الٰہی کی تجلیوں سے مجلّی ہو جائے تو سالک کو محبوبیت کے اعزاز سے سرفراز کیا جاتا ہے۔محبوبیت کا یہ اعلیٰ مقام بتدریج تزکیۂ نفس،تصفیۂ قلب اور تجلیۂ روح کے منازل سے گزرنے کے بعد عطا ہوتا ہے اور اس کے لئے سخت ریاضت ومجاہدہ کرنا ہوتا ہے۔سالک کا یہ نہایت اونچا مقام ہے۔اس مقام پر پہونچنے کے لئے اپنی پوری زندگی کو خدا ترسی،تقویٰ شعاری،اخلاص اور انابت حق کی لازوال نعمت سے آراستہ کرنا ہوتا ہے،اپنی سیرت میں پاکیزگی اور اخلاق میں غیر معمولی بلندی لانی ہوتی ہے اور اللہ کا ذکر اس کثرت سے کرنا ہوتا ہے کہ پورے وجود پر صبغۃ اللہ کا رنگ چڑھ جائے اور تمام اجزاء وجود سے عشق الٰہی مترشح ہونے لگے۔!کسی عارف نے کیا اچھا کہا ہے۔

عشق تا پائے بیفشرد در اندیشہ ما
ہمہ معشوق ترا ود زرگ وریشۂ ما

ارباب معرفت کے اس قول کی روشنی میں حضرت سید صاحب علیہ الرحمہ کی زندگی کا اگر مطالعہ کیا جائے تو بلا جھجک کہا جاسکتا ہے کہ ان کے اخلاق کی بلندی،ان کی سیرت وکردار کی پاکیزگی،ان کی عبادت وریاضت،ان کا زہد وتقویٰ،ان کی خدا ترسی وحق شناسی،ان کی سچی للّٰہیت، ان کا توکل واستغنا،ان کا اخلاص عبادت اور اللہ سے سچی محبت ،ان کا ذکر کثیر اور سنت رسول کے سانچے میں ڈھلا ہوا ان کا ایک ایک عمل اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ آپ تزکیۂ نفس،تصفیۂ قلب،اور تجلیۂ روح کے مقامات عالیہ کے رہ نورد تھے اور ان منازل کو طے کرنے کے بعد محبوبیت عظمیٰ کے مقام پر فائز ہو چکے تھے متعدد حدیثوں میں یہ مضمون آیا ہے کہ جب اللہ اپنے کسی بندے کو اپنا محبوب بناتا ہے تو لوگوں کے دلوں میں اس کی محبت ڈال دیتا ہے اور لوگ اس سے پیار کرنے لگتے ہیں۔محبوبیت کی یہ ایسی علامت ہے جس کے مظاہر حضرت سید صاحب کی زندگی میں ہم واضح طور پر دیکھ سکتے ہیں۔

حضرت شیخ اعظم کی شخصیت کا تیسرا امتیازی پہلو جسے ہم کچھوچھہ شریف کے اکثر مشائخ کا امتیازی وصف بھی کہہ سکتے ہیں وہ یہ ہے کہ آپ مرشد برحق اور شیخ طریقت ہونے کے علاوہ ایک جید الاستعداد عالم اور کتب درسیہ کے دقائق وغوامض پر نگاہ رکھنے والے ایک کامیاب معلم اور استاد بھی تھے۔یہ بات عام طور پر کہی جاتی ہے کہ کچھوچھہ کے مشائخ نرے صوفی اور قلندرانہ مشرب رکھنے والے درویش نہیں ہوتے۔وہ شریعت وطریقت دونوں کا علم رکھنے والے جامع الاشتات عالم ہوتے ہیں۔ان میں بخاری ومسلم کا درس دینے والے شیوخ الحدیث بھی ہیں، بیضاوی وکشاف کی عقدہ کشائی کرنے والے مفسرین بھی، کاسانی وحصکفی کی فقہی دقیقہ سنجیوں کو سمجھنے والے فقہاء بھی ہیں،حسامی اور مسلم الثبوت کا درس دینے والے اصولیین بھی،حماسہ اور سبع المعلقات کے لغات واعراب کو سمجھنے اور سمجھانے والے عربی زبان وادب کے ماہرین بھی ہیں جاحظ اور ابن المقفع کے دلکش اسالیب سے لطف اندوز ہونے والے اُدباء بھی ،رازی وغزالی کے عمیق فلسفیانہ مباحث کو حل کرنے والے متکلمین بھی ہیں اور فارابی وابن سینا کی غلطیوں کی نشاندہی کرنیوالے فلاسفہ بھی۔معیار حکمت کو ازبر یاد رکھنے والے مناطقہ بھی ہیں اور افلاطون

وارسطو کے الٰہیاتی افکار کے ناقدین بھی ۔ یہاں شاعر بھی ہیں، ادیب بھی، شعلہ بار خطیب بھی ہیں اسلامی مفکر بھی، کتابوں کی دنیا میں غرق رہنے والے اچھے قارئین بھی ہیں اور عصری اسلوب میں لکھنے والے مصنف اور انشاپرداز بھی، یادالٰہی میں مست رہنے والے درویش بھی ہیں اور عشق الٰہی کے لذت شناس فقیر بھی ۔ مذکورہ بالا صفات کے حاملین کی تعداد اگر چہ بہت کم ہے،، جی ہاں ! اتنی کم کہ ہم ان کا نام چاول کے ایک دانے پر لکھ سکتے ہیں یہ کچھوچھ کی سب سے چھوٹی اقلیت ہے اسی اقلیت کے ایک فرد حضرت شیخ اعظم تھے ۔ وہ کچھوچھ کے ایک جید الاستعداد عالم تھے، انہوں نے درس نظامی کی تکمیل دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور سے کی تھی اور وہاں کے مشہور اساتذۂ کرام مولانا محمد یونس صاحب اشرفی ،مولانا محمد سلیمان صاحب بھاگلپوری ، مولانا عبدالعزیز صاحب مرادآبادی (حافظ ملت) مولانا عبد الرؤف صاحب مبارک پوری اور مولانا مظفر حسن صاحب ظفر ادیبی کی صحبت میں رہ کر اکتساب علم کیا تھا۔ جامعہ اشرفیہ کے ان باوقار علمائے کرام نے آپ کو ایک مرشد زادے کی طرح زیور علم سے آراستہ کیا اور بڑی شفقت ومحبت کے ساتھ آپ کو کتب درسیہ کا سبق دیا تھا۔ جامعہ اشرفیہ سے فراغت کے بعد آپ کے جوہر شناس اور دوراندیش والد بزرگوار جامع شریعت وطریقت علامہ سید شاہ مختار اشرف صاحب الاشرفی الجیلانی سجادہ نشین خانقاہ اشرفیہ حسنیہ سرکارکلاں نے محسوس کیا کہ علمی پختگی کے لئے ضروری ہے کہ صاحب زادے سے کچھ دنوں تک بلا معاوضہ تدریسی کام کرایا جائے ۔ اس کام کے لئے آپ نے حضرت موصوف کو دارالعلوم نعیمیہ مرادآباد میں متعین فرمایا۔ وہاں رہ کر آپ نے طلبہ کو ایک سال تک کتب متوسطہ کا کامیاب درس دیا۔ اس مختصر سے تدریسی کام نے آپ کے اندر کسی قدر علمی پختگی اور سمجھنے سمجھانے کی استعداد پیدا کردی ۔ نحو ،صرف ،لغت، معانی بیان، جملہ علوم عربیت اور دیگر علوم عالیہ میں جب آپ کی استعداد اچھی اور صلاحیت قابل اعتماد ہوگئی تو آپ نے تدریسی کام کو چھوڑ کر خود کو رشد وہدایت کے کام سے وابستہ کرلیا لیکن بایں ہمہ آپ نے خود کو علم سے ہمیشہ وابستہ رکھا۔ آپ کا ایک بہت بڑا کارنامہ جامع اشرف کے تدریسی معیار کو بلند کرنا اور وہاں ایک ایسی لائبریری قائم کرنا ہے جو تمام اسلامی علوم وفنون کی قدیم وجدید کتابوں پر مشتمل ہو اور وہاں بیٹھ کر مختلف علوم وفنون پر لوگ علمی وتحقیقی کام کر سکیں۔ ابھی یہ لائبریری اپنے ابتدائی مرحلہ میں ہے مگر نادر کتابوں کا جیسا شاندار ذخیرہ یہاں اکٹھا کیا جا رہا ہے اور جس لگن کے ساتھ کتابوں کی خریداری میں سرمایہ لگایا جا رہا ہے اس سے امید کی جاتی ہے کہ آگے چل کر اس لائبریری کا شمار ہندوستان کی اچھی لائبریریوں میں ہوگا۔

حضرت شیخ اعظم کی مساعیِ جمیلہ کا ثمرہ ہے کہ انہوں نے جامع اشرف میں قابل اساتذہ کی تقرری فرما کر اس کے تدریسی معیار کو بلند کیا اور وہاں ایک اچھی لائبریری قائم فرمائی ۔ یہ دو ایسے بنیادی کام ہیں جن کا ثواب حضرت موصوف کو ہمیشہ ملتا رہیگا۔

میں یہ عرض کر رہا تھا کہ حضرت سید صاحب علیہ الرحمہ ایک جید الاستعداد عالم تھے لیکن فریب علم اور زعم ہمہ دانی میں قطعاً مبتلا نہ تھے ۔ ہمہ دانی کا زعم باطل ایک ایسا شیطانی فریب ہے جس میں اکثر اہل علم مبتلا ہو جاتے ہیں شیطان کو اس راستے سے علماء کو فریب دینے میں جتنی کامیابی ملتی ہے اتنی کسی اور راستے سے نہیں ملتی ۔ بڑی عبرت کی بات ہے کہ علماء برحق باتوں کو جن دلائل سے برحق مانتے ہیں شیطان انہیں دلائل سے انہیں دھوکا دیتا ہے اور

ان کے مسلمات ہی سے انہیں اپنے جال میں پھنساتا ہے اور بالآخر ان کے علم کو پھندا بنا کر انہیں کے گلے میں ڈال دیتا ہے۔علماء کے نارَوا فقہی حیلے شیطان کے پھندے ہی تو ہیں۔یہ مذموم فقہی حیلے ایسی ملعون طباعی کے نتائج ہیں جن کے ہاتھوں دین کی تحریف تک ہوئی۔دین کو اس نے بگاڑ کر پیش کیا، دین کا مقصد خاک میں ملایا اور اطاعت نفس کی وہ دقیق سے دقیق صورتیں پیدا کیں کہ الامان والحفیظ۔اس نے ہمیشہ اطاعت شیطان کو اطاعت رحمان کے رنگ میں پیش کیا اور اس پر کچھ ایسا رنگ چڑھایا کہ بہت سے دیدہ وروں کو بھی اصلیت نظر نہ آئی۔اللہ تعالیٰ ایسے علماء ربانیین کا سایہ ہمیشہ ہمارے سروں پر قائم رکھے جو ہمیں جادۂ مستقیم کی طرف لے جاتے ہیں۔

حضرت شیخ کی شخصیت کے جن پہلوؤں پر اب تک روشنی ڈالی گئی ہے ان کو پڑھ کر بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ آپ ایک عالی نسب سید تھے، اعلیٰ درجہ کے صوفی باصفا اور شیخ طریقت تھے، ایک علم دوست عالم اور تزکیۂ لوح وقلم کا جذبہ رکھنے والے دانشور تھے لیکن ان تمام پہلوؤں کا مرکز ومحور اور منبع ومرجع ایک ہے: ''عشقِ رسول'' ان کے اوپر سے عالی نسبی کا لبادہ اتار دیجئے، زہد صفا کا رنگ ہٹا دیجئے، ان کے چراغ دانش کی لو مدہم کر دیجئے ان کا اصلی روپ ابھر کر سامنے آجائیگا۔

نہ شیخ شہر، نہ عالم، نہ خرقہ پوش اقبال
فقیر راہ نشین است ودل غنی دارد

اس فقیر راہ نشین کا دل عشق رسول سے معمور تھا اور اسی چیز کو وہ اپنی سب سے قیمتی متاع اور سب سے عزیز سرمایہ سمجھتے تھے۔

یہی کچھ ہے ساقی متاع فقیر
اسی سے فقیری میں ہوں امیر

عشق رسول ﷺ حضرت شیخ اعظم کا اصلی سرمایہ تھا۔ یہی ان کی روح کا جوہر تھا، اسے وہ اپنی جان سے بھی زیادہ قیمتی سمجھتے تھے۔جب ان کے سامنے حضور شہنشاہِ کونین، سرور کائنات ﷺ کا تذکرۂ جمیل ہوتا تھا اور عشق ومحبت میں ڈوبی ہوئی معیاری نعتیں پڑھی جاتی تھیں تو آپ کے پورے وجود پر والہانہ جذب وکیف کا عالم طاری ہوجاتا تھا اور کبھی کبھی آنسوؤں کے گوہر ہائے آبدار نوک مژدہ سے ڈھلک کر دامن قبا کو تر کر دیتے تھے۔اس وقت حضرت شیخ ایک عجیب بےخودانہ جوش محویت میں غرق نظر آتے تھے۔ میرا اپنا مشاہدہ ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کو درود وسلام کی نذر پیش کرتے تھے تو آپ کے چہرے کا رنگ متغیر ہوجاتا تھا خدا ہی جانتا ہے کہ اس وقت کیسے واردات آپ کے دل پر طاری ہوتے تھے اور کس قسم کے مناظر آپ کی نگاہوں کے روبرو ہوتے تھے۔کہیں اقبال مرحوم کا وہ تأثر تو دل کے اندر کچوکے نہیں لگاتا تھا جس کا اظہار انہوں نے جاوید نامہ میں یوں کیا ہے۔

چوں بنام مصطفیٰ خوانم درود
از خجالت می گردد وجود
عشق می گوید کہ از محکوم غیر
سینۂ از بتاں مانند دَیر
تانہ داری از محمد رنگ وبو
ازوجود خود مبالا نام او
آنچہ تو باخویش کردی کس نہ کرد
روح پاک مصطفیٰ آید بہ درد

جب اسم پاک محمد پر درود بھیجتا ہوں تو شرم سے پانی پانی ہوجاتا ہوں۔جب بے تاثیر ہونٹ ہلتے ہیں تو عشق اندر سے آواز دیتا ہے اے محکوم غیر! تیرا سینہ بت خانہ ہے۔گلزار محمدی سے تجھے رنگ وبو کا کچھ حصہ نہیں

ملا پھر کیوں اپنے درود سے اس اسم گرامی پر دھبّہ لگا تا ہے۔ مسلمانو! تم نے رسول پاک کے ساتھ جو کچھ کیا ہے وہ شاید غیر بھی نہ کر سکے۔ تم سمجھتے ہو کہ صرف درود پڑھنے سے ذمہ داری ختم ہوگئی۔ تیرے درود سے روح مصطفیٰ خوش نہیں ہوتی بلکہ کرب محسوس کرتی ہے۔

حضرت شیخ کا دل نور مصطفیٰ ﷺ سے مستنیر تھا، ان کا دماغ عظمت رسالت مآب کا اسیر تھا، ان کی زبان حق ترجمان سرور کائنات ﷺ کی ثناء خوانی میں زمزمہ سنج تھی۔ اس کے جلوے ان کے مطبوعہ مجموعہ کلام ''اظہار عقیدت'' میں دیکھے جاسکتے ہیں۔ امید ہے کہ برادر صغیر مولانا نصیر احمد صاحب نصیؔر سراجی حضرت کے اس مجموعہ نعت پر سیر حاصل گفتگو کریں گے۔ توارد کے خوف سے اس پر اظہار خیال کرنا مناسب نہیں سمجھتا۔ آخر میں حضرت شیخ کے حوالہ سے دنیا کو یہ پیغام دینا چاہتا ہوں کہ عشقِ محمدی کے سرمایہ دار بنو۔ ساری دنیا تمہارے زیر قدم ہوگی۔

ہر کہ عشقِ مصطفیٰ سامانِ اوست
مجر د بردر گوشۂ دامانِ اوست
سوز صدیق وعلی از حق طلب
ذرۂ عشقِ نبی از حق طلب (اقبالؔ)

اگر دنیا وآخرت کی سرخروئی چاہتے ہو تو اپنے کو حضور محمد مصطفیٰ ﷺ کے حضور میں پہونچا دو مصطفیٰ کی ذات ہی سراپا دین ہے اور مصطفیٰ سے ہی دین ہے۔ اگر مصطفیٰ کا عشق نہیں تو دین کے کوئی معنی ہی نہیں۔ مصطفیٰ ہی دین کا سرچشمہ ہیں، ہم کو اور ساری دنیا کو مصطفیٰ ہی سے دین ملا ہے، مصطفیٰ ہی سے ہمیں خدا کی ذات وصفات کا عرفان ملا ہے، مصطفیٰ ہی سے ہمیں خدا کا آخری صحیفۂ ہدایت قرآن ملا ہے، مصطفیٰ ہی سے ہمیں خدا کا پسندیدہ طریقۂ زندگی اسلام ملا ہے اس لئے مصطفیٰ کا عشق پیدا کرو، یہ عشق اگر کامل ہوگا تو تمہیں مصطفیٰ تک پہونچا دے گا۔ اقبال نے کیا ہی اچھا کہا ہے۔

بمصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر باو نرسیدی تمام بولہبی است

خوب اچھی طرح یاد رکھو کہ ۔

زندگی کچھ بھی نہیں ان کی محبت کے بغیر
اور بے روح محبت ہے اطاعت کے بغیر

☆☆☆☆

اساتذہ کی طاعت وفرمانبرداری

طلبہ کو چاہئے کہ وہ اپنے اساتذہ اور شیوخ کے ساتھ ایسا انداز اختیار کریں جیسا کہ مریض طبیبِ حاذق کے ساتھ ہوتا ہے اور مرنے والا غسل دینے والے کے ہاتھ ہوتا ہے۔ اپنے اساتذہ کی خدمت سے اللہ کا تقرب حاصل کریں، اساتذہ کی خاطر ذلیل ہونے کو اپنے لئے سامان عزت اور ان کی بارگاہ میں عاجزی وانکساری کے ساتھ پیش آنے کو اپنے لئے سامانِ فخر سمجھیں۔

امام شافعی فرماتے ہیں:

اھین لھم نفسی فھم یکرمونھا ولن تکرم النفس التی لا تھینھا۔

علماء کی خاطر میں نے خود کو ذلیل کیا تو انہوں نے مجھے قابل عزت بنادیا اور آدمی ہرگز باعزت نہیں ہوتا ہے جب تک کہ وہ خود کو ذلیل نہ سمجھے۔ (بقیہ صفحہ ...... پر)

شیخ اعظم اپنے والد وشیخ کی نظر میں

مولانا غلام غوث اشرفی جامعی (پورنیہ)

عربی کا مقولہ ہے'' الولد سر لابیہ'' بیٹا باپ کا نمونہ ہے اور فارسی میں کہا جاتا ہے''پسر نمونہ پدر ست''۔

شیخ اعظم حضرت علامہ سید اظہار اشرف اشرفی جیلانی علیہ الرحمہ حضور سرکارکلاں سید شاہ مختار اشرف اشرفی جیلانی قدس سرہ النورانی کے فرزند بھی تھے اور مرید وخلیفہ بھی ۔ شیخ المشائخ حضور سرکارکلاں علیہ الرحمہ پر کئی کتابیں حیطۂ تحریر میں آچکی ہیں مثلاً سرکارکلاں بحیثیت مرشد کامل، سرکارکلاں کے آخری سفر کا آنکھوں دیکھا حال، سرکارکلاں نمبر، سیرت سرکار کلاں ان کتابوں میں بیان کیا گیا ہے کہ حضور سرکارکلاں کی علمی شان یہ تھی کہ استفتاء پڑھ کر پہلے جواب سناتے پھر فرماتے کہ اگر یہی جواب ہے تو فتویٰ پر دستخط کروں گا ورنہ نہیں اور مفتی عبدالجلیل صاحب قبلہ کا جواب ویسا ہی ہوتا جیسا پہلے سرکارکلاں ان کی عدم موجودگی میں ارشاد فرماتے وغیرہ وغیرہ ۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ولایت وبزرگی کے عظیم منصب پر فائز فرمایا تھا اور اپنے قرب خاص سے نوازا تھا چنانچہ آپ بذریعہ کشف دلوں کے بھید معلوم کر لیتے تھے، پاکستان میں پانی کھڑے ہوکر پینا اور چند حضرات کا چہ میگوئی کرنا اور سرکارکلاں کی طرف سے مسکت جواب پانا کہ یہ آب زم زم ہے اس طرح کے بے شمار واقعات آپ کی زندگی میں ملتے ہیں جو آپ کی روشن ضمیری پر دلالت کرتے ہیں۔

شیخ اعظم اپنے والد وشیخ کی نظر میں امانت دار، دیانت دار، قابل اعتماد اور بڑے بھروسہ مند تھے ۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کفار کی سرکوبی کے لئے سریہ بھیجا کرتے تھے ۔ سرکارکلاں بدمذہبوں اور بدعقیدوں کی سرکوبی کے لئے شیخ اعظم کو بھیجا کرتے تھے بلکہ کبھی ساتھ بھی رہتے تھے ۔ میرا بچپنا ہے جامعہ اشرفیہ مختار العلوم گھسکی ٹولہ بائسی پورنیہ بہار میں جلسۂ سیرت النبی ہے۔ مشائخ وخطباء میں سرکار کلاں سید شاہ مختار اشرف ،سید شاہ اظہار اشرف، سید شاہ مظفر حسین اور سید شاہ کلیم اشرف کے اسماء گرامی ہیں ۔

اس غریب علاقہ میں چھوٹے بڑے جلسے کی تیاری میں مصروف ہیں ۔ ہم چند طلبہ مدرسہ میں بیت الخلاء بنانے میں لگے ہوئے ہیں اتنے میں والد گرامی حضرت علامہ مفتی محمد ادریس اشرفی رحمۃ اللہ علیہ خلیفۂ سرکارکلاں کی زبان سے یہ سنا کہ اب بیت الخلاء بنا کر کیا کروگے ۔ چاروں بزرگوں میں سے کوئی بھی اس جلسہ میں شرکت نہیں فرما رہے ہیں والد گرامی نے اس وقت تفصیل یہ بتائی تھی کہ'' بہادر گنج علاقہ میں رات کو جلسہ تھا ان بزرگوں کی مدلل ومبرہن ومکمل تقریریں عقائد اہل سنت وجماعت کے اثبات میں ہوئی تھیں ۔ بدعقیدے لوگ دلائل سن کر مارے شرم کے ادھر ادھر چھپ گئے جب ان بدطینتوں کو پتہ چلا کہ چاروں بزر گھسکی ٹولہ بائسی پورنیہ کے جلسہ کے لئے روانہ ہو چکے ہیں پھر کیا تھا کہ سب باہر نکل آئے اور اہل سنت کو

چیلنج کرنے لگے یہ سمجھ کرکہ اب تو وہ لوگ جاچکے ہیں دوبارہ آنے والے نہیں ہیں کچھ جانبازوں نے تیز رفتار سواری سے چل کر چاروں بزرگوں کو جو اس وقت کشن گنج میں تھے اطلاع دی کہ حضور غضب ہوگیا ہے آپ حضرات کی واپسی کے بعد ہی سے بدعقیدے لوگ الٹا سیدھا بول رہے ہیں اور اہل سنت و جماعت کو چیلنج کررہے ہیں۔شیخ المشائخ اور شیخ اعظم احقاق حق کے لئے اسی وقت وہاں سے روانہ گئے۔

ادھر جب بدعقیدوں کو پتہ چلا کہ اولادِ شیر خدا واپس آرہے ہیں پھر سب بھاگ نکلے۔شیخ اعظم نے سینوں اشرفیوں خاص کر اپنے مریدوں سے فرمایا ایک کڑھائی میں تیل کھولایا جائے پھر دونوں لوگ اپنا اپنا ہاتھ ڈالیں اگر ہم غلط ہوں گے تو ہمارا ہاتھ جل کر خاک ہوجائے گا اور اگر وہ لوگ غلط عقیدے پر ہیں تو انہیں سزا ایسی ملے گی کہ دنیا دیکھے گی کہ ان کا کیا حشر ہوا۔حق حق ہوتا ہے اور باطل باطل ہوتا ہے اور باطل میں یہ جرأت کہاں کہ حق کے سامنے ٹک سکے۔کوئی بھی سامنے آنے کی جرأت نہ کرسکا وہ سب جانتے تھے کہ آل رسول ہیں حق پر ہیں ان کا ہاتھ تو نہ جلے گا مگر ہمارا حشر ہی بگڑ جائے گا اور عوام الناس کے سامنے رسوائی الگ ہوگی۔دور دور تک کسی بدعقیدہ کا پتہ نہ تھا اور پھر اہل سنت کا سر اونچا ہوگیا اس کے بعد اس علاقے میں سنیت خوب پھیلی جس علاقے میں مونگیر یوں کا قبضہ تھا اور وہابیت پھل پھول رہی تھی اب سنیت کی فصلیں لہلہا رہی تھیں۔ اس علاقے میں سنیت کی فصل تیار کرنے والے شیخ اعظم ہی تو تھے جنہوں نے جہد مسلسل اور عرق ریزی کرکے سنیت کی جڑوں کو مضبوط کیا تھا آج مختلف لوگ اس فصل کو کاٹ رہے ہیں اور خوب کاٹ رہے ہیں۔خاندان نبوت کا انداز بھی نبوی انداز کا ہوتا ہے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عیسیٰ کے رب نہ ہونے پر مختلف دلیلیں دیں۔نہ مانا رب نے فرمایا'' قل تعالوا ندع ابناء ناو ابناء کم ونساء ناو نساء کم وانفسنا وانفسکم ثم نبتهل فنجعل لعنة الله علی الکاذبین ''ان سے فرمادو کہ تم اپنے بچوں کو ہم اپنے بچوں کو تم اپنی عورتوں کو ہم اپنی عورتوں کو تم اپنی جانوں کو ہم اپنی جانوں کو لے آئیں پھر مباہلہ کریں تو جھوٹوں پر اللہ کی لعنت ڈالیں۔

دلیل نہ ماننے والوں سے مباہلہ کیا جاتا ہے یہودیوں کے پادری جانتے تھے کہ یہ نبی ہیں اور نبی کی دعا مقبول ہوتی ہے مباہلہ کرنے سے انکار کیا اور جزیہ پر مصالحت کرلی جیسا کہ تفاسیر کی کتابوں سے واضح ہے۔

شیخ اعظم نے بھی نبوی انداز کو اپناتے ہوئے پہلے مناظرہ اور پھر مباہلہ کی دعوت دی۔شاتمین رسول اولاد رسول سے مباہلہ کیا کرتے جس طرح یہودی پادریوں نے راہ فرار اختیار کی تھی ان بدعقیدوں کو بھی راہ فرار اختیار کرنا پڑی۔

شیخ اعظم کی شبانہ روز محنتوں،ان کے کارناموں دین کی راہ میں ان کی قربانیوں اور ان کی بے مثال عزیمت واستقامت کو دیکھ کر حضور سرکار کلاں اپنی آنکھیں ٹھنڈی کیا کرتے اور ان سے خوشی اور اطمینان ظاہر فرماتے

تھے اوران پر پورا پورا بھروسہ کرتے تھے۔ کچھ لوگوں نے سرکارکلاں سے شیخ اعظم کی با قاعدہ شکایت کی کہ اتنا بڑا ہال بن رہا ہے رسید بھی نہیں ہے چندہ بھی نہیں ہو رہا ہے لگتا ہے خفیہ طور پر کہیں سے روپیہ آتا ہے اور کچھ ہال میں لگتا ہے اور کچھ ادھر اُدھر خرد برد میں ختم ہوتا ہے سرکارکلاں کو شیخ اعظم پر پورا پورا بھروسہ تھا اور ان کی ایمانداری و دیانتداری پر ذرا سا بھی شک نہیں تھا مگر چوں کہ شکایت ہو چکی تھی اس لئے حسن تدبیر سے سرکارکلاں نے شکایت دور کر دی۔

ایک دن اچانک سرکارکلاں کی نشست گاہ میں شیخ اعظم کا ورود ہوا چند اشخاص پہلے سے موجود تھے۔ سرکارکلاں نے فرمایا اظہار میاں! احمد اشرف ہال کی تعمیر ہو رہی ہے روپیہ کہاں سے آتا ہے اور اس کے حساب و کتاب کا کیا معاملہ ہے؟ شیخ اعظم بھی روشن ضمیر تھے سمجھ گئے کہ ماجرا کیا ہے؟ عرض کیا کوئی رسید نہیں ہے نہ چندہ ہی ہوتا ہے مگر کچھ مخلصین ہیں جو مجھ پر اعتماد کر کے دیتے ہیں فلاں نے اتنا دیا فلاں نے اتنا دیا بنیاد رکھتے وقت آپ نے بھی ایک خطیر رقم دی تھی اور میں اپنا ذاتی دو لاکھ روپے لگا چکا ہوں۔ اگر آپ کی اجازت ہو تو مکمل حساب آپ کی بارگاہ میں پیش کر دوں سرکارکلاں نے فرمایا اس کی ضرورت نہیں احمد اشرف ہال کا کام تیزی سے آگے بڑھاؤ اور دو لاکھ فی الفور میں دیتا ہوں لہٰذا لوگوں کی شکایت نے شیخ اعظم کے والد و شیخ کی نظر میں ان کا اعتماد اور بھی بڑھا دیا اور ادھر احمد اشرف ہال کے بھاگ بھی جاگ اٹھے۔

شیخ اعظم رات دن ایک کر کے پوری محنت ولگن کے ساتھ تعمیر کو مکمل کرنے میں لگ گئے جب چھت کی ڈھلائی کا وقت آیا تو آپ مسلسل پانچ دن چار رات تک چارپائی پر وہیں تشریف فرما رہے جب کہ سخت گرمی تھی، حرارت وتمازت شباب پر تھی اور مزدور بمشکل کام کر رہے تھے۔

شیخ اعظم اپنے والد و شیخ کی نظر میں کیسے تھے اس کا اندازہ اس سے بھی ہوتا ہے کہ میں نے اپنی زندگی میں کبھی نہیں دیکھا اور نہ کسی سے سنا کہ شیخ اعظم کے کسی فعل وعمل پر سرکارکلاں نے یہ فرمایا ہو کہ تم نے یہ کیوں کیا یا کسی فعل کے ترک پر کہا ہو کہ تم نے یہ کیوں نہیں کیا؟ جامع اشرف کو ابتدائی مراحل میں چلانے میں کافی دقتوں کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔ بجٹ کا معاملہ دشوار کن تھا۔ سرکارکلاں اپنی فراست سے اس چیز کو محسوس کرتے تھے۔ لہٰذا آپ نے شیخ اعظم کی الجھنوں کو دور فرمانے کی ایک صورت نکالی شیخ اعظم سے فرمایا جامع اشرف کے شیخ الحدیث کی تنخواہ میرے ذمہ ہے۔ آپ نے اکبرپور کی زمین جو ریلوے اسٹیشن کے قریب تھی کئی قسطوں میں کئی سالوں میں فروخت کرتے رہے اور شیخ الحدیث مفتی عبدالجلیل اور مفتی زین الدین وغیرہ صاحبان کی تنخواہ ادا فرماتے رہے بلکہ کبھی شوال ہی میں ایک مشت پورے سال کی تنخواہ جمع فرما دیتے تھے جس کی تفصیل سرکارکلاں کے اپنے ایک رجسٹر میں درج ہے۔

اس رجسٹر کو میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے سرکارکلاں نے اپنی حیات طیبہ میں خود پڑھ کر سنایا تھا۔ لہٰذا شیخ اعظم والد و شیخ کی نظر میں ایسے تھے کہ اگر انہیں دین کی خدمت میں دشواریاں پیش آتی تھیں تو سرکارکلاں

اپنی ذاتی ملکیت کی زمین فروخت کر کے ان کی دشواریاں دور فرماتے۔

شیخ اعظم اپنے والد و شیخ کی نظر میں جملہ مریدین ومتوسلین، اولا د امجاد اور اہل خاندان میں سب سے زیادہ متدین ومتشرع ،قابل اعتماد، معاملہ فہم، دوراندیش اور مستحق نیابت تھے۔ ایک مرتبہ ایک شخص جھونی استمبرار کا رہنے والا مکھیا معیز الدین عرس مخدومی کے موقع پر اپنے قیام وطعام کے حل کے لیے سرکارکلاں کے پاس پہونچا تو آپ نے ارشاد فرمایا آپ محمود میاں سے ملیں اظہار میاں سے ملیں؟ مکھیا جی نے کہا نہیں اس وقت آپ نے حسین انداز میں تنبیہ فرمائی پہلے لورکورٹ جانا چاہیے پھر ہائی کورٹ اس کے بعد سپریم کورٹ آپ یکبارگی سپریم کورٹ پہونچ گئے۔ اس تنبیہ میں اشارۃً یہ بھی بیان فرما دیا کہ میرے بعد سجادہ نشین کون ہوگا اور ان کے بعد کون؟ معلوم ہونا چاہیے کہ سرکارکلاں نے اپنی حیات طیبہ ہی میں عرس مخدومی کا انتظام وانصرام شیخ اعظم کے ذمے کر دیا تھا سوائے لنگر خانہ کے جسے سرکارکلاں نے اپنے ذمے لے رکھا تھا۔

ایک بار حضرت سرکارکلاں نے اپنی زبان مبارک سے فرمایا کہ ''اظہار میاں میں آپ کی امانتداری کی قسم کھا سکتا ہوں، اظہار میاں مجھے فخر ہے کہ میری ایک اولاد نہایت ہی امانت دار ہے''

آہ! عالم اسلام کا عظیم پیشوا جو طویل علالت کے بعد اسماعیلیہ ہاسپٹل ممبئ میں ۲۹ ربیع الاول ۱۴۳۳ھ مطابق ۲۲ فروری ۲۰۱۲ء کو اپنے رب حقیقی سے جا ملا ''اناللہ وانا الیہ راجعون''۔

مادۂ سن ولادت	اظہار اشرفی کا ورود	(۱۹۳۵)
مادۂ سن وصال	فیض اظہار اب ہوا	(۲۰۱۲)
مادۂ کل عمر مبارک	کنز	(۷۷)

ابر رحمت تیرے مرقد پر گہرباری کرے
حشر تک شان کریمی ناز برداری کرے
فنا کے بعد بھی باقی ہے شان رہبری تیری
خدا کی رحمتیں ہوں اے میر کارواں تجھ پر

☆☆☆☆

احترام کی نگاہ سے دیکھنا

طلبہ کو چاہئے کہ وہ اپنے اساتذہ اور شیوخ کو احترام وعزت کی نگاہ سے دیکھیں اور انہیں مرتبۂ کمال پر سمجھیں۔ بعض سلف کا طریقہ تھا کہ اپنے اساتذہ کی بارگاہ میں جانے سے پہلے صدقہ کرتے اور اللہ کی بارگاہ میں دعا کرتے ''اللھم استر عیب شیخی عنی ولا تذھب برکۃ علمہ منی'' ''اے اللہ میرے شیخ کے اندر کوئی عیب ہو تو اسے مجھ پر ظاہر نہ فرما اور مجھے ان کے علم کی برکت سے محروم نہ کر۔

اساتذہ سے گفتگو کرنے کا انداز

استاذ سے صیغۂ خطاب یعنی آپ کہہ کر گفتگو نہ کریں اور انہیں دور سے نہ پکاریں بلکہ جب بھی استاذ سے مخاطب ہوں تو یا شیخ، یا استاذی، اور یا سیدی جیسے کلمات کے ذریعہ مخاطب ہوں۔ (بقیہ صفحہ   پر)

شیخ اعظم آفاقی فکر وآگہی کے مالک

مولانا محمد ممتاز عالم مصباحی، پرنسپل جامعہ شمس العلوم گھوسی ضلع مئو یوپی

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا اولین مقصد تعلیم حکمت، تزکیۂ نفس اور اصلاح ظاہر وباطن ہے۔ ارشاد رب العزت ہے"ھوالذی بعث فی الامیین رسولا منھم یتلوا علیھم ایاتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتاب والحکمۃ"

چوں کہ ہمارے رسول سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں آپ کے بعد کسی نبی کا آنا ناممکن اور محال بالذات ہے مگر تعلیم وتزکیہ رہتی دنیا تک خلق کی ضرورت ہے۔ اس لیے رسول پاک ﷺ کے پردہ فرما لینے کے بعد اس مشن کو فروغ دینے اور آگے بڑھانے کی اہم ذمہ داری علماء اور اولیاء وصوفیاء کے سر آئی

قرون اولیٰ میں تعلیم اور تزکیہ دونوں کام کے لئے الگ الگ افراد متعین نہیں تھے اور نہ ہی جگہ متعین تھی۔ بلکہ ایک ہی جگہ جو تعلیم وتدریس کی ذمہ داری نبھاتا وہی تزکیہ نفس کا فریضہ بھی انجام دیتا البتہ بعد میں تقسیم کاری عمل میں آئی کہ درس وتدریس، تعلیم وتعلم کا کام علماء کریں گے اور تزکیہ واصلاح باطن کا کام صوفیاء انجام دیں گے۔ علماء مدرسوں میں ہوں گے اور صوفیاء خانقاہوں میں۔

برصغیر میں تصوف کے چار بڑے سلاسل اپنے انوار وتجلیات سے خلق خدا کے قلوب واذہان کو منور ومجلی کررہے ہیں (۱) سلسلۂ قادریہ (۲) سلسلہ چشتیہ (۳) سلسلۂ نقشبندیہ (۴) سلسلۂ سہروردیہ۔ اس میں کوئی دو رائے نہیں کہ برصغیر میں اشاعت اسلام، رد بدعات ومنکرات اورامر بالمعروف ونہی عن المنکر کا سب سے عظیم اور وسیع کارنامہ صوفیائے چشتیہ نے انجام دیا اور اشاعت حق کا یہ سلسلہ آج تک قائم ہے۔ اور رہتی دنیا تک قائم رہے گا (ان شاء المولی القدیر)

اکناف عالم میں سلسلہ چشتیہ کے بے شمار روحانی مراکز اور انگنت خانقاہیں ہیں۔ خانقاہیں شریعت وطریقت کا سنگم اور رشد وہدایت کا سرچشمہ ہوتی ہیں جہاں دلوں کو مسخر کرنے والے اوصاف وکمالات کے حامل افراد ڈھالے جاتے ہیں، انہیں خانقاہوں میں کچھوچھہ مقدسہ کی خانقاہ حسنیہ سرکارکلاں بھی ہے۔ یہ سلسلہ چشتیہ کی عظیم اور نمائندہ خانقاہ ہے۔ یہ وہ خانقاہ ہے جو" یزکیھم " کی عملی تفسیر کی عظیم درسگاہ ہے، جہاں" یعلمھم الکتاب والحکمۃ " کی صدائے پر بہار گونج رہی ہے، جو طہارت باطنی اور نجابت نفس کا موج مارتا ہوا بحر ذخار ہے، جو غوث اعظم کی تجلیات وبرکات کا منبع ہے، فقر ودرویشی، تقویٰ وطہارت، تصلب فی الدین، ولایت وبزرگی، خشیت الٰہی، اخلاقی بلندی، خدمت خلق، اشاعت حق، خلوص واحسان، مہمان نوازی اس خانقاہ کی روایات ہیں۔ خانقاہ کی انہیں روایتوں اور وراثتوں کے امین و وارث صاحب سجادہ سرکارکلاں وبانی جامع اشرف شیخ اعظم حضرت مولانا الحاج مفتی الشاہ سید اظہار اشرف اشرفی جیلانی قدس سرہ النورانی کی باوقار شخصیت ہے۔

حضرت شیخ اعظم صرف رائج الوقت شیخ طریقت

ہی نہ تھے بلکہ ایک عالم ربانی، بالغ نظر مفتی، زبردست مناظر و متکلم، اعلیٰ انتظامی صلاحیت، آفاقی فکر وآگہی اور عہد ساز شخصیت کے مالک تھے۔ حضرت موصوف اس حقیقت سے بخوبی واقف تھے کہ خانقاہوں میں کردار و عمل کی اصلاح ہوتی ہے، فکر و دانش کی تطہیر ہوتی ہے، قلب و نفس کا تزکیہ ہوتا ہے مگر عمل کے لئے علم بنیادی چیز ہے۔ بے علم صوفی شیطان کا مسخرہ ہوتا ہے، جن خانقاہوں سے علم اٹھ گیا وہ بے راہ روی کی شکار ہو گئیں، خانقاہوں کی تاریخ کے اوراق وصفحات شاہد ہیں کہ علم بیزاری خانقاہوں کی عظمتوں کے زوال کا اشاریہ ہے۔

حضرت شیخ اعظم کی فکری بصیرت یہ بھی محسوس کر رہی تھی کہ دینی مدارس مسلمانوں کے لیے قیمتی اساسہ اور بیش بہا سرمایہ ہیں اور سرچشمۂ حیات ہیں جن کا وجود ازبس ضروری ہے۔ ان کی بقاء کے لئے جدو جہد کرنا ہر مسلمان کا دینی وملی فریضہ ہے کیوں کہ ان کی بقاء وتحفظ ہی پر دین کی بقاء وتحفظ کا انحصار ہے۔ اگر اس عظیم سرمایہ کو کسی نے ہاتھ لگایا اور اسے پامال و برباد کیا تو مسلمانوں کا خرمن دین وایمان جل کر خاک ہو جائے گا۔ ہمارے اسلاف نے اپنے اپنے زمانے میں اس قیمتی سرمایہ کو دست برد سے بچایا اور انہیں قوت وتوانائی بخشنے کے لئے اپنی جان کی بازی لگا دی۔

علماء جو مدارس کی پیداوار ہیں اسلام کی خوبیوں اور باطل کی خرابیوں کو اچھی طرح سمجھتے ہیں اور علمی و تحقیقی حیثیت سے اسلامی اصول ونظریات کی برتری کو غیر اسلامی اصول ونظریات پر ثابت کر سکتے ہیں۔ یہ اسلامی احساسات و جذبات سے خود ہی سرشار نہیں رہتے بلکہ اسلامی روح اور اسلامی طرز زندگی کے پر جوش داعی و مبلغ بھی ہوتے ہیں۔ انہی سے حالات کی درستگی اور کسی اصلاح وانقلاب کی امید کی جا سکتی ہے اور یہی کفر وضلالت اور مادیت کی آلودگیوں سے دنیا کو پاک کر کے توحید، حق وعدل اور روحانیت کو برگ و بار لانے کا موقع دے سکتے ہیں اور زمین سے باطل کے خس وخاشاک کو صاف کر کے ایمان ویقین کے گل وریحان سے سنوار اور سجا سکتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ہندوستان میں اگر اسلام زندہ و سربلند ہے اور مسلمانوں کی شناخت و تشخص باقی و برقرار ہے تو اس میں خاص دخل اسلامی مدارس اور دینی درسگاہوں کا ہے۔ یہ اسلام کے وہ مضبوط و مستحکم قلعے ہیں جنہوں نے ماضی میں حق بین اور حق آگاہ افراد پیدا کئے اور ان کی آغوش تربیت میں ان مردان کار اور غازیان علم وعمل کی نشو ونماء ہوئی جنہوں نے وقت کے رخ کو موڑ کر اس ملک کی تاریخ و تقدیر بدل دی۔ آزمائشوں اور مشکلات کا سامنا کیا مگر کسی لالچ اور دباؤ میں نہیں آئے، فقر واحتیاج کے باوجود ان سے صبر وقناعت کا دامن نہ چھوٹا اور نہ ان کے ضمیر وایمان پر کوئی آنچ آئی۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت شیخ اعظم نے لوگوں کو مدارس کے قیام واحیاء کی ترغیب دی، مدارس کی سرپرستی کو اپنی توجہات کا مطمح و مرکز بنایا اور دائرے کو مزید وسیع کیا خود آپ نے خانقاہ کے حیطۂ نور میں علم وحکمت، فن وادب کا ایک پودا لگایا جو آپ کی زندگی ہی میں ایک ایسا قد آور تناور درخت بن گیا جس کی جڑ زمین کی تہوں میں پیوست ہے اور شاخیں آسمان کی بلندی سے باتیں کر رہی ہیں۔ اس سے ہماری مراد فکر وفن، علم وادب کی عظیم دانش گاہ جامع اشرف کچھوچھہ مقدسہ کی نشأۃ ثانیہ سے ہے۔

جامع اشرف ہندوستان کے ان چند قابل ذکر اداروں میں سے ایک ادارہ ہے جہاں مستحکم اور مضبوط نظام ونصاب کے تحت تعلیم و تربیت کا معقول بندوبست ہے۔

مناسب ہے کہ آخر میں یہ بات بھی واضح کر دی جائے کہ جامع اشرف بلاشبہ حضرت شیخ اعظم کی مساعی جمیلہ کا مرہون وممنون ہے، مگر اس کی نوک پلک کی درستگی وتیز گامی کے ساتھ ترقی کی شاہ راہ کو طے کرنے، زمانہ کے نئے چیلنجوں کو محسوس کر کے ان کے مقابلہ کے لئے افراد تیار کرنے میں قائد ملت حضرت علامہ سید شاہ محمود اشرف اشرفی جیلانی سجادہ نشین آستانہ عالیہ کا اہم رول ہے۔ حضرت قائد ملت بے پناہ فکری بصیرت اور بے حد سیاسی اور ملی قائدانہ صلاحیت کے مالک ہیں۔ آپ کی عقابی فکر اور پاکیزہ خداداد صلاحیت نے جامع اشرف کو ایسی بلندی اور عظمت دی جو رشک ثریا ہے۔ شیخ اعظم آج ہماری ظاہری نگاہوں سے اوجھل ہیں مگر خانقاہ اور جامع اشرف کی شکل میں آپ کی حیات مستعار کا اہم مشن موجود ہے۔ سچی اور واقعی عقیدت و ارادت کا تقاضا یہ ہے کہ ہم آپ کے مشن کو فروغ دیں اور اس پر کسی طرح کی آنچ نہ آنے دیں۔ رب قدیر حضرت شیخ اعظم کے روحانی فیض سے ہم سبھوں کو مستفیض فرمائے اور قائد ملت کے دوش بہ دوش قدم بہ قدم چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

☆☆☆☆

عرس مخدومی

مشائخ سلسلہ اشرفیہ کی تمام تر سابقہ روایات اور شرعی وروحانی مراسم کو مدنظر رکھتے ہوئے ہر سال خانقاہ اشرفیہ حسنیہ سرکار کلاں میں ۲۶۔۲۷۔۲۸ محرم الحرام کو عرس مخدومی کا پروگرام منعقد ہوتا ہے جس میں ملک کے گوشے گوشے سے علماء ومشائخ اور عاشقان اولیاء در اشرف پر حاضری دینے کیلئے شریک ہوتے ہیں۔ اور اپنے دامن کو گوہر مراد سے بھر کر واپس جاتے ہیں۔ عرس پاک کا پروگرام درج ذیل محافل کے مطابق ہوتا ہے۔

(۱) ۲۶ محرا الحرام بعد نماز عصر طلبہ جامع اشرف کی طرف سے پرچم کشائی کا پروگرام ہوتا ہے جو حضور صاحب سجادہ کے دست اقدس سے انجام دیا جاتا ہے اور طلبہ جامع اشرف کے ساتھ زائرین عرس پاک دست بستہ کھڑے ہو کر حضور صاحب سجادہ کا تحریر کردہ ترانہ جامع اشرف پڑھتے ہوئے دربار اشرف میں فریاد پیش کرتے ہیں اس کے فوراً بعد حضور سجادہ کے ذریعہ فارغین جامع اشرف کی ختم بخاری شریف کی تقریب منعقد ہوتی ہے جس میں حضور سجادہ کے نورانی کلمات ومواعظ حسنہ سے لوگ مشرف ہوتے ہیں۔

(۲) ۲۷ محرم الحرام کو کچھوچھہ مقدسہ حضور صاحب سجادہ کی قیام گاہ سے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک اور دیگر تبرکات کو ''جلوس'' کی شکل میں خانقاہ شریف لایا جاتا ہے یہ منظر کس قدر روحانی اور عرفانی ہوتا ہے اس کا اندازہ کچھ اسی کو ہو سکتا ہے جس نے اسمیں شرکت کی ہو۔ کون ہوگا جس کی آنکھیں اس نورانی منظر سے روشن نہ ہو جاتی ہوں۔ ہر شخص تڑپتے دل کے ساتھ باادب ہو کر بعد نماز عصر حضور صاحب سجادہ کے دست مبارک سے ان تبرکات کی زیارت کرنے کو بیتاب رہتا ہے۔ پھر بعد نماز عشاء فارغین طلبہ جامع اشرف کی دستار بندی کا دلچسپ کا منظر ہوتا ہے اور ملک کے مایۂ ناز خطباء وعلمائے کرام کا تقریری پروگرام ہوتا ہے۔

(۳) ۲۸ محرم الحرام کو جلوس غوثیہ صاحب سجادہ کی قیادت میں قیام گاہ صاحب سجادہ سے خانقاہ شریف لایا جاتا ہے۔ بعد نماز عصر صاحب سجادہ لباس غوثیہ کو زیب تن فرماتے ہیں پھر اسی وقت اجتماعی طور پر دعا خوانی اور قل شریف کا پروگرام ہوتا ہے۔ یہ وقت قبولیت دعا کا ہوتا ہے اور فیضان مخدومی کی بارش زوروں پر ہوتی ہے اس روحانی کھڑی میں جس کو قبولیت کا مخصوص لمحہ مل گیا وہ بڑا خوش نصیب ہے اس طرح عرس کی تقریبات مکمل ہو جاتی ہیں اور ۲۹ محرم کی صبح سے زائرین رخصت ہونا شروع کر دیتے ہیں۔

شیخ اعظم نے مردہ دلوں کو زندگی بخشی

مفتی شفیق احمد شریفی،
قاضی شہر و مفتی و پرنسپل دارالعلوم غریب نواز و بانی جامعہ دارالعلوم وافضل المدارس الہ آباد

رہبر شریعت، غواص بحر طریقت، شیخ المشائخ، برکت العصر، ممتاز العلماء، شیخ اعظم حضرت علامہ الحاج سید شاہ محمد اظہار اشرف اشرفی جیلانی علیہ الرحمہ خانوادۂ اشرفیہ کے روشن چراغ تھے، روشن ضمیر، صافی قلب تھے، صاحب نسبت اور صاحب خدمت مانے جاتے تھے، اعمال صالحہ، اخلاق حسنہ میں اسلاف عالی قدر کی عظمت شان اور جلالت مکان کے محسوس مبصر پیکر تھے اور وجاہت تو عطائے کریم بندہ نوازتھی، کریم بندہ نواز نے سیرت کے ساتھ صورت بھی مثالی عطا فرمائی تھی جو تنویر قلبی کی بھی ظاہری نشانی تھی اپنی ذات وصفات سے اپنے عہد میں رونق اسلام اور مذہب اہل سنت و جماعت کے نشان تھے۔ حسن سیرت اور بہترین اخلاق ہی سے انسان جلیل القدر اور عظیم المرتبت بنتا ہے۔ انسانی زندگی کے عروج و ارتقاء اور ترقی وتنزلی میں اخلاق کو بڑا دخل ہوتا ہے اور یہ وصف شیخ اعظم میں درجۂ کمال پر تھا۔ جس وقت جامع اشرف میں استاذ العلماء حضرت علامہ شاہ مفتی عبدالجلیل علیہ الرحمہ شیخ الحدیث کے منصب پر فائز تھے راقم الحروف کو بارہا عرس مخدومی کے موقع پر حاضری کی سعادت ملی۔ شیخ اعظم سے بھی شرف نیاز ہوتا، نوازش کی برسات فرما دیتے اور مفتی صاحب کو تاکید فرماتے کہ مولانا (شفیق احمد شریفی) کا خاص خیال رکھئے گا ، ناشتہ کھانا وغیرہ میں کسی طرح کی کوئی تکلیف نہ ہو ، اصاغر سے لے کر اواسط تک سب کی خیریت معلوم فرماتے اور اکابر کی تعظیم وتوقیر کا تو کہنا ہی کیا تھا جو ملتا وہ آپ کے اخلاق کریمانہ کی تعریف کرتا۔

خطیب مشرق، پاسبان ملت حضرت علامہ مشتاق احمد نظامی بانی دارالعلوم غریب نواز موسس کل ہند سنی تبلیغی جماعت (قدس سرہ) نے بیان فرمایا کہ جس زمانہ میں علامہ ارشد القادری اور مجاہد دوراں علامہ سید مظفر حسین اور میں سرزمین بہار پر جماعت اہلسنت کے تبلیغی کاموں کی جد و جہد میں مصروف تھے اور جماعت کو فروغ و ارتقاء دینے میں سخت کوشاں تھے۔ ہم تینوں نے باتفاق رائے شیخ اعظم حضرت علامہ الحاج سید محمد اظہار اشرف علیہ الرحمہ کو ایک مرشد طریقت کی حیثیت سے پورنیہ اور بہار کے متعدد اضلاع میں مدعو کیا۔ رات کانفرنسوں، جلسوں میں ہم لوگ اصلاح عقائد و اعمال پر بھرپور خطاب کرتے اور پورے مجمع کے سامنے حضرت شیخ اعظم کے علم و فضل، بزرگی و تقویٰ کا ذکر کر کے مجمع کو گرویدہ بنا دیتے اور پھر اختتام اجلاس پر ہزار ہا لوگ فسق و فجور اور گناہوں سے آپ کے ہاتھ پر بیعت و توبہ کرتے اور سلسلۂ اشرفیہ میں داخل ہو کر اپنے کو بدعقیدگی اور فسق و فجور سے بچا لیتے بیعت کر لینے کے بعد شیخ موصوف اپنے مریدین و معتقدین کو اصلاح نفس، تزکیۂ قلوب سے اس قدر اپنا بنا لیتے کہ اور کی طرف رخ ہی نہیں کرتے اس کا ایک عظیم دینی فائدہ یہ ہوا کہ بہار کے متعدد اضلاع میں عقیدۂ حق اہل سنت کی بہار نظر آنے لگی اور ادیان باطلہ کا جنازہ نکلنے لگا۔

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

شیخ اعظم اپنے اسلاف کی یادگار تھے جن کے اندر اخلاص کا طلاطم تھا، پاکیزہ نگاہی کا جمال تھا، قلب مضطر کا سوز وگداز تھا، علم کا تعمق تھا، بصیرت کی روشنی تھی، عشق کی حرارت تھی، محبت کی چاشنی تھی، فکر وخیال کی گہرائی وگیرائی تھی، کردار کی پختگی تھی، نفس گرم کی مسیحائی تھی، عزائم میں بلندی و استواری تھی، دین میں تصلب تھا، مسلک پر استقامت وثبات قدمی تھی، شوکت اسلام اور فروغ مذہب ومسلک کا ولولہ تھا، امت مسلمہ کی خیرخواہی تھی، اپنی وراثت علمی وامانت نئی نسل تک منتقل کرنے کی بے تاب آرزو تھی۔

یقیناً آپ اپنے اسلاف واکابر کی محبت وتربیت اور ان کے فیضان کے حامل تھے جن کا وجود مغتنمات روزگار سے تھا جو ویرانوں کو آباد کردیا کرتے تھے اور صحراؤں کو گلزار بنادیا کرتے تھے، جن کی تنہا ذات رشک صدا نجمن تھی جو اکیلے ہزاروں پر بھاری ہوا کرتے تھے اور جدھر رخ کردیا کرتے تھے ادھر بہاروں کا قافلہ ان کی ہمرکابی وہمنوائی کو اپنی خوش بختی وخوش نصیبی تصور کیا کرتا تھا اور جن کے بارے میں ہمارا یہ تاثر ہے

ان کا سایہ ایک تجلی ان کا نقش پا چراغ
وہ جدھر گزرے ادھر ہی روشنی ہوتی گئی

مولیٰ تعالیٰ آپ کے خلف الرشید وجانشین مخدوم زادہ سید محمود اشرف زید مجدہٗ کو اپنے والد محترم کے نقوش قدم پر چلنے کی توفیق بخشے اور آپ کے چھوڑے ہوئے کاموں کو آپ کی خواہش کے مطابق ان کی تکمیل کے اسباب عطا فرمائے (آمین)

☆☆☆☆

اساتذہ کے حقوق کی معرفت

استاذ کا حق جانیں اور ان کے احسانات کبھی فراموش نہ کریں۔ امام شعبہ فرماتے ہیں اگر میں نے کسی سے ایک حدیث بھی سماعت کی زندگی بھران کا غلام بنا رہا۔ حضرت قرہ بن خالد کہتے ہیں کہ عکرمہ بصرہ تشریف لاتے اور جب تک وہاں قیام پذیر رہتے، حسن بصری اپنی علمی مصروفیات ترک فرمادیتے اور شیخ کی خدمت میں لگے رہتے۔

اساتذہ کی خاطر قطعِ تعلق

استاذ کی حرمت کو پامال ہونے سے بچائیں اگر کوئی انہیں بُرا بھلا کہہ رہا ہو تو ان کی طرف سے دفاع کریں اور اگر دفاع کی طاقت نہ رکھتا ہو تو ایسے شخص سے قطع تعلق کرلیں۔

اساتذہ کی ناراضگی پر

اگر استاذ کسی بات پر ناراض ہوجائیں تو ان سے معافی مانگیں اور آئندہ وہ کام نہ کرنے کا انہیں یقین دلائیں اور ان کے زدوکوب اور مار پیٹ کو تعصب وتنگ نظری پر محمول نہ کریں بلکہ اسے اپنے لئے صلاح ودرستگی اور حسنِ حال کا ذریعہ سمجھیں۔ بعض سلف فرماتے ہیں کہ جو شخص علم کی خاطر مار پیٹ برداشت نہ کرے وہ ساری زندگی جہالت کی تاریکی میں رہے گا اور جو اسے برداشت کرتا ہے وہ دنیا وآخرت میں عزت یاب ہوجاتا ہے۔

شیخ اعظم عصر حاضر کی ممتاز شخصیت

مولانا محمد احمد سراجی قادری ضیائی،
نبیرۂ اکبر حضور سراج العارفین علامہ عزیز الحق کوثر ندوی قادری چشتی نظامی علیہ الرحمہ وارانسی

اسم مبارک اظہار اشرف، کنیت ابوالحمود اور لقب شیخ اعظم اور مخدوم العلماء ہے والد ماجد کا اسم گرامی اور لقب نورانی مخدوم المشائخ حضرت مولانا سید شاہ مختار اشرف اشرفی جیلانی، والدہ ماجدہ کا نام عکس رابعہ ثانیہ سیدہ سنجیدہ، دادا کا نام عارف حقانی حضرت مولانا سید شاہ احمد اشرف اشرفی جیلانی، پردادا کا نام قدوۃ الواصلین شبیہ غوث الثقلین اعلیٰ حضرت سید شاہ علی حسین اشرفی جیلانی اور نانا کا نام عارف باللہ حضرت سید شاہ مصطفیٰ اشرف اشرفی جیلانی علیہم الرحمۃ والرضوان ہے۔ کتنا پیارا اور دلکش ہے یہ شجرہ اور کتنی دلکشی ورعنائی ہے آپ کے آباء واجداد کے ناموں میں۔

زباں پہ بار الٰہا یہ کس کا نام آیا
کہ میرے نطق نے بوسے مری زباں کے لئے

شیخ اعظم کا سلسلۂ نسب قدوۃ الآفاق حضرت سید عبدالرزاق نورالعین (خلیفۂ اعظم حضرت سلطان مخدوم سید محمد اشرف جہانگیر سمنانی رضی اللہ عنہ) سے ہوتا ہوا (۲۷) ستائیس واسطوں سے سلطان الاولیاء، صاحب غوثیت کبریٰ سیدنا غوث اعظم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ تک پہونچتا ہے جو بلا شبہ نجیب الطرفین سید ہیں۔ شیخ اعظم سلسلۂ اشرفیہ کے مجدد حضرت سید شاہ علی حسین جیلانی علیہ الرحمۃ کے پوتا پروردۂ چہار محبوباں حضرت سید شاہ مختار اشرف اشرفی جیلانی علیہ الرحمۃ کے فرزندار جمند ہیں۔

ولادت باسعادت:

کسی دن کا واقعہ ہے کہ صبح کا سہانا سماں تھا۔ بادنسیم محوخرام تھی۔ طیور ان خوشنوا اپنی زبانوں میں حمد الٰہی اور توصیف ربانی کا زمزمۂ نور بلند کر رہے تھے۔ بہشتی ہواؤں کے چلنے سے برگہائے نخیل جھوم جھوم کر آپس میں گلے مل رہے تھے۔ ایسے فردوسی اور عرفانی ماحول میں شیخ اعظم کے پردادا، سلسلۂ اشرفیہ کے مجدد، سید العارفین حضرت سید شاہ علی حسین اشرفی جیلانی علیہ الرحمۃ والرضوان حریم بارگاہ رسالت میں باریاب ہوتے ہیں۔ آپ کے ہمراہ متعدد مریدین ومعتقدین میں حضرت مولانا یونس اشرفی بھی تھے کہ دفعتاً ولی زمن قدوۃ الواصلین حضرت اشرفی میاں نے فرمایا: ''یونس! کچھوچھہ میں میرے پوتے کی ولادت ہوئی ہے'' خوش نصیب سننے والوں کو بڑی حیرت ہوئی کہ کوئی خط آیا نہ کوئی تار، آپ کیسے باخبر ہوگئے؟ دل ہی میں عقیدت کیش یہ سوچ رہے تھے مگر جو اللہ کا ولی اور رب کا محبوب ہوتا ہے وہ اپنی فراست باطنی اور نور ایمانی کے ذریعہ خیالات سے واقف ہوجاتا ہے۔ محبوب ربانی حضرت علامہ سید علی حسین جیلانی رضی اللہ عنہ نے زیر لب تبسم کے ساتھ برجستہ فرمایا: ''فقیروں کو خط یا تار کی ضرورت نہیں ہوتی'' اس عرفانی جملہ کو سن کر عشاق کا دل نور ایمان سے منور ہوگیا اور ان کی روحیں پکار اٹھیں۔

دیکھ اے چرخ ذرا شان رسول عربی
ایسے ہوتے ہیں غلامان رسول عربی

پھر وہ عاشق رسول عربی ﷺ جوش عارفانہ اور عشق قلندرانہ لئے ہوئے رحمۃ للعالمین ﷺ کے در اقدس پر پہونچتے ہیں۔سلام عاطرانہ اور نذر عاشقانہ پیش کرتے ہیں۔مواجہہ شریف میں حاضر ہوکر خوب خوب دعائیں کرتے ہیں اور ''اظہار اشرف'' نام رکھکر بارگاہ خیرالانام میں عرض کرتے ہیں کہ یاسید المرسلین !یارحمۃ للعالمین! میرے پوتے کے ذریعہ آپ کی نورانی شریعت کی بھرپور اوراس سے مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی کے نام پاک کا خوب خوب اظہار ہو۔

ولی کامل کی دعاتھی،قبولیت کے شرف سے نوازدی گئی۔درکریم کی دعاؤں کا فیضان لئے ہوئے حضرت شیخ اعظم جیلانی ٦ محرم الحرام ١٣٥٥ھ مطابق ١٩٣٦ء کو اس چمن کدۂ ہستی میں تشریف لائے۔کاشانۂ ولایت اس نومولود کے تولد سے جھوم اٹھا۔مادرمہربان نے آغوش محبت واکردی،والدمکرم کی جبین منورسجدۂ شکر کے لئے بے اختیار جھک پڑی اور خانوادۂ اشرفیہ کے اکابر واصاغر کے قلوب خوشی سے لبریز ہوگئے۔اہل محبت وعقیدت اور متوسلین ومریدین نے خوب خوب مسرتوں کا اظہار کیا۔

شیخ اعظم نے کچھوچھہ مقدسہ کے ایسے پاکیزہ گھرانے میں آنکھیں کھولیں جسکا ماحول دینی،ایمانی،روحانی،علمی، تربیتی،مذہب ومعرفت اور تصوف محمدی کے رنگ میں رنگا ہوا تھا۔شیخ اعظم کے والد ماجد،والدہ ماجدہ،آباء و امہات اور ان کے اوپر کے اکابرین عظام سب کے سب عالی مقام انسان،برگزیدہ شخصیت اور خدارسیدہ بزرگ تھے۔خداشناس والدین اور خدارسیدہ بزرگان خاندان نے شیخ اعظم کی بہترین تربیت فرمائی اوراپنے پاکیزہ اخلاق،عرفان میں ڈوبی ہوئی تعلیمات اور ایمانی خوبیوں سے اس ننھے وجود کوخوب آراستہ کیا۔جب آپ کی عمر چارسال چار ماہ چاردن کی ہوئی تو خاندان روایت کے مطابق خانوادۂ اشرفیہ کی ممتاز اور جلیل القدر شخصیتوں کی موجودگی میں نہایت شاندار طریقہ سے آپکی رسم بسم اللہ خوانی عمل میں آئی۔ابتدائی تعلیم اعلیٰ حضرت سیدنا شاہ علی حسین اشرفی جیلانی علیہ الرحمۃ والرضوان کے قائم کردہ جامعہ اشرفیہ کچھوچھہ شریف میں ہوئی۔محدث اعظم ہند اور سرکار کلاں علیہما الرحمۃ جیسی نابغۂ روزگار شخصیات اسی جامعہ کی پروردہ (PRODUCT) ہیں۔یہ وہی جامعہ ہے جس میں علامہ مفتی احمد یارخان اشرفی،علامہ مفتی عبدالرشید اشرفی اور محدث اعظم کچھوچھوی علیہم الرحمہ جیسے جبال العلوم اساتذہ نے پرخلوص تدریسی خدمات انجام دیں اور بہت سے منفرد ممتاز علماء پیدا کئے۔ کچھوچھہ مقدسہ میں واقع اسی جامعہ اشرفیہ کا تصور تھا جس نے مصباح العلوم اشرفیہ مبارکپور کو وجود بخشا اور پھر کچھوچھہ کے جامعہ اشرفیہ کومکتب کی شکل دیکر خانوادۂ اشرفیہ کے گل سرسبد اور سلسلۂ اشرفیت کے مجدد شیخ المشائخ عالم ربانی حضرت سیدعلی حسین اشرفی جیلانی نے مبارکپور کی دھرتی کو جامعہ کے لئے منتخب فرمایا اوراسکو منزل بہ منزل فروغ وارتقاء کی منزل پر پہونچانے کے لئے اپنے خانوادہ کے متعدد نونہالوں اور شہزادوں کو وقف کردیا جن کی بے لوث خدمات سے جامعہ اشرفیہ مبارکپور کی ایک لمبی تاریخ مرتب ہے۔

جامعہ اشرفیہ کچھوچھہ شریف میں ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد شیخ اعظم اپنی علمی تشنگی بجھانے کے

لیے جامعہ اشرفیہ مبارک پور تشریف لے جاتے ہیں اور عمدۃ الفقہاء حضرت علامہ مفتی حبیب اللہ اشرفی نعیمی، امام معقولات حضرت سلیمان اشرفی بھاگلپوری، جلالت العلم حضرت علامہ عبد العزیز مرادآبادی، حضرت علامہ عبدالرؤف مبارک پوری، حضرت علامہ یونس اشرفی نعیمی اور حضرت علامہ مظفر حسن ظفرادیبی قدست اسرارہم جیسے ماہرین فن اساتذہ سے علوم نقلیہ اور علوم عقلیہ دونوں میں یکساں مہارت حاصل کرتے ہوئے ۱۹۵۷ء میں سند فضیلت حاصل کرتے ہیں۔علوم اسلامیہ کی تکمیل کے بعد ہندوستان کی عظیم دانش گاہ جامعہ نعیمیہ مرادآباد میں تقریباً ایک سال تک بلاتنخواہ خالصۃً اعزازی طور پر تدریسی خدمات انجام دیتے ہیں۔طلبۂ جامعہ کی اخلاقی اور ذہنی تربیت کرتے ہیں۔ان میں دینی شعور بیدار کرتے ہیں ان کے دلوں میں عشق الٰہی اور محبت نبوی کا چراغ روشن کرتے ہیں نیز ان کو اسلامی اقدار کا حامل اور اخلاقی ثروتوں کا امین بناتے ہیں۔

بیعت و خلافت

علوم ظاہری کے حصول کے بعد علوم باطنی کی تشنگی بڑھتی ہے اور یہ تشنگی مدارس اور جامعات کے سمندر سے نہیں بلکہ کسی عارف ربانی اور محبوب صمدانی کی نگاہ کیمیاء اثر سے مٹتی ہے۔اس تشنگی کو مٹانے کے لئے شیخ اعظم کو کہیں جانے کی ضرورت نہیں پڑی۔موصوف کے والد گرامی خود اپنے وقت کے روحانی تاجدار تھے جن کی ولایت و برگزیدگی کی خوشبو دور تک پھیلی ہوئی تھی۔وقت کے اکابرین واصفیاء اپنی پیشانیوں کو جھکا کر آتے تھے۔ جن کو بچپن میں دیکھ کر مستجاب الدعوات ولی کامل سید العا رفین اعلیٰ حضرت سید علی حسین اشرفی جیلانی رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا۔

''یہ بچہ اپنے عہد کا ولی کامل ہوگا''

ایسے ولی کامل کے دست حق آشنا پر شیخ اعظم کو شرف بیعت نصیب ہوا۔والد ماجد علیہ الرحمہ کی نگاہ عارفانہ نے شیخ اعظم کو وہ سب کچھ عطا فرمایا جو ایک مرشد کامل عطا کرتا ہے۔آپ کو سلسلۂ قادریہ چشتیہ اشرفیہ میں بیعت فرمایا پھر سلسلۂ قادریہ منوریہ اور دیگر سلاسل حقہ کی اجازت وخلافت دیتے ہوئے اپنا علمی وروحانی جانشین بنا دیا۔تزکیہ وتجلیہ اور تلقین وارشاد کا نورانی دور چلتا رہا یہاں تک کہ زندگی میں وہ شکیب آزما ساعت بھی آئی جس میں علوم معارف کا وہ نیر تاباں اپنی عرفانی شعاعوں سے روحانی دنیا کو ضیابار کرتا ہوا ہمیشہ ہمیش کے لئے روپوش ہوگیا۔والد ماجد عارف حقانی کے وصال مبارک کے بعد ۲۱ شعبان المعظم ۱۴۱۷ مطابق ۲ جنوری ۱۹۹۷ کو فاتحہ چہلم کے روحانی موقع پر اکابرین اسلام، اساطین خاندان، مشائخ طریقت اور مریدین ومحبین کے دل افروز اجتماع میں آپ کی رسم سجادگی ادا کی گئی۔اس طرح ملک اور بیرون ملک میں پھیلے ہوئے مخدوم المشائخ کے مریدوں اور عقیدت مندوں کی قیادت وراہ نمائی کی ذمہ داری کا عظیم فریضہ شیخ اعظم کے سپرد کیا گیا۔

شیخ اعظم نے نہ صرف حق خلافت وجانشینی ادا کیا بلکہ خلیفہ اور جانشین کہتے کسے ہیں؟اس کا عملی روپ پیش کیا۔حضرت اقدس نے نہ صرف اپنے والد مکرم کے حلقہ اثر کی شاندار نگہبانی کی بلکہ خود ایک خوش نما سلسلۂ عقیدت وارادت پیدا کیا۔الحمدللہ ثم الحمدللہ شیخ اعظم کے

ہاتھوں غوث العالم حضرت سید مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی رضی اللہ عنہ کی علمی وروحانی تحریک پورے ہندوستان میں اپنا پرچم لہرارہی ہے۔اور یہ سب نتیجہ ہے مخدوم پاک کے فیضان روحانی ،مخدوم المشائخ کی اعلیٰ تربیت اور محبوب ربانی سید علی حسین اشرفی جیلانی کی دعائے نیم شبی اور مناجات صبحگاہی کا۔مرشد برحق کی روحانی توجہ نے شیخ اعظم کو ایسا باکمال بنادیا کہ خانوادۂ اشرفیہ کے درمیان آپ کی ذات گرامی کو نمایاں مقام حاصل ہوگیا اور حضرت ممدوح اپنی اخلاقی تعلیمات،اور علمی وروحانی خدمات کی بناپر ملک وبیرون ملک میں چھا گئے۔ذٰلک فضل اللہ یوتیہ من یشآء.

ایں سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

شیخ اعظم اور عشق رسالت

شیخ اعظم نے عشق نبوی اور محبت محمدی کو اپنی حیات مبارکہ کا محور بنایا۔ان اقوال وافعال پر عشق محمدی ایسا چھایا ہونظر آتا ہے کہ اگر یہ کہا جائے کہ وہ سرتا پا عشق رسالت میں فنا تھے تو یہ بات ان کی زندگی کی بالکل صحیح عکاسی ہوگی۔رحمۃ للعالمین ﷺ کا والہانہ عشق ان کی زندگی تھی اور سرور کائنات کی محبت ہی ان کا مقصد حیات تھا۔شیخ اعظم خود فرماتے ہیں:

مری زندگی کا مقصد ترے عشق ہی میں مرنا
کسی اور سے محبت نہ ہوئی نہ ہے نہ ہوگی

محبت رب العالمین کے عطا کردہ انعامات میں سے ایک حسین انعام ہے۔محبت نوازشات ربانیہ میں سے ایک خصوصی نوازش ہے،محبت تجلیات الٰہیہ میں سے ایک وجد آفریں تجلّی ہے۔محبت معدن انسانیت کا ایک انمول ہیرہ ہے۔محبت مربی کائنات کی نعمتوں میں سے ایک گوہر تاج نعمت ہے۔محبت انوار لاہوتی میں سے ایک نور ہے جو قلوب انسانی کو منور کردیتا ہے۔محبت تو انسان کا ایک فطری داعیہ ہے مگر شیخ اعظم علیہ الرحمہ اس درجہ فنافی الرسول تھے کہ رسول کائنات ﷺ کی محبت میں اپنی جان عزیز قربان کردینا ہی درحقیقت محبت سمجھتے تھے۔جادۂ عشق رسالت کا سالک جب ساری کائنات سے بے نیاز ہوکر اپنی منزل مقصود کی جانب قدم بڑھاتا ہے تو اس کے قلب مصفّٰی کی یہی صدا ہوتی ہے کہ۔

مصطفیٰ پر یہ جان ودل قربان
یہی پیارے ہمارے پیارے ہیں
آؤ قربان ان پہ جان کریں
جان پیاری نہیں وہ پیارے ہیں

(سراج العارفین علامہ کوثر ندوی)

عشقِ رسالت میں ڈوبی ہوئی ان کی زندگی اور اخلاق عالیہ واعمال صالحہ سے معمور ان کی حیات ہر مکتب فکر کے لوگوں کے لئے باعث کشش تھی۔عشق محمدی میں ڈوبی ہوئی شاعری کا ذوق شیخ اعظم کو ورثہ میں ملا تھا۔شیخ اعظم کے مورث اعلیٰ تارک السلطنت،مخدوم الاولیاء حضرت سید نا وسیدنا مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی رضی اللہ عنہ خود ایک صاحب دیوان اور صاحب دل شاعر تھے۔شیخ موصوف کے پردادا حضرت سید شاہ علی حسین اشرفی جیلانی قدس سرہ العزیز ایک قادرالکلام شاعر تھے۔حضرت کا دیوان تحائف اشرفی عشاق کے ہاتھوں میں تحفۂ نور بن کر چمک رہا ہے اور عوام خواص دونوں میں یکساں طور پر

مقبول ہے۔شیخ اعظم کی نعتیہ شاعری عشق رسالت پناہی کی آئینہ دار ہے۔یہی عشق رسالت موصوف کے نزدیک دیں ہمہ اوست ہے اور باقی تمام بولہبی ہے۔شیخ اعظم محبت رسول ہی کو اساس الایمان سمجھتے ہیں۔ان کے قلب سلیم میں عشق رسول کی والہانہ تڑپ اور محبت رسول کی وارفتگی کا عارفانہ جوش موجزن ہے۔عشق رسول ان کا ایمان ہے۔ عشق رسول ان کی نماز ہے۔عشق رسول ان کی عبادت ہے۔ عشق رسول ان کا وظیفۂ قدسی ہے۔عشق رسول ہی ان کا چاند ہے جو ان کی خلوت وجلوت اور دل کے گوشے گوشے کو منور کئے ہوئے ہے۔شیخ اعظم فرماتے ہیں:

یادِ طیبہ دل میں رکھ کر جس طرف جاتا ہوں
میں جلوۂ شمس الضحیٰ بدر الدجیٰ پاتا ہوں میں
دنگ ہے سارا زمانہ تیری نسبت کے طفیل
جب غلام مصطفیٰ اپنے کو بتلاتا ہوں میں

یہ غلام مصطفیٰ اپنی انمول غلامی کا پرچم چہار دانگ عالم میں لہراتا ہوا زمانے کو دنگ کر دیتا ہے اور اہل جہاں کو یہ پیام دیتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی سچی غلامی حریت وآزادی کا پروانہ ہے،رسول کی غلامی نجات اخروی کی ضامن ہے۔رسول کی غلامی جملہ سرفرازیوں کی شہ کلید ہے۔غلامی کا تاج سر پر سجا کر شیخ اعظم علیہ الرحمہ یوں زمزمہ سنج ہیں کہ

شاہی سے بھی بہتر ہے ترے در کی غلامی
دیتے ہیں ملائک جہاں ہر لحظہ سلامی
ہے سارے زمانے کو غرض سید کُل سے
ہر دل کی صدا بنتی ہے جس در کی پیالی

عشق رسول میں ڈوب کر ہی انسان فخر انسانیت بنتا ہے۔عشق رسول میں فنا ہو کر انسان باکمال بنتا ہے۔ عشق رسول وہ طاقت ہے جس کی بدولت انسان زمان ومکان پر غالب ہو جاتا ہے۔عشق رسول ایمان کی جان ہے۔عشق رسول طریقت کی روح ہے۔عشق رسول شریعت کی چاندنی ہے۔عشق رسول حیات انسان کو متحرک کرتا ہے اور اسے پست سے بالا اور تحت الثریٰ سے سدرۃ المنتہیٰ کر دیتا ہے۔مقبولیت،محبوبیت اور عزت واکرام کی بلندی کو پانے کے لئے اور اپنی مرادوں کو رفیع المقام بنانے کے لئے شیخ اعظم کوچۂ مراد المشتاقین کی جانب رخ کر لیتے ہیں اور اپنی عاشقانہ آرزوؤں کا اظہار کچھ اس طرح کرتے ہیں۔

آقا ہمیں بلائیں گے آج نہیں تو کل سہی
دل کی مرادیں پائیں گے آج نہیں تو کل سہی
اذن کرم سے جب بھی ہوگی وہاں کی حاضری
دل کی صدا سنائیں گے آج نہیں تو کل سہی
ان کے غلام ہو کے پھر اظہار فکر کیوں کرے
عزت وہی بڑھائیں گے آج نہیں تو کل سہی

ستون حنّانہ کو دولت تسکین سے سرفراز کرنے والے پیغمبر اپنے نور نظر کو کیسے محروم کرم رکھتے؟!! دریائے نبوت میں کوثر وسلسبیل کی نورانی لہریں اٹھیں۔زندگی میں وہ وقت ہمایونی بھی آیا جس میں شیخ اعظم کو بارگاہ رحمۃ للعالمین سے اذن کرم مل گیا اور حریم رسالت میں باریاب ہو گئے۔بے تابانہ شوق اور غلامانہ انداز لئے ہوئے در مصطفیٰ پر پہونچ گئے۔مدینہ منورہ کی حاضری میں مشائخ طریقت اور اکابرین امت سے کسب فیض کیا۔مکۃ المکرّمہ اور مدینہ منورہ کے علاوہ نجف اشرف،کربلا،کاظمین،

بغداد معلیٰ، دمشق اور دنیا کے مشہور اولیاء کرام کی مزارات مقدسہ پر بھی حاضر ہوئے۔ نجف اشرف پہونچنے پر متولیان آستانہ نے قبر حضرت مولائے کائنات کی چادر اطہر سے آپ کی دستار بندی فرمائی۔ عاشق نبی وعلی نے دونوں بارگاہوں میں دامن پسار کر خوب دل کھول کر مانگا۔ قاسم کائنات ﷺ اور محور کائنات نے خوب خوب نوازا۔ عفت وتقویٰ، اخلاص واخلاق، علم وحلم، فضیلت وقیادت، جودوسخا، فضل وعطا، حق گوئی وبیباکی، خودشناسی وخدا شناسی، سرفرازی واعلیٰ ظرفی، دور اندیشی وروشن ضمیری، سوز بلالی ورنگ حسانی، ہمت مردانہ، جوش قلندرانہ، شان درویشانہ، وجاہت علمیہ، شرافت نسبیہ، علم نورانی اور مساکین پروری الغرض شیخ اعظم کی تمام قوتوں کو جلا بخشی گئی۔ عاشق صادق کبھی درحبیب کو دیکھ رہا ہے، کبھی روضۂ حبیب کی سنہری جالیوں کو دیکھ کر دل کی پیاس بجھا رہا ہے اور جب گنبد حبیب کے دیدار کے لئے نگاہ اٹھاتا ہے تو حیرت واستغراق کے عالم میں پکار اٹھتا ہے۔

سراپا نور نکہت بہار گنبد خضریٰ
دوعالم کی بہاریں ہیں نثار گنبد خضریٰ
چلو اظہار تم بھی سر کے بل قلب حزیں لیکر
سہارا بے سہاروں کا جوار گنبد خضریٰ

کعبۂ نور اور گنبد حضور کی زیارت سے فارغ ہونے کے بعد جب مدینہ منورہ کے قرب وجوار پر نظر پڑتی ہے تو وہاں کا ذرہ ذرہ نسبت محمدی کی بدولت سراپا نور نظر آتا ہے۔ ایک ایک شی میں بلا کی رعنائی اور دلکشی محسوس ہوتی ہے اور جب شیخ اعظم کی نگاہ نرگسی جان رحمت کی مقدس گلیوں کو دیکھتی ہے تو سوجان سے قربان ہوجاتی ہے۔ کیا پاکیزہ نظریہ پیش کیا ہے شیخ اعظم نے کہ۔

جنت بھی ہے قربان وہ طیبہ کی گلی ہے
سب گلیوں کی ہے جان وہ طیبہ کی گلی ہے
عشاق سے پوچھو وہ گلی کیسی گلی ہے
ہے مرکز ایمان وہ طیبہ کی گلی ہے
ہر لمحہ جہاں بٹتی ہے عرفان کی دولت
بتلائیں گے حسان وہ طیبہ کی گلی ہے
صدیق وعمر ہی نہیں عثمان وعلی بھی
سب جس کی رکھیں مان وہ طیبہ کی گلی ہے

صاحب انا اعطینک الکوثر سے فضل کثیر لیکر، مقصود ورفعنا لک ذکرک سے بلندی درجات کا مژدہ حاصل کر کے، قد جاءکم من اللہ نور کے مصداق کامل سے نورانیت کی سوغات سمیٹ کر، شہنشاہ کونین ﷺ کی بارگاہ عظمت میں ارمغان عقیدت پیش کرکے شیخ اعظم جب رخصت ہوتے ہیں تو انہیں علمی وروحانی قیادت، غیر متزلزل یقین اور ناقابل شکست قوت ارادی سے نواز دیا جاتا ہے۔ یہ اسی درحبیب کا صدقہ ہے جس کی بدولت شیخ اعظم نے مہاراشٹر سے لیکر خلیج بنگال تک، سری لنکا سے لے کر ہالینڈ ہر جگہ عشق رسول اللہ ﷺ کی خوشبو پھیلائی اور ہر مقام پر بڑا دلکش داعیانہ کردار پیش کیا۔ درِرسول سے انہیں تسخیر کی ایسی قوت عطا کی گئی کہ موصوف جہاں گئے وہ جہاں انہیں کا ہوگیا۔ یوپی، گجرات، پنجاب، مہاراشٹر، بنگال، بہار اور ہندوستان کے مختلف صوبوں میں آپ کے دعوتی اسفار سے ہزاروں کی تعداد میں بھٹکے ہوئے افراد غلط عقائد اور باطل نظریات سے تائب ہوکر

حلقۂ سنیت میں داخل ہوگئے اور اصلاح و تربیت کا سلسلہ وسیع سے وسیع تر ہوتا گیا۔ آپ کی اصلاحی کوششوں سے نہ صرف ہندوستان بلکہ بنگلہ دیش، پاکستان، سری لنکا اور ہالینڈ کے مختلف علاقے بھی فیضیاب ہوئے۔ مذکورہ ممالک میں آپ کے مریدین و متوسلین اور محبین و معتقدین کی ایک عظیم جمایت ہے۔ ان ممالک میں شیخ اعظم کے متعدد دعوتی اور اصلاحی خطبات ہوئے آپ کی دعوتی کوششوں اور روحانی تعلیمات و ہدایات سے سیکڑوں کی تعداد میں وہابی نظریات سے متأثر افراد تائب ہوگئے اور جماعت اہل سنت کے عقائد سے واقف ہوکر سب صحیح العقیدہ سنی بن گئے بالخصوص برہمن بڑیا کا علاقہ جو وہابیوں کے زیر تسلط تھا۔

حضرت شیخ اعظم کی پر کشش شخصیت، ان کی دلنواز گفتگو اور ان کے ایمانی و اخلاقی کردار سے وہاں سنیت کا پرچم لہرنے لگا۔ آپ کی موجودگی میں وہاں پہلا سنی اجلاس ہوا اور آپ کے عرفانی خطاب، حکیمانہ تبلیغ اور اسلامی پیغامات سے متأثر ہوکر تیس سال سے تبلیغی جماعت کے فروغ اشاعت کے لئے زندگی کھپانے والا امیر جماعت صدق دل سے توبہ کر کے آپ کا مرید صادق بن جاتا ہے اور اسی کے ساتھ اس جماعت کے بہت سے سرکردہ افراد کے دل کی دنیا بھی بدل جاتی ہے۔ اس طربناک منظر کو دیکھ کر شیخ اعظم کی زبان حق ترجمان پر حمد الٰہی اور شکر ربانی کے کلمات جاری ہوگئے۔ دنیا نے دیکھ لیا کہ شیخ ممدوح کے پر دادا اعلیٰ حضرت اشرفی میاں رضی اللہ عنہ نے اپنے کشفی علم کی بنا پر اپنے پر پوتے کا نام ''اظہار اشرف'' رکھا تو وہ تا وصال مخدوم اشرف کے پاکیزہ مشن کے اظہار کا ذریعہ بنے رہے۔ برصغیر کے گوشۂ و کنار میں حضرت سید مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی رضی اللہ عنہ کے نام اور آپ کے بلند پایہ پیغام کو پھیلانے میں انتہائی بلیغ کوشش کی۔ مخدومی پیغام کو لیکر جس بزم اور جس محفل میں گئے تو لوگ اس طرح ٹوٹ پڑے جیسے پروانہ شمع پر ٹوٹ پڑتا ہے۔ کرسی خطابت پر بیٹھے تو حق گوئی و بے باکی کے اظہار میں اپنے آباء واجداد کی یاد تازہ کردی۔ شہدائے کربلا بالخصوص شہید اعظم شہزادۂ اسلام سید نا امام حسین علیہ السلام کی درد بھری داستان کو چھیڑا تو سامعین کی آنکھیں اشک بار ہوگئیں اور ان کی نگاہ تصور میں میدان کربلا کا نقشہ اتاردیا۔ باطل پر گرجتے تو ایسا لگتا کے ضیغم حیدری گرج رہا ہے۔ حسینی کچھار کا یہ شیر نر جب مونگیر کے علاقہ میں پہونچتا ہے تو وہاں اسے منت اللّٰہی فتنہ سے نبرد آزما ہونا پڑتا ہے۔ شیخ اعظم کی خداداد صلاحیت و حکیمانہ کردار اور ہم عصر خطیب علامہ مشتاق احمد نظامی علیہ الرحمہ کی دلپزیر خطابت نے اس فتنے کو دبانے میں اہم کردار ادا کیا۔ مونگیر اور بھاگلپور کے متعدد مقامات پر پہونچ کر موصوف نے پرچم اشرفی کو لہرایا اور بدعقیدگی کے چیلنجز کو مردانہ وار قبول کر کے قلندر لاہوری کے اس شعر کے مکمل مصداق بن گئے۔

آئین جواں مرداں حق گوئی و بے باکی
اللہ کے شیر وں کو آتی نہیں روباہی

شیخ اعظم کے کارنامے

کچھ شخصیتیں اپنی صلاحیتوں سے اتنا متأثر کرتی ہیں کہ وہ بہت جلد ہر دل عزیز بن جاتی ہیں۔ انہیں یہ ہر دل عزیزی یہ عزت و ناموری، یہ شہرت و بلندی اور یہ مقام محبوبی یونہی کسی خیرات میں نہیں ملتی بلکہ وہ یہ عظمت

وتاجوری اپنی غیر معمولی لگن اور بے پناہ کاوشوں سے حاصل کرتی ہیں۔ یہ حقیقت ہے، آفتاب جہاں تاب کی طرح روشن حقیقت کہ ہر انسان عظیم پیدا نہیں ہوتا۔ چند انسان عظیم پیدا ہوتے ہیں ۔کچھ پر عظمت تھوپ دی جاتی ہے اور کچھ عظمت کے حامل ہوتے ہیں ۔انہیں حاملین عظمت میں ایک چمکتا ہوا نام شیخ اعظم کا بھی ہے جنہوں نے اپنے اکابرین کی دعائے صبحگاہی، اپنی محنت وجانکاہی اور غیر معمولی لگن سے یہ مقام حاصل کیا۔ تھے تو آپ بھی ایک سجادہ نشین لیکن آپ کا منہج ومطمح نظر عام سجادہ نشینوں سے جداگانہ تھا۔ شیخ اعظم نے جو طریقۂ کار متعین فرمایا اگر وہی طریقہ ہمارے سارے سجادگان اختیار فرماتے تو کسی دور کے کسی اقبال کو یہ کہنے کی جرأت نہ ہوتی کہ

خانقاہوں میں مجاور رہ گئے یا گورکن

شیخ اعظم مشائخ کرام کی مقدس جماعت میں ایک عالم دین اور علم نواز شیخ طریقت تھے۔ آپ نے اپنی حکیمانہ بصیرت اور عالمانہ ژرف نگاہی سے کام لیتے ہوئے خانقاہ کو روایتی انداز سے ہٹا کر علمی رنگ میں رنگ دیا اور اس طرح ہمارے اکابر صوفیاء کرام کے عظیم مشن کا احیا فرمایا۔ عصر حاضر کے محقق پروفیسر اختر الواسع صاحب نے بڑا ہی وسیع اور بلند پایہ تأثر پیش کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ:

''اس متبرک خانقاہ میں حاضری میرے لئے عین سعادت ہے پھر اس پر مستزاد احاطۂ خانقاہ میں جو غیر معمولی علمی ودینی سرگرمیاں جاری وساری ہیں۔ اس نے اسلاف کی یاد دلادی''

شیخ اعظم کی حیات مبارکہ دینی وعلمی خدمات اور عظیم کارناموں سے لبریز ہے لیکن ''مختار اشرف لائبریری اور جامع اشرف'' کا قیام نیز ''خانقاہ اشرفیہ'' کی توسیع شیخ موصوف علیہ الرحمہ کے شاہکار کارنامے ہیں۔ راقم السطور سراجی نے مختار اشرف لائبریری سے استفادہ کیا ہے۔ علوم قرآن وحدیث، تفسیر وفقہ، تقابل ادیان، اخلاق وتصوف اور سیرت وسوانح سے لیکر عصری علوم تک کتابوں کا غیر معمولی بیش قیمت اور انتہائی اہم ذخیرہ ہے۔ ''شیخ اعظم نے مختار اشرف لائبریری کو اسلامیات پر مشتمل ایشاء کی سب سے عظیم لائبریری بنانے کا منصوبہ بنایا تھا''بحمد اللہ حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ نے بہت حد تک عظیم بنا بھی دیا۔ اللہ ورسول کے بے پایاں کرم اور مخدوم اشرف سمنانی کی باطنی توجہ اور عارفانہ نگاہ کے طفیل قوی امید ہے کہ حضرت شیخ اعظم کے خلف اکبر قائد ملت حضرت مولانا سید شاہ محمود اشرف اشرفی جیلانی مدظلہ العالی اور شیخ اعظم کے دیگر شہزادگان گرامی اپنے والد ماجد قدس سرہ العزیز کے اس عظیم منصوبے کی تکمیل کا بہترین ذریعہ بنیں گے اور اس طرح

اگر پدر نتواند پسر تمام کند

کا مفہوم انشاء اللہ مکمل ہوجائے گا۔

وصال مبارک :

حضرت شیخ اعظم علیہ الرحمہ اتر پردیش کی ایک ایسی جلیل القدر شخصیت کا نام ہے جس پر اس صوبہ کی مذہبی وتاریخی، تہذیبی وثقافتی اور ادبی وعلمی روایت ہمیشہ ناز کرتی رہے گی ۔آپ معروف خانقاہ اشرفیہ حسنیہ سرکارکلاں کے سجادہ نشیں تو تھے ہی۔ اس کے ساتھ آپ ایک اہل دل شاعر، جانثار عاشق رسول، جادو بیان مقرر،

سحر طراز مناظر، شیریں سلوک مبلغ اور صوفی صفا نہاد تھے۔ افسوس صد افسوس کہ اس جامع شخصیت کو سروش اجل نے بمقتضائے کل نفس ذائقة الموت ۲۲ فروری ۲۰۱۲ء شب میں سوا دس بجے ہمیشہ ہمیش کے لئے آغوش رحمت میں سلا دیا۔ آپ کے وصال کی خبر سن کر خانوادۂ اشرفیہ اور ملک میں پھیلے ہوئے بے شمار اہل ارادت وعقیدت غم واندوہ میں ڈوب گئے۔ آپ کے وصال کی خبر مجھے محبّ گرامی مولانا ارشد جمال صاحب اشرفی نے دی۔ میں لکھنؤ سے بنارس کینٹ آچکا تھا۔ آٹو کی تلاش میں تھا کہ ناگاہ السلام علیکم کی شکل میں سلامتی کی صدا کانوں سے ٹکرائی۔ مڑکر دیکھا تو مولانا پر نظر پڑی۔ مولانا نے بڑی عجلت گھبراہٹ اور بھرّائی ہوئی آواز میں یہ خبر صاعقہ اثر سنائی کہ ''حضرت کا انتقال ہوگیا ہے، کچھوچھہ جارہا ہوں'' زبان سے نکلا انا لله وانا اليه راجعون اور دل سے آواز آئی۔ اللهم اغفرله وارحمه وادخله فى فراديس الجنان واحشره فى الاولياء المقربين. یہ سچ ہے کہ شیخ اعظم آج ہمارے درمیان نہیں رہے لیکن آپ کی عارفانہ تعلیمات ہمارے لئے مشعل راہ بنی رہیں گی۔ آپ کے انمول فرمودات ہمارے دلوں کو منور کرتے رہیں گے۔ آپ کے دلکش خطابات ہمارے کاشانۂ خیال کو اجالتے رہیں گے۔ آپ کے حکیمانہ ارشادات ہمارے پیکر کو تراشتے رہیں گے، قرآنی رنگ اور عرفانی اسلوب میں ڈوبی ہوئی آپ کی گفتگو ہمیں معرفت کے مقامات سے آشنا کرتی رہے گی اور آپ کا تصور ہمارے لئے باقیات صالحات کے دریچے باز کرتا رہیگا۔ شیخ اعظم رحمۃ اللہ علیہ آج اگر چہ ہماری نگاہوں سے اوجھل ہوگئے لیکن کل سے زیادہ آج زندہ ہیں۔ الموت جسر يوصل الحبيب الى الحبيب کی روشنی میں دیکھا جائے تو موت ایک پل ہے جو حیات سرمدی، تجدید حیات اور عروج پیہم کی راہوں کو باز کرتا ہے۔ بقول قلندر لاہوری۔

موت تجدید مذاق زندگی کا نام ہے
خواب کے پردے میں بیداری کا اک پیغام ہے
جوہر انسان عدم سے آشنا ہوتا نہیں
آنکھ سے غائب تو ہوتا ہے فنا ہوتا نہیں
مرکے ٹوٹا ہے کہیں سلسلۂ قید حیات
فرق اتنا ہے کہ زنجیر بدل جاتی ہے

☆☆☆☆

بھنور میں میری کشتی ہے بچالو یا رسول اللہ
کرم سے فکر وغم کو دور کردو یا رسول اللہ
گزاروں کب تلک رنج والم میں زندگی اپنی
مجھے پیہم مصیبت سے نکالو یا رسول اللہ
خطاؤں میں گھرا ہوں پھر بھی تجھ سے آس قائم ہے
طفیل پنجتن مژدہ سنادو یا رسول اللہ
ملی ہے خوش نصیبوں کو ترے در کی جبیں سائیں
سگ دربار میں ہم کو نبھالو یا رسول اللہ
نہیں ہے کوئی بھی جس سے کہوں میں حال دل اپنا
ہمارے جیسے گرتوں کو سنبھالو یا رسول اللہ
تمہارے جلوۂ رحمت کا ہے اظہار عالم میں
ہمیں بھی اپنی رحمت میں چھپالو یا رسول اللہ
(شیخ اعظم)

شیخ اعظم کی حیات کے لعل وگوھر

مولانا فضل رسول ،استاذ دارالعلوم غریب نواز الہ آباد

گہوارۂ علماء ومشائخ،سرزمین مردان خدا ،خطۂ زاہدانِ پاک طینت ،مسکن ومرقدِ مخدوم سمنانی ،کچھوچھ مقدسہ کی پاک ومحترم سوندھی سوندھی مٹی نہ جانے کتنے آبدار لعل وگوہر پیدا کئے جن کے ابر باراں سے ایک کائنات سیراب ہوتی رہی وہ ابر باراں برستا رہا اور برس رہا ہے۔مخدوم سمنانی نے کچھوچھ کو کیا پسند کیا کہ کچھوچھ سب کا پسندیدہ بن گیا اور پاک طینتوں اور پاکبازوں کا گہوارہ ہوگیا۔مخدوم المشائخ ہم شبیہ غوث اعظم حضرت سیدنا علی حسین اشرفی میاں رحمۃ اللہ علیہ کے رخ زیبا کو مجدد اعظم حضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ نے ملاحظہ فرمایا تو برجستہ پکارا ٹھے

اشرفی اے رخت آئینۂ حسن خوباں
اے نظر کردہ وپروردۂ سہ محبوباں

اسی مقدس کچھوچھ کے ایک فرد فرید شیخ اعظم حضرت علامہ ومولانا سید اظہار اشرف اشرفی جیلانی رضی اللہ عنہ ہیں جو بجاطور پر"ھو خلف صدق عن ابیہ" کے مصداق ہیں۔حضرت شیخ اعظم رضی اللہ عنہ کی شخصیت اتنی گونا گوں اور ہمہ جہت ہے کہ تمام گوشوں پر روشنی ڈالنا بہت دشوار کام ہے۔ظاہر ہے کہ آپ جس خانوادہ کے چشم و چراغ ہیں وہ ہمیشہ علمی وروحانی کے منصب جلیل پر فائز رہا اور مرکز عقیدت ومحبت رہا۔جب آپ نے آنکھیں کھولیں تو اپنے گردو پیش عظیم شخصیتوں کو پایا۔مخدوم المشائخ حضرت سید شاہ علی حسین اشرفی میاں رحمۃ اللہ علیہ،حضرت محدث اعظم ہند رضی اللہ عنہ،سرکار کلاں حضرت علامہ سید مختار اشرف اشرفی جیلانی رضی اللہ عنہ جیسی عظیم وجلیل شخصیوں کے زیر آغوش اور زیر تربیت رہے پھر ملک وملت کی مقدس درس گاہ جامعہ اشرفیہ مبارک پور کے نابغۂ روزگار اساتذہ کی تعلیم وتربیت نے خفتہ صلاحیتوں کو بیدار کرکے اس میں چار چاند لگادئے اور ہند وبیرون ہند کے ممتاز علماء میں شمار ہونے لگے۔

پاسبان ملت حضرت علامہ مشتاق احمد نظامی علیہ الرحمۃ والرضوان سے آپ کو قلبی لگاؤ تھا۔آپ دونوں حضرات نے بہار وبنگال کے دور افتادہ علاقوں میں اہل سنت کے وہ کارہائے نمایاں انجام دئے ہیں جو آج بھی صفحۂ قرطاس پر ثبت ہیں جس کو استاد العلماء حضرت مولانا رضاء الحق صاحب جدمجدہٗ نے ماہ نامہ غوث العالم بابت فروری ۲۰۰۷ء کے شمارہ میں بہت تفصیل سے ذکر کیا ہے۔

اس ناچیز کا خانوادۂ کچھوچھہ شریف سے بڑا پرانا گہرا لگاؤ رہا ہے۔والد گرامی حضرت مولانا رفیق احمد رحمٰن القادری صاحب حامدی رحمۃ اللہ علیہ حضرت اشرفی میاں رحمۃ اللہ علیہ کی بافیض صحبت میں رہ چکے ہیں اور فیوض وبرکات سے مالامال ہو چکے ہیں۔ان آنکھوں نے بھی بچپن میں والد صاحب کی معیت میں حضور محدث اعظم ہند کے جمال جہاں آراء کا دیدار کیا ہے اور باہمی ارتباط کے کچھ

مناظر دیکھے ہیں۔ پھر شیخ اعظم حضرت سیدی علامہ اظہار اشرف صاحب اشرفی جیلانی رضی اللہ عنہ سے بھی والد صاحب کا تعلق رہا اور اس تعلق کی بنیاد پر مجھے بھی بارہا حضرت شیخ اعظم کے دیدار کا شرف حاصل ہوا۔ جب جامع اشرف کا قیام عمل میں آیا تو حضرت شیخ اعظم کی خواہش تھی کہ میں بھی جامع اشرف سے منسلک ہوجاؤں مگر یہ سب مقدرات کی باتیں ہیں میرے لئے دارالعلوم غریب نواز الہ آباد کا دانا پانی مقدر تھا۔

حضرت شیخ اعظم کے جس گوشے پر ہم نظر ڈالتے ہیں شیخ اعظم انفرادیت لئے ہوئے نظر آتے ہیں۔ اپنی تدریسی خدمات سے اہل سنت و جماعت کی معتبر درس گاہ جامعہ نعیمیہ مرادآباد کو سرفراز فرمایا اور ارشد تلامذہ پیدا کئے ۔ جامع اشرف میں بخاری شریف کی پہلی حدیث اور آخری حدیث کا درس آپ خود دیا کرتے تھے اور اس پر پرمغز مدلل تقریر ارشاد فرماتے کہ اساتذہ وطلبہ عش عش کرنے لگتے۔ آپ بے نظیر خطیب بھی تھے ملک کے طول وعرض میں آپ کی خطابت کا شہرہ تھا۔ پاسبان ملت خطیب مشرق حضرت علامہ مشتاق احمد نظامی علیہ الرحمہ کے ساتھ مسلسل خطابت کے جوہر دیکھانا کوئی معمولی بات نہ تھی اور کیوں نہ ہو خطابت آپ کو اپنے جد امجد حضرت سید شاہ احمد اشرف علیہ الرحمہ سے وراثت میں ملی تھی۔ حضرت مولانا حسنین رضا خاں علیہ الرحمہ آپ کے جدامجد کی خطابت سے متعلق رقم طراز ہیں۔

''میں حضرت مولانا احمد اشرف کچھوچھوی کے متعلق اتنا عرض کروں گا کہ وہ اعلیٰ حضرت کے ارشد تلامذہ (صحبت یافتگاں) میں سے تھے ان جیسا شیریں بیاں واعظ پھر نہ دیکھا، انہوں نے تھوڑی سی عمر میں دین کی بڑی خدمتیں انجام دیں، اعلیٰ حضرت انہیں اکثر یاد کرتے تھے''

شیخ اعظم حضرت علامہ سید اظہار اشرف اشرفی جیلانی علیہ الرحمہ نور اللہ مرقدہٗ کا سب سے بڑا کارنامہ ان کی علمی یادگار جامع اشرف کا قیام ہے جو روز اول ہی اپنے تمام عظیم منصوبوں کے ساتھ وجود میں آیا۔ اس ادارہ کو دیکھ کر حضرت شیخ اعظم کی فکری صلاحیتوں کو داد دینی پڑتی ہے کہ کس طرح عظیم منصوبہ بنایا اور پھر اسے عملی شکل عطا کی۔ تعلیم وتربیت سے لے کر تعمیری کاموں تک میں آپ کی فکری صلاحیتیں پنہاں تھیں۔ پھر جامع اشرف کا ذیلی شعبہ مختار اشرف لائبریری کا قیام آپ کی حیات مستعار کا گرانمایہ کارنامہ ہے اور جو اہل سنت و جماعت میں اپنا منفرد مقام رکھتی ہے، طرز تعمیر کے لحاظ سے بھی اور اہم کتابوں کی ذخیرہ اندوزی اور تعداد کے لحاظ سے بھی۔

حضرت شیخ اعظم کا نورانی، مسکراتا اور گوہر افشاں چہرہ نظروں کے سامنے ہے۔ یقین نہیں آتا کہ آپ نہیں رہے۔ مگر یہ حقیقت ہے کہ آپ نہ رہے مگر آپ کے کارنامے، آپ کی روحانیت، آپ کی فکر ہمیشہ زندہ وتابندہ رہے گی اور آپ کے جانشیں قائد ملت حضرت علامہ سید محمود اشرف اشرفی جیلانی زید مجدہٗ آپ کے فیوض وبرکات کے زیر سایہ آپ کے وہ عظیم منصوبے جو ابھی پایہ تکمیل کو نہیں پہنچے ہیں انہیں تکمیل کی منزل تک پہنچائیں گے۔

ایں دعا از من و جملہ جہاں آمین باد

☆☆☆☆

شیخ اعظم اوراظہار حق

مفتی محمد فیروز بخت القادری رضوی صدیقی،خلیفۂ حضورشیر بہار وخطیب وامام سنّی جامع مسجد وکرولی ممبئی

شفقت ومحبت، اخلاص وللّٰہیت ،تقویٰ وطہارت ، زہدوورع،خلوص ووفا،علوم و معارف،شعوروآ گہی،فکر وتدبّر، ہمدردی وغمگساری، دینی غیرت وحمیت، خدمتِ خلق،محبتِ رسالت،صدق وصفااور جذبۂ دینی کواگر مجسّم دیکھنا ہوتو حضور مخدوم العلماء والمشائخ عارف باللہ شیخ اعظم حضرت العلام مفتی سیّدشاہ اظہاراشرف اشرفی جیلانی قدس سرہٗ کے سراپا کو دیکھ لیجئے۔آپ مذکورہ خوبیوں کے پیکر جمیل اور صاحب کمالات تھے۔آپ بے پناہ خوبیوں کے مالک، یکتائے روزگاراور عبقریت کے حامل تھے۔شریعت وطریقت کے حسین سنگم اور علوم ومعارف کے گنجینۂ گرانمایہ اور بحر ناپیدا کنار تھے،آپ کا شمارممتازعلماءومحدثین اورروحانیت کےشہسواروں میں ہوتا تھا۔

ایسا کہاں سے لاؤں کہ تجھ سا کہوں جسے

حضورشیخ اعظم علیہ الرحمہ کی شان عظمت نشان میں راقم الحروف جیسے بے بضاعت کم علم وطالب علم کا کچھ لکھنا اور خامہ فرسائی کرنا یقیناً چاندکو چراغ دکھانے کے مترادف ہے۔آیئے! ہم کسی بڑی علمی شخصیت کی بارگاہ میں چلیں اور دیکھیں کہ حضور شیخ اعظم کی نابغۂ روزگار شخصیت کے تعلق سے ان کا قلم حقیقت رقم کیا گلفشانی کرتا ہے۔چنانچہ ڈاکٹر سیّدامین اشرف صاحب قبلہ سابق انگلش ریڈر مسلم یونیورسیٹی علی گڑھ تحریر فرماتے ہیں”شیخ اعظم کی انفرادیت یہ ہے کہ انہوں نے صوفی یا تصوف کے اعلیٰ خصائص مثلاً آلائش دنیوی سے بے رغبتی،تسلیم ورضا، صبروشکر،تحمّل و قناعت، فروتنی و خاکساری، الم شناسی و دردمندی،خلق خدا سے محبت اوران کی حاجت روائی کا اظہار شاعری میں نہ کرکے اپنی شخصیت میں جذب کرلیا ہے“

آفاق میں پھیلے گی کب تک نہ تری خوشبو
گھرگھر لئے پھرتی ہے پیغام صبا تیرا

مذکورہ بالا اقتباس سے حضور شیخ اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی عبقریت،محامد ومحاسن،اوصاف وکمالات،سوز دروں،جذب و کیف،بلندئ درجات اورعشق رسول کی تابانی کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔وہ کس قدر خوبیوں کے جامع اور تقرب الی اللہ کی منزل سے ہمکنار اور دلدار وغمگسار تھے۔آپ سچے عاشق رسول اور فنافی الرسول تھے۔چنانچہ آپ کے عشق رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے تعلق سے ڈاکٹر صاحب تحریر فرماتے ہیں”شیخ اعظم کی رگ رگ میں عشق محمدی رچا ہوا ہے اوراس آگ کی تپش، تاب وتوانائی شیخ اعظم کا سامانِ حیات اورمقصد زندگی ہے“

اس اقتباس کی روشنی میں جب ہم حضور شیخ اعظم کی بے داغ مصفّی ومزکّی اورعشقِ رسول کی جلوہ سامانیوں سے مرصع حیات مشکبار کا مطالعہ کرتے ہیں تو آپ کی شخصیت حضور فاضل بریلوی امام احمد رضا قدس سرہٗ کے مندرجہ ذیل اشعار کی مکمل ترجمان اورنقیب ومصداق نظر آتی ہے۔

انہیں جانا انہیں مانا نہ رکھا غیر سے کام ! ! !
للہ الحمد میں دنیا سے مسلمان گیا! !
جان و دل ہوش وخرد سب تو مدینے پہونچے
تم نہیں چلتے رضا سارا تو سامان گیا

حضور شیخ اعظم کی زندگی کا ایک ایک ورق آفتاب و ماہتاب کی مانند چمک رہا ہے اوردمک رہا ہے۔آپ نے اپنے

فیوض و برکات سے ایک جہاں کو فیضیاب فرمایا اور رشد و ہدایت کی ان گنت قندیلیں روشن فرمادیں اور اپنے والد بزرگوار حضور سرکار کلاں رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جانشینی کا حق ادا فرمادیا۔ یقیناً دنیا آپ کو آپ کے زریں کارناموں کے سبب ہمیشہ یاد رکھے گی اور آپ کا تذکرہ ہوتا رہے گا۔

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

شیخ اعظم اور اظہار حق

حضرت شیخ اعظم قدس سرہٗ حق شناس، حق آگاہ، عارف باللہ، مرد درویش، ولی کامل اور مجمع الصفات تھے۔ آپ کا خاص وصف یہ تھا کہ آپ بڑے رحم دل، مشفق و مہربان، غمخوار و غمگسار، منکسر و ملنسار اور خورد نواز تھے۔ آپ کی شخصیت نام و نمود، ریاکاری و عیاری، نمائش و خود غرضی اور دجل و فریب سے پاک تھی اور حقیقت بھی یہی ہے کہ ریاکار و عیار اور نمائشی شخص اللہ کا ولی نہیں ہوسکتا۔ حدیث پاک میں ریاکاری کو شرک خفی سے تعبیر کیا گیا ہے۔ آج بہت سارے صاحبان جبہ و دستار اور طریقت کے دعویدار حضرات جو اپنی ظاہری چمک دمک اور نمائشوں کے ذریعے تصوف و طریقت کی دکان چمکانے میں لگے ہوئے ہیں وہ ریاکاری اور نام و نمود کی وجہ سے روحانیت سے محروم اور فیوض و برکات سے کافی دور ہیں۔ یہ ایک روشن حقیقت ہے کہ جب تک عمل میں اخلاص اور رضائے الٰہی مقصود و مطمح نظر نہ ہو آدمی ہرگز ہرگز قبولیت عمل اور تقرب الی اللہ کی منزل سے ہمکنار نہیں ہو سکتا۔ بلاشبہ ریاکاری اور دکھاوا اخلاص کے لئے زہر قاتل اور قبولیت عمل کے لئے سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔ جب ہم اس تناظر میں حضور شیخ اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی زندگی کا مطالعہ کرتے ہیں تو آپ کی ذات نام و نمود، ریاکاری اور دجل و فریب سے مکمل پاک نظر آتی ہے بلکہ ریاکاری کے شائبہ سے بھی آپ بالکل منزہ نظر آتے ہیں۔ میرے اس دعوے کی تصدیق میں مندرجہ ذیل واقعہ پیش کرنا کافی ہوگا۔ مفتی شہاب الدین اشرفی صاحب ماہنامہ غوث العالم میں تحریر فرماتے ہیں "ایک بار بہار کے کسی علاقے کے دورے پر تھے۔ ایک شخص آپ کو کسی قبر کے پاس لے گیا اور کہا کہ اس جگہ قبر ہونے کے بارے میں لوگوں کی رائے مختلف ہے بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ اس جگہ کسی ولی کی قبر ہے اور بعض لوگ اس جگہ قبر ہونے کا انکار کرتے ہیں آپ فیصلہ کر دیجئے کہ اس جگہ کسی ولی کی قبر ہے کہ نہیں آپ نے فرمایا "قبر کے احوال جاننا ہر شخص کے اختیار میں نہیں ہے۔"

مذکورہ بالا پیراگراف کا ایک بار نہیں بلکہ آپ بار بار مطالعہ کریں کہ ایک ملک گیر شہرت کے حامل مرد درویش نے کس قدر صاف و ستھرا جواب دیا اور تھوڑا بھی حیلہ و بہانے سے کام نہ لیا۔ اظہار حق کے معاملے میں آپ نے اپنی شہرت کا ذرا بھی خیال نہ کیا اور برملا اس کا اعتراف فرمایا کہ احوال برزخ یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے کہ انسان جب اور جس وقت چاہے جان لے بے شک حق گوئی اور صداقت صالحین کی علامت ہوتی ہے۔ ایسے مواقع پر جب کہ مریدوں کی طرف سے کوئی پیچیدہ سوال ہو جائے تو بیشتر صاحبان جبہ و دستار اور پیر حضرات اپنی انا، شخصیت، شہرت، علم دانی کی دھاک جمانے اور صاحب کشف بزرگ ہونے کا ثبوت دینے کے لئے ادھر ادھر کی باتیں، بے جا روایتیں، اگر مگر، حیلہ و بہانہ اور دجل و فریب سے کام لیتے ہیں۔ حضور شیخ اعظم علیہ الرحمہ سے متعلق مذکورہ واقعہ سے ہمیں اپنی اصلاح کرنی چاہئے۔

کیا لوگ تھے کہ راہِ صفا سے گذر گئے
جی چاہتا ہے نقشِ قدم چومتے چلیں

افسوس صد افسوس علوم و معارف کا وہ نیّر تاباں، فکر و فن کا امام، شریعت و طریقت کا جامع، پیر طریقت رہبر شریعت عالم ربانی اپنے لاکھوں مریدین و متوسلین، اعزاء و اقربا اور چاہنے والوں کو داغ مفارقت دے کر بتاریخ ۲۲ فروری ۲۰۱۲ء مطابق ۳۰ ربیع الاوّل شریف ۱۴۳۳ھ بروز بدھ کو ہمیشہ کے لئے غروب ہوگیا۔

☆☆☆☆

شیخ اعظم اپنے اسلاف کے سچے جانشیں

مولانا عبدالباری تابش اشرفی، پرنسپل دارالعلوم اشرفیہ مجتبائیہ پربھیلی کٹیہار

اذا سید منا خلا قام سید
قَئُوْل لما قال الکرام فعول

ہم میں سے جب کسی امیر و سردار کا انتقال ہو جاتا ہے تو ان کی جگہ ہم ہی میں سے ایسا سرداران کا جانشین بنتا ہے جو اپنے اقوال وافعال میں اپنے نامور پیش رو کی سیرت وکردار کا آئینہ دار ہوتا ہے۔سَمَوْأل بن عادیاء کے مصرعہ ثانی کے ترجمہ میں قدرے تصرف کے ساتھ کچھو چھہ مقدسہ کے نامور اسلاف اوران کے زریں کارناموں پرنظر ڈالتے جایے اور حماسی شاعر کے شعر مذکور کو گنگناتے جایے ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے شاعر نے اپنے اس شعر کو خانوادۂ اشرفیہ کے اکابرین کو سامنے رکھ کر کہا ہے۔خانوادۂ اشرفیہ کچھو چھہ مقدسہ کے ظہور کے روز اول ہی سے اکابرین کا ایک طویل سلسلۃ الذہب ہے جس پر آج ہندوستان جتنا بھی فخر کرے کم ہے۔ ہندوستان کی علمی و روحانی تاریخ کے اوراق شاہد ہیں۔

خانوادۂ اشرفیہ کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ اتنا طویل عرصہ گزرنے کے بعد بھی سال دوسال تو کیا ایک دن بھی یہ خانوادہ شریعت وطریقت اور علم وحکمت کے اکابرین سے خالی نہیں رہا۔جس کے اکابرین ہر دور میں ہندوستانی مسلمانوں کے مردہ دلوں میں دین ومذہب وایمان وایقان کی روح پھونکی اور آج بھی ہندوستان میں جہاں بھی قال اللہ وقال الرسول کی آواز سنائی دیتی ہے خانوادۂ اشرفیہ کے اسلاف یا ان کی تعلیمات وخدمات سے فیضیاب ہونے والے علماء ومشائخ کی صدائے بازگشت ہے اتنا ہی نہیں بلکہ آج ملک کے علماء جو بیرون ہند میں پرچم اسلام کی سربلندی اور دین ومذہب کی قندیلیں روشن کرنے میں کوشاں ہیں ان میں بیشتر واسطہ یا بلا واسطہ خانوادۂ اشرفیہ ہی کی مرہون منت ہیں۔

ملک چاہے ترقی پزیر دور میں گامزن رہا ہو یا دور انحطاط سے گزرا ہو مگر خانوادۂ اشرفیہ کے رخصت پزیر اکابرین ہر دور میں اپنے پسماندگان میں تسلسل کے ساتھ ایسے ایسے جانشیں چھوڑ گئے جن پر زمین وآسمان نازاں ہیں جن کی تاریخ دعوت وعزیمت، قومی وملی قیادت اور دینی ومذہبی حمیت ہر دور میں مشعل راہ رہی ہے۔

مورخہ ۱۱ر رجب المرجب ۱۳۵۵ھ عالم اسلام کی عظیم ترین ہستی ممدوح اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی ہم شبیہ غوث اعظم اعلیٰ حضرت اشرفی میاں کی وفات ہوئی تو ایسا لگ رہا تھا کیا اتنی بھاری بھرکم شخصیت کی جانشین کا مرحلہ آسانی سے سر کیا جائے گا؟ کیا ان کے جانشیں کے لئے اپنے پیشرو کی آفاقی علمی وروحانی پیش قدمیوں کے تسلسل کو جاری رکھنا ممکن ہوگا؟ مگر دنیا نے دیکھا خوب دیکھا ہر زاویے سے پرکھا ان کے جانشینِ مطلق قدوۃ السالکین حضور سرکار کلاں علیہ الرحمہ نے کیسے کیسے مراحل میں اپنے نامور پیشرو کے کارناموں کی پاسبانی کی اور کیسے کیسے ناموافق حالات میں بھی اپنے اسلاف کے دین وروحانی مشن کو وسعت بخشی۔

ماضی قریب میں ایک مرتبہ پھر عالم اسلام بالعموم خانوادۂ اشرفیہ بالخصوص کچھ ایسے ہی حالات و کیفیات سے دوچار ہوئے جب مورخہ ۹ رجب المرجب ۱۴۱۷ھ کو قدوۃ السالکین مخدوم المشائخ حضور سرکار کلاں اپنے رفیق اعلیٰ سے جا ملے یہاں بھی منتشر ذہنوں میں اس طرح کے سوالات سرابھارنے لگے کہ کیا ان کے جانشین کے لئے اپنے پیشرو کی نیک نامیوں کی پاسبانی کرنا ممکن ہوگا جو ان کی جانشینی کا حق ادا کرے ایک بار پھر آسمان نے دیکھا، زمین نے پرکھا، آنکھوں نے مشاہدہ کیا، دلوں نے محسوس کیا آخر عقل وخرد کو یہ فیصلہ کرنا پڑا کہ خانوادۂ اشرفیہ کا ہر ذرہ آفتاب و ماہتاب ہے اور ہر ہر قطرہ بحر بیکراں ہے۔ اس موقعہ پر بھی چاہتا ہے حماسی شاعر کا شعر گنگناؤ۔

اذا سید منا خلا قام سید
قؤول لما قال الکرام فعول

حضرت شیخ اعظم اسی خانوادۂ اشرفیہ کچھو چھہ مقدسہ کے گل سرسبد جن کی پیدائش مؤرخہ ۶ محرم الحرام ۱۳۵۵ھ میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم مدرسہ اشرفیہ کچھو چھہ شریف سے حاصل کی اور درس نظامیہ کی تکمیل اپنے جد امجد کے قائم کردہ جامعہ اشرفیہ (مجوزہ عربی یونیورسیٹی) مبارک پور سے کی۔

فراغت کے بعد جامعہ نعیمیہ مرادآباد میں خالصاً لوجہ اللہ بلا مشاہرہ درس وتدریس کے فرائض انجام دینے کا آغاز فرمایا۔ مگر آفاقی ذہن، وسعت فکر اور عالمی دینی و روحانی خدمات کے جذبے نے محدود فضاؤں میں ذہن و فکر کو ہم آہنگ ہونے نہیں دیا اور کچھ سال گزرتے ہی درس وتدریس کے فرائض سے سبکدوش ہوگئے۔ ربانی شعور و آگہی نے یہ فیصلہ کرنے پر مجبور کردیا یہ وقت نہیں رہا جو علماء اپنی درسگاہوں میں بیٹھ کر صرف درس وتدریس کے فرائض انجام دیتے رہیں اور محراب و ممبر کی زینت بن کر صرف امامت پر قناعت کرلیں بلکہ اس کے ساتھ ساتھ وقت کی پکار یہ بھی ہے کہ علماء ومشائخ ارباب عزیمت بن کر اپنی درسگاہوں اور خانقاہوں سے نکل کر اسلام کی عزت و ناموس کی پاسبانی بین الاقوامی پیمانہ پر کریں۔ مسلمان چاہے خواص ہوں یا عوام دونوں کی بگڑ ہوئے معاشرہ کو سنوارنے کا بیڑا اٹھائیں اس کے لئے خاردار راہوں پر چل کر سربکف اور کفن بدوش ہوجائیں۔

حضرت شیخ اعظم مخدومی مشن کو عالمی پیمانہ پر متعارف کرانے کے لئے شریعت وطریقت کا علم لے کر کمر بستہ ہوگئے۔ رگ وپے میں جیلانی خون پرجوش ہوگیا تھا۔ خاندانی عزم وحوصلہ موجزن ہو چکا تھا۔ سرفروشی کی وہی تمنائیں، جاں نثاری کی وہی آرزوئیں جو اپنے پیشرو اکابرین کی ذات میں دیکھی تھیں جاگ اٹھیں۔ علوم دینیہ اور شریعت مصطفوی کے فروغ کے لیے پورے خانوادہ میں تجدیدی کام یہ کیا کہ ایک آفاقی علمی ادارہ بنام "جامع اشرف" کی تاسیس رکھی۔ روحانیت کے عالمی پیمانہ پر مزید تعارف کے لئے خانقاہ اشرفیہ حسنیہ سرکار کلاں کو وسعت بخشی۔ اس کے لئے روحانی اسفار کئے۔ رشد و ہدایت کے لئے بیرون ہند کے مختلف ممالک کا دورہ کیا پروردگار عالم نے اس راہ میں ان سے وہ مقامات طے کرائے جہاں ایک چھوٹا پودا سایہ دار تناور درخت، ایک معمولی چشمہ تلاطم خیز سمندر اور باریک ہلال بدر کامل میں تبدیل ہوجاتا ہے۔ دیار غیر میں پرچم اسلام کو لہرایا ملک وبیرون ملک کے گوشے گوشے میں حقانیت کا چراغ جلایا۔ جہاں بھی گئے جس مجلس میں گئے جس محفل میں حاضر ہوئے ہزاروں اور لاکھوں کی تعداد میں

میر محفل ہی بن کر جلوہ گر ہوئے اور معرفت کی گہرائیوں میں ایسا غوطہ لگایا کہ زمانے نے ''شیخ اعظم'' کا نام دیا۔اس موقعہ پر عربی شاعرہ خنّاد کا یہ شعر برملا نوک قلم پر آ گیا۔

حمال الویة هباط اودية
شهادة اندية للجيش جرار

جھنڈوں کو اٹھانے والا، وادیوں میں اترنے والا، مجالس میں کثرت سے شریک ہونے والا اور لشکر کی قیادت کرنے والا ہے۔

پھر کیا تھا مذہبی، روحانی، سماجی ومعاشرتی زندگی میں ایک انقلاب بر پا ہو گیا۔مفسدین کو مادی نجاستوں و آلائشوں سے پاک وصاف کیا، جرائم کہ خوگروں کو انابت الی اللہ کا عادی بنایا، خدا کے ان گنت بندوں کے دلوں میں ایمان ویقین کی شمع فروزاں کی، خدمت خلق اخلاص ومحبت اور ایثار وقربانی کا جذبہ عطا کیا۔ بنگلہ دیش سے پاکستان تک، سری لنکا سے ہالینڈ تک عجم سے عرب تک گھوم جایئے اور کسی ایسے دانشور سے پوچھیے جس کو اسلامی ثقافت اور روحانی عظمت سے کچھ بھی مناسبت ہوگی حضرت شیخ اعظم کے آفاقی کارناموں سے ضرور آشنا ہوگا۔

اللہ تعالیٰ نے ان کے قلب مصفی پر مضامین عالیہ کا القا فرمایا دین وشریعت کے احکام ومسائل، روحانیت وطریقت کے رموز واشارات کو اس خوبی کے ساتھ بیان کرتے کہ سننے والوں کے دلوں پر شریعت اسلامی کی برتری اور تصوف وروحانیت کی بالادستی کا سکہ قائم ہو جاتا بڑا سے بڑا پیچیدہ علمی روحانی مسئلہ ان کی روشن ضمیری کی بدولت ایک بدیہی اور عام فہم مسئلہ بن جاتا۔

ناچیز کو جامع اشرف میں قیام کے ایام میں حضرت شیخ اعظم کی بار بار زیارت کی شرف یابی حاصل ہوئی جہاں حضرت کے شب وروز بھی دیکھے، صبح وشام کے اوراد ووظائف بھی دیکھے، چھوٹوں پر شفقت ومحبت بھی دیکھی، بڑوں کا ادب واحترام بھی دیکھا، جوش وولولہ بھی دیکھا، سوز وگداز بھی دیکھا، دلوں کو چھو لینے والی رقت انگیز دعاؤں کو بھی سنا، جمال وکمال بھی دیکھا، جاہ وجلال بھی دیکھا، کرم فرمائیاں بھی دیکھیں بزم گاہوں میں بھی دیکھا، رزمگاہوں میں بھی دیکھا، اساتذہ جامع اشرف سے خندہ پیشانی سے ملاقات کا منظر بھی بارہا دیکھا، طلبہ جامع اشرف کے سروں پر پدرانہ دست شفقت پھیرتے ہوئے بھی دیکھا، ہزاروں کے جھرمٹ میں بھی دیکھا، مگر اس نورانی چہرے کی نورانیت ہی جداگانہ تھی جب کبھی علم ملکوت وجبروت ولاہوت کی دولت سمیٹ کر خانقاہ رشد وہدایت میں جا بیٹھتے تو ان کی ذات تجلی ربانی وروحانی کی جلوہ گاہ بن جاتی پورا سماں بقعہ نور بن جاتا اور پوری فضا پر نور ہو جاتی۔شاید اسی موقع کے لئے حضرت حسان نے ماقبل اسلام اپنے اس شعر کو موزوں کیا تھا۔

بيض الوجوه كريمة احسابهم
شم الانوف من الطراز الاول

یہ نورانی چہرہ والے شریف النسب ہیں اور اونچی ناک والے اعلیٰ درجہ کے لوگوں میں سے ہیں۔

لوگ پروانہ وار ان کے ارد گرد جمع ہو جاتے، تصفیۂ قلب، تزکیہ نفس اور تجلی روح کی عرفانی محفل سنور جاتی، رواداری بے تعصبی بے نفسی، وسیع المشربی، فراخ دلی وکشادہ قلبی کے ساتھ علم ومعرفت کی ایسی خدمت کی جن کے احسانات سے ہندوستان ہی نہیں بلکہ بیرون ہند کے ممالک بھی کبھی سبکدوش نہیں ہو سکتے۔علم نوازی اور معارف پروری میں کبھی کوئی کمی نہیں کی۔ ہر دور میں علم کی قدردانی وسرپرستی فرمائی ان کا دسترخوان علمی وروحانی مذاکرے کی مجلس میں تبدیل ہو جاتا، معاشرتی زندگی

میں بھی رواداری کا پورا ثبوت دیا، روادارانہ میل جول کے لئے ہر خاص وعام کے لئے اپنا دروازہ ہمیشہ کھلا رکھا۔ شاہانہ جلال وحشمت کے باوجود بے تکلف سب کا آنا جانا لگا رہتا۔ دنیا سے بے نیازی، پروردگار سے نیازمندی، اتباع سنت، زہد وتقویٰ، اخلاق کی بلندی، کردار کی پاکیزگی، حق گوئی، اخلاص کامل، مصائب میں صبر وتحمل مخالفین کے ساتھ بھی حسن سلوک، دین کے لئے حقیقی تڑپ، اسلام ومسلمان کی سربلندی کے لئے ایسی فکر جو ہر فکر پر غالب اور ایسی دھن جو ہر دھن پر حاوی تھی۔ انہیں اولیں ترجیحات وخصوصیات وخوبیوں کی بدولت حضرت شیخ اعظم نے اپنے نامور اسلاف واکابرین کی یادیں تازہ کردیں اور ان کی جانشینی کا حق ادا کردیا۔

ذٰلک فضل الله یؤ تیه من یشاء

☆☆☆☆

الاشــــرف اکـــیڈمی

سن قیام : ۱۴۲۵ھ_۲۰۰۴ء

سرپرستی: شیخ اعظم حضرت علامہ الحاج سید شاہ اظہار اشرف اشرفی جیلانی علیہ الرحمہ

بانی: قائد ملت حضرت علامہ الحاج سید شاہ محمود اشرف اشرفی جیلانی جانشین شیخ اعظم

اغراض ومقاصد

☆ ہندوستان میں چونکہ ہندی جاننے والوں کی تعداد زیادہ ہے اور دن بہ دن بڑھتی جارہی ہے اور اس کی مانگ بھی خوب ہو رہی ہے لہٰذا انہیں حالات کے پیش نظر الاشرف اکیڈمی کا قیام عمل میں لایا گیا ہے تاکہ آسان اخباری ہندی زبان میں اس کے ذریعہ اسلامی تعلیمات وپیغامات کو زیادہ سے زیادہ ہندی جانکار حضرات تک پہنچا کر دین اسلام کی تبلیغ کی جاسکے۔

☆ ہندی، اردو، انگریزی اور دوسری ہندوستانی زبانوں میں اسلامک لٹریچر کی نشر واشاعت اور مسلک اہل سنت وجماعت کی تبلیغ کرنا۔

☆ دنیا کی ہر قوم کو مذہب اسلام کی سچی اور اصلی تعلیم اور اسلامی اصولوں سے آگاہ کرانا اور اسلام کی صحیح پیش کرنا۔

☆ پیغمبر اسلام اور قرآن پر تھوپے جارہے الزامات اور بے بنیاد سوالوں کا انہیں کی کتابوں کو حوالے سے تسلی بخش جواب دینا۔

☆ ہندوستانی مذہبی کتب، ہندی زبان اور ہندوستانی عالموں اور مذہبی پیشواؤں کے حوالے سے اسلامی پیغام کو عام کرنا اور اسلام کی دعوت دینا۔

☆ اپنے ہندوستانی برادران وطن کے دلوں سے بدگمانیاں اور غلط فہمیاں دور کرنا، ابھرتے ہوئے نئے مسائل کا حل کرنا اور اپنے برادران وطن کو مفت وتحفہ میں اسلامی لٹریچر پیش کرنا۔

شیخ اعظم جامع شرائط، پیر طریقت تھے

مولانا محمد مزمل عالم اشرفی، صدر المدرسین دارالعلوم انوار مصطفےٰ، ماری پور، مظفر پور

ایک پیر کے لئے ضروری ہے کہ وہ سنی صحیح العقیدہ ہو، اس کا سلسلۂ بیعت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتا ہو فاسق معلن نہ ہو اور اتنا علم رکھتا ہو کہ اپنی ضروریات کا حکم شرعی کتاب سے نکال سکے یعنی اگر وہ بدعقیدہ ہے یا منقطع السلسلہ یا فاسق معلن یا جاہل ہے تو وہ ہرگز ہرگز پیر و شیخ بننے کے قابل نہیں اس کے ہاتھ پہ ہاتھ دینا اپنی دنیا و آخرت کو تباہ و برباد کرنا ہے۔

جانشین غوث العالم شہزادۂ سرکار کلاں شیخ اعظم سیدنا وسندنا اظہار اشرف اشرفی جیلانی علیہ الرحمہ میں مذکورہ چاروں شرطیں بدرجہ اتم موجود تھیں آپ صرف سنی نہیں بلکہ سنی گر تھے آپ نے لاتعداد گمراہوں کو سنی صحیح العقیدہ بنایا ہے۔

(۲) شیخ کامل کے لئے دوسری شرط ہے اتصال سلسلہ، اتصال سلسلہ میں اتنا استحکام و مضبوطی کہ کئی طرف سے آپ کا سلسلہ بیعت حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک پہونچتا ہے۔

(۳) تقویٰ وطہارت میں آپ مثالی اور قابل نمونہ تھے، فرائض و واجبات سنن و مستحبات کی حد درجہ پابندی اور فسق و فجور سے غایت درجہ دوری و نفرت جس کا اعتراف و اقرار ہر وہ شخص کرتا ہے۔ جو آپ کے روز و شب اور صبح و شام سے واقف ہے یعنی آپ کے تقویٰ وطہارت کا صرف وہی گن نہیں گاتا جو ہفتہ دو ہفتہ آپ کے پاس رہتا بلکہ آپ کے تقویٰ وطہارت میں وہ بھی رطب اللسان نظر آتا ہے جس کو برسوں آپ کی خدمت میں رہنے کی سعادت حاصل ہے۔

(۴) علوم دینیہ میں آپ قابل رشک قابلیت واستعداد رکھتے تھے۔ فراغت کے بعد آپ نے جامعہ نعیمیہ میں تدریسی خدمات انجام دیں لیکن دعوتی و تبلیغی مصروفیات کی وجہ سے یہ تسلسل باقی نہ رہ سکا تاہم آپ کے علمی فیضان سے طالبان علوم نبویہ کبھی محروم نہیں رہے۔ جامع اشرف اور دیگر بہت سے مدارس میں بخاری شریف کے افتتاح و اختتام کا مقدس فریضہ تاحیات انجام دیتے رہے اس موقع پر گہر ہائے علم وحکمت لٹاتے رہے اور طلبہ اپنے خالی دامن بھرتے رہے۔

بخاری شریف کے افتتاح و اختتام کی مجلس میں برسوں شرکت کرنے والے مولانا قمر عالم اشرفی صاحب فرماتے ہیں کہ اس پروگرام میں جہاں مدارس کے طالب علموں اور آپ کے عقیدت مندوں کی بھیڑ ہوتی وہیں علماء فضلاء و ادباء اور دیگر اہل مرتبت کی بھی ایک بڑی تعداد ہوتی۔ میں خود بھی اس پروگرام میں مسلسل سات برس سے شریک ہوتا رہا ہوں۔ حضرت جب بخاری شریف کا درس دیتے تو مجلس پر ایک قسم کا وجد اور ایک طرح کی کیفیت طاری ہو جاتی۔ علماء جھوم جھوم اٹھتے اور طلباء کی زبانوں پر نعرہائے تکبیر و رسالت کی صدائیں جاری ہو جاتی تھیں کبھی آپ اسماء رجال کی اہمیت پر روشنی ڈالتے تو کبھی اصول حدیث پر بحث کرتے۔ کبھی امام بخاری کی زندگی کا نقشہ کھینچتے اور کبھی اسلوب بیان پر آپ نکتہ سنجیاں فرماتے آپ کے افہام و تفہیم کا انداز یگانہ و منفرد ہوتا۔ غرض ایسا معلوم ہوتا کہ حضرت کے درس و تدریس کا سلسلہ کبھی منقطع ہی نہ ہوا ہو۔ (معارف شیخ اعظم صفحہ ۴۲)

غرض کہ آپ ایک سچے پیر طریقت اور عالم شریعت تھے آپ کے دست حق پرست پر لاکھوں فرزندان اسلام نے مرید ہوکر داخل سلسلہ عالیہ اشرفیہ ہوئے۔ آپ کی ذات سے اس سلسلہ کو کافی فروغ حاصل ہوا۔

مرید ہونے سے قبل اسلامی بھائیوں کو یہ ضرور دیکھ لینا چاہئے کہ جس کے ہاتھ پر ہم اپنا ہاتھ دینے جارہے ہیں اور جس کو ہم اپنا پیر بنارہے ہیں وہ ضروریات دینی کا کافی ووافی علم رکھتا ہے کہ نہیں۔ سنی صحیح العقیدہ ہے کہ نہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک اس کے سلسلے کا اتصال ہے کہ نہیں تقویٰ وطہارت کا پابند ہے کہ نہیں۔

صرف اتنا ہی دیکھ لینا کافی نہیں ہے کہ وہ پرانی و مستند خانقاہ کا سجادہ نشیں ہے۔ میں کتنے ایسے مستند خانقاہوں کے غیر مستند وغیر معتبر سجادگان کو جانتا ہوں جو حد شرع سے داڑھی کم کرتے رہتے ہیں بلکہ بعض تو منڈانے میں بھی ننگ وعار محسوس نہیں کرتے اور نماز وروزہ سے کوسوں دور رہتے ہیں۔ دس دس انگوٹھیاں اپنی انگلیوں میں سجائے رہتے ہیں نیز ان صفات ذمیمہ کے حامل بعض سجادگان اور پیران طریقت کو گستاخان رسول کی گستاخانہ عبارتیں بھی دن کے اجالے میں نظر نہیں آتیں مگر ان خبثاء کی نشر الطیب اور کلید مثنوی جیسی کتابیں تاریک راتوں میں بھی نظر آجاتی ہیں اور دوسروں کو انہیں پڑھنے کی تاکید وتلقین کرتے رہتے ہیں اور اپنے ماتحت افراد کو دیوبندی کا ذبیحہ کھلانے میں ذرا بھی خدا اور رسول سے شرم نہیں کرتے اور حد تو یہ ہے کہ صحابی رسول کاتب وحی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صحابیت کو شک کے دائرے میں لانے کی ناپاک جسارت کرتے ہیں۔

ہمارے اسلاف کرام نے ہمیں جو کسوٹی عطا کی ہے اسے پیش نظر رکھ کر ہی کسی کو اپنا پیر وشیخ بنائیں۔

پیر بڑی اونچی شان والے ہوتے ہیں۔ پیر کی شان بیان کرتے ہوئے حضرت شیخ شرف الدین یحییٰ منیری علیہ الرحمہ نے ارباب طریقت کا ایک قول پیش کیا ہے اور اس کی شرح بھی بیان کی ہے۔ اس کے لئے حضرت کی کتاب ''مکتوبات دوصدی'' ملاحظہ کریں۔

آپ فرماتے ہیں کہ شیخ وہ ہوتا ہے جو زندہ کو مردہ اور مردہ کو زندہ کرتا ہے یعنی پیر مرید کو طاعت وبندگی کی تاکید کرتا اور اس کا پابند بناتا نیز اس کی مردہ دلی کو زندہ دلی میں بدل دیتا ہے اور طاعت وبندگی اور زندہ دلی کا ہی نام حیات و زندگی ہے۔ حقیقۃً وہی زندہ ہے جو اللہ اور رسول کی فرمانبرداری میں اپنے روز وشب گذارتا ہے اور پیر مرید کو گناہ ومعصیت کی گندگی سے دور کرکے اسے حقیقی زندگی کا حامل بناتا ہے کہ گناہ ومعصیت انسان کے لئے موت ہے۔

آج ہندوستان میں جو اسلامی باغ و بہار نظر آرہا ہے کلمۂ توحید ورسالت کی جو صدائیں گونج رہی ہیں۔ ہر چہار جانب مساجد و مدارس کی جو فلک بوس عمارتیں نظر آرہی ہیں یہ کرم ہے انہیں بوریا نشیں فقیروں کا اور فیضان ہے انہیں نفوس قدسیہ کا ان کے فیضان وبرکت کا انکار وہی کرسکتا ہے جو فکر وشعور اور عقل وخرد سے محروم ہو۔

میں تو یہ مانتا ہوں کہ

ان کا سایہ ایک تجلی ان کا نقش پا چراغ
جس طرف گذرے ادھر روشنی ہوتی گئی

نگاہ ولی میں وہ تاثیر دیکھی
بدلتی ہزاروں کی تقدیر دیکھی

زندۂ جاوید ہے اللہ والوں کا گروہ
امت مرحومہ سو سکتی مر نہیں سکتی

ورق تمام ہوا مدح باقی ہے
سفینہ چاہئے اس بحر بیکراں کے لئے

☆☆☆☆

شیخ اعظم خانوادۂ اشرفیہ کی عظیم شخصیت

مولانا محمد خالد کمال اشرفی مصباحی، استاذ و مفتی مخدوم اشرف مشن، پنڈوہ شریف

""شیخ"" کا نام لیتے ہی ذہن وخیال کے پردے پر ایک بزرگ، معمر محترم و مؤقر اور نورانی شخصیت کا ایک سراپا ابھرتا ہے اور معاً طبیعت ادب و وقار کے سانچے میں ڈھل جاتی ہے اور جب ہم ""شیخ اعظم"" کہتے ہیں تو چشم تصور میں ایک ایسا پرکشش و دل آویز پیکر آ کھڑا ہوتا ہے جن کی عظمت و جلالت، رعب و دبدبہ سے دیدہ و دل فرش راہ بنتے محسوس ہو رہے ہیں۔ موزوں قد، سڈول بدن، حساس دل، بشاش پرنور چہرہ، ابھری ہوئی موزوں ناک، منور عارض، میر کے محبوب کے لبہائے نازک، پھیلی نورانی داڑھی، ابھری ہوئی چمکتی پیشانی، جسم پر شاہانہ جبہ، سر پر سمنانی تاج، ہاتھ میں خوبصورت عصا، تیکھے نقوش، سیمابی مزاج، خاموشی میں سنجیدگی، تکلم میں بذلہ سنجی، متنوع مرنجاں مرنج، انتہائی خلیق، بیحد سنجیدہ، بزرگوں میں نیاز مند، احباب میں مؤدب، گفتگو محققانہ، فکر حکیمانہ، متدین عالم، اچھے مدرس، زہرہ نگار مصنف، قادر الکلام شاعر، مرشد کامل، فقید المثال مقرر، عدیم النظیر مبلغ، بانی مدارس و مساجد کثیرہ، شیخ اعظم، یہ مختصر تعارف ہے آستانہ عالیہ سرکار کلاں کے جانشین حضرت علامہ سید اظہار میاں رحمۃ اللہ علیہ کا (علیہ رحمۃ واسعۃ)

حضرت سلطان التارکین سید اشرف جہانگیر سمنانی رحمۃ اللہ علیہ (وصال ۸۰۸ھ مطابق ۱۴۰۴ء) نے آج سے تقریباً ۶۲۰ سال قبل کچھوچھہ مقدسہ سے شریعت غرہ اور تعلیمات مصطفوی کے جس مشن کا آغاز کیا تھا وہ آج بھی آفاقی وسعتوں کو چھوتا ہوا اپنی منزل کی طرف رواں دواں ہے۔ گزشتہ چھ صدیوں سے آپ کی اولاد و احفاد اس مشن کو آگے بڑھا رہے ہیں اور شجر اسلام کی آبیاری کر رہے ہیں۔ جن میں اعلیٰ حضرت اشرفی میاں رحمۃ اللہ علیہ (۱۳۵۵ھ) عالم ربانی سید احمد اشرف علیہ الرحمہ (۱۳۴۳ھ) محدث اعظم ہند علیہ الرحمہ (۱۳۸۱ھ) تاج الاصفیاء سید مصطفیٰ اشرف علیہ الرحمہ (۱۳۸۶ھ) سرکار کلاں حضرت سید محمد مختار اشرف علیہ الرحمہ (۱۴۱۶ھ) مجاہد دوراں حضرت سید مظفر حسین علیہ الرحمہ (۱۹۹۷ء) اشرف الاولیاء حضرت سید شاہ مجتبیٰ اشرف علیہ الرحمہ (۱۴۱۸ھ) اشرف العلماء حضرت مولانا سید حامد اشرف علیہ الرحمہ (وصال ۱۴۲۵ھ) شیخ اعظم حضرت مولانا سید اظہار اشرف علیہ الرحمہ (۱۴۳۳ھ)

یہ وہ فرشتہ خصال، مغتنم روزگار اور عبقری شخصیتیں تھیں جنہوں نے اپنے ادوار میں دعوت و تبلیغ، ارشاد و ہدایات کے وہ کارہائے گراں مایہ انجام دیئے جنہیں تاریخ نے بڑی عظمت و وقار سے سینے میں محفوظ کر لیا ہے اور چمن کے لالہ، نرگس و گل کے درمیان آج بھی داستاں بکھری پڑی ہے۔

اٹھائے کچھ ورق لالہ نے، کچھ گل نے، کچھ نرگس نے
چمن میں ہر طرف بکھری ہوئی ہے داستاں تیری

داستان ہزار شب کی یہاں گنجائش کہاں؟ سر دست مؤخر الذکر شیخ اعظم حضرت علامہ سید اظہار اشرف رحمۃ اللہ علیہ کی عظیم شخصیت اور احوال و خدمات کا تذکرہ مقصود ہے۔

زباں پر بار الٰہ یہ کس کا نام آیا
کہ میرے نطق نے بوسے میری زبان کے لئے

کہتے ہیں کہ ’’جس طرح نا اہل کو عظیم کہنا جرم ہے اسی طرح عظیم کو عظیم نہ کہنا بھی جرم عظیم ہے۔‘‘ مگر آج کل اسی میں زیادہ دلچسپی دکھائی جا رہی ہے۔ فراز مبارک پوری نے اس کا رونا رویا ہے۔

کتنے ہیرے کھو گئے اس رونق بازار میں
کتنے پتھر بک گئے لعل و گہر کے نام سے

شیخ اعظم خانوادۂ اشرفیہ کی عظیم شخصیت سرکار کلاں حضور سید مختار اشرف علیہ الرحمہ کے فرزند دلبند اور محبوب نظر جانشین تھے، جن کی خداداد عظمتوں کی گواہی کا قائل ایک زمانہ تھا، جن کی انقلاب آفریں شخصیت کی دھمک پورے برصغیر میں محسوس کی جارہی تھی، جن کی آفاقی شخصیت سے متاثر ہوکر محدث اعظم ہند نے فرمایا تھا۔

اجماع کردہ اند ہمہ صاحب نظر
درآں اشرفی گشتہ بزرگ تر
پس ہچپاں اے سید مختار اشرفی !!
بعد اشرفی بزرگ توئی قصہ مختصر

خانوادۂ اشرفیہ کی وہ عظمتیں جو بالواسطہ آپ کو حاصل تھیں، ان کی بے نظیری و بے مثالی بھی اپنی مثال آپ تھیں، ان کا تذکرۂ مشکبار خود انہیں کی زبانی سنئے فرماتے ہیں:

’’مجھ حقیر پر اللہ تبارک وتعالیٰ کا بے پایاں احسان ہے کہ میں نے اس دنیا میں آنکھیں کھولتے ہی اپنے پر دادا محبوب ربانی شیخ المشائخ اعلیٰ حضرت سید علی حسین اشرفی میاں رحمۃ اللہ کی دعائیں پائیں۔ مجھے نانا کی حیثیت سے وقت کے عارف حقانی سید شاہ مصطفیٰ اشرف علیہ الرحمہ کی ذات ملی۔ دادا کی حیثیت عالم ربانی علامہ سید احمد اشرف علیہ الرحمہ کی نسبت ملی۔ تربیت کے لئے مثالی ماں کی گود کے ساتھ اپنی دادی، امام العرفاء سید شاہ اشرف حسین رحمۃ اللہ کی صاحبزادی، وقت کی رابعہ بصریہ کی مقدس گود بھی نصیب ہوئی۔

ایں سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

اس عظیم سعادت پر میں اللہ تعالیٰ کا جتنا بھی شکریہ ادا کروں کم ہے۔ (سرکار کلاں نمبر ص ۱۴)

اگر آپ کی عظیم و ہمہ جہت کارناموں کا جائزہ لیا جائے تو فی الحقیقت ان کے شش جہات سامنے آتے ہیں آپ ایک فقید المثال مدرس تھے تو بے نظیر خطیب بھی، قد آور شاعر تھے تو مرشد کامل بھی، بانی مدارس و مساجد کثیرہ تھے تو جامع الصفات بزرگ بھی، یہ وہ جہات و حیثیات ہیں جن میں آپ نے یقیں محکم عمل پیہم، محبت فاتح عالم کا رنگ بھر کے جہاد زندگانی میں شمشیروں کا کام لیا اور تکبیرات ’’حق ہو‘‘ سے ’’شش جہات‘‘ کے طلسم کو توڑ کر سر بکف مجاہد کی طرح اپنی جیت کا جھنڈا آفاق و انفس میں لہرایا۔ ایسے انسان کامل اور مرد مومن کے بارے میں کہا گیا ہے کہ

توڑ ڈالیں جس کی تکبیریں طلسم شش جہات

اپنے موقف کی تائید میں اب ان ’’شش جہات‘‘ کا اجمالی جائزہ لیا جاتا ہے۔

بحیثیت معلم و مدرس

آپ کی ابتدائی تعلیم وتربیت جامع اشرف کچھوچھہ میں ہوئی جبکہ منتہی تعلیم آپ کے پر دادا کا قائم کردہ ادارہ

جامعہ اشرفیہ مبارک پور میں ہوئی۔ایسے اساتذۂ وقت کی نگرانی میں آپ کی تعلیم وتربیت ہوئی تھی جن کے مبلغ علمی کی یکتائی وبےنظیری کا خطبہ ایک زمانہ نے پڑھا تھا۔علوم و فنون کی وہ کون سی شاخ تھی جن پر انکی علمی لیاقت کا طوطی نہ بولتا تھا۔آپ نے بڑے انہماک کے ساتھ ان بزرگوں کی بارگاہ میں زانوئے تلمذ تہ کیا،صحبتیں اٹھائیں،اکتساب فیض کیا اور جلد ہی گوہر علم وفن سے اپنے دامن مراد کو بھر کر ۱۹۵۷ء میں فراغت حاصل کی۔فراغت کے بعد اس دور کی عظیم الشان درسگاہ جامعہ نعیمی میں ایک ممتاز استاذ کی حیثیت سے متمکن ہوئے،متوسطات کی تمام کتابیں پڑھائیں،ابھی ایک سال بھی اپنے مئے خانہ علم سے طالبان علوم نبویہ کی پیاسی روح کو سیراب نہ کر پائے تھے کہ والد گرامی سرکار کلاں رحمۃ اللہ علیہ کی ضعیف العمری اور نامساعد حالات کی بنا پر درسگاہی دنیا کو خیرآباد کہنا پڑا۔

ابھی بنا بھی نہ ڈالی تھی آشیانے کی
فلک کو فکر ہوئی بجلیاں گرانے کی

والد گرامی کی علالت وضعیفی کے بعد آپ کی تبلیغی، ادارتی،تنظیمی ذمہ داریاں"الولد سر لابیہ" کے مصداق کامل فرزند پر آپڑیں ہر چند کے آپ اپنے کو درسگاہ علوم نبویہ سے الگ نہیں کرنا چاہ رہے تھے مگر پدر بزرگوار کی ذمہ داری اور آپ کی اپنے وسیع ارشاد وتبلیغ کی سوچ کے پیش نظر درسگاہ ناکافی لگ رہی تھی کیوں کہ اس کیلئے وسیع وعریض میدان عمل کا انتخاب چاہئے تھا۔

غالبؔ کو اپنے ذوق سخن سنجی کے لئے صنف غزل میں تنگی کا شکوہ تھا۔

بقدر شوق نہیں ظرف تنگنائے غزل
کچھ اور چاہئے وسعت میرے بیاں کے لئے

کچھ ایسا ہی معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے اپنے قافلہ ہائے شوق کی تکمیل کے لئے درسگاہ علم نبوت کو محدود جانا تو درسگاہ کی باہر کی دنیا کو اپنی گزرگاہ اور ملک و بیرن ملک کی وسیع فضاؤں کو اپنی جولان گاہ عمل بنایا۔

درسگاہی زندگی سے علاحدگی اختیار کرنے کے باوجود درسگاہی صلاحیت قصۂ پارینہ نہیں بن گئی تھی بلکہ نقش کالحجر بن کر باقی تھی۔جس کا بین ثبوت جامع اشرف میں اساتذہ کے مابین وہ علمی،فقہی مجالس ہیں جن کے معترف کل اور آج کے اساتذہ ہیں۔ملک کے طول وعرض میں کی گئی وہ علمی نکتہ آفریں تقریریں ہیں جن کی خداداد صلاحیت ولیاقت کی گواہی ارباب علم وفن نے دی ہیں۔یا پھر شروع سے آج تک جامع اشرف کے بخاری شریف کے پروگرام کا اہتمام ہے۔اس پروگرام کی خصوصیت یہ ہے کہ عوام الناس واندرون خانقاہ کے اہل علم افراد سے لے کر ارباب علم وفن واہلیان بست وکشاد کی لمبی تعداد ہوتی ہے۔خود راقم السطور بھی اس پروگرام کی شرکت کا فیض پا چکا ہے۔جب آپ بخاری شریف کا درس دیتے تھے تو ایک وجد وکیف کا ماحول طاری ہو جاتا تھا۔اسمائے رجال پر گفتگو ہو یا پھر اصول حدیث پر،امام بخاری کی حالات زندگی کا نقشہ ہو یا جرح وتعدیل پر کلام،ہر جگہ اپنے وجود مسعود کا احساس دلاتے تھے۔ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ہم کسی ماہر علم وفن،بحر العلوم کی درسگاہ میں ہیں جن کو جملہ علوم وفنون پر کامل دسترس ہے،ایک بحر ذخار ہے جو موجیں لے رہا ہے،طائران خرد فضاؤں میں اپنی پرواز بھول جاتے ہیں،عوام الناس خاموشی کی

چادر تان لیتے ہیں، ارباب علم و معرفت میں خوشی کے شادیانے بجنے لگتے ہیں اور نعرہائے تکبیر و رسالت کی صدائیں درو دیوار سے ٹکرا کر یہ صدائے بازگشت پیدا کر رہی ہیں۔

ہم ہوئے، تم ہوئے، کہ میر ہوئے
سبھی اس زلف کے اسیر ہوئے
تمام مئے کدہ سیراب کر دیا جس نے
نگاہ یار تھی، جام شراب تھا، کیا تھا؟

بحیثیت مصنف و شاعر

معروف نقاد و شاعر سید زبیر رضوی ''شاعر اور ادیب کے بارے میں تحریر کرتے ہیں؛

''شاعری جزئیست از پیغمبری''یعنی جس طرح پیغمبر پیدا ہوتے ہیں اسی طرح شاعر یا ادیب بھی پیدا ہوتا ہے۔جس طرح پیغمبر کی سوچ دو سو تین سو سال کے عرصے پر محیط ہوتی ہے ویسی ہی ایک تخلیق کار کی ہوتی ہے''(اردو دنیا دہلی صفحہ ۷)

بات لگتی ہوئی ہے کہ ایک تخلیق کار کسی عہد کا پابند نہیں ہوتا،کبھی وہ حال میں ہوتا ہے،کبھی ماضی کی طرف پلٹتا ہے اور کبھی مستقبل میں قدم رکھتا ہے۔جب فنکار کا آج''کل''بن جاتا ہے تو وہ مردہ ہوجاتا ہے،ایسا کچھ نہیں یہ خیال خام ہے۔غالب،اقبال،اکبرالہ آبادی کو لے لیجئے یہ تینوں زمانے کے شاعر تھے۔دراصل یہ فنکار کے اختراعی ذہن کا کمال ہوتا ہے جو اسے برسوں زندہ رکھتا ہے۔

اس تناظر میں جب ہم شیخ اعظم کے فن کا جائزہ لیتے ہیں تو اس پر آپ پورے اترتے ہیں۔آپ اخاذ ذہن،عالی فکر،عرشی خیال،قادرالکلام شاعر تھے۔رواں دواں برق رفتار قلم کے مالک تھے۔مگر تبلیغی و تعمیری مصروفیات نے آپ کے روز و شب،ماہ و سال کو اس درجہ مشغول رکھا کہ اس طرف زیادہ توجہ ہی نہ ہوئی۔پھر بھی مصروفیات کے ہجوم میں وقتاً فوقتاً حمد و نعت اور منقبتیں لکھی ہیں وہ''اظہار عقیدت'' کی شکل میں قارئین کے سامنے ہے۔آپ نے اپنے فن کو شہرت کا ذریعہ نہ بنایا بلکہ اظہار عقیدت اسم بامسمیٰ بنایا۔ آپ کی شاعری کا قبلہ و کعبہ، مبداء و منتہیٰ، محور و مرکز، عقیدت و عشق ہے۔دنیا اور طلب دنیا سے آپ نے فن کو گندہ نہیں کیا بلکہ امام عشق و محبت امام احمد رضا علیہ الرحمہ کی طرح آپ کا بھی نصب العین یہی رہا۔

کروں مدح اہل دول رضا پڑے اس بلا میں میری بلا
میں گدا ہوں اپنے کریم کا میرا دین پارۂ ناں نہیں

ڈاکٹر سید امین اشرف انگلش ریڈر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ لکھتے ہیں''شیخ اعظم کی رگ رگ میں عشق محمدی رچا ہوا ہے اور اس آگ کی تپش،تاب و توانائی شیخ اعظم کا سامان حیات اور مقصد زندگی ہے۔''(اظہار عقیدت صفحہ ۱۸)

''علامہ اقبال کی شاعری کا تو مرکزی خیال عشق رسول ہے اسی طرح شیخ اعظم کیلئے جملہ سامان حیات ہی نبی کا تصور بے پایاں ہے''۔(ایضا ۲۰)

''شیخ اعظم کے لیے شاعری مقصو بالذات نہیں بلکہ ان کی شاعری شیخ کے محسوسات وجذبات و مشاہدات کے اظہار کا ایک بہانہ ہے''۔(ایضا صفحہ ۵۷)

وفات سے چند سال پہلے جب آپ علیل چل رہے تھے،بمشکل نماز پنجگانہ اور اوراد و وظائف کا التزام کر پا رہے تھے،اس نازک حالت میں بھی قرطاس و قلم کا سہارا لیا اور عارف باللہ مولانا روم علیہ الرحمہ کی مثنوی شریف دفتر اول کا منظوم ترجمہ و تشریح کا کام کیا جو تقریبا

چار ہزار اشعار پر مشتمل ہے۔

مفتی معین الدین اشرفی تحریر کرتے ہیں؛

’’قارئین کو یہ جان کر بے حد خوشی ہوگی اور شعر وسخن کے فن میں حضرت کی خداداد صلاحیت پر بڑی حیرت بھی ہوگی کہ حضرت نے مثنوی شریف کے ترجمہ وتشریح کا کام نثر میں نہیں کیا ہے بلکہ مثنوی شریف کے اشعار کا ترجمہ اور اس کی تشریح نظم اور اشعار ہی میں کیا ہے۔اور اس بات کا خاص التزام فرمایا ہے کہ مثنوی کے اشعار جس بحر میں ہیں اس کا ترجمہ اور تشریح بھی اسی بحر میں ہو‘‘۔

(معارف شیخ اعظم صفحہ۲۳)

جس دن یہ مجموعہ منظر عام پر آئیگا اس دن اظہار عقیدت کی طرح یہ مجموعہ بھی شعر وسخن کی دنیا میں ایک نیا باب رقم کریگا اور سخنوران زمن آپ کی قادرالکلامی کا اعتراف کرنے پر مجبور ہو جائیں گے کہ۔

یوں تو ہیں زمانے میں سخنور بہت اچھے
کہتے ہیں کہ غالبؔ کا ہے انداز بیاں اور

بحیثیت مدبر ومنتظم

تاریخ کے ہر دور میں کچھ ایسی انقلاب آفریں و ہمہ جہت شخصیت پیدا ہوتی ہیں جن کی کتاب حیات کا ہر ورق درخشندہ ہر زمانے کے لوگوں کے لیے درس عبرت ونمونۂ عمل ہوتے ہیں۔انکے انقلاب انگیز کارناموں کے لافانی ولاثانی نقوش آنے والی نسلوں کے لیے مشعل راہ ومینارۂ نور ہوتے ہیں، ہر جگہ انہیں کی داستان عظمت کی گونج سنائی دیتی ہے، وہ اپنی جاں جان آفریں کے سپرد کرنے کے بعد بھی اپنے کارناموں کے بل پر ہمیشہ زندہ رہتے ہیں، اور صدیوں لوگوں کے دلوں پر حکومت کرتے رہتے ہیں، ان میں ایک نیک ومتعارف نام شیخ اعظم علیہ الرحمہ کا ہے۔آپ نام کے اظہارؔ، مزاج کے سلیمانؔ، عزم کے اکبرؔ، دل کے شاہجہاںؔ اور اورنگ زیبؔ ضد کے مظہر تھے۔آپ کی زندگی کام اور کام سے عبارت تھی، وہ کہیں تھک ہار کے بیٹھنا جانتے ہی نہ تھے، چاہے جس ماحول میں ہو کردار وعمل کا جوت جگاتے تھے، احباب ومریدین اصرار کرتے کہ حضور کبھی آرام بھی فرمالیا کیجئے، مگر آپ کے سراپا میں اصغر گونڈوی کے مرد آزاد کا ہیولیٰ تھا کہاں خاموش بیٹھنے والے تھے؟

بنالیتا ہے اکثر خوں دل سے اک چمن اپنا
وہ پابند قفس جو فطرتا آزاد ہوتا ہے

جامع اشرف، مختار اشرف لائبریری، مسجد اعلیٰ حضرت اشرفی، شعبۂ نشر واشاعت، اشرف حسین میوزیم، نور العین پارک اور پریس کا قیام، ملک وبیروں ملک میں مدارس ومساجد، تحریکوں وتنظیموں انجمنوں واکیڈمیوں کا ایک حسین خوبصورت سلسلہ آپ کے ’’جہان نو‘‘ کی تعمیر کے ذیلی عناصر ہیں۔یہ وہ عظیم اور حیرت انگیز کارنامہ ’’طلسم ہوشربا‘‘ کی طرح معرض وجود میں نہیں آیا اور نہ وقت کے شاہجہاں نے اس میں حکومت کی خطیر رقم کا استعمال کیا بلکہ یہ ایک مبلغ دین متین، عاشق رسول، مرشد کامل کی جہد مسلسل وسعی پیہم کا حسین استعارہ ہے۔جن میں نالہ نیم شبی بھی ہے اور آہ سحرگاہی بھی، ایثار وقربانی بھی ہے، السفر کالسقر کی صعوبتیں بھی، خلوص وللّٰہیت بھی ہے مجاہدانہ استقلال بھی، حتیٰ کہ سرفروشانہ جذبہ بھی۔جن کی تعمیر وترقی کی داستان، طریقہ کار اور وسیع تر خدمات پر سینکڑوں صفحات سیاہ کئے جاسکتے ہیں مگر بقول شاعر

میری حیات کا قصّہ ہے مختصر شبنم
ادب شناس ہو تم اسکو طول کر لینا

مگر ان میں جامع اشرف ومختار اشرف لائبریری کی حیثیت سونے پہ سوہاگہ اور انگوٹھی پہ نگینہ کی ہے۔ جامع اشرف اپنے قیام ۱۹۷۸ء کے بعد سے آج تک ہزاروں کی تعداد میں تشنگان علوم نبویہ کو سیراب کر چکا ہے اور کر رہا ہے۔ فرزندان جامع اشرف ملک وبیرون ملک میں پھیل کر اپنے زرّیں خدمات سے ایک عالم کو سیراب کر رہے ہیں۔ یہاں درس نظامی کی مکمل تعلیم کے ساتھ، شعبہ حفظ وقراءت اور شعبہ تخصص فی الفقہ کا معقول انتظام ہے۔ اور ملک کی عظیم درسگاہوں میں ایک ہے۔

مختار اشرف لائبریری

یہ لائبریری ہندوستان میں جماعت اہل سنت کی واحد اسلامی لائبریری ہے۔ ریسرچ اسکالرز کیلئے ہر طرح کا انتظام ہے۔ کتابوں کا نظام کیٹلاک سسٹم کے مطابق ہے۔ اسلامیات کے ساتھ مختلف علوم وفنون کی مخطوطات ۲۵۰۰۰ کتابیں موجود ہیں اور مذکورہ کتا بیں رسائل وجرائد اخبارات وقلمی نوادرات کے علاوہ ہے جب کہ ان کی تعداد بھی سینکڑوں میں ہیں۔ نگاہوں پر بار نہ ہو تو فن وائز کتابوں کی تعداد بھی دیکھتے جائیں۔

علوم قرآن: ۴۳۶، علم حدیث ۱۳۵۰، تفسیر ۹۹۵، فقہ ۱۵۵۰، مذاہب ۹۰، انسائیکلوپیڈیا ۳۵۵، انگریزی زبان میں مختلف فنون کی کتابوں ۱۷۷، فتاویٰ ۶۴۵، اصول حدیث، اسماء الرجال ۲۸۱، اصول فقہ ۱۰۵، تاریخ ۱۵۷۵، اور مناظرہ ۹۹۰، عقائد ۲۹۵ کلام ۱۰۰، تذکرہ ۱۲۳۸، اخلاق وتصوف ۸۷۵، سیرت ۲۷۰۰، مقالات وخطبات ۲۶۵ عربی ادب ۳۸۵، فارسی ادب ۱۵۰، دیوان ۱۰۹۰، نحو وصرف ۱۶۰، علم سائنس ۵۰، مذہب اور سائنس ۴۷، طب ۲۳۰، مباحث ۱۷۷، ناول ۴۳۵، انساب ۱۷، اوراد ووظائف ۳۵۰، ملفوظات و مکتوبات ۲۹۰، اردو ادب ۳۴۱، قراءت ۶۰، لغات ۳۰۰، فہرست ۱۸۰، متفرق ۲۶۵۔

بحیثیت شیخ طریقت و مرشد کامل

حضرت مخدوم المشائخ سرکار کلاں سجادہ نشین آستانہ اشرفیہ کے وصال پر ملال کے بعد ۲۱ شعبان المعظم ۱۴۱۷ مطابق ۳ جنوری ۱۹۹۷ بموقع عرس مخدوم المشائخ سرکار کلا ں شیخ اعظم کو ملک کے ہزاروں علما وفضلا و مریدین ومعتقدین کی موجودگی میں مسند سجادگی پر بیٹھایا، تمام علماء و مشائخ اور سادات کچھوچھہ نے متفقہ طور پر سجادہ نشین تسلیم کیا اور محضر نامہ میں تائیدی دستخط فرما کر تقویت بھی بخشی۔

اس پر نور محفل کو جن بزرگوں نے شرکت فرما کر رونق بخشی ان کے کچھ اسمائے گرامی یہ ہیں مجاہد دوراں، سید مظفر حسین کچھوچھوی، اشرف الاولیاء سید مجتبیٰ اشرف نبیرۂ اعلیٰ حضرت اشرفی میاں، جانشین محدث اعظم ہند شیخ الاسلام علامہ سید محمد مدنی میاں صاحب، غازی ملت سید ہاشمی میا ں، مفکر ملت سید مثنیٰ انور، قطب العلماء حضرت سید حکیم قطب الدین اشرف، حکیم الامت حضرت سید کلیم احمد میاں ان کے علاوہ حضرت سید یحییٰ میاں صاحب سجادہ نشین خانقاہ برکاتیہ مارہرہ شریف، حضرت مولا نا اشتیاق عالم شہبازی سجادہ نشین آستانہ شہبازیہ بھاگلپور، حضرت مولانا رکن الدین اصدق سجادہ نشین خانقاہ اصدقیہ بہار شریف، مبلغ اسلام علامہ شاہد رضا نعیمی اشرفی لندن (مقدمہ اظہار عقیدت صفحہ ۲۴)

شیخ اعظم علیہ الرحمہ نے مرشد برحق والد بزرگوار کی جانشینی اور مذکورہ علمائے کرام کے اعتمادات کو کس طرح عملی جامہ پہنایا خود انہیں کی زبانی سماعت فرمایئے، سرکار کلاں فرماتے ہیں کہ:''اظہار میاں! میں کل قیامت میں تمہاری امانت کی قسم کھا سکتا ہوں''(ایضاً صفحہ ۹۰)

اشرف العلماء علامہ سید حامد اشرف علیہ الرحمہ اپنا تأثر ان لفظوں میں بیان کرتے ہیں کہ:

عزیزی سید شاہ اظہار اشرف سلمہ نے جو کارہائے نمایاں انجام دئے ہیں یقیناً وہ قابل ستائس و شکر ہیں انہوں نے وہ سب کچھ عطا کر دیا جس کا ہم تصور بھی نہیں کر سکتے تھے، یقیناً وہ صحیح جانشیں ہیں''(ایضاً صفحہ ۳۱)

میر عبدالواحد بلگرامی علیہ الرحمہ نے سبع سنابل میں پیر طریقت کی چار خصلتیں بتائی ہیں:

(۱) اکل حلال (۲) صدق مقال (۳) حرص دنیاوی کا ترک (۴) ذخیرہ اندوزی سے احتراز۔

مذکورہ بالا شرائط کسی بھی پیر طریقت کے لئے بنیادی شرطیں ہیں مگر پیر کامل کیلئے ان کے علاوہ اوصاف کا بھی پایا جانا ضروری ہے۔جس کے بغیر وہ مراتب و مدارج طے نہیں کر سکتے جو ان کیلئے ناگزیر ہے۔حضور شیخ اعظم علیہ الرحمہ بنیادی شرائط کے ساتھ دیگر فضائل حمیدہ کے بھی مالک تھے۔آپ شریعت و طریقت کے مجمع البحرین تھے۔عاشق رسول وفنافی الرسول تھے۔صاحب کشف وکرامت تھے۔اپنے بزرگوں کے روحانی اورادو وظائف کے عامل تھے۔تقوی و طہارت، شرافت و نجابت، فضل وکمال، جودونوال، ہمدردی وخیر خواہی، زہد و پارسائی، غرض کہ تقریباً جملہ اوصاف کے مالک تھے،

گروہ مشائخ میں، علماء فضلاء کی محفل میں، دانشوروں کی انجمن میں ہر جگہ آپ میر محفل، جان محفل ہوتے:

لالہ وگل تم نہیں، ماہ و انجم تم نہیں
رنگ محفل بن کے لیکن کون اس محفل میں ہے

چہرے کی تابندگی ودرخشندگی ایسی کہ:

نگاہ برق نہیں چہرہ آفتاب نہیں
یہ آدمی ہے مگر دیکھنے کی تاب نہیں

جمال وزیبائی کا یہ حال کہ:

ذکر جب بھی غزالان چمن کا نکلا
بات پہونچی وہ تیری قامت زیبائی تک

سطوت و جبروت اور جاہ وجلال ایسا کہ دل خود ہی مائل ہو جائے۔

زفرق تا بقدم ہر کجا کہ می نگرم
کرشمہ دامن دل می کشد کہ ایں جا است

بحیثیت خطیب و مبلغ

قرآن عظیم میں تبلیغ کے لوازم سے متعلق ارشاد ربانی ہے:

ادع الی سبیل ربک با لحکمۃ والموعظ اپنے رب کی طرف بلاؤ پکی تدبیر اور اچھی نصیحت سے اور ان سے اس طریقہ پر بحث کرو جوسب الحسنۃ وجادلھم با لتی ھی احسن سے بہتر ہو(کنزالایمان)

آیت مبارکہ میں مبلغ کے لیے تین لوازم کی تعلیم ہے (۱)عقل وحکمت (۲)موعظۂ حسنہ (۳)مناظرہ بطریق احسن۔جب ہم کسی کے سامنے کوئی بات پیش کر کے اس کو قبول حق کی دعوت دیتے ہیں تو عموماً یہی تین طریقے بروئے کار لاتے ہیں، یا تو اپنے موقف کی

تائید میں دلیلیں پیش کرتے ہیں، یا اس کو مخلصانہ نصیحت کرتے ہیں یا پھر یہ کہ اس کی دلیلوں کا قاہرانہ رد کر کے اس کی غلطی کا اس کو احساس دلاتے ہیں اول کا نام حکمت، ثانی کا نام موعظہ حسنہ اور ثالث کا نام مناظرہ بطریق احسن ہے۔

اور فن تقریر کے ماہرین کہتے ہیں: ''اچھے مقرر اور خطیب کے لیے ضروری ہے کہ وہ وجیہ ہو، صاحب علم اور فصاحت و بلاغت کے ساتھ آواز پر قادر ہو۔ اور جو بات کہے دل کی گہرائیوں سے کہتا چلا جائے۔ لوگوں کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے پہلے خود اس پر عمل پیرا ہونے کی کوشش کرے''۔

مذکورہ بالا لوازم شیخ اعظم کے اندر بخوبی موجود تھے جس کا واضح ثبوت نصف صدی پر پھیلی ہوئی آپ کی تبلیغی خدمات اور ان کے دوررس نتائج و اثرات ہیں۔

''بہار، بنگال، یوپی، مہاراشٹر، پنجاب اور ملک کے مختلف صوبوں میں آپ کے تبلیغی دوروں سے ہزاروں کی تعداد میں لوگ غلط عقائد سے تائب ہو کر سنیت میں داخل ہوئے ہیں بلکہ بہار کے بعض علاقوں میں سنیت کی اشاعت آپ کی کوششوں کا ہی نتیجہ ہے۔ جس پر خاص طور پر پورنیہ، کشن گنج و مضافات کے برادران اہل سنت گواہ ہیں''۔ (ایضا صفحہ ۲۸)

مفتی رضاء الحق صاحب رقم طراز ہیں:

''بیرون ہند، دوسرے ممالک میں بھی آپ نے دین و سنیت کی خدمات انجام دی ہیں خصوصاً بنگلہ دیش، ڈھاکہ اور اس کے مضافات میں آپ کی دینی خدمات کے شواہد موجود ہیں۔ اسٹوگرام، برہمن بڑیا وغیرہ مقامات میں بہت سے بدمذہب دیوبندی حتیٰ کہ تبلیغی جماعت کے بعض مبلغوں نے بھی آپ کی نصیحتوں سے متاثر ہو کر اپنی بدعقیدگی سے توبہ کی ہے اور جماعت اہل سنت میں داخل ہوئے ہیں''۔ (ایضا صفحہ ۷)

عالمی شہرت یافتہ خطیب علامہ شاہد رضا نعیمی اشرفی (سکریٹری جنرل ورلڈ اسلامک مشن برطانیہ) کا بیان ہے کہ:

''حضرت شیخ اعظم کی خطابت کی شان ہی نرالی ہے۔ وہ بغیر کسی سابق تیاری کے بولتے ہیں۔ ان کی طرح فی البدیہ بولنے والے بہت کم نظر آتے ہیں''۔ (ایضا صفحہ ۱۹)

علاوہ ازیں ملک و بیرون ملک کے سیکڑوں اداروں، تنظیموں، انجمنوں کی نگرانی، نگہداشت و خبر گیری اور اس کے عروج و ارتقاء کی کوشش کتنا زہرہ گداز کام ہے یہ وہی جان سکتا ہے جس کو ان چیزوں سے کبھی سابقہ پڑا ہو۔

منفرد لب و لہجہ کے شاعر ارشد جمال اشرفی پکار اُٹھے:

تیرا دورشہ جہانی — تیرا کام جاودانی
تیرا نام شیخ اعظم — تیرا رعب خاندانی
تیری خانقاہ و مسجد — ترے مدرسے کی رونق
تیری عظمت وجلالت — کی ہے مختصر کہانی

بحیثیت جامع الصفات شخصیت

ستودہ صفات وقدسی صفات شخصیات میں جن صفات کی ضرورت ہوتی ہیں وہ ہمارے ممدوح کے اندر بدرجہ اتم موجود تھیں۔ علم وفن، فضل وکمال، صبر ورضا، فقر وغناء، خلوص وللّٰہیت، عشق ومحبت، شریعت وطریقت، زہد وورع، تقویٰ طہارت، عفو واحسان، غیرت وحمیت، مروت وشرافت، عاجزی و انکساری، بصارت وبصیرت، صداقت بو بکر، عدالت عمر، سخاوت عثمان، شجاعت علی، عشق بلالی، رنگ اویسی، سوز وساز عمار وصہیب۔ غرض کہ آپ کی ذات منبع

الفضائل والحسنات مجمع المحاسن والکرامات تھی۔

زر بکف، گل پیرہن، رنگین قبا، آتش بجام
ایک قطرہ سو طرح سے سرخ رو ہو کر اٹھا

آپ کی شخصیت اور زندگی کو جب ہم سامنے رکھتے ہیں تو مجھے بس سرکار کی وہ حدیث یاد آجاتی ہے جس میں ایک انسان کامل اور مرد مومن کے اوصاف کے بارے میں بتایا گیا ہے۔ حدیث کی طوالت کے پیش نظر صرف ترجمہ پر اکتفا کیا جارہا ہے۔

''ایمان والا توحق کا ہی اسیر ہوتا ہے وہ اس بات کو بخوبی جانتا ہے کہ اس پر کسی کی نگاہ ہے جو اس کے کانوں، آنکھوں، زبانوں، ہاتھ اور پاؤں، پیٹ و شرمگاہ حتّٰی کہ اس کی اچکتی نظروں پر نگاہ رکھنے والا ہے وہ اس کی آنکھوں کی سرمے کا بھی نگراں ہے اور ہر وقت وہ اس کی حرکات و سکنات دیکھ رہا ہے۔ مومن کا دل خشیت الٰہی سے لبریز ہوتا ہے، وہ دنیاوی زندگی میں پریشان رہتا ہے، وہ صبح و مسا موت کے انتظار میں رہتا ہے۔ تقویٰ اس کا محافظ ہے۔ قرآن اس کا رہنما خوف اس کا راستہ ہے شرافت اس کی سواری ہے، پرہیزگاری اس کا ساتھی ہے، خشیت الٰہی اس کا شعار ہے، نماز اس کی پناہ گاہ ہے، روزہ اس کی ڈھال ہے، صدقہ اس کا فدیہ ہے، سچائی اس کا وزیر ہے، حیا اس کا سپہ سالار ہے۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ ان سب کے پردے میں اللہ اسے دیکھ رہا ہے''۔ (حلیۃ الاولیاء: ۱/ ۵۹)

جن لوگوں نے آپ کو قریب سے دیکھا ہے، آپ کی مجلسوں کا جائزہ لیا ہے، آپ کی نشست و برخاست، گفت و شنید، خلوت و جلوت، سفر و حضر، بچپن و جوانی، بڑھاپا اور علالت کے ایام کو دیکھا ہے وہ ضرور اس بات کی گواہی دیں گیکہ آپ کی زندگی کس طرح اتباع رسول میں ڈھلی ہوئی تھی اور اداء جان جاناں کی سچی تصویر تھی۔

ہم سے جمال یار کی تابندگی نہ پوچھ
ہم تو بتانے والوں پہ قربان ہو گئے

ڈاکٹر سید امین اشرف انگلش ریڈر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ ''اظہار عقیدت'' کے مقدمہ میں آپ کی جامع الصفات شخصیت کا تذکرہ اس طرح بیان فرماتے ہیں:

''شیخ اعظم کی انفرادیت یہ ہے کہ انہوں نے صوفی یا تصوف کے اعلیٰ خصائص مثلاً آلائش دینوی سے بے رغبتی، تسلیم و رضا، صبر و شکر، تشکر و تحمل، قناعت، فروتنی خاکساری، الم شناسی اور دردمندی، خلق خدا سے محبت اور ان کی حاجت روائی کا اظہار شاعری میں نہ کر کے اپنی شخصیت میں جذب کر لیا ہے'' (اظہار عقیدت ۱۷)

''مومن کی زندگی میں ساری حرارت محبت نبی سے ہے، موت اس لئے پیاری ہے کہ رسول کا دیدار ہوگا، محبت تو انسان کا فطری جذبہ ہے مگر شیخ اعظم اس درجہ فنا فی الرسول ہیں کہ محبت رسول میں جان دے دینا ہی حقیقی محبت سمجھتے ہیں'' (ایضاً ص ۲۱)

سید محمد اشرف جیلانی صاحب ایڈیٹر ماہنامہ الاشرف کراچی رقم طراز ہیں:

''آپ سراپا محبت و شفقت ہیں، نورانی چہرہ، شریعت و طریقت کا مظہر، پیر طریقت، صوفی باصفا، عالم با عمل اور مرشد کامل ہیں، قابل فخر و تقلید شخصیت کے مالک ہیں''

(ماہنامہ الاشرف کراچی دسمبر ۱۹۸۵)

غرض کہ آپ کی شخصیت کے گلہائے حسن تو بہت ہیں لیکن اس کا کیا کیا جائے کہ خود گل چیں کو تنگ دامنی کا شکوہ ہو

داماں نگہ تنگ گل حسن تو بسیار
گل چین بہار تو ز داماں گلہ دارد

شیخ اعظم ایک انقلاب آفریں شخصیت

مفتی محمد کمال الدین اشرفی مصباحی، صدر مفتی وشیخ الحدیث ادارۂ شرعیہ اتر پردیش رائے بریلی

برصغیر ہندو پاک میں سلاسل اربعہ، سلسلۂ قادریہ، چشتیہ، نقشبندیہ، سہروردیہ کی سیکڑوں خانقاہیں آج بھی موجود ہیں جو دینی، ملی، سماجی اور معاشرتی خدمات انجام دینے میں شب وروز مصروف ہیں۔ جہاں شریعت وطریقت کے پیغامات، صوفیائے کرام کی تعلیمات اور اولیاء کرام کی ہدایات عام کی جاتی ہیں۔ تزکیۂ نفس، تصفیۂ قلب، ریاضت ومجاہدہ کا خصوصی اہتمام اور اسرار ومعارف کا دل نشیں بیان ہوتا ہے اور سسکتی انسانیت کی روح کو تازگی وتابندگی ملتی ہے۔ ان ایمان افروز خانقاہوں میں ہندوستان کی نامور اور بافیض خانقاہ ''خانقاہ اشرفیہ کچھوچھہ مقدسہ'' کا نام بھی تاریخ کے اوراق میں نمایاں حیثیت رکھتا ہے جس کا روحانی فیضان کا چشمہ جاری ہے اور رشد وہدایت اور دعوت وتبلیغ کا ہمہ گیر دائرہ سمندر کی وسعتوں کی طرح پھیلا ہوا ہے۔

اسی کچھوچھہ مقدسہ اور خانوادۂ اشرفیہ کی عظیم ہستیوں میں متبع شریعت وطریقت، آفتاب رشد وہدایت، تاجدار اہل سنت، صاحب فیض وکرامت، عالم ربانی، مخدوم العلماء، شیخ اعظم حضرت علامہ الحاج سید شاہ اظہار اشرف اشرفی جیلانی قدس سرہ النورانی کی ذات ستودہ صفات بھی ہے۔ حضرت شیخ اعظم ایک راسخ الاعتقاد مرد مومن، اکابر سلف کی سیرت وصورت کے پیکر جمیل، اولیاء کرام وصوفیائے عظام کی امانتوں کے امین، غوث اعظم کی نگاہ الطاف کے مرکز، خواجۂ ہند کے فیض یافتہ، غوث العالم مخدوم سید اشرف جہانگیر کی ولایت کا دل کش نمونہ، ہم شبیہ غوث الثقلین مجدد سلسلۂ اشرفیہ اعلیٰ حضرت اشرفی میاں کے خوابوں کی تعبیر، محدث اعظم ہند کے امنگوں کا ماحصل شیخ المشائخ حضور سرکار کلاں رضوان اللہ علیہم اجمعین جہد مسلسل واستقامت کی عملی تفسیر تھے۔

آپ ۶ محرم الحرام ۱۳۵۵ھ / ۱۹۳۶ء میں کچھوچھہ مقدسہ کی سرزمین، علم وعرفان والے گھرانے اور نورانی ماحول میں پیدا ہوئے۔ جب آپ کی ولادت ہوئی اس وقت آپ کے جد امجد قطب ربانی اعلیٰ حضرت اشرفی میاں رحمۃ اللہ علیہ مدینہ شریف میں موجود تھے، کشف احوال کے ذریعہ حضرت شیخ اعظم کی ولادت کا آپ کو علم ہوا، فوراً روضۂ انور پر حاضری دی ''اظہار اشرف'' نام تجویز کیا اور مواجہ اقدس کے سامنے کھڑے ہو کر اپنے پرپوتے کے لئے ہاتھ اُٹھا کر دعائیں کیں، جب مدینہ شریف سے کچھوچھہ شریف واپسی ہوئی اپنے پرپوتے کو غور سے دیکھا اور گود میں لے کر حاضرین سے ارشاد فرمایا ''دیکھو یہ میں ہوں یہ میں ہوں (شیخ اعظم کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے) جہاں یہ ہوں گے وہیں میں ہوں گا یہ شہزادہ میرے جد کریم سرکار مخدوم اشرف کے نام اور ان کے مشن کا اظہار کرے گا اس بچے سے تاریخ ساز کام لیا جائے گا اور اپنے بزرگوں کی دینی آرزوؤں کی تکمیل کرے گا آج میں اس شہزادے کے سر پر تاج ولایت اور ہاتھ میں قلم دیتا ہوں کل اس کے ہاتھ میں دین کا علم ہوگا''

جب حضرت شیخ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی عمر چار سال چار ماہ چار دن کی ہوئی تو حسب روایت خاندانی شیخ المشائخ حضرت سرکار کلاں، تاج الاصفیاء حضرت علامہ سید شاہ مصطفیٰ اشرف اشرفی جیلانی فرزند ارجمند حضور اعلیٰ حضرت اشرفی میاں اور حضور محدث اعظم ہند جیسی جلیل القدر ہستیوں ودیگر خانوادۂ اشرفیہ کے علماء ومشائخ کی موجودگی میں آپ کی رسم بسم اللہ خوانی عمل میں آئی۔ ابتدائی تعلیم جامعہ اشرفیہ کچھوچھہ شریف میں حاصل کی، اعلیٰ تعلیم کے لئے باغ فردوس دارالعلوم اہل سنت مدرسہ اشرفیہ مصباح العلوم مبارک پور میں داخلہ لیا جس کی بنیاد آپ کے جد امجد شیخ المشائخ قطب ربانی علامہ سید علی حسین اشرفی میاں رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ہاتھوں سے ۱۲ شوال المکرم ۱۳۵۳ھ مطابق ۱۸ جنوری ۱۹۳۰ء بروز جمعہ کو رکھا اور تاحیات آپ اس کے سرپرست اعلیٰ رہے اور اپنی روحانی عظمتوں سے فیض پہونچاتے رہے۔ آپ نے کرنی سے بنا میں گارا بچھایا اور اینٹ چنی اور اس کے بعد فرمایا: ''فقیر نے تو اپنی کرنی دیکھا دی اب تم لوگ اپنی کرنی دکھاؤ'' مبارک پور کے غریب مسلمان اور آپ کے معتقدین ومریدین کے جذبات کا بند ٹوٹ گیا پھر وہ مالی قربانی کا منظر سامنے آیا جو اہل ایمان کی تاریخ میں ہمیشہ مینارۂ نور رہے گا، یقیناً آج الجامعۃ الاشرفیہ کے عروج وارتقاء میں حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ کی جاں فشانیوں اور عظیم قربانیوں کے ساتھ ساتھ اعلیٰ حضرت اشرفی میاں علیہ الرحمہ کی روحانی کے روحانی تصرفات اور دعائیں بھی شامل ہیں۔

جامعہ اشرفیہ مبارک پور میں آپ نے جلالۃ العلم حضور حافظ ملت علامہ شاہ عبد العزیز محدث مرادآبادی، مولانا عبد الرؤف بلیاوی ثم مبارکپوری، امام معقولات ومنقولات مولانا سلیمان اشرفی بھاگلپوری رضوان اللہ علیہم اجمعین جیسے جلیل القدر اساتذۂ کرام کی تربیت میں مروجہ علوم وفنون میں مہارت حاصل کی۔ دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور سے فراغت کے بعد جامعہ نعیمیہ مرادآباد میں مسند درس وتدریس پر جلوہ بار ہوئے اور اپنی علمی صلاحیتوں سے تشنگان علوم وعرفان کو سیراب کرنے لگے۔ تدریسی دور کے کچھ ہی سال بعد والد محترم حضرت سرکار کلاں رحمۃ اللہ علیہ کے کثرت مشاغل ومصروفیات زندگی اور کارہائے تبلیغ کی وسعتوں کے مدنظر تدریسی خدمات سے آپ کو زمام زندگی تبلیغی خدمات اور میدان رشد وہدایت کی طرف موڑنا پڑا اور جامعہ نعیمیہ کو ایک عظیم مربی اور ذی استعداد وباصلاحیت استاذ سے محروم ہونا پڑا۔

جامعہ نعیمیہ مرادآباد سے سبکدوشی کے بعد حضرت شیخ اعظم رحمۃ اللہ علیہ اپنے اسلاف کے طریقے پر جماعت اہل سنت کی تبلیغ واشاعت اور مخدومی مشن کے فروغ میں ہمہ تن مصروف ہوئے۔ دین مصطفوی کی نشر واشاعت اور مسلک اہل سنت وجماعت کے فروغ وارتقاء کے لئے ایشیاء ویورپ کے مختلف ممالک اور ہندوستان کے مختلف صوبوں کا آپ نے کبھی اپنے والد گرامی حضور سرکار کلاں کے ہمراہ اور کبھی خود ذاتی طور پر دورہ کیا۔ ہندوستان کے طول وعرض کا سفر کر کے شریعت وطریقت کی بساط آراستہ کی، آپ کی بے لوث دینی وتبلیغی خدمات سے وہابیت وبدمذہبیت کا بڑھتا ہوا سیلاب تھم گیا اور سنیت کا شاداب چمن برگ وبار لانے لگا اور اسلام کی

روحانی اور اخلاقی اقدار زندہ و پائندہ ہوئیں اور گھر گھر میں ایمان واخلاص،محبت الٰہی اور عشق رسول کی شمع فروزاں ہوئی۔

رشد وہدایت کے سلسلے میں حضرت شیخ اعظم رحمۃ اللہ علیہ اپنے معاصرین میں بے مثل و بے نظیر تھے۔ایسے عارف حق مرشد کامل اور مرد مومن تھے کہ اپنی نگاہ ولایت اور قلب حق آگاہ سے شریعت وطریقت کے اسرار ورموز اوران کی گہرائی تک فوراً پہونچ جاتے تھے۔دینی حمیت وغیرت حضرت شیخ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے رگ وپے میں سرایت کی ہوئے تھی۔اپنوں میں ہوں یا اغیار میں،نجی مجلس میں رونق افروز ہوں یا جلسوں اور کانفرنسوں کے اسٹیجوں پر،اپنے خاندان کی اور بوڑھوں اور بچوں کے درمیان ہوں یا مریدین ومعتقدین کی جھرمٹ میں،ماحول نرم ہو یا گرم غرض کہ ہر جگہ آپ حق بات کہنے میں کسی کی پرواہ نہیں کرتے اور ہر جگہ اصلاح وانقلاب کا چشمۂ سیال اور رشد وہدایت کے آفتاب وماہتاب نظر آتے۔

آپ شریعت وطریقت دونوں کے جید عالم اور عامل تھے،خداداد ذہانت وفطانت کی بدولت آپ کو مروجہ تمام علوم وفنون میں کمال مہارت حاصل تھی،قرآن وحدیث اور فقہی جزئیات پر آپ کی گہری نظر تھی،نحو، منطق، بلاغت،فقہ اور اصول فقہ میں بھی مہارت رکھتے تھے اور علم کلام میں بھی ید طولیٰ رکھتے تھے فن مناظرہ میں بھی آپ کو کافی دسترس حاصل تھا۔مدمقابل پر وہ ہیبت طاری ہوتی کہ بڑی مشکلوں سے آپ کے سوالوں کا جواب دے پاتا،چہرے پر وہ رعب ودبدبہ اور جلال ہوتا کہ دیکھتے ہی مدمقابل میں کپکپی طاری ہو جاتی اور زبان لڑکھڑانے لگتی،آنکھ سے آنکھ ملا کر بات کرنے کی اس میں جرأت نہ ہوتی آپ نے حضرت علامہ مشتاق احمد نظامی اور حضرت مفتی حبیب الرحمٰن وغیرہ علماء کے ساتھ بہت سارے مناظروں میں شرکت کی ہے۔

حضرت شیخ اعظم رحمۃ اللہ علیہ ایک فطری شاعر بھی تھے،آپ نے اردو، فارسی،عربی،ہندی کے ساتھ ساتھ اودھی زبان میں بھی طبع آزمائی کی ہے''اظہار عقیدت'' آپ کے کلام کا منظوم گلدستہ ہے جو ارباب علم ودانش اور بالخصوص شعر وشاعری کی دنیا میں بے حد مقبول ہے،آپ نے مثنوی شریف کے اشعار کا ترجمہ مثنوی شریف ہی کے بحر میں منظوم اشعار میں کیا ہے جو کہ ابھی غیر مطبوعہ ہے۔اور اردو نثر میں مثنوی کے اشعار کی جامع شرح بھی کی لکھی۔

اخلاق کے معاملے میں آپ اپنی مثال آپ تھے، عدل وانصاف،عفو وحلم، جود وسخاوت،مروت وشرافت، صبر واستقامت،قناعت وتوکل،حقوق العباد کی رعایت، اطاعت والدین،شرم وحیاء،شجاعت وبہادری،مہمان نوازی وعلماء نوازی، خرد نوازی وغرباء پروری، ایفائے عہد،نرم گوئی وخوش روئی،سادگی و بے تکلفی،تواضع وانکساری جیسے صفات جمیلہ واوصاف حمیدہ سے آپ خوب خوب آراستہ تھے۔

حضرت شیخ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی انہیں گوناں گوں خوبیوں کو دیکھ کر شیخ المشائخ حضرت سرکار کلاں رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی حیات میں آپ کو اپنا ولی عہد سجادہ نشین مقرر فرمایا۔حضرت شیخ اعظم رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد گرامی حضرت سرکار کلاں کے دورِ سجادگی میں تقریباً چالیس

سال تک ولی عہد سجادہ نشین کے منصب پر فائز رہے۔حضرت سرکار کلاں کی وصال کے بعد ۲۱ شعبان المعظم ۱۴۱۷ھ مطابق ۲ جنوری ۱۹۹۷ء بموقع عرس چہلم سرکار کلاں ہزاروں علماء ومشائخ ولاکھوں مریدین ومعتقدین کی موجودگی میں آستانۂ عالیہ اشرفیہ حسنیہ سرکار کلاں کی سجادگی کے منصب پر آپ جلوہ بار ہوئے۔مجاہد دوراں حضرت سید مظفر حسین اشرفی جیلانی ایم، پی،سیدی ومرشدی حضور اشرف الاولیاء سید مجتبیٰ اشرف اشرفی جیلانی،قطب العلماء حضرت سید حکیم قطب الدین اشرف اشرفی جیلانی، جانشین محدث اعظم ہند شیخ الاسلام علامہ سید محمد مدنی میاں اشرفی جیلانی، غازی ملت سید محمد ہاشمی میاں اشرفی جیلانی، احمد میاں، مفکر ملت حضرت علامہ سید مثنیٰ انور اشرفی جیلانی، حضرت سید یحییٰ میاں سجادہ نشین خانقاہ برکاتیہ مارہرہ شریف، حضرت علامہ سید اشتیاق عالم شہبازی خانقاہ شہبازیہ بھاگلپور، حضرت علامہ رکن الدین اصدق سجادہ نشین خانقاہ اصدقیہ بہار شریف وغیرہ مشائخ کرام نے آپ کو سجادہ نشیں آستانۂ عالیہ اشرفیہ تسلیم کیا اور محضر نامہ پر سبھوں نے دستخط بھی ثبت فرمایا۔

''جامع اشرف'' کا قیام ''مختار اشرف لائبریری'' کا قیام ''مسجد اعلیٰ حضرت اشرفی'' کی تعمیر ''غوث العالم میموریل سوسائٹی'' کی تاسیس ''خانقاہ اشرفیہ'' کی توسیع اور اظہار عقیدت ومثنوی مولانا روم کا ترجمہ وتشریح یہ سبھی حضرت شیخ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے ایسے تاریخی کارنامے ہیں جس نے آپ کو مشائخ اشرفیہ کچھوچھہ کے مابین ''شیخ'' سے ''شیخ اعظم'' بنا دیا، خانقاہ اشرفیہ کے حوالے سے آپ نے ایسے کارہائے نمایاں انجام دیے جو کچھوچھہ شریف کی تاریخ کے اوراق میں سنہرے حروف سے لکھے جانے کے قابل ہیں اور آپ کی شخصیت کو زندہ جاوید رکھنے میں ان کارناموں کو کلیدی حیثیت حاصل ہے۔

مولیٰ کریم ہم سبھوں کو اپنے اکابر اور اسلاف کے طریقے کے مطابق خلوص وللّٰہیت کے ساتھ دین کی خدمت کرنے کا جذبہ عطا فرمائے۔

(آمین بجاہ سید المرسلین علیہ التحیۃ والتسلیم)

☆☆☆☆☆

مراتبِ تقویٰ

تقویٰ کے پانچ درجات ہیں

اول

بندے کا کفر سے بچنا اور یہ مقام اسلام ہے۔

دوم

بندے کا اللہ کی نافرمانیوں اور حرام کی ہوئی چیزوں سے بچنا اور یہ توبہ کا مقام ہے۔

سوم

شبہ میں ڈالنے والی چیزوں سے بچنا اور یہ ورع کا مقام ہے۔

چہارم

مباحات سے بچنا اور یہ مقام زہد ہے۔

پنجم

دل میں اللہ کے سوا کسی کی یاد نہ لانا اور یہ مشاہدہ کا مقام ہے۔

شیخ اعظم ایک عہدساز شخصیت

مفتی عبدالخبیر اشرفی مصباحی، استاذ و مفتی مخدوم اشرف مشن پنڈوہ شریف

حیات لے کے چلو کائنات لے کے چلو
چلو تو سارے زمانے کو ساتھ لے کے چلو

آمد:

صدر المشائخ، شیخ اعظم ابوالمحمود حضرت علامہ مولانا الحاج الشاہ سید محمد اظہار اشرف الاشرفی الجیلانی قدس سرہ النورانی کثیر الجہات شخصیت کے مالک تھے۔ عالم شریعت، پیر طریقت، قائد اہل سنت، معمار قوم وملت، مہتاب خطابت، شاعر عشق ومحبت، غواص بحر معرفت اور عاشق خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ وغیرہا القابات سے ملک وبیرون ملک میں پہچانے جاتے تھے۔ خانوادۂ اشرفیہ کچھوچھہ مقدسہ میں ۶ محرم الحرام ۱۳۵۵ھ میں پیدا ہوئے۔ اسی سال آپ کے جد امجد مخدوم الاولیاء، مجدد سلسلہ اشرفیہ، اعلیٰ حضرت مولانا الشاہ علی حسین اشرفی میاں رحمۃ اللہ علیہ حج وزیارت کے لیے حرمین شریفین تشریف لے گئے تھے۔ ۶ محرم الحرام کو آپ کا قیام مدینہ منورہ میں تھا۔ علما ومشائخ کا ایک قافلہ ہمراہ تھا۔ آپ نے فرمایا: ''کچھوچھہ میں فقیر کو پوتا ہوا ہے'' پھر اعلیٰ حضرت اشرفی میاں نے روضہ رسول پر حاضری دی اور ''اظہار اشرف'' نام تجویز کر کے فرمایا ''اس سے اشرفیت کا خوب خوب اظہار ہوگا''۔

اساتذہ کی آغوش میں:

حضرت صدر المشائخ، شیخ اعظم قدس سرہ نے ابتدائی تعلیم ''جامعہ اشرفیہ'' کچھوچھہ شریف میں حاصل فرمائی۔ اس جامعہ کو آپ کے جد کریم اعلیٰ حضرت اشرفی میاں علیہ الرحمہ نے قائم فرمایا تھا۔ یہ جامعہ برسہا برس تک کتاب وسنت کی ترویج واشاعت کرتا رہا۔ حضرت علامہ سید محمد اشرف اشرفی محدث اعظم ہند، حضرت علامہ عماد الدین سنبھلی، حکیم الامت حضرت علامہ مفتی احمد یار خان نعیمی، حضرت علامہ مفتی عبدالرشید خان، حضرت علامہ سید شاہ محی الدین اشرف اشرفی جیلانی رحمہم اللہ تعالیٰ اس جامعہ کے شیخ الحدیث رہے ہیں اور یہاں کے فارغین اکابرِ اہل سنت وجماعت میں شمار کیے جاتے ہیں۔

اعلیٰ اور منتہی درجات کی تعلیم کے لیے حضرت صدر المشائخ، شیخ اعظم قدس سرہٗ نے دار العلوم اہل سنت مصباح العلوم (باغ فردوس الجامعۃ الاشرفیہ) تشریف لے گئے۔ یہ ادارہ بھی آپ کے جد امجد کا قائم کردہ ہے جسے بعد میں حافظ ملت حضرت علامہ شیخ عبدالعزیز محدث مرادآبادی نے عروج بخشا۔ یہاں آپ نے وقت کے جلیل القدر اساتذۂ علم وفن، جامع معقولات ومنقولات حضرت علامہ محمد سلیمان بھاگلپوری اشرفی، جلالۃ العلم حضرت علامہ عبدالعزیز محدث مرادآبادی، ماہر علوم عقلیہ ونقلیہ حضرت علامہ عبدالرؤف بلیاوی وغیرہم علیہم الرحمۃ سے بڑے انہماک ولگن کے ساتھ علم دین وشریعت کی تحصیل فرمائی۔

والد گرامی کی صحبت میں

فراغت کے بعد کم وبیش ایک سال تک مسند درس وتدریس پر فائز رہے۔ مگر جب اپنے والد گرامی

زبدۃ العارفین، راحۃ السالکین، شیخ الاسلام والمسلمین مرشدی وملجائی حضرت العلام الحاج الشاہ سید محمد مختار اشرف اشرفی جیلانی سرکاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تنہائی، ان کے مشاغل ومصروفیات اور ملک وبیرون ملک ان کی تبلیغی خدمات کا خیال آیا تو مسند درس وتدریس کو چھوڑ کر والد گرامی کی خدمت میں رہنا پسند فرمایا اوران کے مشاغل ومصروفیات میں ہاتھ بٹانا اپنے لیے سرمایۂ افتخار سمجھا- یہیں سے حضرت صدر المشائخ، شیخ اعظم کی زندگی میں ایک انقلابی موڑ آیا اور شیخ المشائخ سرکار کلاں کی نگاہ کیمیا اثر نے آپ کو کندن بنا دیا۔

مولوی ہرگز نہ شد مولائے روم
تا غلام شمس تبریزی نہ شدی

قرآن وسنت کے جو مسائل کتابوں میں پڑھا تھا یا علما ومشائخ سے سنا تھا ان کو حضرت شیخ المشائخ سرکار کلاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی عملی زندگی میں مشاہدہ کرنے کا موقع ملا۔ صبر ورضا، تقویٰ وطہارت، توکل وقناعت، زہد وورع، حقوق اللہ وحقوق العباد جیسے سینکڑوں پرشکوہ وباعظمت الفاظ جنہیں مذہبی کتابوں کے صفحات میں دیکھا تھا ان کی عملی تفسیر اپنے والد گرامی وقار کی ذات ستودہ صفات میں دیکھی۔ اساتذۂ کرام نے علم وفن کا جو جام پلایا تھا اس کی لذت وسرور والد گرامی کی معیت میں محسوس کیا، علوم قرآن وحدیث کے جن زیورات سے اساتذہ نے قلب وذہن کو سجایا تھا والد گرامی کی صحبت وفیضان نے اس کی خوبصورتی کو اور دوبالا کر دیا۔ اس طرح آپ کی ذات گرامی علوم ظاہرہ وباطنہ کا سنگم بن گئی- یہی وجہ ہے کہ مدرسہ ودار العلوم کی چہار دیواری کے باہر قدم رکھنے بعد قرآن وسنت اور دین ومذہب کی تبلیغ واشاعت کے لیے مسلسل نصف صدی تک قصبات ودیہات اور شہر وگاؤں کے دورے کئے نہ کوئی حرف شکایت زبان پر آیا اور نہ کسی سے کوئی گلہ وشکوہ کیا۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے:

مت سہل انھیں جانو پھرتا ہے فلک برسوں
تب خاک کے پردے سے انسان نکلتا ہے

پرتوِ اعلیٰ حضرت اشرفی

صدر المشائخ، شیخ اعظم قدس سرہٗ نے نہ صرف یہ کہ اپنے والد محترم کے فیوض وبرکات سے وافر حصہ حاصل کیا بلکہ اپنی زندگی کے لیے اپنے پردادا مخدوم الاولیا محبوب ربانی اعلیٰ حضرت اشرفی میاں رحمۃ اللہ علیہ کو اپنا آئیڈیل بنایا، ان کے نقش قدم پر تا حیات چلنے کی کوشش کی، ان کی یادگار چیزوں کو کسی نہ کسی شکل میں باقی رکھنا اپنے لیے بیش قیمت سرمایہ جانا بلکہ ان سے منسوب ہر بات وذات کو تابندہ وپائندہ رکھنا اپنا نصب العین بنا لیا، یہی وجہ ہے آج کچھوچھہ شریف کی سرزمین پر ہمیں اشرف حسین میوزیم، مسجد اعلیٰ حضرت اشرفی، مولانا احمد اشرف ہال، مختار المساجد جیسی عمارتیں دیکھنے کو ملتی ہیں جو ان بزرگوں کی یاد دلاتی ہیں جنہیں اعلیٰ حضرت اشرفی میاں سے نسبت حاصل ہے۔

شیخ اعظم قدس سرہ، مخدوم المشائخ محبوب ربانی اعلیٰ حضرت اشرفی میاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے حقیقی پرتو تھے، اعلیٰ حضرت نے اپنی حیات ظاہری میں جن کاموں کو شروع فرمایا تھا شیخ اعظم نے ان کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا اور جو کام اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے وصال کے بعد جمود وتعطل کا شکار ہو گئے تھے شیخ اعظم نے ان کا احیا فرمایا- گویا اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے دور کی ''نشأۃ ثانیہ'' شیخ اعظم کے ہاتھوں عمل میں آئی۔ اعلیٰ حضرت نے ''جامعہ اشرفیہ'' قائم فرمایا شیخ اعظم نے ''جامع اشرف'' بنایا، اعلیٰ حضرت نے ''ماہنامہ اشرفی'' جاری کیا ''شیخ اعظم نے ''ماہنامہ غوث العالم'' نکالا، اعلیٰ

حضرت نے کتابوں کی طباعت کے لیے "پریس" لگایا، شیخ اعظم نے پریس کے ساتھ "غوث العالم پبلی کیشن" قائم فرمایا، اعلیٰ حضرت نے "کتب خانہ اشرفیہ" قائم فرمایا شیخ اعظم نے "مختار اشرف لائبریری" قائم فرمائی- اعلیٰ حضرت نے مدرسوں، تنظیموں اور فلاحی ورفاہی اداروں کی بنیاد رکھی، سرپرستی فرمائی، اہتمام وانصرام کیا، شیخ اعظم نے بھی اس میدان میں طبع آزمائی کی۔ان خدمات میں ممکن ہے کمیت وکیفیت کا فرق ہو مگر اس بات سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ شیخ اعظم ایک عظیم انقلابی شخصیت کے مالک تھے۔اپنے پردادا اعلیٰ حضرت اشرفی میاں کے قدم بقدم تھے۔

تبلیغ دین وسنیت

ایک مبلغ کے لیے جو اوصاف ہونے چاہیے اللہ عزوجل نے اپنے فضل وکرم سے آپ کو ان سے بدرجۂ اتم آراستہ فرمایا تھا- صورت زیبا ایسی تھی کے دیکھنے والوں پر رعب طاری ہوجاتا تھا، قادریت کا جمال، چشتیت کا سوز وگداز اور اشرفیت کا جلال اس پر مستزاد تھا۔آپ کی تبلیغی خدمات کی ابتدا ۱۹۶۰ میں پورنیہ سے ہوئی۔یہ اس زمانے کی بات ہے جب علم عام نہیں تھا، دین وسنت سے بہت کم لوگ واقف تھے، مولوی منت اللہ رحمانی مونگیری نے اس علاقے کے لوگوں کو اپنے حلقۂ اثر میں لے کر گمراہی پھیلانا شروع کردیا تھا۔ ایسے میں یہ جہانگیری شیر زمیدان عمل آیا جسے دیکھتے ہی "منتی فتنہ" کو پسینہ آنا شروع ہوگیا۔آپ نے مومنوں کے دلوں میں عشق رسول کی شمع فروزاں کی، ان کے جسموں میں محبت دین وملت کی روح بیدار فرمائی۔۱۹۶۰ء سے ۱۹۷۰ء تک آپ نے پورنیہ، کٹیہار، بہادر گنج، کشن گنج، بائسی، گوال پوکھر، اسلام پور، سوناپور، نکسل باڑی، ٹھاکر گنج وغیرہ علاقوں میں اپنی توجہ خاص مرکوز رکھی اور "منتی فتنہ" کا سد باب فرمایا، بہت سے گمراہوں نے آپ کے دست حق پر ہاتھ دیا اور توبہ واستغفار کیا- چنانچہ ایک مضمون نگار رقم طراز ہیں: "بہار، بنگال، یوپی، مہاراشٹر، پنجاب اور ملک کے مختلف صوبوں میں آپ کے تبلیغی دوروں سے ہزاروں کی تعداد میں لوگ غلط عقائد سے تائب ہوکر سنیت میں داخل ہوئے ہیں بلکہ بہار کے بعض علاقوں میں سنیت کی اشاعت آپ کی کوششوں کا ہی نتیجہ ہے۔جس پر خاص طور پر پورنیہ، کشن گنج ومضافات کے برادران اہل سنت گواہ ہیں"۔(معارف ص ۲۸)

"منتی فتنہ" کو کیفر کردار تک پہنچانے کے لیے حضرت علامہ مشتاق احمد نظامی، اشرف الاولیا حضرت علامہ الحاج محمد مجتبیٰ اشرف اشرفی جیلانی نے دیگر مقامی وبیرونی علماومشائخ کے ساتھ اہم کردار پیش فرمایا- خود میرے تایا جناب حاجی محمد شرافت حسین تحصیلدار بھی اس فتنہ کے شکار ہوچکے تھے، جب انہیں علم ہوا تو تائب ہوکر حضرت اشرف الاولیاء کے دامن سے وابستہ ہوگئے۔

حضرت صدرالمشائخ شیخ اعظم قدس سرہٗ کی تبلیغی خدمات کئی براعظموں میں پھیلی ہوئی ہیں۔ایشیا میں بنگلہ دیش، پاکستان، سری لنکا، نیپال اور ہندوستان، افریقہ میں موریشش اور یورپ میں ہالینڈ، انگلینڈ اور فرانس جیسے ممالک میں آپ نے اپنے وعظ وبیان سے لوگوں کے دلوں میں انقلاب برپا کردیا۔آپ کے مواعظ حسنہ حکمت خداوندی کا ترجمان اور ارشاد وتبلیغ کا بہترین نمونہ تھا۔انداز بیان عارفانہ تھا جو دلوں کو موہ لیتا تھا۔ مولانا روم کی مثنوی شریف کے اسرار ورموز آپ پر آشکار تھے- انداز واسلوب اور طرز بیان سے ایسا محسوس ہوتا تھا کہ جو بات بیان فرماتے ہیں وہ دل کی گہرائی سے نکل رہی ہے اور لوگوں کے دلوں میں اثر انداز ہورہی ہے-

یہی وجہ ہے کہ آپ کے مواعظ حسنہ نے بے شمار تاریک دلوں کو روشن کر دیا اور روشن دلوں کو سمت صحیح عطا کیا گویا ''واصلوں کو پیر کامل اور کاملوں کو رہنما مل گیا''۔

دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے
پر نہیں، طاقت پرواز مگر رکھتی ہے

دینی وملی تنظیموں کی سرپرستی

دینی وملی تنظیموں کی سرپرستی یا نظامت خانوادۂ اشرفیہ کے علما و مشائخ کا طرۂ امتیاز رہا ہے۔اس خاندان والا تبار کا ہر عالم وشیخ کسی نہ کسی تنظیم کا ناظم و مہتمم یا سرپرست ہے۔مگر صدر المشائخ، شیخ اعظم قدس سرہٗ کو اس سلسلے میں امتیازی حیثیت حاصل ہے۔ملک و بیرون ملک سینکڑوں دینی، ملی، فلاحی اور رفاہی تنظیمیں آپ کی سرپرستی میں چل رہی ہیں۔یہاں ان تنظیموں کی تفصیلی خدمات، اغراض ومقاصد، اراکین وممبران کے اسمائے گرامی اور محل وقوع وجائے خدمات بیان کرنے کا موقع نہیں۔کچھوچھہ مقدسہ میں جمعیۃ الاشرف اور غوث العالم میموریل ایجوکیشنل سوسائٹی کی خدمات سے تقریباً ہر دانا شخص واقف ہے۔حیات مبارکہ کے آخری ایام میں جو تنظیم آپ کی سرپرستی میں قائم ہوئی اس نے تو نہایت قلیل مدت میں ہندوستان بھر میں اپنی ایک الگ شناخت قائم کر لی ہے، اہل ایمان کے دلوں میں انقلاب برپا کر دیا ہے، گمراہ و بد مذہبوں کے ایوان باطل میں تزلزل پیدا کر دیا ہے۔عوام کے ساتھ ساتھ ارباب سیاست کو بھی سرزمین ہندوستان میں اہل سنت و جماعت کی موجودگی کا احساس دلایا ہے۔وہ تنظیم ہے ''آل انڈیا علما و مشائخ بورڈ'' جس کے بانی وسکریٹری آپ کے فرزند ارجمند اشرف ملت حضرت علامہ مولانا محمد اشرف میاں اشرفی جیلانی اور صدر کی حیثیت سے محمود العلماء حضرت قائد ملت مدظلہما العالی ہیں اور سرپرست اعلیٰ کی حیثیت سے آپ ممدوح کی ذات گرامی ہے۔اس بورڈ کے اجلاس اور کانفرنسوں کی روداد اخبار ورسائل میں پڑھ کر ایسا لگتا ہے کہ آج کا یہ علما و مشائخ بورڈ، کل کی ''آل انڈیا سنی کانفرنس'' کی دوسری شکل ہے۔جو بشکل تنظیم ''جمعیۃ العالیہ سنی کانفرنس'' کے نام سے ۱۳۴۱ھ میں قائم کی گئی تھی اور مرادآباد کی سرزمین پر شعبان ۱۳۴۳ھ مطابق ۲۰ مارچ ۱۹۲۵ء کو اس کی پہلی کانفرنس منعقد ہوئی تھی۔اس کانفرنس کی شان وشوکت کا حال حضرت محدث اعظم ہند علیہ الرحمہ یوں بیان فرماتے ہیں: ''یہ کانفرنس کس طرح شروع ہو کر ختم ہوئی اس کے متعلق یہ بلا مبالغہ کہا جا سکتا ہے کہ مجموعی حیثیت سے ہندوستان میں قومی قوت سے اس درجہ شاندار جلسہ کی مثال نہیں مل سکتی۔ہندوستان بھر کے اہل سنت و جماعت کا شاندار اجتماع، اسلامی ہند کا واحد نمائندہ جلسہ، شوکت اہل سنت کا افتتاحی مظاہرہ، سنیوں کے لیے صدی کے بعد ایک زریں موقع، خالص سنیوں کا ایوان اقتدار، وہ آل انڈیا سنی کانفرنس ہے جس کا پہلا اجلاس شہر مرادآباد میں ہوا'' (مخدوم الاولیا محبوب ربانی ص: ۳۱۰، ۳۱۱)

اس کانفرنس یا تنظیم کے سرپرست اعظم مخدوم الاولیا، مرشد الانام اعلیٰ حضرت سید شاہ علی حسین اشرفی میاں، صدر قبلہ عالم حضرت علامہ پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری اور ناظم صدر الافاضل علامہ سید نعیم الدین مرادآبادی علیہم الرحمہ تھے۔اس کانفرنس کا جو مقصد تھا تقریباً وہی مقصد آل انڈیا علما مشائخ بورڈ کا بھی ہے۔یہ بورڈ جب قائم ہوا تو ایسا نہیں لگ رہا تھا کہ کچھ زیادہ کامیابیاں ملیں گی مگر گزرتے وقت کے ساتھ لوگوں نے اس کی ضرورت محسوس کی اور اس سے جڑتے چلے

گئے اور آج یہ حال ہے کہ اکثر صوبوں بلکہ ضلعوں میں اس کی شاخیں قائم ہیں۔شریعت مخالف کوئی بیان خواہ کسی تنظیم یا فرد کی طرف سے ہو یا کسی بھاری بھرکم لیڈر وحکومت کی طرف سے آل انڈیا علما و مشائخ بورڈ اس کا جواب دینے کی کوشش ضرور کرتا ہے۔

میں تو اکیلا ہی چلا تھا جانب منزل مگر
لوگ آتے گئے اور کارواں بنتا گیا

علوم اسلامیہ کی ترویج واشاعت

خانوادۂ اشرفیہ کے علمی خدمات کے بارے میں محدث اعظم ہند علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں:''کچھوچھہ مقدسہ کی تعلیم کا حال آپ کیا جانیں، یہاں کے برکات وفیوض سے آپ کو کیا خبر؟ ہندوستان میں ابتدائے اسلام سے آج تک جو علمائے کرام ہوئے ان سے اس آستانہ عالیہ کا حال پوچھو کہ کتنے کیا کچھ یہاں سے لے کر گئے۔شیخ محقق دہلوی علیہ الرحمہ اور ملا بحر العلوم لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ سے یہاں کے فیضان کو دریافت کرو،فرنگی محل لکھنؤ بار منت ''خاندان اشرفی'' اپنے سر پر لئے ہوئے ہے،ملا نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ سرتاج علمائے فرنگی محل اس خاندان کے شاگرد رشید ہیں،ملا علی قلی اشرفی جیلانی رحمۃ اللہ علیہ ان کے استاذ تھے اور فرنگی محل کی تعلیمی برکتوں سے انکار جہل ہے،آج بھی سینکڑوں علمائے کرام اس بارگاہ عالم پناہ کی غلامی پر ناز کرتے ہیں''(مخدوم الاولیا محبوب ربانی ص:۳۳۲،۳۳۳)

اس خانوادہ کے علمی فیضان پر اگر ایک سرسری نظر ڈالی جائے تو ایک دفتر درکار ہے۔سر دست ہم علوم اسلامیہ کی ترویج واشاعت میں صدر المشائخ، شیخ اعظم قدس سرہٗ کی انقلابی خدمات کا ایک اجمالی خاکہ آپ کے سامنے پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں جس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اس خاندان بابرکت کا علمی فیضان آج بھی مانند آفتاب ومہتاب درخشندہ وتاباں ہے۔

صدر المشائخ شیخ اعظم قدس سرہٗ نے علوم اسلامیہ کی ترویج واشاعت میں اپنا تن من دھن سب کچھ تج دیا۔۱۹۷۸ء میں مرشدی وملجائی شیخ المشائخ سرکار کلاں رحمۃ اللہ علیہ اور اکابر کے مشورے سے ایک علمی گہوارہ ''جامع اشرف'' کا قیام عمل آیا،اس ادارہ کو عروج وترقی بخشنے میں شیخ اعظم قدس سرہٗ نے کیا کردار ادا کیا وہ مولانا سیف خالد کی زبانی سنئے:''جامع اشرف قائم ہونے کے بعد جامع اشرف شیخ اعظم کا اوڑھنا بچھونا ہوگیا،اس کی تعلیمی اور تعمیری منصوبوں کو جلد از جلد پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لیے جد وجہد کرنا انہوں نے اپنا واحد نصب العین بنالیا، جامع اشرف ان کے رگ وپے میں سما گیا، گھر میں جامع اشرف، باہر میں جامع اشرف،خلوت میں جامع اشرف،جلوت میں جامع اشرف،حتی کہ خواب میں بھی جامع اشرف ان کو نظر آتا تھا''(معارف شیخ اعظم ص:۱۵) شیخ اعظم قدس سرہٗ یہ کی یہ کاوش رائیگاں نہیں گئی الحمد للہ آج جامع اشرف کا شمار ہندوستان کے معیاری درسگاہوں میں ہوتا ہے۔

صدر المشائخ شیخ اعظم قدس سرہٗ نے علوم اسلامیہ کی ترویج واشاعت کے سلسلے میں جو کارنامے کچھوچھہ مقدسہ کی سرزمین میں انجام دیئے ہیں ان کا تفصیلی اور جامع تذکرہ ''ماہنامہ غوث العالم'' کے ساٹھویں شمارے جو بشکل ''شیخ اعظم نمبر'' شائع ہوا تھا اس میں مولانا سیف خالد صاحب قبلہ نے کردیا ہے اور اس ''ضخیم نمبر'' کے لیے بھی اس کے لیے مستقل عنوان رکھا گیا ہے۔مگر بقول مولانا سیف خالد صاحب قبلہ'' آپ شیخ اعظم کے ذکر میں صفحات کے صفحات سیاہ کر ڈالئے اگر آپ مختار

اشرف لائبریری کے ذکر سے چوک گئے تو گویا آپ نے ان کے تعلق سے کچھ لکھا ہی نہیں''۔ اس لیے ہم یہاں مختار اشرف لائبریری کا ذکر کرنا مناسب سمجھتے ہیں۔

کتب خانہ اشرفیہ کی نشاۃ ثانیہ

وکیل انبالہ میر غلام بھیک نیرنگ خلیفہ اعلیٰ حضرت اشرفی میاں علیہما الرحمۃ نے لکھا ہے کہ:''اگر چہ اعلیٰ حضرت قبلہ وکعبہ کا گھرانا خاندان اشرفیہ میں علم کے اعتبار سے ہمیشہ ممتاز رہا مگر حضور قبلہ وکعبہ کی برکت سے اس زمانے میں دولت علم وکمال سے یہ گھر اس قدر مالا مال ہوا کہ اس کی نظیر نہیں پائی جاتی''(مقدمہ تحائف اشرفی ص:۴۷)

صدر المشائخ شیخ اعظم قدس سرہ نے اس ''دولت علم وکمال'' کو باقی رکھنے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی بلکہ ساری زندگی اس دولت علم وکمال میں اضافہ کی فکر میں گزار دی چنانچہ جب انہوں نے دیکھا کہ اضافۂ علم وکمال کے ہتھیاروں کا ذخیرہ (کتب اسلامیہ) جنہیں داداجان نے بڑی محنت و مشقت سے جمع کیا تھا وہ زمانے کے دست برد کا شکار ہو رہا ہے تو انہوں نے اس کی حفاظت کے لیے ''مختار اشرف لائبریری'' قائم فرمائی۔ یہ لائبریری درحقیقت اعلیٰ حضرت اشرفی میاں رحمۃ اللہ علیہ کی لائبریری ''کتب خانہ اشرفیہ'' کی نشاۃ ثانیہ ہے۔ کتب خانہ اشرفیہ کے بارے میں جناب حاجی محمد زبیر صاحب نائب ناظم کتب خانہ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی لکھتے ہیں:''حضرت اشرفی میاں کا ایک کارنامہ یہ بھی ہے کہ انہوں نے عربی وفارسی کی طرح اردو سیکشن کو بھی ترقی دی، چنانچہ اردو شعرا کے دواوین کے علاوہ مذہب و تصوف، فلسفہ، کلام، تاریخ اور طب کا بھی جس قدر سرمایہ انہیں اردو زبان میں دستیاب ہوا وہ سب کتب خانہ کی زینت بن گی۔ کتب خانہ اشرفیہ میں مطبوعہ اور غیر مطبوعہ کتابوں کی مجموعی تعداد کم وبیش دس ہزار سے بھی زیادہ ہے۔ قلمی کتابوں کی تعداد ساڑھے سات ہزار کے لگ بھگ ہے جن میں اکثر نہایت نادر ہیں۔ عربی، فارسی اور اردو تینوں زبانوں میں تفسیر، حدیث، فقہ، کلام، تاریخ، ادب اور طب کا گراں قدر ذخیرہ موجود ہے اور ان حقائق کی روشنی میں اس بات کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ مشائخ کرام نے اپنی خانقاہی زندگی میں دین ومذہب کی تبلیغ واشاعت کے ساتھ، علم وادب کی کیسی کیسی حیرت انگیز خدمات انجام دی ہیں''(اسلامی کتب خانہ مطبوعہ ندوۃ المصنفین دہلی ص:۳۰۴ تا ۳۰۶ بحوالہ مخدوم الاولیا محبوب ربانی ص:۳۳۵،۳۳۶)

صدر المشائخ شیخ اعظم قدس سرہ نے مختار اشرف لائبریری میں مختلف علوم وفنون مثلا علوم قرآن، حدیث وتفسیر، فقہ ومذاہب فقہ، انسائیکلو پیڈیا، انگریزی زبان و ادب، فتاویٰ واصول، حدیث واسماء الرجال، اصول فقہ وتاریخ، مناظرہ ومباحث، عقائد وکلام، اخلاق وتصوف، سیرت وسوانح، مقالات وخطبات، عربی ادب و فارسی ادب، دیوان وناول، نحو وصرف، مذاہب وادیان، سائنس وطب، انساب وتذکرہ، اوراد ووظائف، ملفوظات ومکتوبات، اردو ادب وانشاء، قراءت ولغات وغیرہا علوم وفنون میں کم وبیش چوبیس ہزار سے زیادہ کتابوں کا ذخیرہ جمع فرمایا- مخطوطات کا جس قدر ذخیرہ یہاں موجود ہے شاید کہیں اور ہو ان میں بہت سے نادر ہیں- شیخ اعظم قدس سرہٗ کا یہ کارنامہ خانقاہی سجادہ نشینان کے لیے ''درس عمل'' اور خانوادۂ اشرفیہ کے لیے ''نشان امتیاز'' ہے-

شمالی بنگال میں مدارس
ومکاتب کا قیام

صدر المشائخ شیخ اعظم قدس سرہ کا دائرۂ تبلیغ شہروں اور قصبات تک محدود نہیں بلکہ ملکوں اور براعظموں

میں پھیلا ہوا ہے۔مہینوں اور سالوں میں محدودنہیں بلکہ نصف صدی تک آپ نے تبلیغ وارشاد کا فریضہ انجام دیا ہے۔اس لمبے عرصے میں آپ نے کہاں کہاں اور کتنے مدارس ومکاتب قائم فرمائے ہیں،ان کا شمار کرنا ناممکن تونہیں مشکل ضرور ہے۔ یہاں ہم صرف ان ہی مدرسوں کا ذکر کرنا چاہتے ہیں جنہیں آپ نے شمالی بنگال میں قائم فرمایا ہے۔

دار العلوم رضوانیہ مسلم پارہ نکسل باڑی

ضلع دارجلنگ کا ترائی علاقہ اور ملک نیپال کی سرحد جہاں سے شروع ہوتی ہے وہاں حضرت شیخ اعظم قدس سرہٗ نے ۱۹۶۵ء میں ایک مدرسے کی بنیاد رکھی،اس کا نام دار العلوم رضوانیہ اشرفیہ تجویز فرمایا اور اپنی آخری سانس تک اس کی سرپرستی فرمائی۔جغرافیائی منظر کا ہلکا سا اشارہ جو اوپر دیا گیا ہے اس سے اس مدرسہ کی اہمیت کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔اس مدرسہ میں بنگال وملحقہ بہار کے علاوہ ملک نیپال کے تشنگان علوم نبویہ بھی اپنی علمی پیاس بجھانے آتے ہیں ۔یہاں کے تعلیم یافتہ علما ملک کے اطراف واکناف میں خدمات انجام دے رہے ہیں۔الحمد للہ یہ مدرسہ اپنے روز قیام سے اب تک دینی خدمات میں مصروف ہے اوردرس نظامی کی ابتدائی درجات کے ساتھ حفظ قرآن کریم کا بہترین گہوارہ ہے۔

دار العلوم اسلامیہ اشرفیہ اظہار العلوم دھوم ڈانگی

شمال وجنوب کے اعتبار سے دیناج پور ودارجلنگ کی سرحد اور مشرق کے اعتبار سے بنگلہ دیش کے بارڈر میں واقع اس ادارہ کی سنگ بنیاد حضرت صدرالمشائخ شیخ اعظم قدس سرہٗ نے ۱۹۷۰ء کی دہائی میں رکھی اور دم واپسی تک اس کے سرپرست اعلیٰ رہے۔اس دار العلوم کی خدمات سے علاقائی لوگ بخوبی واقف ہیں۔سرحدی علاقوں میں سنیت کواستحکام بخشنے میں اس ادارہ کا اہم کردار رہا ہے۔

دار العلوم فیض العلوم سوناپور

یہ دار العلوم ضلع دار جلنگ کی ابتدائی اور اتر دیناجپور کی آخری سرحد پر واقع ہے۔حضور شیخ اعظم قدس سرہٗ نے اس کی بنیاد کب رکھی تھی راقم کو اس کا علم نہ ہوسکا البتہ تاحین حیات آپ دار العلوم کے سرپرست اعلیٰ رہے۔اس علاقہ میں اس دار العلوم کی شہرت عام ہے۔طلبہ ومدرسین کی تعداد بھی معتد بہ ہے۔تعلیم وتعمیرات کا معیار ذوق کے مطابق ہے۔

دار العلوم نصیریہ اشرفیہ پناسی شریف

پناسی شریف شہر اسلام پور اتر دیناج پور سے تقریباً دس کلومیٹر کی دوری پر واقع ہے اور بہار وبنگال کا سرحد یں یہاں ملتی ہیں۔یہ سرزمین اس اعتبار سے بھی مقدس ہے کہ یہاں اعلیٰ حضرت اشرفی میاں علیہ الرحمۃ کے غالباً آخری خلیفہ،استاذ العلماء،زینت الاتقیا،جامع معقولات ومنقولات حضرت علامہ مولانا شاہ محمد نصیر الدین اشرفی رحمۃ اللہ علیہ کا مزار پرانوار ہے۔اسلام پور علاقہ کے اکثر بزرگ علماء انہیں کے فیض یافتہ ہیں۔اس سرزمین پر حضرت صدر المشائخ شیخ اعظم قدس سرہٗ نے ۱۹۶۸ء میں دار العلوم نصیریہ اشرفیہ کی بنیاد رکھی اور اپنی حیات مستعار کی آخری سانسوں تک اس کے سرپرست اعلیٰ رہے۔اس ادارہ نے بڑے جلیل القدر علماء وائمہ کو فیض پہنچایا ہے، یہاں کے فارغین علما کی خدمات قابل قدر ہیں۔اس دار العلوم کا اہتما م وانصرام حضرت استاذ العلماء کے شہزادے حضرت علامہ ومولانا مفتی محمد ذوالفقار اشرفی فرمارہے ہیں جو پاک باز،نیک سیرت

اور خوش خو عالم دین ہیں۔

حضرت صدر المشائخ شیخ اعظم قدس سرہ نے مدارس و مکاتب اسلامیہ کی تعمیر و ترقی کے لیے جو خدمات انجام دی ہیں اگر اس کی فہرست سازی کی جائے تو مدارس اسلامیہ کی ایک بہتریں ڈائرکٹری تیار ہو سکتی ہے مگر مضمون کی طوالت کا خیال کرتے ہوئے ہم اس سلسلے کو یہیں پر ختم کرتے ہیں۔اس سے آپ حضرت ممدوح کی انقلاب آفریں شخصیت کا بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ انہوں نے جدھر رخ فرمالیا وہاں دین وسنیت سرسبز و شاداب ہوگئی اور اہل سنت و جماعت صاحبِ اقبال و نہال گئے۔

فیض عجبے یافتم از صبح ہنید

آخر ایک وقت ایسا آیا کہ مطلع اسلام پر سنیت وتصوف کا نور بکھیر نے والے اس روشن آفتاب پر بیماریوں کے بادلوں نے گھیرا ڈال دیا، ضعیفی اور ناتوانی نے اپنے بازو پھیلا دیئے اور حضرت کے قوائے جسمانی مضمحل ہوتے چلے گئے۔مگر انہیں بخوبی علم تھا کہ زندگی ایک ڈھلتا سایہ ہے جو اس سایہ کی دارزگی کے ساتھ اپنے کاموں کو بھی دراز کرتا ہے وہی کامیاب انسان ہے۔

بیداری میان دوخواب است زندگی
گرد تخیل دوسراب است زندگی

صدرالمشائخ شیخ اعظم قدس سرہ نے اپنے پیچھے دین وسنیت کی تبلیغ کے لئے ایسے افراد کو چھوڑا ہے جو یقیناً ان کے مشن کو آگے بڑھانے اور عام سے عام کرنے کی مکمل صلاحیت رکھتے ہیں میری مراد حضور قائد ملت حضرت علامہ ومولانا سید شاہ محمد محمود اشرف اشرفی جیلانی اور اشرف ملت حضرت علامہ و مولانا سید محمد اشرف اشرفی جیلانی ہیں یہ دونوں حضرات آپ کی عظیم سرمایہ حیات ہیں۔

صدرالمشائخ شیخ اعظم قدس سرہ نے ۲۲ فروری کو ممبئ میں وصال فرمایا اور تجہیز و تکفین کچھوچھہ مقدسہ میں عمل میں آئی۔

بڑا چراغ تھا لیکن اسے بھی بجھنا تھا
ہوا بھی تیز تھی بے اختیار تھا وہ بھی

نماز جنازہ میں لاکھوں کی تعداد میں ملک وبیرون ملک سے مریدین ومتوسلین،وابستگان سلسلہ اشرفیہ اور اہل وسنت و جماعت کے عوام وعلما نے شرکت کی۔نماز جنازہ قائد ملت حضرت علامہ سید شاہ محمود میاں صاحب قبلہ نے پڑھائی۔حرماں نصیبی رہی کہ راقم الحروف آخری دیدار سے محروم رہا۔

گرچہ دوریم بیاد تو قدح می نوشیم
بعد منزل نہ بود در سفر روحانی

☆☆☆☆

سوال وجواب

سوال : شیخ طنطاوی کے بقول قرآن پاک کی تقریباً کتنی آیتیں سائنس سے متعلق ہیں؟

جواب: ۷۵۰ آیتیں (الجواہر:۱/۷)

سوال : قرآن پاک میں نقطے اور حرکات دونوں ایک ساتھ کس نے کس کی فرمائش پر لگائے؟

جواب: یحیٰ بن یعمر،نصر بن عاصم اور حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہم حجاج بن یوسف کے یوسف کے حکم پر۔(علوم قرآن 195)

سوال : قرآن پاک کے مطابق زمین وآسمان کی تخلیق کتنے دنوں میں ہوئی ؟

جواب : دو دن میں (سورۃ السجدہ:۱۲۔۹)

شیخ اعظم، محدث اعظم ہند کی نظر میں

مولانا محمد انوار الحق اشرفی، محمد آباد گوہنہ ضلع مئو (یو پی)

جس طرح جوہری ہی جوہر کی قیمت کا صحیح اندازہ لگا سکتا ہے۔ٹھیک اسی طرح مقام ولایت کا صحیح اندازہ وہی لگا سکتا ہے جو اس منصب پر فائز ہو۔اور دنیائے اہل سنت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ سرمایۂ اہل سنت مخدوم الملت حضور محدث اعظم ہند علیہ الرحمہ صرف محدث اعظم ہی نہیں بلکہ عارف حق آگاہ بزرگ بھی تھے جن کی گفتگو کا ایک ایک لفظ اکابرین علماء سند کے طور پر پیش کرتے رہے ہیں کیونکہ جماعت اہل سنت میں آپ کی شخصیت کو حکم کی حیثیت حاصل تھی۔حضور مفتی اعظم ہند، حضور سید العلماء، حضور احسن العلماء، حضور صدر العلماء، حضور برہان ملت، حضور مجاہد ملت، حضور حافظ ملت علیہم الرحمہ جیسی عظیم ہستیاں بھی آپ کو قدر کی نگاہ سے دیکھا کرتی تھیں۔اس لئے کہ اگر اعلیٰ حضرت اشرفی میاں علیہ الرحمہ نے آپ پر ناز کیا ہے تو اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے بھی آل غوث پاک ہونے کی بنا پر آپ کی بے پناہ تعظیم کی ہے۔نسبت کے علاوہ بھی جاہ و جلال، جود و نوال، فضل و کمال، حسن و جمال میں یکتائے روزگار تھے۔آپ اپنے ہم عصر علماء و مشائخ میں بجا طور پر مرجع کل تھے۔یہی وجہ ہے کہ آپ کو مخدوم الملت کہا جانے لگا۔اور ظاہر ہے کہ اتنی عظیم ذمہ دار شخصیت کے اقوال کبھی بھی غیر ذمہ دارانہ نہیں ہوں گے۔آپ کی امتیازی شان یہ تھی کہ ہر فرد کے مقام و مرتبے کا لحاظ کرتے اور حسب منصب احترام فرماتے۔صرف جمع خاطر کے لئے کسی کی ہرگز تعریف نہیں کرتے، نہ ہی دنیاوی مصلحتوں کے لئے اپنی شان کے خلاف حالات سے سمجھوتہ کرتے۔اسی لئے آپ کی ہر بات پر ملت اسلامیہ ہمیشہ متحد ہو جاتی۔

راقم الحروف نے جب یہ جاننے کی کوشش کی کہ آخر حضور محدث اعظم ہند کی نظر میں حضور شیخ اعظم کا کیا مقام تھا تو حیرت کی انتہا نہ رہی۔مندرجہ ذیل تحریروں سے آپ بھی بخوبی اندازہ کر سکتے ہیں۔

جب حضور شیخ اعظم چار سال چار مہینے چار دن کے ہوئے تب خاندان غوثیہ اشرفیہ کی روایات کے مطابق بڑی شان سے آپ کی بسم اللہ خوانی کروائی گئی جس میں سیکڑوں علماء و مشائخ کی موجودگی میں حضور محدث اعظم ہند نے منقبت کے اشعار پیش کئے۔اس منقبت کے دو شعر یہ ہیں۔

دولت احمد مختار بہ اظہار آمد !!!
مرحبا فضل کریمانہ مبارک باشد
اکنوں بسم اللہ طفلاناں مبارک باشد
آخرش طرّۂ مولانا مبارک باشد

حضور مخدوم المشائخ امام اہلسنت حضرت علامہ مولانا مفتی الحاج الشاہ سید محمد مختار اشرف اشرفی جیلانی سجادہ نشین آستانۂ اشرفیہ حسنیہ سرکارکلاں علیہ الرحمہ کے دور سجادگی میں حضور شیخ اعظم آپ کے ولیعہد تھے۔مسند سجادگی پر حضور مخدوم المشائخ تشریف فرما ہوتے اور آپ

کی غیر موجودگی میں کبھی کبھی حضور شیخ اعظم بھی تشریف رکھتے تھے۔ ایک مرتبہ حضور شیخ اعظم، صاحب سجادہ کی گدّی پر بیٹھے ہوئے تھے۔اس وقت آپ کی عمر تقریباً ۲۵ سال کی تھی۔اچانک حضور محدث اعظم ہند بڑے شاہانہ انداز میں کچھ مریدین کے ساتھ تشریف لائے۔ حضور شیخ اعظم نے کھڑے ہوکر ادب سے سلام عرض کیا۔ تو سلام کا جواب دے کر آپ گدّی کے سامنے بچھی ہوئے چٹائی پر بیٹھ گئے اور اپنے ہمراہیوں کو بھی بیٹھنے کا حکم فرمایا۔حضور شیخ اعظم نے مؤدبانہ عرض کیا کہ حضور! آپ گدّی پر تشریف رکھئے تو اپنے مخصوص انداز میں آنکھوں کی بھوؤں کو چڑھا کر گرجدار آواز میں فرمایا کہ میاں! سید محمد کی یہ مجال نہیں کہ سرکار مخدوم پاک کے جانشین کی برابری کرے۔ ہم تو اس گدّی کو چوم کر آنکھوں سے لگاتے ہیں، یہ جرأت ہرگز نہیں کر سکتے کہ اس پر قدم بھی رکھیں۔میاں! آج آپ ولیعہد ہیں اور مستقبل میں سجادہ نشین ہوں گے۔اس گدّی پر آپ ہی بیٹھ سکتے ہیں اور یہ آپ کا حق بھی ہے، مجھے جہاں بیٹھنا چاہئے میں وہیں بیٹھا ہوں، آپ بلا تکلف تشریف رکھیں۔حضور شیخ اعظم کھڑے ہی رہے تو حضور محدث اعظم ہند نے آپ کا ہاتھ پکڑ کر آپ کو گدّی پر بٹھا دیا اور فرمایا کہ آپ کی صحیح جگہ یہ ہے۔اس واقعہ سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ وہ عظیم شخصیت جو اکابر علماء و مشائخ کی جھرمٹ میں سب سے بلند مقام پر نظر آتی تھی انہوں نے کتنے واضح لفظوں میں منصب سجادگی کی اہمیت اور اسی منصب کی بنا پر حضور شیخ اعظم کی عظمت کو ان کی کم عمری میں ہی اجاگر فرمایا ہے۔اسی بات کو میرے دوست محترم مولانا محمد ارشد نظامی اشرفی نے اپنے منظوم خراج عقیدت میں یوں بیان کیا ہے جس کی حقانیت کو مندرجہ بالا واقعے کو مدّنظر رکھتے ہوئے سمجھا جا سکتا ہے۔

حضرت محبوب یزدانی کے ہیں یہ جانشیں
سارا عالم دم بخود ہے کیا ہے رتبہ یار کا

حضور شیخ اعظم کی عادت تھی کہ اکثر بزرگوں کی روحانی نسبتوں کا تذکرہ فرما کر ناز کیا کرتے تھے۔یہ بات سارے خاندان کے لوگ اور ان کے مریدین اچھی طرح جانتے ہیں۔حضور محدث اعظم ہند اکثر و بیشتر آپ سے پر لطف گفتگو فرمایا کرتے تھے۔ایک دن کسی مجلس میں حضور مخدوم المشائخ سرکار کلاں، حضور محدث اعظم ہند، حضور شیخ اعظم اور دیگر مشائخ موجود تھے۔کسی خاص عنوان پر کافی دیر سے گفتگو ہو رہی تھی اور سب اپنی اپنی رائے پیش کر رہے تھے لیکن حضور شیخ اعظم ادباً خاموش تھے۔آپ کی خاموشی کو توڑنے کے لئے آپ ہی کی طرف دیکھتے ہوئے حضور محدث اعظم ہند نے فخریہ انداز میں فرمایا کہ میاں! حضور شیخ المشائخ محبوب ربانی سرکار اعلیٰ حضرت اشرفی میاں علیہ الرحمہ میرے نانا ہیں۔اس صدی میں اتنا عظیم نانا کسی کو نہیں ملا۔ اگر ملا ہو تو بتائے۔حضور شیخ اعظم نے مچل کر فرمایا کہ حضور! آپ ہی کے نانا نے ایک مرتبہ یہ فرمایا تھا کہ ''اللہ پاک کا لاکھ لاکھ شکر و احسان اور رسول پاک ﷺ کا کرم ہے کہ اس فقیر کو دو پر عطا کئے گئے ہیں اور جس کے دونوں پر سلامت ہوں تو اس کی پرواز کا عالم کیا ہوگا،، اب حضور آپ بتائیے کہ آپ کے نانا نے ایسا کب اور کس کے لئے فرمایا تھا؟ حضور محدث اعظم ہند نے گرجتے ہوئے فرمایا اچھا میاں! میرے نانا نے ایسا فرمایا تھا صحیح بات ہے پر آپ کہنا کیا چاہتے ہیں؟ شیخ اعظم نے دست بستہ عرض کیا کہ حضور! آپ تو محبوب ربانی سرکار اشرفی میاں کے صرف نواسے ہیں لیکن میں تو نواسہ بھی ہوں اور پوتا

بھی (حضور شیخ اعظم کے دادا حضور عالم ربانی واعظ لاثانی حضرت مولانا سید احمد اشرف اشرفی جیلانی تھے اور نانا امام العرفاء حضرت پیر سید مصطفےٰ اشرف اشرفی جیلانی تھے اور یہ دونوں بزرگ سرکار اشرفی میاں کے حقیقی شہزادے تھے اسی لئے حضور شیخ اعظم، اشرفی میاں کے پر پوتے بھی تھے اور پرنواسے بھی) جب میں دیکھتا ہوں کہ آپ پوتے پر کرم فرماتے ہیں تو میں پوتا کہلاتا ہوں اور جب دیکھتا ہوں کہ نواسے پر مہربان ہیں تو نواسہ کہلاتا ہوں۔ میری ہی پیدائش پر آپ کے نانا نے یہ جملہ فرمایا تھا۔ اب آپ ہی فرمائیے کہ آپ سے زیادہ فخر کرنے کا مجھے حق ہے کہ نہیں؟ یہ سن کر سارے سامعین مسکرانے لگے۔ حضور مخدوم المشائخ سرکار کلاں نے مسکراتے ہوئے حضور محدث اعظم ہند سے فرمایا بھائی جان! اظہار میاں کو تو فخر کرنے کا واقعی حق ہے۔ حضور محدث اعظم ہند نے فرمایا کہ حضرت وہ تو مجھے پتہ ہے، یہ کچھ کہتے رہتے ہیں تو اچھا لگتا ہے لیکن اس مجلس میں ان کی مسلسل خاموشی نے مجھے ان کی زبان کھلوانے کے لئے مجبور کر دیا تو جان بوجھ کر میں نے انہیں چھیڑ دیا تا کہ کچھ کہیں، اب دیکھا نہ آپ نے کہ اپنی نسبتوں کو لے کر یہ کتنا اکڑتے ہیں، مجھے ان کی یہی ادا تو بہت اچھی لگتی ہے۔ اللہ پاک انہیں سلامت رکھے اور مخدومی فیضان سے مالا مال فرمائے۔

ان واقعات سے بخوبی سمجھا جا سکتا ہے کہ حضور محدث اعظم ہند کی نظروں میں حضور شیخ اعظم کی کتنی قدر و منزلت تھی۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو سرکار مخدوم پاک کے اس جانشین مطلق حضور شیخ اعظم قبلہ علیہ الرحمہ کے فیضان سے مستفیض فرمائے۔ آمین!

☆☆☆☆

مبارک بادی

خانوادۂ اشرفیہ کے روحانی عظمتوں کو سلام نبیرۂ عالم ربانی، عطائے غوث العالم، مخدوم العلماء شیخ اعظم بانی جامع اشرف حضرت علامہ الحاج الشاہ سید اظہار اشرف اشرفی جیلانی علیہ الرحمہ سجادہ نشین آستانۂ عالیہ اشرفیہ حسنیہ سرکار کلاں کچھوچھہ مقدسہ کی حیات وخدمات پر مشتمل شیخ اعظم نمبر کی اشاعت پر حضور سیدی قائد ملت، حضور سیدی اشرف ملت، حضور سیدی حماد اشرف اور تمام اساتذۂ جامع اشرف کو تہ دل سے مبارکباد پیش کرتے ہیں۔

جناب شیخ بہار الدین اشرفی	مولانا جمشید عالم اشرفی
مولانا الحاج محمد نور عالم اشرفی	مفتی محمد مزمل عالم اشرفی جامعی
مفتی محمد محبوب عالم اشرفی مصباحی	مولانا قاری محمد وصی اختر اشرفی

حضرت مفتی عتیق الرحمٰن نوری مصباحی

دار العلوم انوار مصطفی ماری پور مظفر پور بہار

اب میری نگاھوں میں جچتا نہیں کوئی

مولانا محمد ارشد نظامی اشرفی جامعی، سنجے نگر کمانی کرلا ویسٹ ممبئی

تاجدار اہل سنت مخدوم العلماء حضور شیخ اعظم علامہ الحاج الشاہ مفتی سید محمد اظہار اشرف اشرفی جیلانی (سجادہ نشین آستانۂ عالیہ اشرفیہ حسنیہ سرکار کلاں درگاہ کچھوچھہ مقدسہ) کے مبارک نام کے ساتھ اب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہوئے دل بے چین اور ہاتھ کانپنے لگتا ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ حضور قبلۂ عالم کی ذات بابرکات کسی خاص فرد، جماعت، صوبہ یا ملک کی ہی امانت نہیں تھی بلکہ وہ اہل سنت کا سرمایہ اور بلا ریب ہم جیسے ہزاروں لاکھوں گنہگاروں کے لئے کامل رہنماء اور مرشد برحق تھے اور ہیں۔ ایک اہم خصوصیت تو یہ ہے کہ صرف پیری مریدی کر کے یا لوگوں سے دست بوسی وقدم بوسی کروانے پر ہی آپ نے اپنی حیات ظاہری نہیں گزاری بلکہ دین وسنیت کا وہ کام انجام دیا جو رہتی دنیا تک یاد کیا جائے گا۔ بے شمار خوبیوں کے مالک جن کا الفاظ میں بیان مشکل ہے۔ مناظرہ گاہ میں زبردست مناظر، اسلامی مبلغین کی صف میں باثر مبلغ، اسٹیج کے لاجواب خطیب، درسگاہ کے عظیم محدث، دولت علم کے امیر، علماء کی جھرمٹ میں مخدوم العلماء، مشائخ کی بزم میں مرکز نگاہ ہر خاص وعام، میدان شعر وشاعری کے شہسوار، شریعت کی مجسم تصویر، طریقت کا بحر ناپیدا کنار، حسن میں عکس محبوب سبحانی، لطف میں پرتو خواجہ غریب نواز، عشق میں آئینۂ محبوب یزدانی، اداؤں میں جلوۂ اشرفی محبوب رحمانی، فکر میں خوشبوئے عالم ربانی، پیشوائی میں پیکر مخدوم المشائخ۔ غرض کہ آپ اپنی ذات میں ہی ایسی انجمن تھے کہ ہر خوبی وکمال آپ میں بدرجۂ اتم موجود تھی۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ سرکار شیخ اعظم علیہ الرحمہ کے متعلق لکھنے سے قبل ہر مضمون نگار یہ ضرور سوچے گا اور بار بار سوچے گا کہ ان گنت کمال وخوبیوں والی اس بے نظیر شخصیت کے کس کس پہلو کو رقم کیا جائے۔

راقم الحروف محمد ارشد نظامی اشرفی جامعی کو چونکہ تقریباً ۱۲ سال سے سرکار کا خادم ہونے کا ایسا شرف حاصل ہے جو دارین میں قابل فخر ہے،

یہ کرم تیرا ہے کہ مجھکو نبھایا تو نے
حق محبت کا کہاں مجھ سے ادا ہوتا ہے

ممکن ہے کہ خشک مزاج لوگ میری اس تحریر کو عقیدت کی مرہون منت اور حقیقت سے بعید سمجھیں کیوں کہ وہ اپنی فطرت سے مجبور ہیں لیکن

حق پرستی حق شناسی حق کی گویائی ملی
ہے عطائے حق نظامی تو ہے شیدا یار کا

علم بغیر عشق کے مفید نہیں اسی طرح عشق بغیر علم کے گمراہ کر دیتا ہے۔ اگر عالم عاشق نہ ہو اور عاشق عالم نہ ہو تو ان کی اطاعت خطرے سے خالی نہیں رہتی۔ لیکن جب میں نے ہی نہیں بلکہ جس کسی نے بھی سرکار شیخ اعظم قبلہ علیہ الرحمہ کو دیکھا تو ہر ایک نے یہی کہا کہ یہ علم کا سراپا

ہے اور عشق کی تصویر ہے۔ یہ کمال علم ہی تھا حضور شیخ اعظم کا کہ صوبہ بہار کے ضلع کٹیہار، پورنیہ، کشن گنج واطراف میں اور بنگال کے کئی ضلعوں میں حضور کے پر مغز بصیرت افروز علمی خطاب کو سن کر سیکڑوں غیر مسلموں اور ہزاروں وہابیوں نے توبہ کرکے کلمۂ شہادت پڑھا اور حضرت کے مرید ہوگئے۔ ان خوش نصیب لوگوں میں ایک خاندان راقم الحروف کا بھی ہے۔ چوں کہ یہ واقعات زیادہ مشہور ہیں اسی لئے ہوسکتا ہے ہمارے کسی قلمکار نے اپنے مضمون میں ان کا تفصیلی ذکر کیا ہو بہر حال تبلیغی خدمات کوئی آسان کام نہیں ہے۔ کئی موقعوں پر مناظرے کرنے پڑتے ہیں۔ ہر طرح کے سند یافتہ جاہلوں کے الٹے سیدھے سوالات کا تشفی بخش جواب دینا پڑتا ہے۔ کہیں دھمکیاں سننی پڑتی ہیں، کبھی زبردست مخالفت کا سامنا کرنا پڑتا ہے، کبھی بھوکے اور پیاسے رہ کر حالات سے سمجھوتہ کرنا پڑتا ہے۔ حضور مرشد برحق کے دل میں تبلیغ دین کا جذبہ جنون کی حد تک تھا یہی وجہ ہے کہ بغیر کسی حرص و ہوس کے اپنے نانا جان رحمت عالم ﷺ کی امت کو گمراہی سے بچانے کے لئے اور اسلامی صوفی ازم کی اشاعت کے لئے آپ ہر مشکل سے مشکل موقع پر بھی استقامت کا پہاڑ نظر آئے۔ ہر مناظرے کی دعوت قبول کرکے مخالفین کو بھاگنے پر مجبور کیا اور حق کا پرچم لہرایا۔ اسی طرح اپنے نوری علم کے مقدس نور سے جہالت و گمراہی اور بے دینی کی تاریکی کو ساری زندگی مٹاتے رہے۔ عشق شیخ، عشق رسول اور عشق خدا میں بھی آپ اتنے کامل واکمل تھے کہ آپ کے پردہ کر جانے کے باوجود مختار اشرف لائبریری سے عشق شیخ اجاگر، اظہار عقیدت کامل سے عشق رسول ظاہر ہے، اظہار سخن اور مثنوی مولانا روم کے ترجمہ اور تشریح بنام اظہار المنظوم سے عشق خدا مترشح ہو رہا ہے۔ زمانے نے دیکھا ہے کہ کبھی بھی نعت پاک کے اشعار سن کر رونے لگتے، درود پاک پڑھتے تو رونے لگتے، صلوۃ وسلام پڑھتے تو رونے لگتے، دعائیں کرتے تو سسکی بندھ جاتی، اتنے ادب اور محبت کے ساتھ اللہ رب العزت کا نام اور رحمت عالم آقائے کائنات ﷺ کا نام لیتے کہ سننے والوں پر ایک عجیب کیفیت طاری ہوجاتی، اور اس قدر محبت میں غرق ہوکر دعائیں کرتے کہ حاضرین بے خود ہوجاتے عشق شیخ کی بدولت اپنے اکابرین کی محبتوں کا اظہار بھی فرماتے۔ آئے دن سرکار غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے نام سے بکرے کی قربانی اور گیارہویں شریف کی نیاز کروانا، جامع اشرف میں سرکار بو علی شاہ قلندر کے نام سے سہ منی کی فاتحہ کروانا اور سرکار مخدوم پاک کے نام سے نذر و نیاز کرواتے رہنا اور ان بزرگوں کا خود کو غلام کہہ کر ناز کرنا آپ کی عادت تھی۔ سلطان الہند سرکار خواجہ غریب نواز رضی اللہ عنہ سے آپ کا عشق تو ایسا تھا کہ ایسا عاشق زمانے نے نہیں دیکھا۔ آپ نے جامع اشرف کے آفس انچارج کو حکم دیا تھا کہ عرس سلطان الہند میں اگر کوئی مدرس اجمیر شریف جائے گا تو چھٹی تک اس کی تنخواہ نہ کاٹی جائے۔ مسلسل آپ خود ۴۵ سال تک ہر سال چھٹی شریف کے موقع پر عرس خواجہ میں اجمیر معلّٰی حاضری دیتے رہے اور فخر سے کہتے رہے کہ میں نے جب سے اب تک چھٹی شریف قضا نہیں کی، یہ میرے آقا غریب نواز کا کرم ہے، میں نے جب جو چاہا سرکار نے عطا فرمایا، ہر جگہ میری لاج رکھی، بڑے سے بڑے مشکل مرحلے میں سلطان الہند نے دستگیری فرمائی

یہی وجہ ہے کہ حضور مخدوم المشائخ امام اہلسنت حضرت علامہ الحاج مفتی الشاہ سید محمد مختار اشرف اشرفی جیلانی سجادہ نشین سرکار کلاں علیہ الرحمہ بہت ہی ناز سے فرمایا کرتے تھے کہ اگر کسی کو سرکار مخدوم پاک سے کچھ چاہئے وہ مجھ سے لے لے اور اگر کسی کو سرکار خواجہ غریب نواز سے کچھ چاہئے تو وہ اظہار میاں سے لے لے۔آپ کے عشق کی وارفتگی آج بھی منظوم خراج عقیدت سے آشکار ہے۔

جب بھی حضرت ممبئی تشریف لاتے تو ناچیز کو خدمت کے لئے یاد فرماتے اور میں حاضر رہتا۔ماہ رجب المرجب ۱۴۳۰ھ میں حضرت کے کرم سے میں بھی اجمیر معلّٰی پہنچا اور حضرت کی خدمت میں رہنے لگا۔ میں نے بارہا حضرت کے شب و روز دیکھے تھے لیکن اجمیر شریف میں حضرت کی کیفیت ،دل کی تڑپ اور محبت خواجہ کا انداز ہی نرالا دیکھا۔اس قدر شدت گریہ و زاری کہ مجھے بارہا ایسا لگتا تھا کہ اب حضرت بیہوش ہو جائیں گے۔آپ کی حالت دیکھ کر حاضرین بلک بلک کر رونے لگتے۔میری اپنی حالت یہ تھی کہ ادب کے خیال سے بس چیخیں ہی نہیں نکل رہی تھی،ضبط کرنے کی کوشش کرتا تو یوں محسوس ہوتا کہ اب سینہ پھٹ جائے گا۔بیت النور گیسٹ ہاؤس میں حضرت کا قیام تھا کمرے کی کھڑکی سے آستانہ بالکل قریب نظر آتا تھا۔حضرت کو دیکھا کہ ہمیشہ دونوں ہاتھ جوڑے بس گنبد شریف کی طرف دیکھا کرتے اور روتے رہتے۔۵ رجب کا دن گذر کر جب مغرب کا وقت آیا تو حضرت نے ذرہ نوازی فرماتے ہوئے ناچیز کو نماز مغرب کی امامت کا حکم دیا۔نماز سے فارغ ہونے کے بعد جب خدمت میں آیا تو چھٹی شب کی فاتحہ ہونے والی تھی تھوڑی ہی دیر میں حضور مہدی میاں چشتی سجادہ نشین اجمیر معلّٰی ،قائد ملت حضرت علامہ الحاج الشاہ سید محمد محمود اشرف اشرفی جیلانی،اشرف ملت حضرت علامہ الحاج الشاہ سید محمد اشرف اشرفی جیلانی، شہزادۂ غازیٔ ملت علامہ سید محمد نورانی میاں اشرفی جیلانی، اشرف الائمہ شہزادۂ اشرف العلماء حضرت علامہ سید نظام اشرف اشرفی جیلانی (ممبئی)شہزادۂ اشرف الاولیاء علامہ سید جلال الدین اشرف اشرفی جیلانی عرف قادری میاں و دیگر شہزادگان خانوادۂ غوثیہ اشرفیہ تشریف لائے اور کئی تھال میں شیرینی اور کھانا لایا گیا،شجرہ خوانی ہوئی، صلوٰۃ و سلام پڑھا گیا اور حضور شیخ اعظم کی خصوصی دعا ہوئی،دعا میں وہ کیف و سرور لوگوں نے محسوس کیا کہ دعا سے فارغ ہونے کے بعد ہر کسی کو ایسا لگا کہ جو تمنا لے کر آئے تھے سرکار غریب نواز نے اس بھی زیادہ عطا کیا۔ ہر ایک کی آنکھوں میں محبتی جذبات کی چمک اور چہرے پر خوشی کے آثار نمایاں تھے۔بعد دعا ہر ایک کو باہر کر دیا گیا اور شہزادگان بھی اپنے اپنے حجرے میں چلے گئے۔پھر کچھ لوگ آئے اور شیرینی و کھانے کے تھال لنگر خانے کی طرف لے جانے لگے ایک رکابی میں کھیر تھی،حضرت شیخ اعظم نے فرمایا کہ یہ رہنے دو باقی سب لے جاؤ وہ لوگ چلے گئے حضرت نے فرمایا کہ بیٹا دروازے کی کڑی لگا دو میں نے اٹھ کر کڑی لگا دی پھر حضرت نے فرمایا کھیر اٹھاؤ میں کھیر دینے لگا تو خادم خاص برادر طریقت پیار محمد اشرفی عرف پیارو نے کہا حضرت آپ کو شوگر ہے نا۔کھیر مت کھائیے۔حضرت نے اپنی محبت کا یوں اظہار فرمایا کہ میاں!اپنی بیماری کا لحاظ میں نے ہمیشہ کیا ہے۔۲۵ سال

گذر گئے میں نے کھیر نہیں کھائی لیکن اب کھاؤں گا۔ ارے میں اپنے خواجہ کے دربار میں ہوں موت بھی میرا کچھ بگاڑ نہیں سکتی اور اگر مر بھی گیا تو اس چوکھٹ پر مرنے سے بہتر اور کیا میری معراج ہوگی۔ہم دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھا اور خاموش رہنے کا اشارہ کیا کہ بات عشق کی ہے یہاں عقل کا دخل نہیں۔حضرت نے کھیر کھا ئی اور تبرکاً مجھے بھی عطا فرمایا۔میں اپنی قسمت پر ناز کرتا رہا اور کھاتا رہا۔حضرت کی طبیعت پر کچھ فرق نہیں پڑا یہاں تک کہ دوسرے دن صبح کو ۹ بج کر ۴۳ منٹ پر شوگر چیک کیا گیا تو ماشاء اللہ نارمل ہی تھا۔سبحان اللہ! میں نے سلطان الہند کی کرامتیں تو بہت پڑھی اور سنی ہے لیکن دیکھ کر تو آنکھیں ٹھنڈی ہوگئیں۔عرس مبارک ختم ہونے کے بعد دوسرے ہی دن جب حضرت وہاں سے نکلنے لگے تو مجمع کو سنبھالنا مشکل ہوگیا جس راہ سے گذر رہے ہیں دیوانہ وار لوگ دست بوسی وقدم بوسی کیلئے دوڑے چلے آرہے ہیں۔ایک نظر جو دیکھ لیتا فدا ہو جاتا۔کئی ہندوؤں کو میں نے دیکھا کہ وہ ہاتھ جوڑ کر دور ہی سے سامنے کی زمین پر الٹا لیٹ گئے اور اپنے انداز میں اپنی عقیدت پیش کرتے رہے۔ایک کو تو میں نے یہ کہتے ہوئے سنا کہ لگتا ہے کہ خواجہ بابا قبر سے نکل کے آئے ہیں۔اتنا خوبصورت دیوتا ہم نے کبھی نہیں دیکھا۔حضرت تو کچھو چھہ مقدسہ کیلئے روانہ ہوگئے اور میں ممبئی آ گیا۔

دنیا سے بےخوف اپنے مالک ومولیٰ کا یہ عاشق یو ں پر لطف تھا کہ صرف چہرہ دیکھ کر بڑے سے بڑے ماہر ڈاکٹر بھی پرانی بیماری کی شناخت نہیں کر پاتے اور سب یہی کہتے کہ بیماری تو چہرے سے بھی جھلکتی ہے پر آپ کا چہرہ اتنا مطمئن اور پرسکون نظر آتا ہے کہ بنا چیک اپ کے اندازہ کرنا بھی مشکل ہے کہ بیماری کیا ہے؟اس کی وجہ میں نے حضرت سے پوچھا تو حضرت نے فرمایا کہ بابو! پا کستان میں میرے ایک مرید ہیں ان کا نام ہے اسلم اشرفی،بہت تندرست آدمی ہیں۔ان کو جب شوگر کا مرض ہوا ٹیسٹ رپورٹ کے ذریعہ ان کو معلوم ہوا تو دو ہی مہینے میں وہ ٹینشن کی وجہ سے اتنے کمزور ونحیف ہوگئے کہ پہچاننا مشکل ہوگیا۔ایک دن میرے پاس ملنے کے لئے آئے تو میں نے اپنا شوگر چیک کیا تو دو سو سے زیادہ تھی اسلم دیکھ کر گھبرا گئے اور کہا کہ حضرت آپ کو اتنی ہائی شوگر ہے پر چہرہ دیکھ کر تو لگتا ہے کہ کوئی بیماری ہے ہی نہیں اور یہی بیماری مجھے بھی ہے تو میری باڈی کا جغرافیہ ہی بدل گیا ہے، ایسا کیوں حضرت؟ تو میں نے کہا تم اپنی ٹیسٹ رپورٹ دیکھ کر گھبرا گئے،ہر لمحہ تم یہ سوچتے رہتے ہو کہ اب میں مرنے والا ہوں،یہی سوچ کر تم نے خود اپنی صحت خراب کی ہے۔ارے بھئی موت سے ڈر کر بھی جاؤ گے کہا ں؟جب اسے آنا ہے آئے گی اپنے وقت سے نہ پہلے آئے گی نہ بعد میں۔تمہارے ٹینشن لینے سے موت اپنا پروگرام تو کینسل نہیں کرے گی نا،مجھے دیکھو بیماری ہوگئی تو ہوگئی علاج چل رہا ہے۔اللہ کی مشیت پر میں راضی ہو ں۔مجھے نہ موت کا ڈر ہے نہ دنیا کی فکر۔یاد رکھو موت کی دعا کرنا حرام ہے اس لئے میں موت کی دعا تو نہیں کرتا لیکن اپنی موت کا انتظار صرف اس لئے کر رہا ہوں کہ

موت تو اس لئے لگتی ہے بھلی ہم کو بہت
بعد مرنے کے تو دیدار تمہارا ہوگا

(مطبوعہ اظہار عقیدت اول)

اور حقیقت بھی یہی ہے کہ ذہن وفکر اگر پریشان ہوتو چہرے پر پریشانی کے آثار ظاہر ہوں گے اور اگر ذہن وفکر مطمئن ہو تو اطمینان و سکون کے آثار چہرے پر نظر آئیں گے۔اللہ رب العزت نے حضور شیخ اعظم کو بے پناہ حسن و جمال عطا فرمایا تھا۔آپ کے حسن میں بلا مبالغہ حضور محبوب ربانی ہم شبیہ غوث اعظم سرکار اعلیٰحضرت اشرفی میاں کا مقدس روئے زیبا نظر آتا تھا۔جو بھی ایک نظر آپ کو دیکھ لیتا فدا ہوجاتا۔غیر مسلم بھی دیکھ لیتے تو ہاتھ جوڑ لیتے،انہیں بن بتائے یہ احساس ہو جاتا کہ یہ بڑی مہان ہستی ہے ان کا ادب کرنا ضروری ہے۔میرے والد محترم حضرت مولانا محمد عابد حسین اشرفی صاحب نے مجھے بتایا کہ خانقاہ اشرفیہ جوگیشوری(ممبئی) سے بذریعۂ کو الس حضور پیرو مرشد شیخ اعظم سیوڑی تشریف لے جارہے تھے۔گاڑی میں حکم پاکر میں بھی بیٹھ گیا۔گاڑی جب مہا کالی اندھیری برج کے بائیوے سگنل پر پہونچی تو ڈرائیور کی سخت غلطی سے گاڑی سگنل توڑ کر گذر گئی۔ٹرافک پولس نے سیٹی مار کر گاڑی رکوایا،تھری اسٹار آفیسر جب گاڑی کی طرف آنے لگا تو ہم لوگوں کو یقین ہو چکا تھا کہ ممبئی ٹرافک ضابطے کی خلاف ورزی کی پاداش میں ڈرائیور پر جرمانہ ضرور عائد ہوگا لیکن گاڑی کے قریب آکر جوں ہی اس آفیسر نے حضور شیخ اعظم کا نورانی چہرہ دیکھا تو لرزہ براندام ہوگیا،فوراً دونوں ہاتھ جوڑ کر اپنا سر جھکا لیا اور (SORRY) کہتے ہوئے گاڑی لے جانے کا اشارہ کیا اور گاڑی آگے بڑھ گئی تو ہماری حیرت ناک خوشیوں کی انتہا نہ رہی۔میرے دل نے پکارا کہ

آئینے کو بھی حیرت میں ڈال دیتا ہے
خدا کسی کو ایسا جمال دیتا ہے

حیرت انگیز ایفائے عہد

۲۰۰۵ء کے اواخر میں جب جامع اشرف وخانقاہ اشرفیہ حسنیہ سرکار کلاں میں ایک حادثہ کے سبب وہاں کے آفس انچارج کو برخاست کردیا گیا تھا انہیں دنوں عالی جناب الحاج عبدالقادر اشرفی مرحوم (خلیفہ حضور سرکار کلاں ،ممبئی) کو اکاؤنٹینٹ کی حیثیت سے کینیا جانا تھا جس کے لئے وہاں کی پرائیویٹ کمپنی نے ہندوستانی کرنسی کے مطابق ماہانہ ۸۰۰۰۰ روپئے تنخواہ کی آفر کی تھی۔انھوں نے سوچا کہ اپنے پیرزادے حضور شیخ اعظم سے اجازت لے لوں تو بہت بہتر ہوگا۔فون پر رابطہ کیا اور اپنے پروگرام اور کمپنی کے آفر کے بارے میں بتایا تو برجستہ حضرت نے فرمایا خلیفہ صاحب! کچھوچھہ شریف اس وقت آپ کے لئے کینیا ہے۔آپ یہاں آیئے اور آفس انچارج کی حیثیت سے یہاں کا مکمل حساب کتاب دیکھیئے۔آپ قابل آدمی ہیں اس لئے آپ پر بھروسہ ہے اور سن لیجئے یہ میرا نہیں بلکہ آپ کے پیرومرشد حضور سرکار کلاں کا حکم ہے۔پھر حضور قائد ملت اور حضور اشرف ملت سے بھی فون پر گفتگو ہوئی تو دونوں شاہزادگان عالی مقام نے بھی انہیں کینیا جانے سے منع کیا۔بالآخر حضور شیخ اعظم قبلہ کو فون کر کے انہوں نے اپنی آمد کے بارے میں بتایا۔اللہ پاک خلیفہ صاحب کے درجات بلند کرے کہ اتنے بڑے آفر کو چھوڑ کر مخدوم زادوں کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے اپنی غلامانہ عقیدت پیش کی۔ان دنوں میں جامع اشرف کا طالب علم تھا۔حضور شیخ اعظم قبلہ نے مجھے طلب فرمایا اور کہا بیٹا ارشد!تم خلیفہ عبد القادر اشرفی صاحب کو جانتے ہو وہ ممبئی سے چل چکے

ہیں اور صبح ۵ بجے ان کی گاڑی کامیانی ایکسپریس بنارس اسٹیشن پہونچے گی تم شوکت (اس وقت حضرت کے ڈرائیور) کے ساتھ میری گاڑی لے جاؤ اور خلیفہ صاحب کو ساتھ لے آؤ۔ حضرت نے اپنے ساتھ بیٹھا کر رات کا کھانا کھلایا اور دوسو روپئے دیتے ہوئے فرمایا کہ ٹھنڈی کا وقت ہے راستے میں چائے وغیرہ پی لینا۔ کہرہ ہونے کی وجہ سے ہم لوگ گیارہ بجے ہی کچھوچھہ شریف سے نکلے اور وقت سے پہلے ہی بنارس پہونچ گئے۔ گاڑی آنے کے بعد جوں ہی خلیفہ صاحب ٹرین سے اترے بڑی گرم جوشی سے مصافحہ کیا اور کہنے لگے کہ جو باتیں میرے اور حضرت کے درمیان ہوگی تم گواہ رہنا۔ تھوڑی دیر کے لئے تو یہ بات میں سمجھا ہی نہیں بہرحال ہم کچھوچھہ شریف چلے آئے اور جیسے ہی خلیفہ صاحب کی حضرت سے ملاقات ہوئی سلام و دست بوسی کے بعد برجستہ انہوں نے کہا کہ حضور میں تو بوڑھا ہو چکا ہوں، اب میری عمر زیادہ نہیں ہے اور یوپی جیسا موسم میں نے کبھی جھیلا بھی نہیں ہے پھر بھی وعدہ کرتا ہوں کہ آیا ہوں تو پیٹھ نہیں دکھاؤں گا۔ یہ آپ کا کرم ہے جو مجھ پر اعتماد کیا۔ جب تک دم میں دم ہے میں جامع اشرف اور خانقاہ اشرفیہ کی خدمت کرتا رہوں گا۔ حضور! آپ بھی وعدہ کیجئے کہ اگر میں خدمت کرتے کرتے مرگیا تو مجھے اپنے بزرگوں کے قدموں میں جگہ دیں گے۔ ان کے جذباتی انداز کو دیکھ کر مسکراتے ہوئے حضرت نے وعدہ فرمالیا اور دیگر ضروری باتیں سمجھا کر مطمئن ہوئے پھر اپنے تبلیغی دورے کے لئے تشریف لے گئے تقریباً دو مہینے تک خلیفہ صاحب نے اپنی ذمہ داریوں کو بخوبی نبھایا لیکن ان کی تقدیر میں ان کی زندگی کی مدت ختم ہو رہی تھی اور حضور سرکار کلاں نے شاید اپنے دیوانے کو اسی لئے اپنے در پر بلایا تھا کہ وہ ہمیشہ آغوش میں رہے۔ آخرکار ۱۱ فروری ۲۰۰۶ء مطابق ۱۱ محرم الحرام ۱۴۲۷ھ کو خلیفہ صاحب نے مجھے ساتھ لے کر ہر آستانے پر حاضری دی اور کہا کہ آج دن بھر اور رات بھر تم میرے ساتھ رہنا۔ میں مسلسل مغرب تک ساتھ میں تھا تھوڑی دیر کے لئے ضرورتاً چلا گیا تو پھر بلوایا اور کہا کہ تمہیں ساتھ میں رہنے کو کہا تھا ارے بھئی تمہاری مہربانی ہوگی صرف کچھ گھنٹے تو ساتھ رہنا ہے! پھر آئینے کے سامنے بیٹھ گئے اپنے ہی ہاتھوں سے اپنی مونچھ درست کی اور چہرہ بنایا۔ فریش ہو کر کہنے لگے مولانا ارشد! اب تیاری پوری ہوگئی۔ میں نے پوچھا کہاں کی تیاری؟ کہنے لگے وہ سب چھوڑو بس اتنا دھیان رکھو کہ میں نے حضرت سے جو وعدہ کیا تھا کہ مرتے دم تک جامع اشرف اور خانقاہ اشرفیہ کی خدمت کرتا رہوں گا سو کر کے دکھا دیا اور حضرت نے بھی وعدہ کیا تھا کہ اگر میں خدمت کرتے کرتے یہاں مرگیا تو اپنے بزرگوں کے قدموں میں جگہ دیں گے۔ بیٹا! تم حضرت سے کہہ دینا کہ خلیفہ صاحب نے اپنا وعدہ پورا کیا اب آپ اپنا وعدہ پورا کیجئے۔ میں نے سوچا عمر کا تقاضہ ہے شاید یوں ہی کہہ رہے ہیں لیکن عشاء کی نماز کے بعد ساتھ میں بیٹھ کر چائے پی پھر وہ بستر پر لیٹ گئے۔ تھوڑی دیر بعد یا اشرف یا مرشد یا اشرف یا مرشد کا مسلسل ورد کرنے لگے میں نے پوچھا کیا ہوا؟ کہنے لگے بیٹا! میری بات حضرت کو یاد دلا دینا۔ اتنا کہہ کر کھانسنے لگے اور کلمہ طیبہ پڑھتے ہوئے ان کی روح جنت کی مسافر بن گئی "انا للہ و انا الیہ راجعون" جناب

رفیع الدین اشرفی راجستھانی نے پہلے آکر دیکھا تو میں نے انتقال کی خبر سنائی وہ بہت غمگین ہوئے اور فوراً تمام اساتذۂ جامع اشرف کو خبر دی۔تھوڑی دیر میں تمام مدرسین،طلباء اور زائرینِ آستانہ کی بھیڑ لگ گئی بہرحال رات بھر ہم لوگ وہاں تلاوت کرتے رہے۔حضور شیخ اعظم قبلہ علیہ الرحمہ کو فون پر خبر دی گئی۔اس وقت حضرت رائے پور بغرض علاج گئے ہوئے تھے لیکن دوسرے ہی دن کچھوچھہ شریف پہونچے۔مجھے طلب فرما کر پوچھا کہ انہوں نے کیا وصیت کی تھی ؟ میں نے عرض حال کی حضرت نے فرمایا کہ خلیفہ اپنا وعدہ پورا کر سکتے ہیں تو پیر زادے اپنا وعدہ بدرجۂ اولیٰ پورا کریں گے اتنا فرما کر خانوادۂ اشرفیہ کے بزرگوں کے قبرستان میں سرکار اعلیٰ حضرت اشرفی میاں علیہ الرحمہ کے قدموں کی سمت قبر کھودنے کا حکم دیا۔یہ حکم اپنے آپ میں بہت ہی حیرت انگیز تھا کیوں کہ وہاں خانوادے کی عظیم ترین شخصیتیں آرام فرما ہیں اور کوئی بھی غیر سید وہاں مدفون نہیں ہے۔کچھ لوگوں نے اس حکم کی مخالفت کرنے کی کوشش کی تو حضرت نے فرمایا کہ خلیفہ صاحب کی عقیدت کو ان کے مرشد نے قبول فرمالیا ہے۔زمین ہماری ہے ہم جسے چاہیں دیں۔ہم نے وعدہ کیا تھا تو اسے نبھائیں گے ضرور۔قبر کھودی گئی بعد نماز مغرب خانقاہ اشرفیہ میں حضرت نے نماز جنازہ پڑھائی۔اپنے ہاتھوں سے مٹی دینے تشریف لائے اور دعائے مغفرت بھی فرمائی۔حضرت کا یہ ایفائے عہد دیکھ کر اہل کچھوچھہ عش عش کر اٹھے۔

من جملہ سرکار شیخ اعظم قبلہ علیہ الرحمہ کو میں نے بہت قریب سے دیکھا اور ہر پہلو پر غور کیا تو جس طرح آپ کا دل سچا تھا اسی طرح زبان بھی سچی تھی۔آپ کے قول فعل میں کبھی کوئی تضاد نظر نہیں آیا۔ان کے کرم سے میری یہ خوش نصیبی ہے کہ بارہا سفر وحضر میں حضور مرشد برحق نے اپنی خدمت کرنے کا موقع عطا فرمایا۔ ۱۶فروری ۲۰۱۲ء بروز جمعرات کو رضا اپارٹمنٹ سیوڑی ممبئی میں حضرت سے گفتگو کرنے کا اور ان کی خدمت کا موقع ملا ،ساتھ میں میرے بڑے بھائی محترم محمد وسیم جیلانی اشرفی بھی تھے۔حضور نے بڑی شفقتیں فرمائیں اور خود ہی چند نئے مسائل پر قرآن وحدیث اور اقوال فقہا کی روشنی میں گفتگو فرمائی۔طبیعت تو اس لائق نہیں تھی کہ مسلسل گفتگو کریں لیکن تبلیغ واشاعت دین کا جو جذبہ جنون کی حد تک آپ کے رگ رگ میں بسا ہوا تھا وہ بہرحال طبیعت پر غالب تھا۔دوران گفتگو اپنے مبارک ہاتھوں سے ایک عجب سی مسکراہٹ کے ساتھ کچھ پھل عطا کرنا اور خادم خاص کو حکم دے کر چائے نوشی کروانا اور بار بار اس گنہگار غلام کے سر پر دست کرم رکھنا میرے دل میں ایسا نقش ہوگیا ہے جسے مٹانا ناممکن ہے۔آج کی ملاقات میں ذرہ نوازیوں کا تماشا اور محبتوں کا جلوہ دیکھ کر میں سوچنے پر مجبور تھا کہ شاید سب سے زیادہ خوش نصیب یہی غلام (راقم الحروف) ہے۔لیکن اس نادان کو کیا خبر تھی کہ یہ مرشد برحق کی ظاہری خدمت کا آخری موقع ہے۔ تقریباً چار گھنٹوں کے بعد رخصت ہونے کی اجازت دیتے ہوئے میرے سر پر دست مبارک رکھا اور مسکراتے ہوئے میرے سلام کا جواب عنایت فرمایا۔۲۲ فروری ۲۰۱۲ء بروز بدھ کو حضرت کی طبیعت زیادہ ناساز ہونے کی خبر ملتے ہی زیارت کے لئے اسماعیلیہ ہاسپٹل پہونچا

لیکن آئی سی یو میں ہونے کی وجہ سے ڈاکٹروں نے کسی کو بھی ملاقات نہ کرنے کی تنبیہ کی تھی۔ڈاکٹروں کی غیر موجودگی میں مولانا شمس تبریز اشرفی (خادم خاص حضور شیخ اعظم) کی کوشش سے بس چند ہی لمحے کے لئے دور ہی سے زیارت کا موقع ملا۔اندر داخل ہوا تو دیکھا کہ حضور والا بیڈ پر بالکل بے ہوشی جیسی کیفیت میں آنکھیں بند کئے لیٹے ہوئے تھے۔میں نے دور سے ہی دل ہی دل میں سلام عرض کیا فوراً حضرت نے اپنے دونوں ہاتھ بلند کئے۔گویا کہ پیر نے اس حالت میں بھی مرید کی آواز سن لی ہے۔تھوڑی ہی دیر میں جیسے ہی آپ نے اپنا ہاتھ نیچے کیا فرط جذبات سے میں اشکوں میں ڈوبی ہوئی آنکھوں اور سسکیاں لیتے ہوئے جگر کے ساتھ باہر آیا۔ اس کے بعد حضرت کے جسم کی حرکتیں بند ہوگئیں۔صرف سانسیں چل رہی تھیں اور رات گیارہ بج کر پندرہ منٹ پر قیامت خیز خبر وصال سن کر کلیجہ منہ کو آنے لگا اور آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا۔"انا للہ وانا الیہ راجعون" ممبئی کے ہزاروں دیوانے چند ہی لمحے میں آخری دیدار کے لئے جمع ہوگئے۔زیارت کروائی گئی اور صبح کی فلائٹ سے حضور کا جسم مبارک کچھو چھہ مقدسہ لے جایا گیا۔اگلی فلائٹ سے سیکڑوں عقیدت مندوں کے ساتھ یہ غلام بھی حاضر بارگاہ ہوا۔حضرت کے غسل کی خدمت میں شرکت کیا اور اگلی صف میں نماز جنازہ ادا کی۔ یہ ان کے کرم کی بات ہے کہ قبر شریف میں جسم مبارک رکھنے کے بعد بھی آخری زیارت نصیب ہوگئی۔آپ کا یہ فرمایا ہوا فخریہ جملہ بھلایا نہیں جاسکتا کہ میری پیدائش ۶ محرم الحرام ۱۳۵۵ھ میں ہوئی ہے۔مجھے ناز ہے کہ تاریخ میرے سرکار خواجہ غریب نواز کی ملی ہے اور مہینہ سرکار امام حسین اور میرے مورث اعلیٰ سرکار مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا۔اب گدائے مرشد ارشد نظامی اشرفی یہ کہتا ہے میرے مرشد کامل کی تاریخ وصال وتدفین تو دیکھو۔وصال ۱۲ویں شریف کے مہینے میں اور غسل وتدفین ۱۱ویں شریف کے مہینے میں۔رسول اعظم ﷺ اور سرکار غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مہینے بھی آپ کی تقدیر میں تھے۔یہ کوئی معمولی اتفاق نہیں ہے بلکہ قدرت کی ایک خاص عطا ہے جو ہر عاشق کو نہیں ملتی۔

میرے اشرف میرے مرشد کا کرم تو دیکھو
رکھ لیا زیست کا کس طرح بھرم تو دیکھو
الفت شیخ ہے بس بعد خدا بعد رسول
کتنا پاکیزہ ہے یہ دل کا حرم تو دیکھو

بڑی خوشی کی بات ہے کہ جمعیۃ الاشرف اسٹوڈینٹس مومنٹ جامع اشرف کی جانب سے حضور شیخ اعظم قبلہ علیہ الرحمہ کی حیات وخدمات پر ایک عظیم نمبر کی شکل میں شائع کرنے کا اعلان کیا ہے۔اللہ تبارک وتعالیٰ جمعیۃ الاشرف کو مخدومی فیضان کے وسیلے سے روز افزوں ترقی عطا فرمائے۔

مضمون، مضمون ہی رہے تو بہتر ہے لیکن حضور شیخ اعظم قبلہ علیہ الرحمہ کی دینی خدمات، سنیّت پر احسانات، علماء نوازی، غرباء پروری، مریدین کی دستگیری اور انداز مسیحائی کی داستان اتنی طویل ہے کہ یہاں تحریر کی گنجائش ہی نہیں ہے۔

آخر میں یہی دعا ہے کہ مولائے کریم ہم سب کو حضور شیخ اعظم قبلہ علیہ الرحمہ کے فیضان سے مستفیض فرمائے۔

☆☆☆☆

شیخ اعظم ایک عظیم شخصیت

مولانا محمد وسیم اصغر خاں اشرفی جالوی، استاذ مدرسہ اشرفیہ قطبیہ (کولکاتا)

نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کی ارادت ہوتو دیکھ ان کو
ید بیضا لئے بیٹھے ہیں اپنے آستینوں میں

خالق کائنات کا بے پایاں احسان وکرم ہے کہ اپنے بندوں کی رشد وہدایت کے لئے کم وبیش ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کرام ورسولان عظام کی مقدس جماعتوں کو صفحہ ہستی پر سرچشمۂ ہدایت بنا کر مبعوث فرمایا، تمام نبیوں کے خاتم ہم سب کے آقا محبوب رب المشرقین، رسول الثقلین، نبی الحرمین صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات با برکات ہے۔ خدا تعالیٰ نے ان نفوس قدسیہ کے بعد یہ ذمہ داری اولیاء کاملین وعلماء ربانیین کے سپرد کیا جو ہر دور میں کفر و شرک کے دلدل میں پھنسے اور ضلالت وگمراہی کے عمیق غار میں گرے ہوئے لوگوں کو خلوص و للّٰہیت کے ساتھ صراط مستقیم پر گامزن کرتے رہے اور پوری زندگی محبت رسول کی بھینی بھینی خوشبو پھیلاتے اور عشق رسول کا چراغ جلاتے رہے۔

اس نورانی سلسلے کی ایک عظیم کڑی جن کی مجلسوں میں دنیا کی رنگین باتیں اور عیش وعشرت اور تعیش کی کہانیاں نہیں ہوا کرتی تھیں بلکہ قال اللہ وقال الرسول کی صداؤں، سلف صالحین کے تذکروں سے معمور، بالخصوص ہند کے بادشاہ خواجہ خواجگاں عطائے مصطفیٰ وارث علوم مرتضیٰ حضور خواجہ غریب نواز رضی اللہ عنہ وارضاہ عنا کی سیرت پاک کے بیان کی خوشبوؤں سے معطر ہوا کرتی تھیں ۔ آپ کی مجلس میں ہر آنے والا شخص الفتِ رسول وآل رسول سے مخمور ہوجاتا تھا۔ اس عظیم المرتبت ذات کو دنیا، افتخار علم وحکمت، بقیۃ السلف، عمدۃ الخلف شہزادۂ حضور سرکارکلاں، مخدوم العلماء، حضور شیخ اعظم علامہ الحاج سید شاہ محمد اظہار اشرف اشرفی جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے نام نامی اسم گرامی سے جانتی ہے۔

خاندان رسالت کا یہ چشم وچراغ اپنی جبین پہ سعادت کا نور لے کر ۶ محرم الحرام ۱۳۵۵ھ بمطابق ۱۹۳۵ء بمقام کچھوچھہ مقدسہ مخدوم المشائخ سرکار کلاں کی آنکھوں کا نور بن کر آیا اور آپ کی آغوش تربیت میں پروان چڑھ کر علم وحکمت کا آفتاب اور فکر وفن کا گوہر تابدار بنا۔ پس حضرت شیخ اعظم کو آپ کے پردادا اعلیٰ حضرت اشرفی میاں علیہ الرحمہ کی دعائے خاص اور آپ کے والد ومرشد گرامی حضور سرکار کلاں کی نگاہ خاص نے باکمال وبافیض اور روحانیت کا امین بنادیا تھا۔

آپ نے اپنی حیات طیبہ میں جہاں بہت سارے کارہائے نمایاں انجام دیے ہیں وہیں ترویج واشاعت دین حق میں بھی نمایاں کارنامہ انجام دیا۔ آپ نے ہزاروں علماء کے سروں پر دستار فضیلت باندھی اور جبہ و خلعت سے سرفراز فرمایا۔ آپ ایک عظیم خانقاہ کے صرف سجادہ نشین نہیں تھے بلکہ دین اسلام کے سچے مبلغ، وقت کے جید عالم دین، عمدہ خطیب، تفسیر وحدیث کے نکتہ داں مدرس، حلم و بردباری کے پیکر، خانقاہوں کی زینت، میدان علم وعرفان کے شہسوار اور بلند پایہ شاعر

بھی تھے۔آپ کی شخصیت کا ہر ایک پہلو بڑا تابناک اور بے مثال نظر آتا ہے۔

آپ نے لاتعداد افراد کو محبوب یزدانی سرکار مخدوم اشرف سمنانی کے دامن سے منسلک کر دیا۔ شیخ عرب وعجم حضرت شیخ المشائخ محبوب ربانی حضور اعلیٰ حضرت سید علی حسین اشرفی میاں رضی اللہ عنہ کی طرح حضور شیخ اعظم نے بھی سلسلہ اشرفیہ کو ہند اور بیرون ہند میں فروغ بخشا"ذٰلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء"

حضور شیخ اعظم باہمت وباحوصلہ تھے۔آپ مزاج میں استقلال تھا۔جہدِ مسلسل اور عمل پیہم کے ذریعہ ہر کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچاتے تھے۔آپ نے مخالف ماحول میں بھی حق وہدایت کا چراغ روشن کیا اور ہر حال اور ہر مقام پر دعوت وتبلیغ کا کام انجام دیتے رہے اور ایک سچے داعی ہونے کا حق ادا کیا۔آپ کی رفتار"وعباد الرحمٰن الذین یمشون علی الا رض ھونا" کی عملی تصویر تھی۔آپ کی گفتار"لم تقولون ما لاتفعلون" کی عملی تفسیر تھی اور آپ کی پاکیزہ حیات"یأمرون بالمعروف وینھون عن المنکر" کی عملی تنویر تھی۔آپ بزرگان دین کی کرامتوں میں سے ایک کرامت، خواجہ ہندالولی کی عنایتوں میں سے ایک عنایت اور شریعت وطریقت کے سنگم تھے۔آپ کے روز وشب اخلاص ووفا،صدق وصفا اور جود وعطا میں گزرے اور اپنی زندگی میں ایسے نقوش چھوڑے جو گم گشتگان راہ کے لئے مینارۂ ہدایت اور رہبران حق کے لئے عظیم سرمایہ ہے۔

حضور شیخ اعظم آج ہمارے درمیان موجود نہیں لیکن اپنی بے مثال خدمات کے سبب ان کی یاد ہمیشہ دلوں میں رہیں گی اور ان کے تذکرے کی خوشبو ہمارے مشام جاں کو معطر کرتی رہے گی۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ شیخ اعظم کے درجات بلند کرے۔اور ان کے لگاہوئے باغ کو ہمیشہ سبز وشاداب رکھے۔الٰہی ایں دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد۔

☆☆☆☆

سوال وجواب

سوال : ہر سال کتنی مقدار میں بارش ہوتی ہے اور کیوں؟

جواب: 513ٹریلین(دس کھرب)ٹن کیوں کہ اتنی ہی مقدار میں ہر سال پانی بخارات بن کر اڑ جاتا ہے۔(قرآن رہنمائے سائنس ۱۳۳)

سوال : قرآن پاک کی وہ کون سی آیت ہے،جس میں مخصوص مقدار میں بارش ہونے کا ذکر ہے؟

جواب: (زخرف:آیت ۱۱)

سوال : وہ کون سی مسجد ہے جس کی زیارت کے لیے حضور ہر سنیچر تشریف لے جاتے اور وہاں دوگانہ نماز ادا کرتے؟

جواب: مسجد قبا(التحفۃ اللطیفہ:۱/۴۱)

سوال : بعد وصال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جس کنویں کے پانی سے غسل دیا گیا تھا،اس کا نام کیا ہے اور وہ کہاں واقع ہے؟

جواب: بیر غرس،مقام قبا میں(التحفۃ اللطیفہ:۱/۱۷)

سوال : حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر عموماً کون سا شعر پڑھا کرتے تھے؟

جواب: امین مصطفیٰ بالخیر یدعو
کضوء البدر زایلہ الظلام

(التحفۃ اللطیفہ:۱/۱۸)

شیخ اعظم کی جامعیت

مولانا شیر محمد خان مصباحی، مدرس دارالعلوم وارثیہ گومتی نگر لکھنؤ (یو پی)

پروردگار عالم نے انسان کو بے شمار نعمتوں سے نوازا ہے، انسان کی ذات میں قسم قسم کی خوبیاں، طرح طرح کے کمالات اور نوع بنوع ہنر کو دیکھ کر عقلیں محو حیرت ہیں ۔ یہی انسان ہے کہ جب اپنی خوابیدہ صلاحیتوں کو بروئے کار لا کر اپنے علم وفن اور فضل وہنر کا مظاہرہ کرتا ہے تو ایک عالم ششدر وحیران رہ جاتا ہے اس کی طاقت وتوانائی اور قدرت وکارفرمائی اور صنعت وکارسازی کو دیکھ کر اللہ کی قدرتیں یاد آجاتی ہیں ۔

مگر یہ بھی ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ ہر انسان کو ہر خوبی میسر نہیں ۔لوگ الگ الگ سوچ اور الگ الگ فکر کے مالک ہوتے ہیں ۔کوئی تعمیری ذہن رکھتا ہے تو کوئی تعلیمی ذہن کا مالک ہوتا ہے کسی کا دماغ دعوت وتبلیغ کی جانب مائل ہوتا ہے تو کوئی درس وتدریس سے متأثر ہوتا ہے کسی کا ذوق خطابت کی طرف ہے تو کوئی ردو مناظرہ سے دلچسپی رکھتا ہے۔کوئی قومی وملی مسائل میں الجھا ہے تو کوئی سیاست میں مگن ہے۔کوئی تکنیکی کاموں میں ماہر ہے تو کوئی رائے زنی میں دستگاہ رکھتا ہے۔بحیثیت انسان آدمی بہت کچھ کر سکتا ہے مگر جس میدان میں وہ اپنی خفیہ صلاحیتوں کو استعمال کرتا ہے وہ اسی میدان کا ماہر ہوتا ہے ۔ بہت کم اشخاص وافراد ایسے ہوتے ہیں جن کے اندر ہمہ گیری اور ہمہ جہتی ہوتی ہے۔خال خال ہی ایسی شخصیات ملیں گی جو بیک وقت تحریر وتقریر، تدریس وتعمیر، ردو مناظرہ اور دعوت وتبلیغ جیسے گوناگوں اوصاف کے ساتھ ساتھ تقویٰ وپرہیزگاری، اخوت ورواداری، شفقت ومحبت، عفو ودرگذر، تدبر وتفکر اور حسن اخلاق کا بھی پیکر ہوں۔

ان اوصاف وکمالات کا سنگم جن شخصیات کو کہا جا سکتا ہے ان میں ایک روشن وتابناک نام مردحق آگاہ گل گلزار اشرفیت حضرت العلام شیخ اعظم الشاہ سید اظہار اشرف اشرفی جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے جو ایک ماہر مدرس ہونے کے ساتھ ساتھ کامل مبلغ بھی تھے۔جن میں ایک طرف اگر ردو مناظرہ کا شعور تھا تو دوسری جانب اصلاح معاشرہ کا بھی جذبۂ بیکراں موجزن تھا۔دین کا درد ملت کی تڑپ آپ کے اندر بدرجۂ اتم موجود تھی آپ ایک اچھے پیر ہونے کے ساتھ بلند خیال مفکر اور صاحب بصیرت مبلغ بھی تھے۔ یہ انتہائی خوش کن بات ہے کہ عصر رواں میں ایک خانقاہی شخصیت کے دل ودماغ میں تعمیر ملت اور تعلیم دین کا ایسا ذوق وشوق سمایا تھا کہ اس نے خدمت دین متین ہی کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنالیا، جو سفر وحضر، مرض وصحت، غم ومسرت اور شب وروز صرف اور صرف تعلیم وتبلیغ ہی کے دھن میں رہی۔

شیخ اعظم کی زندگی ایک قابل تقلید زندگی ہے اور بالخصوص ان پیران عظام اور علماء اسلام کے لئے درس عبرت ہے جنھوں نے وسعت وسائل کے باوجود یا تو اپنی ساری کوششوں کو صرف خانقاہی مراسم تک محدود کر رکھا ہے یا وہ اپنی فانی دنیا کی تعمیر وتزئین میں مصروف ہیں راقم الحروف کا ناقص خیال یہ ہے کہ اگر اہل علم

ودانش اور خانقاہی حضرات اپنی توجہات تعلیم وتبلیغ اور اصلاح امت پر مرکوز کردیں تو ایک علمی صبح طلوع ہونے میں وقت نہیں لگے گا مگر

یہ انہیں کا کام ہے جن کے حوصلے ہیں زیاد

مدارس کا قائم کرنا موجودہ دور میں بعض لوگوں نے کھلواڑ سمجھ لیا ہے نہ ان کے اندر کوئی تعلیمی منصوبہ بندی ہے اور نہ ہی کچھ کر گزرنے کا عزم وحوصلہ۔ بس بات اتنی سی ہے کہ کسی شہر یا بستی میں وقت گزارنے کا کوئی حیلہ نہ ملا تو مدرسہ کھول بیٹھے۔ معاش کی تمام صورتیں مسدود نظر آئیں تو مدرسہ قائم کردیا۔ کسی سے چپقلش ہوگئی تو مدرسہ کھول بیٹھے یا نام ونمود کمانے کا خیال پیدا ہوا تو مدرسہ قائم کردیا۔ بہرحال ان سطحی اور بے معنیٰ خیالات سے بہت بلند ہو کر شیخ اعظم نے ۱۹۷۸ء میں پیر کامل شیخ المشائخ سرکار کلاں حضرت سید شاہ مختار اشرف اشرفی جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے حکم اور ایماء پر جامع اشرف کی تاسیس فرمائی اور باقی ماندہ پوری زندگی اسی ادارے کے عروج وارتقاء میں بحیثیت خادم بسر کردی ان کے ذہن ودماغ میں مذکورہ ادارے کی ترقی کا ایسا نشہ چھایا ہوا تھا کہ جب وقت میسر آتا اپنی نگرانی میں کھڑے ہو کر تعمیر کرواتے، اس کی فلاح وبہبود کے لئے دورے فرماتے، سفر سے واپسی پر اہل خانہ کی خیریت سے پہلے ادارے کی خیریت معلوم کرتے ۔طلبہ اور اساتذہ کی بیحد حوصلہ افزائی فرماتے غرض کہ مدرسے کو اپنا سرمایۂ حیات تصور فرماتے۔ آج کے عام نظماء اور مالکان مدارس کے لئے آپ کا یہ جملہ دیدۂ عبرت سے پڑھنے کے قابل ہے ”میں نے جامع اشرف کو پھولوں کی سیج پر بیٹھ کر نہیں کانٹوں کی راہ پر چل کر تعمیر کیا ہے“۔ ”پدرم سلطان بود“ کا خیال انہیں زیب دیتا تھا مگر اس کے باوجود سنیت کی اشاعت، ایمان وعقیدے کی حفاظت اور تعلیم وتدریس کے فروغ کے لئے بہار وجھارکھنڈ کے دیہی علاقوں کا بالعموم پریشان کن اسفار فرماتے۔ آج ان علاقوں میں مسلک اہل سنت وجماعت کا جو نعرہ لگ رہا ہے اس میں شیخ اعظم کے دوروں کا اہم رول ہے۔ اگر ایک انسان مبلغانہ ذہن وفکر کا مالک ہوتا ہے تو وہ سفر وحضر، نشست وبرخاست، صبح وشام، درسگاہ وخانقاہ، اسٹیج ومنبر ہر جگہ قوم وملت اور دین وسنیت کے لئے نفع بخش ہوتا ہے خاص کر ایک خانقاہی عالم میں اگر یہ وصف موجود ہو تو تنہا ہزاروں پر بھاری ہوتا ہے۔ چنانچہ شیخ اعظم اس وصف میں بھی بہت بلند اور نمایاں نظر آتے ہیں۔ آپ کی نشست ومجلس کا موضوع عموماً دین وسنیت کا فروغ اور مسائل دینیہ ہوا کرتا تھا۔

سفر وحضر جب جہاں موقع ملا تبلیغ شروع کردی حتی کہ جس کے یہاں قیام فرماتے تو اپنے حکیمانہ انداز سے اس کے اندر دینی انقلاب پیدا فرمادیتے چنانچہ پورنیہ کے ایک گاؤں کا کوئی آدمی تذبذب (دیوبندیت) کا شکار تھا۔ اس کی بہکی بہکی باتوں سے عوام اسے دیوبندی گردانتی تھی، اسی کے گھر شیخ اعظم کا چند بار قیام ہوا تو آپ نے اپنی گفتگو سے اسے اتنا متاثر کرلیا کہ شک وارتیاب اور تزلزل وتذبذب کو مٹا کر تصلب وپختگی عطا فرمادی گویا آپ ایسے پیر تھے کہ کسی کے گھر قیام صرف اپنے آرام کے لئے نہیں بلکہ اس کی اصلاح کے لئے فرماتے تھے۔ اگر ہر عالم وپیر اپنے گردوپیش کی ایسی ہی تبلیغ کرتا رہے تو دین وسنیت کا کام بہت کچھ ہوسکتا ہے۔

خانقاہ اشرفیہ اور سادات کچھوچھہ کے پیران عظام اور علماء کرام میں شعر گوئی کا عنصر عام طور پر پایا جاتا ہے شیخ اعظم اس ہنر میں بھی باکمال نظر آتے ہیں۔ صرف جوڑ توڑ اور سرقہ بازی والی شاعری نہیں بلکہ شعر گوئی کا ملکہ ان کے

اندر نظر آتا ہے چنانچہ مشہور زمانہ کتاب مثنوی شریف کے اشعار کا ترجمہ بصورت نظم فرمائی اور نثر میں اس کی شرح بھی لکھی۔ اہل علم و دانش پر یہ بات مخفی نہیں ہے کہ نثر کے مقابلے میں نظم کا ترجمہ دشوار ہوتا ہے کیوں کہ نظم میں قافیہ ردیف کی پابندی نبھانے کے لئے بہت سے مقامات پر حذف و اضافہ سے کام لیا جاتا ہے۔ ان محذوفات کی رعایت و مرادِ مصنف کو مدنظر رکھتے ہوئے بامعنیٰ ترجمہ کرنا بڑا کٹھن مرحلہ ہوتا ہے مگر صد بار آفریں ہو شیخ اعظم کی شخصیت پر کہ انہوں نے مثنوی شریف جیسی معتبر و مستند کتاب کے اشعار کا صرف ترجمہ ہی نہیں کیا بلکہ اشعار کا ترجمہ اشعار ہی میں کیا اور اسی بحر کے التزام کے ساتھ کیا ہے یہ کام کسی عام شاعر کے بس کا روگ نہیں ہے بلکہ ایک ماہر سخنور ہی کر سکتا ہے جو صرف شاعر ہی نہ ہو بلکہ متبحر عالم بھی ہو بلاشبہ آپ کے اس عظیم کام نے شعر و سخن کی دنیا میں ایک نئے باب کا اضافہ کیا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ آپ کی شخصیت ایک جامع شخصیت نظر آتی ہے۔ ایسی شخصیت کو فرد نہیں انجمن کہا جاتا ہے، پھول نہیں گلدستہ کہا جاتا ہے۔ آج وہ ہماری ظاہری نگاہوں کے سامنے موجود نہ رہے مگر ان کے انمٹ نقوش اہل دل کو دعوت فکر و نظر دے رہے ہیں۔ پردگار عالم انہیں غریق رحمت فرمائے ”آمین“ اور جماعت اہل سنت کو ان کا نعم البدل عطا فرمائے۔

فنا کے بعد بھی باقی ہے شان رہبری تیری
خدا کی رحمتیں ہوں اے میر کارواں تجھ پر

☆☆☆☆

شیخ اعظم نمبر کی اشاعت پر مبارک بادی

ڈاکٹر عبدالحکیم الازہری، ڈائریکٹر جامعہ مرکز الثقافۃ السنیہ کالی کٹ کیرالا

قابل صد احترام عالی جناب سید محمود اشرف صاحب قبلہ سجادہ نشیں خانقاہ اشرفیہ حسنیہ سرکار کلاں کچھوچھہ مقدسہ امبیڈکر نگر یوپی۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ!

یہ خبر جان کر بے حد خوشی ہو رہی ہے کہ برصغیر ہندو پاک کی عظیم دینی و روحانی مرکزی خانقاہ اشرفیہ حسنیہ کچھوچھہ شریف (امبیڈکر نگر یوپی) کی سرپرستی میں جمعیۃ الاشرف اسٹوڈینٹس مومنٹ جامع اشرف کے زیر اہتمام سیدی و مرشدی حضور مختار اشرف سرکار کلاں کے ۷اویں عرس کی تقریبات کے موقع پر عالم اسلام کی عبقری شخصیت سید محمد اظہار اشرف (بانی و مہتمم) جامع اشرف کی حیات و خدمات پر مشتمل خصوصی نمبر منظر عام پر آرہا ہے۔ حضرت کا سانحۂ ارتحال ملت کے لئے عظیم خسارہ ہے۔ آپ کی علمی و دعوتی خدمات قابل تحسین اور تقلید ہیں۔ یقیناً آپ کی دینی خدمات ملکی سطح پر بالخصوص اور بیرونی ممالک میں بالعموم قابل ستائش ہیں جنہیں ہرگز فراموش نہیں کیا جا سکتا۔ اس پر وقار موقع پر خصوصی نمبر کی اشاعت قابل فخر و مبارک باد ہے۔ قائد ملت سید محمود اشرف صاحب قبلہ کی صدارت میں ”شیخ اعظم نمبر“ کی اشاعت پر دل کی گہرائیوں سے مبارک باد پیش کرتا ہوں۔ اور دعا گو ہوں کہ رب قدیر آپ کی تالیفات کو اسلام و سنیت کا علم بردار بنائے۔ ”شیخ اعظم نمبر“ کی اشاعت مریدین و متوسلین سمیت امت مسلمہ کے لئے ایک یادگار تحفہ ہوگا۔

”شیخ اعظم نمبر“ کی اشاعت کے لئے تمام اراکین خصوصی طور پر جمعیۃ الاشرف کو تہ دل سے مبارک باد پیش کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو خدمت دین کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

شیخ اعظم اپنے اوصاف کے آئینے میں

مولانا قاضی فضل احمد مصباحی برکاتی، استاذ و مفتی جامعہ عربیہ ضیاء العلوم (بنارس)

یوں تو دنیا میں بہت سارے لوگ آتے ہیں اور کچھ دن بے مقصد زندگی گزار کر چلے جاتے ہیں۔ دنیا کو نہ ایسے لوگوں کے آنے کی فکر ہوتی ہے اور نہ جانے کی۔ لیکن کچھ ایسے بھی لوگ ہوتے ہیں جو اپنے کارناموں کی وجہ سے یادگارِ زمانہ بن جاتے ہیں اور دنیا انہیں فراموش نہیں کر پاتی۔ ان کی زندگی کا ایک عظیم مقصد ہوتا ہے اور جب وہ دنیا سے رخصت ہوتے ہیں تو ان کی حیات کے یہی کارنامے لوگوں کے لئے مشعلِ راہ بن جاتے ہیں۔

شیخ اعظم حضرت علامہ سید اظہار اشرف اشرفی جیلانی علیہ الرحمۃ والرضوان کی ذات بابرکات بھی گوناگوں صفات کی حامل تھی، آپ مشہور عالم دین، بڑے ہی ذاکر و شاغل اور صاحبِ نسبت بزرگ تھے۔ اسلام نے اخلاقی رواداری برتنے اور جاہلی عصبیت سے ہمیشہ دور رہنے کا حکم دیا ہے۔ حدیث شریف میں ہے "لا عصبیة فی الاسلام" اسلام میں عصبیت کی کوئی گنجائش نہیں۔ حضرت شیخ اعظم نے بھی ہر طرح کی گروہ بندی اور مشربی عصبیت سے دور رہ کر اپنی ساری فکری توانائی، قوم و ملت کی تعمیر اور کردار سازی میں صرف کر دی۔

بیعت و ارشاد

بیعت و ارشاد ہر دور میں اسلام و سنیت کی عظیم خدمت رہی ہے۔ طالب جب کسی کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر اس سلسلہ کے بزرگوں کے توسط سے اپنا رشتہ اللہ عزوجل اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ سے مضبوط کرتا ہے تو پھر ان عالی بارگاہوں کا فیضان کرم اس پر ٹوٹ کے برستا ہے۔ حضرت سیدنا میر عبدالواحد بلگرامی قدس سرہٗ نے کتاب مستطاب سبع سنابل شریف میں پیری مریدی کی حقیقت پر کیا ہی خوب روشنی ڈالی ہے مفتی محمد خلیل خاں برکاتی اس کا ترجمہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

''مریدی کیا ہے؟ اپنے گناہوں سے توبہ اور اپنی کوتاہیوں کی عذر خواہی کرنا۔ مریدی ایک معاملہ ہے توبہ کرنے اور بری باتوں سے چھٹکارا حاصل کرنے کا، چونکہ بغیر توبہ کے دین بھی نقصان میں اور بے رونق رہتا ہے لہٰذا مریدی بے حد ضروری اور ہر شخص پر لازم ہے۔ مریدی تو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک عہد و پیمان کی بیعت ہے نہ کہ ان جاہلوں اور فضول لوگوں کی تراشی ہوئی باتیں۔ حضور سے سب سے پہلے چار اصحاب نے بیعت کی اس کے بعد آپ کے اور اصحاب نے، عورتوں نے بھی حضور سے دل سے بیعت کی اس لئے کہ آیت "بایعهن" نازل ہوئی، اس وقت سے لے کر، ہمارے زمانہ تک برابر جاری اور دنیا کے ہر گوشہ میں پہونچی ہوئی ہے، اس کی ضرورت اول و آخر میں ہے اور اس کی فرضیت ہر خاص و عام پر۔ (سبع سنابل شریف: ۱۰۷۔۱۰۸)

حضرت شیخ اعظم نے روحانیت کی سطح سے بھی رشد و ہدایت کا بے مثال کارنامہ انجام دیا ہے۔ آپ کے بلاواسطہ اور بالواسطہ مریدین کی تعداد لاکھوں ہے۔ آپ کے خلفاء ہزاروں کی تعداد میں ہیں جو آپ کے چشمِ فیض

سے سیراب ہوکر دوسروں کو سیراب کر رہے ہیں۔

مدارس و تنظیم کا قیام

حدیث شریف میں ہے۔"خیر الناس من ینفع الناس" سب سے بہتر وہ انسان ہے جو لوگوں کو فائدہ پہونچائے۔آپ نے اسی مقصد کے تحت درجنوں ادارے اور تنظیمیں قائم فرمائیں۔ادارہ چلانا اور بنانا کتنا مشکل اور جاں گسل کام ہے اس کا اندازہ شاید عام لوگوں کو نہ ہو،لیکن جو لوگ ادارے چلاتے ہیں ان سے پوچھئے کہ اس کام کے لئے کتنی دماغ سوزی ،جگر کاوی اور جد و جہد کی ضرورت پڑتی ہے۔حضرت شیخ اعظم نے جہاں درجنوں ادارے قائم کر کے مختلف خطّوں اور علاقوں میں علم کی روشنی پھیلائی،وہیں کچھوچھہ شریف میں ایک عظیم الشان علمی قلعہ بنام جامع اشرف تعمیر کر کے خانقاہ کی رونق کو دوبالا کر دیا اور مختار اشرف لائبریری کا قیام تو مثالی کارنامہ ہے،اس پورے خطّہ میں بلکہ اطراف و جوانب کے دو چار اضلاع میں بھی اتنی عظیم الشان لائبریری کہیں نظر نہیں آتی یہی وہ عظیم کارنامے ہیں جو حضرت شیخ اعظم کی شخصیت کو دوسروں سے ممتاز و بالا کر دیتے ہیں۔

وعظ و خطابت

حضرت شیخ اعظم علیہ الرحمہ کو خطابت میں ایک خاص طرز کا دَرک تھا ، گفتگو قرآن و حدیث،قصص و امثال اور مستند لطائف و ظرائف سے لبریز اور معلوم ہوتی۔سنجیدہ و متین لب و لہجہ میں دل نشیں باتیں کہے جاتے جو سامعین کے دلوں میں اتر جاتیں ۔ اپنے پر کیف اشعار اور صالحین کی حکایات سے اس کی دلچسپی میں اور اضافہ کر دیتے۔آپ کے تبلیغی دورے زیادہ تر بہار اور بنگال میں ہوا کرتے ، خاص طور سے کٹیہار ، پورنیہ،ارریہ، کشن گنج ، بھاگل پور،صاحب گنج ، دیناج پور اور مالدہ وغیرہ میں آپ کے اثر انگیز خطابت کی دھوم رہا کرتی۔

اصلاحی کوششیں

حضرت شیخ اعظم نے ہر جگہ معاشرے کی اصلاح ،افراد کی دینی تربیت اور صالح خطوط پر ذہنوں کو ڈالنے کی قابل قدر کوششیں فرمائیں، چاہے وہ طلبہ ہوں یا اعزہ،عوام ہوں یا خواص،حق بات کہنے میں آپ کسی سے مرعوب نہ ہوئے اور بہار کے علاقہ میں جو بدعقیدگی پھیلی ہوئی تھی،آپ نے بڑی خوش اسلوبی کے ساتھ اس فکری و عملی فساد کی اصلاح کے لئے جد و جہد فرمائی اور بہت حد تک بدعقیدگی کا خاتمہ ہوا۔

اخلاق حسنہ

حضرت شیخ اعظم نے نبی اکرم ﷺ کے اخلاق کریمانہ سے خاص فیض پایا تھا ، بڑوں کا ادب، چھوٹوں پہ شفقت،اقرباء کی نگہداشت، پڑوسیوں کی خبر گیری،مظلوموں کی امداد،بے کسوں کی اعانت، پریشان حالوں کا تعاون،تواضع و بے نفسی، ایثار و وفاء،خلوص و محبت، ہمدردی اور مروت ان تمام اوصاف حسنہ سے آپ کی ذات گرامی مزین تھی ، ہر معاملے میں ایک قسم کا اعتدال تھا،خود نمائی اور خود پسندی سے بہت دور رہتے ۔ پروردگار عالم سے دعاء ہے کہ حضرت شیخ اعظم قدس سرہٗ کے پھیلائے ہوئے اصلاحی مشن سے امت کو مستفید و مستفیض ہونے کا موقع فراہم کرے آمین۔

☆☆☆☆

> عقل و دل و نگاہ کا مرشد اولیں ہے عشق
> عشق نہ ہو تو شرع و دیں بت کدۂ تصورات
> (ڈاکٹر اقبال)

میں نے شیخ اعظم میں کیا دیکھا

مولانا محبوب عالم اشرفی، دارالعلوم اہل سنت امام احمد رضا، یاقوت پورہ حیدرآباد
www.islamicrch.org ،mohammedmahboobalamashrafi@yahoo.com

غالباً شعبان المعظم ۱۴۳۱ھ کی بات ہے۔ مجھے اطلاع ملی کہ حضرت شیخ اعظم مولانا الحاج سید شاہ محمد اظہار اشرف اشرفی جیلانی (رحمۃ اللہ علیہ) اپنے فرزند اکبر وولی عہد حضرت مولانا سید شاہ محمود اشرف صاحب کے ہمراہ بغرض علاج حیدرآباد تشریف لا رہے ہیں۔ اطلاع ملتے ہی میں زیارت کے لیے ایرپورٹ حاضر ہوا۔ میرے ہمراہ جناب محمد اسماعیل اشرفی اور حضرت سید جہانگیر اشرف اشرفی صاحب بھی تھے۔ ہم نے حضرت کا استقبال کیا اور گل پوشی کی۔ اس کے بعد حضرت اپنی قیام گاہ مہدی پٹنم تشریف لائے۔ حضرت کا سراپا سیادت کے نور سے جگمگا رہا تھا۔ چمکتا دمکتا ہوا چہرہ، پرکشش آنکھیں جن میں رعب وجلال کے آثار نمایاں تھے۔ سرخ گلابی ہونٹ جو یادالٰہی سے تر تھے۔ کشادہ پیشانی جس پہ بلندیٔ اقبال رقص کرتی نظر آرہی تھی۔ یہ جاذب قلب و نظر سراپا دیکھا تو دیکھتا رہ گیا۔ سنا تھا حضرت بڑے ہی نرم دل اور خلیق ہیں۔ اب جو دیکھا تو اندازہ ہوا کہ جو کچھ سنا تھا وہ حق ہے۔ میں نے جیسے ہی سلام و دست بوسی کی سعادت حاصل کی پُرتپاک انداز میں خیریت دریافت کی۔ ایسا لگا جیسے برسوں کی ملاقات رہی ہو۔ آپ کی نرم خوئی نے ہمت دی۔ میں نے مزاج پرسی کے بعد دارالعلوم اہل سنت امام احمد رضا کا مختصر تعارف اور اس کی سرگرمیوں کا مختصر سا خاکہ آپ کی خدمت میں پیش کیا پھر اسلامک ریسرچ سنٹر عابڈس حیدرآباد کے افتتاح، اس کے اغراض و مقاصد اور اس کی ابتدائی سرگرمیوں کا بھی تذکرہ کیا۔ سن کر بڑی مسرت کا اظہار فرمایا خوب دعائیں دیں۔ ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ دارالعلوم اور اسلامک ریسرچ سنٹر کا تذکرہ سن کر آپ کی روح میں ایمانی حرارت دوڑ گئی۔ چہرے کی بشاشت یہ ظاہر کر رہی تھی کہ گویا آپ کو روحانی غذا دی جارہی ہے۔ میں نے سنا تھا حضرت دین وملت اور خدمت سنیت کے حوالے سے اپنے سینے میں ایک دھڑکتا ہوا دل رکھتے ہیں۔ کہتے ہیں چہرہ دل کا آئینہ ہوتا ہے۔ میں نے دیکھا دین وملت کی خدمت کے حوالے سے جو کچھ شیخ اعظم نے سنا اس سے آپ کے دل میں ایک جذبۂ بیکراں امنڈ آیا اور اس کی گواہی چہرے کی لکیروں نے دے دی۔ میں نے سمجھ لیا جو کچھ سنا تھا وہ صدفی صد حق وصداقت پر مبنی ہے۔ ڈاکٹر فضل اللہ صاحب نے جو ہمراہ تھے، بیعت ہونے کی خواہش ظاہر کی۔ میں نے ان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے عرض کیا: حضور! یہ ڈاکٹر فضل اللہ صاحب الکٹرو ہومیو کے بڑے اچھے ڈاکٹر ہیں۔ آپ سے بیعت ہونا چاہتے ہیں۔ آپ نے ڈاکٹر صاحب کو شرف بیعت و ارادت سے نوازا۔ ڈاکٹر صاحب نے آپ کے علاج کے لیے کچھ دوائیں حضرت کی خدمت میں پیش کرنے کی درخواست کی، حضرت نے قبول کرتے ہوئے فرمایا: اب مرید ہوگئے اور ہر مرید کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ وہ اپنے پیر کو صحت مند دیکھے۔

سچا پیر وہ ہوتا ہے جو اپنے مرید کو ہمیشہ یاد رکھتا ہے۔ اپنی نظر کرم کے سائے میں رکھتا ہے۔ اسی سال مفتی رضاء الحق اشرفی جب حیدرآباد سے عرس مخدوم اشرف سمنانی میں شرکت کے لیے محرم الحرام میں کچھوچھہ شریف پہنچے اور حضرت شیخ اعظم سے ملاقات کی تو آپ نے فرمایا: میرے مرید ڈاکٹر فضل اللہ کی دوا سے مجھے بہت آرام ملا۔ مفتی صاحب کا بیان ہے کہ اس بار حضرت نے جس انداز سے دوران ملاقات گفتگو فرمائی اور اپنی نوازشات فرمائیں ایسا محسوس ہوتا تھا کہ حضرت سے یہ آخری ملاقات ہے۔

کہتے ہیں کہ ڈھلتی عمر میں آدمی کے قویٰ تو کمزور ہوتے ہی ہیں ساتھ میں عزم وحوصلہ اور قوت ارادی، خوداعتمادی، جذبۂ عمل میں بھی کمی آجاتی ہے۔ شیخ اعظم کا حال عام لوگوں سے جداگانہ نظر آیا۔ ضعف و ناتوانی اور جسمانی امراض سے نڈھال ہونے کے باوجود تعمیر ملت و خدمت دین وسنیت کے حوالے سے آپ ہر دم رواں پیہم جواں کی مثال نظر آتے۔ جب تک ملاقات رہی مختار اشرف لائبریری میں تحقیق و ریسرچ کا پروگرام جامع اشرف کی تعمیری و تعلیمی توسیع کا منصوبہ آپ کی گفتگو کا مرکزی موضوع بنا رہا اور تعلیم و دین وسنیت کے فروغ کے تعلق سے ہمارے جذبہ وحوصلہ کو جلا بخشتے رہے۔

شوال المکرّم ۲۰۰۹ء میں مجھے کچھوچھہ شریف بارگاہ حضرت مخدوم اشرف سمنانی علیہ الرحمہ میں حاضری وزیارت کا شرف ملا، حیدرآباد سے ہمارے ہمراہ جناب عیسیٰ العمودی اشرفی اور جناب اسماعیل اشرفی اور ان کے فرزند تھے۔ حضرت مولانا قمرالدین اشرفی استاذ جامع اشرف نے ہمیں مختار اشرف لائبریری، جامع اشرف، خانقاہ اشرفیہ کا دورہ کروایا۔ میں بے حد متاثر ہوا، میں نے علمی وروحانی درسگاہ جامع اشرف کی فلک بوس عمارت اور وہاں کا علمی و روحانی منظر اپنی آنکھوں سے دیکھا تو میں یہ کہنے پر مجبور ہوگیا کہ حضرت شیخ اعظم صرف گفتار کے نہیں بلکہ کردار کے غازی تھے۔

راقم اپنی معلومات کی حد تک یہ لکھنے میں حق بجانب ہے کہ حضرت شیخ اعظم کی دینی وعلمی و روحانی خدمات کو نظر انداز کر کے خانوادۂ اشرفیہ کی تاریخ مکمل نہیں ہوسکتی۔

آپ نے ملک و بیرون ملک درجنوں مدارس اسلامیہ کی مستحکم سرپرستی فرمائی۔ ہزاروں لوگوں کے عقائد و اعمال کی اصلاح فرمائی۔ سال کے اکثر ایام ہندو بیرون ہند دینی، دعوتی، روحانی دورے میں گزارتے تھے۔ زندگی کے آخری لمحات تک خدمت دین وملت کا جذبہ جواں رہا۔ مرض کی شدت تھی، علاج کی غرض سے حیدرآباد تشریف لائے تھے لیکن میں نے جب یہ کہا حضور یہاں پر سنیت کی اشاعت کے لیے خانوادۂ اشرفیہ کے بزرگوں کی آمد کا سلسلہ جاری رہنا چاہیے۔ یہاں پر تبلیغ سنیت کے حوالے سے ماضی قریب میں خانوادۂ اشرفیہ کے بزرگوں کی خدمات کو بھی بڑا دخل رہا ہے۔ اتنا سنتے ہی فرمایا: ''ان شاء اللہ میں آؤں گا'' دین وملت کی خدمت کے حوالے سے آپ کے جملے میں قوم وملت کا درد نمایاں تھا۔ تبلیغ واشاعت دین کا ولولہ موجزن تھا۔

حضرت شیخ اعظم صحیح النسب حسنی سید تھے اور آپ کے اندر حسنی اوصاف کا غلبہ تھا۔ معاملہ فہمی میں آپ مثالی شخصیت کے حامل تھے۔ آپ کی دوررس نگاہیں معاملات کی گہرائی تک پہنچ جاتی تھیں جب کہ عام نگاہیں وہاں تک نہیں پہنچ پاتی تھیں۔ لاینحل اور پیچیدہ سے پیچیدہ مسئلے کو چٹکی میں حل کرنے کا مقولہ

آپ پر صادق آتا تھا۔ خانوادۂ اشرفیہ کے بڑے بزرگ بھی آپ کے فہم رسا اور تدبر کے معترف تھے۔ شیخ اعظم کے تابندہ کارنامے اس بات کے گواہ ہیں کہ آپ عزم واستقلال کے کوہ گراں تھے۔ آپ ''کر کے سوچو'' والے فارمولے پر نہیں بلکہ ''سوچ کر کرو'' کے اصول پر چلنے والے تھے۔ آپ نے جو کچھ کیا وہی کہا اور جو کہا وہ کر کے دکھایا۔

شیخ اعظم نے تاحیات انسانوں میں محبت والفت بانٹنے کا کام کیا۔ آپ کا مذہب جوڑنا تھا کاٹنا نہیں۔ کٹنے والوں کو ہمیشہ پیغام محبت کے ذریعہ جوڑنے کی کوشش کرتے رہے۔ گستاخان رسول کے لئے شعلہ بن کر بھڑک اٹھتے تھے اور محبان مصطفیٰ کے لئے شبنم سے زیادہ نرم ثابت ہوتے تھے۔ شیخ اعظم نے ہمیشہ حق وصداقت کا ساتھ دیا۔ مداہنت وصلح کلیت، باطل کا تملق، اہل سیاست کی دریوزہ گری کو دین وایمان کے لئے زہر ہلاہل سمجھا۔ تصوف ومعرفت کے ڈھونگیوں کو ہمیشہ نفرت کی نگاہ سے دیکھتے رہے، جو آپ کے اندر تھا وہی باہر بھی نظر آتا تھا۔ ظاہر و باطن کے تضاد کی آلودگی سے آپ کا دل پاک تھا۔ کتمانِ حق کو گناہ عظیم تصور کرتے تھے۔ فریضۂ اعلان حق کے معاملے میں گرد وپیش کے ماحول اور اپنے پرائے کے خیال کو قطعاً آڑے آنے نہیں دیتے تھے۔ آپ کے اس امتیازی وصف کو دیکھنے والے یہ کہنے میں حق بجانب ہوں گے کہ ''اظہار اشرف'' ''اظہار حق'' کی ایک زندہ مثال تھے۔

عفوودرگزر شیخ اعظم کا فطری وصف تھا۔ مجرم آپ کے سامنے حاضر ہونے سے پہلے یہ خیال کرتا تھا کہ قہر وجلال کا پہاڑ ٹوٹنے والا ہے۔ لیکن صرف ایک جملہ ''حضور مجھ سے غلطی ہوئی ہے'' مجرم سر عفو وکرم کی بارش کا سبب بن جاتا تھا۔ آپ کے رعب وجلال کے آگے اچھے اچھوں کا ناطقہ جواب دے جاتا تھا۔ حاضر جوابی وحاضر دماغی میں لاجواب تھے۔ بااین خوبی وکمال عجز وانکسار کے پیکر جمیل تھے۔ تصنع وریا سے کوسوں دور رہتے تھے۔ خوردنوازی وشخصیت سازی میں ممتاز ونمایاں تھے۔ علم اور علماء دوستی کا یہ عالم تھا کہ اگر آپ کی محفل میں کوئی عالم ہوتا تو دوسروں سے زیادہ اس کو اپنی توجہ کا مرکز بناتے تھے۔ علماء کو عزت کا مقام دیتے تھے۔ آپ کی حیدرآباد آمد کی خبر سن کر حضرت ڈاکٹر سید علیم اشرف جائسی پروفیسر مولانا آزاد اردو یونیورسٹی عیادت کے لیے تشریف لائے تو طبیعت کی ناسازی ونقاہت کے باوجود ملاقات کے لیے بستر سے اٹھ بیٹھے۔ بڑی محبت سے ملے اور خوب شگفتہ مزاجی کے ساتھ دیر تک گفتگو فرماتے رہے۔ ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے ان سے مل کر ساری تکلیف دور ہوگئی۔ علماء سے علمی مشاورت کرنے میں شخصیت کو کبھی مانع ہونے نہیں دیا۔ اپنے منصب کا ہمیشہ پاس ولحاظ رکھتے تھے۔ مسائل شرعیہ کے معاملے میں عوام کو علماء دین سے رجوع کرنے کی ترغیب دیتے تھے۔

دین متین کا یہ سچا خادم، اہل سنت کا بے لوث مبلغ قوم وملت کا مخلص رہنما، منصب مشیخت کا شیخ اعظم ۲۲ فروری ۲۰۱۲ء جمعرات کی شب اپنے مالک حقیقی سے جاملا۔ مولیٰ تعالیٰ ان کی قبر پر رحمت وانوار کی بارش برسائے اور اہل سنت وجماعت کو ان کا نعم البدل عطا فرمائے۔

☆☆☆☆

درود پڑھتا رہ اظہار صبح و شام ان پر کہ درود پاک سے بڑھ کر کوئی ثواب نہیں (شیخ اعظم)

سنیت واشرفیت کا اظہار شیخ اعظم

قاری محمد ایوب اشرفی، کنوینر آل انڈیا علماء مشائخ بورڈ، بہار

شیخ اعظم علامہ سید محمد اظہار اشرف علیہ الرحمۃ والرضوان خانقاہ اشرفیہ حسنیہ سرکارکلاں کی زینت ہی نہیں بلکہ سلسلۂ اشرفیہ کی شمع کی لَو بھی آپ کی ذات سے ملی ہے جن کے متعلق ہم شبیہ غوث اعظم سرکار سیدی علی حسین اشرفی میاں نے مدینہ کی سرزمین پر مواجہ اقدس کے سامنے اس طرح دعاء فرمائی "اے ربّ العالمین کے محبوب آپ کے حضور میں عرض ہے میرے اس پوتے کو ولی کامل عارف باللہ بنانا اور حکمت وجوہر سے مالامال کرکے اس سے اشرفیت کا اظہار فرمانا" دل سے نکلی ہوئی آواز پر اجابت کا ایسا مہر لگا جس کا اثر انشاء اللہ قیامت تک دیکھا ہی نہیں محسوس بھی کیا جائے گا۔

سلسلۂ اشرفیہ کے بانی حضور غوث العالم مخدوم سلطان سید اشرف جہانگیر سمنانی ثم کچھوچھوی قدس سرہ النورانی نے اپنی ولایت وبزرگی، کشف وکرامت تقویٰ وطہارت اور سیرت واخلاق سے، دین ومذہب کی آبیاری اور لاکھوں غیر مسلموں کو مشرف بہ اسلام کیا۔

تیرہویں صدی کے وسط میں اس خانوادہ میں ایک ایسا سورج نمودار ہوا جس کی روشنی سے عجم وعرب چمک اٹھا جنہیں دنیا ہم شبیہ غوث اعظم اعلیٰ حضرت سید علی حسین اشرفی میاں کے نام سے یاد کرتی ہے۔ آپ کے پوتے اور جانشین مخدوم المشائخ سید شاہ مختار اشرف سرکارکلاں نے سلسلۂ اشرفیہ کی اشاعت میں کارہائے نمایاں انجام دیے ہیں۔ ان کے فرزند اور آپ کے پرپوتے حضور شیخ اعظم علامہ سید شاہ محمد اظہار اشرف ہیں۔

اسم شریف:	مسعود
اسم معروف:	سید اظہار اشرف اشرفی جیلانی
کنیت:	ابوالمحمود
لقب:	شیخ اعظم
منصب:	سجادہ نشین آستانہ عالیہ اشرفیہ حسنیہ سرکارکلاں، بانی جامع اشرف، سرپرست آل انڈیا علماء ومشائخ بورڈ۔

اس دور میں سلسلۂ اشرفیہ کی ایک مضبوط کڑی ٹوٹ گئی۔ ان کی ذات" انی ترکت فیکم الثقلین مااِن تمسکتم بھمالن تضلوا کتاب اللہ وعترتی" کا مصداق ہے۔ یہی وہ نفوس قدسیہ ہیں جن کے حسن وجمال کی قسمیں مدینہ منورہ اور کعبۃ اللہ میں بھی کھائی جاتی ہیں۔ کوئی ان کا چہرہ دیکھے تو دیکھتا ہی رہ جائے، باتیں سنے تو سنتا ہی رہ جائے، محفل میں بیٹھے تو بیٹھا ہی رہ جائے، چہرے پر جب نظر پڑے تو آنکھوں کی روشنی بڑھ جائے، باتیں سنے تو سماعت بڑھ جائے اور محفل میں بیٹھے تو بے قرار دل کو قرار مل جائے مجلسی گفتگو میں اسلام وشریعت اور اکابرین کی باتیں بتاتے جسے لوگ بڑی سنجیدگی کے ساتھ سنتے رہتے، نہ گھبراتے نہ اکتاتے اور نہ پریشان ہوتے بلکہ یکسوئی بنائے رہتے اور بیٹھنا اپنی سعادت بختی سمجھتے۔

آج کے شیوخ میں بلاشک وشبہ آپ شیخ اعظم تھے۔ آپ کی زندگی کے کسی پہلو پہ کماحقہٗ نہ کوئی لکھ سکتا ہے اور نہ ہی روشنی ڈال سکتا ہے۔ خواہ وہ تعلیمی کارنامہ ہو یا تعمیری

،زہد وتقویٰ ہو یا اخلاق وسیرت، ولایت کے ایسے تاجدار تھے کہ جن کے گھرانے سے ولایت بھیک میں بٹتی ہے ۔زبان کھلتی نہیں کہ رب تبارک وتعالیٰ دعاؤں کو قبول فرمالیتا۔اس کا سچا واقعہ ہے کہ دارالعلوم اشرفیہ اظہار العلوم ماچھی پور کے گراؤنڈ میں علماء ،مشائخ ،دانشوران اور دیگر حضرات کی نشست چل رہی تھی۔اس میں آئے ہوئے لوگوں سے اشرف ملت حضرت مولانا الحاج الشاہ سید محمد اشرف صاحب قبلہ خطاب فرمارہے تھے اورآل انڈیا علماء ومشائخ بورڈ کے زیر اہتمام ۱۶ مئی ۲۰۱۰ء کو بھاگل پور کے سینڈس کمپاؤنڈ میں سنی کانفرنس کرنے کا اعلان قائد ملت حضرت مولانا الحاج الشاہ سید محمد محمود اشرف اشرف جیلانی صاحب قبلہ کر چکے تھے۔لوگوں میں اضطرابی کیفیت تھی کہ اس سخت گرمی کے موسم میں لوگ کانفرنس میں کیسے پہونچیں گے یہ معاملہ حضور شیخ اعظم تک پہنچا جو اس وقت حضرت خانقاہ اشرفیہ حسنیہ سرکارکلاں کی شاخ ماچھی پور میں جلوہ گر تھے۔جس میں مولانا خالد سیف اشرفی ،محمد منظور احمد اشرفی ،مولانا ممتاز احمد اشرفی ،مولانا محمد کلیم اشرفی ،مولانا حاجی احمد اشرفی ،یہ ناچیز اور دیگر حضرات بھی موجود تھے۔شیخ اعظم نے کانفرنس کی کامیابی اورسنی مسلمانوں کے وقار کو بلند کرنے کے لئے ایسی دعا فرمائی جس کا اثر یہ ہوا کہ ویسی کامیاب کانفرنس میری آنکھ نے نہ دیکھی تھی۔اس کانفرنس میں ۵ لاکھ سنی مسلمان ۴۶ ڈگری حرارت اور ننگی دھوپ میں جمع ہوکر اپنی یک جہتی کی مثال پیش کی۔سنیت کا درد اس قدران کے دل میں تھا کہ اس کا حل تلاشنے کے لئے کوشاں رہتے اور تذکرہ کرتے تو آنکھیں اشکبار ہوجاتیں یہی وجہ ہے کہ اپنی عمر کے آخری ایام میں آل انڈیا علماء ومشائخ بورڈ کی سرپرستی بھی آپ نے فرمائی۔

☆☆☆☆

شیخ اعظم بحیثیت سجادہ نشین

مولانا محمد ممنون حسین اشرفی جامعی، مدرسہ اشرفیہ نظامیہ فتح پور سبور، بھاگلپور

زینت مسند رشد وہدایت، نازش بزم عرفان وروحانیت، مرشد طریقت، رہبر شریعت مخدوم العلماء شیخ اعظم حضرت علامہ الحاج سید شاہ اظہار اشرف الاشرفی الجیلانی علیہ الرحمہ والرضوان تقریباً چالیس سال ولی عہد کے منصب جلیل پر مامور رہے۔آپ کے والد ماجد تاجدار اہلسنت بدر ولایت منبع کرامت حضرت مخدوم المشائخ حضرت علامہ مفتی الحاج سید شاہ مختار اشرف اشرفی جیلانی قدس سرہٗ النورانی کے پردہ فرمانے کے بعد تقریباً سولہ سال خانقاہ اشرفیہ حسنیہ سرکار کلاں کچھوچھہ مقدسہ کے سجادہ نشین ہونے کی حیثیت سے منصب سجادگی پر رونق افروز رہے۔حضور شیخ اعظم کی محتشم ذات شرافت ونجابت، سیادت وجلالت، علم وحکمت، معرفت وعظمت، عبادت وریاضت، دیانت وصداقت، استقامت وحقانیت وغیرہ اوصاف جلیلہ وخصائل حمیدہ کی حامل تھی۔آپ اس خانوادہ غوثیہ اشرفیہ میں پیدا ہوئے جس کی جاہ وحشمت، ولایت وبزرگی، موعظت وخطابت، دینی ومذہبی خدمات، علمی طنطنہ وسطوت ملک وبیرون ملک قائم ہے۔آپ کی علمی وروحانی تربیت مرکز عقیدت کچھوچھہ شریف کے تقدس مآب گہوارہ، دینی واسلامی فضا، روحانی تجلیات سے مملو، پاکیزہ ماحول میں ہوئی جہاں خردسالی کے زمانے سے قال اللہ وقال الرسول کی صداؤں سے کان آشنا ہوتے رہے۔جس کا مثبت اثر انکی حیات مبارکہ وخدمات دینیہ سے ظاہر ہے۔آپ نے اپنے زریں اوقات ولمحات مذہب اہلسنت کے فروغ واستحکام اور تعلیمات اسلام کو پھیلانے میں صرف کئے۔اللہ اوراس کے رسول کی خوشنودی کی خاطر دنیاوی آرام وسکون سے کنارہ کش ہوکر بلغوا عنی ولو آیۃً پرعمل کرتے ہوئے شرق وغرب شمال وجنوب کا دورہ فرما کر شمع اسلام کوفروزاں کیا۔آپ اپنے آباء واجداد کے سچے وارث وجانشین، بے نظیر داعی، وقت کے مصلح اعظم، دعوت وارشاد کے روشن مینار اور پیر روشن ضمیر تھے۔زندگی بھر قوم ملت کی فوز وفلاح کے لئے تگ ودو فرماتے رہے۔

آپ اپنی مساعی جمیلہ وکارہائے اسلامیہ کے سبب ہم عصر علماء ومشائخ میں فضل جلی رکھتے تھے۔آپ کے خدمات جلیلہ سے متاثر ہوکے آپ کے خال محترم حضور اشرف العلماء حضرت علامہ ومولانا مفتی الحاج سید شاہ حامد اشرف اشرفی جیلانی قدس سرہٗ القوی نے اپنی مجلسی گفتگو میں حضرت مولانا عابد حسین اشرفی سے ارشاد فرمایا:

”ارے عابد میاں! میں عمر میں بڑا ہوں اورعزیزم اظہار میاں منصب میں بڑے ہیں اوروہ اس منصب جلیل پر فائز ہیں جہاں کبھی میرے جد کریم غوث العالم تارک السلطنت مخدوم سلطان سید اوحدالدین اشرف جہانگیر سمنانی رضی اللہ عنہ جلوہ افروز ہوئے تھے۔اس منصب عالی کا احترام مجھ پر بھی بے حد ضروری

ہے۔میرے خاندان میں الحمدللہ ایک سے بڑھ کر ایک علماء ومشائخ سب باکمال ہوئے ۔لیکن اظہار میاں صاحب نے وہ تاریخ ساز عظیم کارنامہ انجام دیا ہے کہ میرے خاندان غوثیہ اشرفیہ کی آبرو رکھ لی۔تعمیر ملت،تبلیغی خدمات،جامع اشرف،مختار اشرف لائبریری اور دیگر شعبۂ جات جوقوم وملت کوروشن وتابناک سرمایہ عطا کیا ہے وہ رہتی دنیا تک موصوف کو زندہ جاوید رکھنے کے لئے کافی ہے۔''(معارف شیخ اعظم)

یقیناً شیخ اعظم کی شخصیت انقلاب آفریں تھی۔آپ کی باقیات صالحات کو دیکھ کر دنیا آپ کو یاد کرتی رہے گی۔

جگر راہ وفا میں نقش ایسے چھوڑ آیا ہوں
کہ دنیا دیکھتی ہے اور مجھ کو یاد کرتی ہے

مخدوم المشائخ حضور سرکار کلاں نوراللہ مرقدہٗ نے اپنے صاحبزادے شیخ اعظم کے تعلق سے بڑے اعتماد ویقین سے فرمایا تھا:''میرے دادا نے اپنے ولیعہد کے ولیعہد کو دیکھا تھا اور میں نے اپنے ولیعہد کو نہ صرف دیکھا بلکہ اس کا مثبت کام بھی دیکھا ہے اور اب میں بہت پرسکون جارہا ہوں کہ خانقاہ حسنیہ سرکار کلاں محفوظ ہاتھوں میں ہے۔جامع اشرف ماشاء اللہ پوری ترقی پر ہے۔اس کی پرشکوہ عمارت دین اسلام کی اشاعت اور تبلیغ کا مرکز ہے۔(معارف شیخ اعظم)

حضرت شیخ اعظم نے تقریباً سولہ سال کی قلیل مدت میں سجادہ نشینی کا حق ادا کردیا۔آپ اس منصب عالی کی اہلیت تامہ رکھتے تھے۔

☆☆☆☆

سوال وجواب

سوال : نیچے کا شعر کس کی شان میں کس نے کس وقت کہا تھا؟

هٰذاالذی تعرف البطحاء وطأته   والبیت یعرفهٗ والحل والحرم

یہ وہ ہیں جنہیں بطحا کی وادیاں جانتی ہیں   یہ وہ ہیں جنہیں بیت اللہ اور حل وحرم سب جانتے ہیں

جواب: فرزدق شاعر نے   حضرت زین العابدین کی شان میں   طواف کے لیے جب کہ سارے لوگوں نے راستہ خالی کردیا تھا اور ہشام بن عبدالملک سے پوچھے جانے پر اس نے جواب دیا تھا کہ میں نہیں جانتا (دیوان فرزدق:178/2)

سوال : یاجوج ماجوج کے نکلنے کے وقت کون سی چیزیں اٹھالی جائیں گی؟

جواب: (1)قرآنِ مجید(2)تمام علوم(3)حجر اسود(4)مقام ابراہیم(5)موسیٰ علیہ السلام کا تابوت (6)نہر جیحون(7)سیحون(8)دجلہ(9)فرات(10)دریائے نیل

(الصاوی:160/4،غرائب القرآن88)

سوال : کوفہ میں سب سے پہلے مدفون ہونے والے صحابی کون ہیں؟

جواب: حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ   (دلیل الفالحین 150/1)

لسنا وان کرمت اوائلنا

علی الاحساب یوماً نتکل

شیخ اعظم :

خدمات

و

کارنامے

شیخ اعظم کی خدمات

پروفیسر سید عبدالوہاب اشرفی، سابق چیئرمین بہار اسٹیٹ یونیورسیٹی سروس کمیشن، پٹنہ

مخدوم العلماء مولانا الحاج سید شاہ محمد اظہار اشرف اشرفی جیلانی کے دینی، علمی اور دوسرے متعلقات سے حضرت کی وابستگی کے اظہار اور توضیح کے لئے ایک تفصیلی کتاب کی ضرورت ہے کیونکہ حضرت نے ساری عمر دینی اور قومی خدمت کے لئے وقف کردی تھی، لہٰذا کسی ایک نکتے پر ٹھہر جانا اپنی علمی کم مائیگی کا اظہار کرنا ہے۔

ویسے یہ بات بھی حقیقی ہے کہ سید شاہ محمد اظہار اشرف اشرفی جیلانی نے بعض کام ایسے کئے ہیں جن کی خبر لوگوں کو ہے، لیکن اب بھی ایک بڑی تعداد ایسی ہے جو ان کے کارناموں سے واقف نہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ نکتہ بہ نکتہ ان کی علمی زندگی پر روشنی ڈالی جائے تاکہ وہ بھی مستفید ہوسکیں جو حضرت کے علوم اور کارکردگی سے واقفیت کم رکھتے ہیں یا سرے سے ایسے معاملات میں ان کی معلومات اور آگہی محدود ہیں۔ میں ذیل میں چند امور کی طرف توجہ کروں گا جو حضرت کے کارناموں میں خاصی اہمیت رکھتے ہیں۔

سب سے پہلے حضرت کے نام، لقب اور منصب سے واقفیت ہونی چاہئے۔ حضرت اظہار اشرف اشرفی جیلانی کا اسم شریف نانا نے مسعود رکھا تھا، پردادا نے اظہار اشرف، کنیت ابوالمحمود اور لقب شیخ اعظم مخدوم العلماء تھا۔ آپ سرکار کلاں کی سجادہ نشینی کے منصب پر فائز تھے۔ آپ کی پیدائش ۶ محرم الحرام ۱۳۵۵ھ ۱۹۳۵ء بمقام کچھوچھا میں ہوئی۔

آپ کے جد امجد قطب ربانی اعلیٰ حضرت اشرفی میاں حج وزیارت کے لئے حرمین تشریف لے گئے اور مدینہ میں انہیں اطلاع ملی کہ کچھوچھہ میں ان کے پوتے کی پیدائش ہوچکی ہے۔

خاندانی روایات کے مطابق ان کا تعلیمی سلسلہ اس وقت شروع ہوا جب وہ چار سال کے تھے۔ اس موقع پر آپ کے کئی رشتہ دار موجود تھے جن میں ان کے پھوپھا سید محمد عرف محدث اعظم بھی تھے۔ آپ کی رسم بسم اللہ پر ایک منقبت تخلیق کی جو ذیل میں درج ہے۔

دولت احمد مختار باظہار آمد
مرحبا فضل کریمانہ مبارک باشد
اکنوں بسم اللہ طفلاناں مبارک باشد
آخرش طرۂ مولانا مبارک باشد

اس کے بعد وہ دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور میں اہم علماء کے زیرنگرانی فضیلت کی سند حاصل کی۔ آپ کے اساتذہ جن کی علمی، ادبی اور قومی خدمات کا شہرہ ہے ان میں چند کے نام اس طرح ہیں۔ حضرت مفتی حبیب اللہ نعیمی اشرفی شیخ الحدیث جامعہ نعیمیہ مرادآباد، حضرت مولانا یونس نعیمی اشرفی، امام معقولات ومنقولات حضرت مولانا محمد سلیمان صاحب اشرفی بھاگلپوری، جلالۃ العلم حضور حافظ ملت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث مرادآبادی،

حضرت مولانا عبدالرؤف صاحب مبارک پوری قدس اسرارہم خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں۔(تفصیل کے لئے دیکھئے شیخ اعظم کی دینی علمی خدمات، ماہنامہ غوث العالم کا خصوصی شمارہ فروری ۲۰۰۷ء)

حصول علم کے بعد حضرت نے درس گاہ جامعہ نعیمیہ مراد آباد سے وابستہ ہو کر چندسال تک مؤثر تدریسی کام سرانجام دیا، پھرارشاد وہدایت اور تبلیغی مشاغل میں مصروف ہوگئے۔اس طرح پوری زندگی علم وعمل کی کیفیتوں میں مکمل طور پر وابستہ رہنے کا عزم کرلیا۔وہ اعمال ووظائف جوان کی وراثت تھی اور ہے اسی میں بے پناہ قوت ارادی سے انہاک پیدا کیا۔اس طرح وہ ایسے معاملات میں بھی منفرد اور یگانہ روزگار ٹھہرے۔گویاان کی دینی اور علمی خدمات ایک دودن کی بات نہیں بلکہ نصف صدی کا قصہ ہے جس کی تفصیلات میں جانے کے لئے شرح وبسط کی ضرورت ہے جواس وقت ممکن نہیں۔دراصل حضرت کا قلب مصفّٰی دین اور علمی سرگرمیوں کا مقدس گہوارہ ٹھہرا، جس سے لوگ مسلسل فیض اٹھاتے رہے ہیں۔ وظائف میں غرق ہوئے تو اس طرح کہ اعصاب میں کسی خلل کا احساس تک نہیں کیا۔موصوف کی دینی اور علمی خدمات کے علاوہ روحانی بصیرت ایسی حاصل تھی کہ تبلیغی رجحانات میں وہ شق پیدا کی جس سے عوام وخواص مسلسل متاثر ہوتے رہے۔قلب کی گہرائیوں سے جو باتیں نکلتی ہیں وہ اپنی اثر پذیری کے لحاظ سے بےحد جامع ہوتی ہیں۔یہی وجہ ہے کہ آپ کی تبلیغ رائیگاں نہیں گئی۔ ہرمحاذ پر کامیابی کی سند حاصل ہوتی رہی۔

سید شاہ محمد اظہار اشرف اشرفی کے بہت سے علمی کاموں میں جامع اشرف کا قیام بھی ہے۔یہ جامعہ ان کی مساعی سے مسلسل ارتقا پذیر رہا ہے اور ایک کثیر تعداد لوگوں کی ہے جو درس گاہ سے فیض اٹھاتے رہے ہیں۔آج کے حالات میں جو تبدیلی ہوئی ہے اس کی موصوف کو خبر تھی۔لہٰذا انہوں نے غوث العالم میموریل ایجوکیشن سوسائیٹی قائم کرکے ملک گیر پیمانے پر تحریک شروع کی۔غایت یہ تھی کہ دور حاضر کے تقاضے پورے ہوں اور اسلامی مسائل کو جدید انداز نظر سے دیکھا جائے، سائنسی علوم کی طرف رغبت بڑھے، جس سے اسلام کی تفہیم کی تحریک پیدا ہو۔صوفیائے کرام کے طریقۂ کار پر لوگ راجع ہوں اور اصلاح امت کا فریضہ انجام دیں۔اسلامی تعلیم کے حصول میں لوگ اپنی وابستگی دکھائیں اور اس ذریعے سے بھی معاشرے کی اصلاح کریں۔ایک غایت یہ بھی تھی کہ دینی، روحانی، علمی، اخلاقی اور سماجی قدریں جو مستحسن ہیں ان کا تحفظ ہو، اور وہ سب ارتقائی کیف سے گزریں۔عوام وخواص میں یہ آواز پہنچے اور وہ اس سے استفادہ کرسکیں۔

علامہ سید واقف علی اشرفی اس سوسائٹی کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ:

''اولاً ماہنامہ غوث العالم کی اشاعت اردو زبان میں ہوا کرتی تھی مگر عوام کی اکثریت اردو سے نا آشنا تھی اس لئے سوسائٹی نے اپنے مقصد اصلی کو حاصل کرنے کی کوشش میں ہندی ایڈیشن کا آغاز کیا تاکہ نوجوان طبقہ تعلیم اسلام سے آشنا ہو اور جذبۂ ایمانی میں کچھ حرارت آئے۔اس وقت سوسائٹی کے

زیر اہتمام ملک کے مختلف حصوں میں کئی دینی مدارس اشاعت علوم اسلامیہ کی راہ پر گامزن ہیں۔ چند کے نام یہ ہیں:

(۱) مدرسہ مختار العلوم، شیخ پورہ ٹانڈہ، امبیڈکر نگر
(۲) غوث العالم میموریل ایجوکیشنل سوسائیٹی، سیف خاں سرائے سنبھل، مرادآباد برانچ
(۳) ادارۂ جماعت اشرفیہ، دیو (یو۔کے)
(۴) ادارۂ جماعت اشرفیہ، کوڑینار شریف، گجرات
(۵) انجمن اہل سنت واحد نگر، قالین آباد، بھدوہی، یوپی
(۶) دارالعلوم اشرفیہ، چتوڑ گڑھ، راجستھان
(۷) دارالعلوم غوثیہ، محبوب یزدانی پواخالی، کشن گنج، بہار
(۸) غوث العالم میموریل ایجوکیشنل سوسائیٹی کچاباغ بہادر گنج، مرادآباد یوپی (برانچ)
(۹) دارالعلوم اشرفیہ رضویہ غریب نواز، مظفر پور (بہار)
(۱۰) غوث العالم بیت الفیضان، ایس ایم، رضا اسٹریٹ، پٹنہ سیٹی

(بحوالہ: غوث العالم کا خصوصی شمارہ، فروری ۲۰۰۷ء)

موصوف نے درس بخاری میں بھی خاصی اہمیت حاصل کی۔ اس پر ایک الگ مضمون کی ضرورت ہے۔

شیخ اعظم کو شعر و شاعری سے بھی رغبت تھی۔ انہیں اس باب میں خداداد صلاحیت حاصل تھی۔ انہوں نے کئی زبانوں میں طبع آزمائی کی ہے۔ جن میں اردو، فارسی، عربی، ہندی اور اودھی زبانیں بھی ہیں۔ شعر و سخن کا مجموعہ ''اظہار عقیدت'' ان کے اپنے قلبی واردات کی خبر دیتا ہے۔ انہوں نے بعض مثنویوں کا ترجمہ بھی کیا ہے۔ علم و ادب سے جو وابستگی تھی اس کا بین ثبوت مختار اشرف لائبریری ہے۔ اس لائبریری میں نادر کتابیں موجود ہیں۔ ایک اندازے کے مطابق پچاس ہزار سے زیادہ کتابیں ہیں۔ یہ لائبریری دراصل علمی و روحانی آگہی کا اٹوٹ خزانہ ہے۔

شیخ اعظم نے بہت سے اداروں کی سرپرستی قبول فرمائی جس کی اہمیت مسلّم ہے۔ مثلاً جامعہ نعیمیہ، جامع اشرف، غوث العالم میموریل ایجوکیشنل سوسائٹی، مدرسہ نورالعلوم مجددیہ، دارالعلوم اہل سنت علی حسن، تنظیم حلقۂ اشرفیہ، پاکستان۔ اشرفیہ فاؤنڈیشن، مالیگاؤں۔ یہ سارے ادارے آپ کے فیض اور برکات سے فروغ پارہے ہیں اور ان کی اپنی اہمیت ہے۔ کہہ سکتے ہیں کہ حضرت سید شاہ محمد اظہار اشرف اشرفی نے زندگی کا ایک بڑا حصہ دین اسلام کی تبلیغ اور رشد و ہدایت میں صرف کیا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی ذات گرامی کثیر تعداد میں لوگوں کے لئے آئیڈیل اور مثالی ہے۔ افسوس کہ یہ نابغۂ روزگار علمی اور دینی شخصیت ہمارے درمیان موجود نہیں۔ ہر شخص کو اللہ کی طرف ہی واپس جانا ہے، سو یہ حادثہ موصوف کے ساتھ بھی پیش آیا، لیکن ان کے کارہائے نمایاں ہمیشہ ان کی یاد دلاتے رہیں گے اور انہیں ہدیۂ تبریک پیش کرتے ہوئے ان کی ہدایات پر عمل کرتے رہیں گے۔

کسے کہ حسنِ رخِ دوست در نظر دارد
محقق است کہ او حاصل بصر دارد

☆☆☆☆

شیخ اعظم کی علمی و روحانی خدمات

ڈاکٹر عاصم اعظمی، استاذ جامعہ شمس العلوم گھوسی مئو

برصغیر ہند میں اسلام کی ہمہ گیر اشاعت صوفیہ اورمشائخ طریقت کی مساعی جمیلہ کی بدولت ہوئی،ایک طرف مسلم فاتحین نے حربی ، سیاسی قوت وتدبیر سے مسلم اقتدار کی بساط آراستہ کی تو دوسری جانب اہل صفا بزرگوں نے ہندوستان کے چپے چپے میں روحانی فیوض وبرکات کے چشمے جاری کردیے جن کے گرد تشنگان حق وصداقت کی بھیڑ اکٹھا ہوگئی اور دیکھتے ہی دیکھتے ہندوستان کی سرزمین پر اسلام کا غلبہ بلند ہوا۔ یہاں کے قبائل اسلام کی صداقت سے آشنا ہوکر جوق درجوق دائرۂ اسلام میں داخل ہونے لگے ۔عبادت وریاضت اورتعلیم وتربیت کے لئے مساجد، مدارس،مشائخ کی خانقاہیں اورصوفیہ کے زاویے قائم ہونے لگے۔ انہیں قدسی صفات بندگان حق کی پرخلوص وپیہم کوششوں سے ہندوستان میں دین حق کی بنیادیں استوار ہویں اور ہرطرف اسلام کی بہار آگئی۔

ماضی میں اودھ کا ایک سنسان دور اُفتادہ خطہ کچھوچھہ مقدسہ جسے قدوۃ الکبریٰ حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی وسامانی علیہ الرحمۃ والرضوان (۷۰۹ھ تا۸۰۸ھ) نے اپنی تبلیغی وروحانی قلمرو کا مرکز قرار دیا اسی مرکز علم وعرفان سے اسلام کی تبلیغ واشاعت اورمعرفت وسلوک کی تعلیم وتربیت کا کام شروع ہوا۔روح آباد کچھوچھہ شریف کے دوران پیام تبلیغ حق اور مسلمانوں کی اصلاح باطن کے لئے ہندو بیرون ہند کے روحانی سفر کئے ۔اجودھیا، ردولی، آس مئو، جائس، سندیلی بنارس، بہرائچ، گلبرگہ، اوچ، گجرات، حرمین شریفین، شام، روم ،مصر، ایران ان مقامات پر بسنے والے کفار ومشرکین کو دعوت حق دی، دائرۂ اسلام میں داخل کیا اور گم گشتہ راہ مسلمانوں کو ہدایت دی اوران کے اندر تصوف وعرفاں کا ذوق پیدا کیا۔

حضرت مخدوم سمنانی علیہ الرحمۃ والرضوان کی وفات کے بعد تبلیغ دین ،اشاعت علم اورتصوف وعرفان کی روایت آپ کے جانشینوں میں قائم رہی تاہم اس سلسلے کو جوفروغ حاصل ہوا اس میں نمایاں کردار ہم شبیہ غوث الثقلین حضرت علامہ سید شاہ علی حسین المعروف بہ اشرفی میاں (۱۳۵۵ھ)علیہ الرحمہ کا ہے جنہوں نے تبلیغ دین ،اشاعت حق اورسلسلۂ اشرفیہ کے فروغ کے لئے ہندوستان کے دور دراز خطوں کا سفر کیا اور ایسے ایسے کوردہ مقامات پر پہنچے جہاں آمد ورفت کے ذرائع مفقو د تھے۔ پا پیادہ میلوں کا سفر پرخطر راستوں اورناہموار پگڈنڈیو ں پر طے کیا اس طرح غیروں میں دعوت حق اوراپنوں کی اصلاح باطن کا فریضہ انجام دیا اور سلسلہ اشرفیہ چشتیہ کی نشأ ۃ ثانیہ ہوئی مدرسے اورمساجد قائم ہوئے جن کی بدولت علمی ودینی ماحول پیدا ہوا۔

قطب ربانی حضرت اشرفی میاں علیہ الرحمہ علماء ومشائخ کے نورانی قافلہ کے ساتھ حج وزیارت کے لئے حجاز مقدس تشریف لے گئے۔قیام مدینہ منورہ کے درمیان ٦ محرم الحرام ۱۳۵۵ھ کو مریدین ومتوسلین سے مخاطب ہوکر فرمایا ” کچھوچھہ شریف میں فقیر کے یہاں پوتا پیدا ہوا ہے“ یہ بات سن کر لوگ متعجب اورحیران تھے۔عرض کیا کہ وطن سے کوئی اطلاع تو نہیں آئی ؟

فرمایافقیر کوتار یاخط کی حاجت نہیں ہوتی یعنی بندۂ حق پر بذریعہ کشف یہ بات واضح ہوئی پھر آپ نے روضۂ اقدس پر حاضری دی مواجہ اقدس کے سامنے کھڑے ہوکر دعا کی اورنو مولود پر پوتے کواظہار اشرف کے نام سے موسوم کیااور فرمایااس فرزند سے اشرفیت کا خوب خوب اظہار ہوگا۔

قطب ربانی کی یہ دعا حضور رسالت مآب ﷺ سے بارگاہ الٰہی میں مقبول ہوئی اور جہان عشق وارادت نے دیکھا کہ یہ بلند اختر فرزند اُفق علم وعرفان پرآفتاب بن کر چمکااوراس کی شعاؤں میں ہندوستان کے شرق وغرب ہی کونہیں بلکہ دنیا کے مختلف ممالک میں عشق وآگہی اور معرفت وحقیقت کی روشنی پھیلادی ۔دنیانے علم ومعرفت کے اس آفتاب کو شیخ اعظم اورمخدوم العلماء کے بلیغ خطابات سے یاد کیا۔

حضرت شیخ اعظم تحصیل علم اورسال دوسال تدریسی خدمات کے بعد ہی اپنے جدامجد حضوراشرفی میاں علیہ الرحمۃ والرضوان کے تبلیغی ،دعوتی علمی وروحانی مشن کی ترویج واشاعت میں مصروف ہوگئے اورزندگی کاایک ایک لمحہ مسلمانوں کی رشدوہدایت کے لئے وقف کردیا۔اس مقدس فریضہ کی انجام دہی کے سلسلہ میں آنے والے رکاوٹوں اورخطرات کا بڑی پامردی واستقامت کے ساتھ مقابلہ کیا۔ نازک سے نازک حالات وحوادث میں بھی آپ کے پائے ثبات واستقلال میں جنبش نہ آئی۔آپ نے وعظ وتقریر، بیعت وارشاد اوراہل سنت وجماعت کی تنظیم وتشکیل اورامت مسلمہ کےنوجوانوں کوزیورعلم سے آراستہ کرنے کے لئے دینی مدارس کے قیام کی جدوجہد پوری دلسوزی اورلگن کے ساتھ فرمائی اس طرح ہرمحاذ پر یقین محکم عمل پیہم کی جیتی جاگتی تصویر بن کر آنے والی نسلوں کولائحۂ عمل اورنمونۂ زیست سے آشناں کردیا۔

شیخ اعظم علیہ الرحمہ کی علمی ودینی سرگرمیاں نصف صدی سے زائد ماہ وسال کا احاطہ کرتی ہیں۔اس سلسلہ میں آپ نے ہندوستان کے چپے چپےاور دیگرممالک کے دورے فرمائے۔زندگی کے آخری ایام تک سفر کی جاں گسل تکلیفیں برداشت کرتے رہےلیکن کبھی مردمجاہد کی پیشانی پر ناگواری کی شکن کسی نے نہ دیکھی اورموج حوادث میں ہنستے کھیلتے حق وصداقت کا چراغ روشن کرتے رہے۔

چلا جاتا ہوں ہنستا کھیلتا موج حوادث سے
اگر آسانیاں ہوں زندگی دشوار ہوجائے

بیان کیاجاتاہے کہ ایک بار پورنیہ بہار کے متعصب دیوبندیوں نے آپ کوایک جلسہ میں مدعو کیا۔جلسہ ایسی جگہ پررکھا گیا جہاں پوری آبادی دیوبندیوں کی تھی مقصد یہ تھا کہ حضرت شیخ اعظم علیہ الرحمہ کوایسے مقام پر بلاکراذیتیں پہنچائی جائیں اورذلیل ورسوا کیا جائے۔حضرت کوان کے فاسد ارادوں کا پہلے سے علم نہ تھا۔متعین تاریخ پراس جگہ پہونچے ۔خطیب مشرق علامہ مشتاق احمد نظامی علیہ الرحمہ بھی ساتھ تھے ۔جلسہ گاہ کا منظر دیکھاتووحشت ہوئی۔دونوں حضرات کیلئے قیام کا نہایت غیرمعقول بندوبست کیا گیا تھاجس سے ظاہر ہورہاتھا کہ جلسہ کمیٹی کے ارکان کی نیتوں میں فتورو فساد ہے۔جلسہ کے آغاز سے قبل ہی منتظمین نے یہ شرط رکھی کہ اختلافی تقریر نہ کی جائے۔حضرت علامہ نظامی یہ شرط سنتے ہی جلال میں آگئے اورفرمایا کہ''ہم ڈاکٹر ہیں اورڈاکٹر علاج میں مریض کے مشورہ کا پابند نہیں ہوتا۔یہ ہم طے کریں گے کہ مریض دواسے صحت یاب ہوگایااس کاآپریشن کرنا ہوگا''حضرت شیخ اعظم علیہ الرحمہ نے موقع کی نزاکت کوملحوظ رکھتے ہوئے ارشادفرمایا''حضرت مولانا آپ اطمینان سے تشریف رکھیں پہلے ہمیں مریض کا علاج کرنے دیجیے۔اگر میرا علاج کارگر ہواتوٹھیک ورنہ فائنل ڈیسیزن آپ کا ہوگا'' پھرآپ اسٹیج پرتشریف لے گئے اورحکمت تبلیغ کوبروئے کارلاتے ہوئے کرسئ خطابت پرجلوہ گرہوئے

۔خطبۂ مسنونہ کے بعد مجمع کو مخاطب کر کے فرمایا ''جلسہ کے منتظمین نے یہ شرط رکھی ہے کہ ایسی تقریر کی جائے جس سے کسی کو اختلاف نہ ہو۔میرا خیال ہے کہ تقریر سے قبل میں آپ حضرات سے چند سوالات کر لوں تا کہ معلوم ہو جائے کہ حاضرین کو کس چیز سے اختلاف ہے؟ جس بات سے آپ لوگوں کو اختلاف ہوگا اسے اپنی تقریر کا موضوع نہیں بناؤں گا ۔سب سے پہلے میرا سوال ہے آپ لوگ مسلمان ہیں یا نہیں؟ کیا کسی کو اپنے مسلمان ہونے میں اختلاف ہے؟ پورے مجمع نے اثبات میں ہاتھ اٹھایا۔ پھر آپ نے سوال کیا ''میں آپ لوگوں سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ کوئی مسلمان اللہ کے رسول ﷺ کو اپنے بڑے بھائی جیسا کہہ سکتا ہے؟ مجمع سے آواز آئی ہر گز نہیں۔آپ نے پھر پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے والا مسلمان ہے؟ مجمع سے آواز آئی مسلمان نہیں۔ پھر آپ نے پوچھا اس کے مسلمان ہونے کے بارے میں کسی کو اختلاف ہے؟ جواب ملا کسی کو اختلاف نہیں شیخ اعظم نے فرمایا کہ ایک شخص اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہے اور یہ بھی کہتا ہے اللہ کے نبی مر کر مٹی میں مل گئے ہیں، نبی کو دیوار کے پیچھے کا علم نہیں، گاؤں کے چودھری کی طرح ہیں نماز میں نبی کا خیال لانا بیل، گدھے کے خیال میں ڈوب جانے سے بدرجہا بدتر ہے۔ شیطان کا علم تو قرآن وحدیث سے ثابت ہے لیکن نبی کے لئے وسیع علم ثابت کرنا شرک ہے۔ نبی کا علم بچوں، پاگلوں اور چوپایوں کے علم کی طرح ہے۔ بولو ایسا کہنے والے کو مسلمان کہو گے؟ مجمع سے شور اٹھا ہر گز نہیں ہر گز نہیں۔ شیخ اعظم نے فرمایا کسی آدمی کو اس سے اختلا ف ہو تو وہ کھڑا ہو جائے مجمع پر سکوت طاری ہو گیا کسی جانب سے کوئی آواز نہ اٹھی ۔شیخ اعظم دیر تک باندازِ استفسار علمائے دیوبند کی بدعقیدگی اور گمراہی کو مجمع کے سامنے بیان کرتے رہے۔اس طرح دیوبندیوں کے باطل معتقدات اور گمراہ کن نظریات کی تردید میں پوری تقریر کر ڈالی اور کسی کو اعتراض کا موقع نہ دیا بلکہ پورے مجمع سے حق کی تائید حاصل کرتے رہے۔

اس حکیمانہ اسلوبِ تبلیغ نے ہوا کا رخ بدل دیا ۔ سینکڑوں افراد جو دیوبندیوں کے فاسد عقیدوں سے قریب ہو رہے تھے انہیں علمائے دیوبند کی گمراہی صاف نظر آنے لگی اور انہوں نے سچے دل کے ساتھ بدعقیدگی سے توبہ کی اور آپ کے معتقد صحیح العقیدہ سنی بن گئے اور آپ کے دستِ حق پرست پر بیعت ہو گئے۔دیوبندیوں کا منصوبہ خاک میں مل گیا۔

حضرت شیخ اعظم نے تبلیغ دین کی راہ میں بڑی جدو جہد فرمائی۔ اپنے جدِ امجد کی سنت پر شہروں اور قصبوں سے منقطع دور دراز مقامات پر پیدل یا بیل گاڑی کی اذیت ناک سواری پر بیٹھ کر سفر کیا۔کتاب وسنت کا پیغام عام کیا۔لوگوں میں دینی بیداری اور ذوقِ عبادت پیدا فرمایا۔ساتھ ہی ساتھ دیوبندی مکتبِ فکر کے مبلغوں کا زور توڑا اور عوام الناس پر ان کی بدعقیدگی اور گمرہی ظاہر فرمائی۔

جامع اشرف

ازمنۂ وسطی کی خانقاہیں علوم اسلامی کی درسگاہ اور تزکیہ واحسان کی کامل تربیت گاہ ہوتی تھیں۔ جہاں شریعت وطریقت کا خوشگوار سنگم نظر آتا تھا۔ ان خانقاہوں کے علاوہ مستقل تعلیمی ادارے بھی قائم تھے لیکن خانقاہوں کا نظام تعلیم وتربیت امتیازی شان رکھتا تھا۔سلسلہ اشرفیہ چشتیہ کے مؤسس وبانی قدوۃ الکبریٰ حضرت مخدوم اشرف سمنانی رحمۃ اللہ علیہ جن کی ذات علوم ظاہری وباطنی کی امتیازی صفات سے متصف تھی۔ان کی خانقاہ تعلیم طریقت کے ساتھ ساتھ تعلیم شریعت کا مرکز بھی تھی اور یہ روایت بعد میں صدیوں تک قائم رہی۔فرنگی عہد کے دور آخر میں حضرت اشرفی میاں رحمۃ اللہ علیہ نے

کچھوچھہ مقدسہ میں مدرسہ اشرفیہ قائم کیا جس کا مقصد مسلمانوں کو قرآن وسنت اور فقہ وکلام کے علوم سے آراستہ کرنا تھا اور یہ ادارہ خانقاہی نظام کا ایک حصہ تھا۔ نا مساعد حالات کی بنیاد پر اعلیٰ تعلیم کے شعبے بند کر دیے گئے لیکن خانقاہ اشرفی سے متعلق اعلیٰ تعلیمی ادارے کی ضرورت سے صرف نظر کرنا ممکن نہ تھا۔ ۱۹۷۸ء میں حضرت شیخ اعظم نے اعلیٰ دینی تعلیم کی ضرورت کا بھرپور احساس کرتے ہوئے جامع اشرف کی بنیاد رکھی۔ بڑے لطف کی بات یہ ہے کہ تعلیم کا آغاز دورۂ حدیث کی جماعت سے ہوا جب کہ دوسرے اداروں میں ابتدائی درجات سے تعلیم شروع کی جاتی ہے۔ اس ادارہ نے ترقی کے مدارج بڑی تیز گامی سے طے کئے اور دیکھتے ہی دیکھتے متعدد پرشکوہ اور وسیع عمارتیں تعمیر ہوگئیں۔ تدریس کے لئے ملک کے متعدد علماء کی خدمات حاصل کر لی گئیں اور آج اہل سنت کے منتخب اداروں میں جامع اشرف کا شمار ہوتا ہے۔

حضرت شیخ اعظم کا تعلیمی نظریہ صرف درس نظامی کی تعلیم وتدریس تک محدود نہیں بلکہ ان کے نزدیک علماء کا جدید علوم والسنہ سے بقدر ضرورت آگاہ ہونا بھی ضروری ہے۔ چنانچہ اس تعلیمی نظریہ کی روشنی میں جامع اشرف کا نصاب مرتب کیا گیا اور اس حوضۂ علمی میں داخل ہونے والے طلبہ کے لئے انگریزی اور ریاضی کی نصاب لازماً شامل ہے۔ درس نظامی کی تکمیل کے بعد فن فقہ میں تخصص کے لئے درجۂ تحقیق بھی قائم ہے۔

اس ادارہ کی تعمیر وترقی کے لئے حضور شیخ اعظم نے انتھک جدوجہد کی، سرمایہ کی فراہمی، افراد کار کی تلاش وجستجو اور معیارِ تعلیم کو خوب سے خوب بنانے کے لئے انہوں نے جامع اشرف کو اپنی مساعی جمیلہ کا محور و مرکز بنایا مولانا سیف خالد اشرفی لکھتے ہیں۔

''جامع اشرف قائم ہونے کے بعد جامع اشرف شیخ اعظم کا اوڑھنا بچھونا ہوگیا۔ اس کی تعلیمی وتعمیری منصوبوں کو جلد سے جلد پایۂ تکمیل تک پہونچانے کے لئے جدوجہد کرنا انہوں نے اپنا واحد نصب العین بنالیا۔ جامع اشرف ان کے رگ وپے میں سمایا گیا''

مختار اشرف لائبریری

تعلیمی دانش گاہوں کے لئے کتب خانے کا وجود ایک لازمی ولابدی عنصر ہے۔ لائبریری کے بغیر کسی اہم تعلیمی ادارے کی تکمیل کا تصور ممکن نہیں، مختلف علوم وفنون کی کتابوں کا مطالعہ ہی طالب علم کے ذہن وفکر میں جلا، شعور میں پختگی اور علم دین میں وسعت وگہرائی پیدا کرتا ہے۔ حضرت شیخ اعظم وقت کے علمی تقاضوں اور دینی ادارے کے لئے لائبریری کی اہمیت وافادیت سے خوب واقف تھے۔ چنانچہ جامع اشرف کے احاطہ میں مختار اشرف لائبریری قائم کی۔ لائبریری کی عمارت بجائے خود فنِ تعمیر کا دلکش شہکار ہے۔ اس کے طویل وعریض کمروں میں علم وفن کے گرانقدر علمی ادبی شہ پارے۔ لائبریری سائنس کے اصولوں پر حسن ترتیب کے ساتھ شائقین علم کے لئے چن دیئے گئے ہیں۔ طلبہ، اساتذہ اور محققین واسکالرز کی آسانی کے لئے تمام تر جدید ساز وسامان سے لائبریری آراستہ ہے۔ یہ عظیم لائبریری حضرت شیخ اعظم کے سنہرے خوابوں کی تعبیر اور ان کا اہم مثالی کارنامہ ہے۔

حضور شیخ اعظم علیہ الرحمہ کے تبلیغی، اصلاحی، علمی، دینی، تعمیری، تنظیمی کارناموں کا مطالعہ ہمیں اس نتیجہ پر پہونچاتا ہے کہ وہ ایک تبحر عالم، دردمند، کامل شیخ طریقت ہونے کے ساتھ ساتھ رفتار زمانہ کے رمز شناس، بالغ نظر قائد، مثبت فکر وشعور کے مالک، اخلاص کا پیکر، تنہا اپنی ذات میں ایک انجمن اور جواں ہمت وحوصلہ مند سالار تھے۔

☆☆☆☆

حضرت شیخ اعظم: خدمات اور کار نامے

مولانا نصراللہ رضوی، استاذ مدرسہ عربیہ فیض العلوم محمد آباد گوہنہ ضلع مئو

یہ دنیائے ناپائیدار کارخانۂ قدرت الٰہی ہے۔ جہاں نوع بہ نوع مظاہر قدرت کی جلوہ آرائی ہے۔ انسان اور انسانیت کا ظہور و وجود اسی عالم رنگ و بو میں باعث صد رشک کواکب و اجرام افلاک ہیں۔ اس گلشن حیات میں نہ جانے کتنی کلیوں کا چٹخنا دیکھا گیا مگر کملا جانا ان کا مقصد ٹھہرا، کتنے پھول کھلے مگر اس گل نوشگفتہ نے مرجھا کر پردہ عدم کی راہ لی۔

حاصل یہ کہ اس جہان فانی میں کتنے ایسے انسانوں نے زندگی پائی جنھوں نے کسی گوشۂ گمنامی میں اپنی حیات مستعار کے ایام گزار کر پردۂ عدم میں روپوش ہوگئے اور دنیا والوں کے لئے اپنے پیچھے کوئی نشان نہ چھوڑا جس سے ان کی یاد تازہ کی جاسکے۔

مگر اسی دار دنیا میں ایسی قابل افتخار ہستیوں نے بھی وجود پایا جنھوں نے بساط عالم کے چپے چپے پر اپنے زرین کارناموں کے گل بوٹے سجائے، مآثر و معارف کے دائمی نقوش جدیدۂ عالم پر ثبت فرمائے اور رہتی دنیا تک کے لئے خود کو زندۂ جاوید کر گئے۔

انہیں زندۂ جاید شخصیتوں میں سنہرے حروف سے لکھا جانے والا ایک نام حضور شیخ اعظم بانی جامع اشرف، صاحب مآثر کثیرہ حضرت علامہ سید شاہ اظہار اشرف اشرفی جیلانی قدس سرہ النورانی کا ہے۔

آپ کے کارنامے بڑی عظمتوں کے حامل ہیں۔ ان میں چند کارنامے تو ایسے ہیں جنہیں ایک جماعت کا کارنامہ کہا جاسکتا ہے۔ گویا آپ کی تنہا شخصیت ایک جماعت کا درجہ رکھتی ہے۔ اس خصوص میں جو کارنامے پوری جماعت اہل سنت کے فروغ و ترقی اور ان کے مستقبل کو تابناک بنانے کے لئے نیز تشنگان علوم وفنون کی سیرابی کے لئے جن چشمہائے علم و فضل اور ان کے آبشار جاری کئے وہ عظیم دانش گاہ ''جامع اشرف'' اور ''مختار اشرف لائبریری'' کچھوچھہ شریف ہے۔

ان کی علمی خدمات کے ذیل میں حضرت مولانا مفتی رضاء الحق صاحب اشرفی یوں لکھتے ہیں:

''حال و مستقبل کا مؤرخ جب بھی شیخ اعظم کے علمی کارناموں پر قلم اٹھائے گا تو ان کے علمی کارناموں کا باب، ملک کے عظیم دینی درسگاہ جامع اشرف اور مختار اشرف لائبریری کے تذکرے کے بغیر مکمل نہیں ہوگا۔

طالبان علم شریعت کو علم شریعت کے ساتھ ساتھ علم طریقت کا مزاج دینے کے لئے شیخ اعظم نے خانقاہ اشرفیہ حسنیہ سرکارکلاں کے احاطے میں ۱۹۷۸ء میں اپنے والد ماجد مخدوم المشائخ علامہ الحاج سید شاہ محمد مختار اشرف اشرفی سجادہ نشین سرکار کلاں رحمہ اللہ علیہ کے حکم سے دینی درسگاہ جامع اشرف کی بنیاد رکھی۔ اس کے قائم ہونے کے بعد اس میں تعلیم کی ابتدا دورۂ حدیث سے ہوئی، پھر رفتہ رفتہ ابتدائی جماعت سے لے کر فاضل دوم (دورۂ حدیث) تک کی تعلیم کا مکمل انتظام ہوگیا اور اب یہ ادارہ ملک کی ممتاز درسگاہوں میں سے ایک ہے'' (معارف شیخ اعظم)

اس عظیم دینی درسگاہ کا قیام، اس کی بنا اور تعمیر و ترقی سب کچھ آپ کی علم دوستی، جذبۂ اخلاص، حوصلۂ فروغ دین وسنت، ولولۂ ترقی قوم وملت کی زبردست شاہ کار ہے۔ آپ ادارے کی سرپرستی کے فرائض انجام دیتے رہے مگر ایک روایتی سرپرست کی طرح نہیں۔ ادارے کے لئے آپ کی مجاہدانہ روش کیا رہی درج ذیل سطروں سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ حضرت مولانا محمد رضاء الحق صاحب مشاہدہ اور چشم دید گواہوں کی معلومات تحریر کرتے ہیں:

''شیخ اعظم اس عظیم درسگاہ کے بانی وسرپرست ہیں لیکن آپ نے اس میں اپنی حیثیت ایک روایتی بانی اور سرپرست کی نہیں رکھی ہے، بلکہ اس کی تعمیر وترقی میں بڑی جاں گسل محنت کی ہے اور اب تک کر رہے ہیں۔ جامع اشرف کے لئے رات دن سفر کرنا اور سفر سے آکر آرام نہ کرکے خود مزدوروں کے ساتھ دھوپ میں کھڑے رہ کر اس کی تعمیر کروانا آپ کی مشقتوں کے دیکھنے والے آج بھی گواہ ہیں'' (معارف شیخ اعظم)

جامع اشرف سے اپنی محبت، اپنے قلبی لگاؤ کا اظہار کرتے ہوئے وہ خود فرماتے: ''میں نے جامع اشرف کو پھولوں کی سیج پر بیٹھ کر نہیں بلکہ کانٹوں کی راہ پر چل کر تعمیر کی ہے۔'' (معارف شیخ اعظم)

ایک پیر طریقت جس کی پیرانہ شان بھی باعظمت ہو، سجادہ نشینی وراثت میں ملی ہو، پیروں کے خانوادے کا چشم و چراغ، ناز ونعم کا پلا بڑھا، سایوں کا پروردہ، رئیسانہ ٹھاٹھ باٹھ میں جس نے آنکھیں کھولی ہوں دولت وثروت کے ماحول میں جس نے زندگی کے ایام گزارے ہوں وہ جامع اشرف کی تعمیر وترقی کے لئے، اس کی فلاح و بہبود کی خاطر کانٹوں کی راہ چل رہا ہو۔ ذرا سوچنے کا مقام ہے اس کے اندر عزم وحوصلے کی کتنی بلندی ہے، عزائم کی پختگی، جفا کشی کا کوہ گراں، قوم وملت کے لئے امانت کا بار گراں اپنی مضبوط قوت ارادی کے ساتھ اپنے دوش ناتواں پہ لئے اپنی مجہودات بلیغہ و مساعی جمیلہ میں مصروف ہے اور جامع اشرف نیز مختار اشرف لائبریری کی تعمیر کے کلس کو ہم دوش ثریا کردینے کا عزم فرہاد اگر کوہ کنی کا تقاضا کرے تو دریغ نہ کیا، تجھے سلام پیش ہے اے ہمت مردانہ! تیری عظمتوں کو سلام!

جامع اشرف کو اپنے بیش بہا منصوبوں کے ساتھ تکمیل کی منزلوں سے ہم کنار بنا کر حضرت شیخ اعظم خود جوار رحمت میں جگہ لے کر آسودۂ خواب ہو گئے۔

ابر رحمت ان کے مرقد پر گوہر باری کرے
حشر تک شان کریمی ناز برداری کرے

اس عظیم قلعۂ رسول اور چمن علم کی آبیاری کے لئے اہتمام کی باگ ڈور قائد ملت حضرت علامہ الحاج سید محمود اشرف اشرفی جیلانی کے مضبوط ہاتھوں میں ہے۔ جن کے حسن تدبیر وتدبر اور قائدانہ حسن انتظام وانصرام کے سہارے ادارہ جامع اشرف قابل اور باصلاحیت اساتذہ کی رہنمائی میں قابل قدر خدمات انجام دے رہا ہے اور دیگر بڑے اداروں کی صف میں کھڑے ہو کر اپنا وقار واعتبار بلند کر رہا ہے۔ مکمل درجات تعلیم اور مختلف شعبہ جات تحقیق اور ریسرچ بھی باضابطہ قائم ہیں جہاں سے ہر سال علماء، حفاظ، قراء اور مفتیان کرام کا ایک بڑا دستہ فارغ ہو کر ملک اور بیرون ملک میں علمی، دینی اور سماجی خدمات انجام دے رہے ہیں اور دین وسنیت اور مسلک حق کی اشاعت وتبلیغ میں سرگرم عمل ہیں۔

ہمیں امید ہے کہ مولیٰ تعالیٰ قائد ملت اور ان کے بزرگوں کے تمام منصوبوں کو اور شیخ اعظم کے

چھوڑے ہوئے مشن کو بطفیل سید المرسلین وبعنایت مخدوم الواصلین پایۂ تکمیل تک پہونچائے گا۔ رب کریم ایسا ہی کرے آمین بجاہ سید المرسلین۔

شیخ اعظم کے عظیم کارناموں میں نہایت نمایاں، بڑا، زندہ جاوید کارنامہ ''مختار اشرف لائبریری'' کا قیام اور اس کی تعمیر وترقی ہے۔ ایک وسیع وعریض بلڈنگ میں جدید لائبریری نظام کے ساتھ تقریباً ۲۴ ہزار کتابوں کے ذخائر یکجا کردیئے گئے ہیں۔ مستقبل میں کتابوں کے لئے جگہ کی تنگی کا شکوہ ختم کرنے کے لئے اسی بلڈنگ سے متصل ایک چار منزلہ عمارت بھی کھڑی ہے جہاں لائبریری سے متعلق جدید سہولیات کے اسباب کا انتظام ہے۔

یہ لائبریری اپنی عظمت کے لحاظ سے جماعت اہل سنت کی قابل افتخار منفرد اسلامی لائبریری ہے جہاں اسلامیات اور مختلف علوم وفنون کی بیش بہا کتابیں، قلمی نوادرات اور مخطوطات کے ذخائر موجود ہیں نظم ونسق کی عمدگی سے ایک زائر اور استفادہ کرنے والا شخص متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتا۔

معارف شیخ اعظم کے صفحہ نمبر ۲۵ پر مضمون نگار کا بیان ہے کہ:

''یہ لائبریری اسلامی دنیا کی ایک عظیم لائبریری ہے۔ جس میں اسلامیات سے متعلق تمام فنون کا ذخیرہ ہے۔ تقریباً پچاس لاکھ سے زائد کی کتابیں آچکی ہیں مزید کتابوں کی فراہمی کا کام بڑی تیزی سے جاری وساری ہے۔ اس کا نظم وضبط، اندراج کتب وترتیب فنون اور دیگر طور طریقہ بڑا منظم، مربوط، مستحکم اور شاندار ہے۔ اتنے مختصر وقت میں کتابوں کی ذخیرہ اندوزی اور مصادر ومراجع کی کثرت اور حسن انتظام وانصرام کے اعتبار سے اس لائبریری نے جس برق رفتاری کے ساتھ ترقی کی ہے علماء ودانشور طبقہ ورطۂ حیرت میں ہے''

بہر کیف اس میں کوئی شک نہیں کہ آج ہندوستان میں اہل سنت کے جن اداروں میں لائبریریاں ہیں ان میں مختار اشرف لائبریری اپنی مثال آپ ہے۔ اس طرح کی لائبریریاں فرزندان اہل سنت اور طبقۂ علم وتحقیق کے لئے روشن مستقبل کی ضمانت ہیں۔

اس لائبریری کے کار پردازوں کا بیان ہے کہ یہاں بڑے بڑے نامور اہل علم وقلم کی تشریف آوری ہوئی انہوں نے لائبریری اور اس کی کتابوں کا مطالعہ، مشاہدہ اور معائنہ کیا۔ اہل تحقیق اور دانش ورطبقہ نے اس سے استفادہ کیا۔ سب نے بڑی مسرتوں کا اظہار کیا اور اپنی قیمتی تأثرات سے نوازا۔ یہاں چند تأثرات کا ذکر خالی از فائدہ نہ ہوگا۔

(۱) پروفیسر سید محمد امین اشرف صاحب اپنے تأثرات میں لکھتے ہیں۔

''میرا تعلق چوں کہ ایک یونیورسیٹی سے رہا ہے میں بلا خوف تردید کہہ سکتا ہوں کہ اگر مقابلہ کیا جائے تو کسی بھی یونیورسیٹی میں اسلامی علوم وفنون پر ریسرچ کرنے والوں کے لئے ایسی بیش بہا کتابیں جو مختار اشرف لائبریری میں ہیں، نہیں ملیں گی'' (معارف شیخ اعظم: ۲۶)

(۲) ڈاکٹر ملک زادہ منظور احمد صدر اردو اکیڈمی لکھتے ہیں۔ ''کتب خانے کسی معاشرے کے مہذب ہونے کا اشاریہ ہوتے ہیں۔ مجھے بیحد مسرت ہوئی کہ مختار اشرف لائبریری میں منقولات ومعقولات کا ایک گراں قدر ذخیرہ موجود ہے تلاش وتحقیق، جستجو وآرزو کی کوئی منزل آخری نہیں ہوتی۔ یہ کتب خانہ اہل علم دانش کے لئے ایک لازوال نعمت ہے جو مستقبل میں بھی ہماری نسلوں کی

رہنمائی کرے گا''(معارف شیخ اعظم:۳۳)

(۳) جناب سید قمر الدین اشرف علی گڈھ مسلم یونیورسیٹی اپنے تاثرات میں لکھتے ہیں:

''مجھے علی گڈھ مسلم یونیورسیٹی کی مولانا آزاد لائبریری میں ایک عرصہ تک کام کرنے کا موقعہ ملا ہے۔میں اپنے ذاتی تجربہ کی بنا پر کہہ سکتا ہوں کہ''مختار اشرف لائبریری ''اسلامیات کا ایک بحر بیکراں ہے جس سے طالبان علم ہر طرح سے استفادہ کرسکتے ہیں''(معارف شیخ اعظم:۳۴)

یہ اور اس طرح کے کثیر علماء اور دانشوروں نے اس لائبریری کا معاینہ کیا،دیکھا متأثر ہوئے اور معاینہ رجسٹر پر اپنے قیمتی تأثرات کے کلمات درج فرمائے اور دستخط ثبت کئے۔کار پردازوں نے انہیں سنبھال کر رکھا۔اہل ذوق حضرات حاضری دے کر پورا مطالعہ کرسکتے ہیں۔

مختار اشرف لائبریری بلڈنگ کے ایک حصہ میں اشرف حسین میوزیم ہے جہاں بزرگوں کے تبرکات وآثار بڑی حفاظت اور سلیقہ مندی کے ساتھ رکھے گئے ہیں۔زائرین کو ان کی زیارت کی سعادت حاصل ہوتی رہتی ہے۔منتظمین کرام نہایت خندہ پیشانی اور کشادہ قلبی کے ساتھ عقیدت مندانہ ان آثار وتبرکات کی زیارت کراتے ہیں اور دعاؤں کی سوغات سے اپنے دامن بھرتے ہیں۔

نقوش اشرفیہ کے مقدمے کے حوالے سے آپ کی دینی وعلمی خدمات پر تبصرہ یوں نوٹ کیا گیا ہے:

''بانی جامع اشرف شیخ اعظم حضرت مولانا سید شاہ محمد اظہار اشرف اشرفی جیلانی سجادہ نشین سرکار کلاں زادعمرہٗ نے اپنے دور ولی عہدی اور زمانۂ سجادگی میں دین وسنیت کی ایسی ایسی خدمتیں انجام دیں جن کو ہر آنے والا مؤرخ تاریخ کے سنہرے باب میں آب زر سے لکھنے میں فخر کرے گا''اسی مضمون میں آگے چند تابندہ خدمات،زندہ جاوید کارناموں کی تفصیلات درج کی گئی ہیں۔مقدمہ نگار لکھتا ہے''خانقاہ اشرفیہ کا عروج وارتقاء جامع اشرف جیسا دینی وعلمی شاہکار ادارہ،مسجد اعلیٰ حضرت اشرفی میاں جیسی عبادت گاہ،اشرف حسین میوزیم جیسا تاریخی یادگار،نور العین پارک کا جاذب نظر منظر،قطب ربانی اعلیٰ حضرت اشرفی میاں کے مزار پر انوار کی تعمیر کرانے کی سعادت اور اسلامیات کا سب سے بڑا گراں قدر علمی سرمایہ یعنی مختار اشرف لائبریری آپ کی خدمات دینیہ اور مساعی جمیلہ کے وہ تابندہ اور زندہ جاوید کارنامے ہیں جو ہر زمانہ میں اپنے دیکھنے والوں سے خراج تحسین اور ہدیۂ تبریک حاصل کرتے رہیں گے''(معارف شیخ اعظم:۲۸)

آپ کی دینی علمی خدمات کا آغاز بیسویں صدی کی چھٹویں دہائی میں ہوا یعنی فراغت کے بعد ۱۹۵۷ء سے باضابطہ خدمات دینیہ کا دور شروع ہوجاتا ہے۔ویسے تو آپ اس خانوادے کے چشم وچراغ ہیں جہاں ہر ہر بچہ ابتداہی سے دینی خدمات کا جذبہ وراثت میں پاجاتا ہے۔حال یہ ہے کہ گھرانے کا ماحول علمی،جذبات تبلیغی،ملک کے لگ بھگ تمام بڑے شہروں اور ملحقہ دیہاتوں سے روابط ہیں لوگ منتظر قدوم میمنت لزوم ہیں عقیدتوں کے پھول نچھاور کرنے کے لئے بےچین ہیں۔

مدارس اور تعلیم گاہیں خانوادے کی سرپرستی پر نازاں ہیں۔افرادِ خاندان ہیں کہ کاندھوں پر سرپرستیوں کا بار عظیم لئے ان کی فلاح و بہبود،تعمیر وترقی،حسن انتظام و انصرام کے لئے کوشاں ہیں۔قوموں کی امانتوں کا بار گراں اپنے کاندھوں پہ لئے قوم وملت کی ہدایت و رہنمائی کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔خانوادے کا

ہر فرد اپنی جگہ گوہر نایاب ہے۔ چنانچہ اس خصوص اور اس تناظر میں جب ہم شیخ اعظم کی زندگی کا مطالعہ کرتے ہیں تو پوری زندگی دینی، علمی، تبلیغی اور سماجی خدمات سے لبریز نظر آتی ہے ہردم رواں ہردم دواں آپ کا جادۂ زندگی اور آپ کا شیوۂ حیات ہے چنانچہ آپ کی خدمات کا طویل سلسلہ ہے جسے اہل قلم حضرات نے معارف شیخ اعظم کے نام سے ماہنامہ غوث العالم کے خصوصی شمارہ میں سمیٹنے کی کوشش کی ہے۔

اداروں کا قیام اور ان کی سرپرستیاں ملک اور بیرون ملک کے مختلف خطوں میں پھیلی ہوئی ہیں کچھوچھہ مقدسہ اور بارگاہ مخدوم سمناں کے قرب و جوار کے علاوہ ممبئی، مالیگاؤں، ناگپور، مہاراشٹر، گجرات، راجستھان، یوپی خواہ مرادآباد ہو یا کانپور اور مبارکپور اور دیگر علاقے، بہار، بنگال کے کثیر علاقے بنگلہ دیش، پاکستان انڈونیشا، برطانیہ، افریقہ کے کئی ممالک میں دینی مدارس، اسلامی تحریکات، قومی تنظیمیں، چھوٹی بڑی انجمنیں قائم کر کے ان کی قیادت وسرپرستی کر کے اصلاح امت اور اسلامی نظریات وافکار کی اشاعت اور اصلاح اعمال وعقائد کے ایسے انمٹ نقوش چھوڑے ہیں جنہیں زمانہ مٹا نہ سکے گا اور آپ کی مساعی جمیلہ کو فراموش نہ کر سکے گا۔

شیخ اعظم کی نوع بنوع خدمات دینیہ، مختلف الجہات، مساعی جمیلہ، انسانی رشد وہدایات کے لئے تبلیغی سرگرمیاں، قومی وملی اور فلاحی امور میں دلچسپیاں، ناقابل فراموش کارگزاریاں، عظیم کارناموں کی انجام دہی کی ساری مدت نصف صدی سے زیادہ پر محیط نہیں ہے۔ مندرجہ ذیل معلوماتی خاکہ امید ہے کہ اس جانب واضح اشارہ کے لائق ہوگا۔

تاریخ ولادت : ۶ محرم الحرام ۱۳۵۵ھ / ۱۹۳۵ء

رسم بسم اللہ خوانی : ۱۰ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۹ھ / ۱۹۳۹ء بعمر ۴ سال ۴ ماہ ۴ دن

تکمیل تعلیم: الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور

فراغت: تخمیناً ۱۳۷۷ھ / ۱۹۵۷ء

آغاز تدریس: اکتوبر ۱۹۵۷

پہلی تقریر: ۱۹۵۷ مقام اگرپور بھاگل پور

پہلا سفر حج: ۱۳۸۷ھ غالباً ۱۹۶۷ء

تنظیم حلقہ اشرفیہ پاکستان:
شیخ اعظم نے اپنے مکتوب میں فرمایا: ۹ مئی ۱۹۶۷ء کو حضرت والد صاحب نے آپ کو رجسٹرڈ کرانے کی اجازت مرحمت اور اس کی سرپرستی قبول کر لی ہے۔

جامع اشرف: ۱۳۹۸ھ / ۱۹۷۸ء میں بنیاد رکھی گئی

حرمین طیبین اور بغداد شریف کی حاضری: ۱۹۸۰ء میں جامع اشرف کو ان بارگاہوں سے مانگا۔

حیدرآباد گولکنڈہ قلعہ گراؤنڈ میں تاریخی خطاب: ۱۹۸۱ء

مسجد اعلیٰ حضرت اشرفی میاں کی بنیاد اور تعمیر: ۱۹۸۹ء

قائد ملت کی جامع اشرف سے فراغت: ۳۰ اگست ۱۹۸۹ء

مختار اشرف لائبریری کی بنیاد: ۱۹۹۵ء

قائد ملت کے ہاتھوں میں جامع اشرف کی نظامت کی باگ ڈور: ۱۹۹۴ء

شیخ اعظم مسند سجادگی پر :۲۱ شعبان ۱۴۱۷ھ مطابق ۲ جنوری ۱۹۹۷ء بموقع عرس چہلم سرکار کلاں

اشرفیہ فاؤنڈیشن کا قیام: ۱۹۹۴ء

دار العلوم عظمت مصطفیٰ مالیگاؤں: ۱۹۹۵ء

کتب خانہ اشرفیہ کچھوچھہ شریف کی ساری مطبوعہ اور غیر مطبوعہ کتابیں مختار اشرف لائبریری میں منتقل: ۱۹۹۸ء کے اوائل میں۔

جامع اشرف میں تخصص فی الفقہ یعنی مفتی کورس کا آغاز:

۲۰۰۴ء میں۔

ماہنامہ غوث العالم کا سرکار کلاں نمبر شائع ہوا: ۲۰۰۶ء میں

شیخ اعظم کا وصال : ۲۹ ربیع الاول ۱۴۳۳ھ مطابق ۲۲ فروری ۲۰۱۲ء بدھ کا دن گزار کر شب میں (شب پنجشنبہ)

نوٹ: اس معلوماتی خاکے میں سنین کا اندراج زیادہ تر ماہنامہ غوث العالم فروری ۲۰۰۷ء کے خصوصی نمبر میں درج مختلف مضامین سے ماخوذ ہے۔ جن تنظیموں اور اداروں کے ذیل میں تاریخ کا ذکر نہیں انہیں یہاں ترک کر دیا گیا ہے البتہ تاریخ وصال کا اندراج الگ سے ہے۔

آپ کے ایسے روشن وتابندہ کارناموں میں درج ذیل کو اکثر لوگوں نے شمار کیا ہے۔

(۱) جامع اشرف کا قیام، تعمیر وترقی اور مراحل تکمیل۔

(۲) مختار اشرف لائبریری کا قیام اس کے لئے عظیم الشان اور دلکش عمارتوں کی تعمیر، کتب کثیرہ وذخیرۂ نوادر کی فراہمی، نظم ونسق کی عمدگی اور بہتر اسٹاف کی تقرری۔

(۳) مسجد اعلیٰ حضرت اشرفی میاں کی بنیاد، تعمیر وتکمیل عمارت وملحقات

(۴) خانقاہ اشرفیہ کی توسیع

(۵) غوث العالم میموریل سوسائٹی کی تاسیس

(۶) مخدوم اشرف میموریل ہاسپٹل کا سنگ بنیاد اور اس کی وسیع تعمیرات جو تکمیل کی متقاضی ہیں۔

رب تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں ان کی برکتوں سے بہرہ یاب کرے اور ہمیں ان کی ذات کو نمونۂ عمل بنانے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ وسلم علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین۔ برحمتک یا ارحم الراحمین۔

☆☆☆☆

سوال وجواب

سوال: الجبرا پر سب سے پہلی کتاب کس نے کس صدی عیسوی میں لکھی؟

جواب: جعفر بن موسیٰ الخوارزمی 9ویں صدی عیسوی میں (قرآن رہنمائے سائنس 91)

سوال: کینسر کی سب سے پہلی سرجری کس مسلم سائنس داں نے کس صدی عیسوی میں کی؟

جواب: علی بن عباس 10ویں صدی میں (قرآن ورہنمائے سائنس)

سوال: یہود یوں کی اعلیٰ ترین تنظیم (ZINJRY) کا پورا نام کیا ہے؟

جواب: (ZIONIST INTERNATIONAL JEWRY) (یہود ونصاریٰ کی اسلام کے خلاف سازشیں 30)

سوال: ''ماسونیت'' کیا ہے؟

جواب: تعمیر ہیکل سلیمانی کے نام پر بنائی گئی یہودیوں کی ایک تنظیم ہے۔

(یہود ونصاریٰ کی اسلام کے خلاف سازشیں 53)

شیخ اعظم نوّر اللہ تعالیٰ مرقدہ

مولانا فہیم احمد ثقلینی ازہری، نائب صدر آل انڈیا علماء و مشائخ بورڈ ضلع بدایوں
استاذ دارالعلوم فیضان شاہ ثقلین قصبہ ککرالہ بدایوں۔موبائل:09456279256

تاریخی اشاروں سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہجرت کے واقعہ نے امت مسلمہ کو ایک ایسا اچھوتا شعور بخشا جس نے نقل مکانی کو عبادت بنادیا اور وطن سے ہجرت کو محض ناگہانی آفات، اتفاقی حالات اور وقتی مجبوریوں سے عبارت نہیں رکھا۔ درحقیقت اسی حکمت کا پرتو وہ شعور تھا جس کی کارفرمائی سے نقل مکانی کی زحمتیں رحمتوں میں تبدیل ہوگئیں اور دنیا کے گوشہ گوشہ میں خلق و محبت کی ایمان افروز شعائیں جگمگانے لگیں الغرض قرون اولیٰ اور اس کے بعد راہِ حق میں اپنے وطن کو خیرآباد کہنے کا یہ سلسلہ صوفیائے کرام اور بزرگان دین کی بدولت تسلسل کے ساتھ تابندہ رہا۔ قدوۃ الکبریٰ غوث العالم محی الاسلام حضرت سیدنا مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی کی سمناں سے ہجرت اسی مبارک سلسلہ کا ایک نقش جمیل ہے۔

۲۳ سال کی عمر میں ولایت سمنان کے تاجدار نے تخت وتاج اور دنیاوی اقتدار کو ترک کرکے اقلیم روحانیت کی خسروی کے لئے شہر سمناں سے دیارِ غربت کی طرف قدم بڑھایا، پنڈوہ شریف بنگال میں شیخ علاء الحق پنڈوی سے مرید ہوئے۔ مرشد برحق نے اپنے خلیفۂ خاص کی ہر طرح روحانی تربیت اور سلوک وتصوف کے مدارج طے کرا کر جونپور کی ولایت تفویض فرمائی۔ (سلطان فیروز شاہ تغلق نے اپنی سلطنت کی توسیع واستحکام کے دوران خطۂ اودھ میں ۷۵۷ھ میں جونپور کے نام سے ایک شہر آباد کیا) اور مکان سکونت ''کچھوچھہ شریف'' متعین کیا۔

شیخ سے رخصت ہوکر آپ ''قصبہ منیر بہار'' محمد آباد گوہنہ ''ظفر آباد'' (ضلع مئو یوپی) قیام کرتے ہوئے جونپور تشریف لائے۔ وہاں کچھ دنوں قیام کرنے کے بعد ''بدھر'' ہوتے ہوئے مرشد برحق کی نشاندہی کے مطابق اپنے مسکن کی تلاش میں ''کچھوچھہ مقدسہ'' تشریف لائے اور مستقل قیام فرمایا۔ حضرت مخدوم اشرف کی زندگی کا مقصد تبلیغ دین، تزکیہ نفوس اور اصلاحِ حال تھا۔ ان کا دائرۂ تبلیغ صرف عوام الناس، علماء، صوفیاء اور طالبان حق تک محدود نہ تھا بلکہ اپنا مشن امراء وسلاطین اور ارباب ثروت کے روبرو بھی بیان فرماتے وہ اس حقیقت سے خوب واقف تھے کہ امراء وسلاطین کی اصلاح پورے سماج ومعاشرہ پر اثر انداز ہوتی ہے۔

ہم شبیہ غوث اعظم حضرت اشرفی میاں قدس سرہ العزیز

یہ بات زباں زد عام وخاص ہے اور تاریخ سے ثابت ہے کہ حضرت مخدوم اشرف کی مخدومی تحریک کے فروغ میں اگر کسی مقدس ذات نے اہم کردار ادا کیا ہے تو وہ شخصیت ہم شبیہ غوث اعظم، محبوب ربانی سید شاہ علی حسین اشرفی میاں کی ذات ستودہ صفات تھی۔ آپ کی ولادت ۲۲ ربیع الثانی ۱۲۶۶ھ میں ہوئی اور کچھوچھہ میں ہی نشو ونما پائی۔ چار بار زیارت حرمین شریفین سے مشرف ہوئے۔ حجاز مقدس، عراق، شام، مصر، فلسطین اور روم میں کافی سیاحت کی۔ جامع علوم ظاہری و باطنی، مجمع کمالات صوری ومعنوی عشق ومحبت میں سرشار،

واقف رموز پروردگار اور صاحب کشف وکرامات بزرگ تھے۔ بے شمار مخلوق خدا آپ کے حسن خداداد کی زیارت سے حلقہ بگوش اسلام ہوئی۔

بدایوں شریف اور سلسلۂ اشرفیہ

مسلم امراء وسلاطین، تاریخ اسلام، علماء، شعراء، ادباءاور صوفیائے کرام کے تعلق سے سرزمین مدینۃ الاولیاء بدایوں شریف محتاج تعارف نہیں۔ جس میں بے شمار علماءو شعراء، صوفیا واولیاءاور بزرگانِ دین آرام فرما ہیں بالخصوص خانوادۂ عثمانیہ اور خانقاہ قادریہ بدایوں شریف تقریباً آٹھ سو سال سے عالم اسلام میں اپنی ایک شناخت رکھتے ہیں۔ اسی خانقاہ کے ایک عظیم عالم دین تاج الفحول علامہ شاہ عبدالقادر عثانی بدایونی (۱۲۵۷ـ ۱۳۱۹ھ) ہیں جن کی دعوت پر ہم شبیہ غوث الثقلین اعلیٰ حضرت اشرفی میاں کچھوچھوی متعدد بار بدایوں تشریف لائے۔ ایک بار حضرت اشرفی میاں خانقاہ قادریہ بدایوں شریف میں تشریف فرما تھے۔ تاج الفحول نے مضافات بدایوں میں عام اعلان کرا دیا کہ جو ہم شبیہ غوث اعظم کی زیارت کا مشتاق ہو آجائے، اطراف سے مشتاقان دید پروانہ وار آنا شروع ہو گئے اور روزانہ ایک عظیم جم غفیر اکٹھا ہو جاتا۔ تین دن تک تاج الفحول علامہ عبدالقادر بدایونی نے کسی بھی شخص کو اپنا مرید نہیں کیا، اگر کوئی مرید ہونے کی خواہش ظاہر کرتا تو اسے اشرفی میاں کی بارگاہ میں پیش کر دیتے۔ اس طرح بدایوں اور قرب و جوار میں سلسلۂ اشرفیہ کا فروغ ہوا۔ انہیں ایام میں تاج الفحول کے حکم پر پہلی بار آپ کے ایک مرید مولوی امیر اللہ قادری حضرت اشرفی میاں کو قصبہ سخانوں (بدایوں) لے گئے۔ قصبہ سخانوں کے جملہ مرد و زن آپ سے بیعت ہوئے اور سب نے فسق وفجور سے توبہ کی اور آج پوری آبادی تاج الفحول کی نظر کرم سے فیضان مخدوم اشرف سے مالا مال ہے۔ حضرت اشرفی میاں کا وصال ۱۱ رجب ۱۳۵۵ھ میں ہوا۔

عالم ربانی حضرت مولانا سید احمد اشرف کچھوچھوی علیہ الرحمہ

شیخ اعظم کے جد امجد عالم ربانی مولانا سید احمد اشرف کی ولادت ۱۴ شوال ۱۲۸۶ھ کو ہوئی۔ والد ماجد کے ظل عاطفت میں نشو ونما پائی اور کچھوچھہ مقدسہ کے علماء و مشائخ سے تعلیم حاصل کی۔ عالم خواب میں رسول اللہ ﷺ نے اپنے مقدس ہاتھوں سے آپ کی دستار بندی فرمائی تھی۔ اس لیے آپ نے دنیا میں کسی سے دستار نہیں بندھوائی تھی۔ آپ کے خانوادے میں یہ انفرادی خصوصیت صرف آپ کو حاصل ہے۔ آپ اپنے والد ماجد حضرت اشرفی میاں کے مرید وخلیفہ تھے۔ والد ماجد کی حیات میں ہی آپ کا وصال ۱۴ ربیع الآخر ۱۳۴۳ھ کو ہوا۔

صاحب زہد وتقویٰ، پابند شرع، سوز وگداز کے حامل راز دارِ شریعت وطریقت اور صاحب کرامت بزرگ تھے۔ ہمہ وقت ذکر واذکار اور اوراد و وظائف میں مشغول رہتے تھے۔ بدایوں شریف کئی بار تشریف لائے، بے شمار لوگ آپ سے مرید تھے اور اپنے مواعظ حسنہ و تلقین راہ سلوک سے مستفیض فرماتے تھے۔

بریلی شریف بھی تشریف لاتے تھے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری (وفات ۱۹۲۱ء) کی عادت کریمہ یہ تھی کہ آپ مولانا سید احمد اشرف کچھوچھوی کی پوری تقریر منبر کے نیچے کھڑے ہو کر سماعت فرماتے تھے۔ احباب نے آپ سے دریافت کیا کہ حضور آپ دیگر خطباء کا خطاب برسر منبر سماعت کرتے ہیں اور مولانا احمد اشرف کچھوچھوی کا خطاب آپ اسٹیج پر بیٹھ کر نہیں سنتے بلکہ نیچے کھڑے ہو کر سماعت فرماتے ہیں تو اعلیٰ حضرت

نے ارشاد فرمایا کہ مولانا کچھوچھوی کی شخصیت تم لوگوں پر مخفی ہے جو بات میں ان کی تقریر میں دیکھتا ہوں وہ دیگر خطباء کی تقریر میں نہیں دیکھتا۔ واللہ جب یہ دورانِ خطاب حدیث شریف پڑھتے ہیں تو اس حدیث کے تمام رواۃ ان کے پاس حاضر ہوتے ہیں تو میں رواۃ حدیث کی تعظیم کی وجہ سے نیچے کھڑے ہو کر خطاب سنتا ہوں۔

سرکار کلاں حضرت سید مختار اشرف کچھوچھوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

شیخ اعظم کے والد ماجد مخدوم العلماء والمشائخ سرکار کلاں سید شاہ محمد مختار اشرف کچھوچھوی ۱۳۳۴ھ میں تولد ہوئے۔ آپ کی تعلیم و تربیت جد محترم حضرت اشرفی میاں کے زیر سایۂ عاطفت نورانی و عرفانی ماحول میں ہوئی۔ بیعت و سلوک اور فقر و تصوف کے منازل انہیں کی بابرکت سرپرستی میں طے کیے۔ جد محترم آپ پر بے حد شفیق و مہربان تھے۔ ان کی صحبت سے مکمل استفادہ کیا۔ عہد طفلی سے ہی ولایت کے آثار آپ کی جبینِ سعادت سے نمایاں تھے۔

استاذی المحترم مولانا صوفی رفاقت علی ثقلینی لکھرالوی نے راقم سے بیان فرمایا میں نے جامعہ نعیمیہ مرادآباد میں دورانِ تعلیم حضرت سرکار کلاں کی زیارت کی ہے۔ اتباع سنت آپ کی زندگی کا روشن باب ہے اور تقویٰ و طہارت اس کے صاف و شفاف اوراق تھے۔ آپ اپنے مریدین، متوسلین، معتقدین اور مسلمانوں کو سنت و اتباع سنت کا درس دیتے تھے اور عملی طور پر اپنی زندگی میں خود اسے کر کے بھی دکھاتے تھے۔ زہد و ورع کے آپ اس بلند مقام پر فائز تھے کہ سخت اور شدید ضعف و نقاہت کے باوجود آداب و سنن کی رعایت کے ساتھ نماز ادا فرماتے۔ سفر و حضر میں آپ کے معمولات کو دیکھنے کا موقع ملا آپ ہمیشہ حقوق اللہ اور حقوق العباد کا پاس رکھتے، اپنے کسی عمل سے کبھی کسی کو اذیت نہیں پہنچائی۔ آپ کا ہر عمل سنت مصطفیٰ اور اسوۂ حسنہ کا ترجمان نظر آتا تھا۔ نشست و برخاست، اکل و شرب، رفتار و گفتار غرض کہ ہر معاملہ میں شریعت کو مدنظر رکھتے تھے۔

مولانا الحاج اظہر علی خاں ثقلینی سابق چیرمین قصبہ لکھرالہ ضلع بدایوں کا بیان ہے کہ سرکار کلاں حضرت سید مختار اشرف کچھوچھوی "قصبہ لکھرالہ" کبھی بھی تشریف نہیں لا سکے مگر ایک بار بریلی شریف میں دورانِ ملاقات اچانک فرمایا چیرمین صاحب! آپ کا مکان لکھرالہ میں جامع مسجد کے پیچھے ہے اور میں نے دیکھا ہے حالاں کہ آپ بظاہر لکھرالہ کبھی تشریف نہیں لائے تھے۔

حضرت سرکار کلاں کا وصال ۹ رجب المرجب مطابق ۱۲ نومبر ۱۹۹۶ء بروز جمعرات ہوا۔ سرکار کلاں کے وصال کے بعد آپ کے حکم کے مطابق شیخ اعظم تقریباً چالیس سال ولی عہد کے منصب جلیل پر فائز رہنے کے بعد ۲۱ شعبان المعظم ۱۴۱۷ھ / ۲ جنوری ۱۹۹۷ء بموقع عرس چہلم سرکار کلاں علماء و مشائخ، سادات کچھوچھہ اور مریدین و معتقدین کی موجودگی میں جادۂ اشرف السمنانی کی مسند سجادگی پر متمکن ہوئے۔

شیخ اعظم مخدوم العلماء حضرت مولانا سید محمد اظہار اشرف کچھوچھوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

اربابِ علم و دانش اور اصحاب فکر و نظر کا اس بات پر اتفاق ہے کہ نسل انسانی کی سب سے پہلی تربیت گاہ اور مدرسہ ماں کی آغوش اور صحن خانہ ہے اگر گھر کا ماحول دین دار اور مذہبی ہے تو بچہ بھی متدین اور مذہبی سانچے میں ڈھلا ہوگا اور اگر صحن خانہ مادر و پدر مغربی تہذیب کا علمبردار ہے تو بچہ بھی مغربی تہذیب و ثقافت سے آلودہ ہوگا اور اگر والدین دہریت زدہ ہیں تو بچہ کا خدا ترس ہونا بہت مشکل

ہے اور اگر بچہ مخدوم اشرف کے صحن خانہ، اعلیٰ حضرت اشرفی میاں کی شفقت روحانی، عالم ربانی کے فیضان کرم اور سرکار کلاں کی تربیت کا پروردہ ہو تو اپنے وقت کا مخدوم العلماء، تاجدار ملت مرجع انام اور شیخ اعظم کیوں نہ ہو۔

حضرت شیخ اعظم کے حسین چہرے پر ایسی دلکشی اور بانکپن تھا جس پر سج دھج اور بناؤ سنگار کی ہزاروں رعنائیاں نثار، اگر لاکھوں کے مجمع میں جلوہ بار ہوتے تو اہل جمال کی نظریں خیرہ ہو جاتیں۔ آپ علم ظاہری کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر اور علم باطنی کے کوہِ گراں تھے۔ کشور علم وفضل کے شہنشاہ اور اقلیم روحانیت کے تاجدار تھے۔ شیخ اعظم ایک ہمہ جہت شخصیت کے حامل تھے۔ آپ بیک وقت عالم و فاضل، مبلغ و داعی، مرشد و رہنما، شیخ وقت اور عارف کامل تھے۔

حضرت شیخ اعظم مولانا سید شاہ محمد اظہار اشرف اشرفی جیلانی کچھوچھوی ۱۳۵۵ھ میں جب اس دنیا میں تشریف لائے اس وقت آپ کے جد امجد اشرفی میاں علماء و مشائخ کے ہمراہ حج و زیارت حرمین شریفین کے لیے تشریف لے گئے تھے جب آپ مدینہ طیبہ میں تھے کسی اطلاع کے بغیر آپ نے اپنے ساتھیوں کو اپنے پر پوتے کے پیدائش کی خبر دی اور مواجہہ اقدس کے سامنے کھڑے ہو کر بارگاہ رسالت میں دعا کی اور اظہار اشرف کے نام سے موسوم کیا اور فرمایا یہ واقعی ''اظہارِ اشرف'' ہوگا۔ رب کائنات نے اپنے محبوب کے روضۂ انور پر اپنے ایک برگزیدہ بندے ولی کامل کی زبان سے نکلے ہوئے الفاظ کو سچ کر دکھایا اور شیخ اعظم تا حیات اظہارِ اشرف بنے رہے، برصغیر کے گوشہ گوشہ میں انھوں نے اشرف الانبیاء والمرسلین اور مخدوم اشرف کے پیغام اشرف کو پہنچایا۔ علوم ظاہری و باطنی کی تکمیل کے بعد عملی طور پر تبلیغی میدان میں قدم رکھا، علم وعمل کے اسلحہ سے مسلح تھے۔ جمال ظاہر و باطن اور نسبت فاطمی اس پر مستزاد جدھر نکلے تو اظہارِ حق میں بے باکی کی اور اپنے اجداد و اسلاف کی یاد تازہ کردی۔ دیارِ مشرق و مغرب میں جہاں کسی نے دعوت پیش کی، ٹرین سے، بس سے، رکشہ سے اور میلوں پیدل چل کر پہنچے۔ امیر و غریب کسی کی دعوت رد نہیں کی۔

حضرت شیخ اعظم الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور سے ۱۹۵۷ء میں فارغ ہوئے اور کچھ سال جامعہ نعیمیہ میں تدریسی خدمات انجام دینے کیبعد دعوت وتبلیغ کے میدان میں عملی طور پر سرگرم ہوگئے۔ مولانا الحاج اظہر علی ثقلینی سابق چیرمین کمرالہ کا بیان ہے کہ برصغیر میں جب ایک جدید فرقہ جماعت اسلامی ظاہر ہوا اور جدت پسند آزاد خیال مسلمان فتنۂ مودودیت کی زد میں آنے لگے جس کا اثر کمرالہ پر بھی پڑا۔ سنجیدگی سے حالات کا جائزہ لیا گیا اور تاجدار شریعت وطریقت شریف الاولیاء مولانا شاہ شرافت علی میاں کے حکم پر میں نے ۱۹۶۰ء میں حضرت شیخ اعظم کو اس سلسلہ میں دعوت خطاب پیش کی۔ آپ کمرالہ تشریف لائے اور فتنۂ مودودیت کی تردید میں شاندار خطاب فرمایا جس کے نہایت مفید اثرات برآمد ہوئے۔

قصبہ سخانوں ضلع بدایوں کی پوری آبادی سلسلۂ اشرفیہ سے وابستہ ہے۔ حضرت شیخ اعظم سخانوں متعدد بار تشریف لائے ایک بار سات روز اور ایک بار پندرہ روز قیام رہا۔ اس طویل قیام کی وجہ علاج و معالجہ تھی۔ مشائخ کچھوچھہ میں نبیرۂ اشرفی میاں اشرف الحکما مولانا حکیم سید احمد حسین کوثر اشرفی جیلانی کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ یونانی دواخانہ میں بسلسلۂ سرکاری ملازمت اور سلسلۂ اشرفیہ کے فروغ و ارتقاء کے لیے بدایوں میں اقامت گزیں تھے۔ آپ کی اولاد امجاد آج بھی بدایوں میں مقیم

ہیں۔ حضرت شیخ اعظم اشرف الحکماء سے علاج کرانے کے لیے مدرسہ اشرفیہ شہاب العلوم سخانوں میں مقیم تھے۔ مدرسہ کے بانی و مہتمم مولانا مظفر میاں صدیقی اشرفی شیخ اعظم کی خدمت کے لیے ہمہ وقت آپ کی بارگاہ میں حاضر رہتے تھے۔ آپ کا بیان ہے کہ آپ علاج و معالجہ کے دوران شریعت مطہرہ پر سختی سے عمل پیرا تھے۔ دورانِ ملاقات ہر شخص کو نصیحت فرماتے، حاضرین میں اگر کسی سے خلاف شریعت عمل سرزد ہوتا تو فوراً متنبہ فرماتے۔

ایک دن سخانوں کے ایک مرید نے عرض کیا حضور! پھل آنے سے پہلے امرود کا باغ بیچنا جائز ہے یا نہیں؟ اگر پھل آنے کا انتظار کیا جائے گا تو امرود کا باغ سستا بکے گا اور منافع نہیں ہوگا۔ اس کا ارادہ تھا ہوسکتا ہے حضرت پھل آنے سے پہلے باغ بیچنا جائز فرمادیں۔ آپ اس کی ذہنیت اور نیت بھانپ گئے اور غضبناک ہو کر فرمایا پھل آنے سے پہلے باغ بیچنا ہرگز جائز نہیں ہے اس لیے کہ عندالشرع شئی معدوم کی بیع ناجائز ہے۔ بھاگلپور بہار میں میرا بھی آم کا باغ ہے ہمیشہ پھل آنے کے بعد ہی سودا ہوتا ہے کبھی نقصان نہیں ہوا۔ شریعت کے اصولوں پر عمل کرنے سے دنیا و آخرت دونوں میں فائدہ ہوتا ہے کبھی نقصان نہیں ہوتا۔

حضرت شیخ اعظم سلوک و تصوف، کشف و کرامات میں مظہر فیضان مخدوم اشرف تھے۔ مدرسہ اشرفیہ شہاب العلوم سخانوں میں آپ جب بسلسلۂ علاج دوسری بار مقیم تھے اس وقت مدرسہ کا ایک طالب علم جو موضع سکری ضلع بدایوں کا باشندہ تھا اس کی ایک بہن کافی دنوں سے مریض اور آسیب زدہ تھی۔ گھر والے ہر طرح سے دعا و دوا کے ذریعہ علاج کرا کر تھک چکے تھے۔ مولانا مظفر میاں کے مشورہ سے وہ لڑکا اپنی بہن کو شیخ اعظم کی بارگاہ میں لے کر آیا اور پوری سرگزشت سنائی۔ حضرت نے بنظر غائر اس کی طرف دیکھا اور کچھ پڑھ کر دم کردیا وہ لڑکی فوراً صحت یاب ہوگئی۔ ساری پریشانیاں اور سحر و آسیب رفع دفع ہوگئے اور خوش و خرم، صحیح و سالم اپنے گھر کو واپس گئی۔

حضرت شیخ اعظم راسخ الاعتقاد مرد مومن، متصلب فی الدین، اکابر سلف کی سیرت و صورت کے پیکر جمیل، اولیائے کرام و صوفیاء عظام کی عنایتوں کے فیضان کا جلوۂ زیبا، غوث اعظم کی نگاہ الطاف کا سرچشمہ، خواجۂ ہند کے اقتدار کے وارث، سید جلال الدین تبریزی کے خوابوں کی زندہ تعبیر، شیخ علاؤالحق پنڈوی کی صوفیانہ صفات کی اعلیٰ تفسیر، غوث العالم مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی کا دلکش نمونہ، ہم شبیہ غوث الثقلین اعلیٰ حضرت اشرفی میاں کی عملی تفسیر اور سرکار کلاں کا عکس جمیل تھے۔

آپ عصر حاضر کی ایک عبقری و نابغۂ روزگار شخصیت اور خانوادۂ اشرفیہ کچھوچھہ مقدسہ کے ایک عظیم چشم و چراغ تھے جن پر خود اہل خاندان کو فخر و ناز تھا اور خاندان اشرفیہ کے چھوٹے بڑے ہر شخص کی زبان پر آپ کے فضل و کمال کا چرچا آپ کی زندگی ہی میں تھا اور بدستور آج بھی جاری ہے۔ اتباعِ شریعت و طریقت، تقویٰ و پرہیزگاری، حق گوئی و بے باکی، حسن تدبیر و معاملہ فہمی، ایفاء عہد و حسن معاملہ، وعظ و نصیحت، رشد و ہدایت اور خدمت خلق وغیرہ میں اپنی مثال آپ تھے جو شخصیت مذکورہ اوصاف و کمالات کی حامل ہوگی یقیناً اپنے عہد کی عبقری شخصیت ہوگی اور اس کے ذریعہ تبلیغ اسلام ہوگی اور کفر و شرک کافور ہوگا اور یقیناً اس کی ذات سے رشد و ہدایت کے چشمے جاری ہوں گے۔

بدایوں شریف میں بے شمار لوگ سلسلۂ اشرفیہ سے وابستہ ہیں۔ مدینۃ الاولیاء بدایوں شریف کے علماء و

مشائخ اور صوفیاء و بزرگان دین کے تعلق سے ایک کتاب سرکارکلاں کے مرید خاص مولانا ضیاء علی خاں اشرفی نے تصنیف کی ہے اس میں ان بزرگانِ دین کا بھی تذکرہ شامل کتاب ہے جو بزرگ بدایوں میں پیدا ہوئے یا جن کا قیام و فیض بدایوں میں رہا اور اب تک ہے مثلاً اعلیٰ حضرت محبوب ربانی مولانا سید علی حسین اشرفی میاں کچھوچھوی، عالم ربانی مولانا سید احمد اشرف کچھوچھوی، محدث اعظم ہند مولانا سید محمد اشرف کچھوچھوی اور مولانا الحاج سید شاہ مصطفیٰ اشرف کچھوچھوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔ اس کتاب کے تعلق سے زبدۃ الصالحین سرکار کلاں مولانا سید مختار اشرف کچھوچھوی مصنف کتاب کے نام ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:

''یہ معلوم ہو کر بڑی مسرت ہوئی کہ آپ نے تذکرۃ الاولیاء پر مشتمل ایک کتاب لکھی ہے جس میں بدایوں میں آرام فرمانے والے بزرگوں کے علاوہ ان بزرگوں کے مختصر حالات بھی درج کئے ہیں جن کا بدایوں میں فیض رہا۔ مالک و مولیٰ آپ کی اس خدمت کو قبول فرمائے اور دارین کی نعمتوں سے نوازے اور اس کتاب کو مقبول عام فرمائے، آمین۔''

(سید محمد مختار اشرف کچھوچھہ شریف، ۱۸ مئی ۱۹۷۵ء)

اس کتاب میں کچھوچھوی علماء و مشائخ کے تذکرہ کے ضمن میں دو جگہ حضرت شیخ اعظم کا ذکر مصنف کتاب ان الفاظ میں کرتے ہیں: ''سرکارکلاں کے صاحبزادہ اور ولی عہد الحاج حضرت مولانا شاہ سید اظہار اشرف ہیں جو اپنی آبائی خوبیوں سے آراستہ ہیں''۔ دوسری جگہ رقم طراز ہیں ''سرکارکلاں کے فرزند ارجمند تاجدار ملت، علامۂ دوراں حضرت مولانا الحاج سید شاہ محمد اظہار اشرف صاحب اشرفی جیلانی ولی عہد اور دورِ حاضرہ کے جید عالم، بہترین (نقار) اور شیخ طریقت ہیں''۔

خانقاہ اشرفیہ اور خانقاہ شرافتیہ کے قدیم تعلقات

یہ ایک حسن اتفاق ہے کہ اشرف اور شرافت دونوں کا مادۂ اشتقاق ایک ہے اور وہ ہے شرف جو فضل و شرف پر دال ہے اور دونوں خانقاہیں اسم با مسمیٰ ہیں یعنی فضل و شرف اور عظمت و بزرگی والی ہیں۔ خانقاہ اشرفیہ آٹھویں صدی ہجری میں قائم ہوئی اور خانقاہ شرافتیہ بریلی شریف زبدۃ العارفین حضرت مولانا شاہ محمد بشیر میاں علیہ الرحمۃ خراسانی مدفون بریلی شریف (وفات ۱۹۴۹ء) کے وصال کے بعد یکم جنوری ۱۹۵۰ء کو شریف الاولیا حضرت مولانا شاہ شرافت علی میاں (وصال ۱۹۶۹ء) نے قائم فرمائی۔ آپ سلسلہ قادریہ مجددیہ کے ایک عظیم بزرگ تھے۔ روزِ اول سے ہی دونوں خانقاہوں کے مراسم و روابط مضبوط و استوار ہیں

ان دونوں خانقاہوں کے تعلقات اور اتحاد و اتفاق کی اعلیٰ مثال ۳ جنوری ۲۰۱۰ء سنی کانفرنس کمپنی باغ مرادآباد، ۱۶/۱۱ اکتوبر ۲۰۱۱ء مسلم مہا پنچایت پاکبڑہ مرادآباد اور آل انڈیا مشائخ طریقت کانفرنس ۲۶ نومبر ۲۰۱۱ء بریلی شریف ہے۔ اللہ رب العزت کی بارگاہ میں دعا ہے کہ ہمارے مشائخ کا ظل ہمایوں ہمارے سروں پر تادیر قائم و دائم رہے اور اسی طرح ہمارے تمام مشائخ اتحاد و اتفاق کا مظاہرہ کریں جس سے تمام مسلمان خود بخود متحد ہو کر ایک پلیٹ فارم پر آجائیں۔

انہیں روابط و تعلقات، آپسی محبت و مودت اور خلوص وللّٰہیت کا نتیجہ تھا کہ بیشتر مشائخ کچھوچھہ مقدسہ خانقاہ شاہ درگاہی محبوب الٰہی قصبہ ککرالہ ضلع بدایوں اور خانقاہ شرافتیہ بریلی شریف تشریف لا چکے ہیں۔ سرکار

کلاں مخدوم المشائخ مولانا سید محمد مختار اشرف اشرفی جیلانی، شیخ المشائخ مولانا سید محمد مجتبیٰ اشرف اشرفی جیلانی، مجاہد دوراں مولانا سید محمد مظفر حسین کچھوچھوی، شیخ اعظم مولانا سید محمد اظہار اشرف اشرفی جیلانی، اشرف الحکماء مولانا حکیم سید احمد حسین کوثر اشرفی جیلانی اور مولانا سید نعیم اشرف جائسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

قائد ملت مولانا سید محمود اشرف اشرفی جیلانی، اشرف ملت مولانا سید محمد اشرف کچھوچھوی، مولانا سید کلیم اشرف جائسی، غازیٔ دوراں مولانا سید ظفر مسعود اشرفی کچھوچھوی، شیخ الاسلام مولانا سید محمد مدنی میاں اشرفی جیلانی، غازیٔ ملت مولانا سید محمد ہاشمی میاں کچھوچھوی، اشرف الخطباء مولانا سید محمد مکی راشد اشرفی کچھوچھوی، عمدۃ الخطباء مولانا سید عالمگیر اشرف کچھوچھوی، احسن الخطباء مولانا سید محمد نورانی میاں اشرفی کچھوچھوی، مفکر ملت سید محمد بابر اشرف کچھوچھوی سکریٹری علماء و مشائخ بورڈ۔

قائد ملت مولانا سید محمود اشرف کچھوچھوی نے جماعت اہل سنت کی شیرازہ بندی کرنے کے لیے اور تمام سنی مسلمانوں کو ایک متحدہ پلیٹ فارم پر جمع کرنے کے لیے آل انڈیا علماء و مشائخ بورڈ قائم کیا تاکہ ہمارے حقوق کی حصولیابی اور بازیابی ہو سکے۔ الحمد للہ ہم کافی حد تک اس میں کامیاب بھی ہوئے ہیں اور بہت مفید نتائج برآمد ہو رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ قائد ملت اور اشرف ملت کے عزم و حوصلہ کو مزید استحکام و استقامت عطا فرمائے، آمین۔

خانقاہ شرافتیہ بریلی شریف کے صاحب سجادہ شیخ طریقت حضرت شاہ محمد ثقلین میاں حضور قبلہ بورڈ کے سرپرستوں میں سے ہیں اور نبیرہ شاہ شرافت الحاج ممتاز میاں ثقلینی بورڈ کے اتر پردیش کے نائب صدر ہیں اس کے علاوہ خانقاہ شرافتیہ کے جملہ مریدین بورڈ کے ممبر ہیں۔ حضرت شاہ ثقلین اکیڈمی آف انڈیا بریلی شریف قوم و ملت کی فلاح و بہبود کے لیے بورڈ کے ساتھ شانہ بشانہ حاضر ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں آپ کے روحانی فیوض و برکات سے مالا مال فرمائے اور ان کا فیضان کرم ہمارے سروں پر ہمیشہ قائم فرمائے ان کے تمام شہزادگان کو ان کے اقدار کا سچا محافظ بنائے ان سب کی عمر میں برکتیں رحمتیں عظمتیں عطا فرمائے اور زیادہ سے زیادہ ایسے خدمات انجام دینے کی توفیق عطا فرمائے جن میں امت مسلمہ کی دینی اور دنیوی فلاح و صلاح ہو نیز جو حضور شیخ اعظم کی روحانی مسرت کا باعث ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ کے مرقد انور کو منور فرمائے۔

آمین یا رب العلمین بجاہ النبی الامین الکریم علیہ افضل الصلوٰۃ و التسلیم.

مراجع و مصادر

۱۔ مردان خدا، از مولانا ضیا علی خاں اشرفی بدایونی، شوقین بک ڈپو بدایوں، مطبوعہ ۱۹۷۶ء

۲۔ ماہنامہ غوث العالم کا خصوصی شمارہ معارف شیخ اعظم، سید محمد اشرف کچھوچھوی، مطبوعہ فروری ۲۰۰۷ء

۳۔ ماہنامہ ماہِ نور دہلی کا اشرف العلماء نمبر، سید ابوالحسن اشرفی ازہری، مطبوعہ فروری-مارچ ۲۰۰۸ء

۴۔ تذکرۂ مشائخ عظام، مولانا ڈاکٹر محمد عاصم اعظمی گھوسوی، المجمع الاسلامی مبارکپور، مطبوعہ ۲۰۰۳ء

۵۔ روایات سکھانوں، بدایوں، راوی مولانا مظفر میاں صدیقی اشرفی بانی مدرسہ اشرفیہ شہاب العلوم سکھانوں۔

۶۔ واقعات ککرالہ، بریلی، مرادآباد، مولانا الحاج اظہر علی ثقلینی سابق چیرمین قصبہ ککرالہ ضلع بدایوں و مولانا صوفی رفاقت علی خاں ثقلینی نعیمی دار العلوم فیضان شاہ ثقلین قصبہ ککرالہ ضلع بدایوں۔

☆☆☆☆

شیخ اعظم بحیثیت مہتمم جامع اشرف

مولانا عبدالخالق اشرفی جامعی، صدرالمدرسین جامع اشرف درگاہ کچھوچھہ مقدسہ

خانوادہ اشرفیہ جس کا انتساب آٹھویں صدی ہجری کے مجدد اعظم، غوث العالم محبوب یزدانی، مخدوم سلطان سید اشرف جہاں گیرسمنانی قدس سرہ النورانی کی ذات گرامی سے ہے۔حضرت قدوۃ الکبریٰ کی شہرۂ آفاق ولایت و کرامات محتاج تعارف نہیں مگر قارئین کے ذہن وفکر کو صرف اس طرف مبذول کرنا چاہتا ہوں کہ ۶۲۵ سال کا عرصۂ دراز گزر گیا اور اس درمیان ہر دور میں خانوادۂ اشرفیہ اور وابستگان سلسلۂ اشرفیہ میں بے شمار مجددین، مفسرین، محدثین، متکلمین، مفکرین اور شیخ الاسلام والمسلمین منصۂ شہود پر جلوہ فگن ہوتے رہے اور میکدۂ اشرف میں بادۂ توحید سے مست ہو کر دین وسنیت کی ترویج واشاعت، تحفظ ناموس رسالت اور قوم وملت کی رشد و ہدایت کے لئے ملک و بیرون ملک کے اطراف واکناف میں تبلیغی دورے فرماتے رہے اور اپنی قلمی، لسانی، فکری اور عملی قوتوں اور روحانی تصرفات کے ذریعہ اسلام کی آبیاری، عقائد حقہ کی نگہبانی اور کفر وشرک، ضلالت ومعصیت سے زنگ آلود قلوب کو نور عرفاں سے مجلّٰی و مصفّٰی فرماتے رہے۔ چنانچہ ہندو بیرون ہند کے چپے چپے میں اشرف، اشرفی اور اشرفیہ نام سے مدارس، مساجد، خانقاہیں، اسکول و کالج فلاحی واصلاحی ادارے اور مختلف تنظیمیں مشائخ اشرفیہ اور غلامان سلسلۂ اشرفیہ کی دینی، علمی، روحانی اور اصلاحی جد و جہد کا منہ بولتا ثبوت ہیں اور یوں خانوادۂ اشرفیہ کی خدمات کا دائرہ صدیوں کو اپنے آغوش میں لئے ہوئے ہے۔

اس مقدس و بابرکات خانوادہ کے ایک گل خندہ حضور شیخ اعظم علامہ الحاج ابوالمحمود سید شاہ اظہار اشرف اشرفی جیلانی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ بحیثیت شخصیت اگر دیکھا جائے تو آپ کی ذات گرامی سیادت وشرافت، دیانت وامانت، جرأت واستقلال، وقار وتمکنت، پاکیزگی وشائستگی، ادب وسلیقہ مندی، ہمدردی وخیرخواہی، نظم و ضبط، عالی ظرفی وبلند حوصلگی، حلم وبردباری، بے لوثی و فرض شناسی، ایثار وقربانی، علم وعمل، تواضع وانکساری، خداترسی اور تقویٰ شعاری کا مرقع، استقامت وعزیمت میں شہید اعظم رضی اللہ عنہ کا عکس جمیل، جاہ وجلال اور حسن وجمال میں غوث اعظم رضی اللہ عنہ کا پرتو کمال اور غریب نواز رضی اللہ عنہ کا پیکر جمال تھی۔

آنکھ والے تیرے جوبن کا تماشہ دیکھے
دیدۂ کور کو کیا آئے نظر کیا دیکھے

شیخ اعظم کی تدریسی خدمات

حضور شیخ اعظم علیہ الرحمہ بچپن ہی سے نہایت ذہین وفطین تھے۔آپ کے اندر حصول علم کا ذوق وجذبہ شروع ہی سے موجزن تھا۔لہولعب سے گریز کرتے۔ اوقات کو ضائع نہیں کرتے بلکہ پوری محنت ولگن کے ساتھ تحصیل علم میں مشغول ومنہمک رہتے۔یہی وجہ تھی کہ دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور میں دوران طالب علمی بحیثیت معین المدرسین تدریسی خدمات پر مامور تھے۔ چنانچہ ڈاکٹر فضل الرحمٰن شرر مصباحی رقم طراز ہیں کہ اس نورانی

گھرانے (خانوادۂ اشرفیہ) کے فرد فرید سے جنہیں آج شیخ اعظم کے معزز لقب سے یاد کیا جاتا ہے اس بندۂ آثم کو شرف تلمیذ حاصل ہے۔ وہ یوں کہ دارالعلوم (اشرفیہ) میں مولانا حافظ عبد الرؤف بلیاوی علیہ الرحمہ سے جملہ تعلیمی امور متعلق تھے۔ نقشۂ مظہر تعلیم آپ ہی مرتب کرتے تھے۔ مدرسین کے لئے تعین کتب آپ ہی فرماتے تھے۔ اوپر کی جماعتوں سے دو تین ذی استعداد طلبہ کا انتخاب کر کے بہ حیثیت معین المدرسین نامزد کرتے ان کو تدریس کی خدمت پر مامور آپ ہی فرماتے تھے۔ چنانچہ دوران طالب علمی میں موصوف الذکر کو معین المدرسین بنایا گیا اور سب سے پہلی جماعت جسے براہ راست آپ سے استفادہ کا شرف حاصل ہوا وہ راقم الحروف کی جماعت تھی جس میں حقیر کے علاوہ (مولانا) ثناء اللہ امجدی علیہ الرحمہ (شہزادۂ حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ) (مولانا مفتی) محترم عبد القدوس مونگیری حفظہ اللہ (صدر المدرسین مخدوم مشن پنڈوہ شریف) خصوصیت سے قابل ذکر ہیں ''اظہار عقیدت کا مقدمہ''

بعد فراغت حضور شیخ اعظم علیہ الرحمہ چند سال تک شہرۂ آفاق عظیم ترین دانش گاہ جامعہ نعیمیہ مرادآباد میں لوجہ اللہ تدریسی خدمات انجام دیتے رہے آپ کے ارشد تلامذہ میں سے استاذ گرامی حضرت مولانا مسلم نعیمی صدر مدرس مدرسہ عالیہ کلیمیہ امینیہ لکھی پور، راج محل اور استاذ گرامی حضرت مولانا سراج الدین اشرفی نعیمی رحمہما اللہ صدر مدرس مدرسہ عالیہ زینت العلوم حسن ٹولہ راج محل اکثر آپ کی شفقت و محبت اور اخلاق کریمانہ کو والہانہ عقیدت کے ساتھ بیان فرمایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ حضور شیخ اعظم علیہ الرحمہ کا راج محل ورود مسعود ہوا، اول الذکر شرف ملاقات کے لئے حاضر خدمت ہوئے۔ نظر پڑتے ہی آپ نے ارشاد فرمایا ''مسلم تم'' موصوف نے عرض کیا۔ حضور مدت دراز گذرنے کے باوجود آپ نے مجھے پہچان لیا؟ آپ نے مسکرا کر ارشاد فرمایا ایک شفیق باپ وفادار اولاد کو کیوں کر فراموش کر سکتا ہے!

تبلیغ وارشاد

درس وتدریس سے سبکدوش ہونے کے بعد تبلیغ و ارشاد اور احقاق حق وابطال باطل کے لئے ملک کے مختلف حصوں کا دورہ شروع فرمایا اور اس سلسلے میں آپ نے دشوار گذار گھاٹیوں، خاردار وادیوں اور پرخطر راہوں کو کبھی پیدل، کبھی یکہ وتانگہ، کبھی بیل وبھینسہ گاڑی اور کبھی کشتی کے ذریعہ عبور کرتے ہوئے دور افتادہ گاؤں، دیہاتوں اور دور دراز کے علاقوں میں پہونچے اور قدم قدم پر اسلام کے دیپ جلاتے گئے۔ محبت رسول کا جام پلاتے گئے۔ اشرفی پرچم لہراتے گئے۔ اہل سنت وجماعت پر رحمت کا بادل بن کر چھائے اور جم کر برسے کہ اسلام کی کھیتیاں لہلہا اٹھیں اور گستاخان رسول پر ذوالفقار حیدری بن کر چمکے کہ بدعقیدگی کی گردنیں کٹ کر رہ گئیں چنانچہ علاقہ کا علاقہ شاہد عدل ہے کہ جہاں برسوں پہلے بدعقیدوں کا غلبہ تھا آپ کے دم قدم سے آج وہاں اہل سنت کا بول بالا ہے۔

آپ بھی خاندانی مشائخ وعمائدین کی روش پر اپنے حلقۂ ارادت میں دینی تعلیمی مراکز قائم فرماتے رہے اور ان کے فروغ وارتقاء کے لئے ہمیشہ جہد مسلسل اور سعی بلیغ فرماتے رہے تاکہ نونہالان اسلام علوم دین سے مالا مال ہو کر اسلام کا سچا سپاہی بنیں اور تحفظ عقائد حقہ کے لئے سرگرم عمل رہیں اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا فریضہ انجام دیتے رہیں۔ بے شک حضور شیخ اعظم علیہ الرحمہ کی فعال ومتحرک وانقلاب آفریں حیات مبارکہ

ان فرزندان توحید اور غازیان اسلام کا نمونہ تھی جن کی منظرکشی شفیق جون پوری مرحوم نے یوں کی ہے کہ

مسلماں وہ مسلماں تھے جو میدان میں نکل آئے
قیصرا اور اس کے ساتھ کسریٰ کو کچل آئے
جہاں پہونچے زمیں کو آسماں سے کر دیا اونچا
جہاں ٹھہرے درو دیوار کا نقشہ بدل آئے
سمندر میں بھی ان کی دوڑ کی راہیں نکل آئیں
پہاڑوں میں بھی ان کے فیض کے چشمے ابل آئے

قیام جامع اشرف اور اس کے محرکات

۱۳۴۰ھ میں حضور شیخ اعظم علیہ الرحمہ کے پر دادا یعنی ہم شبیہ غوث جیلانی محبوب ربانی اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مولانا الحاج ابو احمد سید شاہ علی حسین اشرفی جیلانی المعروف بہ اشرفی میاں کی سرپرستی اور آپ کے جد بزرگوار عالم ربانی واعظ لاثانی سلطان المناظرین مولانا سید شاہ احمد اشرف اشرفی جیلانی رضی اللہ عنہما کے زیر اہتمام و انصرام کچھوچھہ مقدسہ میں ''جامعہ اشرفیہ'' کی بنیاد پڑی تھی۔اسی جامعہ کے شیخ الحدیث حضور محدث اعظم ہند، حضرت مولانا عمادالدین، حضرت مولانا سید شاہ محی الدین اشرف اشرفی جیلانی (اچھے میاں)، حضرت مولانا مفتی احمد یار خاں اشرفی، حضرت مولانا مفتی عبدالرشید خاں اشرفی رضی اللہ عنہم ودیگر اکابر اساتذہ منتخب عہدوں میں تدریسی خدمات انجام دیتے رہے اور برسہا برس تک یہ جامعہ علوم وفنون کے گوہر لٹاتے رہا اور اس جامعہ کے خرمن علم وادب سے خوشہ چیں علماء رشد وہدایت کے آفتاب و ماہتاب بن کر اقوام عالم کو مستنیر و مستفیض فرماتے رہے۔ حضور عالم ربانی علیہ الرحمہ جامعہ اشرفیہ کو منتہائے عروج پر پہونچانے کا عزم رکھتے تھے مگر صد افسوس کہ آپ اپنے والد ماجد حضور اشرفی میاں علیہ الرحمہ کے حین حیات مالک حقیقی سے جا ملے (اور پھر حضور اشرفی میاں کے بعد رفتہ رفتہ یہ جامعہ بعض ناگزیر حالات کے پیش نظر روبہ زوال ہوکر مکتب کی شکل اختیار کر گیا)۔حضور شیخ اعظم علیہ الرحمہ بے پناہ حساس، نہایت بیدار مغز اور حد درجہ دور اندیش و مستقبل شناس تھے۔ایک طرف جامعہ اشرفیہ کے بند ہوجانے کے تصور نے آپ کے جگر کو پاش پاش کر دیا تھا تو دوسری طرف انقلابات زمانہ، نت نئے رونما ہونے والے حادثات اور بدلتے حالات نے آپ کے دل و دماغ کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا۔لہٰذا آپ نے اپنے جد کریم حضور عالم ربانی علیہ الرحمۃ والرضوان کے خواب کو شرمندۂ تعبیر کرنے اور ان کے تخیل کو عملی جامہ پہنانے کے لئے مخدوم پاک کے آستانہ کے قرب میں خانقاہ اشرفیہ حسنیہ سرکارکلاں کے جوار میں احیاء جامعہ اشرفیہ ''بنام جامع اشرف'' کا عزم بالجزم فرمایا۔

چنانچہ ۱۹۷۸ء میں بدست اقدس فائق الاقران، محسود الزماں، قطب جہاں، سیدنا ومرشدنا علامہ مفتی الحاج ابوالمسعود سید شاہ محمد مختار اشرف اشرف جیلانی علیہ الرحمہ زیب سجادہ آستانہ عالیہ اشرفیہ حسنیہ سرکارکلاں، جامع اشرف کی تأسیس عمل میں آئی اور ساتھ ہی خانقاہ کی عمارت میں تعلیم کا بھی آغاز ہوگیا۔درگاہ معلیٰ اور خانقاہ مقدسہ کی پوری فضا قال اللہ وقال الرسول کی صدائے دل نواز سے گونج اٹھی۔

خوشا مسجد و مدرسہ و خانقاہے
کہ دروئے بود قیل و قال محمد

جامع اشرف کا اہتمام و انتظام

حضور شیخ اعظم علیہ الرحمہ جامع اشرف کے بانی بھی ہیں اور ایک عرصے تک مہتمم وناظم اعلیٰ بھی رہے۔

مہتمم وناظم اعلیٰ کی وہی حیثیت ہوتی ہے جو جسم میں دماغ اور گاڑی میں ڈرائیور کی ہوتی ہے۔ ادرہ چلانے اور تعلیم وتربیت کا معقول انتظام کرنے کا براہ راست وہی ذمہ دار ہوتا ہے۔ادارہ کی کامیابی وناکامی اور ترقی و تنزلی کا انحصار اسی پر ہوتا ہے۔لہٰذا ضروری ہے کہ مہتمم و ناظم اعلیٰ کے اندر حساس ذمہ داری اور انہماک کے ساتھ اپنے فرائض کو انجام دینے کا جذبہ اور عملاً کوشش بھی ہو۔ادارہ سے گہرا لگاؤ اور اس کی تعمیر وترقی کے لئے نئی راہیں نکالنے اور مزاحمتوں پر قابو پانے کا عزم راسخ ہو۔مدرسین وطلبہ سے ہمدردی اور لگاؤ ہو۔اس تناظر میں آ کر حضور شیخ اعظم علیہ الرحمہ کو دیکھتے ہیں تو آپ اس منصب پر کامل واکمل بلکہ بے مثال نظر آتے ہیں۔آپ کی مجاہدانہ زندگی اس پر شاہد عدل ہے۔حال کے آئینہ سے ماضی کے ان مناظر کا ذرا تصور کیجئے جب کہ وسائل و ذرائع کا فقدان تھا تو یہی شہزادۂ غوث اعظم ،عظیم خانوادہ کا چشم و چراغ اور جانشین مخدوم سمناں کڑی دھوپ اور خون کو منجمد کردینے والی سردیوں میں تعمیراتی سامان کی فراہمی کے لئے بذریعہ سائیکل ٹانڈہ، اکبر پور اور فیض آباد جاتے نظر آتے ہیں۔جن مشکل ترین مراحل سے گذر کر اور دشوار ترین حالات سے دوچار ہوکر آپ نے جامع اشرف کو بام عروج تک پہونچایا وہ آپ ہی کا حصہ ہے ۔بے شک آپ نے اپنی جوانی کی بہاروں اور شباب کی رعنائیوں کو خدمت اسلام اور جامع اشرف پر نچھاور کردیا تھا۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

نقش اولیں

جامع اشرف کی پہلی عمارت کے لئے آپ نے ایک کشادہ قدرتی ہوا اور روشنی سے معمور جگہ کا انتخاب فرمایا۔جودو برآمدوں، پانچ درسگاہوں، پانچ قیامگاہوں اور طلبہ کی پانچ رہائشگاہوں پر مشتمل ہے۔ہر دو قیامگاہ کے درمیان قدرتی ہوا اور روشنی سے مستفیض ہونے کے لئے پارک نما کھلی جگہ ہے ۔جانب جنوب گذرگاہ چھوڑ کر استنجاخانہ،غسل خانہ اور وضوخانہ۔ہر درسگاہ سے ملحق ومتصل مدرس کی قیامگاہ میں چائے خانہ،وضوخانہ اور غسل خانہ ہے اور یوں ہر مدرس جانب مغرب کے برآمدہ سے داخل درسگاہ ہوکر قیامگاہ سے گذرتے ہوئے سمت مشرق کے برآمدہ میں پہونچ سکتا ہے ۔اسی طرح طلبہ بھی موسم برسات میں بغیر بھیگے پوری عمارت کا چکر لگا سکتے ہیں ۔الغرض حضور شیخ اعظم علیہ الرحمہ نے اس میں مدرسین وطلبہ کی ضرورتوں اور سہولتوں کا بھرپور خیال رکھا ہے اب یہ عمارت سہ منزلہ ہے۔

جامع اشرف اور آپ کے زیر اہتمام جملہ عمارتوں کا خاکہ اور مجوزہ نقشہ آپ خود تیار فرماتے تھے اور معماروں کو آپ ہی ڈائیرکشن دیتے تھے۔ چنانچہ ان عمارتوں کو دیکھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ کی شخصیت فن تعمیرات میں کسی ماہر مہندس (انجینیر) سے کم نہیں تھی۔

مزید اراضی کی فراھمی

جامع اشرف کی قدیم عمارت سے مغرب، مشرق اور جنوب میں زراعتی زمینیں تھیں حضور شیخ اعظم علیہ الرحمہ توسیع جامع اشرف اور اس کی لوازمات کی غرض سے اراضی کی خریدی کی جانب متوجہ ہوئے ۔رفتہ رفتہ زمینیں خریدی جانے لگیں، بحمداللہ تعالیٰ آج یہ پرشکوہ سہ منزلہ درسگاہ، یہ سہ منزلہ جدید ہوسٹل یہ اپنی نوعیت کی بے مثال مسجد اعلیٰ حضرت اشرفی ،جس میں مسجد نبوی کی جھلک ۔یہ عظیم الشان مولانا احمد اشرف سہ منزلہ ہال، بالائی منزل میں ایشاء

کی عظیم لائبریری، یہ اشرف حسین موزیم، یہ کمپیوٹر سینٹر، یہ مخدوم اشرف میموریل ہاسپٹل اور یہ نورالعین پارک اور اس کے وسط میں وضو کے لئے بڑا حوض اور دلکش فوارہ جو نگاہوں کو خیرہ اور ہر آنے والے کو دعوت نظارہ پیش کررہا ہے۔

آں دیدہ کجا کہ درجما ل اورسد
آں عقل کجا کہ درکمال او رسد

قیام جامع اشرف کے روز اول ہی سے تعمیری و تعلیمی ترقی کا جو جذبہ آپ کے اندر موجود تھا وہ یوم وصال تک برقرار رہا۔ نہ کبھی آپ مضمحل ہوئے اور نہ تکاسل کو اپنے پاس پھٹکنے دیا۔ کبر سنی، علالت اور ضعف نقاہت میں بھی وہی امنگ، وہی ترنگ، وہی رنگ، وہی ڈھنگ، وہی جذبہ سرمستی اور وہی جولانیت دیکھنے کو ملی جو عالم شباب کے پر بہار ایام میں دیکھنے کو ملتی تھی ۔ بطور نمونہ ملاحظہ فرمائیں امسال بعد عرس مخدومی راقم الحروف حاضر خدمت ہوا حضور نے ارشاد فرمایا کہ قائد ملت نے مجھ سے کہا ہے کہ سال آئندہ اضافۂ طلبہ کا ارادہ ہے تو میں نے کہا کہ میں بھی ۶۸ کمروں پر مشتمل ہوسٹل بنا دیتا ہوں چنانچہ چند ایام بعد بروز جمعہ اسٹاف وطلبۂ جامع اشرف کے جھرمٹ میں نیو ہاسٹل کی بنیاد رکھی، معماروں کو ضروری ہدایات دیں اور ارشاد فرمایا کہ شعبان المعظم تک مکمل ہوجانا چاہیے پھر آپ کلکتہ تشریف لے گئے اور روزانہ کارکردگی کی خبر لیتے رہے۔ کسے معلوم تھا کہ اس کی تکمیل سے پہلے ہی آپ ہم سب سے رخصت ہوجائیں گے اور اساتذہ وطلبہ جامع اشرف، جملہ عملہ، خدام اور مریدین ومعتقدین اپنے شفیق ومحسن مربی سے محروم ہوجائیں گے'' اناللہ واناالیہ راجعون''

جامع اشرف سے والہانہ وارفتگی

دنیا میں اگر آپ کا کوئی معشوق ہے تو بس جامع اشرف وہ بھی رضائے مولیٰ اور خوشنودی رسول کے لئے۔ ذہن وفکر میں، خوابوں میں، خیالوں میں، سانسوں میں، دل کی دھڑکنوں میں اور لہو کے قطروں میں اگر کوئی سمایا ہوا تھا تو بس جامع اشرف۔ خلوت میں، جلوت، سفر میں، حضر میں، مریدوں کے حلقوں میں اور علماء ومشائخ کی انجمن میں اگر لبوں پر کسی کا چرچا تھا تو بس جامع اشرف کا، خدا سے اگر مانگا تو جامع اشرف، خدا کے محبوبوں سے مانگا تو جامع اشرف۔ راقم الحروف کو اچھی طرح یاد ہے کہ آپ بغداد شریف، کربلا معلیٰ، نجف اشرف اور دیگر مقامات مقدسہ کی زیارت سے مشرف ہوکر تشریف لائے اور اکبر پور سمناں پریس میں نزول فرمایا، حضور قائد ملت صاحب قبلہ نے فرمایا کہ ابا حضور کے استقبال کے لئے چلنا ہے اور یہ بھی ارشاد فرمایا کہ ابا حضور جو کچھ ارشاد فرمائیں قلم بند کر لینا ہے۔ چنانچہ ہم چند طلبہ پھولوں کا ہار اور گلدستہ لے کر حاضر خدمت ہوئے۔ جب ہم سلام اور دست بوسی سے فارغ ہوچکے تو حضور شیخ اعظم نے سب سے پہلے جامع اشرف کے احوال دریافت فرمائے پھر اپنے سفر کے حالات وواقعات بیان فرمانے لگے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا کہ بارگاہ غوثیت مآب ، دربار تاجدار کربلا، درگاہ حیدر کرار مشکل کشا رضی اللہ عنہم جہاں بھی حاضری کا شرف حاصل ہوا وہاں نہ تو اپنی آل واولاد کا خیال آیا نہ گھر دوار کا اور نہ کسی کے لئے کچھ طلب کیا اگر خیال آیا تو جامع اشرف کا اگر طلب کیا تو جامع اشرف کی سلامتی وترقی طلب کی۔ حضور شیخ اعظم علیہ الرحمہ وارفتگی کے عالم میں اس قدر پر درد انداز میں یہ کلمات ارشاد فرمارہے تھے کہ ہماری آنکھیں اشک بار ہوگئیں۔ اسی طرح راقم الحروف ایک مرتبہ حاضر خدمت ہوا تو دیکھا مسند سے ٹیک لگائے نیم دراز ہوکر اپنی تحریر کردہ

منقبت در شان غریب نواز رضی اللہ عنہ گنگنا رہے ہیں۔ میں چپ چاپ بیٹھ گیا بعد اختتام سنبھل کر بیٹھے اور دست مبارک کو مخصوص انداز میں لہرا کر شاد فرمایا ''میں ہوں اور جامع اشرف ہے اور ہم پر غریب نواز کا سایہ ہے'' راقم نے عرض کیا کہ حضور اور مخدوم پاک رضی اللہ عنہ؟ اس پر بہ انداز ناز ارشاد فرمایا کہ مخدوم پاک ہمارے جد اعلیٰ و مورث اعلیٰ ہیں۔ ہماری پہچان اور شان انہیں سے قائم ہے لیکن مجھے جو کچھ مل رہا ہے میرے غریب نواز کے دربار گوہر بار سے مل رہا ہے۔ جامع اشرف سے والہانہ محبت کا اندازہ درج ذیل واقعہ سے بھی لگا سکتے ہیں۔ ایک مرتبہ قلب کا دورہ پڑا راقم الحروف خدمت میں حاضر تھا بے چینی اور تکلیف اس قدر بڑھ گئی کہ آپ کو اپنی جان کا خوف ہونے لگا۔ اسی بے قراری کے عالم میں ارشاد فرمایا محمود میاں کو بلاؤ حضرت قائد ملت قبلہ بھی خبر سن کر دوڑے دوڑے حاضر خدمت ہوئے جونہی شیخ اعظم کی نظر قائد ملت پر پڑی آپ مضطرب ہو کر رونے لگے اس وقت آپ کی زبان مبارک پر یہ جملہ تھا ''محمود جامع اشرف کا کیا ہوگا، جامع اشرف کا خیال رکھنا'' حضرت قائد ملت قبلہ کی بھی آنکھیں نم ہو گئیں مگر آپ نے اپنے آپ کو ضبط کرتے ہوئے اپنا سینہ حضور شیخ اعظم کے سینۂ مبارک سے ملا کر لپٹ گئے اور عرض کیا ابا! آپ اطمینان رکھئے، گھبرایئے نہیں، کچھ نہیں ہوگا۔ سب ٹھیک ٹھاک ہو جائے گا۔ حضرت قائد ملت قبلہ کے اس عمل اور تسلی بخش الفاظ نے مسیحائی کا کام کیا اور حضور شیخ اعظم کی بے قراری و بے چینی دور ہو گئی اور آپ کو سکون و قرار حاصل ہو گیا۔

مدرسین کا انتخاب اور ان کے ساتھ حسن سلوک

دنیا کے ہر مدرسہ میں تعلیم کا آغاز درجۂ ابتدائیہ سے ہوتا ہے مگر جامع اشرف کی منفرد خصوصیت اور نرالا انداز رہا کے اس میں تعلیم کا آغاز منتہی درجوں سے ہوا۔ اس کے لئے حضور شیخ اعظم نے کہنہ مشق ماہرین علوم وفنون کی خدمتیں حاصل کیں۔ جن میں سرفہرست شمس العلماء حضرت علامہ مفتی غلام مجتبیٰ اشرفی علیہ الرحمہ، جلالۃ العلم حضرت علامہ مفتی عبدالجلیل نعیمی اشرفی علیہ الرحمہ، امام علم وفن حضرت علامہ خواجہ مظفر حسین صاحب قبلہ، حضرت علامہ مفتی محبوب عالم اشرفی نعیمی، حضرت علامہ مفتی زین العابدین ٹانڈوی، حضرت علامہ قمر عالم اشرفی مظفر پوری اور حضرت علامہ فیض الرحمٰن اشرفی سہسرامی کے اسماء مبارکہ ہیں۔ حضور شیخ اعظم علیہ الرحمہ تمام اساتذہ کے ساتھ خوشروئی، خندہ پیشانی اور شفقت و ہمدردی کے ساتھ پیش آتے، ان کی ضرورتوں کا بھرپور خیال فرماتے، ان کے لئے بہتر سے بہتر اور عمدہ سے عمدہ طعام کا انتظام فرماتے۔ جامع اشرف کے مفاد میں ان سے تبادلۂ خیال فرماتے اور نیک مشورہ طلب فرماتے۔ مشاہرہ کی ادائیگی میں کبھی پس وپیش نہیں فرماتے۔ تعلیمی سال کے اختتام پر تعطیل کلاں کی تنخواہ بھی عطا فرماتے اور ارشاد فرماتے کہ سال آئندہ خواہ آپ آئیں یا نہ آئیں تعطیل کلاں کی تنخواہ آپ لیجئے کہ یہ آپ کا حق ہے البتہ اگر نہ آنا ہو تو قبل از وقت اطلاع دے دیں تا کہ بہتر انتظام کر سکوں۔

حضور شیخ اعظم علیہ الرحمہ کی عادت کریمہ تھی کہ گاہے بگاہے بوقت ضرورت اساتذہ کو طلب فرماتے اور کبھی کبھی بنفس نفیس اساتذہ کے پاس تشریف لاتے اور جامع اشرف کے حالات اور اساتذہ کی خبر وخیریت معلوم کرتے۔ ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ حضرت علامہ مفتی محبوب عالم اشرفی علیل تھے۔ ہماری نور الانوار کی گھنٹی تھی۔ ہم وقت مقررہ پر درسگاہ پہونچ گئے۔ ہمیں دیکھ کر مفتی

صاحب بھی باوجود علالت و نقاہت کے قیام گاہ سے درسگاہ میں رونق افروز ہوئے۔ اتنے میں اچانک حضور شیخ اعظم تشریف لائے ہم سب کھڑے ہوکر سلام وآداب بجا لائے۔ حضور شیخ اعظم نے ارشاد فرمایا کہ مفتی محبوب صاحب خیریت تو ہے آپ کا چہرا مرجھایا ہوا ہے۔ مفتی صاحب قبلہ نے عرض کیا حضور طبیعت ناساز ہے۔ جب طلبہ آئے تو ارادہ کیا کہ کچھ پڑھا دوں۔ حضور شیخ اعظم نے فرمایا نہیں مفتی صاحب نہیں، پڑھنا پڑھانا زندگی بھر ہوتا رہے گا، اب جائیں اور آرام کریں، پھر بہ اصرار تام مفتی صاحب کو آرام کے لئے قیام گاہ بھیج دیا۔

طلبه کے ساتھ شفقت و همدردی

حضور شیخ اعظم علیہ الرحمہ طلبہ کے ساتھ غایت درجہ لطف وکرم سے پیش آتے۔ ان کی ضروریات و جذبات کا خیال فرماتے۔ ان کے لئے معتدل ومتوازن غذا کا اہتمام فرماتے تاکہ ان کی صحت وتندرستی حد اعتدال سے خارج ہوکر علالت ونقاہت کا شکار نہ ہوجائے۔ آپ ہمیشہ طلبہ کو نصیحت فرماتے حصول علم کی ترغیب دیتے اور ارشاد فرماتے کہ درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے۔ میری دیرانہ خواہش ہے کہ تم ابنائے جامع اشرف علم نافع، عمل صالح، اعلیٰ سیرت اور پاکیزہ کردار کا گوہر آبدار بن کر نکلو اور مادر علمی کا نام، روشن کرو۔

آپ اکثر طلبہ کے ساتھ عربی میں گفتگو فرماتے جو طالب علم عربی میں کچھ گفتگو کر لیتا تو پھر آپ کا چہرا کھل اٹھتا اور بے پناہ مسرت کا اظہار فرماتے۔ جو طلبہ حصول علم میں محنتی و جفاکش ہوتے تو آپ ان کا بھرپور خیال فرماتے، ان کے لئے وظیفے مقرر فرماتے، سفر سے واپس تشریف لاتے تو انواع واقسام کے تحائف سے نوازتے اور حوصلہ افزائی فرماتے۔ درجۂ علیا کے ذی استعداد طلبہ کو بحیثیت معین المدرسین مقرر فرماتے اور بعد فراغت بعض کو اپنی سرپرستی میں چلنے والے کسی ادارہ میں بھیجتے اور بعض کو مادر علمی جامع اشرف ہی میں تدریسی خدمات پر مامور فرمادیتے۔ چنانچہ ان میں سے حضرت مولانا آفاق جامعی فرخ آبادی، حضرت مفتی فیاض عالم اشرفی جامعی، حضرت مولانا سیف خالد اشرفی جامعی، حضرت مولانا جمال الرافع اشرفی جامعی، حضرت مولانا مطلوب اشرفی جامعی، محبّ گرامی حضرت مولانا غلام غوث اشرفی جامعی پورنوی اور حضرت مولانا جابر احمد اشرفی جامعی پیلی بھیتی قابل ذکر ہیں اور اب تو نقشہ ہی کچھ اور ہے زیادہ تر اساتذہ جامعی ہیں جو بڑے فعال و متحرک، فرض شناس اور شب وروز اپنی ذمہ داریوں کی تکمیل میں مصروف عمل ہیں۔ یہ سب کچھ حضور شیخ اعظم علیہ الرحمہ کی نگاہ لطف وکرم کا ثمرہ ہے۔ فجزاہ اللہ عنا احسن الجزاء۔

حضور شیخ اعظم کی امانت و دیانت داری

اس پر آشوب دور میں ہر چہار جانب امانت ودیانت داری کا فقدان نظر آرہا ہے۔ قوم مسلم اپنے خون پسینہ کی کمائی سے صدقات وعطیات غریب ونادار اور یتیم ومفلوک الحال طلبہ کے لئے دیتے ہیں اور درحقیقت وہی ان کے مصرف ہیں۔ ادارہ کا مہتمم وناظم اعلیٰ ان کے امین ہوتے ہیں لہٰذا اگر ان میں بے احتیاطی اور ذرہ بھر خیانت ہوئی تو یہ اس کے لئے وبال جان اور باعث خسران ونقصان ہے۔ رب تبارک وتعالیٰ کا فرمان عالی شان ہے۔ ان الذین یأکلون اموال الیتمیٰ ظلما انما یاکلون فی بطونھم نارا۔ یعنی وہ جو یتیموں کا مال ناحق کھاتے ہیں وہ تو اپنے پیٹ میں آگ ہی بھرتے ہیں۔ حدیث شریف میں ہے روز قیامت یتیموں کا مال کھانے والے اس طرح اٹھائے

جائیں گے کہ ان کی قبروں سے اوران کے منہ اور کانوں سے دھواں نکلتا ہوگا تو پہچانیں گے کہ یہ یتیموں کا مال کھانے والے ہیں۔ایک اورحدیث شریف میں ہے کہ منافق کی تین نشانیاں ہیں،جب بات کرے تو جھوٹ بولے۔وعدہ کرے تو خلاف کرے۔امانت رکھی جائے تو خیانت کرے۔

اس تناظر میں اگر حضور شیخ اعظم علیہ الرحمہ کو دیکھتے ہیں تو آپ امانت ودیانت داری اورتقویٰ شعاری کے اعلیٰ مراتب پر فائز نظر آتے ہیں۔چنانچہ جب آپ سفر سے واپس تشریف لاتے اور آپ کے پاس جامع اشرف کی رقوم ہوتیں تو بلا کسی تاخیر کے آفس انچارج کے حوالے فرما دیتے اور ارشاد فرماتے کہ یہ میرے لئے سانپ ، بچھو ہیں، یہ میرے لئے آگ ہیں۔از اول تا دم وصال جامع اشرف کا ایک حبہ تناول نہیں فرمایا۔فقیر راقم الحروف نے بارہا اپنے کانوں سے سنا اور اس بار بھی عرس مخدومی کے بعد جب آپ نیو ہاسٹل کی سنگ بنیاد رکھنے کے لئے تشریف لائے تو مولانا شاہد رضا مدرس جامع اشرف وناظم مطبخ سے فرمایا، کھانے کا انتظام ہے؟ مولانا نے عرض کیا جی ہاں! حضور نے فرمایا کہاں سے انتظام کیا ہے؟ عرض کیا میں نے اپنے گھر سے انتظام کیا ہے جامع اشرف سے نہیں۔ارشاد فرمایا،واللہ آج تک میں نے جامع اشرف کی ایک روٹی بھی نہیں کھائی ہے۔بیشک آپ نے اپنی خونِ سیادت کو اس میل کچیل سے ملوث ہونے نہیں دیا خود محفوظ رہے اوراپنی اولاد کو بھی محفوظ رکھا۔

☆☆☆☆

سوال وجواب

سوال : یہودیوں کے زیر اثر چلنے والے درج ذیل اداروں کا انگریزی میں شارٹ فارم کیا ہے؟

(1) اقوام متحدہ (2) عالمی مالیاتی فنڈ (3) عالمی بینک

جواب: (1) (U.N.O.) (2) (I.M.F.) (3) (W.B.)

(یہود ونصاریٰ کی اسلام کے خلاف سازشیں 60)

سوال : یہودی ''پروٹوکولز''(PROTOCOLS) کا پورا نام کیا ہے؟

جواب: PROTOCOLS OF THE ELDERS OF ZIONS (یہودی پروٹوکولز)

سوال : انٹرنیٹ کا آغاز کس سن عیسوی میں کہاں ہوا اوراس نظام کا موجد کون ہے؟

جواب: 1969 امریکی محکمۂ دفاع کے دفاتر پینٹاگون میں ہوا اس کا موجد یونیورسٹی آف کیلی فورنیا کا ایک پروفیسر ہونارڈ میکن روک ہے۔

سوال : ماسونیت کو انگریزی میں کیا کہا جاتا ہے اوراس کی سب سے پہلی مجلس کہاں ہوئی؟

جواب: انگریزی میں اسے (FREE MASON) کہا جاتا ہے اوراس کی سب سے پہلی مجلس یروشلم میں ہوئی۔

(یہود ونصاریٰ کی اسلام کے خلاف سازشیں 53)

اس چمن میں جشن بہاراں تمھیں سے ہے !

مفتی محمد نذر الباری اشرفی جامعی استاذ جامع اشرف، ساکن چندر گاؤں، بائسی، پورنیہ، بہار

آپ نے مدینۃ العلماء کا نام سنا ہوگا۔ یہ ملک ہندوستان کی قدیم ریاست بہار کا ایک مشہور ومعروف ضلع پورنیہ ہے اس کی ایک تحصیل بائسی ہے جہاں کی آبادی کا ایک معتدبہ حصہ علم دین سے آراستہ ہے اسی وجہ سے دانشور طبقہ کے نزدیک اس کو مدینۃ العلماء کہا جاتا ہے۔

۱۹۶۰ء بلکہ اس سے بھی پہلے کی بات ہے جب کہ یہاں کی معیشت مضبوط تھی اور لوگوں کو اپنی روزی روٹی کے لئے کہیں اور جانے کی ضرورت نہیں تھی۔ بلکہ قرب جوار کے دیگر اضلاع کے لوگ یہاں آکر کمائی کیا کرتے تھے۔لیکن اس علاقے کو دین وسنیت اور حکمت دانشوری کے طور پر جو مقام حاصل ہوا یہ اس کے بعد ہوا ہے۔جب اولیاء کرام اور مشائخ عظام نے اپنے قدوم میمنت سے اس علاقے کو سرفراز فرمایا، وقت کے نابغۂ روزگار مشائخ اور بزرگان دین نے جب اپنی توجہ خاص فرمائی تو وہاں کی جہالت وتاریکی اور ضلالت وگمراہی چھٹ گئی۔

آمد شیخ اعظم

بیسویں صدی کے نصف تک یہاں کی مسلم آبادی میں سنیت کے تعلق سے خاطر خواہ بیداری نہیں تھی بلکہ اس دور میں لوگ منت اللہ رحمانی مونگیری کے دام فریب میں جکڑے ہوئے تھے۔اور جو کچھ بھی ہلکی پھلکی بیداری تھی تو وہ احسان ہے حضرت مولانا نذیر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا موصوف اس علاقے میں ''بغدادی مولانا'' سے مشہور تھے اور اس علاقہ پورنیہ میں بہت پہلے سے تشریف لاتے تھے۔جب ان کی عمر مکمل ہونے لگی اور اس علاقہ کا آخری دورہ فرمایا تو آپ بارہا کہا کرتے تھے کہ یہ میرا آخری سفر ہے۔کیونکہ اب ہم خانہ کعبہ کی زیارت کو جائیں گے پھر دوبارہ آنے کی کوئی امید نہیں ہے۔تو اسوقت کے بزرگ حضرات اور علماء کرام نے عرض کیا کہ حضور! آپ کے بعد اب ہمارے یہاں کون تشریف لائیں گے؟ تو حضرت بغدادی صاحب فرماتے تھے کہ گھبراؤ نہیں، ہم کچھوچھہ شریف کے اعلیٰ حضرت ہم شبیہ غوث جیلاں سید شاہ علی حسین اشرفی میاں کے مرید وخلیفہ ہیں انشاءاللہ وہاں سے کوئی نہ کوئی ضرور آئیں گے۔جب آپ کا وصال ۱۹۵۶ء میں ہوا اور مدتوں کوئی شہزادۂ خانوادۂ اشرفیہ تشریف نہیں لائے تو لوگوں کی پریشانی بڑھ گئی۔البتہ ایک مرتبہ موضع بستہ ڈانگی ضلع اتر دیناجپور مغربی بنگال میں ایک جلسہ منعقد ہوا۔جس میں سلطان المناظرین مخدوم الملت حضرت سید محمد محدث اعظم ہند علیہ الرحمۃ تشریف لائے تھے۔ موبیہ اور بائسی کے متعدد معزز حضرات حضور محدث اعظم ہند علیہ الرحمۃ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنا مدعا پیش کیا کہ حضور ہماری رہنمائی کے لئے کوئی شہزادہ چاہیئے۔حضور محدث اعظم نے فرمایا گھبراؤ نہیں کوئی ضرور آئے گا۔چند سال گذرنے کے بعد ایک مرتبہ

حضرت مولانا قمر الدین صاحب اشرفی ساکن نورکانی ٹولہ، بتیا سعدی پور، بائسی نے حضور شیخ اعظم علیہ الرحمہ کو ساتھ لے کر بائسی اور اس کے اطراف میں پہونچے تو موبیہ کے لوگوں نے خصوصیت کے ساتھ دعوت پیش کی اور آپ موبیہ تشریف لے گئے۔حضور شیخ اعظم کا اس علاقے میں یہ پہلا تبلیغی دورہ تھا جو آپ کی فراغت کے ۹واں مہینہ میں ہوا اور آپ کی فراغت ۱۹۵۷ء میں ہوئی ہے۔آپ نے اپنے والد محترم مخدوم المشائخ حضرت علامہ مولانا مفتی الحاج الشاہ سید محمد مختار اشرف اشرفی جیلانی قدس سرہ النورانی کے حکم کے مطابق یہ تبلیغی دورہ شروع فرمایا تھا۔شاہدین کے مطابق اس وقت آپ رام پوری ٹوپی لگائے ہوئے تھے۔

سلسلۂ ارادت کا آغاز

جب آپ اس اولین دورہ میں موبیہ تشریف لے گئے تو وہاں تین اشخاص نے آپ کے دست اقدس پر بیعت کی (۱) حاجی عنایت اللہ اشرفی (۲) محمد عزیز الرحمان اشرفی (امین صاحب) (۳) منشی محمد تفضّل حسین اشرفی ان تینوں میں سے آخر الذکر ابھی باحیات ہیں۔ان کا اور منشی رحمت اللہ اشرفی و دیگر ساکنان موبیہ کا بیان ہے کہ حضور شیخ اعظم علیہ الرحمہ کی حیات مبارکہ میں آپ کی یہ پہلی مجلس ارادت ہے اور یہ تینوں حضرات حضور شیخ اعظم علیہ الرحمہ کے اولین مرید ہیں اسی وجہ سے حضور شیخ اعظم علیہ الرحمہ کی زبان اقدس سے یہ بارہا سنا گیا کہ ’’میں موبیہ کو کیسے بھول سکتا ہوں جہاں سے میری رشد و ہدایت اور تبلیغی امور کا آغاز ہوا ہے‘‘اسی لئے آپ اس علاقۂ قدیم پورنیہ میں جہاں کہیں بھی مدعو ہوتے تھے تو ضرور موبیہ میں تشریف لاتے تھے۔اور آپ نے اس گاؤں کو اپنا مسکن اور آرام گاہ قرار دیا تھا۔حضور شیخ اعظم علیہ الرحمہ نے اپنے اس اولین دورہ کے بعد سے لے کر اخیر عمر تک بے شمار دورہ فرمایا۔مسلسل مریض رہتے ہوئے اور چلنے سے مجبور ہونے کے باوجود بھی دین وسنیت کی جذبہ خدمت نے کئی دورے کرنے پر مجبور کر دیا اور گم گشتگان راہ حق کو صراط مستقیم پر گامزن فرمایا۔

حضور شیخ اعظم علیہ رحمۃ الباری کو اللہ وحدہ لاشریک نے بے پناہ خوبیاں عطا کی تھی۔آپ اپنے وقت کے جہاں ایک عظیم مدرس تھے وہیں پر ایک عظیم مبلغ، خطیب، محرک اور مسیحائے وقت ہونا بھی آپ ہی کا حصہ تھا۔انہی خداداد صلاحیت کو بروئے کار لاتے ہوئے آپ نے دین وسنیت کی جم کر آبیاری فرمائی۔آپ نے تبلیغی کارنامے صرف ہندوستان ہی میں نہیں بلکہ عالمی مبلغ ہونے کی حیثیت سے بیرون ممالک بھی مذہب وملت کی تبلیغ فرمائی ہے۔اور یہ مختصر سی تحریر ان تمام کارنامے کا حامل نہیں ہے۔سر دست قدیم پورنیہ کی دینی خدمات کی جھلک آپ کی نذر ہے۔

بائسی علاقہ کا ایک گاؤں کھپڑہ گوہاس ٹولہ ہے جو بائسی سے شمال ۶، ۷ کیلومیٹر دور اور موبیہ سے قریب واقع ہے۔اس گاؤں کے تعلق سے متعدد اشخاص نے یہ ذکر کیا کہ یہاں پر دیوبندی اور گمراہ عقائد کے ماننے والے بہت زیادہ تھے بلکہ پورا گاؤں گمراہیت میں ڈوبا ہوا تھا۔ایک مرتبہ حضور شیخ اعظم علیہ الرحمہ پیدل یا بیل گاڑی میں سوار ہوکر اس گاؤں میں پہونچے اور محفل میلاد شریف میں شان مصطفی ﷺ اور عشق رسول ﷺ پر مختصر مگر دلکش و دلنشیں گفتگو فرمائی۔پھر کیا تھا گاؤں والے اپنی بدعقیدگی سے تائب ہوکر حضور شیخ اعظم علیہ الرحمہ کے دست اقدس پر بیعت ہوگئے اور الحمد للہ آج بھی وہاں سنیت قائم ہے۔

دعوت مباهله اور فتح مبین

منت اللہ رحمانی مونگیری جو اس علاقے میں اپنا اثر رسوخ گہرا کر چکا تھا اور لوگوں میں بدعقیدگی کو بڑھاوا دے رہا تھا۔اس وقت اس کے ناپاک عزائم اور کوششوں کو جس ذات نے پامال کیا اور مسلمانوں کے عقائد واعمال کی بھر پور اصلاح فرمائی وہ حضور شیخ اعظم علیہ الرحمہ والرضوان کی ذات بابرکات ہے۔آپ نے ہر طرح سے مسلمانوں کے دین ومذہب کی حفاظت صیانت فرمائی۔حافظ وقاری ظہور عالم اشرفی ساکن موبیہ کے بقول موضع دلالی، کشن گنج میں ایک صاحب ہم شبیہ غوث جیلاں حضور اعلیٰ حضرت اشرفی میاں کے مرید تھے۔وقت رحلت انہوں نے اپنے پوتے کو وصیت کی کہ تم کسی ایسے ویسے سے مرید مت ہوجانا۔گمراہ اور بدمذہب بھی پیر بنے پھرتے ہیں۔ہاں !اگر کچھوچھہ شریف سے کوئی بزرگ آجائیں تو مرید ہوجانا۔دادا کی رحلت کے بعد وہ پوتا وصیت پر عمل کرنے کے فراق میں لگا رہا۔ایک مرتبہ جب حضور شیخ اعظم علیہ الرحمہ والرضوان بائسی علاقے میں تشریف لائے تو اس پوتے نے مولانا مجیب الرحمٰن صاحب رشیدی ساکن بتھا سعدی پور بائسی سے دادا کی وصیت بیان کیا اور ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ حضور شیخ اعظم سے آپ کی بارہا ملاقات رہی ہے آپ کو اچھی طرح پہچانتے ہیں۔اسی لئے آپ ہماری طرف سے حضور شیخ اعظم کو دعوت پیش کردیں، مہربانی ہوگی۔مولانا مجیب الرحمٰن صاحب رشیدی نے حضور شیخ اعظم سے سارا واقعہ بیان کردیا۔آپ نے دعوت قبول فرمالی، وقت موعود پر آپ بیل گاڑی پر سوار ہوکر داعی کے گھر تشریف لے گئے۔راستے میں آپ کی بیل گاڑی کے کچھ آگے ایک دوسری بیل گاڑی جارہی تھی آپ نے بہلوان سے فرمایا، آگے والی گاڑی میں کون شخص ہے جو ایک عربی کی طرح سر پر رومال اور اس پر رسی کا ڈورا لگائے ہوا ہے؟ بہلوان نے جواب دیا، حضور! یہ منت اللہ رحمانی مونگیری ہیں۔آپ نے فرمایا کہ کہاں جارہا ہے؟ بہلوان نے جواب دیا جس کے گھر آپ تشریف لے جارہے ہیں اسی کے خاندان کے ایک دوسرے فرد نے ان کو دعوت دیا ہے اور دونوں کا گھر بالکل متصل ہے۔البتہ آپ کے لئے الگ بیٹھک کا انتظام ہے اور ان کی بیٹھک الگ ہے۔آپ نے فرمایا، ٹھیک ہے چلو! گاڑی ہانکو!۔مغرب سے کچھ پہلے وہاں پہونچے، اذان ہوئی آپ نے نماز مغرب ادا کی، ناشتہ کیا، پھر لوگوں سے ملاقات ہوتی رہی اور ان سے دین وسنیت کے حوالے سے گفتگو چلی۔دوران گفتگو داعی موصوف نے ایک عریضہ حضور شیخ اعظم کی بارگاہ میں پیش کیا کہ حضور آپ سادات میں سے ہیں لیکن وہ (منت اللہ رحمانی) بھی اپنے آپ کو سید کہلاتے ہیں، حالانکہ ایسا نہیں ہے۔لہٰذا آج ہم لوگ اصلی اور نقلی سید دیکھنا چاہتے ہیں۔حضور شیخ اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان یہ سن کر کچھ دیر کے لئے اپنی آنکھوں کو بند کرلے تے ہیں۔پھر فرماتے ہیں کہ ایسا کرو! دو کڑھائی میں تیل کو جوش دو، جگہ کا انتخاب کشن گنج یا بہادر گنج میں سے جو چاہو کرلو، اور ہم تمہیں (داعی) مرید کرکے اس جوش مارتے ہوئے کڑھائی میں ڈالیں گے اور اس کی بقیہ پوری ذمہ داری میری ہوگی، اور منت اللہ رحمانی سے کہو کہ وہ اپنی ذمہ داری بتائے جب یہ خبر منت اللہ رحمانی کو پہونچائی گئی تو اس نے کہا کہ ہم اس کا جواب صبح دیں گے۔جب صبح ہوئی اور جواب کے لئے لوگ پہونچے تو معلوم ہوا کہ وہ آدھی رات ہی میں اپنے خادم کے ساتھ سارا ساز وسامان چھوڑ کر فرار ہو چکا ہے۔یہ خبر جنگل کی آگ کی طرح پورے علاقہ میں پھیل گئی اور گاؤں والے جو کہ منت اللہ رحمانی کے ماننے والے تھے

اور وہ بھی جس نے اس کو دعوت دیا تھا سب کے سب تائب ہوکر حضور شیخ اعظم کے دست اقدس پر مرید ہو جاتے ہیں اور یہ سلسلہ صبح سے شام تک جاری رہا اور صرف اس روز چھ ہزار ساٹھ اشخاص تائب ہوکر مرید ہوئے۔

مخالفین کو ایک اور شکست فاش

حضور شیخ اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان نے اپنی خطابت کے ذریعہ بھی جہاں لوگوں کی اعتقادی اصلاح فرمائی اور انہیں راہ راست پر گامزن فرمایا ہے وہیں مخالفین، بدمذہبوں اور گمراہ گروں کو مات بھی دی ہے۔ ۱۹۷۵ء کی بات ہے حافظ ظہور عالم اشرفی نے بیان کیا کہ جہانگیر پور کشن گنج کے تمام باشندگان باطل عقائد رکھتے تھے اور سب کے سب اسی منت اللہ رحمانی کے مرید تھے۔ ایک رات اس گاؤں میں جلسہ ہوا اور منت اللہ رحمانی خصوصیت کے ساتھ مدعو تھا۔ جلسہ کی صبح کو مولانا شاکر عادل اشرفی ساکن جہانگیر پور نے گاؤں والوں سے کہا کہ میرے پیر صاحب اس وقت کشن گنج کی جامع مسجد میں تشریف فرما ہیں لہٰذا آپ لوگ پنڈال اور شامیانے لگا رہنے دیجئے، ہم آج ہی اپنے پیر صاحب کو لائیں گے اور اسی پنڈال میں آج کی شب جلسہ ہوگا۔ گاؤں والے بمشکل راضی ہوگئے، مولانا شاکر عادل صاحب اسی وقت کشن گنج جامع مسجد پہونچ کر مجھ سے ملے، سارا واقعہ سنایا اور حضرت کی بارگاہ میں دعوت پیش کرنے کا مجھے وکیل بھی بنایا۔ میں نے حضور شیخ اعظم کو دعوت پیش کی اور کہا کہ حضور! آپ کو آج ہی جہانگیر پور تشریف لے جانا ہے۔ آپ کا مرید مولانا شاکر عادل گاؤں والوں سے وعدہ کر چکا ہے۔ حضور شیخ اعظم نے مولانا شاکر عادل سے پوچھا۔ گاؤں کا نام کیا ہے؟ مولانا نے کہا جہانگیر پور، تو آپ نے برجستہ ارشاد فرمایا۔ یا مخدوم اشرف جہانگیر انشاء اللہ فتح آپ کی ہوگی۔ بہر حال آپ چلے اور مغرب کی نماز اسی گاؤں میں ادا فرمائے، پھر لوگوں کی آمد کا سلسلہ شروع ہوا، آپ کی زیارت سے فیض یاب ہوتے رہے۔ اس گاؤں کا صاحب سردار ایک مکھیا تھا، اس کے پیٹ میں اچانک بہت زیادہ درد شروع ہوا اور کافی پریشان ہوگیا، دیکھتے ہی دیکھتے اس کی حالت دگرگوں ہوگئی، اس کی تڑپ اور اضطرابی کیفیت دیکھ کر لوگ اس کی حیات سے بھی مایوس ہونے لگے، ایک آدمی بھاگتا ہوا حضور شیخ اعظم کے پاس پہونچا اور یوں عریضہ پیش کیا۔ حضور! مکھیا صاحب کے پیٹ میں بہت زیادہ درد ہو رہا ہے، اسکی حالت دیکھی نہیں جارہی ہے وہ بچنے کے لائق نہیں ہیں۔ حضور کچھ کیجئے! آپ نے فوراً ایک گلاس پانی منگوایا اور اس پر آپ نے دم کیا اور ارشاد فرمایا، جاؤ! پانی پلادو انشاء اللہ شفاء ملے گی۔ وہ آدمی فوراً واپس ہوا اور مکھیا صاحب کو دم کردہ پانی پلایا، پانی پیتے ہی اس کو سکون ملا اور اٹھ بیٹھا، ایسا لگا کہ کچھ ہوا ہی نہیں تھا۔

بہر کیف، اس کے بعد گاؤں کے لوگ جلسہ گاہ پہونچے عشاء کی نماز کے بعد جلسہ کا آغاز ہوا، حضرت جلسہ گاہ تشریف لے گئے، علماء کرام کے بیانات ہوئے، پھر آخر میں حضور شیخ اعظم نے حاضرین سے خطاب فرمایا اور ایسے دلنشین ودلکش انداز میں آپ نے عقائد اہل سنت کو پیش کیا اور باطل عقائد کے بطلان پر دلائل وبراہین سامنے رکھے کہ ایک عام آدمی بھی موازنہ کرسکتا تھا اور احقاق حق وابطال باطل پر قادر تھا، نتیجہ یہ ہوا کہ تمام حاضرین مجلس نے ان گمراہ عقائد سے توبہ کیا۔ پھر جلسہ ختم ہونے کے بعد فجر کی نماز ادا کی گئی، بعدہ سبھی لوگ حضور شیخ اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان سے مرید ہوگئے۔ اس جلسہ میں متعدد علماء کرام شریک تھے مثلاً مولانا معین الدین صاحب بانساڑی، مولانا غلام مصطفٰے صاحب اور مولانا

ابوالعلیٰ صاحب کو چگڈھی وغیرہم قابل ذکر ہیں۔

جاہ و جلال کی تابانیاں

حضور شیخ اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان کی خطابت اور جمال وجلالت کا عالم یہ تھا کہ آپ کو جو سنتا وہ سنتا ہی رہ جاتا۔ ماقبل کی ساری باتوں کو بھول جاتا اور آپ کی بات پر سر تسلیم خم کر دیتا اور جو آپ کی زیارت کرتا وہ مخدومی فیضان سے مالا مال ہو جاتا۔ یہ آپ ہی کی خطابت تھی کہ ایک رات پہلے جس جگہ پر منت اللہ رحمانی کا جلسہ ہوا اور لوگ برسوں سے اس کے عقیدت مند تھے لیکن شیخ اعظم نے صرف ایک رات کی تقریر وہ بھی مختصر وقت میں اور چند لمحے کی ملاقات سے برسوں سے ضلالت کے دلدل میں پھنسے لوگوں کو راہ ہدایت پر گامزن کر دیا اور منت اللہ رحمانی کو ایک اور فاش ہزیمت سے نوازا۔ اس لئے پاسبان ملت علامہ مشتاق احمد نظامی علیہ الرحمہ سے یہ سنا گیا ہے ''پورنیہ، کشن گنج و بھاگلپور وغیرہ کے سینکڑوں جلسوں میں برسوں اظہار میاں میرے ساتھ ہوتے، میں تقریر کرتا، ذہن بناتا، جب جلسہ شباب پر ہوتا تو ایسے وقت میں وقت میں اظہار میاں کو اسٹیج پر بلواتا، شہزادۂ سمنان کا نعرہ لگواتا، ہر طرف دھوم مچ جاتی، مجمع عقیدت سے ان پر ٹوٹ پڑتا، ہزاروں افراد داخل سلسلہ ہوتے، سنیت کا ماحول بنتا مسلک اعلیٰ حضرت کی خوب خوب اشاعت ہوتی اور اس علاقہ سے وہابیت کا جنازہ نکل جاتا'' پاسبان ملت علامہ مشتاق احمد نظامی علیہ الرحمۃ والرضوان تو ایک مایہ ناز مقرر تھے ہی، اس پر حضور شیخ اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان کا حسن جمال، خطابت کا حکیمانہ اسلوب، دلوں کو اپنی طرف موہ لینے والا لب ولہجہ اور خطیب مشرق کے بعد آپ کی سحر انگیز خطابت جلسہ میں چار چاند لگا دیتی ہر طرف شہرہ ہی شہرہ ہوتا۔

حضور شیخ اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان کے جمال وجلال کا اندازہ آپ اس واقعہ سے بھی لگا سکتے ہیں کہ جب ہجلہ ومنڈیل گاؤں جو بائسی سے تقریباً ڈھائی تین کیلومیٹر مشرق میں واقع ہے میں سلطان المناظرین حضور محدث اعظم ہند علیہ الرحمہ نے وہاں کے لوگوں کی خواہش کے مطابق ایک مدرسہ کی بنیاد رکھنا چاہی تو لوگوں میں محل وقوع کے تعلق سے کچھ کشیدگی ہوگئی، پھر دونوں گاؤں کے لوگوں میں کافی تو تو میں میں ہونے لگی، حضور محدث اعظم ہند علیہ الرحمۃ وہاں موجود تھے لوگوں کی حرکتیں دیکھ کر پریشان ہوگئے، آپ انتظار کرنے لگے۔ اتنے میں حضور شیخ اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان جانے کہاں سے تشریف لے آئے اور جب لوگوں کی نظر آپ پر پڑی تو سب کے سب خاموش ہوگئے، کوئی چوں تک نہیں بول رہا تھا۔ آپ کا شاہانہ جلال دیکھکر سبھوں نے چپی سادھ لی۔ پھر آپ نے حضور محدث اعظم ہند علیہ الرحمہ سے فرمایا کہ حضور! آپ سنگ بنیاد رکھیں۔ اس کے بعد سارا کام انجام پایا اور حضور شیخ اعظم وہیں موجود رہے اور مدرسہ کا نام الجامعۃ الاشرفیہ مظہر العلوم رکھا گیا۔ یہ واقعہ خلیفۂ حضور سرکار کلاں حضرت مولانا محمد ادریس اشرفی علیہ الرحمہ نے عرس سرکار کلاں کے موقعہ پر بیان فرمایا اور یہ آپ کا کچھوچھہ مقدسہ میں آخری بار آنا ہوا۔ اس کے شاہد مولانا پرویز عالم متعلم جامع اشرف ساکن جہان پور بائسی بھی ہیں اور مولانا محمد ادریس صاحب علیہ الرحمہ نے یہ بھی فرمایا کہ حضور شیخ اعظم کو کسی نے دعوت بھی نہیں دی تھی اور نہ ہی قرب جوار کے علاقے میں آپ کہیں مدعو تھے۔ اسی طرح جب آپ وہاں سے کھسکی ٹولہ پہونچے تو بھی کسی کو خبر نہ ہوئی۔

حضور شیخ اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان کی خطابت

اور حسن جمال کے تعلق سے مدیر ماہنامہ پاسبان الٰہ باد تحریر فرماتے ہیں کہ ''حسن صورت کے ساتھ حسن سیرت میں تو خود اپنی مثال آپ ہیں....ہندو پاک میں لاکھوں مرید آپ کے دامن سے وابستہ ہیں آپ کی تقریر عشق رسول اور عظمت اولیاء سے بھر پور ہوتی ہے ،انتہائی کامیاب اور اونچے مقرر ہیں آپ کے چہرے مہرے سے سیادت کا رعب وداب ٹپکتا ہے اور پیشانی سے عرفان ومعرفت کی شعاعیں پھوٹتی ہیں ،بس ایک تصویر ہے جسے دیکھتے رہئے۔(پاسبان مئی ۱۹۶۳ء)

حضور شیخ اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان کا رعب داب اور جاہ جلال کیا تھا آپ اس واقعہ سے بھی اس کا اندازہ لگا سکتے ہیں کہ موضع دھان گاڑا علاقہ بہادر گنج میں مولانا حسام الدین رشیدی مرحوم ساکن تارا باڑی کے مدرسہ میں جلسہ تھا، اس جلسہ میں حضور شیخ اعظم ،علامہ مشتاق احمد نظامی ،مولانا ابوالعلاء کوچگڈھ ،مولانا معین الدین بانسباڑی بائسی اور شاعر اسلام جناب اجمل سلطان پوری بھی مدعو تھے اور سبھی حضرات تین بیل گاڑی سے جلسہ گاہ جا رہے تھے ،راستے میں دریا عبور کرنا تھا ،ادھر مغرب کا وقت نکلا جا رہا تھا ،نماز مغرب سبھی حضرات جھیل میں پڑھ رہے تھے کہ اچانک ۲۵،۳۰ ڈاکوؤں نے گھیر لیا۔علامہ مشتاق احمد نظامی صاحب ودیگر افراد مارے خوف کے سہم گئے تھے ،نماز سے فارغ ہوتے ہی گاڑی میں گھس گئے اور نظامی صاحب نے برجستہ فرمایا کہ ''شہزادۂ سمنان وکچھوچھہ جانیں وہی سمجھیں سب کچھ ان کے ہاتھ میں ہے'' اس وقت حضور شیخ اعظم علیہ الرحمہ وظائف پڑھ رہے تھے کچھ دیر بعد جب آپ نے ڈاکوؤں کی طرف نظر اٹھائی تو سب اسلحہ لئے کھڑے تھے۔ آپ خاموشی کے ساتھ گاڑی پر بیٹھ گئے اور جلسہ گاہ کی طرف چل دئے ،اور جتنے ڈاکو تھے سب دیکھتے ہی رہ گئے۔

دینی قلعے کی تعمیر

حضور شیخ اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان نے جہاں لوگوں کو راہ راست پر لایا اور اہل سنت وجماعت میں داخل فرمایا وہیں پر ان کے دین وایمان کی حفاظت وصیانت کے لئے دینی واسلامی قلعے بھی تعمیر فرمائے۔ بلکہ یہ آپ کی خصوصیت رہی ہے کہ آپ نے جہاں کہیں بھی تبلیغی دورہ فرمایا اور قوم وملت کی اصلاح فرمائی تو وہاں اس کی بقاء وثبات کے لئے کوئی دینی ادارہ ضرور قائم فرمایا تا کہ وقت ضرورت اس ادارے سے دین وسنیت کا کام ہوتا رہے اور علاقہ بائسی ومضافات میں تو آپ نے دینی مدارس کا ایک جال ہی بچھا دیا ہے بلکہ اس فعل حسن کے موجد اول ہیں اور دیگر بانیان مدرسہ کے لئے مشعل راہ ثابت ہوئے۔آپ جدھر بھی نگاہ اٹھائیں آپ کو کوئی نہ کوئی مدرسہ ضرور نظر آئے گا اور یہ بات تو پورے وثوق سے کہی جا سکتی ہے کہ بنام ''اشرفیہ اظہار العلوم'' کی تعداد کے برابر کسی دوسرے نام سے اتنے مدارس نہیں مل سکتے ہیں۔ اور ان سب کے بانی حضور شیخ اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان ہی ہیں۔آپ نیپال میں دیکھیں وہاں کی سنیت کی حفاظت کے لئے بنام مدرسہ اشرفیہ اظہار العلوم قائم فرمایا۔ بائسی تحصیل میں آپ نے ایک مدرسہ بنام ''مدرسہ اشرفیہ اظہار العلوم'' موبیہ میں قائم فرمایا۔اس مدرسہ کی تعمیری سلسلہ سے ایک واقعہ یہ بیان کیا جاتا ہے کہ محمد کفیل الدین ساکن موبیہ اولا د نرینہ سے محروم تھے ایک لڑکے کی خواہش میں انہوں نے چار چار شادیاں کی مگر اولاد نرینہ سے تب بھی محروم رہے۔ایک مرتبہ تقریبا ۱۹۸۰ء میں حضور شیخ اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان وہاں تشریف لائے تو انہوں نے فریاد کیا کہ حضور! میری کوئی اولاد نرینہ نہیں ہے آپ دعا فرمادیں کہ کوئی لڑکا ہو جائے

اور میں مدرسہ اشرفیہ اظہار العلوم موبیہ میں ایک مکان بطور نذر پیش کروں گا ۔ حضور شیخ اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان نے بارگاہ الٰہی میں دعا فرمائی اور ایک سال کے اندر اس شخص کو اللہ تعالیٰ نے اس کی چوتھی بیوی کے بطن سے ایک خوبصورت لڑکا عطا فرمایا جس کا نام حضور شیخ اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان نے علاء الدین منتخب فرمایا پھر اس کو اپنے سلسلۂ ارادت میں داخل فرما کر سلسلۂ اشرفیہ کے فیضان سے مالا مال بھی فرمایا اور اس شخص نے اپنی نذر پوری کرتے ہوئے مدرسہ مذکورہ میں ایک مکان تعمیر کرائی جو آج بھی موجود ہے۔

بقول محمد کمیل اشرف شرفی، منشی رحمت اللہ اشرفی، حافظ ظہور عالم اشرفی، مولانا انوار عالم اشرفی، مولانا قیس رضا اشرفی ساکنان موبیہ اور مولانا صبغت اللہ رشیدی مصباحی ساکن چکلہ حضور شیخ اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان نے ایک فلاحی ادارہ بنام ''تنظیم المسلمین'' خاص بائسی میں قائم فرمایا جب آپ نے لوگوں کو اور عوام اہل سنت کو اپنی دینی ضرورتوں کی تکمیل کے لئے بدمذہبوں کے ادارے سے رجوع کرتے ہوئے دیکھا ۔ اور اس علاقے کے مشہور معروف ولی کامل، معارف حق آگاہ، زعیم العلماء، نباض قوم وملت فخر رشیدیت حضرت علامہ ومولانا غلام یٰسین صاحب قبلہ قدس سرہ النورانی ساکن تاراباڑی بائسی ومدفون چمنی بازار ضلع پورنیہ بہار نے اس ضرورت کا احساس کیا تو آپ دونوں اشخاص نے باہم مل کر ایسا ادارہ قائم کرنے کا منصوبہ بنایا جس سے عوام اہل سنت کی دینی، ملی ومذہبی ضروریات کی تکمیل ہوسکے۔ تو آپ نے ۱۹۷۳ء میں یہ ادارہ قائم فرمایا۔ پھر آگے چل کر اس کو مکتب کی شکل دی گئی اور اس میں بحیثیت مدرس مولانا اختر حسین رضوی ساکن ہرنتوڑ کو مقرر فرمایا ۔ پھر جب ضرورت پڑی تو اس کو دار العلوم کی شکل دی گئی جو آج اس علاقے میں دین وسنیت کے حوالے سے ایک پہچان رکھتا ہے۔

مدرسہ اشرفیہ مختار العلوم گھسکی ٹولہ چریّا بائسی بھی آپ ہی کا قائم کردہ ادارہ ہے ۔ ۱۹۶۱ء میں جب حضور شیخ اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان ڈگروا کے علاقے میں تشریف لے گئے تھے تو کچھ شریر دیوبندیوں نے واویلا مچایا تھا اور فساد پہ اتر آیا تھا لیکن آپ نے مصلحت سے کام لیتے ہوئے ان کے مقصد کو ناکام بنادیا اور آپ نے ایک مدرسہ بنام اشرف المدارس چاپنی ڈگروا پورنیہ میں قائم فرمایا اس مدرسہ کے لئے چاپنی ہی کے ایک مخلص جناب محمد کفیل صاحب نے زمین وقف کی تھی اور اسی سے متصل ایک مسجد بنام اشرف المساجد بھی قائم فرمایا اور ۱۹۸۳ء میں پیتر نگا تحصیل ڈگروا ضلع پورنیہ میں بنام دار العلوم اشرفیہ قائم فرمایا جب کہ اس میں جناب محمد نسیم صاحب اشرفی نے اپنی آراضی پیش کیا تھا ۔ موضع دسپتر ڈگروا میں ایک مدرسہ مصباح العلوم کے نام سے قائم ہے اس کے بانی حضرت مولانا نذیر احمد بغدادی رحمۃ اللہ علیہ ہیں ۔ مگر ان کی وفات کے بعد سے اب تک وہ مدرسہ حضور شیخ اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان کی عنایت وسرپرستی میں رہا ہے۔ اسی طرح موضع اسلام پور پاکپاڑہ تھانہ شری نگر ضلع پورنیہ کے باشندگان نے بھی آپ کی عقیدت میں بطور یادگار ایک ادارہ بنام مدرسہ اظہار العلوم قائم فرمایا ہے۔

کشن گنج ومضافات کی بات کریں تو آپ وہاں بھی درجنوں مدارس کے بانی وسرپرست نظر آتے ہیں ۔ خود کشن گنج کے اندر آپ نے دو مدرسے قائم کئے ایک کا نام دار العلوم حنفیہ ہے جو کھگڑہ میں واقع ہے ۔ غالباً یہ

کشن گنج علاقے کا اولین مدرسہ ہے اس مدرسہ کے قیام میں آپ کے ساتھ حضرت مولانا معین الدین مرحوم بانسباڑی بائسی بھی تھے ۔ اور دوسرا مدرسہ بنام مدرسہ اشرفیہ اظہار العلوم ہے جو تیگھریا میں واقع ہے۔ کشن گنج کے مضافات علاقہ ٹھاکر گنج میں جگہ جگہ آپ نے مدارس قائم کئے ۔ مثلا کھرنا ، دوپگھی ، میں مدرسہ اشرفیہ اظہار العلوم کے نام سے قائم فرمایا اور موضع بھوگ ڈابر میں ایک اشرفی جامع مسجد بھی قائم فرمائی ۔ایک مدرسہ آپ نے بنام الجامعۃ الاشرفیہ اظہار العلوم بہادر گنج میں قائم کیا۔ اسی طرح علاقہ پواخالی میں ایک مدرسہ دار العلوم غوثیہ محبوب یزدانی قائم فرمایا۔ یہ وہ مدارس ہیں جو آج اپنے علاقہ میں دین سنیت کی نمایاں خدمات انجام در ہے ہیں اور عوام اہل سنت کے ایمان و عشق رسول ﷺ کی حفاظت کرر ہے ہیں۔

ضلع کٹیہار میں بھی آپ نے کئی مدارس قائم کئے ہیں ۔ان میں مدرسہ الجامعۃ الاشرفیہ اظہار العلوم حورہ حجرہ سونا پور قابل ذکر ہے جہاں آج بھی با صلاحیت اور ذی استعداد اساتذہ کی نگرانی میں طالبان علوم اسلامیہ کو علم و آگہی اور عشق رسالت کا جام پلایا جارہا ہے ۔ اس کے علاوہ ایک مدرسہ جو اسی کے قریب میں واقع ہے اس کا نام ہے مدرسہ اشرفیہ قمر العلوم ۔اس کی بھی بنیاد آپ ہی نے رکھی ہے اور موضع راگھول تھانہ اعظم نگر کٹیہار میں بھی ایک مدرسہ الجامعۃ الاشرفیہ اظہار العلوم کے نام سے قائم فرمایا ہے۔

حضور شیخ اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان کا قائم کردہ اداروں کی یہ مختصر سی جھلکی تھی جن کا تعلق صرف اسی علاقے سے ہے وہ بھی سبھی ادارے و مدارس ضبط تحریر نہیں ہوسکے ۔لیکن اگر کوئی حضور شیخ اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان کے اس پہلو پر تحریر کرنا چاہے اور ہندوستان میں آپ کے قائم کردہ ادارے، مدارس اور تنظیمیں اپنی تحریر میں شامل کرلے تو یقیناً ہزاروں صفحات سیاہ ہوجائیں گے مگر پھر بھی وہ دعویٰ کے ساتھ یہ نہیں کہ سکتا ہے کہ ہم نے تمام ادارے ، مدارس ، مساجد اور تنظیموں کو لکھ لیا ہے کیوں کہ آپ کی تبلیغی خدمات اور دینی دورے ایسے ایسے مقامات اور علاقوں میں ہوئے ہیں جہاں تک پہونچ پانا اتنا آسان نہیں ہے۔

پیدل مارچ

حضور شیخ اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان کے تعلق سے یہ بارہا سنا گیا اور آپ خود بتاتے تھے کہ علاقہ بائسی پورنیہ و مضافات میں آج سے چند سال پہلے تک لوگ عموما بیل گاڑیوں پر سفر کرتے تھے ۔کیونکہ بیل گاڑی باسانی ہر جگہ پہونچ جاتی تھی ۔اسی لئے لوگوں نے مجھے بھی اسی بیل گاڑی پر بٹھا کر ایک جگہ سے دوسری جگہ پہونچا یا۔ لیکن اس علاقے کے راستے و عوامی گذرگاہوں کا اگر جائزہ لیا جائے اور جو لوگ اس علاقے میں رہتے ہیں اگر ان سے پوچھا جائے تو یقیناً آپ کو یہ سن کر حیرت ہوگی کہ ان مصائب و آلام میں کس طرح حضور شیخ اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان نے دین وسنیت کی خدمات کی ہے۔ کیوں کہ ابھی ادھر کچھ سالوں سے کچھ حد تک راستے اور سڑکیں بہتر ہوئیں ہیں ورنہ پہلے تو لوگ بیل گاڑی سے بھی جانا پسند نہیں کرتے تھے وجہ یہ تھی کہ جا بجا گڈھے، دلدل ، اور آڑان وغیرہ تھے اور انہیں بار بار اترنا چڑھنا پڑتا تھا۔ بلکہ آدھے سے زائد راستہ پیدل ہی طے کرنا پڑتا تھا۔اسی لئے اگر یہ کہا جائے کہ حضور شیخ اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان نے اس علاقہ میں تبلیغ دین اسلام کے لئے پیدل مارچ کیا ہے تو یہ حقیقت سے انکار نہیں ہے۔

حضور شیخ اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان جب بھی اس علاقے میں تشریف لاتے تو جلسے ،کانفرس وغیرہ منعقد ہوتے ہی تھے اور آپ کی شرکت ضروری ہوتی تھی۔مگر شاہدین ،ماتھے کی آنکھوں سے دیکھنے والے بیان کرتے ہیں کہ آپ صرف جلسے اور کانفرسوں پر ہی اکتفاءنہیں کرتے بلکہ آپ گھر گھر جا کر لوگوں کی اصلاح کرتے اور بلاتفریق مسلک وملت ہر ایک کے یہاں تشریف لے جاتے اورانکی بدعقیدگی کی اصلاح فرماتے تھے۔آپ خوداپنے ایک انٹرویو میں فرماتے ہیں۔

''میں نے کشن گنج اور پورنیہ کے علاقہ میں یہ محسوس کیا کہ اکثرلوگوں کے وہابیوں کی جماعت میں شریک ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ان کے علاقہ میں وہابی مبلغین کادورہ ہوتاہے۔یہ لوگ وہابیوں کی ظاہری صورت کودیکھ کران کی جماعت میں شامل ہوگئے ہیں۔ ان علاقوں کے معتدل مزاج لوگوں نے مجھےاپنے یہاں آنے کی دعوت دی میں نے ان لوگوں کی دعوت کوقبول کیااور میراان لوگوں کے گھر قیام رہا۔یہ لوگ میرے سامنے اپنی بدعقیدگی سے توبہ کیا۔پھر میں نے ان کے گھر سے ہی تبلیغ کا سلسلہ شروع کیا۔میں جس گھر میں جا تا وہاں کے لوگ اپنی بدعقیدگی سے توبہ کرکے میرے ہاتھ پر بیعت ہوجاتے''(معارف شیخ اعظم)

حضور شیخ اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان نے جس فراست اور حکیمانہ انداز سے لوگوں کو صراط مستقیم پر گامزن فرمایاہے یہ انہیں کا حصہ ہے ۔آپ بلا خوف لومۃ لائم ہر ایک کے یہاں تشریف لے گئے وہ چاہے کسی بھی مکتبۂ فکر سے تعلق رکھتا ہو۔آپ درج ذیل اقتباس کوبغور ملاحظہ کریں یقیناًشریعت وطریقت،دعوت تبلیغ کا حکیمانہ اسلوب اور ایک داعی دین کی تربیت کے ایسے جواہر پارےملیں گے جوبمشکل تمام ملتے ہیں۔

''ایک بار ضلع پورنیہ کے ایک گاؤں میں ایک ایسے شخص کے گھر آپ کا قیام ہوا جولوگوں میں دیوبندی مشہور تھااور وہ پورے محلے سے کٹا ہوا تھا۔اس شخص کے گھر آپ کے قیام فرمانے سے سنی عوام میں اضطراب کی کیفیت پیدا ہوگئی ۔لوگ آپس میں چہ میگوئیاں کرنے لگے لیکن کسی کو آپ سے کچھ کہنے کی جرأت نہیں ہوئی کیونکہ سب کومعلوم تھا کہ جس شخص کے گھر میں شیخ اعظم نے قیام فرمایا ہے وہ لوگوں میں دیوبندی مشہور ہے اور یہ بات حضور شیخ اعظم کے علم میں بھی ہے آپ کے قیام کے دوران گھر والے نے آپ کے شب روز کے معمولات دیکھے ،آپ کی مجلسی گفتگو کو بار بار سنا،جس کا اثر یہ ہوا کہ دوسرے دن گھر والا اپنے اہل وعیال کے ساتھ آپ کے ہاتھ پر مرید ہوگیا اور پھر رفتہ رفتہ اس نے دیوبندیوں سے اپنے رابطے ختم کر لئے ۔آج اس شخص کا پورا گھر سنی ہے ۔یہ بات جب حضرت علامہ مشتاق احمد نظامی علیہ الرحمۃ کومعلوم ہوئی توانہوں نے شیخ اعظم سے فرمایا''میاں ! آپ نے بڑااچھا کام کیا جس شخص کے گھر آپ نے قیام کیا تھا وہ اپنے علاقہ میں دیوبندی مشہور تھا ،الحمدللہ آپ کے ذریعہ اس کواور اس کے گھر والوں کو ہدایت مل گئی اور سب سنی صحیح العقیدہ ہوگئے''

علامہ مشتاق احمد نظامی علیہ الرحمہ کی اس بات پر حضور شیخ اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان نے دور حاضر کے بعض سطحی ذہن رکھنے والے علماء پرتعریض کرتے ہوئے کہا'' گھر کا مالک اپنے گھر کے لوگوں کے ساتھ سنی بن گیا اور سب میرے ہاتھ پر مرید ہوگئے اس لئے شخص مذکور کے گھر میں میرا قیام اچھا تھااور اگر وہ مرید نہ ہوئے

ہوتے اور سنی نہ بنے ہوتے تو اس وقت اس کے گھر میں میرا قیام کے تعلق سے کیا فتویٰ ہوتا؟ شخص مذکور کے سنی نہ ہونے کی صورت میں اگر میرے مذکورہ عمل پر ناجائز ہونے کا فتویٰ لگ جاتا اور میں مفتیوں کے بقول شریعت کی نظر میں مجرم ٹھہرتا تو بتائیے اس طرح کا پر خطر عمل اپنے سر میں کیوں لینے چلا اور تبلیغ کے معاملے میں ایسا خطرہ مول لینے پر بھلا کون راضی ہوگا پھر تو تبلیغ کا معاملہ عام کیسے ہو سکے گا؟ میرے خیال میں علماء کرام کو حدیث شریف ''لاتجالسوھم ولاتواکلوھم'' (بدمذہبوں کے ساتھ نہ اٹھو بیٹھو اور نہ ان کے ساتھ کھاؤ پیو) پڑھتے وقت اس بات کو ملحوظ رکھنا چاہئے کہ ممانعت ان لوگوں کے حق میں ہے جو بدمذہبوں کی صحبت میں اٹھنے بیٹھنے سے ان کے اثر کو قبول کرلیں گے جیسے عوام الناس لیکن وہ لوگ جو ان پر اپنا اثر ڈال دیں گے اور ان کی بدعقیدگی سے اپنے آپ کو متأثر ہونے نہیں دیں گے تو ان کے لئے بدمذہبوں کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے کی ممانعت کا حکم نہیں بلکہ انہیں چاہئے کہ ان کو اپنی صحبت میں آنے جانے کا موقع دے کر اپنے حسن تدبر سے ان کو صحیح راستے پر لانے کی کوشش کریں''

مذکورہ واقعہ واقتباس اگر آپ نے یونہی پڑھا ہے تو ذرا پھر سے محبت کے ساتھ پڑھیں کہ حضور شیخ اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان نے کس جذبۂ ایمانی سے دینی فریضہ کو انجام دیا ہے اور دور حاضر کے مبلغین کی کس طرح تربیت فرمائی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج ہماری دینی دعوت و تبلیغ صرف اپنوں تک محدود ہو کر رہ گئی ہے کیونکہ دوسروں کو آپ نے پہلے ہی اپنے سے دور بہت دور اور متنفر کر دیا ہے۔ آج یہ ہمارے لئے لمحۂ فکریہ ہے اور ضرورت ہے حضور شیخ اعظم کے طریق کار پر عمل کرنے کی۔

حضور شیخ اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان کا گھر گھر پہونچ کر دینی خدمات و ترویج اشاعت کے واقعات بے شمار ہیں اگر اس کو لکھنا چاہے تو ہزاروں صفحات بھر سکتے ہیں۔ البتہ ایک واقعہ نذر قارئین ہے۔

ابھی کچھ دنوں پہلے استاذ الاساتذہ عالم باعمل تلمیذ ملک العلماء حضرت علامہ ومولانا غلام عبدالقادر رشیدی صاحب قبلہ ساکن چکلہ نے مجھ سے بیان فرمایا کہ حضرت علامہ مولانا محمد شریف صاحب مرحوم ساکن پہر یا بائسی یہ حضور شیخ اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان کے خادم ہوا کرتے تھے اور جب بھی حضور شیخ اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان کا اس علاقہ میں دورہ ہوتا تو مولانا موصوف ضرور ساتھ میں ہوتے تھے۔ بڑے خوش مزاج تھے اور خوش مزاجی بھی اچھی طرح کر لیتے کرتے اور حضور شیخ اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان کو اپنی رفتار و گفتار سے خوش کرنا ان کا محبوب مشغلہ تھا۔ اسی لئے بہت حد تک حضور شیخ اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان بھی ان سے خوش طبعی فرما لیتے تھے۔ ایک مرتبہ جب آپ کا اس علاقہ میں دورہ ہوا تو لوگوں نے اپ کو فرداً فرداً دعوت پیش کیا۔ لوگوں کی عقیدت کو محلوظ رکھتے ہوئے آپ نے سب کی دعوت قبول فرمالی۔ وقت مقررہ پر لوگوں کے گھر تشریف لے گئے تو پر تکلف ضیافت سے ٹائم زیادہ لگ رہا تھا اور سب کے یہاں دئے گئے وقت پر نہیں پہونچ پا رہے تھے۔ لیکن تاخیر ہی سہی مگر پہونچے۔ دوسرے دن جب دوسرے گاؤں کے لوگوں نے اسی طرح دعوت دی تو آپ نے یہ شرط لگادی کہ کھانا وغیرہ نہیں کھاؤں گا۔ لوگوں کے بسیار اصرار کے باوجود آپ اپنی شرط پر اٹل رہے۔ عقیدت مندوں نے یہ سوچ کر کہ چلو کچھ نہ سہی

مگر حضور اپنا قدم تو ہمارے گھر میں رکھیں گے۔اس لئے شرط منظور کرلی ادھر مولانا شریف صاحب مرحوم کو حضرت کی اس شرط کا علم ہوگیا۔چنانچہ جب دعوت ادا کرنے کا وقت آیا تو آپ نے مولانا شریف کو تیار ہونے کی خبر بھیجوائی اور آپ تیار ہوگئے۔مخبر کو مولانا مرحوم نے یہ کہہ کر واپس کردیا کہ دعوت میں نہیں جاؤں گا۔آپ نے دوسرے کو بھیجا، پھر وہی جواب آیا۔آخر میں حضور شیخ اعظم خود گئے مولانا مرحوم نے جب آپ کو خود آتے دیکھا تو سہم گئے۔حضور شیخ اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان نے مسکراتے ہوئے فرمایا ''کیوں ؟ کیابات ہے؟سب دن ساتھ میں رہے۔آج انکار کی وجہ کیا ہے؟مولانا شریف مرحوم نے کہا''حضور!یہ کتا آپ کے ساتھ اس لئے ہوا تھا کہ کچھ کھانے کو مل جائے مگر آپ نے تو ہر جگہ نہ کھانے کی شرط لگادی ہے اس لئے میرا جانا بیکار ہے'' مولانا شریف نے کئی بار اس بات کو دہرایا۔حضور شیخ اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان مسکرائے اور ان کی پیٹھ پر تھپ تھپی لگائی اور فرمائے''کوئی بات نہیں چلو!کھانا تو ہم نے اپنے لئے منع کیا ہے،تمہیں بالکل اجازت ہے۔ چلو!۔پھر مولانا شریف مرحوم تیار ہوکر دعوت میں چل دئے۔

مولانا شریف صاحب کے انتقال کے بعد آپ ایک مرتبہ بائسی سے بیل گاڑی میں سوار ہوکر ملکٹولہ (بائسی سے دکھن پچھّم تقریبا۵ کیلومیٹر) جارہے تھے ۔ بارش کا موسم تھا جب آپ پہریا گاؤں پہونچے تو فرمائے کہ گاڑی روکو،عصر کا وقت ہو چکا ہے نماز یہیں ادا کرلیتے ہیں کیونکہ ملکٹولہ پہونچتے پہونچتے تاخیر ہوسکتی ہے اور نماز قضاء ہوجائے گی۔نماز کی ادئیگی کے لئے کسی کے گھر نہیں گئے بلکہ لوگوں سے فرمایا کوئی خشک جگہ تلاش کرو۔

شاہراہ عام کے جنوبی جانب ایک خشک جگہ مل گئی اس کے پیچھے ایک قبرستان تھی اور آج بھی ہے۔عصر کی نماز ادا کی گئی نماز سے فارغ ہوکر آپ نے ارشاد فرمایا''یہ پہریا گاؤں ہے نا ؟ لوگوں نے کہا''جی حضور''۔آپ نے فرمایا یہاں شریف نام کے ایک مولانا صاحب رہتے تھے،بڑے اچھے اور ملنسار تھے،کئی بار انہوں نے اپنے گھر آنے کی دعوت کی مگر عدیم الفرصتی حائل رہی،سوچا تھا کہ ان کے قبر پر حاضری دوں اور ایصال ثواب کروں۔ حاضرین نے کہا''حضور یہ جو آپ کے سامنے قبر ہے یہی تو مولانا شریف صاحب کی قبر ہے۔یہ سنتے حضرت مسکرائے اور برجستہ فرمایا''مولانا شریف صاحب!آخر آپ نے مجھے روک ہی لیا،دنیا میں رہ کر تو ہنسایا ہی،دنیا سے چلے جانے کے بعد بھی آپ نے ہنسادیا۔اللہ تعالیٰ آپ کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے۔پھر آپ نے فاتحہ خوانی کی مولانا کی روح کو ایصال ثواب کیا اور اپنی منزل ملکٹولہ کی طرف روانہ ہوگئے۔

اشرف کی مسیحائی کا اظہار

قدوۃ الکبریٰ حضرت سلطان مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی وسامانی کا آستانہ محتاج تعارف نہیں۔پوری دنیا یہاں سے اکتساب فیض کررہی ہے۔آسیب زدہ، جادو،ٹونا،جنات،شیاطین،مجنون اور بے شمار لاعلاج مریضوں کو اس در سے شفاء مل رہی ہے اور ملتی رہے گی انشاءاللہ۔بایں ہمہ دنیا آج آپ کو مسیحائے اعظم کہتی ہے ۔یہ تو آپ کی ذات ہے۔مگر ان کا بھی فیضان دیکھنے لائق ہے جنہوں نے آپ کی بارگاہ سے فیض پایا ہے۔حضور شیخ اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان انہیں فیض یافتہ افراد میں سے ایک فرد ہیں بلکہ اس شعبہ میں بھی آپ اپنے تمام معاصرین سے ممتاز نظر آتے ہیں ۔مواجہ اقدس کے

سامنے عملیات کی تکمیل نے وہ اثر انگیزی پیدا کردی ہے کہ بفضلہٖ تعالیٰ ہر جا کامیاب نظر آتے ہیں اور جس کی طرف نگاہ اٹھاتے ہیں وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہوجاتا ہے اور بیک وقت روحانی وجسمانی معالج بن کر آپ کی ذات سے اشرف کی مسیحائی کا اظہار خوب سے خوب ہوا ہے۔حضور شیخ اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان کی حیات کا یہ گوشہ بھی اتنا تابناک ہے کہ اس پر بھی ایک ضخیم کتاب تیار ہوسکتی ہے۔سر دست دو چار واقعات جو اسی خطہ بائسی ومضافات سے متعلق ہیں نذر قارئین ہیں۔

ماقبل میں دو تین واقعات مذکور ہوئے ہیں اب آگے دیکھیں۔مولانا خواجہ جلال الدین رضوی ساکن فقیر ٹولی بائسی کی اہلیہ کو سبھی ڈاکٹر نے یہ کہہ کر مایوس کر دیا کہ اب اس کی گود کبھی ہری نہیں ہوسکتی ہے۔۱۹۶۸ء کی بات ہے کہ جب حضور شیخ اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان موبیہ میں تشریف لائے تھے تو مولانا موصوف حافظ ظہور عالم اشرفی کو ساتھ میں لے کر حضور شیخ اعظم کی بارگاہ میں پہونچے اور ساری بات بتادی۔حضور شیخ اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان نے برجستہ فرمایا ''خواجہ صاحب! گھبرائیں نہیں۔بچہ ضرور ہوگا'' پھر آپ نے کچھ ترکیبات کردئے اور تعویذ عنایت کی۔ابھی دو دن بھی نہیں گذرے تھے کہ حمل قرار پاگیا۔جب ولادت کا وقت قریب ہوا تو پورنیہ ڈاکٹر نزہت بانو کے پاس ان کی اہلیہ کو لے جایا گیا۔جانچ پڑتال کے بعد ڈاکٹر نے کہا کہ پیٹ میں بچہ ٹیڑھا ہے،نوبت آپریشن کی ہوگئی۔اتفاق سے اس موقعہ پر حضور شیخ اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان اسی علاقے میں تھے۔آپ کے پاس ایک آدمی پہونچا اور حالات سے باخبر کیا،آپ نے پانی میں دم کردیا اور فرمایا اسی وقت جاؤ اور پانی پلادو انشاء اللہ سب ٹھیک ہوجائے گا۔ویسا ہی کیا گیا ڈاکٹر نے جب دوبارہ دیکھا تو اس کی حیرت کی کوئی انتہا نہ تھی۔بچہ سیدھا ہوچکا تھا،آپریشن کی نوبت ختم ہوچکی تھی۔ڈاکٹر پوچھنے لگی ایسا کیونکر ممکن ہوگیا؟ تو ڈاکٹر کو پوری بات بتادی گئی۔

ماسٹر مصلح الدین ساکن بنگاؤں بائسی خود اپنی زبانی بیان کرتے ہیں کہ تقریباً ۱۹۸۴ء میں شدید مریض ہوگیا۔علاج بسیار کے بعد بھی کوئی راحت نہیں ملی۔بلکہ

مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

آنکھوں سے نیند غائب ہوگئی، مسلسل ۸۰ گھنٹے تک بیداری اور اضطرابی رہی۔امید حیات ختم ہونے کو تھی مگر حضور شیخ اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان کی اک نگاہ کرم نے نئی زندگی عطا کی۔ہوا یوں کہ اس وقت حضور شیخ اعظم کشن گنج میں تھے۔آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔آپ نے دیکھتے ہی فرمایا اس کو تو جسمانی مرض ہے۔خیر آپ نے تعویذ عنایت کی اور پانی میں دم کرکے پلادیا اور فرمایا جاؤ انشاء اللہ ٹھیک ہوجاؤ گے۔اور واقعی جب میں رات کا کھانا کھا کر سویا تو اچھی نیند آئی اور صبح اپنے آپ کو مکمل صحت یاب پایا۔

۱۹۷۰ کی بات ہے کہ کشن گنج کا مرواڑی ہلمان دالان جی جو کہ مرواڑیوں میں سردار کی حیثیت رکھتا تھا۔اس کا ایک داماد بہترین انجینئر تھا مگر وہ پاگل ہوگیا تھا۔بہت علاج کیا،رانچی کا پاگل خانہ بھی لے گیا لیکن سب بے سود ثابت ہوا۔ان دنوں حضور شیخ اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان اس علاقہ میں تبلیغی دورے پر تھے۔مدرسہ اشرفیہ مختار العلوم گھسکی ٹولہ میں جلسہ تھا اور حضور شیخ اعظم وہیں تھے۔حافظ ظہور عالم اشرفی سابق امام جامع مسجد کشن گنج نے ان لوگوں کو ذاکر علی عراقی کے ساتھ گھسکی ٹولہ بھیج دیا۔یہ لوگ حضور شیخ اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان

کی بارگاہ میں پہونچے ،آپ نے نگاہ اٹھائی ،ایک تعویذ اور ایک بوتل پانی میں کام کر دئے۔وہ انجینئر پانی پیتے ہی فوراً اسی وقت اچھا ہو گیا اور کشن گنج واپس ہو گیا۔

حضرت علامہ ومولانا عبدالخالق صاحب اشرفی جامعی صدرالمدرسین جامع اشرف کچھوچھہ شریف نے ایک واقعہ بحوالہ مولانا محمد قاسم برادر مفتی آل مصطفیٰ صاحب اشرفی مصباحی کٹیہار بیان کیا کہ حضور شیخ اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان نے ایک مرتبہ پورنیہ کے کسی گاؤں کے ایک آدمی کو تعویذ دی تھی۔اس کا ہاتھ ٹیڑھا ہو گیا تھا، ڈاکٹروں سے علاج کرایا مگر فائدہ نہیں ہوا تھا۔اس آدمی نے تعویذ ٹیڑھا ہاتھ کے بازو میں باندھ لیا مگر فائدہ اس میں بھی نہیں ہوا۔کچھ ماہ بعد حضور شیخ اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان دوبارہ اسی علاقے میں تشریف لائے۔آپ ایک جلسے میں جا رہے تھے،راستہ میں دریا حائل تھا۔کشتی پر سوار ہو گئے،اتفاق سے اسی کشتی میں وہ آدمی بھی سوار تھا جس کو آپ نے تعویذ دیا تھا۔وہ آدمی کشتی ہی میں آپ کے قریب آ کر عرض کیا ''حضور آپ نے تعویذ دیا تھا مگر فائدہ تو کچھ بھی نہ ہوا'' اتنا سننا تھا آپ کو جلال آ گیا اور اس کے بازو سے بندھی تعویذ کو نوچ لیا اور ٹیڑھا ہاتھ کو کھینچتے ہوئے فرمایا ''کیا یہ ہاتھ سیدھا نہیں ہوگا؟'' اور آپ نے ہاتھ کو کھینچ کر سیدھا کر دیا اور وہ ہاتھ اسی وقت سیدھا ہی ہو گیا۔پھر جلال ہی میں اس تعویذ کو دریا میں ڈال دیا۔مولانا قاسم صاحب بیان کرتے ہیں کہ دریا کا پانی اچانک ٹھہر گیا اور چند منٹ تک ٹھہرا رہا۔

موبیہ بائسی کے جناب بحرالدین صاحب اشرفی (مہاجن صاحب) کافی بیمار تھے بہت علاج کیا مگر فائدہ نہیں ہوا۔آخر کار ایک دن ڈاکٹر نے کہا کہ اس کو کینسر ہو گیا ہے۔اب بحرالدین صاحب کافی پریشان ہو گئے موت زیست کی جنگ لڑ رہے تھے۔آخر میں اس نے اپنے شیخ کی بارگاہ میں عریضہ پیش کیا تو حضور شیخ اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان نے ان کا علاج عملیات کے ذریعہ شروع کیا اور اپنے عمل ہی ذریعہ اس کا آپریشن بھی کیا۔وہ لوگ ابھی بھی موجود ہیں جنہوں نے یہ سب دیکھا ہے کہ بحرالدین صاحب کے کینسر کو حضور شیخ اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان نے ایسا دور کیا کہ دوبارہ انہیں اس کی تکلیف کا احساس تک نہیں ہوا اور مکمل صحت یاب ہو گئے۔

ناچیز راقم الحروف بھی حضور شیخ اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان کے عملیات سے مستفید ہوا ہے۔۲۰۱۰ء کی بات ہے جامع اشرف میں بحیثیت مدرس یہ میرا پہلا سال تھا۔میں ایک خبیث مرض کا شکار ہو گیا،الوپیتھ،ہومیوپیتھ اور یونانی سب دواؤں کا استعمال کیا مگر مکمل راحت نہیں ہوئی۔پھر مجھے معلوم ہوا کہ حضور شیخ اعظم اس مرض کا بھی آپریشن اپنے عمل کے ذریعہ کرتے ہیں۔میں حضور شیخ اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان کی بارگاہ میں آپ کے خادم خاص مولوی محمد شمس کے ذریعہ عریضہ پیش کیا تو آپ نے فرمایا ''اس کے لئے ایک خاص دن متعین ہے۔آپ اسی دن آیئے میں کام کر دوں گا'' میں اس خاص دن میں پہونچا اور حضور شیخ اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان نے اپنے سامنے دہی اور چاول کھانے کا حکم دیا اور فرمایا مولانا جتنا کھا سکتے ہیں کھایئے کیوں کہ اس کا علاج یہی ہے زیادہ کھانے سے علاج زیادہ اچھا ہوتا ہے اور ایک تعویذ عنایت فرمائی۔اب میں بفضلہٖ تعالیٰ اس مرض سے بالکل نجات پا چکا ہوں۔

آخری سفر

حضور شیخ اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان کا اس علاقہ میں آخری سفر دسمبر ۲۰۱۰ء کو ہوا جس میں آپ نے مختلف مقامات پر خطاب فرمایا۔واضح رہے کہ آپ مسلسل کئی

سالوں تک مریض تھے اور پیروں نے چلنے سے انکار کر دیا تھا اور شاذ ونادر ہی کوئی اس حالت میں تبلیغ دین اسلام کے حوالے سے سفر کرتا ہے مگر سنیت کا درد لے کر اس حالت میں بھی آپ نے سفر فرمایا اور سب سے پہلے آپ نیپال تشریف لے گئے وہاں سے بذریعہ کار اررریا ہوتے ہوئے پورنیہ تشریف لائے اور ڈگروا بلاک کے ایک گاؤں پترنگا میں آپ کا تاریخی خطاب ہوا جس میں بلاتفریق کثیر تعداد میں لوگ شریک تھے اور آپ کی اس خطابت کو بدمذہبوں نے بھی کافی سراہا تھا۔

۱۵ دسمبر کو آپ کا خطاب سیملباڑی بائسی میں ہوا۔ آپ پترنگا سے موبیہ تشریف لائے تھے، جلسہ میں شرکت فرمائی اور آپ کا خطاب نایاب ہوا۔ آپ کی خطابت کا عنوان ''عظمت ومحبت اولیاء'' تھا۔ نقاہت اور مسلسل مرض کے باوجود پورے آب وتاب کے ساتھ تقریبا گھنٹہ بھر سامعین سے خطاب فرمایا اور اولیاء کرام کی عظمت ومحبت کے حوالے سے نہایت ہی مدلل اور جامع تقریر فرمائی۔ سامعین کا تأثر یہ تھا کہ آپ کی تقریر میں وہی جوانی لوٹ آئی ہے۔ دورہ سے فارغ ہوکر جب آپ خانقاہ تشریف لائے تو ناچیز راقم الحروف بارگاہ میں حاضر ہوا، سلام اور دست وقدم بوسی کیا پھر آپ نے نرمی کے ساتھ پوچھا کون؟ (کچھ سالوں سے آپ کی بینائی کمزور ہوگئی تھی)۔ میں نے اپنا نام بتایا تو آپ بہت خوش ہوئے اور فرمانے لگے ''مولانا! معلوم ہے؟ ابھی میں آپ ہی کے علاقہ سے واپس آرہا ہوں، سیملباڑی اور پترنگا کے جلسہ میں شریک ہوا۔'' اور ساتھ ہی آپ نے دین وسنیت اور اصلاح معاشرہ کے تعلق سے کچھ نصیحت بھی فرمائی۔

بڑی اداس فضا ہوگئی گلستاں کی

حضور شیخ اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان کی ان تمام دینی، ملی، مذہبی اور روحانی خدمات اور حضرت مخدوم سلطان سید اشرف جہانگیر سمنانی رحمۃ اللہ علیہ کے فیضان کی فیض رسانی سے یہ خطہ جہاں کی بود وباش غیر ایمانی تھی، دین وسنیت کے اعتبار سے ایک جنگل تھا اور مختلف قسم کی صعوبتیں درپیش تھیں۔ اس خطہ کو آپ نے اپنی خداداد صلاحیت سے منگل بنادیا، ایمانی پختگی عطا کی، سنیت کو تفوق اور عام واستحکام ملا، لوگوں میں دینی حمیت اور ایمانی جذبہ موجزن ہوگیا۔ اب جدھر دیکھو حق پرست نظر آئیں، گمراہیت وبدمذہبی کی دھجیاں اکھڑ گئیں، مسلمانوں کے ایمان کی حفاظت کے لئے مدارس ومکاتیب کے جال بچھ گئے، رہبری ورہنمائی کے لئے ہزاروں علماء وفضلاء تیار ہوگئے، ہمہ جہت نعرۂ رسالت وغوثیت کی صدائیں بلند ہوگئیں، لاکھوں مردہ قلوب نور ایمانی سے منور ہوگئے اور ہورہے ہیں۔ یہ سب کارنامے ہیں اور احسان ہے واقف اسرار حقانی مخدوم العلماء شیخ الاعظم حضرت علامہ مولانا مفتی الحاج الشاہ سید محمد اظہار اشرف اشرفی جیلانی قدس سرہ النورانی کا۔ یہ جو آپ اس سرزمین پہ سنیت کی لہلہاتی فصل بہار دیکھ رہے ہیں یہ مرہون منت ہے شیخ اعظم کا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی رحلت پر جہاں پوری دنیا افسردہ ہے، ہر چہار جانب سوگواری کا عالم ہے اور اپنے وبیگانے سبھی مغموم وملول ہیں۔ وہیں پر خاص کر اس خطہ کی آہ وفغاں سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ آج قدیم پورنیہ اپنے عظیم مشفق ومربی، معالج جسمانی وروحانی بلکہ یوں لگتا ہے کہ اولاد اپنا مہربان باپ کو کھوکر یتیم ہوگئی ہوں اور کیوں نہ ہو کہ آپ ہی کے دم قدم سے یہاں کی سنیت آباد ہے اور معاشرتی اصلاح بھی، چمن کی باد بہاری بھی۔ اسی لئے یہاں کی فضا، باشندگان اور ذرہ ذرہ اپنے آنسوؤں کو روک کے نہیں روک

پاتے ہیں۔ کیونکہ ؎

ظلمات کفر جس سے ہے کافور وہ کرن
روشن ہے جس سے وہ اجالا تمہیں تو ہو

☆☆☆☆

گرنہ ہوتا آپ کا جودوکرم جلوہ فشاں
تو یہاں ماحول کا کچھ اور ہی ہوتا سماں

☆☆☆☆

تیرے دم سے آج تک یہ سرزمیں آباد ہے
گویا تو انسانیت کی اس جگہ بنیاد ہے

☆☆☆☆

اس سرزمیں کا ہراک ذرہ تیرا مشکور ہے
تیرے باعث ذرہ ذرہ اس جگہ پرنور ہے

☆☆☆☆

ایک دو کیا سیکڑوں میں بھی نہیں تیرا جواب
محفل انجم میں جیسے جلوہ گر ہو ماہتاب

اسی لئے ؎

دل حزیں کی وفائیں سلام کہتی ہیں
کسی غریب کی آہیں سلام کہتی ہیں
جو تیرے جلوؤں کو دامن میں ہیں سجائے ہوئے
وہ اشکبار نگاہیں سلام کہتی ہیں

☆☆☆☆

یہ تیرے جاتے ہی کیا ہوگیا خدا جانے
بڑی اداس فضا ہو گئی گلستاں کی

☆☆☆☆

اخلاق صوفیہ

☆ صوفیائے کرام رحمہم اللہ کے اخلاق میں سے یہ بات بھی ہے کہ جب کوئی جنازہ دیکھیں تو زیادہ روئیں اور موت کی زیادہ فکر واہتمام کریں۔

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ جب کسی جنازہ کو اٹھائے دیکھتے تو اس سے فرماتے اپنے رب کے پاس جاؤ ہم تمہارے پیچھے آنے والے ہیں۔

☆ حضرت مکحول دمشقی رحمۃ اللہ علیہ جب کوئی جنازہ دیکھتے تو فرماتے تم صبح کے وقت جاؤ ہم شام کے وقت آنے والے ہیں۔

☆ حضرت اسید بن حضیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کسی جنازہ کو دیکھتے وقت میرے نفس نے مجھ سے وہی بات کہی جس کی طرف میت جانے والی اور بعض اوقات وہ کئی دن تک کھانا پینا ترک کردیتے۔ ایک مرتبہ آپ ایک جنازہ کے ساتھ تشریف لے گئے جب لوگوں نے میت کو قبر میں داخل کیا تو ان پر غشی طاری ہوگئی اور وہ اپنے گھر کی طرف لاش کی صورت میں واپس آئے۔

☆ حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ اپنے ایک بھائی کے جنازہ میں گئے تو رو پڑے اور فرمایا اللہ عزوجل کی قسم میری آنکھوں کو ٹھنڈک نصیب نہیں ہوگی حتیٰ کہ مجھے معلوم ہوجائے کہ میرے بھائی کے ساتھ کیا سلوک ہوا۔

شیخ اعظم ایک عظیم ناصح

سید شاہ مولانا محمد ممتاز اشرفی، مہتمم دارالعلوم اشرفیہ رضویہ اورنگی کراچی

حمد وثناء کے بعد اس اللہ کے لئے جس نے اپنی قدرت کا فرمایا اظہار۔ درود وسلام ہو اس نبی پر جنہوں نے ہم پر اپنی رحمت کا فرمایا اظہار۔ سلام ہو آپ کی آل پر جنہوں نے امت پر اپنی شفقت کا فرمایا اظہار۔ سلام ہو آپ کے تمام صحابہ پر جنہوں نے اپنی حمایت کا فرمایا اظہار۔ سلام ہو مشائخ اشرفیہ پر جنہوں نے اپنی روحانیت کا فرمایا اظہار بواسطہ سید اظہار۔ سلام ہو حضرت شیخ اعظم پر جنہوں نے محمود اشرف پر اپنی نیابت کا فرمایا اظہار۔

دل و دماغ کو ثناء وصلوٰۃ کی خوشبوؤں سے معطر کرنے کے بعد چند سطور بحضور حضرت شیخ اعظم علیہ الرحمۃ والسرور کی بارگاہ نور و مستنیر میں تحریر کرنے کی سعی جمیل کر رہا ہوں۔ امید واثق ہے کہ ہماری یہ تحریر شرف قبولیت سے باریاب ہوگی۔ حضرت شیخ اعظم علیہ الرحمہ موجودہ حالات میں خانواہ اشرفیہ کے لئے ایک مضبوط ستون کی حیثیت رکھتے تھے۔ ان کے انتقال پر ملال سے نہ صرف وابستگان سلسلہ اشرفیہ اپنی روحانی چھت کو بن ستون کے محسوس کر رہے ہیں بلکہ خاندان کے لوگ بھی ایک مضبوط ستون کی کمی محسوس کر رہے ہوں گے۔ یہ حقیقت ہے کہ حضرت صاحب کی شخصیت محض شخص نہیں تھی بلکہ حضرت صاحب ایک انجمن اور ایک تحریک تھے۔ آپ کی تحریک نے معاشرے کا احاطہ اس طرح کیا کہ ہر شعبہ ہائے زندگی کے لوگوں کے لئے آپ کی عملی خدمات موجود ہیں مثلاً تشنگان علم شریعت کے لئے ایک شاندار و جاندار ادارہ بنام ''جامع اشرف'' قائم فرمایا۔ جہاں سے علم شریعت کے پیاسے نہ صرف اپنی پیاس بجھا چکے بلکہ ہنوز یہ سلسلہ جاری وساری ہے اور انشاء اللہ یہ سلسلہ تا قیامت جاری رہے گا۔ طالبان علم طریقت اور سالکان راہ سلوک کے لئے ایک عظیم الشان مراقبہ ہال بنام ''احمد اشرف ہال'' قائم فرمایا جہاں سے راہ سلوک پر گامزن رجال نہ صرف اپنی روحانی منزل کامیابی و کامرانی سے طے کرتے ہیں بلکہ طول وعرض میں اس نادرفن سے دلچسپی رکھنے والوں کے لئے مشعل راہ بھی بنتے ہیں۔ متلاشیان علوم قدیمہ ومتحققان علوم جدیدہ کے لئے ایک شاندار لائبریری بنام ''مختار اشرف لائبریری'' قائم فرمائی جہاں ہزاروں کی تعداد میں محبان علم اپنی پسند کے مضامین کا نہ صرف وہاں مطالعہ کر سکتے ہیں بلکہ حسب ضرورت صفحہ کی کاپی بھی کر کے لے جاسکتے ہیں۔ گویا کہ آپ کی ذات سے مخدومی مشن کو بڑا فروغ ملا۔

آپ ایک عظیم واعظ وناصح تھے۔ آپ نے اپنے مواعظ حسنہ کا سلسلہ قریہ قریہ، بستی بستی جاری رکھا اور علالت شدیدہ کے باوجود اس سلسلے میں کوئی کمی نہیں فرمائی۔ آپ کی خطابت کا انداز سلیس اور عامیانہ ہوتا تھا جس سے سامعین اور حاضرین کی دلچسپی اور بڑھ جاتی تھی۔ غرض کہ آپ کی خدمات وکردار کو دیکھا جائے تو بے ساختہ زبان سے یہ نکلتا ہے کہ آپ انجمن نہیں بلکہ آپ کی ذات ایک کائنات تھی کیوں کہ جس طرح کائنات

اپنے اندران گنت حسن وخوبیاں رکھتی ہے، حضرت صاحب کی ذات بھی اپنے اندر مختلف فنون وشیون پوشیدہ رکھتی تھی۔ آپ نے اپنی پوری زندگی خدمت اسلام میں گزاری۔ عام سجادہ نشینوں کے طرز زندگی سے ہٹ کر فقیرانہ و درویشانہ زندگی بسر کی۔ مریدوں اور خلفاء کے ساتھ گفتگو کا لہجہ نہایت شفیقانہ ورحیمانہ ہوتا تھا۔ ہر ایک آپ سے گفتگو کے بعد یوں محسوس کرتا تھا کہ ہم نے حضرت صاحب سے فون پر نہیں بلکہ بالمشافہ گفت وشنید کی ہے۔ ایک مرشد کامل کے لئے اس وصف کا ہونا اشد ضروری ہے۔ علماء ومشائخ سے جب گفتگو فرماتے تو ان کے مراتب کا بھی خیال رکھتے تھے یہی وجہ ہے کہ علماء و مشائخ بھی بعد گفتگو فرحت وشادمانی کا اظہار فرماتے تھے۔ آپ کی نجی زندگی پر اگر نظر ڈالی جائے تو وہ بھی کامیاب و کامران نظر آتی ہے۔ آپ نے نہ صرف اپنی اولاد کی اچھی تربیت فرمائی ہے بلکہ خاندان کے ملی شیرازہ کو بھی بکھرنے نہیں دیا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے وصال کے بعد قائد ملت حضرت علامہ سید محمود اشرف جیلانی دامت برکاتہم العالیہ مشائخ اشرفیہ کی روحانی ایماء اور حضرت شیخ اعظم علیہ الرحمہ کے القائی انتخاب پر جانشیں ہوئے۔

حضرت قائد ملت دامت برکاتہم العالیہ مشائخ اشرفیہ کی روحانی تائید اور حضرت شیخ اعظم علیہ الرحمہ کی خاص توجہ کے سبب انشاء اللہ سجادگی کا حق ادا کریں گے اور تمام مریدین اور خلفاء کے ساتھ ویسے ہی شفقت و رأفت فرمائیں گے جس طرح حضرت شیخ اعظم علیہ الرحمہ فرمایا کرتے تھے۔ ویسے بھی میں ذاتی طور پر حضرت قائد ملت دامت برکاتہم العالیہ کو جانتا ہوں۔ آپ ایک ذی استعداد اور متحرک شخص ہیں، علمی قابلیت اور دور اندیشی آپ کی ذات میں خوب ہے، کام کرنے اور کرانے کا سلیقہ بھی خوب آتا ہے۔ بس ایسے موقع پر ہم سب کی ذمہ داری ہے کہ ہم ان کا ہر طرح سے ہاتھ بٹائیں اور کسی کام میں اگر حصہ نہیں لے سکتے تو کم از کم ان کی راہ میں رکاوٹ بھی نہ بنیں۔

وَمَا تَوْ فِيْقِىْ اِلَّا بَاللّٰهِ

☆☆☆☆

اخلاق صوفیہ

☆ حضرت اعمش رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ہم جنازوں میں حاضر ہوتے تو ہمیں معلوم نہ ہوتا کہ کس سے تعزیت کریں کیوں کہ تمام لوگ غمگین ہوتے تھے۔

☆ حضرت ثابت بنانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے ہم جنازوں میں حاضر ہوتے ہم سب کو رونے والے دیکھتے۔

☆ حضرت ابراہیم زیات رحمۃ اللہ علیہ ایک جماعت پر گزرے جو میت کے لئے رحمت کی دعا کر رہے تھے تو انہوں نے فرمایا اپنے نفسوں کا خوف رکھو یہ تمہارے لئے بہتر ہے کیوں کہ تمہارا مردہ تین مراحل سے گزر چکا ہے۔ (۱) موت کے فرشتے کو دیکھ چکا ہے (۲) موت کی کڑواہٹ چکھ چکا ہے۔ (۳) برے خاتمہ سے بے خوف ہو چکا ہے۔

شیخ اعظم اپنی خدمات کے آئینے میں

مولانا دستگیر عالم مصباحی، استاذ الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور

جب کسی بھی نیک عمل کی بنیاد اخلاص وللّٰہیت پر ہوتی ہے اور اس کے لئے انسان اپنی مساعی جمیلہ کو بروئے کار لاتا ہے تو اس نیک عمل کا ثواب آخرت میں تو ملتا ہی ہے لیکن اس دنیا میں بھی اس کے اچھے ثمرات ظاہر ہوتے ہیں۔ لوگ اس مرد مجاہد کو سراہے اور خراج تحسین پیش کئے بغیر نہیں رہتے اور اگر اس عمل کے پیچھے جذبۂ ریاکاری یا ناجائز تعصب کی کارفرمائی ہو تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایسا عمل پرکاہ کی بھی حیثیت نہیں رکھتا بلکہ وہ یکسر باطل قرار پاتا ہے دنیا میں بھی کچھ ظاہر بیں اور عقیدت مند نگاہوں میں مقبول ہونے کے علاوہ عمومی طور پر مردود ہی سمجھا جاتا ہے۔

اس کسوٹی پر جب ہم شیخ اعظم حضرت علامہ سید اظہار اشرف اشرفی جیلانی کی عظیم کاوش ''جامع اشرف'' کے قیام کو رکھ کر پرکھتے ہیں تو ہمیں اس میں حضرت شیخ اعظم علیہ الرحمہ کے بے پناہ اخلاص اور علم دوستی کے واضح آثار نظر آتے ہیں اور قیام جامع اشرف کے سبب کے متعلق آپ کے اس جواب کی حرف بہ حرف تصدیق ہوتی نظر آتی ہے جو معارف شیخ اعظم میں درج ہے، آپ فرماتے ہیں:

''جامع اشرف کا قیام کسی حادثہ یا واقعہ کے رونما ہونے کے سبب نہیں ہوا بلکہ میرے دادا عالم ربانی مولانا احمد اشرف علیہ الرحمہ نے ایک ایسا ادارہ قائم کرنے کا منصوبہ بنایا تھا جو ہندوستان میں تمام علوم اسلامیہ کا مرکز ہو، میرے دادا کی عمر نے وفا نہیں کی، میں نے اپنے دادا کی خواہش کی تکمیل کا بیڑا اٹھایا ہے، ان شاء اللہ العزیز جامع اشرف مستقبل قریب میں میرے دادا کی خواہش کے مطابق تمام علوم اسلامیہ کا مرکز ہوگا''

(معارف شیخ اعظم ص:۶۶)

خود بانی ادارہ کی طرف سے حقیقت کی اس وضاحت کے بعد بھی کچھ لوگوں کی طرف سے قیام ادارہ کا پس منظر کسی حادثہ یا واقعہ کا رونما ہونا قرار دیا جانا حضرت بانی ادارہ قدس سرہ کے دامن اخلاص کو داغ دار کرنا ہے اس وقت حضرت تارک السلطنت غوث العالم محبوب یزدانی مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی علیہ الرحمۃ والرضوان کے جوار قدس میں پانچ کلومیٹر کے علاقہ میں اہل سنت کے مدارس و مکاتب کی ایک لمبی تعداد ہے۔ ابھی تک تو صرف فرزندان اسلام ہی کے لئے دینی تعلیم کا انتظام تھا مگر ادھر چند سالوں سے سادات ہی میں سے کچھ حضرات نے دختران اسلام کی دینی تعلیم کی ضرورت علاقے میں شدت سے محسوس کی اور ان کی تعلیم کے لیے بھی ادارے قائم ہوئے۔ الحمد للہ ہر ادارہ خواہ بچوں کا ہو یا بچیوں کا، اپنے اپنے انداز میں دینی وعلمی خدمات انجام دینے میں مصروف ہے مگر بچوں کے جتنے ادارے ہیں ان تمام میں ''جامع اشرف'' کو جو فوقیت حاصل ہے وہ کسی پر مخفی نہیں

ہے۔ تعلیمی میدان میں اس ادارے نے سب سے زیادہ ترقی کی ہے۔ اس کا تعلیمی نظم ونسق نہایت ہی عمدہ ہے۔ امتحانات میں کامیابی اور ناکامی کے تعلق سے اس ادارے کے جو اصول وضوابط ہیں اور ان پر سختی سے عمل بھی ہورہا ہے، اس ادارہ سے باصلاحیت افراد ہی کے پیدا ہونے کی امید کی جاسکتی ہے اور ایسا واقع بھی ہورہا ہے۔ یہ ساری ترقیاں اور مقبولیت بانی ادارہ حضرت شیخ اعظم قدس سرہٗ کے جذبۂ اخلاص اور کدوکاوش کا ہی نتیجہ ہے۔

مختار اشرف لائبریری

تمام مدارس اسلامیہ میں درسی کتابوں کی ایک لائبریری ضرور ہوتی ہے تاکہ طلبہ پر کتابوں کی خریداری کا اضافی بار نہ پڑے بلکہ مدرسے ہی کی لائبریری سے انہیں کتابوں کی فراہمی کرائی جاسکے کیوں کہ مدارس کا رخ کرنے والے اکثر طلبہ مالی اعتبار سے کمزور ہوتے ہیں۔ مگر حضرت شیخ اعظم علیہ الرحمہ نے درسی کتب کی لائبریری کے ساتھ جامعہ ہی کے احاطہ میں تمام اسلامی علوم وفنون کی کتب پر مشتمل ایک مستقل عظیم لائبریری بنام ''مختار اشرف لائبریری'' قائم کرکے ایک نئے باب کا آغاز کیا ہے اور اپنی علم دوستی کا ایسا ثبوت فراہم کیا ہے کہ اس لائبریری کے سبب آپ کو رہتی دنیا تک یاد کیا جاتا رہے گا۔ مختار اشرف لائبریری کا قیام آپ کا وہ عظیم کارنامہ ہے جو انقلابی اور مثالی ہے اور دیگر مدارس کے لئے درس عبرت بھی ہے، عام طور پر مدارس میں اس قسم کی لائبریری کی طرف توجہ کم دی جاتی ہے ایسے جمود کے ماحول میں حضرت شیخ اعظم علیہ الرحمہ کا یہ عظیم کارنامہ قابل تقلید وتبریک ہے۔

یہ عظیم الشان لائبریری حضور مخدوم سمنانی علیہ الرحمہ کے روحانی فیضان اور حضرت بانی کتب خانہ کے جذبۂ اخلاص اور مساعی جمیلہ کا ہی ثمرہ ہے۔ پرشکوہ عمارت، نادر کتابوں کا ذخیرہ، لائبریری کے اسٹاف کا جوش و ولولہ، ہر طرح کی مادی سہولت، کام کرنے کی آسانی، یہاں تک کہ فوٹو کاپی کا بھی انتظام، یہ تمام چیزیں ایسی ہیں جو مجموعی طور پر لائبریری کو انفرادیت عطا کرتی ہیں، اس کا حسن انتظام انتظامیہ کے لطیف ذوق کا غماز ہے۔ اس لائبریری کو دیکھ کر کوئی بھی منصف مزاج شخص متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا ہے۔ اس کی شہرت بڑی تیزی سے اہل علم و دانش کے حلقوں میں پہنچ رہی ہے اور ہمیشہ اس میں قارئین کی ایک بھیڑ لگی رہتی ہے۔ اس میں اہل تحقیق وتنقید وتصنیف اور اساتذہ وطلبہ ہر قسم کے لوگ رہتے ہیں۔ خود راقم السطور بھی تقریباً ڈیڑھ دہائی سال قبل دارالعلوم محبوب یزدانی بسکھاری میں تدریس کے دوران کئی بار اس سے استفادہ کرچکا ہے، حضور مخدوم اشرف سمنانی علیہ الرحمہ کی قبر انور کی زیارت کے لئے ملک کے گوشے گوشے سے آنے والوں کا کچھوچھہ مقدسہ میں ہمیشہ ازدحام رہتا ہے ان میں خاص طور سے جو اہل علم ہوتے ہیں اور تحقیق وتالیف سے کچھ بھی شغف رکھتے ہیں ان کی فاتحہ خوانی کے بعد ثانوی خواہش اس مثالی لائبریری کی زیارت اور اس سے استفادہ ہوتی ہے۔

حضرت شیخ اعظم کے اس عظیم وممتاز کارنامے نے آپ کی شخصیت کو ممتاز کرنے کے ساتھ آپ کے ادارہ کو بھی صرف ضلع امبیڈکرنگر ہی میں نہیں بلکہ پورے ہندوستان میں چند کو چھوڑ کر تمام مدارس سے ممتاز کر

دیا ہے اور یہ کارنامہ ہم اہل امبیڈکر نگر کے لئے بھی باعث صد افتخار ہو گیا ہے۔

اس وقت حضرت کے رحلت فرما جانے کے بعد لائبریری، جامع اشرف اور خانقاہ کی ریکھ دیکھ کی مکمل ذمہ داری ان کے خلف الرشید اور حقیقی جانشین حضرت مولانا سید محمد محمود اشرف اشرفی جیلانی مدظلہ النورانی کے کاندھوں پر ہے۔ آپ اپنے والد گرامی قدس سرہ السامی کی طرح انتہائی باذوق اور علم دوست شخصیت کے مالک ہیں۔ امید قوی ہے کہ آپ کی سربراہی اور والد ماجد کی روحانی سرپرستی میں حضور غوث العالم محبوب یزدانی مخدوم اشرف سمنانی علیہ الرحمۃ والرضوان کے زیر سایۂ کرم یہ ادارہ اپنے تمام شعبوں کے ساتھ مزید ترقی کرے گا اور خصوصیت کے ساتھ لائبریری کو زیادہ سے زیادہ فروغ ملے گا۔ اللہ عزوجل حضرت شیخ اعظم علیہ الرحمہ کی اس عظیم خدمت کو قبول فرمائے اور ان کے مرقد انور پر رحمت ونور کی بارش فرمائے اور ان کے سچے جانشین کی دینی وعلمی خدمات کے بلند حوصلوں کو استحکام وترقی بخشے۔ آمین بجاہ النبی الامین علیہ وعلی آلہ اکرم الصلوات والتسلیم۔

☆☆☆☆

عیب پوشی

سیر الاقطاب کے مصنف نے لکھا ہے۔

ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چاروں جلیل القدر صحابہ آپ کے پاس بیٹھے تھے۔ آپ نے پہلے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: اللہ تعالیٰ نے شب معراج مجھے خرقۂ فقر عطا کیا تھا اگر وہ خرقہ میں آپ کو دوں تو آپ کیا کریں گے؟

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے جواباً عرض کیا کہ صدق اختیار کروں گا اور صداقت کو فروغ دوں گا۔

اس کے بعد آپ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی طرف نگاہ ڈالی اور وہی بات کہی۔ آپ نے جواب دیا کہ عدل کروں گا اور مظلوم کو ظالم کے پنجے سے نجات دلاؤں گا۔

پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے وہی سوال کیا تو آپ نے عرض کی کہ میں خرقۂ فقر کے شکرانہ کے طور پر حیا اختیار کروں گا اور تحملو صبر کا مظاہرہ کروں گا۔

جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی باری آئی تو آپ نے عرض کی: یارسول اللہ! اگر اس فقیر کو خرقہ عالیہ فقر عطا کیا گیا۔ اس کے شکرانہ میں پردہ پوشی کروں گا اور حتی الامکان لوگوں کے عیب چھپاؤں گا اور لوگوں کی خطا معاف کروں گا۔

آپ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی گفتگو سے خوش ہوئے اور وہ خرقہ انہیں عطا کر دیا۔

شیخ اعظم کا جموئی بہار میں تبلیغی دورہ

مولانا محمد قمرالدین اشرفی، بانی مدرسہ اشرفیہ مختار العلوم وصدر آل انڈیا علماء مشائخ بورڈ جموئی

تاریخ شاہد ہے کہ ہر دور اور ہر زمانے میں بنی نوع انسان کی رشد وہدایت اور انسانی معاشرہ کی اصلاح وفلاح کے لئے کوئی نہ کوئی رہبر ورہنما بحکم الٰہی اس خاکدان گیتی پر جلوہ افروز ہوتا رہا اور شمع رشد وہدایت بن کر انسانیت کے تاریک ماحول کو منور ومجلّٰی کرتا رہا۔ خواہ انبیاء ومرسلین کا مقدس نورانی کارواں ہو یا خلفاء راشدین واصحاب وتابعین کا مبارک قافلہ۔ محدثین ومفسرین اور فقہاء ومجددین کی مبارک جماعت ہو یا مشائخ عاملین، اولیاء کاملین اور علماء وفضلاء کا قابل احترام گروہ ہو۔ انہیں میں سے قابل گراں قدر شخصیت حضور شیخ اعظم مخدوم العلماء بقیۃ السلف عمدۃ الخلف حضرت علامہ الحاج سید شاہ محمد اظہار اشرف اشرفی جیلانی قدس سرہ النورانی سجادہ نشین خانقاہ اشرفیہ حسنیہ سرکار کلاں کچھوچھہ شریف کی ذات مقدسہ تھی۔ حضور شیخ اعظم کی ساری زندگی شبنم کی طرح پاکیزہ، پھول کی طرح شگفتہ اور آفتاب کی طرح تابندہ تھی۔ عزم وارادہ لال قلعہ سے مضبوط، قطب مینار سے بلند اور تاج محل سے زیادہ خوبصورت تھا۔ شیخ اعظم کا پرنور چہرہ، دلکش رخ زیبا، تبسم ریز ہونٹ، سرمگیں آنکھیں، سحر آگیں ادائیں، چہرہ ایسا دمکتا چمکتا گویا رات کی تاریکی میں اجالا دیکھائی دے، باتوں میں بلا کی چاشنی ومٹھاس کہ سننے والا سنتا ہی رہے، آنکھوں میں ولایت کی چمک، دل میں قوم وملت کا درد موجزن اور نہ جانے کتنی خوبیوں کے مالک نظر آئے۔

نگہ بلند سخن دلنواز جاں پر سوز
یہی ہے رخت سفر میر کارواں کے لئے

شیخ اعظم اخلاص ووفا کے پیکر، جامع شریعت وطریقت، شمع بزم ولایت، امتیاز سنیت، شان اشرفیت، نقیب جماعت اہل سنت، استقامت کے کوہ محکم اور بحر طریقت ومعرفت کے شناور تھے۔ جن کی سیرت آیت تطہیر کی تنویر تھی۔ جن کی صورت نور کی تفسیر تھی جن کی پارسائی خلوص اور جن کے اخلاق حسنہ نے لوگوں کو اپنا ایسا گرویدہ بنا لیا تھا کہ آپ کے نیازمندوں کی ایک دنیا آباد ہوگئی۔

شیخ اعظم جن کی ذات بابرکات افق سنیت پر ایک تابندہ کوکب ولایت تھی۔ جس کی پاکیزہ ودلنشیں روشنی سے پوری کشور سنیت تابندہ وفیضیاب تھی۔ شریعت وطریقت کی معرفت کا آفتاب، علوم دینیہ وعصریہ کا بادشاہ، خانقاہ کا فقیر، اسلام کا مجاہد، سلف کا پیار، قوم کا نقیب، جماعت کا رہبر ورہنما تھا۔ جسے عالم اسلام نے سید المتواضعین، مصباح العاشقین، مخدوم العلماء، شیخ اعظم، بقیۃ السلف اور عمدۃ الخلف جیسے القاب سے یاد کیا۔ جسے دیوانوں نے قوم کا سالار باکردار، باوقار پیر اور روشن ضمیر جانا۔

الغرض کہ ایسے مرشد لاثانی جس کی عطاؤں کا یہ عالم کہ ایک نگاہ کیمیاء اثر نے بدعقیدگی کی بنجر زمین میں اہل سنت وجماعت کا جھنڈا گاڑ دیا۔ جس کا جیتا جاگتا ثبوت ضلع جموئی کی سرزمین ہے۔ تاریخ شاہد ہے کہ ۱۹۷۲ء سے قبل جموئی کی سرزمین پر اہل سنت وجماعت کا نہ اپنا

کوئی ادارہ تھا اور نہ کوئی مسجد اور نہ کوئی رہبر ورہنما تھا۔
۱۹۷۲ء میں دارالعلوم خیریہ نظامیہ سہسرام سے جب میں تعلیم حاصل کر کے گھر پہونچا تو ہر چہار جانب دیو بندیت ووہابیت چھائی ہوئی تھی۔اس کی اطلاع میں نے حضرت حافظ محمد اسحٰق صاحب اشرفی بانی مدرسہ رضائے غوث و خطیب وامام چربی محلّہ مسجد آسنسول کو دی انہوں نے حضور شیخ اعظم علیہ الرحمہ کی تاریخ لینے کا مشورہ دیا اور تاریخ لینے میں انہوں نے خود کوشش کی اور بحمدہٖ تعالیٰ کامیابی ملی اور حضرت کی تاریخ مل گئی اور جب حضرت ۱۹۷۲ء میں وعدہ شدہ تاریخ کے مطابق ملے پور اسٹیشن (جموئی) پہونچے تو ٹم ٹم کے ذریعہ شہر جموئی لے کر آیا اور پھر جموئی سے بیل گاڑی کے ذریعہ بھیمائن اور بھیمائن سے مڑ برو اور مڑ برو سے گڑھی اور گڑھی سے فتحپور کا دورہ بیل گاڑی کے ذریعہ کیا گیا اور جموئی سے بذریعہ بس بھاگلپور تشریف لے گئے ایسے وقت میں حضور شیخ اعظم کے قدم مبارک کی برکت اور ان کی دعاؤں کے تصدق جموئی وعلاقہائے جموئی میں اہل سنت و جماعت کی اشاعت کا آغاز ہوا اور بفضلہٖ تعالیٰ حضور شیخ اعظم کی ہی دعاؤں کی مقبولیت کا یہ اثر ہوا کہ آج ضلع جموئی میں اہل سنت وجماعت کا پرچم لہرا رہا ہے۔

جموئی کے حالات کا جائزہ لیتے ہوئے حضور شیخ اعظم نے مجھ سے فرمایا کہ مولانا قمرالدین اشرفی! جموئی کی سرزمین پر حضور مخدوم المشائخ سرکارکلاں کی آمد کی ضرورت ہے حضور شیخ اعظم کے فرمان کے مطابق حضور سرکارکلاں کی تاریخ لینے کی کوشش کی اور ۲۶ ستمبر ۱۹۹۳ء کی تاریخ مل گئی اور حضور سرکارکلاں نے ہی کانفرنس کا نام مختار دوعالم کانفرنس انتخاب فرمایا۔کانفرنس کی مکمل تیاری کر لینے کے بعد موسم ایسا ہو گیا کہ دو تین دن سے مسلسل بارش ہوتی رہی ۲۶ ستمبر کو جب حضور سرکارکلاں تشریف لائے تو بارش ہو ہی رہی تھی میں سہما ہوا حضرت کی بارگاہ مقدسہ پہونچا اور عرض کیا کہ حضور کا حکم ہو تو کانفرنس کے ملتوی ہونے کا اعلان کر دوں۔حضور سرکارکلاں نے فرمایا کہ کافی لوگ ندی نالہ پار کر کے آئے ہوں گے اور آرہے ہوں گے بایں وجہ آج کانفرنس ہو جائے گی اور کل جو آپ کی بستی بھیمائن میں ہے وہ ملتوی ہو جائے گی اور انشاءاللہ بعد میں ہوگی۔میں نے کہا حضور کافی بارش ہو رہی ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ جب میں عشاء کی نماز پڑھ کر وظیفہ کے لئے بیٹھ جاؤں تو کانفرنس کا آغاز کر دو۔بحکم سرکارکلاں بعد نماز عشاء تلاوت کلام اللہ شریف سے کانفرنس کا آغاز کر دیا گیا۔کانفرنس کا آغاز ہوتے ہی بفضلہٖ تعالیٰ بارش تھم گئی۔کانفرنس کا اختتام جونہی صلوٰۃ وسلام ودعا سے ہوا کہ پھر وہی بارش شروع ہو گئی۔معلوم ایسا ہو رہا تھا کہ بارش کانفرنس کے وقت روک دی گئی اور بعد کانفرنس چھوڑ دی گئی۔صبح سرکارکلاں علیہ الرحمہ سے ملاقات کے لئے مدرسہ اشرفیہ مختارالعلوم جموئی میں جو لوگ آئے سبھوں نے یہی کہا کہ ہمارے یہاں رات بھر بارش ہوئی ہے۔جس کے چشم دید گواہ اہل جموئی وحاضرین کانفرنس ہیں۔یہ سرکارکلاں کی کھلی ہوئی کرامت تھی۔

خلاصہ یہ کہ حضور سرکارکلاں وحضور شیخ اعظم رحمہما اللہ تعالیٰ کی جموئی کے لئے خصوصی دعائیں تھیں اور ہم غلامان اشرف پر فیضان جاری وساری تھا اور صبح قیامت تک انشاءاللہ جاری رہے گا۔

☆☆☆☆

ملے گی ان کے توسل سے نعمت دارین
مگر ہے شرط یہی دل میں عشق کی ہو لپک
(شیخ اعظم)

شیخ اعظم کا سب سے بڑا کارنامہ

مولانا صادق رضا مصباحی، ممبئی

خانقاہیں اور درگاہیں دو الگ الگ چیزیں ہیں۔ دونوں کی معنیاتی سطح ایک دوسرے سے بالکل مختلف ہے مگر اسے بدقسمتی کہیے یا عصری ماحول کا جبر یا ہماری کوتاہ علمی کہ خانقاہوں اور درگاہوں کو مترادف گردانا جا رہا ہے۔ اس تناظر میں اگر ہم برصغیر کی خانقاہوں کا منصفانہ جائزہ لیں تو ہمیں یہ کہنے میں کوئی تکلف نہیں ہوگا۔ خانقاہ اشرفیہ کچھوچھ مقدسہ ایسی خانقاہ ہے جو بیک وقت خانقاہ بھی ہے اور درگاہ بھی۔ اہل علم جانتے ہیں کہ خانقاہ کا مفہوم کیا ہے اور اس کے معانی کی سرحدیں کہاں تک پھیلی ہوئی ہیں اور آج کی درگاہیں کس فکر اور فلسفے کی نمائندگی کرتی ہیں۔ کچھوچھ مقدسہ میں چاروں طرف درگاہی مناظر بھی دیکھنے کو ملتے ہیں اور خانقاہیت بھی اپنی پوری آن بان شان کے ساتھ جلوہ ریزی کرتی نظر آتی ہے۔ میں کچھوچھ مقدسہ کئی بار حاضر ہوا ہوں اور مخدوم مان کچھوچھ کے فیوض و برکات سے کئی بار نہایا ہوں۔ جہاں تک مجھے معلوم ہے کہ جامع اشرف کے قیام (۱۹۷۸ء) نے کچھوچھ مقدسہ سے خانقاہیت کے رشتے کو مزید پختہ کر دیا اور پھر کچھ برسوں بعد مختار اشرف لائبریری نے اس خانقاہیت کے معانی کو اور چمکا دیا۔ ان دو عظیم کارناموں کے پیچھے جس عظیم المرتبت شخصیت کی فکر رسا کام کر رہی تھی اسے حضرت شیخ اعظم علامہ سید اظہار اشرف صاحب قبلہ (علیہ الرحمہ) کہا جاتا ہے۔ خانقاہ اشرفیہ حسنیہ سرکار کلاں میں جامع اشرف اور مختار اشرف لائبریری کا قیام گویا اس بات کا اظہاریہ ہے کہ کچھوچھ شریف میں آرام فرما صاحبان مزار کے فیوض و برکات سے صحیح طور پر استفادہ کرنے اور دینی اور دنیوی کامرانی کے لیے دینی تعلیم کا حصول اور کتابوں کا مطالعہ بھی ازحد ضروری ہے۔

حضرت شیخ اعظم کی فکر کو ہزاروں بار سلام کہ انہوں نے لائبریری کی اہمیت کو محسوس کیا اور اسے عملی شکل دے دی۔ ایک عام آدمی لائبریری کی اہمیت وافادیت اور مقصدیت سے آشنا نہیں ہوتا مگر ارباب علم ودانش اچھی طرح جانتے ہیں کہ قوم کا مستقبل تابناک بنانے میں یہ کیا کردار ادا کرتی ہے۔ مگر افسوس کہ ہماری فکری تہی دامنی اور ذہنی قلاشی اس حد تک پہنچ چکی ہے کہ مدارس تو خوب بنائے جا رہے ہیں مگر یہ لائبریریوں سے خالی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ فارغین مدارس وہ کمال حاصل نہیں کر پاتے جو زمانے کا اقتضا ہے۔ جہاں تک ہمیں معلوم ہے کہ اس کی طرف توجہ دینے، اس کی اہمیت کا احساس کرنے اور پھر اسے عملی شکل میں وجود بخشنے والے اہل سنت وجماعت میں سب سے پہلے حضرت شیخ اعظم علامہ سید اظہار اشرف صاحب علیہ الرحمہ ہیں۔ آپ نے اتنی عظیم الشان لائبریری قائم فرمائی جسے دیکھ کر طبیعت عش عش کر اٹھتی ہے اور بے تحاشہ زبان وقلم اپنی جبین نیاز حضرت شیخ اعظم کی بارگاہ میں خم کر دیتے ہیں۔ مختار اشرف لائبریری کو روایتی انداز کی لائبریری نہیں کہا جا سکتا بلکہ یہ وہ عظیم الشان اور قابل قدر لائبریری ہے جو کسی بھی بڑی سے

بڑی عالمی معیار کی یونیورسٹی کی لائبریری کے مقابلے میں فخر سے پیش کی جاسکتی ہے۔جدیدیت کے تقاضوں سے مکمل طور پر ہم آہنگ ہے اور محققین اور ریسرچ اسکالروں کے لیے ایسا بیش بہا تحفہ ہے جس سے ان کی آنکھیں یقیناً ٹھنڈی ہوتی ہیں۔

پہلے زمانے میں مدارس تو مدارس ہیں گھروں میں بھی حتی المقدور لائبریریاں قائم کی جاتی تھیں بلکہ گھر کے ایک حصے کو بڑے اہتمام کے ساتھ لائبریری کے طور پر استعمال کیا جاتا تھا اور صاحب خانہ اسے فخر کے ساتھ مہمانوں کو دکھایا کرتے تھے لیکن اب یہ سارے واقعات وقت کی دھول میں دب چکے ہیں۔اب تو ان کے متعلق صرف قصے کہانیاں ہی سننے کو ملتی ہیں۔ مختار اشرف لائبریری کا قیام صرف جامع اشرف کے طلبہ اور اساتذہ پر ہی نہیں بلکہ تمام محققین اور ریسرچ اسکالروں پر اتنا عظیم احسان ہے جس کا کبھی کوئی بدل نہیں ہوسکتا۔ہاں اس احسان کا تقاضا یہ ہے کہ اس سے زیادہ سے زیادہ استفادہ کیا جائے اور اس کے فیضان کو عام کیا جائے۔

مختار اشرف لائبریری کے قیام کے بہت سے مقاصد ہیں۔ان مقاصد میں سے ایک اہم مقصد یہ ہے کہ حضرت شیخ اعظم جامع اشرف کے طلبہ کو صرف روایتی عالم دین یا کتابی عالم دین بنانے کے قائل نہیں تھے۔وہ خود جہاں دیدہ عالم دین تھے اور اپنے طلبہ کو بھی زمانے کے تقاضوں سے ہم آہنگ دیکھنا چاہتے تھے۔انہیں معلوم تھا کہ ان کی گود میں قوم کا مستقبل پروان چڑھے گا اس لیے انہیں صرف کتابی علم دینا کافی نہیں ہے بلکہ دین و دنیا کی روشن تعلیمات سے ان کے قلوب اذہان کو منور کرنا ضروری ہے تاکہ تبلیغ دین اور اشاعت دین کا سفر آسانی پورا ہوسکے۔اس عظیم کام کے لیے مختار اشرف لائبریری انہیں تیار کرے گی اور ان کی ذ ہنی و تخلیقی صلاحیتوں کو نکھار کر انہیں قوم کے حوالے کردے گی۔عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ اگر بعض مدارس میں لائبریریاں ہیں بھی تو وہاں سے طلبہ کو کتابیں نکالنے کی اجازت نہیں ہے۔اساتذہ اور ذمے داران یہ سمجھتے ہیں کہ خارجی کتابوں کے مطالعے سے طلبہ کی درسی کتابیں کمزور ہوجائیں گی اور وہ امتحانات میں اچھے ڈھنگ سے کامیاب نہ ہوسکیں گے۔ہم اس اندازفکر سے بالکل بھی اتفاق نہیں رکھتے۔ہماری تعلیمی پسماندگی میں یہ فکری عناصر بھی بہت بڑی رکاوٹ بن کر سامنے کھڑے ہیں۔ہونا تو یہ چاہیے کہ ذوق نہ رکھنے والے طلبہ کو بھی مطالعے پر ابھارا جاتا تاکہ ان کی صلاحیتیں نکھر کر سامنے آتیں۔لائبریری کے قیام کے اہم مقصد کے پیش نظر اگر مختار اشرف لائبریری کا جائزہ لیا جائے تو اندازہ ہوگا کہ جامع اشرف میں زیر تعلیم طلبہ کو خارجی کتابوں کے مطالعے کے خوب خوب مواقع فراہم کیے گئے ہیں۔یہ بات حضرت شیخ اعظم علیہ الرحمہ کی فکری زرخیزی،اصابت رائے اور گہرے شعور وادراک کی غمازی کرتی ہے۔ حضرت شیخ اعظم اس حقیقت سے اچھی طرح آشنا تھے کہ طلبہ کو عملی زندگی (PRACTICAL LIFE) گزارنے اور تبلیغ ودعوت کے لیے صرف نصابی کتابوں کا مطالعہ ہی کافی نہیں ہوتا بلکہ خارجی کتابوں کا مطالعہ،حالات سے واقفیت اور دنیا کی بدلتی ہوئی کیفیات پر گہری نظر بھی از حد ضروری ہوتی ہے۔اس لیے طلبہ کو اس کے لیے زمانۂ طالب علمی سے ہی تیار کرنا ناگزیر ہوتا ہے۔شیخ اعظم کی دوراندیشی اور حالات پر گہرے ادراک کی داد دینی ہوگی کہ انہوں نے سب سے پہلے دوسرے امور کی طرف توجہ دینے کے بجائے مختار اشرف لائبریری کے قیام پر توجہ کی اور اس کے

لیے اپنی پوری توانائیاں صرف کر دیں جو مختار اشرف لائبریری کی رگوں میں خون بن کر دوڑ رہی ہیں۔

ماہرین تعلیم اچھی طرح جانتے ہیں کہ ہر طالب علم ایک جیسے ذوق کا نہیں ہوتا۔ کسی کا رجحان کسی طرف ہوتا ہے اور کسی کا کسی اور سمت۔ اس لیے اساتذہ کا طبائع طلبہ کی جانچ کیے بغیر سب کو ایک ہی لاٹھی سے ہانکنا قطعی مناسب نہیں۔ اساتذہ کا اس طرح کا یکساں رویہ رکھنا نہ صرف ان طلبہ کے مستقبل بلکہ ملت اور ملک کے مستقبل سے بھی کھلواڑ کرنا ہے جسے تاریخ کبھی معاف نہیں کرے گی۔ بدقسمتی سے ہمارے مکاتب اور مدارس میں عموماً یہی صورت حال ہے۔ یہی وجہ ہے کہ زیادہ سے زیادہ تعداد میں نہ ملت کو کارآمد افراد میسر آ رہے ہیں اور نہ ملک کو۔ یہ ایک UNDERSTOOD بات ہے۔ جہاں لائبریریاں نہیں ہوتیں وہاں طلبہ کی صلاحیتوں اور ان کے اندر چھپی ہوئی تخلیقی قوتوں کو پیر پھیلانے کے مواقع نہیں ملتے۔ نتیجہ یہ ہوتا کہ ان کی فکر سکڑ جاتی ہے ، دماغ کی گلیاں تنگ ہوجاتی ہیں اور ان کی شخصیت کی کلی بن کھلے مرجھا جاتی ہے۔ اس تناظر میں دیکھیں تو حضرت شیخ اعظم کی فکری بلندی اور ذہنی زرخیزی کو سلام کرنے کو جی چاہتا ہے کہ وہ طلبہ کو سجانے ، سنوارنے ، نکھارنے ، صیقل کرنے ، ان کی فکر کو توانا بنانے ، حوصلوں کو مضبوط بنانے ، دماغ کو زرخیز بنانے اور ان کی شخصیت کو بافیض ، باکار اور بااثر بنانے کے لیے مختار اشرف لائبریری کی شکل میں ایسا چشمۂ حیات چھوڑ گئے ہیں جس سے صدیوں تک اپنی علمی وفکری پیاس بجھاتے رہیں گے۔

مختار اشرف لائبریری کے قیام کو حضرت شیخ اعظم کا سب سے بڑا ، سب سے قیمتی اور سب سے گراں مایہ کارنامہ کہا جاسکتا ہے جس کے اثرات ایک دو سال ، پچیس پچاس سال یا سو ، دو سو سال نہیں بلکہ صدیوں تک محسوس کیے جائیں گے۔ ان کا یہ اقدام ان خانقاہوں کے لیے بھی تحریک کا باعث ہیں جہاں علمی سرگرمیاں تعطل کا شکار ہوچکی ہیں۔ کچھوچھہ مقدسہ کی عظمتوں کے قصے ویسے ہی کیا کم تھے کہ جامع اشرف اور پھر خصوصیت کے ساتھ مختار اشرف لائبریری نے اس کی رفعتوں اور عظمتوں میں چار چاند لگا دیا ہے۔ کچھوچھہ مقدسہ حاضر ہونے والا اگر باذوق ہے تو وہ صرف مخدومان گرامی علیہم الرحمۃ والرضوان کی کرم نوازیوں سے ہی مستفیض نہیں ہوگا بلکہ اپنی علمی پیاس بھی بجھائے گا۔ گویا یہاں روحانی فیض کا دریا تو بہتا ہی تھا حضرت شیخ اعظم نے ایک عظیم الشان علمی دریا بھی جاری فرما دیا۔ حضرت شیخ اعظم نے کچھوچھہ مقدسہ کو صرف درگاہ تک ہی محدود نہیں رہنے دیا بلکہ اسے حقیقی معنوں میں خانقاہ بنایا اور برصغیر میں پھیلی ہوئی ان گنت خانقاہوں اور درگاہوں کے لیے ایک پیغام چھوڑ گئے۔

جامع اشرف اور خاص کر مختار اشرف لائبریری کے قیام کی تہہ میں جو چند پیغامات پوشیدہ ہیں انہیں ہم سلسلہ وار ذکر کرتے ہیں جو بیک وقت اہل مدارس کے لیے نمونۂ عمل ، ارباب خانقاہ کے لیے لائق تقلید اور عوام الناس کے لیے باعث تحریک ہیں۔

(ا) خانقاہیں صرف درگاہی امور تک محدود نہ ہوں بلکہ اپنے مریدین کی فکری ، ذہنی اور عملی تربیت کے لیے عملی کوششیں کریں اور اس کے لیے خانقاہ کی حدود ہی میں مدارس ، مکاتب اور لائبریری کا قیام کریں کیوں کہ ایمان وعمل کا پودا اسی وقت زرخیز ہوگا جب انسان کا تعلق علماء اور کتابوں سے مضبوط سے مضبوط تر ہوگا۔

(۲) مریدین اور عقیدت مند حضرات اپنے شیوخ اور بزرگوں سے کسب فیض ضرور کریں کیوں کہ یہ بھی بہت ضروری ہے مگر خود کو اور اپنے بچوں کو دینی تعلیم سے روشناس ضرور کرائیں۔ان کے اندر کتابوں کے مطالعے کا شوق وذوق پروان چڑھائیں کہ یہی تعمیر،تخلیق اور ارتقا کی خشت اول ہے۔

(۳) مدارس اس وقت تک مکمل نہیں ہو سکتے جب تک وہاں ایک عدد عظیم الشان لائبریری نہ ہو جو طلبہ کی ذہنی ،فکری ،علمی اور تخلیقی سرچشموں کو خشک ہونے سے بچائے رکھے اور ان کی معلومات کو جلا بخشتی رہے تا کہ چراغ سے چراغ جلتا رہے اور انسانوں کی آبادی منور ہوتی رہے۔

(۴) خانقاہوں اور درگاہوں کے شیوخ اور سجادہ نشینان اپنے گھروں اور اپنے مریدوں کے قیام کے لیے اچھی سے اچھی رہائش گاہیں تعمیر کرانے سے زیادہ خانقاہ یا درگاہ کی حدود میں عظیم الشان لائبریری اور عظیم الشان مدرسے اور مکتب کی بناڈالیں۔یہ ان کے لیے آرام دہ رہائش گاہوں سے زیادہ نفع بخش ہوگا اور ان کی روح کی تسکین کا سامان بھی بنے گا۔

قصہ مختصر مختار اشرف لائبریری کا قیام ہندوستان کے اہل سنت پر بہت بڑا احسان ہے۔اللہ کرے کہ اس سے زیادہ سے زیادہ استفادہ کیا جائے اور حضرت شیخ اعظم کے پیغام کو دنیا بھر میں عام کیا جائے۔

☆☆☆☆

حرمین شریفین میں میلاد پاک کا اہتمام

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اپنا ایک مشاہدہ ذکر کرتے ہیں:

اس سے پہلے مکہ مبارکہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مولد مبارک میں آپ کی پیدائش کے دن تھا اور لوگ جمع تھے درود شریف پڑھتے تھے اور وہ معجزے بیان کرتے تھے جو وقت ولادت ظاہر ہوئے تھے اور وہ مشاہدات جو اعلان نبوت سے پہلے ہوئے تھے، میں نے دیکھا کہ یکبارگی انوار ظاہر ہوئے میں نہیں کہتا کہ ان آنکھوں سے دیکھا اور نہ کہتا ہوں روح کی آنکھوں سے صرف اس کا ادراک ہوا خدا جانے کیا امر تھا ان آنکھوں سے دیکھا یا روح کی آنکھوں سے میں نے تامل کیا تو معلوم ہوا کہ یہ نور ان ملائکہ کا ہے جو ایسی مجلسوں پر مؤکل ہیں اور اسی مشاہد پر اور میں نے دیکھا کہ انوار ملائکہ اور انوار رحمت دونوں ملے ہوئے ہیں۔

(فیوض الحرمین:۲۷۔۲۶)

شیخ اعظم کی تبلیغی خد مات

مولانا سجاد رضوی مصباحی، استاذ جامعہ عبداللہ ابن مسعود کولکاتا

کچھوچھہ مقدسہ کی سرزمین اشرفی سادات کرام کے فیضان سے مالا مال ہے خانوادۂ اشرفیہ میں ہمہ جہت شخصیتیں ظہور پذیر ہوتی رہیں جس نے اس نسبت میں چار چاند لگائے اسی سلسلہ کی ایک اہم ،مضبوط اور مستحکم کڑی کا نام سید اظہار اشرف اشرفی جیلانی الملقب بہ شیخ اعظم ہے جن کی خدمت کا دائرہ مختلف حیثیتوں سے صرف ہندوستان کے طول وعرض ہی میں نہیں بلکہ بیرون ممالک تک وسیع ہے اپنے بے مثال کارناموں کی بنیاد پر منفرد المثال اور اپنے ہم عصروں میں درجوں فوقیت رکھنے والے ہیں۔

حضرت شیخ اعظم کے پر دادا اعلیٰ حضرت اشرفی میاں رحمۃ اللہ علیہ کو زیارت حرمین طیبین کے دوران ہی فراست باطنی سے اپنے پوتے کی ولادت کا علم ہو گیا اور آپ نے وہیں اظہار اشرف نام تجویز کر دیا اور ارشاد فرمایا کہ یہ واقعی ''اظہار اشرف،، (اشرفی مشن کو دنیا کے گوشے گوشے تک پہنچانے والا)ہوگا ۔قادر مطلق نے اپنے محبوب بندے کی زبان سے نکلے اس جملے کو سچ کر دکھایا۔ شیخ اعظم نے اپنی پوری زندگی سفر وحضر صحت ومرض ہر حال میں کام اور پیغام کو ہی اپنا نصب العین بنایا اور تا حیات اسی فکر وعمل میں روز وشب گذارا کئے۔

۱۹۶۰ کے ابتدائی ایام میں انہوں نے عملی اور تبلیغی میدان میں قدم رکھا علم وعمل کے اسلحہ سے مسلح جمال ظاہر وباطن سے آراستہ اس پر نسبت فاطمی مستزاد جدھر نکلے لوگ اس طرح ٹوٹے جیسے شمع پر پروانہ نثار ہوتا ہے جس محفل میں پہونچے شمع محفل بن گئے۔

حضرت شیخ اعظم نے جس ماحول میں آنکھ کھولی وہ علمی ،عملی ،تبلیغی اور تزکیۂ باطن کا ماحول تھا آپ نے اپنی حیات سعید کے چند ابتدائی قیمتی سال اپنے بزرگوں کی تربیت،ان کے شب وروز کے اعمال و اشغال ،خلوص وللّٰہیت ،دعوت وتبلیغ ،بیعت وارشاد اور تزکیۂ ظاہر و باطن کے طریقوں کے مشاہدے میں گذاری ،انہی سالوں میں اپنی زندگی کا قیمتی لمحہ حصول علم میں صرف کیا اور بقیہ زندگی اسی کی نشر واشاعت میں گذار دی ۔جس زمانے میں لوگ عموماً عزت وشہرت اور رفعت و دولت کے متلاشی ہوتے ہیں ان کی خواہش ہوتی ہے کہ ان پر اکرام والطاف کی بارشیں ہوا کریں ،لوگوں میں پذیرائی ہو اور ہر دل میں ان کے لئے احترام کا جذبہ پایا جائے اس زمانے میں شیخ اعظم ان خواہشات سے بے نیاز لوگوں کے نگہ التفات سے بے پرواہ محض رضائے الٰہی اور دین وسنیت ،مسلک ومذہب کی خدمت کے لئے ہمہ تن مصروف نظر آتے ہیں ،کبھی جاہ و منصب کے حصول کا خیال چھو کر نہ گذرا اور نہ کبھی آپ نے مالی پریشانیوں اور معاشی تنگیوں کی پرواہ کی ،اگر خیال تھا تو بس ''اشرفی مشن'' کو دنیا کے گوشے گوشے تک پہچانے کا، اگر فکر تھی تو لوگوں کو صحیح اعمال وعقائد سے آگاہ کرنے کی ، اگر آرزو تھی تو بس یہ کہ دنیا کے سامنے اسلام کی صحیح اور سچی تصویر آجائے اور مسلک حق واہل سنت وجماعت کا پرچم

بلند و بالا نظر آئے۔ اگر چہ آپ کے مرتبہ کی بلندی اور نصیبے کی سرفرازی کے لئے خانوادۂ اشرفیہ کیشرافت نسبی ہی آپ کے کلاہ افتخار میں چار چاند لگانے کے لئے کافی تھیں، لیکن چونکہ ''پدرم سلطان بود'' کے مقابلے خود کردہ کی شناخت زیادہ دل پذیر اور نا قابل شکست ہوتی ہے اور شخصیت اپنے کردار اور خدمات کے آئینے میں نمایاں اور ممتاز نظر آتی ہے اس لیے آپ نے صرف اپنی نسبی شرافت کو طرۂ امتیاز نہیں بنایا بلکہ ناصر دین محمدی کی حیثیت سے اپنی پہچان بنائی اگر آپ چاہتے تو اپنی شرافت نسبی کو کلاہ افتخار میں سجا کر سر بلند رہتے لیکن ایک مرد حق آگاہ اور رجل علم وفن کی طرح دین وسنیت کی وہ خدمات انجام دیں جو دوسروں کے لئے رہتی دنیا تک مشعل راہ رہیں گی۔

آپ نے اپنی زندگی کا بیشتر حصہ مختلف ملکوں، شہروں، قصبوں اور دیہاتوں میں دین وسنیت کی تبلیغ و اشاعت میں گذاری، عقلی ونقلی دلائل و براہین سے مخالفین کے مغالطے اور ان کے غلط افکار ونظریات کا تعاقب کیا اور اہل سنن کی تسکین خاطر کا سامان بھی فراہم کیا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان کے ساز زندگی کے ان نغموں کو چھیڑا جائے جو سب کے لئے یکساں روح افزا اور ایمان افروز ہیں۔

شیخ اعظم کو اللہ تعالیٰ نے یوں تو متعدد کمالا ت ، بہت سارے فضائل اور گونا گوں خصوصیتوں سے نوازا تھا، علمی اور تبلیغی شاہراہ کی شاید ہی کوئی ایسی رہ گذر ہو جہاں آپ کا نشان قدم نہیں ملتا۔ راہ صدق ووفا میں وہ کون سی منزل ہے جس کو آپ نے طے نہیں کیا ہے۔ ایک سچے خدا ترس انسان کی نگاہ میں سب سے عظیم جو چیز نظر آتی ہے وہ ہے خلق خدا کی صحیح سمت راہنمائی کرنا اور اسے شکوک وشبہات اور کفر وطغیان کی وادی سے نکال کر حق وہدایت کی روشنی میں لا کر کھڑا کر دینا، اس تبلیغی ذمہ داری کو جس خوش اسلوبی کے ساتھ حکمت وموعظت کے پیرائے میں آپ نے نبھایا وہ آپ ہی کا حصہ ہے اور اس وصف میں دور دور تک کوئی آپ کا ہمسر وثانی نظر نہیں آتا، جہاں بہت سے افراد خوف لومۃ لائم کی وجہ سے چشم پوشی کرتے ہوئے دامن بچا کر گذر جانے میں ہی اپنی عافیت سمجھتے ہیں وہاں بھی حضور شیخ اعظم حق وصداقت کا پرچم بلند کرتے نظر آتے ہیں۔ کٹیہار اور پورنیہ کی ناموافق سرزمین ہو یا بہار اور یوپی کا سنگلاخ خطہ کبھی بھی اور کہیں بھی آپ نے اپنے قدم کو پیچھے نہیں ہٹایا بلکہ ہمیشہ پوری خندہ روئی کے ساتھ دعوت وتبلیغ کا کام انجام دیا اور اس سلسلہ میں آپ نے اپنے پردادا اعلیٰ حضرت اشرفی میاں کی یاد تازہ کر دی۔

ایک مبلغ کے لئے کن چیزوں سے واقفیت اور آگاہی اور کن اوصاف سے متصف ہونا ضروری ہے اس کے لئے انہوں نے خود ہی ان سے لئے گئے ایک انٹرویو میں اس کا ذکر اس طرح کیا کہ ''ایک مبلغ کے لئے اپنے دائرۂ کار کے ماحول اور وہاں کے لوگوں کے مزاج اور ان کی عادات واطوار کا جاننا ضروری ہے وہ لوگوں کے مزاج اور ان کی عادات واطوار کے مطابق ہی لائحۂ عمل تیار کرتا ہے اگر کوئی شخص ان چیزوں سے ناواقف ہے تو وہ تبلیغ وہدایت کا کام صحیح طریقے پر انجام نہیں دے سکتا۔ اگر کسی سماج میں بد عقیدہ لوگ ہیں تو ایک مبلغ کے لئے سب سے پہلے یہ جاننا ضروری ہے کہ ان لوگوں کے گمراہی میں مبتلا ہونے کے اسباب کیا ہیں؟ اگر ان اسباب کو معلوم کر کے دور کر دیا جائے تو ان لوگوں کو راہ راست پر لانے کا کام آسان ہو جائے گا۔ لیکن آج کل کے مبلغین دیوبندی اور وہابی کا نام ہی سن کر لاحول پڑھنے لگتے ہیں، اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ گمراہ اور بدعقیدہ لوگ ان مبلغین کے دائرۂ تبلیغ سے باہر

ہی رہتے ہیں ،مبلغین کو عام مسلمانوں کے بر خلاف وہابیوں سے نفرت کرنے کے بجائے ان کی گمرہی اور کفریہ عقائد سے نفرت کرنی چاہئے اور اس کو زائل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ (بحوالہ معارف شیخ اعظم)

اگر ان کی کتابِ زندگی میں تبلیغ ودعوت کے اس رہنما اصول کے نقوش تلاش کیے جائیں تو یہ چیزیں بہت واضح اور نمایاں نظر آتی ہیں۔وہ فرماتے ہیں ’’میں نے کشن گنج اور پورنیہ کے علاقے میں یہ محسوس کیا کہ اکثر لوگوں کے وہابیوں کی جماعت میں شریک ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ان کے علاقے میں وہابی مبلغین کا دورہ ہوتا ہے ۔یہ لوگ وہابیوں کی ظاہری صورت دیکھ کر ان کی جماعت میں شامل ہوگئے ہیں‘‘۔ان علاقے کے معتدل مزاج لوگوں نے مجھے اپنے یہاں آنے کی دعوت دی۔میں نے ان لوگوں کی دعوت کو قبول کیا اور میرا ان لوگوں کے گھر قیام رہا۔انہوں نے میرے سامنے اپنی بدعقیدگی سے توبہ کی پھر میں نے ان کے گھر سے ہی تبلیغ کا سلسلہ شروع کیا۔میں جس گھر میں جاتا وہاں کے لوگ اپنی بدعقیدگی سے توبہ کرکے میرے ہاتھ پر بیعت ہوجاتے۔اگر میں ان لوگوں کی بدعقیدگی کے سبب ان کے گھر آنے کی دعوت قبول نہیں کرتا تو یہ لوگ مجھ سے کبھی قریب نہیں آتے اور نہ ہی میرے ہاتھ پر توبہ کرکے بیعت ہوتے۔(معارف شیخ اعظم/۶۴-۶۵)

اس برق رفتار زندگی، تیز گام اور نرم خرام سواریوں کے دور میں بھی آپ نے ان علاقوں میں تبلیغی اسفار کئے جہاں کوئی آرام دہ سواری کا انتظام نہ تھا بلکہ کوسوں پیدل چلنے کے بعد منزل مقصود تک رسائی کے لئے بیل گاڑی کے ذریعہ تکلیف دہ سفر کرنا پڑا۔ذرا تصور کریں اتنی عظیم شخصیت اور بیل گاڑی کا سفر،لیکن ماتھے پر کوئی شکن نہیں بلکہ تبلیغ کی لذت اور اپنے بزرگوں کی تربیت نے اس تکلیف کا احساس تک نہیں ہونے دیا۔انتہائی شاداں وفرحاں اپنے مشن کی تکمیل کے لے پہونچے،اس صبر واستقامت کا اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ صلہ دیا کہ بہت سے بدعقیدہ لوگوں نے آپ کے دست حق پرست پر وہابیت سے بیزاری کا اظہار کیا اور اپنی بدعقیدگی سے توبہ کرکے داخلِ مسلک اہل سنت ہوئے۔ایک موقع پر تو یہ عظیم واقعہ بھی رونما ہوا جب آپ نے بھاگل پور کے اپنے دعوتی سفر میں ایک ایسے شخص کے گھر قیام فرمایا جس کی بدعقیدگی اور اسلاف بیزاری کا محلّہ بھر میں شہرہ تھا لیکن آپ نے سارے لوگوں کے تصور کے بر خلاف اسی شخص کے گھر کو اپنی قیام گاہ اور دعوت کا نقطۂ آغاز بنایا،لوگوں کو تشویش ہوئی لیکن آپ اپنی حقانیت پر مطمئن وہاں قیام پذیر رہے۔اس درمیان جب صاحب خانہ نے آپ کے روز و شب کے احوال ، عبادت وریاضت ، خلوص وللّٰہیت ، اخلاص ووفاء،صبر ورضا اور سوز وگداز کو ملاحظہ کیا اور چہرے پر ایمانی تازگی اور نورانی چمک دیکھا تو اس شخص نے اہلِ خانہ سمیت اپنی بدعقیدگی سے تائب ہوکر آپ کے ہاتھ پر بیعت کرلی۔جب اس بات کی خبر آپ کے ہمعصر معروف عالم دین،علم وعمل کے پیکرِ مجسم ،خطیب مشرق حضرت علامہ مشتاق احمد نظامی رحمۃ اللہ علیہ کو ہوئی تو انہوں نے فرمایا حضرت آپ نے بڑا اچھا کیا کہ اس کے گھر قیام فرما کر اس کی بدعقیدگی زائل کردی، آپ نے جواباً ارشاد فرمایا وہ تائب ہوگیا اس لیےمیرا قیام اچھا تھا اور اگر وہ تائب نہ ہوتا تو لوگ مجھ پر نہ جانے کیا کیا الزام تراشیاں کرتے، پھر فرمایا عقیدہ ومسلک میں تصلب اچھی چیز ہے لیکن مبلغین اور علماء کو حکمت وموعظت کے اصول پر کار بند رہ کر اپنے حسنِ اخلاق اور اچھی سیرت وکردار کا مظاہرہ کرنا چاہیے تاکہ لوگ قریب ہوں اور انہیں سنورنے کا موقع ملے۔

ایک داعی اور مبلغ کا سب سے نمایاں وصف یہ ہے کہ وہ عمدہ اخلاق کا مالک اور اچھے کردار سے متصف ہو کیوں کہ اخلاق سے دل جو کہ جسم کا سلطان ہے جب گرویدہ ہوتا ہے تو سارے اعضاء خود بہ خود ہی اس شخصیت پر نثار ہونے لگتے ہیں ،لفظ ,,اخلاق،، کے مفہوم کو اردو زبان کی اصطلاح کے دائرے میں نہ دیکھ کر اس کو آیت کریمہ ”انك لعلیٰ خلق عظیم“ اور حدیث مبارک ”انما بعثت لاتمم مکارم الاخلاق ‘‘ کی روشنی میں دیکھئے پھر اس کی معنویت کا اندازہ کیجئے یہ کوزے میں سمندر سمونے کی طرح ہے کہ جسے آپ نے با اخلاق کہہ دیا تو گویا آپ نے اسے تمام انسانی خصلتوں کا جامع کہہ دیا۔ حضرت شیخ اعظم کو اللہ تعالیٰ نے اس وصف سے حظ وافر عطاء فرمایا تھا جس نے انہیں اپنے ہمعصروں میں ممتاز کر دیا، ان کی ہر فکر مثبت اور تعمیری تھی کبھی کسی کا شکوہ نہیں کیا، ہر ایک کو ان کے رتبہ کے اعتبار سے مقام عطا فرماتے اور ان کا احترام بجا لاتے، اس لئے جو بھی آپ سے ایک بار ملتا تا حیات آپ کو اپنی یادوں کی دنیا میں سجائے رکھتا۔

بیرونِ ہند کے مختلف ممالک میں بھی آپ نے دین و سنیت کی خدمات انجام دی ہیں خصوصاً بنگلہ دیش ڈھاکہ اور اس کے مضافات میں آپ کی دینی خدمات کے اثرات آج بھی پائے جاتے ہیں، اسٹوگرام، برہمن بڑیا وغیرہ مقامات کے بہت سے افراد آپ کی نصیحتوں سے متأثر ہو کر حق کے علم بردار بن گئے۔

حضرت شیخ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کا مرکزی کردار تبلیغ دین وسنیت رہا اور یہ پہلو زندگی کے دیگر نقوش جاوداں سے زیادہ روشن اور تاب ناک ہے وہ جو کہتے تھے کرتے تھے اور جو کرتے تھے اس میں کوئی اپنی ذاتی غرض اور منفعت نہیں ہوتی ان کی زندگی کا کارواں اپنے مشن کو دنیا کے گوشے گوشے تک پہو چانے کی تمناؤں کے ہجوم میں آگے بڑھتا رہا۔ آپ نے میدان خطابت کو بھی ذریعہ تبلیغ بنایا، کرسیِ خطابت پر بیٹھے تو اظہار حق میں بے باکی سے اپنے دادا کی یاد تازہ کر دی۔ واضح رہے کہ آپ نے اپنی خطابت کو رسمی وروایتی نہیں ہونے دیا بلکہ اسے اظہار مسلک کا ذریعہ بنایا اور رہروانِ شوق کی تشنہ روحوں کو سیراب کیا۔ آپ عام خطباء کی طرح صبح سے شام تک تقریر کی تیاری نہیں کرتے بلکہ ماحول، حالات اور سامع کے ذوق کے مطابق جب جیسی ضرورت محسوس ہوتی اپنی فکری جولانیوں کا جلوہ آشکارہ کرتے۔ آپ کو اس وصف میں بھی ید طولیٰ حاصل تھا یوں کہا جائے کہ وعظ وخطابت کو ضرورت تھی ایک ایسے رجل عظیم کی جو اس کے مختلف گوشوں پر آسانی کے ساتھ گفتگو کر سکتا ہو سو اسے کچھوچھہ مقدسہ کی سرزمین سے شیخ اعظم کی شکل میں ایک فرخندہ بخت فرزند مل ہی گیا جس نے اس کی ضرورتیں پوری کر دی۔ اس کے علاوہ بھی آپ نے لوگوں کے سیاسی، سماجی، تعلیمی، اخلاقی اور معاشرتی مسائل پر توجہ دی اور اس میں بہت سی چیزیں بطور یادگار چھوڑیں۔ رحمت وانوار کی بارش ہو شیخ اعظم کی ذات بابرکات پر جنہوں نے ہم وابستگان کو مقصد حیات سمجھایا اور زندگی کی بہاروں میں حب رسول کے پھول کھلانا سکھایا۔

☆☆☆☆

شاہی سے بھی بہتر ہے ترے در کی غلامی
دیتے ہیں ملائک جہاں ہر لمحہ سلامی
فیضان کرم سے نہیں محروم ہے کوئی
ہے سب پہ کرم چاہے شہنشاہ ہو کہ عامی
ہر قلب فروزاں ہوا اظہار کرم سے
ہندی ہو حجازی ہو کہ جیلانی وشامی
(شیخ اعظم)

شیخ اعظم اور تبلیغی کارنامے

مولانا سیف الدین، کریم الدین پور، برکات نگر، گھوسی

کافر کی یہ پہچان کہ آفاق میں گم ہے
مومن کی یہ پہچان کہ گم اس میں ہے آفاق

کچھوچھہ مقدسہ صرف برصغیر ہی نہیں بلکہ پورے عالم میں اپنی فیض رسانیوں کے سبب مشہور ومعروف ہے، ایسا کیوں نہ ہو؟ اس جگہ وہ ہستی آرام فرما ہے جس نے تخت شاہی کو ٹھوکر مار کر فقیری اختیار کی، امیری پر فقیری کو ترجیح دی یہ عظیم المرتبت ہستی شاہ سمناں، تارک سطوت جہاں، گلشن زہرا کے گل خنداں حضرت مخدوم اشرف جہانگیر علیہ الرحمہ کی ذات گرامی ہے۔

اس خانوادہ میں ایسی عبقری شخصیتوں نے جنم لیا جو ہر حیثیت سے فخر روزگار بن کر منصۂ شہود پر جلوہ گر ہوئیں، جن کے فیض وکرم کی بدلیوں نے ایک جہاں کو سیراب کیا اور آج بھی یہ سلسلہ جاری ہے، خلف مسعود حضرت شاہ عبدالرزاق نور العین علیہ الرحمہ سے ہوتا ہوا حضرت اشرفی میاں، حضرت محدث اعظم ہند، حضرت مجتبیٰ اشرف، حضرت مصطفیٰ اشرف، مجاہد دوراں مولانا مظفر حسین کچھوچھوی، شیخ التفسیر والحدیث حضرت مولانا حامد رضا علیہم الرحمۃ والرضوان، مفسر قرآن حضرت علامہ مدنی میاں، خطیب عالم حضرت علامہ محمد ہاشمی صاحب مدظلہم اسی سلسلۃ الذھب کی کڑیاں ہیں جن کی علمی وروحانی وجاہت سے دنیا واقف ہے، اسی خانوادہ کے گوہر نایاب خاندان اشرفیہ کے آفتاب و ماہتاب عالی جناب حضرت العلام، مخدوم العلماء شیخ اعظم شاہ اظہار اشرف اشرفی جیلانی علیہ الرحمۃ والرضوان کی ذات گرامی ہے۔ جن کا وصال مؤرخہ ۲۹ ربیع الاول ۱۴۳۳ مطابق ۲۲ فروری ۲۰۱۲ء کو ہوا ''انا للہ وانا الیہ راجعون''

حضرت شیخ اعظم مخدوم العلماء سید اظہار اشرف علیہ الرحمہ کچھوچھہ شریف کے سجادہ نشین ہیں۔ سجادہ نشینی سے ذہن متبادر ہوتا ہے کہ آپ صرف ایک خانقاہی پیر ہوں گے جن کی تمام کوششوں کا محور خانقاہ کے مروجہ رسوم کو ادا کرنا ہوتا ہے لیکن حضرت ممدوح محض پیر ہی نہیں تھے بلکہ بہت سارے اوصاف جمیلہ اور کمالات عالیہ کے حامل تھے۔ آپ ایک ممتاز ومعروف خانوادہ کے چشم وچراغ ہونے کے ساتھ ایک جلیل القدر عالم دین، بے مثال خطیب، دین متین کے مخلص مبلغ، بلند پایہ شاعر، ایک بہترین مفکر اور بہت سارے اداروں کے بانی ومہتمم تھے۔

شیخ اعظم نے فراغت کے بعد جامعہ نعیمیہ مرادآباد میں تدریسی خدمات انجام دیں، لیکن یہ سلسلہ زیادہ دنوں تک نہیں رہ سکا اور آپ نے تبلیغ وارشاد اور ادارہ سازی کے ذریعہ دین وسنیت کی خدمت کرنے کو ترجیح دی چنانچہ آپ نے اپنے مواعظ وخطبات کے ذریعہ دین وسنیت کا عظیم کارنامہ انجام دیا۔ ہندو بیرون ہند کا دورہ کر کے لوگوں کے درمیان اشاعت دین کی مخلصانہ جدوجہد فرمائی اور گمراہی وبددینی کے آشوب سے لوگوں کے ذہن وفکر کو محفوظ رکھا۔

حضرت شیخ اعظم علیہ الرحمہ کا اسلوب تبلیغ وطرز خطابت بڑا اثر انگیز دلوں کو اپیل کرنے والا ہوتا تھا جو بات کہتے دلائل وبراہین کے ساتھ کہتے، چنانچہ آپ کے خطاب دلپزیر سے متأثر ہوکر ہزاروں لوگوں نے غلط عقائد سے توبہ کی اور سنیت کو اختیار کیا، بہار، بنگال، بنگلہ دیش کے بعض علاقوں مثلاً ڈھاکہ، سید پور، چاٹگام، کشن گنج، پورنیہ وغیرہ میں آپ نے اپنی خطابت اور تبلیغ وارشاد کے ذریعہ عوام کو عقائد حقہ سے روشناس کیا ورنہ مذکورہ علاقے ایسے تھے جہاں چاروں طرف بدعقیدگی پھیلی ہوئی تھی یہاں تک کہ اہل سنت کا کوئی اجلاس نہیں ہو پاتا تھا لیکن حضرت مخدوم العلماء کی تبلیغی کدوکاوش سے لوگوں کے دل کی دنیا بدل گئی اور آج وہاں سنیت اور خوش عقیدگی کی بہار نظر آرہی ہے۔

کبھی کبھی اس تبلیغی مشن میں بڑی آزمائش سے گزرنا پڑا مگر آپ نے ثابت قدمی کے ساتھ اپنے مشن کو جاری رکھا اور کبھی دل برداشتہ نہیں ہوئے۔

حق گوئی وبے باکی آئین جواں مردی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

آپ تبلیغی مشن پر جاتے تو موقع وحالات کے پیش نظر ادارے اور مدارس قائم کردیتے جس کا اثر یہ ہوا کہ لوگ آپ کے جانے کے بعد بھی عقائد حقہ پر قائم رہے، حاصل یہ کہ آپ دین متین کے سچے داعی ومبلغ تھے اور ایک داعی میں جو خوبیاں ہونی چاہیئے وہ سارے اوصاف حمیدہ مثلاً علم وعمل، زہد وتقویٰ، فہم وفراست، فکر وتدبر، اخلاص وللّٰہیت، خاندانی وجاہت وشرافت آپ کی ذات میں موجود تھیں۔

کچھوچھہ شریف میں جامع اشرف کا قیام آپ کی زندگی کا عظیم الشان کارنامہ ہے۔ یہ ادارہ حضرت محبوب یزدانی سید اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہٗ کے جوار میں واقع ہے اور اسلامی اور عصری تعلیم کا عظیم مرکز ہے۔ طلبہ کی رہائش کے لئے ۶۲ کمروں پر مشتمل ہاسٹل ہے، ابتدائی درجہ سے لے کر دورۂ حدیث تک کی تعلیم کا مکمل بندوبست ہے۔ جامع اشرف اپنی انفرادیت کے باعث اہل سنت کی قابل فخر دانش گاہ ہے۔

دوسرا نمایاں کام ''مختار اشرف لائبریری'' ہے یہ لائبریری اسلامی دنیا کی ایک عظیم لائبریری ہے جس میں اسلامیات ودیگر علوم وفنون پر مشتمل بے شمار کتابوں کا گراں قدر ذخیرہ ہے اور تمام مروجہ زبانوں میں اسلامی علوم وفنون کی نادر ونایاب کتابیں دستیاب ہیں۔ پڑھنے اور تحقیق وریسرچ کرنے والوں کے لئے بہت اچھا انتظام ہے، لائبریری کے سامنے ایک بہت بڑا اسٹڈی ہال ہے جہاں پرسکون ماحول میں مطالعہ وتحقیق کرسکتے ہیں۔ اس کے علاوہ اپنے قائم کردہ اداروں کی دیکھ بھال کرنا، ملک اور بیرون ملک سنی اداروں کی سرپرستی کرنا، نظام تعلیم پر گہری نظر رکھنا، علماء کو علوم اسلامیہ پر تحقیق وریسرچ کی ترغیب دینا اور تصنیف وتالیف کی حوصلہ افزائی اور اس کی نشر واشاعت میں سہولت فراہم کرنا، آپ کی علم دوستی اور کامیاب تبلیغی مشن کا بین ثبوت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو گوناگوں خوبیوں سے نوازا تھا، افسوس کہ قوم وملت کی یہ نابغہ روزگار ہستی اور علم وفن کا دُرِّ شاہوار اب ہمارے درمیان نہیں رہا۔

آسمان تیری لحد پر شبنم آفشانی کرے
غنچۂ نورستہ اس گل کی نگہبانی کرے

☆☆☆☆

شیخ اعظم اور آپ کی خدمات

مولانا محمد عبدالحلیم رضوی القادری،
شیخ الحدیث، مرکزی دارالعلوم عمادیہ، خانقاہ عمادیہ و امیر تحریک اسلامی، پٹنہ سٹی، بہار

تارک السلطنت غوث العالم کی نگری کچھوچھہ مقدسہ یوپی کی پورے ملک و بیرون ملک میں ایک تاریخی حیثیت رہی ہے اور آج بھی ہے خاص طور پر خانوادۂ اشرفیہ و سادات کچھوچھہ مقدسہ کی دینی و شرعی تبلیغ اور ملی و ادبی خدمات کی تاریخ بہت قدیم اور بڑی طویل ہے جو تقریباً سات صدیوں پر محیط ہے۔ اسی کچھوچھہ مقدسہ میں بڑے بڑے علماء، محدث، مفسر، ادیب، مفکر، مدبر، دانشوران و شعراء پیدا ہوئے ہیں اور ہو رہے ہیں اور امید ہے کہ انشاء اللہ تا قیامت یہ عظیم سلسلہ جاری رہے گا ان سبھی حضرات نے وقتی تقاضے کے پیش نظر قوم و ملت کی ایسی خدمات انجام دی ہیں جنہیں آج بھی تاریخ فراموش نہیں کر سکتی انہیں ہستیوں میں سے موجودہ صدی کی ایک ایسی بھی ہستی چند ماہ قبل ہمارے مابین موجود تھی جن کو ملک اور بیرون ملک نے مومن کامل عالم باعمل صوفی باصفا مخزن علم و فن معمار ملت پیر طریقت رہبر شریعت بدر اشرفیت مخدوم العلماء حضرت علامہ الحاج سید شاہ مفتی ابوالمحمود محمد اظہار اشرف اشرفی الجیلانی شیخ اعظم سجادہ نشیں خانقاہ اشرفیہ حسنیہ سرکار کلاں کے نام سے جانا۔ جن کی دینی، قومی، ملکی، ملی خدمات کبھی بھی بھلائی نہیں جا سکیں گی۔ آپکی مقدس زندگی کو اگر ایک انقلابی زندگی کہا جائے تو سو فیصد سچ اور حق ہوگا۔ آپ جہاں جید عالم دین تھے وہیں شعر و شاعری کی دنیاں میں بھی لا جواب تھے ذوق شاعری کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ

کتنا عظیم چمن تمنا کا ہے سوال
اے کاش میں بھی دیکھوں سراپائے لا زوال
وہ جن کے دم سے گلشن ہستی میں ہے بہار
سب کچھ انہیں کا صدقہ ہے پائے ہیں جو کمال
بڑی مشکل میں ہیں ہم غم کے مارے یا رسول اللہ
کرم فرمائے رب کے دلارے یا رسول اللہ
ترے در کا بھکاری اور طوفان حوادث میں
کرم سے پھیر دو گردش کے دھارے یا رسول اللہ

آپ کی ذات اشاعت دین متین ادب پروری ہنر نوازی کی نشان تھی تمام تر زندگی محبت رسول کی خوشبو پھیلانے اور عشق مصطفٰے کا چراغ جلانے سنت نبوی کی آبیاری کرنے میں لگا دی کہیں دین مصطفٰے کی حفاظت کے لئے مدرسوں کو قائم کیا کہیں اپنے معبود حقیقی کے آگے سر بسجود ہوئے اور اظہار بندگی کے لئے مساجد کی تعمیر فرمائی اور راہ سے بھٹکے ہوئے لوگوں کی خاطر خانقاہیں قائم کیں اور بیعت و ارشاد کے ذریعے لوگوں کے قلوب کو منور مجلّٰی فرماتے رہے۔ یہ سچ ہے کہ شیخ اعظم محدث و مفکر کا نام تھا، شیخ اعظم معمار ملت کا نام تھا، شیخ اعظم دیانت و امانت کا نام تھا، شیخ اعظم شہزادۂ مخدوم سمناں و نورالعین کا نام تھا، شیخ اعظم سرکار کلاں کے انقلاب آفریں مینار کا نام تھا، شیخ اعظم خانوادۂ اشرفیہ کے چشم و چراغ کا نام تھا۔ شیخ اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان نے جو یادگاریں چھوڑی ہیں ان میں درجنوں مدارس

اسلامیہ وخانقاہیں ومختار اشرف لائبریری ہے جو اپنی مختصر عمر کے باوجود ہندوستان کی عظیم لائبریریوں میں شمار کی جاتی ہے اور خالص دینی و مذہبی درسگاہ مرکز اہل سنت جامع اشرف کچھوچھہ مقدسہ شریف ہے جہاں سے تشنگان علوم و فنون اپنی دینی و مذہبی پیاس بجھانے میں مصروف ہیں۔

آپ اپنے والد گرامی قطب زماں شیخ الشیوخ حضرت علامہ الحاج مفتی سید شاہ مختار اشرف اشرفی الجیلانی علیہ الرحمۃ والرضوان کی جگہ مسند سجادگی پر متمکن ہوئے خانقاہ کی ذمہ داریوں کے باوجود قوم ملت کی ذمہ داریاں پوری زندگی بحسن وخوبی اس شعر کے مصداق ادا رہے۔

نہ ساتھی ہے کوئی اور نہ کچھ زاد سفر ہے
اللہ پہ بھروسہ ہے محمد پہ نظر ہے

کیا شیخ اعظم علیہ الرحمہ کے لئے یہ سب سے بڑی پونجی نہیں ہے انشاء اللہ تعالیٰ رہتی دنیا تک آپ کا یہ سب لگایا ہوا باغ و بہار جس میں انگنت کلیاں مسکرائیں مسکراتی رہیں گی، بے شمار پھول کھلے کھلتے رہیں گے۔ مجھ جیسا حقیر شیخ اعظم کی بارگاہ میں کہاں خراج عقیدت پیش کرسکتا ہے وہ عالی مرتبت کی آل ہیں جن کے لئے امام اہل سنت مجدد دین وملت کنز الکرامت جبل الاستقامت دنیائے سنیت کے امام، امام احمد رضا خان فاضل بریلوی ومحدث بریلوی فرماتے ہیں۔

تیری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا
تو ہے عین نور تیرا سب گھرانہ نور کا

بالآخر اعلان خداوندی "كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْت" کے مطابق ۲۹ ربیع النور مطابق ۲۲ فروری ۲۰۱۲ء کو یہ علم وفن کا آفتاب آنکھوں سے اوجھل ہوگیا "اِنَّا لِلّٰه وَ اِنَّا اِلَيْهِ رَجِعُوْن" اب شیخ اعظم کے بعد یہ تمام ذمہ داریاں وخانقاہ اشرفیہ سرکار کلاں کے لوازمات ولی عہد قائد ملت محمود العلماء حضرت علامہ الحاج سید شاہ محمود اشرف اشرفی جیلانی کو تفویض ہوئے جسے قائد ملت بحسن وخوبی نبھا رہے ہیں۔ صرف میں ہی نہیں بلکہ آج زمانہ کہتا ہے کہ آہ شیخ اعظم نظر کیوں نہیں آتے؟ عقل کہتی ہے کہ آپ نے موت کی چادر اوڑھ لی ہے مگر دل کہتا ہے کہ آپ ہماری انجمن میں ہیں۔ اے سرکار ہم آپ کو کہاں ڈھونڈھیں کہاں تلاش کریں کیا یہ سچ ہے کہ آپ بہت دور چلے گئے ہیں؟ میرے شیخ اعظم آپ کی کن کن اداؤں کا تذکرہ کیا جائے اور کن کن خوبیوں کو بیان کیا جائے میرے آقا آپ اکیلے نہیں گئے بلکہ تمناؤں اور آرزوؤں کی دنیا ساتھ لے گئے۔ تمنائیں دل میں رہ گئیں اور حسرتوں نے سسک سسک در دم توڑ دیا۔ کبھی خواب میں ہی آکر اتنا تو بتا دیں کہ جگر کا بہتا ہوا لہو کس کو نچھاور کیا جائے۔ آپ صرف گفتار کے غازی نہیں تھے بلکہ کردار کے غازی تھے پہلے کہتے نہیں تھے پہلے کر کے دکھاتے تھے۔ میرے شیخ اعظم اپنی دینی، مذہبی، قومی، ملی، مسلکی، وملکی خدمات کا خراج عقیدت قبول کیجئے اس کے لئے آپ کا یہ محمد عبد الحلیم رضوی القادری قلم کی روشنائی سے نہیں بلکہ دل کا خون اور جگر کا لہو نذر کرتے ہوئے کہتا ہے کہ۔

سینے میں کوئی ڈال دے پتھر کا کلیجہ
دیکھا نہیں جاتا شیخ کا اعظم کا جنازہ
ہرگز نہ میرد آنکہ دلش زندہ شد بہ عشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

☆☆☆☆

بھنور میں کشتی اظہار ہے پھر بھی اسے کیا غم
جو تم چاہو تو مل جائے کنارا یارسول اللہ
(شیخ اعظم)

شیخ اعظم اور تبلیغ دین

مولانا رضوان احمد نوری شریفی،
استاذ الجامعۃ البرکاتیہ گھوسی ضلع مئو یوپی موبائل نمبر ۹۸۳۹۱۷۸۵۴۵

تبلیغ دین کے لئے چند بنیادی چیزوں کا ہونا ضروری ہے جن کے بغیر دین کی کماحقہ تبلیغ ممکن نہیں (۱)علم (۲)اخلاص (۳) صبر وتحمل (۴) شریعت وتقویٰ کاالتزام۔

کیوں کہ دین کا علم نہ ہوتو تبلیغ ممکن نہیں اور علم ہو اخلاص نہ ہوتو تبلیغ مؤثر نہیں ہوگی اور اگر علم واخلاص ہو اور صبر وتحمل نہ ہوتو تبلیغ میں کامیابی حاصل نہیں ہوگی یونہی اگر مذکورہ تینوں چیزیں ہوں اور شریعت کی پابندی اور تقویٰ نہ ہوتو تبلیغ مخاطب پر اثر انداز نہ ہوگی۔اس لئے کہ کوئی بھی دعوت اگر صرف لفظی دعوت ہو اور اس کے ساتھ اخلاقی اور عملی زور نہ ہوتو وہ کیسی ہی زریں کیوں نہ ہو اور تھوڑی دیر کے لئے دلوں پر کتنا ہی اثر کیوں نہ طاری کرلے آخر کار دھوئیں کے مرغولوں کی طرح فضاء میں تحلیل ہوجاتی ہے۔زبان کا جادو صابن کے سے خوشنما جھاگ اور رنگین بلبلے پیدا کرسکتا ہے مگر یہ بلبلے کسی ایک ذرۂ خاک کو بھی اس کی جگہ سے ہلا نہیں سکتے اور ساتھ ہی ساتھ مٹتے چلے جاتے ہیں ۔دعوت وتبلیغ جب اخلاص سے خالی ہوتی ہے تو انسانیت اس سے متاثر نہیں ہوتی ، خلاقی اور عملی طاقت ہی کسی دعوت وتبلیغ میں اثر بھرتی ہے۔اس لئے دین کے خادم اور مبلغ کے لئے ضروری ہے کہ مذکورہ چاروں صفتوں سے متصف ہو تا کہ تبلیغ وخدمت دین کے فرائض بہ حسن خوبی انجام دے سکے۔

شیخ طریقت ،رہبر شریعت حضرت العلام الحاج سید شاہ اظہار اشرف اشرفی جیلانی علیہ الرحمۃ والرضوان کی حیات مبارکہ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ شیخ موصوف کے اندر مذکورہ تمام صفتیں بدرجہ اتم موجود تھیں۔ پہلی صفت،علم کو حاصل کرنے کے لئے گھر کے عیش وعشرت اور آرام وراحت کی قربانی پیش کرتے ہوئے برسہابرس اشرفیہ مبارکپور میں رہ کر علوم دینیہ کی تکمیل فرمائی اور مشفق اساتذۂ کرام اور خاندانی آباء واجداد کے زیر تربیت رہ کر اخلاص،صبر وتحمل،شریعت کی پابندی اور تقویٰ کی دولت سے بھی بہرہ مند ہوئے۔

اس میں شبہ نہیں کہ یہ اثر تھا آپ کے جد کریم قطب ربانی حضور اشرفی میاں علیہ الرحمۃ والرضوان کی پیشین گوئی اور دعائے مستجاب کا اور ایسا کیوں نہ ہو کہ حضور اشرفی میاں قدس سرہٗ ولایت کے ایسے منصب پر فائز ہیں کہ شیخ موصوف کی ولادت کچھوچھہ مقدسہ میں ہوئی اور مدینہ منورہ میں آپ کو کشف سے معلوم ہوگیا۔ آپ کی شان یہ تھی کہ دل کے خطرات سے واقف ہوجا تے یہ شان ظاہری حیات طیبہ میں بھی تھی اور دنیا سے روپوش ہوجانے کے بعد بھی یہی شان ہے جس کی تصدیق ذیل کے واقعہ سے ہورہی ہے۔

ہمارے ماموں جان الحاج حافظ محمد یعقوب صاحب علیہ الرحمہ بڑے متقی، پرہیز گار اور بہترین حافظ قرآن تھے اور قطب ربانی حضور اشرفی میاں قدس سرہٗ سے شرف بیعت حاصل تھا۔اخیر عمر میں مولانا نعیمی صاحب کے اصرار پر

شعبۂ حفظ میں تدریسی خدمات انجام دینے کے لئے اظہار العلوم جہانگیر گنج تشریف لے گئے۔ آپ کا معمول یہ تھا کہ جب گھوسی سے جہانگیر گنج جاتے اور جہانگیر گنج سے گھوسی تشریف لاتے تو اپنے پیرومرشد کے مزار پر فاتحہ خوانی کے لئے ضرور حاضر ہوتے۔ جب آپ کی طبیعت ناساز ہوئی۔ جہانگیر گنج سے گھر کے ارادے سے چلے اور حسب معمول مزار شریف پر حاضری دی تو اب کی مرتبہ مزار شریف سے دست مبارک باہر آیا اور ماموں جان نے فرط عقیدت سے اسے بوسہ دیا اور وہاں سے گھوسی تشریف لائے اور پھر جہاں گیر گنج جانے کی نوبت نہیں آئی اور آپ کا وصال ہوگیا۔

اس واقعہ کو ماموں جان نے صرف اپنے چھوٹے صاحبزادے الحاج میاں جی نثار بھائی احمد سے بیان فرمایا اور ساتھ ہی تاکید کردی کہ کسی سے میری زندگی میں بیان نہ کرنا چنانچہ میاں جی نثار بھائی نے ان کے وصال کے بعد یہ واقعہ مجھ سے بیان کیا۔

اخیر مرتبہ دست مبارک کا باہر آنا اس بات کی دلیل ہے کہ حضور اشرفی میاں قدس سرہٗ کو معلوم تھا کہ اسی سفر میں میرے مرید کا انتقال ہوجائے گا۔ اس لئے اپنے تقویٰ شعار مخلص مرید خاص کو اس نعمت سے نوازا۔ ایسے جلیل القدر قطب ربانی کی پیشین گوئی اور دعا کیوں نہ مقبول ہو اور آپ کی خاص نگاہ عنایت سے جلوہ آفتاب کیوں نہ بنیں، دل کی گہرائیوں سے قطب ربانی نے شیخ اعظم کے لئے دعا فرمائی اور پیشین گوئی کی چنانچہ جب قطب ربانی دیار حبیب مدینہ منورہ سے کچھوچھہ شریف واپس تشریف لائے تو سب سے پہلے خاندان کے سارے افراد کی موجودگی میں اپنے چہیتے پر پوتے کو طلب فرمایا جب پوتے کو گود مبارک میں دیا گیا تو تمام حاضرین کی موجوگی میں ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کا شکر ہے اور نانا جان سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عطا و نوازش ہے کہ آج فقیر کو دو پر نکل آئے ہیں اس عطیۂ الٰہی پر میں شکر بجالاتا ہوں جس کے دونوں پر سلامت ہوں تو کتنی بلندیوں پر پرواز کرے گا اور فرمایا اے بابو! سب لوگ موجود ہیں تو آج غور سے فقیر اشرفی کی بات سنو، سب حاضرین دیکھو یہ میری گود میں کون ہے؟ حاضرین نے عرض کی یہ تو آپ کا پیارا پوتا ہے اس پر آپ نے ارشاد فرمایا! سنو اور دیکھو یہ میں ہوں یہ میں ہوں جہاں یہ ہوں گے وہیں میں ہوں گا، پھر آپ نے اپنے منہ سے کچھ نکال کر اپنے چہیتے پوتے کے منہ میں ڈالا اور دعا فرمائی اس کے بعد ارشاد فرمایا ”یہ شہزادہ جد کریم سرکار مخدوم اشرف کے نام اور ان کے مشن کا اظہار کرے گا۔ اس بچے سے تاریخ ساز کام لیا جائے گا اور اپنے بزرگوں کی دینی آرزوؤں کی تکمیل کرے گا، میں ہمیشہ ان کے ساتھ ہوں آج میں اس شہزادے کے سر پر تاج ولایت رکھتا ہوں اور ہاتھ میں قلم دیتا ہوں کل اس کے ہاتھ میں دین کا علم ہوگا“

چنانچہ آپ کے جد کریم کی دعاؤں کا یہ اثر ہوا کہ آپ گونا گوں خوبیوں کے مالک ہوگئے آپ جلیل القدر عالم ربانی بھی تھے اور بکمال خطیب بھی تھے، باصلاحیت مدرس بھی اور فطری شاعر بھی اور ساتھ ہی ساتھ اخلاص، صبر و تحمل، عفت و پارسائی اور طہارت و تقویٰ کے پیکر بھی تھے۔

تبحر علمی

فارغ التحصیل ہونے کے بعد ہندوستان کی مشہور عظیم دینی درسگاہ جامعہ نعیمیہ مرادآباد میں تدریسی خدمات انجام دینا اگرچہ متوسطات تک ہی سہی یہ آپ کی جلالتِ علم پر دلیل ہے اس لئے کہ فراغت کے بعد فوراً ان

کتابوں کا درس وہی مدرس دے سکتا ہے جو درسیات پر عبور رکھتا ہو اور جس کو اپنی لیاقت وصلاحیت پر بھر پور اعتماد ہو۔

اس کے علاوہ ہندوستان کی عظیم درسگاہ جامع اشرف میں بخاری شریف کے افتتاح واختتام کے موقع پر جلیل القدر علماء، فضلاء، ادباء اور طلبہ کے مجمع میں بخاری شریف کا درس دینا اور دوران درس علمی نکات بیان کرنا یقیناً آپ کی علمی لیاقت کی روشن دلیل ہے۔ مزید برآں عربی زبان میں اشعار کہنا اس بات کی دلیل ہے کہ آپ کو اس زبان پر دسترس حاصل تھی اس لئے کہ عربی زبان میں شعر وہی کہہ سکتا ہے جو عربی زبان وادب اور اس کے اسرار ورموز سے بخوبی واقف ہو۔

آپ کو جس طرح عربی زبان پر عبور حاصل تھا اسی طرح فارسی زبان پر بھی عبور حاصل تھا جس کی دلیل یہ ہے کہ اخیر عمر میں آپ نے تصوف کی مشہور ومعروف کتاب ''مثنوی مولانا روم'' کا منظوم ترجمہ اردو زبان میں کیا اور ترجمہ کے لئے ضروری ہے کہ مترجم کو دونوں زبانوں پر مہارت ہوتا کہ تعبیر میں کوئی خامی اور نقص پیدا نہ ہونے پائے۔ ترجمہ خود ایک مشکل کام ہے اور منظوم ترجمہ کرنا اس سے بھی مشکل ہے اور اس سے بھی مشکل یہ ہے کہ اشعار جس بحر میں ہیں اسی بحر میں دوسری زبان میں منتقل کیا جائے مگر شیخ موصوف نے منظوم کتاب کا منظوم ترجمہ کر کے یہ ثابت کر دیا کہ آپ فطری اور فی البدیہ شاعر بھی تھے جس طرح منظوم ترجمہ آپ کی فطری شاعری پر دلیل ہے اسی طرح آپ کا مجموعہ کلام بھی اس پر روشن دلیل ہے۔

صبرو تحمل

تبلیغ دین ایک ایسا کام ہے جس میں حسن تدبیر کے ساتھ صبر وتحمل کا ہونا بھی ضروری ہے اس لئے کہ تبلیغ کے سلسلے میں کبھی بحر ظلمات کو عبور کرنا پڑتا ہے تو کبھی خاردار وادیوں سے گذرنا ہوتا ہے، کبھی اُجڈ وبدخلق قوم سے سابقہ پڑتا ہے تو کبھی ضدی اور ہٹ دھرم لوگوں سے خطاب کرنا ہوتا ہے اور کبھی کبھی دشمنان اسلام کی حیلہ سازیوں اور فریب کاریوں سے دوچار ہونا پڑتا ہے ایسے حالات میں وہی مبلغ کامیابیوں سے ہمکنار ہوتا ہے جو تدبر اور صبر وشکیب کا پیکر ہوتا ہے۔

شیخ اعظم نے تبلیغ دین کے لیے دوردراز ملکوں، شہروں اور دیہاتوں کا سفر کیا۔ ان مقامات میں بعض ایسے مقامات بھی تھے جہاں بیل گاڑی سے بھی سفر کرنا پڑتا اور کہیں بیل گاڑی کا بھی راستہ نہ ہوتا تو لمبی لمبی مسافت پیدل طے کیا کرتے تھے اور ان سفروں میں بعض مرتبہ ایسے حالات سے دوچار ہوئے کہ اگر کوئی دوسرا ہوتا تو اس کا حوصلہ پست ہو جاتا اور مایوس ہو کر تبلیغ چھوڑ کر گوشہ نشینی اختیار کر لیتا مگر ایسے ناساز گار حالات میں بھی پائے استقلال میں لغزش نہیں آئی اور صبر وتحمل، حکمت عملی اور حسن تدبیر سے کام لیتے ہوئے آپ نے وہاں ایسا تبلیغی کارنامہ انجام دیا کہ وہاں کی کایا پلٹ دی اور انقلاب عظیم برپا کر دیا جیسا کہ بہت سارے واقعات اس پر شاہد عادل ہیں۔

ایک مرتبہ آپ کو اور خطیب مشرق علامہ مشتاق احمد نظامی علیہما الرحمہ کو دشمنوں نے دھوکہ سے ایسی جگہ مدعو کیا جہاں کوئی سنی نہیں، قیام کا کوئی معقول انتظام نہیں اور اختلافی تقریر پر پابندی لگی ہوئی مگر آپ حضرات جھلائے نہیں حوصلہ شکنی کا شکار نہیں ہوئے اور شیخ اعظم نے صبر وتحمل اور حسن تدبیر سے کام لیتے ہوئے لوگوں کے دلوں کو جیت لیا اور وہاں کی کایا پلٹ دی۔ میں سمجھتا ہوں کہ ایسے نازک موقع پر آپ کے جد کریم قطب ربانی اعلیٰ حضرت اشرفی میاں علیہ الرحمہ قدس سرہٗ کی مدد شامل

حال تھی۔ اس لئے کہ آپ نے خاندان کے لوگوں کی موجودگی میں فرمایا تھا ''جہاں یہ ہوں گے وہیں میں ہوں گا'' ان کی نگاہِ عنایت سے دل ودماغ کے دریچے کھل گئے اور ایسی حکمت عملی ذہن میں آئی جس سے دشمن مقہور ومغلوب ہوگئے ان کے سارے منصوبے خاک میں مل گئے اور سنیت کو فروغ حاصل ہوا۔

شریعت وتقویٰ کا التزام

آپ کے والد بزرگوار اور آپ کے نانا جان حضور سید مصطفیٰ اشرف علیہما الرحمۃ والرضوان نے شروع سے آپ کی تربیت کی طرف خاصی توجہ فرمائی۔ اس کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ جن اورادووظائف کی اجازت آپ کے والد بزرگوار سے حاصل تھی ان اوراد ووظائف اور دیگر ریاضات ومجاہدات کی دشوار گزار منزلوں کو ان دونو ں بزرگوں نے اپنی نگرانی میں دیار حبیب مواجہ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی پرنور چھتر چھایہ میں طے کرایا اور شیخ اعظم مسلسل اکیس گھنٹے تک ان اورادووظائف کا عمل پورے انہماک اور حضور قلب کے ساتھ کرتے رہے اور اخیر عمر تک اپنے معمولات پر سختی سے عمل پیرا رہے۔ سفر ہو یا حضر، صحت کی حالت ہو یا بیماری کی بہرصورت معمولات سے غافل نہیں رہتے یہی وجہ ہے کہ آپ کی حیات مبارکہ میں شریعت وتقویٰ کا التزام بھی نظر آتا ہے، زندگی بھر شریعت مطہرہ کی پابندی اور تقویٰ کو زادآخرت بنانے میں مصروف رہے۔ جس کی وجہ سے آپ کی تبلیغ میں وہ اثر پیدا ہوا کہ گاؤں کا گاؤں متاثر ہوجاتا اور حلقۂ ارادت میں داخل ہو جاتا۔ ایسے دیوبندی بھی متاثر ہوجاتے جن کی دیو بندیت مشہور ہوتی جن سے یہ توقع ہی نہ ہوتی کہ دیوبندیت سے توبہ کریں گے چنانچہ ایک بار پورنیہ کے سفر میں ایک گاؤں کے ایسے شخص کے گھر آپ کا قیام ہوا جو لوگوں میں دیوبندی مشہور تھا اور وہ پورے محلّہ سے کٹا ہوا تھا۔ اس شخص کے گھر آپ کے قیام فرمانے سے سنی عوام میں اضطراب کی کیفیت پیدا ہوگئی۔ لوگ آپس میں چہ میگوئیاں کرنے لگے مگر کسی کو آپ سے کہنے کی جرأت نہ ہوئی کیوں کہ سب کو معلوم تھا کہ جس شخص کے گھر میں شیخ اعظم نے قیام فرمایا ہے وہ لوگوں میں دیوبندی مشہور ہے یہ بات شیخ اعظم کے علم میں بھی ہے۔ آپ کے قیام کے دوران گھر والے نے آپ کے شب وروز کے معمولات دیکھے۔ آپ کی مجلسی گفتگو کو بار بار سنا اور آپ کی صاف ستھری پابند شرع زندگی کا مطالعہ کیا جس کا اثر یہ ہوا کہ دوسرے دن گھر والا اپنے اہل وعیال کے ساتھ آپ کے دست مبارک پر دیوبندیت سے توبہ کی اور آپ کا مرید ہوگیا اور پھر رفتہ رفتہ اس نے دیوبندیوں سے اپنے رابطے ختم کر لیے۔ آج اس شخص کا پورا گھرانہ سنی ہے۔ یہ بات جب خطیب مشرق علامہ مشتاق احمد نظامی صاحب کو معلوم ہوئی تو (حضرت بھی ان جگہوں میں اکثر تبلیغی سفر میں شیخ اعظم کے ساتھ رہا کرتے تھے) انھوں نے شیخ اعظم سے فرمایا میاں! آپ نے بڑا اچھا کام کیا جس شخص کے گھر آپ نے قیام کیا تھا وہ اپنے علاقے میں دیوبندی مشہور تھا۔

الغرض شیخ اعظم علیہ الرحمہ کی پوری زندگی تبلیغ دین میں گزری۔ اپنی تبلیغ سے بہت سی مسجدوں سے دیوبندیوں کو بے دخل کیا۔ جگہ جگہ سنی مدارس قائم کیے۔ ملک وبیرون ملک آپ کے قائم کردہ سنی مدارس کی سرپرستی اور ان کے نظام تعلیم وتربیت پر توجہ نیز ان کے فروغ کے لیے ہر ممکن تعاون کرنا یہ سب شیخ اعظم کے تبلیغی کارنامے ہیں ۔ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل میں شیخ اعظم کو تبلیغی کارناموں کا اجر جزیل عطا فرمائے ۔ آمین

☆☆☆☆

راجستھان میں شیخ اعظم کی خدمات

قاری ابوالفتح اشرفی نعیمی، خلیفۂ سرکارکلاں و مہتمم دارالعلوم اہل سنت اسلامیہ حنفیہ، ہنومان گڑھ

مرشد برحق پیر کامل حضرت علامہ مفتی سید شاہ مختار اشرف اشرفی جیلانی سرکارکلاں رحمۃ اللہ علیہ کی ذات مقدس پر قلم اٹھانا مجھ جیسے کم علم اور ہرکس وناکس کے بس کی بات نہیں ہے ضلع گنگانگر اور ہنومان گڑھ ۱۹۴۷ء کے بعد جہالت واندھیرے میں ڈوبا ہوا تھا دور دور تک علم کی روشنی سے لوگ محروم تھے کوئی رہبر ورہنما نظر نہیں آرہا تھا جہالت وبدعقیدگی کے ازالے کی کوئی صورت نظر نہیں آرہی تھی لیکن اللہ تعالی کا فضل ہوا اور پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے وطفیل میں دامن سرکارکلاں سے وابستہ ہوا اور یہ علاقہ مخدومی فیضان سے فیضیاب ہونے لگا اور تا قیامت ہوتا رہے گا۔

پہلی مرتبہ جب ۲ اپریل ۱۹۴۷ء میں امام اہل سنت قدوۃ السالکین سید العارفین جانشین حضور غوث العالم ولی کامل مخدوم المشائخ حضرت علامہ مفتی سید شاہ مختار اشرف اشرفی جیلانی سجادہ نشین آستانہ عالیہ اشرفیہ حسنیہ سرکارکلاں رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے تو علاقے کی اصلاح اور ایمان وعقیدے کی پختگی کے لئے مرکز اہل سنت دارالعلوم اسلامیہ حنفیہ پرانی سبزی منڈی ہنومان گڑھ ٹاؤن کی سنگ بنیاد رکھی تاکہ ہمیشہ لوگوں کے ایمان وعقیدہ کی اصلاح ہوتی رہے آپ جب بھی تشریف لاتے تو ہزاروں کی تعداد میں لوگ آپ کے دست اقدس پر سلسلہ عالیہ اشرفیہ میں داخل ہوتے پھر جب شیخ اعظم کی آمد کا سلسلہ شروع ہوا تو لوگ آپ کے دامن کرم سے وابستہ ہونے لگے ہنوز یہ سلسلہ جاری ہے اور جارہے گا اب لوگ حضور قائد ملت اور اشرف ملت کے دامن سے وابستہ ہوکر فیضان سرکارکلاں و فیضان شیخ اعظم سے فیضیاب ہورہے ہیں صرف ہنومان گڑھ اور گنگانگر ہی نہیں بلکہ پورے راجستھان، پنجاب، ہریانہ مخدومی فیضان سے فیضیاب ہورہا ہے، بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ خود فقیر اشرفی فیضان سرکارکلاں ہی کی بدولت اپنے مقاصد حاصل کر رہا ہے اور آج بھی ان کا فیضان ابر رحمت بن کر برس رہا ہے۔

حضور سرکارکلاں نے فقیر کو نعمت خلافت سے مشرف فرمایا ہے بعد خلافت جو تبرکات عطا ہوئے ان میں زیب تن کی ہوئے ایک صدری، ایک کرتا، ایک جبہ مع عمامہ اور ایک جلسہ کے موقع پر تقریر فرمانے کے بعد جو جبہ زیب تن فرمائے ہوئے تھے اسی وقت وہ جبہ مع عمامہ عطا فرمادیا اور فرمایا یہ فقیر کا عطیہ ہے اسے سنبھال کر رکھیے گا۔

آپ کے وصال کے بعد میں حضور شیخ اعظم حضرت علامہ مفتی سید شاہ محمد اظہار اشرف اشرفی جیلانی سجادہ نشین خانقاہ عالیہ اشرفیہ حسنیہ سرکارکلاں کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عریضہ پیش کیا کہ سرکارکلاں علاقہ ہنومان گڑھ گنگانگر اور بیکانیر کے مریدین ومتوسلین ومعتقدین کی اصلاح کے لئے آپ تشریف لے چلیں یا کسی کو علاقے کی رہنمائی کے لئے منتخب فرمادیں پس کیا تھا جب شیخ اعظم تشریف لائے

تو اشرف میاں کو بھی ساتھ لائے اور ہنومان گڑھ کے دیہاتوں وقصبات میں تقریباً ۱۵ دن قیام فرمایا ان ۱۵ دنوں میں بہت سے لوگ آپ کے دامن سے وابستہ ہوئے اسی موقع پر شیخ اعظم نے فرمایا میں تو خود تو زیادہ وقت نہ دے سکوں گا علاقے کی اصلاح کے لئے اشرف میاں کو ساتھ لایا ہوں اب یہ راجستھان، پنجاب، ہریانہ کے قصبات ودیہات کا دورہ کریں گے اور اشرف میاں ہی ان علاقے کے پیر ہیں نیز شیخ اعظم نے یہ بھی فرمایا کہ بڑے بڑے جلسے اور دیگر پروگراموں میں محمود میاں بھی آتے رہیں گے چوں کہ حضور سرکار کلاں نے اس علاقے کو اپنے خون جگر سے سینچا ہے پیدل، اونٹ گاڑی ودیگر سواریوں سے تشریف لے جاکر لوگوں کی عقیدے کی اصلاح فرمائی ہے لہٰذا محمود میاں اور اشرف میاں وقت دیتے رہیں گے اور گاہ بگاہ میں بھی آتا رہوں گا اور دارالعلوم اہل سنت اسلامیہ حنفیہ پرانی سبزی منڈی ہنومان گڑھ ٹاؤن مرکزی درسگاہ جامع اشرف کی شاخ رہے گی اور جامع اشرف ہی کے نصاب کے مطابق تعلیم ہوتی رہے گی شیخ اعظم کے حکم کے مطابق جامع اشرف ہی کا نصاب جاری ہے پھر دوسری مرتبہ حضور شیخ اعظم ۹ جولائی ۲۰۰۰ء کو تشریف لائے اور تقریباً ۷ دن قیام فرمایا ان ۷ دنوں میں شب میں جلسہ اور دن میں علاقے کا دورہ فرماتے پھر جب قیامگاہ تشریف لاتے تو ملاقات کرنے والوں کا ہجوم رہتا کسی بھی شخص کو اجنبیت کا احساس نہ ہوتا بلکہ ہر آدمی اپنے دامن کو گوہر مراد سے بھر کر واپس جاتا آپ کے فیضان کرم کا یہ عالم تھا کہ دور دراز سے لوگ پریشان آتے کوئی آسیب زدہ ہے تو کوئی بیمار ہے حتّٰی کہ بیس بیس سال کے پرانے مریض آتے اور حضرت کی نگاہ کرم ہوتے ہی صحت یاب ہوجاتے اور مسرت وشادمانی سے اپنے اپنے گھروں کو واپس جاتے۔

ایسا واقعہ ۲۰۰۱ء میں موضع کیلاں ضلع بیکانیر میں ہوا تین عورتیں آسیب زدہ تھیں اور کئی سالوں سے گھر کے لوگ پریشانی کے عالم میں تھے علاج کے لئے جگہ جگہ گئے لوگوں سے تعویذ بھی حاصل کیا اور ڈاکٹروں سے دوائیں بھی لیں لیکن کسی سے کوئی فائدہ نہ ہوا اسی دوران حضور شیخ اعظم علیہ الرحمہ مرکز اہل سنت دارالعلوم اسلامیہ حنفیہ میں تشریف لائے تو فقیر نے پوری کیفیت شیخ اعظم سے بتائی تو شیخ اعظم نے فرمایا ٹھیک ہے میں چلتا ہوں آپ کیلاں تشریف لے گئے اور صرف دم فرمایا کوئی تعویذ یا دوا نہیں دی لیکن تینوں عورتیں ٹھیک ہوگئیں۔

۲۰۰۲ء میں رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں مجھ کو کچھوچھہ مقدسہ طلب فرمایا میں حاضر ہوا حکم فرمایا کہ دعائے حیدری کا چلہ کرلو میں نے حکم کی تعمیل کی اور شیخ اعظم کے زیر سایہ دعائے حیدری کا چلہ شروع کر دیا ۲۷ رمضان المبارک کی شام افطار کے وقت چلہ مکمل ہوگیا شیخ اعظم بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ میرے والد سرکار کلاں کی وصیت تھی کہ قاری ابوالفتح کو دعائے حیدری کا چلہ کرادینا الحمد للہ آج وہ وصیت پوری ہوگئی۔ اسی شام افطار کا اہتمام ہوا لوگوں کو دعوت دی گئی اس دعوت میں کثیر تعداد میں لوگ شریک ہوئے بالخصوص خانوادے کے سبھی اصاغر واکابر شریک ہوئے۔

آخری مرتبہ شیخ اعظم ۲۰۰۶ء میں ہنومان گڑھ تشریف لائے اسی سال علالت کی وجہ سے تمام پروگراموں کو رد فرمایا جب کہ ۱۳ جولائی ۲۰۰۶ء کو دارالعلوم اسلامیہ حنفیہ کا سالانہ جلسہ تھا زیارت کے متمنی لوگ علالت کی وجہ سے فکر مند ہوگئے کہ اس سال حضرت سالانہ جلسہ میں تشریف نہیں لائیں گے لیکن شیخ اعظم علالت کے باوجود دارالعلوم

اسلامیہ حنفیہ ہنومان گڑھ ٹاؤن کے سالانہ جلسہ میں تشرف لائے اور خطاب بھی فرمایا۔ خطاب کے دوران فرمایا کہ میں نے تمام جگہوں کا پروگرام ملتوی کر دیا ہے لیکن دارالعلوم اسلامیہ حنفیہ کے بانی ومہتمم ومتولی عزیزی قاری ابوالفتح صاحب نعیمی اشرفی کی دعوت پر حاضر آیا تاکہ علاقے کے مریدین ومتوسلین ومعتقدین کی دیرینہ خواہش بھی پوری ہوجائے اور اس موقع پر ادارہ وجملہ مریدین و متوسلین ومعتقدین کے لئے خصوصی دعا بھی فرمائی، دارالعلوم اسلامیہ حنفیہ کی ترقی اور سلسلہ اشرفیہ کی اشاعت اور فروغ سنیت سے بے حد خوش ہوئے۔

اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل اور اس کا احسان ہے کہ حضور سرکارکلاں اور حضور شیخ اعظم رحمہما اللہ کی مقدس وپاکیزہ اور روحانی فیوض وبرکات کو عام کرنے اور علاقے کی سرپرستی کے لئے اب حضور اشرف ملت تشریف لاتے ہیں اور علاقے میں کئی کئی ہفتوں آپ کا قیام رہتا ہے نیز حضور قائد ملت ولی عہد وجانشیں حضور شیخ اعظم حضرت علامہ سید محمود اشرف اشرفی جیلانی بھی تشریف لاتے رہتے ہیں اور مریدین متوسلین ومعتقدین کو اپنے روحانی فیوض وبرکات سے فیضیاب فرماتے ہیں۔

وہ وقت بڑا ہی افسوس ناک تھا جب میں حضور شیخ اعظم کی صحت کے لئے بمبئی رابطہ کیا تو معلوم ہوا کہ حضور شیخ اعظم سخت علیل ہیں اسی وقت میں کچھوچھہ مقدسہ کے لئے تیار ہوا اور بذریعہ ٹرین روانہ ہوگیا راستے میں معلوم ہوا کہ حضرت کا وصال ہوگیا ”انا للہ وانا الیہ راجعون“

اس وقت میری حالت ایسی ہوگئی کہ دماغ بھی کام نہیں کررہا تھا کہ آہ! آج ایک ایسی شخصیت رخصت ہوگئی جن کے دل میں ملت کا درد موجزن تھا جو تھمنے کا نام نہیں لیتا تھا۔ سننے والوں نے سنا، دیکھنے والوں نے دیکھا کہ آپ کی یادگار جامع اشرف، مسجد اعلیٰ حضرت اشرفی، مختار اشرف لائبریری اور خانقاہ کی تعمیر وترقی وغیرہ یہ وہ کارنامے ہیں جنہیں کبھی فراموش نہیں کیا جاسکتا۔

ضلع ہنومان گڑھ، گنگانگر، بیکانیر وغیرہ کے اطراف واکناف میں فیضان سرکارکلاں وشیخ اعظم کو اگر احاطۂ تحریر میں لایا جائے تو ایک مکمل کتاب بن سکتی ہے علاقے کے دورے کے دوران بہت سی کرامتوں کا ظہور ہوا خود فقیر نے قریب سے دیکھا ہے المختصر حضرت کی کرم نوازایاں ناقابل فراموش ہیں۔

☆☆☆☆

امام شافعی اور امام محمد کی فراست

امام ابوالقاسم قشیری نقل کرتے ہیں:

ایک مرتبہ امام شافعی اور امام محمد دونوں مسجد حرام میں تھے کہ ایک شخص آیا تو امام محمد نے کہا کہ میں اپنی فراست سے کہتا ہوں یہ بڑھئی ہے۔ امام شافعی نے کہا کہ میرے نزدیک تو یہ لوہار ہے۔ اس پر انہوں نے اس شخص سے پوچھا تو اس نے کہا:

”میں پہلے لوہار کا کام کرتا تھا مگر اب بڑھئی کا کام کرتا ہوں۔“

شیخ اعظم کی سماجی خدمات

مفتی اشفاق حسین قدیری اشرفی جامعی، استاذ جامع اشرف درگاہ کچھوچھہ مقدسہ

جب انسانی افراد باہم مرتبط ومختلط ہوکر آپسی تعاون کے ساتھ زندگی بسر کرتے ہیں تو سماج وجود میں آتا ہے انسانی معاشرہ میں باہمی ارتباط واختلاط اور آپسی تعاون ناگزیر امر ہے جس سے فرار ممکن نہیں اس لئے کہ کوئی بھی انسان فرحت وانبساط کے ساتھ اس وقت تک اپنی حیات نہیں گذار سکتا جب تک دوسرے کا تعاون شامل حال نہ ہو خواہ غربت زدہ ہو یا مسند نشیں، ہر ایک اپنی بنیادی ضرورت کو پورا کرنے میں دوسرے کا محتاج ہے لہٰذا انسانی معاشرہ کے لئے سماج کا قیام ایک فطری ضرورت ہے۔ اسلام نے مسلمانوں کو سماجی و معاشرتی امور میں ایک دوسرے کے تعاون کی سخت تاکید کی ہے تاکہ سماجی ومعاشرتی زندگی آسان سے آسان تر ہو اور وہ سراپا مصیبت ووبال جان نہ بنے۔ اسلام کی نظر میں پسندیدہ انسان وہ ہے جو وقت وضرورت پر اپنے اور بیگانے ہر شخص کے کام آسکے خاصکر ایک مومن کا دوسرے مومن کے ساتھ گہرا ربط وضبط اور دوستانہ تعلق ہونا چاہئے اتحاد واتفاق، اخوت وبھائی چارگی، حیا داری وپاکدامنی، امانت و دیانت، راست روی وراست بازی، ہمدردی اور غمگساری جیسے اوصاف سے ہر مسلمان کو متصف ہونا چاہئے تاکہ ہمارے سماج میں پروان چڑھنے والی نسل ان شریفانہ اوصاف کی حامل ہو اور مستقبل میں ایک صاف وشفاف اور پاکیزہ معاشرہ کی تشکیل میں کارہائے نمایاں انجام دے اور اونچ نیچ ظلم واستحصال، بے حیائی وبد چلنی، رشوت خوری وشراب نوشی، اوباشی وآوارگی دھوکہ دہی اور فریب کاری وغیرہ برائیوں کو ہمارے معاشرہ میں پروان چڑھنے کا موقع نہ ملے۔

تقریباً ڈیڑھ ہزار سال قبل انسانی معاشرہ میں جنم لینے والی یہی تمام خرابیاں موجود تھیں جنکا قلعہ قمع کرنے کے لئے اللہ رب العزت نے اپنے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا جیسا کہ آپکا فرمان ہے "بعثت لاتمم مکارم الاخلاق" یعنی میں محاسن اخلاق کی تکمیل کے لئے بھیجا گیا ہوں۔ آپ نے اپنے اقوال اور اخلاق وکردار کے ذریعہ ایک ایسا معاشرہ تشکیل دیا جو اس روئے زمین پر اس سے پہلے اور اس کے بعد کبھی وجود میں نہیں آیا۔ اس مثالی معاشرہ میں خلوص ومحبت، اخوت وبھائی چارگی، عدل وانصاف، حسن سلوک اور جذبہ ایثار کی ایسی فضا قائم ہوئی جس نے اس دنیا کو امن وسکون کا گہوارہ بنا دیا۔ یہاں تک کہ ایک عورت دونوں ہاتھوں میں سونا اچھالتی ہوئی تن تنہا جہاں چاہتی سفر کرسکتی تھی اور اسے اپنی جان ومال، عزت وآبرو کسی چیز کا کوئی خطرہ درپیش نہیں ہوتا تھا۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات ظاہری کے بعد علماء کرام اور مشائخ عظام نے آپ کے اخلاق وکردار کا عملی نمونہ پیش کیا اور بہترین سماج اور خوش گوار معاشرہ کی تشکیل میں اہم کردار ادا کیا خانقاہ اشرفیہ حسنیہ سرکارکلاں کے سجادہ نشین انہیں افراد میں سے ہیں جنہوں نے سماج و معاشرہ سے متعلق وہ کارہائے نمایاں انجام دئے جن کو دنیا تاقیامت فراموش نہیں کرسکتی۔ اسی خانقاہ سے تعلق رکھنے والی ایک عظیم شخصیت حضور شیخ اعظم بانئ جامع اشرف حضرت علامہ الشاہ سید محمد اظہار اشرف اشرفی جیلانی علیہ الرحمۃ والرضوان کی

ذات بابرکت ہے۔آپ نے اپنے اکابرین کے نقش قدم پر چلتے ہوئے دین وسماج کی وہ عظیم خدمات انجام دیں جو آپ کے معاصرین میں شاذ ونادر ہی مشاہدے میں آتی ہیں۔آپ نے جہاں دین وسنیت کی نشر واشاعت کا کام انجام دیا وہیں اپنے افعال وکردار اور عادات واطوار سے صاف وشفاف اور پاکیزہ معاشرہ کو وجود بخشنے میں اہم رول ادا کیا چونکہ ایک صالح ترین معاشرہ کی تشکیل کے لئے تعلیم وثقافت ،دعوت وتبلیغ، تعاون ومعاونت ،ہمدردی وغمخواری، مودت ومحبت جیسے عناصر کلیدی حیثیت رکھتے ہیں اسلئے ہم یہاں ان امور کو بطریق اختصار قارئین کی نذر کررہے ہیں

تعلیم وثقافت

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ سماج کے مہذب وغیر مہذب ہونے کا مدار تعلیم وثقافت پر ہے کیوں کہ جب سماج میں رہنے والے افراد تہذیب وتمدن سے آراستہ وپیراستہ ہوتے ہیں تو سماج بھی مہذب ومتمدن قیام پاتا ہے اور اگر معاشرہ کو تشکیل دینے والے لوگ تعلیم وثقافت سے نابلد ہیں تو معاشرہ بھی بے راہ روی وشر وفساد کی نذر ہو جاتا ہے اس لئے کہ انسان معاشرہ میں وہی فعل دہراتا ہے جو کچھ وہ اس سے حاصل کرتا ہے لہذا ایک صالح ترین معاشرہ قائم کرنے کیلئے ضروری ہے کہ سماج ومعاشرہ میں تعلیم وتعلم کو زیادہ سے زیادہ فروغ دیا جائے اور حتی الامکان ایسے ذرائع پیدا کئے جائیں جن سے ثقافت وحضارت کا حصول ممکن ہو سکے اگر ہم اس کو مدنظر رکھتے ہوئے حضور شیخ اعظم علیہ الرحمہ کی حیات طیبہ پرنظر ڈالتے ہیں تو ہمیں یہ اعتراف کرتے ہوئے کوئی ہچکچاہٹ محسوس نہیں ہوتی کہ آپ کی ذات ستودہ صفات سماجی ومعاشرتی تہذیب وثقافت سے خود بھی آراستہ تھی اور دوسروں کو بھی اس سے آراستہ کرنے کے لئے حد درجہ کوشاں تھی ۔آپ نے اپنی زندگی کا اکثر حصہ فروغ تعلیم کے لئے وقف کر دیا تھا اور اس کی خاطر ان تمام طریقوں کو عملی جامہ پہنایا جو فروغ تعلیم وثقافت میں مؤثر ثابت ہو سکتے تھے آپ نے آنے والی قوم کو علم وادب اور تہذیب وتمدن سے جوڑنے کے لئے جگہ جگہ مدارس قائم فرمائے اور اگر تحقیق وجستجو کے لئے لائبریری کی حاجت در پیش ہوئی تو کتابوں کا ایک عظیم ذخیرہ جمع کر دیا اور وہ تمام اسباب ووسائل فراہم کر دیے جو ان کی بہتر تعلیم میں معاون ہو سکتے تھے غرض یہ کہ تشہیر علوم وفنون میں جو بھی ذریعہ کارگر ہوسکتا تھا آپ نے اس کو حتی الامکان اپنایا اور سماجی ضرورتوں کو پورا کرنے کی سعی جمیلہ فرمائی جامع اشرف، مختار اشرف لائبریری(کچھوچھہ شریف)اظہار العلوم (بنگلہ دیش) آپ کی تعلیمی وثقافتی خدمات کا ایک عظیم حصہ ہیں جو سماج کو صالح بنانے میں اہم رول ادا کر رہے ہیں بلکہ بہت سے لاچار ونادار افراد کے لئے جو اس گرانی کے عالم میں تعلیم سے بہرہ ور نہیں ہو سکتے تھے مفت تعلیم کا انتظام ہیں۔

دعوت وتبلیغ

قوم کی فلاح وبہبودگی اور اصلاح معاشرہ کے لئے دعوت وتبلیغ ایسا فن ہے جس کی اہمیت وافادیت محتاج بیان نہیں۔ ہرکس وناکس اس بات کو تسلیم کرتا ہے کہ دعوت وتبلیغ سماج کو مہذب بنانے کا ایک عظیم ذریعہ ہے۔یہی وجہ ہے کہ اسلام نے متعدد مقامات پر اس کا حکم صادر فرمایا ہے یہاں تک کہ اہل علم حضرات پر اس کو لازم قرار دیا ہے اور ایسا کیوں نہ ہو جب کہ اسی کی وجہ سے اس امت کو خیر امت کے لقب سے یاد کیا گیا ہے اگر مسلمان اپنے اس فرض منصبی کو بھلا دیں تو یہ دنیا کی قوموں میں سے ایک قوم ہیں نہ ان کے اندر کوئی خاص خوبی ہے اور نہ کوئی خاص وجہ فضیلت اور نہ پھر اللہ تعالی کو اس بات کی پرواہ ہے کہ وہ دنیا میں عزت ووقار کے ساتھ زندگی بسر کر رہے ہیں یا ذلت ورسوائی کے ساتھ بلکہ اس فرض منصبی کو فراموش

کردینے کے بعدوہ اسی طرح اللہ تعالی کی معتوب قوم بن جائیں گے جس طرح دنیا کی دوسری قومیں جو خدا کی طرف سے کسی منصب پر سرفراز ہوئیں لیکن اپنا فرض انجام نہ دینے کی وجہ سے عتاب الٰہی کا شکار ہوگئیں کیوں کہ جس آیت کریمہ میں مسلمانوں کے خیرامت ہونے کا ذکر ہے وہیں ان کی ذمہ داری بھی واضح کردی گئی ہے کہ تمہیں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دینا ہے اسی پر عمل پیرا ہوتے ہوئے حضور شیخ اعظم علیہ الرحمہ نے اپنا مشن دعوت وتبلیغ کو بنایا اور اس جانفشانی سے اس کام کو انجام دیا جس کی مثال ماضی قریب میں ملنا مشکل ہے آپ نے نہ صرف یہ کہ ہندو پاک میں یہ فریضہ انجام دیا بلکہ بیرون ممالک ایشیا، افریقہ اور یورپ کا بھی دورہ فرمایا اور دینی وملی خدمات انجام دینے کے ساتھ سازگار ماحول بنانے میں کلیدی کردار ادا کیا آپ کو اس کی قطعا کوئی فکر نہیں ہوتی تھی کہ یہاں باطل بڑا طاقت ور ہے یا زمانہ کے حالات بہت ناسازگار ہیں اور ان حالات میں حق کا نام لینا اور عدل وانصاف کی بات کرنا خطرات ومصائب کو دعوت دینا ہوسکتا ہے بلکہ آپ حق وصداقت، اتحادواتفاق اور اخوت ومحبت کی فضا قائم کرنے کے لئے بلاخوف وتردد میدان کارزار میں اتر جاتے تھے کیوں کہ اہل حق کی یہ شان ہوتی ہے کہ وہ برے سے برے اور خراب سے خراب ماحول میں بھی بااخلاق زندگی بسر کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور اس کے لئے جو بھی قربانیاں دینی پڑ جائیں بطیّب خاطر قبول کرلےتے ہیں

تعاون ومعاونت

سماجی اور معاشرتی امور انجام دینے کے لئے تعاون وباہمی امداد ایک اہم رکن کی حیثیت رکھتا ہے بلکہ یوں کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ اس کے بغیر کوئی بھی سماج مکمل نہیں ہوسکتا کیوں کہ سماج درحقیقت نام ہی اس چیز کا ہے کہ انسان ایک دوسرے کا معاون و مددگار رہے۔ تا کہ دنیاوی امور بحسن وخوبی پایہ تکمیل کو پہونچتے رہیں اور آخرت میں ثواب کا ذخیرہ بھی جمع ہوتا رہے یہی وجہ ہے کہ ہمارے اسلاف نے اسے بھی اپنی زندگی کا جزو لاینفک بنائے رکھا اور جہاں ہدایت ورہنمائی وعظ ونصیحت کے ذریعہ خلق خدا کی اصلاح فرمائی وہیں اعانت و معاونت کے ذریعہ بھی خدمت خلق انجام دیتے رہے اس کو نظر میں رکھتے ہوئے اگر ہم شیخ اعظم کی حیات کا مطالعہ کرتے ہیں تو آپکی شخصیت اس امر میں بھی قرص فلک کی طرح نمایاں دکھائی دیتی ہے آپکے سینے میں ہمدردی، غمگساری اور غرباء پروری اس قدر موجزن تھی کہ ہر کس وناکس اسکا اعتراف کرنے پر مجبور ہوتا تھا آپ کو ہمیشہ یہ فکر دامن گیر رہتی تھی کہ کس طرح لاچار وپسماندہ لوگوں کو زیادہ سے زیادہ سہولتیں بہم پہونچائی جائیں جس سے ان کی زندگی میں نکھار آسکے اس کے لئے آپ نے لوگوں کو متوجہ کرکے ایک عظیم الشان ہاسپٹل کا منصوبہ بنایا تا کہ وہ لوگ جو اپنی بے بسی اور مفلسی کے سبب دور دراز مقامات پر جا کر اعلیٰ درجہ کا علاج نہیں کراسکتے وہ یہاں بآسانی اپنی پسند کے مطابق علاج ومعالجہ کراسکیں اس کے علاوہ بہت سے ایسے افراد ہیں جن کے ساتھ آپ نے ہمدردانہ روش اپناتے ہوئے دامے درمے ہر اعتبار سے تعاون پیش کیا اگر کسی کو مکان کی ضرورت ہوئی تو آپ نے مکان بنوادیا اور اگر کوئی حاجت مند آپ کی بارگاہ میں امداد کے لئے حاضر ہوا تو اسے آپ نے خالی ہاتھ نہیں جانے دیا بلکہ آپنے حتی الامکان اس کی مدد فرمائی ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ خانقاہ اشرفیہ حسنیہ سرکارکلاں میں ایک بلڈنگ تعمیر ہورہی تھی جس کی دیوار سیدھی نہیں ہو پا رہی تھی جب اس کی اطلاع آپ کو دی گئی تو آپ نے محض دیوار کو سیدھا کرنے کی خاطر اپنی زمین کو چھوڑوادیا اور دیوار سیدھی کرنے کا حکم دیا جو آپ کی کشادہ قلبی پر بین ثبوت ہے۔

☆☆☆☆

شیخ اعظم اور علم محل

مفتی محمد منظر حسن خان اشرفی مصباحی،
سربراہ اعلیٰ دار العلوم حجازیہ چشتیہ گھاٹکوپر ممبئی و چیف ایڈیٹر سہ ماہی رسالہ القطب کولکاتا

اس کرہ ارضی پر مختلف شکل وصورت کے لوگ آباد ہیں جو مختلف عقائد وافکار اور قبائل وخاندان سے تعلق رکھتے ہیں، ہر ایک کا ذوق ومزاج اور نظریہ بھی ایک دوسرے سے مختلف ہے۔ کوئی دنیا کی رنگینیوں میں بدمست ہے تو کوئی دنیا میں رہتے ہوئے فکر آخرت میں مستغرق ہے۔ کسی کی زباں پر "پدرم سلطان بود" کی صدا ہے جو صرف اپنی خاندانی جاہ وحشمت، عزت وعظمت اور شرافت وبزرگی کی وجہ سے معظم ومکرم اور محترم ومحتشم ہونا چاہتا ہے اور جن کی زندگی کا ظاہری مقصد صرف خوردن وگفتن، خفتن وزیستن اور مردن ہوتا ہے لیکن کچھ ایسے بھی خوش نصیب اس سطح زمین پر پیدا ہوئے جنھوں نے صرف خاندانی عظمت وشہرت پر تکیہ نہیں کیا بلکہ خاندانی عظمت وشرافت کے علاوہ خود بھی ان میں ایسی خصوصیتیں پائی جاتی ہیں جن کی وجہ سے وہ افق عالم پر مثل آفتاب وماہتاب کے چمکتے دمکتے ہیں اور اپنی ضیاؤں سے اہل علم کو مستفیض ومستنیر فرما اور بعد والوں کے لئے نشانِ منزل ہوتے ہیں۔

ممدوح گرامی وقار، حضور شیخ اعظم ولی ابن ولی، فقیہ ابن فقیہ، شیخ ابن شیخ، شہزادۂ حضور سرکارکلاں مخدوم العلماء حضرت علامہ الحاج الشاہ مفتی سید محمد اظہار اشرف اشرفی جیلانی علیہ الرحمہ سجادہ نشین آستانہ عالیہ قادریہ چشتیہ اشرفیہ حسینیہ سرکارکلاں بھی انہی باکمال وخوش بختوں میں سے ایک تھے جنھوں نے صرف اپنے آباء واجداد کی عظمت وشوکت کو اپنے لیے باعث افتخار نہیں سمجھا بلکہ آپ پوری زندگی ہر آفات ومصائب کو جھیلتے ہوئے خلوص وللّٰہیت کے ساتھ دین متین کی خدمت کرتے رہے۔

حضور شیخ اعظم علیہ الرحمہ سلسلۂ نسب کے اعتبار سے حسنی حسینی سادات سے ہیں نیز آپ جلیل القدر مشائخ واکابر سے فیض پانے کے سبب باعمل جید عالم ومفتی اور میدان طریقت کے عظیم شہسوار تھے۔ حضور شیخ اعظم کی ذات شریعت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی آئینہ دار تھی دل ودماغ میں عشق مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشبو رچی بسی تھی، زبان پر مدح مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم، آنکھ میں جمال گنبد خضریٰ، ہاتھ میں دامن غوث اعظم وغوث العالم تھا اور آپ کی تحریر وتقریر سراپا دین مصطفیٰ ومشرب چشتی کی ترجمان تھی۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے ان تمام خوبیوں سے نوازا جن کی وجہ سے عوام وخواص کی نگاہ میں آپ یقیناً شیخ اعظم تھے۔ آپ نے اتنے کارہائے نمایاں انجام دیے جن میں سے ہر ایک کام ایسی عظیم اہمیت کا حامل ہے کہ جسے احسان شناس مؤرخ کبھی بھی فراموش نہیں کر پائے گا۔

ناچیز اشرفی اپنے والد مکرم خلیفۂ حضور قطب المشائخ حضرت علامہ الحاج محمد ناظر حسین خان اشرفی جالوی صاحب قبلہ کے ساتھ کئی دفعہ آپ کی زیارت سے مشرف ہو چکا ہے اور آپ کی مجلسوں میں زانوئے ادب طے کر چکا ہے میں نے خود اس کا مشاہدہ کیا ہے اور ہر وہ شخص اس کا شاہد ہے جسے بھی آپ کی بارگاہ میں کچھ دیر

بیٹھنے کا موقع میسر آیا ہو کبھی بیماری و نقاہت اور ضعف و ناتوانی کے باوجود علم کی ترویج و اشاعت میں منہمک اور اس کے لئے ہر وقت اور ہر لمحہ بے چین و مضطرب رہتے تھے۔

مرکز علم و ادب جامع اشرف کچھوچھہ شریف میں مختار اشرف لائبریری کی شکل میں عظیم لائبریری کا قیام آپ کا ناقابل فراموش کارنامہ ہے اور اس میں آپ نے بہت ہی کم دنوں میں نے ملک وبیرون ملک کا سفر کر کے مصائب و آلام کو برداشت کرتے ہوئے کتابوں کا عظیم ذخیرہ جمع کر دیا۔ اس لائبریری میں مختلف قدیم و جدید علوم وفنون پر مختلف زبانوں میں تقریباً چالیس ہزار کتابیں موجود ہیں۔ یہ کارنامہ کوئی معمولی نہیں ہے بلکہ عظیم سے عظیم تر ہے جو اہل علم وذوق کو ہر وقت دعوت نظارہ ومطالعہ دے رہی ہے۔ میں خود جب پہلی مرتبہ اپنے رفیق محترم برادر طریقت حضرت مولانا محمد قمر عالم اشرفی جامعی کلکتوی (استاذ جامع اشرف کچھوچھہ مقدسہ) کے ساتھ لائبریری میں گیا تو مطالعہ گاہ اور نظم وضبط اور سہولیات کی فراہمی کو دیکھنے کے بعد احساس ہوا کہ ہم علم وعمل کی ایک وسیع دنیا میں آ گئے۔ اس کے بعد جب کتابوں کو دیکھا تو دیکھتا ہی رہ گیا اور بے ساختہ میری زبان سے نکلا کہ شاہ جہاں بادشاہ نے تو محبت کی نشانی میں تاج محل بنوایا تھا مگر حضور شیخ اعظم نے علم کی محبت میں سرشار ہو کر علم محل بنایا ہے اور یہ علم محل اس تاج محل سے زیادہ اہم و افضل و اعظم ہے۔

اس علم محل کی تعمیر و ترقی میں صرف دنیوی فائدہ نہیں ہے بلکہ اس کے اخروی فائدے بھی بے شمار ہیں۔ آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے کہ جو اسلام میں اچھے طریقے ایجاد کرے گا تو ایجاد کرنے والے کو جہاں ثواب ملے گا وہیں اس طریقے پر جتنے لوگ بھی عمل کریں گے سب کو عمل کا ثواب ملے گا اور ایجاد کرنے والے کے نامۂ اعمال میں بھی عمل کرنے والوں کے ثواب کی مقدار کے مطابق نیکیاں لکھی جائیں گی اور دونوں کے ثواب میں ذرہ برابر کمی نہیں ہوگی۔ مشکوٰۃ المصابیح میں ہے کہ جب انسان مر جاتا ہے تو اس کا عمل منقطع ہو جاتا ہے (یعنی ایسا عمل جس کی وجہ سے اس کے نامۂ اعمال میں نیکیاں لکھی جائیں) مگر تین ایسے خوش نصیب ہیں جن کے نامۂ اعمال میں بعد وصال بھی نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔ ان میں سے ایک وہ شخص ہے جو صدقہ جاریہ کر گیا ہو۔ دوسرا وہ شخص ہے جو ایسا علم چھوڑ جائے جس سے نفع حاصل کیا جائے۔ تیسرا وہ جو ایسی نیک اولاد چھوڑ جائے جو اس کے لئے دعاء خیر کرتی رہے۔ یقیناً لائبریری کا قیام ایسا صدقۂ جاریہ ہے جس سے آنے والی نسل ہمیشہ مستفید ہوتی رہے گی اور اس کے بانی ومعاونین و مخلصین کے نامۂ اعمال میں ثواب لکھا جاتا رہے گا۔

آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان عالیشان ہے کہ "جو علم کے ساتھ زندگی گذارتا ہے وہ کبھی مرتا نہیں ہے یعنی اس کا نام لوگوں کے دلوں میں باقی رہتا ہے اگر چہ وہ ظاہراً لوگوں کی نگاہوں سے غائب ہو جاتے ہیں۔ بلاشبہ حضور شیخ اعظم علیہ الرحمہ بھی انہیں فائز المرام افراد میں سے تھے جنھوں نے اپنی زندگی کے ہر ہر لمحہ کو علم وعمل کی نذر کر دیا۔ آپ نے صرف عظیم لائبریری کی عمارت ہی نہیں بنائی بلکہ اس میں اپنے جیب خاص سے بزرگان دین اور اپنے اہل خانہ کے نام پر بہت سی کتابیں منگوا کر وقف کی ہیں۔ یہ جہاں آپ کے علمی ذوق کا ثبوت ہے وہیں دوسروں کے لئے باعث ترغیب بھی ہے۔ رب تبارک وتعالیٰ کا فرمان عالیشان ہے "اے ایمان والو! تم کیوں کہتے ہو جو تم خود نہیں کرتے۔

یہ حقیقت مسلم ہے کہ آدمی قرطاس وقلم کی بدولت جو خدمت انجام دیتا ہے وہ دیر پا ہوتی ہے اور اس سے

آدمی کے علم کی گہرائی کا بھی اندازہ ہوتا ہے جس کے لیے لائبریری کتنی ضروری ہے وہ اہل علم وقلم پر روز روشن کی طرح عیاں ہے۔ کیوں کہ لائبریری میں ہر ایک عنوان پر کئی قلم کاروں کی کاوشیں اوران کی فکریں بہ آسانی دستیاب ہوجاتی ہیں جس کی وجہ سے مصنف ومحقق وغیرہ کو کتابوں کی تلاش وجستجو میں میلوں میل کے سفر کی صعوبتوں سے رہائی نصیب ہوجاتی ہے اور وہ ہفتہ عشرہ میں ایسی ضخیم کتابیں اور مقالات مرتب کر لیتے ہیں جن کے لئے مہینوں نہیں بلکہ برسوں درکار ہوتے ہیں۔ یہ سب لائبریری کی کرم فرمائی ہے۔ مگر اس کے باوجود اس تلخ حقیقت کو تسلیم کرنا ہی ہوگا کہ اس کے قیام وترقی کی طرف ہماری توجہ عملی شکل میں جلد مبذول نہیں ہوتی ہے اور ہم مدارس کا قیام تو جلد کر لیتے ہیں اور دیکھتے ہی دیکھتے مکتب سے جامعہ تک پہونچ جاتے ہیں مگر اس کے باوجود متوسط درجہ تک کی لائبریری بھی نہیں بنا پاتے حالانکہ مدارس کے لیے لائبریری ریڑھ کی ہڈی کا درجہ رکھتی ہے۔ یہ بات مسلم ہے کہ لائبریری بنانا کوئی بازیچۂ اطفال نہیں ہے کہ جو چاہے جب چاہے بنالے۔ اس کے لئے آراموں کو ترک کرنا اور اس کے پیچھے لگے رہنا ہوتا ہے اور آنے والے مصائب وآلام کو خندہ پیشانی سے قبول کرنا ہوتا ہے تب کہیں جا کر ایک عظیم لائبریری وجود میں آتی ہے۔ خود حضور شیخ اعظم علیہ الرحمہ اپنی اکثر مجلسوں میں فرمایا کرتے تھے کہ لائبریری قائم کرنا ہر شخص کے بس کی بات نہیں ہے اس کے لیے ایک قسم کا جنون چاہئے اور تحریر ہی آدمی کو زندہ رکھتی ہے اس کے لیے لائبریری ضروری ہے۔

میرے پیرومرشد حضور قطب المشائخ حضرت علامہ مفتی الحاج الشاہ سید محمد قطب الدین اشرف اشرفی جیلانی صاحب قبلہ (ابقاہ اللہ تعالیٰ لحرز الاسلام والمسلمین) ارشاد فرماتے ''بیٹا تحریر سے لگاؤ رکھو یہ بہت ضروری ہے اس کے لیے کتابوں کی ضرورت پڑتی ہے۔ ایک ایک کتاب لینا شروع کردو آہستہ آہستہ ایک علمی ذخیرہ جمع ہوجائے گا ویسے تو حضور شیخ اعظم نے عظیم لائبریری بنا ہی دیا ہے جس میں چھوٹی سے بڑی اور دستیاب سے لے کر نایاب تک بہت سی کتابیں موجود ہیں۔ میرے شفیق استاذ مفتی محمد اسحاق صاحب قبلہ نوری مصباحی اکثر فرمایا کرتے کہ عالموں کے لیے تحریر ہتھیار ہے اور اس دور میں اگر عالموں کو کوئی چیز تحفۃً دینا ہو تو کتاب دیا کرو کہ اس میں دونوں کے لیے ثواب ہے اور اس سے کوئی بہتر تحفہ نہیں۔ نیز آپ فرماتے ''مولانا یقیناً حضرت شیخ اعظم نے عظیم الشان مدرسہ جامع اشرف اور مرکزی لائبریری بنا کر خانقاہ کو علمی رنگ میں رنگ دیا ہے جس کی وجہ سے وہ بلاشبہ ہمیشہ یاد کئے جاتے رہیں گے۔

اس میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ احسان شناس مؤرخ برصغیر میں علم کی ترویج واشاعت کرنے والوں کا تذکرہ کرے گا تو وہ حضور شیخ اعظم کا ذکر ضرور کرے گا بلاشبہ حضور شیخ اعظم نے عظیم لائبریری بنا کر جہاں تمامی اہل سنت کے سروں کو بلند فرمایا ہے وہیں علم کی روشنی کو تیزی بھی فراہم کی ہے۔ یقیناً آپ علم دوست کے دلوں میں اس خدمت جلیلہ کے سبب رہتی دنیا تک موجود رہیں گے اور آخرت میں سرخرو بھی ہوں گے۔ اللہ تعالی کی مقدس بارگاہ میں دعا ہے کہ رب لم یزل اپنے محبوب ﷺ کے صدقے میں حضور شیخ اعظم کی قبر انور پر مزید نور ونکہت کی بارش نازل فرمائے اور ان کے فیوض وبرکات سے ہم سب کو بوسیلۂ شیخ مالامال فرمائے۔ (آمین)

☆☆☆☆

میری زندگی کا مقصد تیرے دیں کی سرفرازی

مولانا غلام محمد عربی اشرفی مصباحی، شعبۂ ٹریننگ الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ یوپی

اللہ تعالیٰ نے اس دین کو تمام ادیان کا ناسخ بنایا اور رسول گرامی وقار صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کے ''علماء'' کو ''العلماء ورثۃ الانبیاء'' اور ''علماء امتی کأنبیاء بنی اسرائیل'' جیسے عظیم الشان خطابات سے سرفراز فرمایا۔ چوں کہ اب کوئی نیا نبی نہ آئے گا اور یہ دین قیامت تک کے لئے ہے اس لئے محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم نے انبیاء کرام کی ذمہ داریاں اپنی امت کے علماء کو سونپیں۔

علماء تو دنیا میں بہت ہوئے اور ہوتے رہیں گے مگر بہت ہی کم ایسے خوش نصیب ہوئے ہیں جنھیں انبیاء کرام کی سی ذمہ داریاں نبھانے کے مواقع میسر آئے۔ انہیں خوش نصیبوں میں ایک نام شیخ اعظم ابوالمحمود سید اظہار اشرف اشرفی جیلانی سجادہ نشین علیہ الرحمہ کا بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمتوں اور اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت کے طفیل انہیں خوب علم وعمل کے جوہر سے نوازا اور دین اسلام کے بے شمار کام بھی لئے۔ اس مرد آہن کی شخصیت سے متعلق کچھ عرض کرنے سے پیشتر ان کا مختصر تعارف نذر قارئین ہے۔

نام مبارک .... مسعود

اسم معروف .... سید اظہار اشرف

کنیت .... ابوالمحمود

لقب .... شیخ اعظم، مخدوم العلماء

منصب .... سجادہ نشین

ولادت .... ۱۳۵۵ھ / ۱۹۳۶ء

وفات .... ۱۴۳۳ھ / ۲۰۱۲ء

حضرت کی شخصیت بڑی متحرک وفعال تھی اور اپنے ارادے کے بہت ہی پختہ مرد آہن تھے۔ جس کام کو کرنے کا ارادہ فرماتے اس میں پوری دل جمعی کے ساتھ مصروف رہتے اور ہمیشہ یہ فرمایا کرتے کہ ''ہمیں اپنا کام کرنا ہے باقی کام کروانے والے کی مرضی پر چھوڑ دو، جب اس نے شروع کرنے کی توفیق دی ہے تو انجام کو بھی وہی پہونچائے گا'' اور پھر دنیا کی آنکھوں نے دیکھا کہ اس مرد مجاہد نے وہ کارہائے نمایاں انجام دئے کہ رہتی دنیا تک ان کا نام سنہری حرفوں میں لکھا جائے گا۔

شیخ اعظم ایک علم دوست شخصیت کا نام ہے۔ جنھوں نے خود کو علم کی ترویج واشاعت کے لئے وقف کر دیا تھا۔ اپنے تبلیغی دوروں کے درمیان جب آپ کی عقابی نظریں کسی مسلم آبادی کو اہل سنت کے ادارے سے خالی پاتیں تو وہاں کے سرکردہ افراد کو جمع فرما کر ایک ادارہ کی بنیاد رکھتے اور پھر ہمیشہ اس پر اپنی نظر التفات بھی رکھتے۔

برصغیر میں بے شمار ایسے ادارے ہیں جن کی سرپرستی شیخ اعظم کی بابرکت ذات کے سپرد تھی۔ ان تمام اداروں کے نام سے تو آگاہی نہ ہوسکی مگر ان میں سے چند یہ ہیں:

جامع اشرف .... درگاہ رسول پور کچھوچھہ شریف

مدرسہ اشرفیہ مختار العلوم .... ٹانڈہ امبیڈکر نگر یوپی

مدرسہ اشرفیہ اظہار العلوم........ ماچھی پور بھاگلپور بہار
دارالعلوم حضرت خواجہ دانا.......... سورت گجرات
مدرسہ اسلامیہ حنفیہ...... ہنومان گڑھ ناؤن راجستھان
مدرسہ اشرفیہ ظفر العلوم......... کبیر پور بھاگلپور بہار
ادارہ احمدیہ اشرفیہ.............. پٹنہ سیٹی
دارالعلوم اشرفیہ رضویہ غریب نواز...... مظفر پور بہار
دارالعلوم اشرفیہ غوثیہ .... کشن گنج بہار
مدرسہ اشرفیہ دیانت العلوم....... صاحب گنج جھارکھنڈ
الجامعۃ الاشرفیہ اظہار العلوم...... بہادر گنج کشن گنج بہار
جامعہ اشرف المدارس .... گدیانہ کانپور یوپی
خانقاہ اشرفیہ.................. جوگیشوری ممبئی مہاراشٹر
مدرسہ اسلامیہ اشرفیہ.... پورہ رانی مبارک پور اعظم گڑھ یوپی
مدرسہ دارالقرآن .... راجانگر مالیگاؤں ناسک
مدرسہ نظامیہ اشرفیہ .... فتح پور بھاگلپور بہار

آپ ان اداروں کی سرپرستی اس انداز سے فرماتے تھے جس طرح کوئی شفیق باپ اپنے بچّوں کی سرپرستی کرتا ہے۔ جب تک آپ صحت مند رہے تقریباً ہر سال ان اداروں کا دَورہ ضرور فرماتے اور سال بھر کی کار کردگی ملاحظہ فرماتے، جہاں کوئی خامی نظر آتی اصلاح فرماتے اور ضروری مشوروں سے نوازتے۔

ان کی ہمہ گیر شخصیت میں جہاں ایک شفیق مربی کی جھلک تھی وہیں دوسری طرف ایک امانت دار لیڈر کی عظیم خصوصیات بھی بدرجۂ اتم موجود تھیں جو اس دورِ پر فتن میں عنقا ہوتی جا رہی ہیں۔

کسی خاص شخصیت کی نشان دہی کئے بغیر بتا تا چلوں کہ آج دینی اداروں کے نام پر جس دھندے نے زور پکڑا ہے اہل فہم پر مخفی نہیں ہے۔ ایسا بھی دیکھا گیا ہے کہ وہ حضرات کسی دینی ادارے کے ''جملہ حقوق بحق من محفوظ'' کا سرٹیفکیٹ رکھتے ہیں جب انہیں کہیں سے ''اپنے ادارہ'' کے لئے کوئی رقم قوم کی جانب سے حاصل ہوتی ہے تو اسے اپنی ''جیب خاص'' میں اس طرح ٹھونس لیتے ہیں جیسے یہ ان کی گاڑھی محنت کی کمائی ہے اور جب خرچ کرنے کی باری آتی ہے تو ادارہ اور گھر دونوں کا خرچ بیچاری اسی ایک ''جیب'' کو کرنا پڑتا ہے۔

اس کی وجہ شاید یہ ہے کہ ہمارے یہ لیڈر قصداً اس بات کو بھلا بیٹھے ہیں کہ اس پر مواخذہ بھی ہوگا اور ایک ایک پیسے کا حساب لیا جائے گا۔

الغرض اس دور میں گفتار و کردار میں تضاد اکثر علماء کا خاصہ بن چکا ہے سوائے چند برگزیدہ شخصیات کے جو گفتار و کردار کے دھنی ہیں۔ انہیں برگزیدہ شخصیات میں ایک نام شیخ اعظم حضرت علامہ الشاہ سید اظہار اشرف اشرفی جیلانی قدس سرہٗ کا بھی ہے۔ ان کی ذات وہ عالی مرتبت ہے کہ انہوں نے کبھی بھی جامع اشرف کے مد میں حاصل شدہ رقموں کو اپنی ذاتی ملکیت نہ سمجھا اور نہ ہی اسے کبھی اپنی جیب خاص میں ڈالا۔ بلکہ ان کی شان تو یہ تھی کہ ہر مد کی رقم الگ الگ رکھتے، کبھی ایک کو دوسرے سے مخلوط نہ فرماتے اور تبلیغی دوروں سے واپسی کے بعد سب سے پہلے مدرسہ حاضر ہو کر وہ تمام رقوم جو قوم کے مخیّر حضرات جامع اشرف کے لئے دیئے ہوتے ہیں ہر مد سے متعلق ذمہ داران کے سپرد فرماتے اور پھر گھر تشریف لے جاتے۔

الحاصل ان کی ذات میں ایک کامیاب لیڈر کی جملہ خصوصیات موجود تھیں اللہ تعالیٰ تا قیامت ان کے مرقد پر رحمت و انوار کی بارش فرمائے۔ آمین

☆☆☆☆

خانوادۂ اشرفیہ اور علوم دینیہ کی اشاعت

مولانا محمد نور عالم اشرفی، ناظم اعلیٰ دار العلوم انوارِ مصطفیٰ ماری پور، مظفر پور

خانوادۂ اشرفیہ اور وابستگان خانوادۂ اشرفیہ نے اسلام وسنیت کی چوطرفہ نمایاں خدمات انجام دی ہیں اگر ایک طرف کفر وشرک کی تاریکی میں گھرے ہوئے لاکھوں افراد کو اسلام کی روشنی عطا کی ہے تو دوسری طرف اسلام کے خلاف اٹھنے والے ہر فتنہ کے سر کا کچل نے کی کوشش کی ہے۔ اگر ایک جانب سادہ لوح مسلمانوں کے عقائد و نظریات کی اصلاح کی ہے اوران کے عبادات ومعمولات کو برباد ہونے سے بچایا ہے تو دوسری جانب قرآن و حدیث کی روشن تعلیمات کے ذریعہ تاریک دلوں کو بھی منور ومجلّٰی کیا ہے۔ فرزندان اسلام کو تصوف وتزکیہ، فقہ و اصول فقہ، حدیث و اصول حدیث، تفسیر واصول تفسیر اور ان علوم کے معاون علوم وفنون سے آراستہ کیا ہے عالم اسلام کے طول وعرض میں جامع اشرف کچھوچھہ مقدسہ اور جامعہ اشرفیہ مصباح العلوم مبارکپور جیسے سیکڑوں مثالی مدارس و جامعات کی داغ بیل بھی ڈالی ہے جہاں علم کی تشنگی بجھائی جارہی ہے اور سپاہیان اسلام کی کھیپ تیار ہو رہی ہے اور یہ سلسلہ کوئی سو برس یا دو سو برس کا نہیں ہے بلکہ اس پر سات، آٹھ سو برس کا ایک لمبا عرصہ گزر چکا ہے۔ خود غوث العالم سلطان سید اشرف جہانگیر سمنانی علیہ الرحمہ کے پدر بزرگوار سلطان سید ابراہیم جو ملک سمنان کے بادشاہ اور بڑے زبردست عالم وفاضل تھے۔ آپ کے دور حکومت میں سمنان میں بڑے بڑے علمی مراکز قائم تھے جہاں دور دراز سے آکر طلبہ علم دین حاصل کیا کرتے تھے۔

آپ نہ صرف ان اداروں کو تمام ضروری سہولتیں فراہم کرتے بلکہ ان اداروں کے منتہی طلبہ کو خانقاہی اور درسگاہی علوم وفنون کا درس بھی دیتے تھے(۱)

تاریخ اسلام میں یہ مثال مشکل سے ملے گی کہ کوئی بادشاہ امور سلطنت میں مصروف رہنے کے باوجود درس و تدریس جیسے مشکل مشغلہ کے لئے وقت بھی نکالے اور یہ تدریسی سلسلہ حضرت غوث العالم کے پدر بزرگوار کے وقت سے ہنوز جاری ہے اور انشاء اللہ العزیز تا قیامت جاری رہے گا۔

حضرت سلطان محی الدین اورنگ زیب کی ذات بڑی پرفیض ذات تھی۔ آپ علم وفضل اور تقویٰ وطہارت کے جامع تھے۔ آپ کے ذریعہ دین اور علوم دین کا اشاعتی کام بہت ہوا ہے، جب علم کی دولت سے ان کو سرفراز ہونا ہوا تو خانوادۂ اشرفیہ کی دو عظیم شخصیات حضرت ملا باسو قدس سرہ اور حضرت ملا مبارک اشرف کی شاگردی اختیار کی اور اشرفی فیضان سے مالا مال ہوئے (۲) پانچ سو سالہ پرانی خانقاہ ردولی شریف کے بانی مجدد سلسلہ ٔصابریہ شیخ العالم شیخ احمد عبد الحق ردولوی علیہ الرحمہ کے فرزند گرامی ولی ابن ولی حضرت شیخ عارف علیہ الرحمہ نے غوث العالم سلطان سید اشرف جہانگیر کے مرید حضرت مولانا امیر احمد اشرفی ردولوی علیہ الرحمہ سے تحصیل علم کیا اور فیضان اشرفی سے مالا مال ہوئے (۳) بانی درس نظامی استاذ الہند حضرت ملا نظام الدین فرنگی محلی قدس

سرہٗ نے بھی اکثر کتب درسیات کا سبق خانوادۂ اشرفیہ ہی کے چشم و چراغ حضرت ملا علی قلی اشرفی جائسی علیہ الرحمہ سے ہی حاصل کیا۔ آج برصغیر ہند و پاک میں جتنے علمی مراکز ہیں ان میں مسند تدریس وافتاء کی زینت بخشنے والے اکثر علماء کرام ومفتیان عظام دار العلم والعمل فرنگی محل سے شاگردی کی نسبت رکھتے ہیں اس طرح ان تمام جید واکابر علماء کو خانوادۂ اشرفیہ سے تلمذ کی نسبت حاصل ہے۔

حضرت امین اشرف جائسی علیہ الرحمہ کو تاریخ کے صفحات نے ابھی تک اپنے سینے میں محفوظ رکھا ہے اور آپ نے افتاء وقضا کے اہم منصب کو رونق بخشی اس معاملہ میں انفرادی شان کے حامل تھے۔ آپ کے اس عظیم کارنامے اور آپ کی انفرادیت کی گواہی دینے والا شاہان شرقی کا یہ فرمان اب بھی ریکارڈ میں ہے کہ "کسی ایسے فتوے کو صادر نہ کیا جائے جس پر مولانا سید امین اشرف جائسی کی مہر و دستخط نہ ہو (۴) ملک العلماء قاضی شہاب الدین دولت آبادی، حضرت شیخ عبد القدوس صابری گنگوہی، حضرت علامہ ابن عابدین شامی، حضرت علامہ عبد العلی فرنگی محلی، حضرت علامہ فضل حق خیر آبادی، حضرت علامہ فضل رسول بدایونی، صدر الافاضل حضرت سید نعیم الدین اشرفی مراد آبادی، حضرت مفتی احمد یار خاں نعیمی اشرفی، حافظ ملت حضرت علامہ عبد العزیز اشرفی مراد آبادی علیہم الرحمہ بھی خانودۂ اشرفیہ کے خرمن علم وفضل کے خوشہ چیں تھے (۵)

آج بھی دنیائے اسلام کے طول وعرض میں علم و حکمت اور رشد و ہدایت کے میدان میں خانوادۂ اشرفیہ اور غلامان خانوادۂ اشرفیہ میں علماء، فضلاء، فقہاء، محدثین، مفسرین، مقررین اور مصنفین کی قابل ذکر تعداد موجود ہے جو اشاعت دین اور علم دین میں مصروف ہیں۔

جانشین غوث العالم شیخ اعظم سیدنا وسندنا حضرت سید اظہار اشرف اشرفی جیلانی علیہ الرحمہ ان نمایاں شخصیات میں تھے جن سے مستفید و مستنیر ہونے والے ہر طبقے کے افراد تھے کیوں کہ آپ نے اگر ایک چند سال تک مسند درس و تدریس کو زینت بخشی اور نونہالان اسلام کو فقہ و حدیث اور صرف ونحو جیسے علوم وفنون کا درس دیا تو وہیں پوری زندگی بیعت وارشاد اور ہند و بیرون ہند کے شرق و غرب میں قرآن و حدیث کی تعلیمات پر مبنی خطابت سے ہزاروں فرزندان اسلام کے دلوں میں آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے لو کو تیز کیا، اولیاء کرام کا شیدا اور احکام اسلام کا پابند بنایا۔ ہند و بیرون ہند میں پچاسوں دینی قلعے قائم کیے خاص طور پر آپ نے اپنے دور ولی عہدی اور سجادگی میں مرکز علم وعقیدت کچھوچھہ مقدسہ میں جو تاریخی ومثالی کارنامہ انجام دیا ہے اس کا اقرار و اعتراف ایک زمانہ نے کیا ہے اور اکابر اسلام نے آپ کی ان کوششوں کو بنظر استحسان دیکھا ہے۔

اشرف العلماء حضرت سید حامد اشرف اشرفی جیلانی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ عزیزی سید شاہ اظہار اشرف سلمہٗ نے خانوادۂ حسنیہ سرکارکلاں میں جو کارہائے نمایاں انجام دیے یقیناً وہ قابل ستائش وشکر ہے کہ عزیزی موصوف کی تربیت ونشو ونما سربراہ خانقاہ کی نگرانی میں ہوئی ہے انہوں نے وہ سب کچھ عطا کردیا جس کا ہم تصور بھی نہیں کرسکتے تھے، یقیناً وہ صحیح جانشین ہیں۔ احمد اشرف ہال کی تعمیر اپنے وقت کی سب سے اہم تعمیر ہے جس میں مختلف شعبہ جات ہیں سب سے اہم شعبہ مختار اشرف لائبریری ہے جس کے اندر مختلف فنون کی کتابیں موجود ہیں جس سے ارباب علم بھرپور فائدہ اٹھا سکتے ہیں (۶)

حضرت علامہ قمر الزماں اعظمی تحریر فرماتے ہیں کہ آج مخدوم سمنان علیہ الرحمہ کے عرس پاک کی تقریب میں حاضری کی سعادت حاصل ہوئی۔ جامع اشرف، مختار اشرف لائبریری اور اشرف حسین میوزیم کی زیارت اور تفصیلی معائنے کا شرف حاصل ہوا۔ کچھوچھہ مقدسہ میں ان اداروں کو دیکھ کر بے پایاں مسرت ہوئی۔ خانقاہ اور درسگاہ کے اس عظیم رشتے کے احیاء کی کامیاب ترین سعی پر میں حضور صاحب سجادہ کو ہدیۂ تبریک پیش کرتا ہوں(۷)

حضرت مفتی محمد ایوب اشرفی نعیمی شیخ الحدیث جامعہ نعیمیہ مرادآباد رقمطراز ہیں کہ خانقاہ اشرفیہ حسنیہ سرکار کلاں اور اس کا شاہکار جامع اشرف ہر دن انواع و اقسام کی ترقیوں کی راہ پر گامزن ہو رہا ہے بالخصوص لائبریری کو کافی دیر تک دیکھنے کے بعد یہ تأثر قائم ہوا کہ حضرت علامہ الحاج شاہ سید محمد اظہار اشرف صاحب مدظلہ سجادہ نشین آستانہ عالیہ وبانی جامع اشرف کو عشق کا مقام حاصل ہے۔ ہر شعبہ کا ارتقاء اپنی بے مثالی کی شہادت دے رہا ہے۔(۸)

حضرت سید قمر الدین اشرف علی گڑھ مسلم یونیورسٹی تحریر فرماتے ہیں کہ مجھے علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کی مولانا آزاد لائبریری میں ایک عرصہ تک کام کرنے کا موقع ملا ہے میں اپنی ذاتی تجربہ کی بنا پر کہہ سکتا ہوں کہ ”مختار اشرف لائبریری“ اسلامیات کا ایک بحر بیکراں ہے جس سے طالبان علم ہر طرح سے استفادہ کر سکتے ہے(۹)

حاصل کلام یہ ہے کہ حضرت شیخ اعظم علیہ الرحمہ نے ایسے ایسے کارہائے نمایاں انجام دیے جو رہتی دنیا تک کے لیے اشاعت دین متین اور فروغ علوم دینیہ کا انشاء اللہ العزیز سبب بنتے رہیں گے۔ ان کارناموں کا انکار کوئی متعصب وتنگ نظر ہی کر سکتا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ حضرت شیخ اعظم علیہ الرحمہ کے خدمات جلیلہ کو قبول فرمائے اور ہم غلاموں کو حضرت کے فیوض و برکات سے مالا مال فرمائے۔

کتابیات

(۱) محبوب یزدانی:۲۳
(۲) سادات کچھوچھہ کے منکروں کا امتحان:۵۔۶
(۳) انوار العیون حضرت عبدالقدوس گنگوہی
(۴) محبوب یزدانی: ۶
(۵) اشرف الاولیاء حیات وخدمات:۹۶
(۶) معارف شیخ اعظم
(۷) معارف شیخ اعظم
(۸) معارف شیخ اعظم
(۹) معارف شیخ اعظم

☆☆☆☆

اولین مرتبے کا مستحق

قارئین میں سے ممکن ہے کچھ لوگوں کو تعجب ہو کہ میں نے دنیا جہان کی مؤثر ترین شخصیات میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو سرفہرست کیوں رکھا ہے اور مجھ سے وجہ طلب کریں گے۔ حالانکہ یہ ایک حقیقت ہے کہ پوری انسانی تاریخ میں صرف وہی ایک انسان ایسے تھے جو دینی اور دنیاوی دونوں اعتبار سے غیر معمولی طور پر کامیاب وکامران اور سرفراز ٹھہرے۔ (ہارٹ میخائل)

شیخ اعظم اور جامع اشرف

مفتی محمد ذاکر حسین اشرفی جامعی،
استاذ و مفتی مخدوم اشرف مشن پنڈہ شریف، قطب شہر، مالدہ بنگال

دنیائے سنیت کے عظیم شاہکار، علم وحکمت کے تاجدار، خانقاہی و درسگاہی علوم وفنون کے عظیم علمبر دار، رشد و ہدایت کے شہسوار، شیخ اعظم حضرت علامہ الحاج سید شاہ محمد اظہار اشرف اشرفی جیلانی مسند نشیں جادۂ اشرف سمنانی علیہ الرحمہ خانوادۂ اشرفیہ کے ان پاکباز اور عظیم ہستیوں میں سے ہیں، جو اپنی علمی خدمات، ملی اور سماجی کاموں کے ساتھ ملک و بیرون ملک کے طول و عرض میں مساجد و مدارس، خانقاہوں اور عصری تربیت گاہوں کے تعمیری میدان اپنی شناخت رکھتے ہیں۔

ولادت باسعادت

شیخ اعظم کی ولادت باسعادت ۶ محرم الحرام ۱۳۵۵ھ میں قطب الارشاد، مخدوم المشائخ مفتی سید شاہ محمد مختار اشرف اشرفی جیلانی سجادہ نشیں خانقاہ حسنیہ سرکار کلاں علیہ الرحمہ کے دولت کدہ میں ہوئی۔

تعلیم و تربیت

آپ کی ابتدائی تعلیم جامعہ اشرفیہ کچھوچھہ شریف میں ہوئی۔ اعلیٰ تعلیم کے لئے آپ اپنے جدامجد اعلیٰ حضرت علی حسین اشرفی میاں کے قائم کردہ ادارہ مدرسہ اشرفیہ مصباح العلوم مبارکپور تشریف لے گئے اور استاذ العلماء حافظ ملت حضرت علامہ و مولانا عبدالعزیز اشرفی مرادآبادی، مولانا حافظ عبدالرؤف بلیاوی اور مولانا مظفر حسن ظفر ادیبی کی زیر تربیت اپنی علمی تشنگی بجھاتے رہے، ان مشہور زمانہ علماء فضلاء کی تربیت نے آپ کو علم وحکمت کا بحر ذخار بنا دیا اور آپ آسمان علم و ادب پر نیر درخشاں بنکر چمکنے لگے۔

شیخ اعظم کی تربیت اور شخصیت سازی

شیخ اعظم بارعب و پر جلال شخصیت کے مالک اور اسلامی اقدار و علمی روایات کے محافظ و امین تھے کیوں کہ آپ کی تربیت اور شخصیت سازی رہبران خاندان اور کاملان شریعت وطریقت نے کی تھی۔ آپکی تربیت کے متعلق اشرف العلماء سید شاہ حامد اشرف اشرفی جیلانی رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں کہ عزیزی موصوف (شیخ اعظم) کی تربیت اور نشوونما سربراہ خانقاہ کی نگرانی میں ہوئی، انہوں نے وہ سب کچھ عطا کردیا جسکا تصور بھی نہیں کرسکتے تھے۔ (معارف شیخ اعظم ص:۳۱) شیخ اعظم کی تربیت، شیخ اعظم کی زبانی ملاحظہ ہو! ہماری تربیت کیلئے مثالی ماں کی گود کے ساتھ ساتھ اپنی دادی، امام العرفاء سید شاہ اشرف حسین رحمۃ اللہ علیہ کی صاحبزادی اور وقت کی رابعہ بصریہ کی گود بھی نصیب ہوئی۔ (سرکار کلاں نمبر ص:۱۴) یہی وجہ ہے کہ شیخ اعظم کو تعلیم وتربیت اور شخصیت سازی میں ید طولیٰ حاصل تھا، آپ زندگی بھر فروغ علم، خدمت دین، اسلامی تہذیب وثقافت کی حفاظت، صالح معاشرہ کی تشکیل، مذہب وملت کے ہمدرد افراد میں مثبت خیال، تعمیری فکر، جفاکشی اور خود اعتمادی کی روح پھوکتے رہے۔ شیخ اعظم کے یہاں علم کی گیرائی و گہرائی، زور بیان، قوت تفکر، مسلمانوں کے عقائد کی

اصلاح ،دین کی ترویج و اشاعت ،سنت نبوی کی تنفیذ و احیاء،غلط افکار ونظریات کی تردیداور مذہب و ملت کے فروغ کا جذبہ موجزن تھا،اسکے لئے آپ نے تقریریں کیں،مناظرے کئے،خانقاہ اور لائبریریاں قائم کیں، ملک و بیرون ملک میں مساجد و مدارس کے جال بچھا دیئے،جسکی زندہ مثال جامع اشرف اورمختار اشرف لائبریری کا قیام،خانقاہ اشرفیہ حسنیہ سرکارکلاں ومسجد اعلیٰ حضرت اشرفی میاں کی تعمیر وتوسیع،اشرف حسین میوزیم،مولانا احمد اشرف ہال،غریب نواز گیسٹ ہاؤس اوراظہار اشرف کمپوٹر سینٹر کی تاسیس،ماہنامہ غوث العالم وتحائف اشرفی کی طباعت و اشاعت ،اظہار عقیدت کی تصنیف و تالیف ، مثنوی مولانا روم کا شعری ترجمہ،شعبۂ نشرواشاعت و پریس کا قیام،سیکڑوں مساجد ومدارس کی نظامت وسرپرستی اوراس جیسی بیشمار زندہ مثالیں موجود ہیں جن سے آپ کی دینی خدمات کی شعائیں پھوٹتی ہیں اور ہند و بیرون ہند کو جگمگا رہی ہیں۔شیخ اعظم کی ان ساجی وملی خدمات کو اپنے اور بیگانے سبھی تسلیم کرتے ہیں،جسکا شہرہ ملک و بیرون ملک میں سنا جارہا ہے،یقیناً آپکے یہ عظیم کارنامے آب زر سے لکھنے کے قابل ہیں۔

امانت و دیانت

شیخ اعظم کے اندر خلوص وللّٰہیت،زہد و ورع، منکرات سے اجتناب،معروف کاموں کی رغبت،حق و صداقت اور امانت و دیانت کوٹ کوٹ کر بھری تھی۔ آپ کی امانت ودیانت سے متأثر ہوکرایک مرتبہ قطب الارشاد،مخدوالمشائخ مفتی الحاج سید شاہ محمد مختار اشرف اشرفی جیلانی صاحب سجادہ خانقاہ حسنیہ سرکارکلاں علیہ الرحمہ نے فرمایا تھا کہ ’’اظہار میاں میں قیامت میں تمہاری امانت کی قسم کھا سکتا ہوں‘‘۔(معارف شیخ اعظم ص:۹۰)قطب الارشاد کے اس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ شیخ اعظم حق وصداقت کے امام اورامانت ودیانت کے مجسم تھے۔

فکر و تدبر

شیخ اعظم نہایت ذہین وفطین ،وسیع المطالعہ،بلند خیال،مثبت فکر، جفاکش،اولوالعزم،انتہائی حساس اورحد درجہ دوراندیش تھے۔انکی باتوں میں تہہ داری،فکر وتدبر میں توازن اوربصیرت ہوتی تھی،اسی وجہ سے دانشوران قوم وملت آپ کی رائے کواپنے لئے منارۂ نورتسلیم کرتے تھےاورخصوصیت کے ساتھ خانوادۂ اشرفیہ کے چشم وچراغ حضرات اہم اورمشکل معاملے میں آپ سے رائے لیتے اوراسی کے تناظر میں اپنے معاملے کوحل کرتے۔

بارگاہ رسول میں اظہار اشرف نام کا انتخاب

مجددسلسلۂ اشرفیہ ہم شبیہ غوث الثقلین ،اعلیٰ حضرت علی حسین اشرفی میاں رحمتہ اللہ علیہ،شیخ اعظم کے تولد کے وقت مدینہ شریف میں موجود تھے۔قوت کشف سے اپنے پوتے کی ولادت کی خوشخبری پاکر بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضری دی اورمواجہہ اقدس کے سامنے کھڑے ہوکر آپ کے حق میں دعائیں کیں اور اظہار اشرف نام رکھااور دعا فرمائی کہ اللہ میرے پوتے کے ذریعہ دین کی خوب خدمت لےاوراس سے اشرف کے نام کا خوب اظہار ہو۔(مقدمہ اظہار عقیدت،تعارف جامع اشرف)اعلیٰ حضرت اشرفی میاں نے اپنے چہیتے پوتے شیخ اعظم کے حق میں بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں جودعائیں کی تھیں وہ قبول ہوئیں اوراس کا اثر شیخ اعظم پر زندگی بھرجاری رہااورآپ سے مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی کے سلسلہ کوکافی فروغ ملااور ہندو بیرون ہند میں اشرف

کے نام کا خوب اظہار ہوا۔ مخدوم المشائخ سرکار کلاں سید شاہ محمد مختار اشرف اشرفی جیلانی فرماتے ہیں کہ ''الحمد للہ اعلیٰ حضرت اشرفی میاں کی پیشین گوئی صحیح ثابت ہوئی اور اظہار میاں نے خانقاہ اشرفیہ حسنیہ سرکار کلاں میں جامع اشرف قائم کر کے حضرت مخدوم اشرف علیہ الرحمہ کے سلسلہ کے اظہار کا ذریعہ بنا دیا''۔(معارف شیخ اعظم ص:۴۴) شیخ اعظم نہایت متحرک اور فعال انسان تھے، آپ کا طرۂ امتیاز یہ تھا کہ ہر چیلنج کا جواب کام سے دیتے، اس لئے آپ نے خانقاہی و درسگاہی فلک بوس عمارات کو اپنی جیتی جاگتی زندگی میں مکمل فرمایا اور نئی نسل کو تعمیری ذہن، انتظامی و تنظیمی امور میں ایک صاف و شفاف آئینہ عطا فرمایا۔ شیخ اعظم شریعت و طریقت کے سنگم تھے، خانقاہ و درسگاہ کے اس عظیم رشتہ کے احیاء کیلئے آپ نے ۱۹۷۸ء میں اپنے والد ماجد قطب الارشاد، مخدوم المشائخ، مفتی سید شاہ محمد مختار اشرف اشرفی جیلانی کے حکم سے خانقاہ اشرفیہ حسنیہ سرکار کلاں کے احاطہ میں ایک منفرد اور مثالی ادارہ جامع اشرف قائم فرمایا۔

جامع اشرف علوم وفنون کا مرکز اور اسلامی تہذیب وتمدن کا گہوارہ ہے، جو شیخ اعظم کی عظیم کدوکاوش، سرکار کلاں کی نیک دعاء، قائد ملت کی جاں گسل محنت، اشرف ملت وحماد میاں کی پیہم جدوجہد، اعلیٰ حضرت اشرفی میاں کے میٹھے خوابوں اور دیرینہ تمناؤں کی حسین و دلکش تعبیر ہے۔ بانی جامع اشرف کو اسکی تعمیر وترقی کے لئے کس قدر مصائب وآلام کا سامنا کرنا پڑا تھا اسکی داستان خود ان کی زبانی ملاحظہ ہو! ''میں نے جامع اشرف کی تعمیر پھولوں کی سیج پر بیٹھ کر نہیں کی بلکہ کانٹوں کی راہ پر چل کر کی ہے''۔(معارف شیخ اعظم ص:۹)۔ شیخ اعظم نے جامع اشرف کے فروغ وارتقاء کے لئے صرف اپنا پسینہ نہ بہایا بلکہ خون جگر سے سینچا اور اسکی تعلیمی و تعمیری منصوبوں کو پائے تکمیل تک پہونچانے کے لئے مجاہدانہ کردار ادا کیا۔ اس ادارہ کے لئے شیخ اعظم کی محنت و مشقت کا اندازہ آپ اس سے لگا سکتے ہیں کہ آپ بذات خود کچھو چھہ شریف سے ٹانڈہ (جو تقریباً ۱۸ کلومیٹر کی مسافت پر واقع ہے) سائیکل چلا کر تشریف لے جاتے اور ادارہ کو ترقی کی راہ فراہم کرتے۔ جامع اشرف ۳۴ سالوں سے تعلیم و تربیت اور دعوت و تبلیغ کے کاموں میں مصروف ہے، جہاں سے دو ہزار علماء، حفاظ وقراء اور مفتیان اسلام زیور علم سے آراستہ ہو چکے ہیں جو ملک و بیرون ملک میں علم و حکمت اور تبلیغ و ارشاد کا فریضہ انجام دینے میں مصروف ہیں۔ جامع اشرف ۳۴ سالوں سے مسلسل دینی وعلمی خدمات انجام دینے میں مصروف ہے اور اس کی خدمات کا دائرہ دن بدن وسیع سے وسیع تر ہوتا جا رہا ہے اس لئے اس کے شعبوں میں اضافہ ہو رہا ہے۔ ہم ذیل میں اس کے دینی وعصری شعبوں کی قدرے تفصیل درج کر رہے ہیں تاکہ مختلف جہات سے جامع اشرف کی خدمات کا اندازہ ہو سکے۔

شعبۂ نظامی

اس شعبہ میں مختلف صوبوں کے ڈھائی سو طالبان علوم نبویہ اپنی علمی تشنگی بجھاتے اور دینی وعصری علوم سے آراستہ ہو رہے ہیں اور علماء وفضلاء کی ایک فعال اور متحرک ٹیم شب وروز انہیں علم وعرفان کا جام پلانے میں مصروف رہتی ہے۔

شعبۂ حفظ

یہ شعبہ حفظ کی تعلیم کے لئے مخصوص ہے اس میں ۵۰ سے زائد طلبہ قرآن کریم کے حفظ میں مصروف ہیں اور ۲ حفاظ کرام انکے ساتھ جاں گسل محنت کرتے اور انہیں

حفظ قرآن کی لازوال دولت سے مالا مال کرتے ہیں۔

شعبۂ قرات

قرآن کریم علوم و معانی کا سرچشمہ اور رشد و ہدایت کا گنجینہ ہے ،جس کو اوصاف نازلہ کے ساتھ پڑھنا از حد ضروری ہے اسکے پیش نظر بانی جامع اشرف نے قرات کا ایک مستقل شعبہ قائم فرمایا تا کہ طالبان علوم نبویہ قرآن کریم کو اوصاف قرات کے ساتھ پڑھ سکیں۔اس شعبہ میں ۵۰ طلباء اور ایک کہنہ مشق ،تجربہ کار قاری قرأت کا درس دیتے اور قرآن کریم کی مشق و تجوید کا مظاہرہ کرتے ہیں۔

دار الافتاء

یہ اسلامی قوانین وضوابط کا گہوارہ ہے جو قوم کے الجھے ہوئے مسائل کو سلجھانے میں اہم کردار ادا کر رہا ہے اور ملک و بیرون ملک سے آنے والے سوالوں کے تشفی بخش جواب ماہر مفتیان کرام شریعت مطہرہ کی روشنی میں عطا کرتے ہیں اور دینی مسائل میں قوم کی صحیح رہنمائی کرتے ہیں۔

شعبۂ تخصص فی الفقہ

۲۰۰۴ء میں بانی جامع اشرف نے تخصص فی الفقہ کا دوسالہ کورس قائم کیا۔اس کورس میں ماہر مفتیان کرام کی نگرانی میں تخصص کے طلبہ کو فتویٰ نویسی کی تربیت دی جاتی ہے تا کہ ان کے اندر تحقیق وتدقیق ،تلاش وجستجو اور قوم کے الجھے ہوئے مسائل کو سلجھانے کی صلاحیت پیدا ہو سکے۔اس کے ساتھ ساتھ اس شعبہ کے طلبہ کو کسی خاص فقہی عنوان پر کم از کم سو صفحات کا مقالہ لکھنا پڑتا ہے اس کے بعد ہی مفتی کی سند کا مستحق قرار دیا جاتا ہے تا کہ فتویٰ نویسی کی مشق وممارست کے ساتھ تحریری صلاحیت بھی پیدا ہو سکے۔بحمدہٖ تعالیٰ اس شعبہ کے مثبت نتائج برآمد ہوئے ہیں۔اب تک اس کورس سے ۲۷ فضلاء افتاء کی سند سے نوازے جا چکے ہیں جو ملک کے مختلف صوبوں میں فتویٰ نویسی کا کام انجام دینے میں مصروف ہیں۔

اظہار اشرف کمپیوٹر سینٹر

بلا تفریق مذہب وملت قوم کے بچوں کو جدید ذرائع ابلاغ اور عصری علوم وفنون سے آراستہ کرنے کے لئے بانی جامع اشرف نے اظہار اشرف کمپیوٹر سینٹر قائم فرمایا۔بحمدہ تعالیٰ اس سینٹر میں دو تجربہ کار کمپیوٹر ماسٹر روزانہ کمپوزنگ اور اے۔ڈی۔سی ۔ اے، ڈی ۔سی۔ اے، سی۔سی۔اے،سی۔او۔سی کورسیز کی ٹریننگ دیتے ہیں۔

جمیعۃ الاشرف

طلبہ میں بیداری ،احساس ذمہ داری ،فکر ونظر کی وسعت ،زبان و بیان کی اصلاح، جامع اشرف کے مقاصد پر جاں نثار طلبہ کی قلمی استعداد وعلمی لیاقت کو بڑھانے اور دیگر سرگرمیوں کے لئے قائد ملت حضرت علامہ و مولانا سید شاہ محمد محمود اشرف اشرفی جیلانی سربراہ اعلیٰ جامع اشرف وموجودہ صاحب سجادہ خانقاہ حسنیہ سرکار کلاں نے اپنے دور طالب علمی میں جمیعۃ الاشرف کے نام سے ایک تنظیم تشکیل دی۔اس فعال اور متحرک تنظیم کے تحت طلبہ جامع اشرف کی چار انجمنیں چلتی ہیں۔جو ہر جمعرات کو بعد نماز مغرب اساتذۂ جامعہ کی نگرانی میں منعقد ہوتی ہیں، ان بزموں میں طلبہ مختلف عناوین اور موضوعات پر بھر پور تیاری کے ساتھ برجستہ بولنے کی مشق کرتے ہیں۔

شعبۂ صحافت

اس ترقی یافتہ دور میں صحافت کی اہمیت اور قلم کی زبردست طاقت سے کسی کو انکار نہیں ہے اس لئے کہ زبان سے نکلے ہوئے جملے ہوا میں تحلیل ہو جاتے ہیں مگر

قلم کے شہ پارے آب حیات سے سیراب ہوکر ہمیشہ کے لئے زندہ و جاوید ہو جاتے ہیں۔اسی کے پیش نظر جمعیۃ الاشرف نے صحافت کا ایک مستقل شعبہ قائم کیا ہے جس کے زیر انتظام ابنائے جامع اشرف کی کاوشوں پر مشتمل ایک ہفت روزہ اخبار بنام صدائے جامع اشرف شائع ہوتا ہے۔یہ دونوں جداریے جامع اشرف کے طلبہ میں تحریری ذوق اور قلمی صلاحیت پیدا کرنے میں روز اول ہی سے سرگرم ہیں۔یہ جداریہ ہی کی مرہون منت ہے کہ تعلیمی سال کے آخر میں سال نامہ کے طور پر صدائے جامع اشرف اپنی تمام تر رعنائیوں اور جلوہ سامانیوں کے ساتھ منظر عام پر آتا ہے جو طلبہ جامع اشرف کے ذوق سلیم کی دلیل اور جامعہ کی تعلیمی وثقافتی سرگرمیوں کا آئینہ دار ہوتا ہے۔

شعبۂ نشر و اشاعت

جمعیۃ الاشرف کا یہ سرگرم شعبہ ہے جو اسلام کی تعلیم اور دین کی تبلیغ واشاعت خصوصاً سلسلہ اشرفیہ کے بزرگوں کی خدمات اور پیغاموں کو عام کرنے میں اہم کردار ادا کر رہا ہے جہاں سے اب تک تقریباً دو درجن سے زیادہ کتابیں شائع ہو چکی ہیں، جس کی عظیم پیش کش سرکارکلاں بحیثیت مرشد کامل ،اظہار عقیدت ،شیخ الاسلام کا خراج عقیدت بارگاہ سرکارکلاں میں ،اعلیٰ حضرت اشرفی میاں ارباب علم ومعرفت کی نظر میں ،آداب صحبت و زیارت مشائخ ،راہ الٰہی ، حجۃ الذاکرین مع رسالہ قبریہ ،کتاب الابدال ،سرکارکلاں کے آخری سفر کا آنکھوں دیکھا حال ، عمامہ اورٹوپی کی شرعی حیثیت ،دھاکہ اور چنگھاڑ ایک شرعی جائزہ اوراشرفی جنتری وغیرہ ہیں۔

شیخ اعظم نے جامع اشرف کے ان دینی وعصری شعبوں کو پائے تکمیل تک پہونچانے کے لئے صرف اپنا پسینہ نہ بہایا بلکہ خون جگر سے سینچا، جامع اشرف کے بڑھتے ہوئے ہرقدم کے ساتھ قائد ملت سربراہ جامعہ سید محمد محمود اشرف کی عظیم کدوکاوش ،مفکر اعظم سید اشرف اور سید حماد اشرف کی جہد مسلسل ،مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی کے جوار اقدس کا فیضان، اعلیٰ حضرت اشرفی میاں اور مخدوم المشائخ کی نیک دعاؤں کی تاثیر شامل ہے،یہی وجہ ہیکہ جامع اشرف اپنی ۳۴ سالہ عظیم خدمات ،ممتاز حیثیت اور گونا گوں خصوصیات کے ساتھ ہندو بیرون ہند میں جگمگا رہا ہے۔

☆☆☆☆

انسانی عقل وفہم کے مطابق

محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا جو مذہبی نظام قائم فرمایا وہ نہ صرف یہ کہ ان کے اپنے ساتھیوں کی عقل وفہم کے مطابق تھا اور اس ملک میں پائے جانے والے رسم ورواج اور ان کے ساتھیوں کے جذبات سے ہم آہنگ تھا بلکہ اس سے آگے بڑھ کر وہ عام انسانی حالات ونظریات سے بھی ایسی مناسبت وہم آہنگی رکھتا تھا کہ جس کے نتیجہ میں تمام انسانوں کی نصف آبادی نے اسے قبول کیا اور یہ سب کچھ چالیس سال سے بھی کم عرصہ میں ہو گیا۔

(کاؤنٹ ڈی یولین ویلیز)

ہوگا اظہار سے اشرفیت کا اظہار

مولانا ارشد شمسی اشرفی جامعی، خانقاہ شمسیہ ارول (بہار)

چاروں سمت خاموشی ہے، ہر جانب سناٹا ہے، ہر چشم اشکبار ہے، سارے چہرے افسردہ ہیں، تمام اعزہ واقارب کے قلوب غم واندوہ کے بحر عمیق میں ڈوبے ہوئے ہیں، فضاء پر سکوت طاری ہے، ہوائیں آپس میں سرگوشیاں کررہی ہیں، ایک عجیب وغریب ماحول پیدا ہوگیا ہے، آخر معاملہ کیا ہے؟ اس میں کون سا راز پنہا ہے، اس راز سربستہ سے نقاب کشائی کی جائے۔

یہ کچھوچھہ شریف کی مقدس سرزمین ہے یہاں تارک السلطنت محبوب یزدانی سید سلطان اشرف جہانگیر سمنانی علیہ الرحمہ کی اوران کی آل کی خواب گاہیں ہیں جس کے اطراف واکناف میں ہمہ وقت رحمت وانوار کی جھما جھم برسات ہورہی ہے۔ عشاقان اشرف وگدایان اشرف کا ہروقت یہاں پراژدہام رہتاہے، ملک وبیرون ملک سے پریشان حال لوگ آپ کے آستانے پرحاضری دیتے ہیں اوراپنے تہی دامن میں گوہر فیضان سمیٹ کررخصت ہوتے ہیں۔ اس پاکیزہ سرزمین کے ایک کنارے پرحضور سرکار کلاں کے روضۂ انور کے احاطے میں دنیائے سنیت کی ایک عظیم شخصیت اولاد مخدوم اشرف بانی جامع اشرف شہزادۂ حضور مخدوم المشائخ سیدی ومرشدی حضرت علامہ مولانا الحاج سید اظہار اشرف اشرفی جیلانی کچھوچھوی علیہ الرحمہ نے ہمیشہ کے لئے اپنے رخِ زیبا کو چھپالیا ہے اسی وجہ سے چہار جانب غم والم کی سیاہی چھائی ہوئی ہے، دنیا ان کے کارنامے کو یاد کرکے سسک رہی ہے، آپ نے جو کارہائے نمایاں انجام دیے ہیں تاریخ کے اوراق پرانہیں جلی حروف سے رقم کیا جائے گا اور حقیقت یہ ہے کہ اس کی بشارت آپ کے دادا حضور یعنی مجدد سلسلہ اشرفیہ اعلیٰ حضرت سید علی حسین اشرفی میاں علیہ الرحمہ نے ولادت کے وقت مدینہ شریف میں دے دی تھی۔ آپ نے اپنے احباب سے ارشاد فرمایا تھا کہ آج فقیر کے گھر پوتا ہوا ہے جس کا نام اظہار رکھا جائے گا کیوں کہ اس سے سلسلہ اشرفیہ کا اظہار ہوگا۔ دادا جان جو کہ خود ہی ولایت کے عظیم منصب پر فائز تھے ان کی زبان اقدس سے نکلی ہوئی بات کب غلط ہوسکتی تھی جیسا آپ نے فرمایا تھا ویسا ہی آپ کے پوتے نے کردکھلایا۔

عہد طفلی ہی سے آپ کے اندر ایک انقلابی کیفیت پائی جاتی تھی، آپ کے رگ وریشے میں خدمت دین کا جذبہ موجود تھا، ہر وقت آپ کو قوم وملت کا درد تڑپاتا رہتا۔ ہندوستان کے باشندے بالخصوص اہل کچھوچھہ مقدسہ اس بات کو بخوبی جانتے ہیں کہ جامعہ اشرفیہ مبارکپور سے فراغت حاصل کرنے کے بعد آپ نے اپنا تن من دھن سب کچھ خدمت اسلام کے لئے قربان کردیا تھا۔ میری اس بات کی تصدیق خلف اکبر قائد قوم وملت حضرت علامہ مولانا الحاج سید محمود اشرف اشرفی جیلانی موجودہ سجادہ نشین خانقاہ اشرفیہ حسنیہ سرکارکلاں کچھوچھہ شریف کے اس جملے سے ہوجاتی ہے جوانہوں نے آج سے چند سال قبل جامع اشرف میں دیا تھا (اس وقت راقم الحروف جامع اشرف میں زیر تعلیم تھا) ''جب سے میں نے ہوش سنبھالا ہے اپنے والد گرامی کو اس قدر مذہبی

امور میں مصروف پایا ہے کہ کبھی بھی خاطر خواہ ان سے میری گفتگو نہیں ہوئی، میں ان کے پیار کے لئے ترستا رہا ہوں'' اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ حضور شیخ اعظم کو مذہب وملت کی کس قدر فکر تھی اسی فکر کا نتیجہ ہے کہ آج قوم وملت کو آپ نے جامع اشرف جیسا عظیم ادارہ دے دیا ہے جس سے ہندوستان کے ہزاروں طلبہ نے اپنی علمی تشنگی بجھائی ہے اور آج تک بجھا رہے ہیں۔ جامع اشرف کی تعمیر کے بعد آپ نے ایک خوبصورت مسجد بنام ''اعلیٰ حضرت اشرفی مسجد'' قائم کی۔ اس کے بعد آپ کی دوررس نگاہوں نے دیکھا اور آپ کے قلب اطہر نے محسوس کیا کہ ایک لائبریری کا قیام ہونا چاہئے جس سے طلباء ومدرسین وعوام الناس استفادہ کرسکیں۔ اس کے لئے آپ نے بارگاہ مخدوم آفاق میں دعا ومناجات کی۔ آپ کی دعا پر فرشتوں نے آمین کی صدائے دل نواز فضاء میں بلند کی اور دیکھتے ہی دیکھتے ایک زبردست لائبریری بنام ''مختار اشرف لائبریری'' کا قیام عمل میں آیا۔ مولانا خوشتر نورانی مدیر اعلیٰ ''جام نور'' کے قول کے مطابق ''مختار اشرف لائبریری'' ہندوستان کے مدارس اسلامیہ کی سب سے بڑی لائبریری ہے۔ اسی طرح ہند وبیرون ہند کے کئی شہروں میں آپ نے مدارس ومساجد اور خانقاہیں قائم کیں۔ آپ نے اپنی پوری حیات تبلیغ وارشاد میں گزاری۔

ذرا سوچئے تو سہی انسان جب فرش علالت پر ہوتا ہے تو کسی سے گفتگو کرنے کی طبیعت نہیں ہوتی ہے۔ ہمت جواب دینے لگتی ہے مگر حضور شیخ اعظم کے دینی جذبات واحساسات کو ملاحظہ فرمائیں، ضعف ونقاہت کی شدت ہے، شوگر کی وجہ سے بے حد پریشان ہیں، اطباء وحکماء علاج ومعالجہ کررہے ہیں، عیادت کرنے والوں کی کثرت ہے، اطباء آرام کے لئے اصرار کررہے ہیں مگر اس کے باوجود اسی حالت میں آپ کسی کو وعظ ونصیحت کررہے ہیں تو کسی کو اوراد ووظائف کی تعلیم دے رہے ہیں اور کسی کو داخل سلسلہ فرمارہے ہیں۔ مختصر یہ کہ اپنی ساری تکلیفوں کو بھول کر فریضۂ دین ادا کرتے رہے۔ آپ کی جہد مسلسل کا ثمرہ یہ ہوا کہ ہندوستان کے ہر خطے میں بلکہ ہندوستان کے باہر کئی ملکوں میں سلسلۂ اشرفیہ جانا پہچانا گیا اور لوگ اس میں داخل ہوکر خود کو دارین کی سعادتوں سے مالا مال کیے۔

میں اس حسین ویادگار شام کو فراموش نہیں کرسکتا جس وقت کہ حضرت کے آخری دیدار سے شرف یاب ہوا تھا۔ ۲۳ جنوری ۲۰۱۲ء کو بوقت شب یعنی ۱۰ بج کر ۴۴ منٹ پر سرزمین کلکتہ پر راقم الحروف اور حضرت سید خالد انور شمسی اور رفیق محترم جناب نفیس اختر کلکتوی کے ہمراہ حضرت شیخ اعظم کی بارگاہ میں اپنی عنقریب آنے والی کتاب ''تجلیاتِ شمس'' کے لئے دعائیہ کلمات لکھوانے کے لیے حاضر ہوا تھا۔ ہم لوگوں نے اپنی ظاہری نگاہوں سے دیکھا دیوانگانِ شیخ اعظم کا ہجوم ہے آپ کی طبیعت بالکل ناساز ہے مگر اس حالت میں اپنے آلام ومصائب کو بھول کر سبھی کو مسرور کرنے کی کوشش کررہے ہیں کسی کو پابندی صلوٰۃ کی تنبیہ کررہے ہیں، کسی کو صبر رضا کی تلقین کررہے ہیں تو کسی کو بزرگان دین سے محبت کرنے کی نصیحت فرمارہے ہیں۔ کچھ دیر بعد میرا نمبر آیا۔ حضرت نے اس حال میں بھی مجھے مایوس نہیں کیا بلکہ زبانی اور تحریری دعائیہ کلمات سے نوازا جسے میں نے اپنی کتاب میں شامل کیا ہے۔ حضرت کی زیارت کرنے کے بعد تقریباً ساڑھے گیارہ بجے رات کو ہم لوگ پارک اسٹریٹ سے مٹیابرج واپس آئے۔ اس کے دو دنوں کے بعد حضرت کی علالت میں اضافہ ہوا اور آپ کو کلکتہ ہاسپٹل میں پھر ممبئی کے کسی بڑے ہاسپٹل میں داخل کیا گیا حتی کہ اسی سرزمین پر خانوادۂ اشرفیہ کا یہ دمکتا ہوا آفتاب اپنے احباب کو روتا سسکتا ہوا چھوڑ کر ہمیشہ کے لئے غروب ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ☆☆☆☆☆

مشرقی نیپال میں شیخ اعظم کی خدمات

مولانا محمد عطاء المعین اشرفی جامعی،
استاذ و مفتی مدرسہ اشرفیہ اظہار العلوم رانی ۲۲ براٹ نگر ضلع مورنگ مشرقی نیپال

دین وسنیت کے فروغ و استحکام میں خاندانِ اشرفیہ کے جن بزرگان دین نے نمایاں خدمات پیش کی ہیں ان میں جہاں مجدد سلسلۂ اشرفیہ محبوب ربانی سید شاہ علی حسین اعلیٰ حضرت اشرفی میاں، عالم ربانی واعظ لاثانی حضرت سید مولانا احمد اشرف اشرفی جیلانی، مخدوم الملت حضور سید محمد اشرفی جیلانی محدث اعظم ہند، حضرت سید شاہ محی الدین اشرف اشرفی جیلانی (اچھے میاں) مجاہد دوراں حضرت علامہ سید شاہ محمد مظفر حسین اشرفی جیلانی، مخدوم المشائخ حضرت علامہ سید شاہ محمد مختار اشرف اشرفی جیلانی سرکار کلاں، اشرف العلماء حضرت سید شاہ محمد حامد شرف اشرفی جیلانی، اشرف اولیاء حضرت سید شاہ مجتبیٰ اشرف اشرفی جیلانی علیہم الرحمۃ والرضوان کے اسمائے گرامی قابل ذکر ہیں، وہیں مخدوم العلماء شیخ اعظم حضرت علامہ مولانا مفتی سید شاہ الحاج محمد اظہار اشرف اشرفی جیلانی سجادہ نشین خانقاہ اشرفیہ حسنیہ سرکار کلاں علیہ الرحمۃ والرضوان کی دینی وملی خدمات بھی سنہرے حرفوں سے لکھے جانے کے لائق ہیں۔

حضرت شیخ اعظم نے جہاں دنیا کے مختلف خطے میں دین وسنیت کے فروغ واستحکام کے لئے عظیم خدمات پیش کی ہیں وہیں مشرقی نیپال میں بھی آپ نے دین و سنیت کے عروج وارتقاء کے لئے کارہائے نمایاں انجام دئے ہیں جن کی مختصر روداد درج ذیل ہے۔

سب سے پہلی بار آپ تقریباً ۱۹۷۶ء میں رانی براٹ نگر ۲۲ مشرقی نیپال میں سنی جماعت کمیٹی کے زیر اہتمام ہونے والے جلسہ میں شرکت کی غرض سے تشریف لائے، یہ وہ زمانہ تھا کہ اس علاقے کے لوگوں میں حق و باطل کے درمیان کوئی امتیاز نہیں تھا اور نہ اس علاقے میں کوئی دینی مدرسہ تھا اور نہ کوئی سنی صحیح العقیدہ عالم دین جو مذہب حق کی طرف لوگوں کی صحیح رہنمائی کر سکے۔ جب حضور شیخ اعظم تشریف لائے تو آپ نے وعظ وارشاد کے ذریعہ حق و باطل کے درمیان خط امتیاز کھینچا اور لوگوں کو بتایا کہ حق کیا ہے اور باطل کیا ہے، چنانچہ آپ کے تبلیغ وارشاد سے متاثر ہوکر اور آپ کے نورانی چہرے کو دیکھ کر کافی تعداد میں لوگ سلسلۂ اشرفیہ میں داخل ہوئے۔ پھر آپ نے اس خطے کے لوگوں کے عقائد کی حفاظت اور اعمال کی اصلاح کے لئے ایک مدرسہ کے قیام کا منصوبہ بنایا کیوں کہ آپ کی دوررس نگاہیں یہ دیکھ رہی تھیں کہ مستقبلِ قریب میں ایک ایسا وقت آئے گا کہ دیوبندیت یہاں کے بھولے بھالے لوگوں کے عقائد واعمال کو برباد کرنے کی کوشش کرے گی، ایسے وقت میں دینی مدرسہ ہی لوگوں کی صحیح رہنمائی کرسکتا ہے اس لئے آپ نے یہاں کے لوگوں اور خصوصاً اپنے مریدین کو ایک مدرسہ کے قیام کا مشورہ عنایت فرمایا، آپ کے عقیدت مندوں نے آپ کا مشورہ بسر وچشم قبول کیا اور فی الوقت ایک عقیدت مند کے دروازے پر ایک مدرسہ بشکلِ مکتب قائم ہوگیا۔ اس

طرح حضور شیخ اعظم نے اس خطے میں مخدومی مشن کا جھنڈا گاڑ دیا، پھر کیا تھا لوگ آتے گئے کارواں بڑھتا گیا!

دوسری بار حضور شیخ اعظم تقریباً ۱۹۷۸ء میں تشریف لائے۔ اس مرتبہ بھی ایک عظیم الشان جلسہ ہوا اور کثیر تعداد میں لوگ داخل سلسلۂ اشرفیہ ہوئے، اس موقع پر آپ نے ایک وسیع وعریض اراضی پر باضابطہ مدرسہ کی بنیاد رکھی اور مدرسہ اشرفیہ اظہار العلوم نام تجویز فرمایا۔ پھر دینی خدمت کے لئے ایک شخص کی تقرری فرمائی، سوئے اتفاق وہ سلسلۂ اشرفیہ کا باغی ثابت ہوا، چنانچہ اس نے چند ہی دنوں کے بعد مدرسہ کا نام بدل کر مدرسہ رضویہ اظہار العلوم کر دیا اور اسی نام سے مدرسہ کی رسید وغیرہ بھی چھپوا لیا اور اپنے شر دماغی کی وجہ مدرسے کو ترقی دینے، اس کے نظم وضبط کو سدھارنے اور اس کے تعلیمی ماحول کو بہتر بنانے کے بجائے اختلاف وانتشار کی آگ بھڑکائی۔ جس سے دیوبندی لابی نے فائدہ اٹھاتے ہوئے عوام کو اپنی جانب کھینچنا شروع کر دیا۔ کچھ بھولے بھالے لوگ جن کے آباء واجداد ہمیشہ مذہب حق کے مطابق چلتے رہے، دیوبندیت کے دام فریب میں آ کر اپنے عقائد واعمال برباد کر لئے۔ اس طرح یہاں کے لوگ دو جماعت میں بٹ گئے، ایک سنی صحیح العقیدہ لوگوں کی جماعت اور دوسری دیوبندیوں کی جماعت یہاں تک کہ کچھ ہی عرصہ میں دونوں جماعتوں کے درمیان ایسی جنگ چھڑ گئی کہ مناظرہ کی نوبت آ گئی۔ حضور شیخ اعظم کے عقیدت مندوں نے حضرت کو اطلاع دی اور مناظرہ کی تیاری شروع کر دی۔

چنانچہ ۱۹۸۲ء میں تیسری بار حضور شیخ اعظم مناظرہ کے لئے تشریف لائے، اس موقع سے آپ کے ساتھ رئیس القلم حضرت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ کے علاوہ اور دیگر علماء بھی تشریف لائے۔ آمنے سامنے دو اسٹیج بنائے گئے، لیکن دیوبندیوں نے راہ فرار اختیار کیا اور مناظرہ نہیں ہو پایا۔ سنیوں نے کامیاب جلسہ کیا جس سے متأثر ہو کر کافی تعداد میں لوگ مذہب حق کی طرف پلٹنے لگے اس طرح حضور شیخ اعظم کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے کافی لوگوں کو ہدایت نصیب فرمائی۔

پھر اس کے بعد ۱۹۸۸ء میں قطب المشائخ حکیم الملۃ والدین حضرت سید شاہ قطب الدین اشرف اشرفی جیلانی مدظلہ العالی کی تشریف آوری ہوئی۔ آپ نے آتے ہی مخدومی مشن کے حوالے سے دین وسنیت کے فروغ واستحکام کی جد وجہد شروع فرما دی اور اپنے عقیدت مندوں کو مذکورہ مدرسہ کی امداد واعانت کی طرف توجہ دلاتے رہے۔

دریں اثناء چوتھی بار حضور شیخ اعظم دسمبر ۱۹۹۸ء میں طویل مدت کے بعد تشریف لائے پھر مدرسہ کے گراؤنڈ میں ایک عظیم الشان جلسہ ہوا، سابقہ روایت کے مطابق اس مرتبہ بھی کافی لوگوں نے آپ کا خطاب نایاب سن کر مذہب حق اختیار کیا اور اپنے عقائد واعمال کی اصلاح کی۔ اس طرح جب بھی آپ یہاں تشریف لائے ہر موقع سے انگنت لوگ تائب ہوئے اور سلسلۂ اشرفیہ میں داخل ہوئے۔ خود یہاں کے موجودہ مریدین شیخ اعظم کا بیان ہے کہ ہم لوگ صرف حضرت کی تقریر سن کر اور آپ کے نورانی چہرے کو دیکھ کر آپ کے دست اقدس پر بیعت ہوئے اور اپنے عقائد واعمال کی اصلاح کی کوشش کی۔

۲۰۰۵ء میں مدرسہ کے سکریٹری کی حیثیت سے حضرت قطب المشائخ کے مرید جناب حاجی عبد القیوم صاحب اشرفی کے صاحبزادے محسن قوم وملت عالی

جناب محمد اصغر حسین اشرفی کا انتخاب ہوا، انہوں نے لوگوں کے باہمی مشورے سے مدرسہ کا نام بدل کر مدرسہ اشرفیہ اظہار العلوم رکھا جو مدرسے کا پہلا نام تھا اور حضور شیخ اعظم نے سنگِ بنیاد کے وقت تجویز فرمایا تھا۔

پانچویں اور آخری بار حضور شیخ اعظم اس علاقے میں ۲۰۱۰ء میں تشریف لائے۔ اس مرتبہ بھی سابقہ روایت کے مطابق مدرسہ اشرفیہ اظہار العلوم کے گراؤنڈ میں ایک عظیم الشان جلسہ ہوا جس میں آپ کا خطاب نایاب ہوا، مدرسہ کا اطمینان بخش نظم وضبط دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور اپنے اس آخری سفر میں ایک اور عظیم دینی قلعہ کی بنیاد رکھی یعنی ۲۴ ذی الحجہ ۱۴۳۱ھ مطابق ۳۱ دسمبر ۲۰۱۰ء کو تعلیم نسواں کے لئے (جوکہ مدرسہ اشرفیہ اظہار العلوم کا ایک حسین خواب تھا) ایک وسیع وعریض اراضی پر جو تقریباً انڈین ساڑھے سات بیگھا پر مشتمل ہے ''الجامعۃ الزہراء'' کی سنگ بنیاد اپنے دست اقدس سے رکھی اور ترقی کے لئے دعا فرمائی۔

آج بھی مذکورہ ادارہ حضور شیخ اعظم کی دعاؤں سے، قطب المشائخ حکیم الملۃ والدّین حضرت سید شاہ قطب الدین اشرف اشرفی جیلانی مدظلہ العالی کی سرپرستی اور تاج الاسلام حضرت علامہ سید شاہ محمد نظام الدین اشرف اشرفی جیلانی کی صدارت میں مخدومی مشن کے فروغ اور دین وسنیت کی ترویج واشاعت میں روز بروز ترقی کی راہ پر گامزن ہے۔

مولیٰ تعالی حضور شیخ اعظم علیہ الرحمہ کی اس دینی وملی عظیم یادگار کو بام عروج عطا فرمائے اور آپ کے مزار پرانوار پر رحمتوں کی بارش نازل فرمائے۔ آمین بجاہ اشرف المرسلین ﷺ۔

☆☆☆☆

سنی کون؟

بفرمانِ حضرت نعیم الدین مرادآبادی علیہ الرحمہ

☆ سنی وہ ہے جو ''**ما انا علیہ واصحابی**'' کا مصداق ہوسکتا ہو۔

☆ یہ وہ لوگ ہیں جو ائمۂ دین، خلفائے اسلام اور مسلم مشائخ طریقت اور متاخرین علمائے دین میں سے:

☆ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی

☆ حضرت ملک العلماء، بحرالعلوم صاحب فرنگی محلی

☆ حضرت مولانا فضل حق خیرآبادی

☆ حضرت مولانا شاہ فضل رسول صاحب بدایونی

☆ حضرت مولانا مفتی ارشاد حسین صاحب رامپوری

☆ اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی رحمہم اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے مسلک پر ہو۔

(تاریخ آل انڈیا سنی کانفرنس ۲۱۳)

مخدوم العلماء اور ان کی دینی و ملی خدمات

مفتی ارشاد عالم جامعی، استاذ و مفتی دار العلوم محمدیہ عربی کالج آزاد نگر پورنیہ

خانوادۂ اشرفیہ وسادات کچھو چھہ مقدسہ کی دینی و ملی،علمی و ادبی خدمات کی تاریخ بہت قدیم اور اس کی فہرست بڑی لمبی ہے جوتقریباً سات صدیوں میں پھیلی ہوئی ہے سلسلۂ اشرفیہ کے بانی غوث العالم تارک السلطنت سید مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہ النورانی ہیں جنہوں نے اپنے کشف وکرامات اور بزرگی سے دین متین کی اشاعت فرمائی اور لاکھوں تشنگان علم ومعرفت کو چشمۂ ہدایت سے سیراب کیا۔علم قرآن،علم تفسیر،علم فقہ و فتاویٰ،تصوف،کلام،نحو و صرف کی بیش بہا کتابیں بھی تصنیف فرمائی۔آپ کی تصنیفات کی اہم خصوصیت یہ تھی کہ جہاں اور جس علاقے میں جاتے وہاں کی ضرورت و تقاضے کے مطابق ان ہی کی زبان میں کتاب تصنیف فرمادیتے۔آپ کی سوانح حیات میں بہت سی تصنیفات کا ذکر ملتا ہے۔یہ تبلیغی سلسلہ حضرت سید عبدالرزاق نورالعین اورآپ کے خلیفۂ اول حضرت سید شاہ حسن سرکارکلاں سے لےکرآج تک جاری وساری ہے۔

تیرہویں صدی کے نصف میں اسی خانوادہ میں ایک ایسا سرچشمۂ ولایت نمودار ہوا جن کی روشنی عرب وعجم کے خطے خطے میں پہونچی۔دنیا انہیں قطب ربانی ہم شبیہ غوث جیلانی اعلیٰ حضرت جیسے القاب سے پہچانتی ہے۔ آپ کے زیرسایہ آپ کے فرزند ارجمند مولانا سید احمد اشرف،آپ کے بھانجے مناظر اعظم ہندوستان حضور محدث اعظم ہند اور آپ کے پوتے اور آپ کے جانشین مخدوم المشائخ سرکارکلاں قدست اسرارہم وغیرہم مشائخ اشرفیہ نے دین متین کی خدمت اورسلسلۂ اشرفیہ کی اشاعت میں کارہائے نمایاں انجام دئے جن کی تفصیل کے لئے ایک دفتر چاہئے۔حضور شیخ اعظم حضرت علامہ سید شاہ محمد اظہار اشرف اشرفی جیلانی فرزند اکبر وسجادہ نشین سرکارکلاں درگاہ کچھو چھہ شریف کی عظیم المرتبت شخصیت بھی اس سلسلے کی ایک مستحکم کڑی ہے۔

مخدوم العلماء کے اوصاف

آپ کے اوصاف میں سے سب سے اہم وصف حکم شرع کی پابندی ہے آپ کے اس وصف کا ذکر کرتے ہوئے مولانا سیف خالد بھاگل پوری نے معارف شیخ اعظم میں اپنا ایک مشاہدہ لکھا ہے جو شیخ اعظم علیہ الرحمہ کے ساتھ سفر کے دوران پیش آیا تھا کہ تین پہاڑ اسٹیشن (جھارکھنڈ) سے بذریعۂ اپرانڈیا اکسپریس آنا تھا کسی حادثے کی اطلاع پاکر حضرت کی راج محل سے فوری واپسی تھی۔جنرل بوگی میں ہم گھس گئے جیسے تیسے بیٹھنے کا انتظام کیا فجر کا وقت شروع ہوتے ہی حضرت کی بے چینی شروع ہوگئی۔میں نے کہا بھی کہ آدھے گھنٹے میں صاحب گنج آجائے گا وہاں دیر تک رکتی ہے۔میری بات کا جواب نہ دےکر ہاتھ روم گئے،حسن اتفاق پانی موجود تھا وضو کرکے درمیانی اسٹیشن پر ٹرین رکتے ہی نماز ادا کرلی اور جب صاحب گنج اسٹیشن آیا تو آفتاب طلوع ہوکر اوپر ہو چکا تھا اور میں اپنی حماقت پر پشیماں ہورہا تھا۔

مخدو العلماء کی خطابت

میدان خطابت میں آپ منفرد المثال تھے آپ کی شان خطابت نرالی تھی اس کا اعتراف ہر وہ شخص کرے گا جن کو آپ کی صحت کے زمانے میں آپ کی تقریریں سننے کا موقع ملا ہے۔موقع ومحل کا تقاضا ہے کہ اس کے متعلق ایک واقعہ کا ذکر کروں۔

حیدرآباد میں گولکنڈہ قلعہ گراؤنڈ (۱۹۸۰) میں ان کے تاریخی خطاب کو لوگ برسوں نہیں بھولے۔ مریدین کی ایک جماعت کے ساتھ حضرت گلبرگہ شریف خواجہ بندہ نواز گیسو دراز رحمۃ اللہ علیہ کے آستانے کی زیارت کے لئے پہونچے۔رات کی ٹرین سے وہیں سے ممبئی روانہ ہونا تھا۔فاتحہ پڑھ کر صحن میں بیٹھ گئے۔ساتھیوں نے کیسٹ ساتھ رکھ لیا تھا،باہر ایک چائے کے ہوٹل میں کیسٹ لگا دیا،آواز پر بھیڑ جمع ہوگئی اور لوگوں نے کہا ’’یہ لب ولہجہ وانداز تو کچھوچھہ والوں کا ہے‘‘ وہ لوگ حضرت شیخ اعظم کی تقریر سن چکے تھے،جب یہ پتہ چلا کہ صاحب آواز صحنِ آستانہ میں بیٹھے ہیں تو فوراً ہی سیرت کمیٹی گلبرگہ کے لوگ پہونچ گئے اور اس چند ساعت کے قیام سے استفادہ نہ کرنے پر اظہار افسوس کرنے لگے۔

مخدو العلماء کی ذھانت و فطانت

تدبر و دانش مندی،معاملہ فہمی،دوراندیشی وغیرہ خصوصیت سے وافر حصہ حضرت شیخ اعظم نے پایا۔ جہاں تک اعمال واشغال اور اوراد و وظائفِ خاندانی کا تعلق ہے۔آپ نے اپنی جوانی کے دور ہی میں ان مراحل کو طے کرلیا۔پہلے سفر حج ۱۹۶۷ء میں آپ نے مدینہ منورہ میں کئی اشغال کئے۔اس وقت تو یہاں تقریباً سب لوگ دعائے حیدری کا عمل حضرت ہی کی نگرانی میں کرتے تھے۔ان اعمال کا اثر آپ کی تعویذات،دعاؤں اور خود زبان میں محسوس کیا جاتا تھا۔آپ کے ایک مرید خاص کا بیان ہے کہ دارالعلوم حنفیہ کھگڑا کشن گنج ۲۰۰۲ء میں میں ابتدائی تعلیم حاصل کررہا تھا اس وقت میرے سامنے ایک طالب علم میرے ہی علاقے کا بنام اجمیر الحق بارہ تیرہ سال کا تھا جسے جنات بہت پریشان کرتا تھا اور ان کے والدین شیطانی وسوسے سے مایوس ہوچکے تھے کہ اچانک حضور مخدوم العلماء کی تشریف آوری ادارۂ مذکور میں ہوئی موقع کو غنیمت جانتے ہوئے دارالعلوم حنفیہ کے مہتمم مولانا نظام الدین انظر نے حضرت مخدوم العلماء سے درخواست کی کہ حضور اس طالب علم کو شیطان بہت پریشان کرتا ہے آپ نظر کرم فرما کر اس کی پریشانی دور فرما دیں آپ نے مولانا انظر صاحب کی درخواست قبول کرتے ہوئے پانی پر دم کر کے اس طالب علم کو پلایا اور ایک تعویذ لکھ دیا جس کو پہنتے ہی آسیبی شکایت اور شیطانی حراست سے محفوظ و مامون ہوگیا اور آج تک محفوظ و مامون ہے۔

مخدوم العلماء کی ملی خدمات

بانی جامع اشرف مخدوم العلماء حضرت علامہ سیدشاہ محمد اظہار اشرف علیہ الرحمۃ والرضوان نے اپنے دور ولی عہدی وزمانۂ سجادگی میں دین وسنیت کی بہت سی خدمتیں انجام دی ہیں جن کو مستقبل میں آنے والا مؤرخ صفحۂ قرطاس کے سنہرے باب میں آبِ زر سے لکھنے میں فخر محسوس کرے گا کہ خانقاہ اشرفیہ کا عروج وارتقاء،جامع اشرف جیسا مرکزی دینی وعلمی درسگاہ،مسجد اعلیٰ حضرت اشرفی جیسی عظیم عبادت گاہ،اشرف حسین میوزیم جیسی تاریخی یادگار،نورالعین پارک کا پرکشش منظر،قطب ربانی اعلیٰ حضرت اشرفی میاں اور مخدوم المشائخ حضور

سرکارکلاں علیہاالرحمہ کے روضۂ مقدسہ کی تعمیری سعادت، اسلامیات و دیگر عناوین کا سب بڑا علمی ذخیرہ ''مختار اشرف لائبریری'' آپ کے زندہ و جاوید کارنامے ہیں۔ ان کے علاوہ ہندوستان کے مختلف صوبے مثلاً بہار، بنگال، جھارکھنڈ، یوپی، ایم پی، مہاراشٹر اور آندھرا کے علاوہ بیرونی ممالک میں دینی و علمی قلعے سنیت کے فروغ کے لئے قائم فرمایا جسے رہتی دنیا فراموش نہیں کرسکتی۔

شیخ اعظم کی وفات اور مزار پر انوار

حضرت مخدوالعلماء علامہ سید محمد اظہار اشرف علیہ الرحمہ نے بتاریخ ۳۰ ربیع الاول ۱۴۳۳ھ بمطابق ۲۲ فروری ۲۰۱۲ء اپنے مریدین و متوسلین و معتقدین، احباء و اقرباء و جملہ صاحبزادگان کو روتے بلکتے چھوڑ کر داعی اجل کو لبیک کہا۔ ان کا مزار پرانوار مخدوم المشائخ حضرت علامہ سید محمد مختار اشرف اشرفی جیلانی علیہ الرحمہ کی آستانہ ہی میں آپ کی پائینتی جانب ہے جس کو آپ نے بذات خود اپنی حیات طیبہ ظاہرہ میں مختص فرمایا تھا جو آج بھی مرجع خلائق و عام وخاص ہے اور ان شاءاللہ تا قیام قیامت مرجع خلائق رہے گا۔

☆☆☆☆

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات

اسم گرامی: انس بن مالک بن نضر انصاری خزرجی

لقب: خادم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کنیت: ابوحمزہ

حضور کی بارگاہ میں: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب ہجرت کر کے مدینہ طیبہ تشریف لائے تو ان کی والدہ انہیں لے کر حضور کی بارگاہ میں آئیں، اس وقت آپ کی عمر دس سال تھی، اور عرض گذار ہوئیں ''یارسول اللہ یہ آپ کے چھوٹے خادم ہیں، ان کے لئے دعا کی اور فرمایا''اللھم بارك في ماله وولده واطل عمرهٗ واغفرذنبهٗ 'اے اللہ ان کے مال اور ان کی اولاد میں برکت عطا فرما، ان کی عمر دراز کر اور ان کے گناہ بخش دے۔ اس دعا کی برکت یہ ہوئی کہ حضرت انس فرماتے ہیں کہ میرے ان ہاتھوں نے ان ۹۸ افراد کو دفن کئے ہیں جو میرے بیٹے بیٹیاں اور میرے پوتے پوتیاں تھیں۔ میرے باغ سال میں دو مرتبہ پھلتے ہیں۔ میرے سارے ساتھی دارِ آخرت کی طرف کوچ کر گئے میں تنہا رہ گیا یہاں تک کہ اپنی زندگی سے اکتا گیا ہوں۔ مجھے امید ہے کہ اللہ کی بارگاہ میں بخش دیا جاؤں گا۔

وفات: آپ نے سو سال سے زیادہ عمر پائی، ۹۳ ہجری میں آپ کا وصال ہوا، ملک بصرہ میں وفات پانے والے سب سے آخری صحابی آپ ہیں۔

تعدادِ مرویات: ۲۲۸۶ اتفاق بخاری ومسلم ۱۶۸ بخاری ۸ مسلم ۷۰

شیخ اعظم کی تعمیراتی سرگرمیاں

مولانا انعام الحق اشرفی،
ناظم اعلیٰ ادارہ احمدیہ اشرف العلوم سبزی باغ پٹنہ بہار۔0993153786

اس میں کوئی شک نہیں کہ خاندان اشرفیہ جو حقیقت میں قادری چشتی کا سنگم ہے اپنی علمی وجاہت، خاندان آل رسول اور دینی خدمات کی بنیاد پر پوری دنیا میں امتیازی شان کی حیثیت رکھتا ہے۔ یہ عالی مرتبت خاندان ہندوستان کی سرزمین پر ایک چھوٹی سی بستی کچھو چھہ شریف میں آباد ہے۔ کہنے کو تو یہ ایک چھوٹا سا قصبہ ہے مگر نہ جانے اس پاک سرزمین نے کیسے کیسے جلیل القدر عظیم المرتبت خاصان خدا کے قدموں کو چوما ہے عقل جن کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے اور وہ اس لیے کہ اس مقام پر غوث العالم، محبوب یزدانی، تارک السلطنت، مخدوم اشرف سلطان سید اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہ النورانی کا آستانہ عالیہ کئی سو برسوں سے مرجع خلائق ہے۔ حضور غوث العالم نے اپنی ولایت و بزرگی و کشف و کرامات سے سارے عالم کو سیراب فرمایا اور لاکھوں گم گشتگان راہ کی رہنمائی ہی نہیں فرمائی بلکہ علم و حکمت، تصوف و کلام کی بے شمار کتابیں تصنیف فرمائی، آپ جس شہر یا ملک میں تشریف لے جاتے پہلے وہاں کے بزرگوں کی زیارت فرماتے اور دینی ضرورت اور شرعی تقاضے کے مطابق انہیں کی زبان میں کتابیں تحریر فرما کر منظّم طریقے سے ادارے قائم فرماتے۔

یہی سلسلہ آپ کے جانشینوں سے نسلاً بعد نسلٍ چلا آرہا ہے۔ تیرہویں صدی ہجری کے وسط میں ایک ایسا حق و صداقت کا آفتاب اور ولایت کا چراغ روشن ہوا جس کی روشنی عرب و عجم تک پہنچ گئی، جسے اہل علم محبوب ربانی مجدد سلسلہ اشرفیہ مخدوم الاولیاء اعلیٰ حضرت اشرفی میاں جیسے القاب سے یاد کرتے ہیں۔ آپ نے دین اسلام کی اشاعت اور مخدومی مشن کے فروغ کے لیے پوری زندگی وقف کردی۔ یہی حال آپ کے جانشین مخدوم المشائخ حضور سرکارِ کلاں سید شاہ محمد مختار اشرف اشرفی جیلانی سجّادہ نشین آستانہ اشرفیہ کا تھا جنہوں نے اپنی زندگی کی صبح و شام کو اسلامی مشن کے لئے قربان کردیا۔ آپ کے وصال کے بعد آپ کے سچّے جانشین مخدوم العلماء شیخ اعظم حضرت علامہ مولانا مفتی الحاج سیّد شاہ محمد اظہار اشرف اشرفی جیلانی کی مکمل زندگی دینی و ملّی خدمات سے بھر پور ہے۔ اُن کی دینی خدمات کی داستان بڑی طویل ہے جو نصف صدی پر محیط ہے۔ اعلیٰ حضرت حضور اشرفی میاں علیہ الرحمہ کی بشارت اور دعائے پُر اثر نے تو آپ کو ایسا با کمال مردِ آہن اور جاں باز بنا دیا تھا کہ اپنی زندگی کا ہر آن اور ہر لمحہ خدمتِ دین متین کے لئے صرف کردیا اور اپنے تن من دھن کی قربانی دے کر لومۃ لائم کی پرواہ کئے بغیر ہمیشہ دینی ملّی مذہبی سرگرمیوں میں مشغول رہے اور چشتیت و اشرفیت کا ایسا اظہار فرمایا کہ رہتی دنیا تک مسلم سماج بالخصوص سنیت کو فائدہ پہنچتا رہے گا۔ یہ پیشن گوئی برسوں پہلے سرکار حضور اشرفی میاں نے کی تھی جب سن ۱۳۵۵ھ میں علماء کے ہمراہ حضور اشرفی میاں زیارتِ حرمین شریفین کے لئے

تشریف لے گئے، قیام مدینہ پاک میں تھا۔ حضرت مولانا یونس اشرفی صاحب قریب بیٹھے تھے اچانک حضرت نے فرمایا کچھوچھہ مقدسہ میں فقیر کو ایک پوتا پیدا ہوا ہے مولانا یونس اشرفی صاحب سوچ کر حیران تھے کہ ابھی کوئی خط یا تار نہیں آیا۔ پھر حضرت نے فرمایا فقیر کو تار یا خط کی کیا ضرورت ہے۔ آپ نے مواجہ اقدس کے پاس کھڑے ہو کر دعاء کی اور نام سیّد اظہار اشرف رکھا نیز فرمایا اس بچّے سے اشرفیت کا اظہار ہوگا۔ اس فرمان عالیشان کا اتنا بڑا اثر ہوا کہ آپ نے دین حق کے لئے جو کارہائے نمایاں انجام دیے ہیں دنیا کسی دور میں بھی فراموش نہیں کرسکتی گویا سب کچھ عطا کر دیا یقیناً آپ خواجہ غریب نواز اور غوث ومخدوم کے سچّے جانشین تھے۔ آپ کی رگ رگ میں عشق محمدی رچا بسا ہوا تھا۔ حضور سرکار کلاں علیہ الرحمہ فرمایا کرتے تھے الحمدللہ اعلیٰ حضرت اشرفی میاں کی پیشن گوئی سچ ثابت ہوئی اور اظہار میاں نے خانقاہ اشرفیہ حسنیہ سرکار کلاں میں جامع اشرف قائم فرما کر حضرت مخدوم اشرف علیہ الرحمہ کے سلسلہ اشرفیہ کے اظہار کا ذریعہ بنا دیا (معارف شیخ اعظم)

خود شیخ اعظم نے فرمایا کہ ''مجھ حقیر پر اللہ کا بے پایاں احسان ہے کہ میں نے اس دنیا میں آنکھیں کھولتے ہی اپنے پردادا اعلیٰ حضرت حضور اشرفی میاں کی دعائیں پائیں مجھے نانا کی حیثیت سے عارف باللہ سید شاہ محمد مصطفیٰ اشرف علیہ الرحمہ کی ذات ملی دادا کی حیثیت سے عالم ربانی مولانا احمد اشرف رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت ملی پدر بزرگوار کی حیثیت سے حضور سرکار کلاں کی شفقت ملی'' ماشاءاللہ جس کو اتنے بڑے بڑے بزرگوں کی دعائیں ملی ہوں، کیوں نہ ان کے عظیم کارنامے پر دنیا والے ناز کریں یہی وجہ ہے کہ شیخ اعظم نے فراغت کے بعد جامعہ نعیمیہ مراد آباد میں تقریباً ساڑھے تین سال تک تدریسی خدمات انجام دیں پھر اپنے پیرو مرشد کی طلب پر کچھوچھہ مقدسہ تشریف لائے۔ عزم پیہم کے ساتھ کثیر المقاصد دینی، ملی تحریکی خدمتوں کا منصوبہ بند طریقہ سے آغاز فرمایا آپ کی قائدانہ صلاحیتوں سے مشکل کام آسان ہوگیا عزت وشہرت کی اس منزل کو پالیا جو آپ کے خاندان کی شایان شان ہے۔ سن 1978ء میں ایک زندہ وجاوید درسگاہ بنام جامع اشرف قائم فرمایا جو صرف اپنوں کے لئے نہیں بلکہ سارے عالم کے مسلمانوں کے لیے تربیتی قلعہ اور علمی شان ہے۔ جامع اشرف کے ہزاروں سے زیادہ فارغین، علماء وفضلاء حفاظ، قراء، ہند و بیرون ہند میں رشد وہدایات کا کام انجام دے کر دین وسنیت کے فروغ میں مشغول ہیں اور اپنی بہتر کارکردگی کی بنیاد پر لوگوں سے داد تحسین وصول کر رہے ہیں، جوار مخدوم میں واقع جامع اشرف جو قدیم و جدید کئی درسگاہوں پر مشتمل ہے درجۂ ابتدائیہ سے دور حدیث ومشق افتاء تک کی مکمل تعلیم کا انتظام ہے، گویا جامع اشرف اپنی افادیت اور اشاعت دین حق کے اعتبار سے انڈیا کا ایک ممتاز اور منفرد مدرسہ اور حضور شیخ اعظم کی زندگی کا حاصل اور متاع حیات ہے، حضرت نے سچ فرمایا

جامع اشرف ہے فروغ سنیت کا شاہکار
جامع اشرف فیض مخدومی کی ہے اک یادگار

شیخ اعظم کے سنوارے ہوئے اس علمی چمن کا نظم ونسق اور انتظار وانصرام آپ کے فرزند اکبر قائد ملت حضرت علامہ مولانا سید شاہ محمد محمود اشرف اشرفی جیلانی ولی عہد سجادہ نشین آستانہ اشرفیہ کی مضبوط قیادت میں آپ کی توجہ خاص سے جامع اشرف کا علمی کارواں آگے

بڑھتا جارہا ہے۔

حضور شیخ اعظم کی دوسری اہم یادگار اور علمی کارنامہ مختار اشرف لائبریری ہے ۱۹۹۰ء میں اپنے پیرو مرشد حضور سرکارکلاں علیہ الرحمہ کے مبارک ہاتھوں سے بنیاد رکھوائی، علم وفن، تہذیب وتمدن اور علوم اسلامی کا یہ عظیم سرمایہ بڑا بے مثالی ہے۔الحمد للہ مختار اشرف لائبریری میں مختلف علوم وفنون پر مشتمل تقریباً ہر زبان میں کتابیں موجود ہیں میگزین، مجلّات ورسائل کو چھوڑ کر ماشاء اللہ اس وقت پندرہ ہزار نو سو کتابیں موجود ہیں جو دانشوران اسلام کے لئے ایک عظیم سرمایہ ہے۔ استاذ گرامی حضرت مولانا الحاج رضاء الحق اشرفی صاحب لکھتے ہیں کہ شیخ اعظم مختار اشرف لائبریری کو اسلامیات پر ایشیاء کی سب سے بڑی لائبریری بنانے کا منصوبہ رکھتے ہیں، جام نور کے ایڈیٹر حضرت علامہ خوشتر نورانی صاحب فرماتے ہیں کہ ہندوستان میں کسی درسگاہ میں ایسی لائبریری کا تصور نہیں کیا جاسکتا، یہی وجہ ہے کہ کم مدت میں اس نے جو عالمی شہرت حاصل کی ہے اہل علم و فن سے پوشیدہ نہیں۔ آج بھی مختار اشرف لائبریری کی ہمہ جہت ترقی کے لیے حضور قائد ملت حضرت علامہ سید شاہ محمد محمود اشرف صاحب قبلہ ولی عہد آستانہ اشرفیہ صبح و شام کوشاں ہیں رب تعالیٰ آپ کو عمر خضر عطا فرمائے۔

برسوں سے حضور شیخ اعظم کی دلی تمنا تھی کہ دینی درسگاہ کے علاوہ ایک ایسا مضبوط، فلاحی ادارہ ہو جس کا دائرہ کار اتنا وسیع ہو کہ اس کے تحت ملی وفلاحی کام ملک گیر پیمانے پر کیے جائیں۔ اس کام کو مکمل کرنے کے لیے حضور اشرف ملت صاحب قبلہ آگے بڑھے ابھی چند سال ہوئے کہ اس انقلابی پیغام کو ہندوستان کے کونے کونے میں پہنچا دیا، حضرت شیخ اعظم نے فرمایا کہ الحمد للہ میری دیرینہ خواہش کو میرے فرزند عزیزم مولانا اشرف میاں صاحب بانی وچیرمین غوث العالم میموریل ایجوکیشنل سوسائٹی نے اسے پورا کردیا، جیسا کہ آپ نے اس لائحۂ عمل کو تیار فرمایا تھا، بعینہٖ حضرت اشرف ملت نے مکمل فرما دیا آج کی تاریخ میں ابھی اسلامی نوجوانوں کو دینی تعلیم کی ترغیب دے کر بلاتفریق ہر فکری خیمہ میں حق کی آواز کو بلند فرمایا چوں کہ اس دینی تحریک کو حضور شیخ اعظم کی سرپرستی کا شرف حاصل ہے بایں وجہ ہندوستان کے اندر اس تحریک سے جو کارنامہ انجام دیا گیا ہے وہ قابل مبارک باد ہے۔ غوث العالم سوسائٹی کے زیر اہتمام ہندوستان کے کئی صوبوں میں دینی مدارس اشاعت اسلام کی راہ پر گامزن ہیں اور اپنے مقصد کے حصول میں رواں دواں ہیں۔ ان سب یادگاروں کے علاوہ آپ براہ راست سینکڑوں ملی سماجی اداروں اور تنظیموں کی قیادت فرماتے رہے، خاص کر بنگلہ دیش، ڈھاکہ اور اس کے مضافات میں آپ کی دینی وسماجی خدمات کے شواہد موجود ہیں، موضع استوگرام، برہمن بڑھیا وغیرہ مقامات پر بہت زیادہ بدعقیدہ پیشواؤں نے آپ کی مبارک نصیحتوں سے متأثر ہوکر اپنے بدعقیدگی سے توبہ کی۔ صوبہ بہار کے مختلف اضلاع خاص کر کٹیہار، پورنیہ، کشن گنج، اور اس کے مضافات میں جو کچھ سنیت کا بول بالا ہے یہ سب حضور شیخ اعظم کی کوششوں کا سب سے بڑا حصہ ہے، سفر کی صعوبتوں اور پریشانیوں کو برداشت کر کے، بیل گاڑیوں اور پیدل چل کر، دیہات اور شہروں میں جاکر تبلیغی دورہ کیا اور مسلک اہل سنت و جماعت کو زندہ کیا۔ اس کی ۷۸ سالہ زندگی کا سرسری جائزہ لیجئے تو اس یقین تک پہنچنے میں دیر نہیں لگتی، مشرقی بہار مردم خیز سرزمین پر آج جو سنیت کی بہاریں نظر آرہی ہیں،

کانفرنس اور جلسوں میں سینوں کا ٹھاٹھیں مارتا مجمع جو دکھائی دیتا، یہ سب آپ کی نگاہ کیمیا کا اثر اور تبلیغی دورہ کے ثمرات ہیں مولیٰ تعالیٰ پورے عالم اسلام و وابستگان سلسلہ اشرفیہ کو حضور شیخ اعظم کے فیضان و برکات سے مالا مال فرمادے۔

المختصر حضرت شیخ اعظم کی سر پرستی میں ملک اور بیرون ملک میں متعدد ادارے اور مختلف فلاحی تنظیمیں اپنی اپنی ذمہ داری بخوبی نبھارہے ہیں۔ ادارے تو بہت ہیں مگر چند اداروں کے نام وہ اس طرح ہیں:

(۱) مدرسہ اشرفیہ اظہار العلوم ماچھی پور بھاگل پور
(۲) مدرسہ اشرفیہ مختار العلوم ٹانڈہ ضلع امبیڈکر نگر یوپی
(۳) دارالعلوم خواجہ دانا گجرات
(۴) مدرسہ اشرفیہ حنفیہ ہنومان گڑھ راجستھان
(۵) مدرسہ ظفر العلوم کبیر پور بھاگل پور
(۶) ادارہ احمد یہ اشرف العلوم سبزی باغ پٹنہ
(۷) دارالعلوم اہلسنت علی حسن ممبئی مہاراشٹر
(۸) جامعہ نعیمیہ مرادآباد یوپی
(۹) دارالعلوم مجددیہ قصبہ سیفنی رامپور یوپی
(۱۰) مدرسہ اشرفیہ سرکارکلاں خانقاہ غوث العالم داتا نگر ملکی بیہ پور بھاگلپور بہار
(۱۱) اشرفیہ فائنڈ ویشن مالیگاؤں ناسک
(۱۲) مخدوم اشرف میموریل سوسائیٹی، یوپی
(۱۳) تنظیم حلقہ اشرفیہ پاکستان رجسٹرڈ۔
(۱۴) مدرسہ رضائے غوث بابو تالاب ریل پار آسنسول بنگال۔
(۱۵) دارالعلوم اشرفیہ رضویہ غریب نواز شکری مظفر پور بہار۔
(۱۶) الجامعۃ الاشرفیہ اظہار العلوم بہادر گنج کشن گنج بہار
(۱۷) مدرسہ اشرفیہ غوثیہ گنج بہار۔
(۱۸) انجمن اہل سنت واحد نگر قالین آباد بھدوئی یوپی
(۱۹) دارالعلوم اشرفیہ چتوڑ گڑھ راجستھان۔
(۲۰) ادارہ جماعت اشرفیہ (یو کے)
(۲۱) غوث العالم بیت الفیضان ایم ایم رضا اسٹریٹ پٹنہ سیٹی۔
(۲۲) مدرسہ اشرفیہ دیانت العلوم صاحب گنج جھارکھنڈ
(۲۳) جامعہ اشرف المدارس کانپور یوپی۔
(۲۴) خانقاہ اشرفیہ جوگیشوری ممبئی۔
(۲۵) مدرسہ اشرفیہ فتح پور بھاگل پور بہار۔
(۲۶) مدرسہ دارالقرآن مالیگاؤں ناسک۔
(۲۷) دارالعلوم غوثیہ محبوب یزدانی کشن گنج بہار۔

☆☆☆☆

لوح بھی تو قلم بھی تو تیرا وجود الکتاب
گنبد آبگینہ رنگ تیرے محیط میں حباب
عالم آب وخاک میں تیرے ظہور سے فروغ
ذرۂ ریگ کو دیا تونے روئے آفتاب
شوکت سنجر وسلیم تیرے جلال کی نمود
فقر جنید وبایزید تیرا جمال بے نقاب
شوق ترا اگر نہ ہو میری نماز کا امام
میرا قیام بھی حجاب میرا سجود بھی حجاب
تیری نگاہ ناز سے دونوں مراد پا گئے
عقل غیاب وجستجو عشق حضور واضطراب
تیرہ وتار ہے جہاں گردش آفتاب سے
طبع زمانہ تازہ کر جلوۂ بے حجاب سے
(ڈاکٹر اقبال)

شیوخ عصر میں شیخ اعظم کا مقام

مولانا محمد قیصر رضا شاہ علوی حنفی مداری،
مدیر اعلیٰ ماہنامہ زندہ شاہ مدار حویلی سجادگی مکن پور شریف وخادم درس جامعہ عزیزیہ جھہراؤں

ہمیں اس بات پر بے پناہ فخر وشادمانی ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے مجھے اپنے محبوب پاک ختمی مرتبت سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت خیر میں پیدا فرمایا اور پھر اس پروردگار کائنات کا کرم بالائے کرم یہ بھی ہے کہ مجھ جیسے گنہ گار سیہ کار کو اپنے محبوب پاک کے جانشین برحق سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کی نسل طیب کا ایک فرد بنایا اس کے علاوہ مزید سعادتوں سے بہرور فرماتے ہوئے خالص مداری المشرب بنا کر قطب وحدت حضور سید بدیع الدین احمد قطب المدار زندہ شاہ مدار قدس سرہٗ کے دامن فیض وکرم سے وابستہ فرمایا۔اس قدر اظہار تشکر کے بعد اپنے نصیبے کی اس رفعت وعظمت پر بھی مشکور وممنون ہوں کہ آج ایک ایسی بافیض اور فلک وقار خانقاہ کے ایک مرد درویش سے متعلق چند صفحات لکھنے کی سعادت مل رہی ہے کہ جس کے اجداد کی زریں خدمات کا دائرہ کئی صدیوں کو محیط ہے اور ان کے عظیم ترین احسانات سے اہل ہندو پاک کی گردنیں گراں بار ہیں۔
چنانچہ ناظرین کرام پر واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ مذکورہ بالا اوصاف حمیدہ سے متصف اس بلند پایہ شخصیت کو اہل عالم شہزادۂ سرکار کلاں وراث فیوض اشرفیت شیخ اعظم حضرت علامہ سید محمد اظہار اشرف اشرفی جیلانی کے نام نامی سے جانتے اور پہچانتے ہیں اور حضور شیخ اعظم علیہ الرحمہ جس خانقاہ معلیٰ کے سجادۂ مبارکہ پر مسند نشین تھے وہ خانقاہ مقدسہ عالم اسلام کے گوشے گوشے میں خانقاہ اشرفیہ کے نام سے مشہور ومعروف ہے۔رشد وہدایت، شریعت وطریقت اور حقیقت ومعرفت کے اس بلدۂ مقدسہ کی بنیاد آٹھویں صدی ہجری کی آخری دہائیوں میں سرگروہ اغواث سرخیل اقطاب تارک السلطنت مخدوم الانام حضور پرنور سیدنا شاہ سید مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہ النورانی نے اپنے مقدس ہاتھوں سے رکھی۔متحدہ ہندو پاک کی سرزمین پر آپ کا ورود مسعود آٹھویں صدی ہجری کے چوتھے دہے میں ہوا۔ہر چند کہ آپ کی آمد سے قبل بھارت کی سرزمین پر بہت سارے مبلغین اسلام تشریف لا چکے تھے اور ہندوستان کے طول وعرض میں اسلام کی روشنی پھیل چکی تھی مگر باوجود اس کے یہ ایک سچائی ہے کہ حضور مخدوم پاک نے ہندوستان کے بے شمار دیار وامصار کا دورہ فرما کر تبلیغِ دین حنیف کے جو نقوش قائم کئے اور اہل ہند کو شریعت وطریقت ،حقیقت ومعرفت تہذیب وتمدن اور اخلاق وشعور کی جو بیش بہا دولت عطا فرمائی اس کی تمثیل ونظیر کم نظر آتی ہے۔
حضرت مخدوم پاک قدس سرہٗ کا انداز تبلیغ بڑا انوکھا اور نرالا تھا اور آپ جس طرح علم طریقت ومعرفت کے گوہر نایاب تھے بعینہٖ علوم شرعیہ کے بھی درّ یگانہ تھے علاوہ ازیں ایک مملکت عظیم کے فرمانروا کی صلاحیت اس پر مستزاد تھی یہی وجہ ہے کہ آپ نے بے شمار کفار ومشرکین کو دولت اسلام سے مالا مال کیا اور لاکھوں افراد واشخاص کو ضلالت وجہالت کے قعر مذلت سے نکال کر ان کے

ہاتھوں میں رشد وہدایت کا چراغ عطا فرمایا اور اشارۂ باطنی کے بموجب اپنے مستقل قیام کے لئے روح آباد یعنی کچھوچھہ مقدسہ کا انتخاب فرمالیا۔

مخدوم پاک کے فرزند معنوی اولاد غوث اعظم مخدوم الآفاق سیدنا سید عبد الرزاق نور العین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے دوسرے نمبر کے صاحبزادے حضور سیدنا شاہ سید حسن رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی پندرہویں پشت میں اللہ رب العزت نے خاندان اشرفیہ کی عظمتوں اور رفعتوں کے اظہار واعلان کے لئے ایک ایسے فرزند سعید کو وجود بخشا جس کی تابانیوں سے پورا سلسلۂ اشرفیہ منور وتابناک ہوگیا۔ یہ وہی فرزند سعید تھا جو آگے چل کر اپنی خداداد قائدانہ عالمانہ مشائخانہ صلاحیتوں کے بل بوتے پورے عالم اسلام کے قصور ومحلات یہاں تک کہ ایوان باطل پر بھی سنیت واشرفیت کا جھنڈا گاڑ کر اپنی مجمع الکمالات شخصیت کا لوہا ایک عالم سے منوالیا اور کبرائے عصر اس کے اوصاف حمیدہ وکارہائے نمایاں کو دیکھتے ہوئے اس بات پر مجبور ہوئے گئے کہ انہیں مخدوم العلماء اور شیخ اعظم جیسے القاب سے ملقب کریں۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ دین متین کی خدمت حضور شیخ اعظم علیہ الرحمہ کو اپنے اجداد کرام سے وراثۃً ملی تھی اور اس میں بھی کوئی دورائے نہیں کہ حضور شیخ اعظم نے اپنے اجداد کی تمام روحانی وراثتوں کو امانت تصور فرماتے ہوئے ان کی بھرپور حفاظت فرمائی۔ شیخ اعظم کی زندگی کے لیل ونہار دیکھنے والے آج بھی اس بات کے شاہد ہیں کہ انہوں نے پوری زندگی کبھی بھی اپنے فرائض منصبی سے غفلت نہیں فرمائی۔ دین متین کی خدمت گاری کے لئے ہمیشہ کمربستہ ہی دیکھے گئے اور یہ بھی ایک سچائی ہے کہ عصر حاضر میں دین اسلام کی نشر واشاعت کے جتنے بھی شرعی اسباب وذرائع ہیں حضرت شیخ اعظم نے دین مقدس کی اشاعت کی لگن میں ان تمام اسباب وذرائع کا استعمال فرما کر ہندوبیرون ہند خدمت دین رسول کا مقدس کارنامہ انجام دیا۔ ارباب علم ودانش اس بات سے ناواقف نہیں ہیں کہ بھارت کے چپے چپے میں مدارس اسلامیہ اور خانقاہوں کا طویل سلسلہ ہے اور تمام مدارس اور خانقاہوں میں مختلف النوع گوناگوں فضل وکمال کے مالک علماء وصوفیاء موجود ہیں اور حتی المقدور یہ سارے حضرات مذہب وملت کی بقاء اور نشر واشاعت کے لئے گراں قدر انجام دے رہے ہیں مگر حق پسندی اور منصف مزاجی آج ہمیں اور تمام اہل فکر وفن کو اس بات کا اعتراف کرنے پر مجبور کرتی ہے کہ حضور شیخ اعظم اپنی خدمات دینیہ کے اعتبار سے اپنے ہم عصر علماء اور مشائخ میں اس طرح منفرد وممتاز تھے کہ جس طرح ستاروں کی انجمن میں چاند اور گلشن کے گلہائے رنگارنگ میں گلاب کا پھول یکتا ومنفرد نظر آتا ہے۔ راقم السطور کا رشتۂ ارادت ہر چند کہ ہندوستان کی اولین خانقاہ آستانہ عالیہ مداریہ دارالنور مکنپور شریف سے وابستہ ہے۔ علاوہ ازیں قدیم خانقاہوں کے اکثر وبیشتر اصحاب سجادگان سے بھی رسم وراہ ہے مگر ان سب کے باوجود حضرت شیخ اعظم کی خدمات جلیلہ کو دیکھتے ہوئے بے جھجک اس سچائی کا اعتراف کرتا ہے کہ اشاعت دین واسلام کی راہ پر حضرت شیخ اعظم کا ہر قدم ایک سنگ میل کی حیثیت کا حامل ہے اور انتہائی قابل تعریف وتوصیف ہونے کے ساتھ ساتھ دور حاضر کے علماء ومشائخ کے لئے لائق تقلید وعمل بھی ہے۔

میری اس بات پر بھی قوم کے بے شمار افراد شاہد ہیں کہ قوم وملت کے ناگفتہ بہ حالات کا حضرت شیخ اعظم کو بڑا قلق رہتا تھا اور قوم کے درد کا احساس کبھی آپ کو چین وسکون کی سانس نہیں لینے دیتا تھا یہی وجہ تھی کہ قوم

کے عام افراد کی رہنمائی پیری مریدی کے ذریعہ اور ملت اسلامیہ کے نونہالوں کی تعلیمی رہنمائی اپنی قائم کردہ علم وفن کی یکتائے روزگار دانش گاہ جامع اشرف کچھوچھہ کے علاوہ اپنی سرپرستی میں چلنے والے درجنوں مدارس ومکاتب کے ذریعہ فرماتے تھے اور قوم کے علماء واہل دانش طبقہ کی صحیح رہنمائی اور دینی واسلامی فلاح وبہبود کے لئے ہزار ہا ہزار نادر ونایاب کتب ورسائل پر مشتمل عظیم الشان مختار اشرف لائبریری بھی قائم فرمائی۔ ممدوح گرامی کی قائم کردہ اس عظیم لائبریری کا معاینہ اور اس سے استفادہ راقم السطور فقیر مداری نے بھی کیا ہے۔ فی الواقع مختار اشرف لائبریری کا قیام حضرت شیخ اعظم کا ایسا فلک وقار کارنامہ ہے کہ ہندوستان کی تمام قدیم وجدید خانقاہوں اور مدارس ومکاتب میں ابھی تک اس کی نظیر نہیں ہے۔ ہزار ہا ہزار مریدین ومتوسلین کی صحیح رہنمائی کس قدر مشکل ترین امر ہے اس کا اندازہ کاملین عصر ہی لگا سکتے ہیں بلا مبالغہ حضرت شیخ اعظم علیہ الرحمہ ایک ایسے ہی شیخ طریقت تھے کہ جن کے مریدین کی تعداد انگنت وبے شمار ہے۔ حضور شیخ اعظم کے لئے ان کی صحیح رہنمائی وقت کی کس قدرت اہم ضرورت تھی اس کا بھی صحیح اندازہ مشائخ طریقت ہی لگا سکتے ہیں مگر حیرت واستعجاب میں ڈوب جانے والی بات تو یہ ہے کہ حضور شیخ اعظم مریدین کی اتنی کثرت کے باوجود جامع اشرف کی تعمیر وترقی اور مختار اشرف لائبریری کے لئے نادر ونایاب کتب ورسائل کی فراہمی اور اس پر طرہ یہ کہ سال میں بے شمار جلسوں اور کانفرنسوں میں شرکت اور عرس مخدومی کا انتظام وانصرام ومراسم سجادگی کی ادائیگی جیسے بہت سارے امور حضرت شیخ اعظم علیہ الرحمہ کس طرح انجام دیتے تھے؟ ہمارے خیال سے اس کا جواب اس سوا کے اور کچھ بھی نہیں ہوسکتا کہ پروردگار عالم نے حضور شیخ اعظم کو انہیں امور کی انجام دہی کے لئے پیدا فرمایا تھا اور ان کی نصرت وحمایت کے لئے اپنے مخصوص بندوں کی ارواح کو ان کی جانب متوجہ فرما دیا تھا۔ حضور شیخ اعظم کے ان اوصاف وحالات کو دیکھتے ہوئے دور حاضر کے ہر ذی فہم کو یہ تسلیم کرنا ہی پڑے گا کہ مشائخین اشرفیہ ہی نہیں بلکہ اپنے دور کے تمام مشائخ طریقت کے درمیان شیخ اعظم شیخ اعظم تھے اور یہ بھی سچ ہے کہ

ایں سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

اپنے اس سعادت نامے کو ان دل شگاف جملوں پر ختم کرتا ہوں کہ تقریباً نصف صدی تک افق اشرفیت وسنیت پر اپنی تابانیاں بکھیر کر عالم اسلام وسنیت کو پر نور کرنے والا یہ خورشید کامل مورخہ ۳۰ ربیع الاول ۱۴۳۳ھ مطابق ۲۲ فروری ۲۰۱۲ء بروز جمعرات نگاہ عالم سے محجوب ہوگیا۔ انالله وانا اليه راجعون!

ابر رحمت ان کے مرقد پر گہر باری کرے
حشر تک شان کریمی ناز برداری کرے

☆☆☆☆

کلام خسرو

نمی دانم چہ منزل بود شب جائے کہ من بودم
بہر سو رقص بسمل بود شب جائے کہ من بودم
پری پیکر نگاہ سروقدے لالہ رخسارے
سراپا آفت دل بود شب جائے کہ من بودم
رقیباں گوش برآواز او در ناز من ترساں
سخن گفتن چہ مشکل بود شب جائے کہ من بودم
خدا خود میر مجلس بود اندر لامکاں خسرو
محمد شمع محفل بود شب جائے کہ من بودم

دیار مخدومی میں شیخ اعظم کی خدمات

مفتی محمد ظہیر القادری جامعی،
استاذ ومفتی مدرسہ اسلامیہ گوپال گنج بہار۔موبائل: ۸۰۸۳۱۳۲۸۴۴

اس فرش گیتی پر کچھ ایسے بھی افراد جنم لیتے ہیں جو بظاہر اپنی زندگی پوری کر کے دنیا سے چلے جاتے ہیں لیکن رہتی دنیا تک ان کا نام ونشان باقی رہتا ہے۔ وہ اپنے پیچھے ایسے گہرے نقوش چھوڑ جاتے ہیں جن پر لوگ صرف بذات خود نہیں چلتے بلکہ دوسروں کو بھی ان نقوش پر چلنے کی تاکید کرتے ہیں ایسی شخصیات اگر چہ دنیا میں کم ہوتی ہیں لیکن ان پر اللہ تعالیٰ کا خاص فضل ہوتا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ایسے افراد کو دین ودنیا کی دولتوں اور نعمتوں سے سرفراز فرماتا ہے جو" اولٓئك هم المفلحون و اولٓئك هــم الـمهتـدون" کے مصداق نظر آتے ہیں۔ حضرت علامہ الحاج سید شاہ اظہار اشرف اشرفی جیلانی جنہیں دنیا شیخ اعظم اور مخدوم العلماء کے نام سے جانتی پہچانتی ہے۔ آپ کی آمد اس دنیا میں ۱۳۵۵ھ میں ہوئی اور آپ ۱۴۳۳ھ کو اپنے رب اعلیٰ سے جا ملے۔

حضور شیخ اعظم نے اپنی ۷۸ سالہ زندگی اسلام کی ترویج واشاعت، اصلاح وارشاد، تدریس وتبلیغ میں صرف فرمائی۔ خاص کر آپ نے احیاء علوم نبوت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جو تعمیراتی خدمات انجام دی ہیں وہ آب زر سے لکھنے کے قابل ہیں۔ یوں تو آپ نے دنیا کے مختلف ریاستوں اور ملکوں میں مساجد، مدارس اور خانقا ہوں کی تعمیر فرمائی ہے۔ لیکن اس مضمون میں ہم کچھو چھہ مقدسہ میں واقع آپ کی تعمیرات کا ذکر کریں گے۔ جو حضور شیخ اعظم کے فیضان کا سرچشمہ ہے۔

جامع اشرف اور اس کی تعمیر

ہندو بیرون ہند کے اس گہوارۂ علوم نبویہ اور اس کی تعمیر وترقی کے لیے حضور شیخ اعظم نے اپنی زندگی کا بیشتر حصہ لگایا ہے۔ یہ ادارہ طلبہ کی کمیت کے اعتبار سے دیگر دوسرے بڑے اداروں کی بہ نسبت اگر چہ اس کا دائرہ بہت وسیع نہیں ہے لیکن الحمدللہ دوسرے اداروں کی بہ نسبت کیفیت کے اعتبار سے یہ ادارہ ایک انفرادی حیثیت رکھتا ہے۔ آج دنیا کی مختلف جگہوں میں اس کے فارغین خدمت دین متین انجام دے رہے ہیں۔ انفرادیت کی وجہ یہ ہے کہ یہاں پڑھنے والا طالب علم محض علم ہی لے کر گھر نہیں جاتا بلکہ اس کے ہمراہ تاجدار ولایت غوث العالم حضور سید مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی رضی اللہ عنہ کا فیضان ہوتا ہے اور آپ کے آستانے کے قریب شب وروز گزار کر عشق وعرفان کے بے پناہ دولتیں ساتھ لے جاتا ہے۔ در اشرف کے فیوض وبرکات کہیں بھی اس طالب علم کو کھوٹا سکہ بننے نہیں دیتا پھر سلسلہ اشرفیہ کے تمام بزرگوں کا کرم شامل حال رہتا ہے گویا یہ کہا جاسکتا ہے کہ در اشرف کے ارد گرد شب وروز دست گدائی پھیلا کر علم دین مانگنے والوں کو علم کی آنکھ (عین) اور عشق کی آنکھ (عین) دونوں عطا کی جاتی ہے۔ جامع اشرف کا قیام ۱۹۷۸ء میں ہوا ابتدائی مرحلہ میں صرف ایک ہاسٹل پر مشتمل تھا۔ جس میں طالبان علوم نبویہ کے قیام وطعام کے ساتھ ساتھ اسی ہاسٹل میں درس وتدریس کا بھی اہتمام کیا گیا تھا جس میں فقط ۴۲ کمرے تھے۔ لیکن روز بروز

طلبہ کی تعداد بڑھتی جارہی تھی اور تشنگان علم دین دیارِ اشرف میں تحصیل علم کے لئے جوق در جوق چلے آرہے تھے۔طلبہ کی بڑھتی ہوئی تعداد کو دیکھ کر حضور شیخ اعظم نے ایک نئے ہاسٹل کی بنیاد ڈالی تاکہ زیادہ سے زیادہ طلبہ رکھے جاسکیں۔ چنانچہ مذکورہ عمارت کی بنیاد ۲۰۰۲ء میں ڈالی گئی اور بہت ہی جلد آپ نے اس کی تکمیل فرمائی۔ اس ہاسٹل میں ۲۰ کمرے ہیں جو تین منزلہ عمارت پر مشتمل ہے۔ پھر اس سال عرس مخدومی کے موقع پر آپ نے ایک تیسرے ہاسٹل کی تعمیر کا اعلان فرمایا تھا جو فی الوقت زیر تعمیر ہے اور ایک منزلہ کی تعمیر بھی مکمل ہوگئی ہے۔ یہ ہاسٹل ۶۸ کمروں پر مشتمل ہوگا اور جامع اشرف کے طلبہ کی تعداد سال آئندہ انشاءاللہ العزیز کافی بڑھادی جائے گی۔

جامع اشرف کی درسگاہ

یہ عمارت اعلیٰ حضرت اشرفی مسجد سے متصلاً واقع ہے۔ اکثر ہوتا یہ ہے کہ طلباء کی جہاں رہائش ہوتی ہے وہی عمارت تعلیم وتدریس کے لئے درسگاہ بھی ہوتی ہے جس میں طلباء کھلی فضا میں تعلیم حاصل نہیں کر پاتے ہیں لیکن ۲۰۰۴ء میں جامع اشرف کی درسگاہ الگ کردی گئی اور طلباء کے قیام وطعام کا بندوبست الگ کردیا گیا۔ یہ عمارت تین منزلہ پر مشتمل ہے جس میں ہال سائز کے ۲۱ روم ہیں۔ ابتدائیہ تا افتاء سال دوم کے کلاسیز ہر ایک روم میں الگ الگ لگتے ہیں جب کہ شعبۂ تحفیظ وتجوید القرآن کا اہتمام الگ کیا گیا ہے۔

مختار اشرف لائبریری کی تعمیر

آج جس طرح علمائے اہل سنت ومشائخ عظام تقریر وتدریس اور بیعت وارشاد کا کام بڑے پیمانے پر کر رہے ہیں اس کی بہ نسبت تصنیفی وتحقیقی کام بہت کم ہورہا ہے اس کی ایک بڑی وجہ اشاعتی اداروں اور لائبریریوں کی کمی ہے۔جس مکتب فکر کے پاس کتابوں کا ذخیرہ ہے وہ روز بروز اپنے زور قلم سے لوگوں کو اپنے حلقے میں لانے کی کوشش کررہے ہیں اور حتی الوسع وہ اپنے مقصد میں کامیاب بھی ہیں۔ چوں کہ قلم کا اثر دیرپا ہوتا ہے۔ زبان سے نکلی ہوئی بات فضاء میں گشت کرتی ہے لیکن لکھی ہوئی بات صفحۂ قرطاس میں محفوظ رہنے کے ساتھ ساتھ دل میں بھی نقش ہوجاتی ہے۔حضور شیخ اعظم نے اپنی جماعت کی اس کمی کو محسوس فرمایا اور ۱۹۹۵ء میں علماء ومشائخ کے مقدس ہاتھوں مختار اشرف لائبریری کی بنیاد ڈالی گئی اور بہت ہی کم مدت میں حضور شیخ اعظم نے بڑی عرق ریزی کے ساتھ اس کام کو پایۂ تکمیل تک پہونچادیا۔ ''ذلك فضل الله يوتيه من يشاء'' اس لائبریری میں آپ نے بڑی محنت ومشقت سے کتابوں کا سرمایہ اکٹھا فرمایا ہے۔ چنانچہ ۲۰۱۱ء کے سروے کے مطابق اس لائبریری میں مختلف علوم وفنون پہ مشتمل ۲۵ ہزار سے زائد کتابیں موجود ہیں علاوہ ازیں نوادرات ومخطوطات ماہنامے، سالنامے اور دیگر رسائل کا ذخیرہ بھی ہے۔ کتابیں اکٹھا کرنے میں کتنی دقتیں پیش آئیں اس کا تذکرہ خود آپ کبھی کبھی اپنی گفتگو کے درمیان فرمایا کرتے۔ ایک مرتبہ راقم الحروف کا اپنے رفقاء کے ہمراہ حضرت کی زیارت کے لئے ذِکر بھائی ممبئی کے دولت کدے پر جانا ہوا سلام ودست بوسی کے بعد حضرت نے پہلے خیریت وعافیت دریافت کی پھر دارالعلوم علی حسن کی ساکی ناکہ ممبئی (جہاں ہم لوگ مدرس تھے) کی تدریسی امور اور نظم ونسق کے بارے میں پوچھا کہ پڑھائی کیسی چل رہی ہے،طلبہ کتنے ہیں،ساتھ ساتھ اپنے نصیحت آمیز کلمات سے نوازا دریں اثناء سراجی کا ایک مشہور مسئلہ آپ نے ہم لوگوں سے دریافت فرمایا جو ہم لوگوں کا ایک قسم کا امتحان ہوتا کہ یہ لوگ درس

وتدریس میں محنت کرتے ہیں یا نہیں۔ آپ نے پوچھا اسلام میں باپ کے رہتے ہوئے بیٹے کا انتقال ہو جائے تو پوتے کو کن اسباب کی بنیاد پر وراثت سے محروم رکھا گیا ہے۔ ہمارے دیرینہ رفیق مفتی نذر الباری صاحب قبلہ سابق شیخ الحدیث دارالعلوم علی حسن سا کی ناکہ ممبئی نے اپنی معلومات کے مطابق جواب دیا چوں کہ ہم لوگ پیچھے بیٹھے تھے اور مفتی صاحب قبلہ حضرت کے قریب سامنے بیٹھے ہوئے تھے اس لئے حضرت انہیں سے مخاطب تھے۔ حضرت نے جواب سن کران اسباب کی مزید تصریح بھی فرمائی اور اس مسئلے پر آپ نے تسلی وتشفی بخش غیر مسلموں کا اعتراض وجواب بیان فرمایا۔ اسی دوران مختار اشرف لائبریری کی کتابوں کی بات آگئی۔ حضرت نے فرمایا کہ مختار اشرف لائبریری میں ہندوستان کی دیگر سنی لائبریریوں کی بہ نسبت سب سے زیادہ قرآن کریم کی تفسیر کی کتابیں موجود ہیں میں نے ہر جگہ رابطہ کیا تو فلاں جگہ اتنی فلاں جگہ اتنی ہیں لیکن الحمدللہ مختار اشرف لائبریری میں تفسیر کی ۹۸۶ کتابیں موجود ہیں۔ ان میں بیشتر کتابیں میں بغداد سے لے کر آیا جب کے صدام کے دور اقتدار میں بغداد سے تفسیری کتابوں پر بڑی پابندی تھی۔ یہ پابندی اس وجہ سے لگائی گئی تھی تا کہ یہ شرف صرف بغداد کو حاصل رہے کہ تفسیر کی اتنی کتابیں پوری دنیا میں صرف بغداد کے اندر ہی ہیں۔ لیکن الحمدللہ میرے غوث اور میرے خواجہ کا کرم ہے کہ مجھے ان کتابوں کو لانے میں کوئی دقت نہیں ہوئی۔ یہ حضور شیخ اعظم کی محنت اور خلوص وللّٰہیت کا نتیجہ ہے۔ آپ نے بے سروساماں اور کم سرمایہ علماء وفضلاء کے لئے اتنی کتابوں کا ذخیرہ جمع فرما دیا ہے۔ آج ہزاروں تشنگان علوم وفنون اس لائبریری میں جا کر اپنی قلمی، علمی اور دینی پیاس بجھا کر سیراب ہو رہے ہیں اور دوسروں کو بھی سیراب کر رہے ہیں۔

خانقاہ کی تعمیر

بزرگوں کے مزارات پر جانا باعث برکت بھی ہے اور سبب ہدایت بھی۔ جس شخص کو اللہ کے کسی مقدس ولیوں سے اگر ذرا سی بھی نسبت ہے تو وہ شخص آج غیر مقلدیت اور دیوبندیت جیسے فرقۂ باطلہ کے فریب میں کبھی آ نہیں سکتا۔ بزرگوں کے در سے ایمان کی پختگی اور روح کو تازگی ملتی ہے وہاں جا کر چلہ کرنا، نفس کا تزکیہ اور خواہشات سے دوری یہ سب ''قد افلح من تزکیٰ'' کی منزل پانے کی علامتیں ہیں۔ کچھوچھہ مقدسہ میں یوں تو ہمیشہ بندگان خدا کی ایک بھیڑ لگی رہتی ہے اور رات ودن حضور مخدوم اشرف کے فیوض وبرکات سے اپنے دل و روح کی تشنگی بجھاتے ہیں۔ انہیں میخاروں کے قیام کے لئے حضور شیخ اعظم نے خانقاہ کی تعمیر فرمائی کہ اطمینان وسکون کے ساتھ درِ اشرف میں ٹھہر سکیں اور مکمل طور پر جی بھر کر اپنی تشنگی بجھا سکیں۔ خانقاہ اشرفیہ حسنیہ کی یوں تو بہت سی عمارتیں آپ نے تعمیر فرمائی لیکن چند سال پہلے بہت ہی جلد آپ کے ہاتھوں جو عمارت پایۂ تکمیل تک پہونچی ہے وہ ہے .V.I.P خانقاہ جو جامع اشرف کی پرانی آفس اور مسجد اعلیٰ حضرت اشرفی کے بیچ میں واقع ہے خانقاہ کی یہ عمارت تین منزلے پر مشتمل ہے۔ جس میں تقریباً ۸۰ سے زائد کمرے ہیں۔ دنیا بھر کے آئے ہوئے زائرین حضرات بموقع عرس مخدوم اشرف اور بموقع دیگر بزرگان چشتیہ واشرفیہ ودیگر ایام اس خانقاہ میں قیام فرما کر در اشرف کے فیوض وبرکات سے مالا مال ہوتے ہیں اور دنیاوی مصائب وآلام سے چھٹکارا پانے کے ساتھ ساتھ آخرت کی فکر اور دین کے اصول پر پابندی کرنے کا عہد اور بزرگوں کے ساتھ وابستگی کا اعتقاد

لے کر جاتے ہیں۔

مولانا احمد اشرف ہال

طلبۂ جامع اشرف کے ہفتہ وارانہ پروگرام، افتتاح بخاری اور اختتام بخاری کے تقریبات، تحریری وتقریری سرکار کلاں انعامی مقابلہ کا انعقاد اس طرح کے سارے پروگرامات اسی ہال میں ہوتے ہیں۔ یہ ہال اتنا وسیع ہے کہ تقریباً اس میں بیک وقت ہزاروں انسان آرام سے سما سکتے ہیں۔علاوہ ازیں جامع اشرف سالانہ وششماہی امتحان اسی ہال میں منعقد ہوتا ہے۔ یہ ہال قیمتی پتھروں سے بنا ہوا ہے جس میں لاکھوں روپئے خرچ ہوئے ہیں۔ اس ہال کے اوپر پردے کے اہتمام کے ساتھ خواتین اسلام کے لئے اسلامی پروگرام سننے اور دیکھنے کے لئے بال کونی سائز کی منزل تعمیر کی گئی ہے جس میں بیٹھ کر پردے کے ساتھ خواتین اسلام اسلامی پروگرامات سن سکتی ہیں۔ یہ احمد اشرف ہال مختار اشرف لائبریری کے نیچے واقع ہے۔خوبصورت نقش ونگاری کے ساتھ اس کے آگے کا حصہ مزین اور مرصع ہے۔ یہ ہال حضور سید احمد اشرف اشرفی جیلانی شہزادۂ حضور علی حسین اشرفی میاں علیہ الرحمہ کی طرف منسوب ہے جن کے بارے علمائے کرام نے سیرت کی کتابوں میں لکھا ہے کہ فاضل بریلوی مولانا احمد رضا خان ان کا خطاب کھڑے ہو کر سنا کرتے تھے اور بڑی ہی تعظیم واحترام کے ساتھ پیش آتے بلکہ اعلیٰ حضرت نے اپنے دل کی بات یوں ظاہر کی ہے۔

احمد اشرف حمد وشرف لے
تجھ سے ذلت پاتے یہ ہیں (الاستمداد)

دار الافتاء کا قیام

ہندوستان کے مسلمانوں کے ساتھ اس وقت جو سب سے بڑی پریشانی لاحق ہے وہ ان کے آپسی جھگڑے اور ان کا شرعی فیصلہ ہے آج مسلمانوں کی کمائی کا اکثر حصہ کورٹ اور کچہری میں صرف ہوتا ہے۔ چاہے شادی بیاہ کے مقدمات ہو یا طلاق وخلع کے بلکہ بیع وشراء سے لے کر وراثت کے تمام جھگڑوں کا حل نکالنے اور صحیح انصاف حاصل کرنے کے لئے در در کی ٹھوکریں کھاتے ہیں اور لاکھوں لاکھوں روپے رشوت خور اور کذاب وکلاء کے جال میں پھنس کر خرچ کرتے ہیں لیکن اس کے باوجود انہیں کوئی تشفی بخش انصاف نہیں ملتا۔ جب یہ تمام تر مسائل قرآن وحدیث، صحابۂ کرام کے اخبار وافعال، مجتہدین کے آراء اور قضاۃ اسلام کے فیصلوں کے ذریعہ منٹوں میں حل ہو سکتے ہیں اور مدعی اور مدعا علیہ کے مابین شرعی فیصلہ نافذ کیا جا سکتا ہے۔قوم کے انہیں مصائب وآلام کو دیکھتے ہوئے حضور شیخ اعظم نے کچھوچھہ مقدسہ میں دار القضاء کا قیام فرمایا تاکہ لوگوں کے مسائل کا حل اور ان کا فیصلہ جلد از جلد قرآن اور حدیث کے مطابق ہو سکے۔اس شعبہ میں حضور شیخ اعظم نے ملک کے باصلاحیت اور باعمل علماء کا تقرر فرمایا ہے جو مسلمانوں کے آپسی جھگڑوں کا شرعی فیصلہ کرتے ہیں یہ شعبہ جامع اشرف کی درسگاہ کے جنوبی جانب واقع ہے۔

سنجیدہ فیملی کواٹر

یہ بلڈنگ مختار اشرف لائبریری کی مغربی جانب واقع ہے جس میں پندرہ فیملی کواٹرس ہیں۔ اس کی بنیاد ۲۰۰۰ء میں رکھی گئی اور بہت ہی جلد تعمیر بھی مکمل ہوگئی۔اس عمارت میں جامع اشرف کے مدرسین وملازمین اپنی فیملی کے ساتھ قیام پزیر ہیں۔ چوں کہ ابتدائی مرحلے میں مدرسین کو کافی دقت ہو رہی تھی اور یہ معاملہ تقریباً ہر ادارہ کا ہے جہاں مدرسین کے رہنے کے لئے صحیح انتظامات نہیں کیے جاتے کہیں کھانا صحیح نہیں تو کہیں ٹھکانا صحیح نہیں کہیں

پڑھنے پڑھانے کا ماحول ہے تو مدرسین کے لیے فیملی کواٹر نہیں وغیرہ وغیرہ الا یہ کہ کچھ مدارس ایسے ہیں جہاں الحمد للہ قال اللہ وقال الرسول کی بولی سکھانے والے مخلص مدرسین کے قیام وطعام کا معقول انتظام ہے مگر ایسے مدارس کی تعداد کم ہے۔ الحمد للہ حضور شیخ اعظم نے اپنی خاندانی سخاوت اور شفقت کا مظاہرہ کرتے ہوئے مدرسین کے لئے فیملی کواٹر کی تعمیر فرمائی ہے۔ اللہ تعالیٰ جامع اشرف کے اساتذہ پر حضور شیخ اعظم کا سایۂ کرم تاحیات جاری وساری رکھے اور تدریس وتعلیم میں برکتیں پیدا ہوں اور جامع اشرف ہمیشہ فیضان شیخ اعظم کا مرکز بنا رہے جس سے طلبہ اور اساتذہ ہمیشہ فیضیاب ہوں آمین۔

مذکورہ بالا عمارتوں اور شعبوں کا تعلق کچھوچھہ مقدسہ سے ہے جو حضور شیخ اعظم کی محنت، خلوص، اور صداقت وامانت کی واضح طور پر گواہی دے رہی ہیں کچھوچھہ مقدسہ کے علاوہ حضور شیخ اعظم نے ہندوستان کے مختلف ریاستوں میں مثلاً ممبئی، مالی گاؤں وغیرہ میں مدارس، مساجد اور خانقاہوں کی تعمیر فرمائی ہے۔اس طرح بیرون ملک کی بے شمار جگہوں میں بھی آپ نے مدارس اور خانقاہوں کی تعمیر کرائی ہے، مضمون کی طوالت قلم کو آگے چلنے سے روک رہی ہے بس اتنا سمجھ جائیے کہ خانوادۂ اشرفیہ میں حضور شیخ اعظم کا دور ایک شاہجہانی دور ہے۔ ایسے ہی اللہ کے درویشوں کے بارے میں اقبال نے اپنے دل کی بات کہی ہے ''اگر یہ ملا ودرویش نہ رہے تو جانتے ہو کیا ہوگا؟ جو کچھ ہوگا میں اسے اپنی آنکھوں سے دیکھ آیا ہوں اگر ہندوستانی مسلمان ان مدرسوں کی اثر سے محروم ہوگئے تو بالکل اسی طرح ہوگا جس طرح اندلس میں مسلمانوں کی آٹھ سو برس کی حکومت کے باوجود آج غرناطہ اور قرطبہ کے کھنڈرات اور الحمراء کے نشانات کے سوا اسلامی تہذیب کے آثار کا کوئی نقش نہیں ملتا۔ ہندوستان میں بھی آگرہ کے تاج محل اور دہلی کے لال قلعہ کے سوا مسلمانوں کی آٹھ سو سالہ حکومت اور ان کی تہذیب کا کوئی نشان نہیں ملے گا۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ رب کائنات ہم سب کو احکام اسلام پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہمارے سروں پر اپنے مقرب بندے حضور شیخ اعظم کا سایہ کرم تا حیات رکھے آمین۔

☆☆☆☆

اخـــلاق صـــوفـــیہ

☆ حضرت عمر وبن ذر رحمۃ اللہ علیہ ایک شخص کے جنازے میں شریک ہوئے جو اپنے نفس پر (گناہوں کی وجہ سے) زیادتی کرتا تھا جب کہ لوگوں نے اس کے گناہوں کے باعث جنازے میں شرکت سے کنارہ کشی اختیار کی جب انہوں نے اس کو قبر میں داخل کیا تو حضرت عمر و بن ذر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اے فلاں! اللہ عزوجل تجھ پر رحم فرمائے۔ تو توحید پر زندہ رہا اور اپنے چہرے کو مٹی سے ملا دیا اگر چہ لوگوں نے تمہارے بارے میں کہا کہ تو گنہگار ہے تیری خطائیں بہت زیادہ ہیں تو ہم میں سے کون جو گناہ یا خطا کا مرتکب نہیں ہوتا۔ (یہ سن کر) لاش کو اٹھانے والے رو پڑے۔

اے بھائی! جان لو اور عبرت حاصل کرو خوب روؤ کیوں کہ تمہارے سامنے ایسے ہولناک مناظر ہیں جن کو بیان نہیں کیا جا سکتا اور تمام تعریفیں اللہ عزوجل کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا رب ہے۔

شیخ اعظم اور پاسبان ملت

مولانا ابوالمحاسن صبغۃ اللہ رشیدی مصباحی، استاذ مدرسہ فیض عام پھریانی کھوکھا پورنیہ

فروغ سنیت میں شیخ اعظم سید اظہار اشرف اشرفی جیلانی و پاسبان ملت علامہ مشتاق احمد نظامی کے کسی علمی مذاکرے میں شرکت کا موقع تو نہ ملا جس سے آپ کی کسی علمی کاوش پر قلم اٹھایا جائے البتہ جب سے دینی تبلیغی سر گرمیوں میں قدم رکھا، ملک کے بیشتر حصوں میں آپ کے نام سے موسوم مدارس دیکھنے کو ملے جن سے آپ کی تبلیغی سرگرمیوں اور دور رس نگاہ کا بخوبی اندازہ ہوا۔ جلالۃ العلم استاذی الکریم حضور حافظ ملت علامہ شاہ عبد العزیز محدث مرادآبادی ثم مبارکپوری فرماتے ہیں ''ہر مخالفت کا جواب کام ہے''

آپ نے سنیت کی ترویج واشاعت کے لئے بیعت وارشاد اور اس پر ثبات قدمی کے لئے مدارس اہل سنت کا انعقاد جیسے نسخے کو اپنایا۔

جس دور میں عقائد مفسدانہ کی وکالت کرتے ہوئے (مولوی) منت اللہ رحمانی مونگیری نے کشن گنج کے بیشتر حصوں کو اپنا معتقد بنا رکھا تھا اور عوام اہل سنت کے دل ودماغ پر وہابیت کے مفسدانہ گردوغبار چھا رہے تھے علماء اہل سنت و پیران طریقت نے اس کی تردید کے لئے علامہ مشتاق احمد نظامی رحمۃ اللہ علیہ کو اس میدان میں اتارا تاکہ دور کی شخصیت کا عوام پر اثر پڑے۔ مجاہد دوراں، پاسبان ملت علامہ مشتاق احمد نظامی علیہ الرحمۃ والرضوان وہابیت کے جمتے ہوئے دھول کی صفائی کے لئے ابر باراں بن کر اس علاقہ کے مختلف حصوں میں فیضان مدینہ برساتے رہے جس سے اذہان سنیت میں وہابیت کے چھائے ہوئے غبار جم نہ سکے بلکہ بہ گئے۔

ایسے میں آپ کو ایک پیر کی تلاش ہوئی جس کی عقیدت کی کیل ان کے دل ودماغ میں ٹھونک دی جائے۔ تاکہ بعد ازاں کسی تحریک واثر سے متاثر نہ ہو۔ اس کام کو آپ نے کیسے انجام دیا۔ مجاہد دوراں پاسبان ملت علامہ مشتاق احمد نظامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ خود فرماتے ہیں۔

''میرا دورہ شروع ہوا ہر شہر اور ہر قصبہ میں بیانات ہونے لگے بدلتے حالات کو دیکھ کر وہابیوں نے قدم قدم پر رکاوٹیں پیدا کردیں۔ جب اس میں کامیاب نہیں ہوئے تو اسلام پور میں سینما فری کرادیا اور عوام کو ذہن دیا گیا کہ مشتاق احمد نظامی کی تقریر سننے سے سینما دیکھنا بہتر ہے۔ آخر باطل حق کے سامنے کب تک قائم رہتا۔ بدعقیدگی کا تاج محل مسمار ہوکر رہ گیا۔ میں نے محسوس کیا اپنی تقریر کے ساتھ ساتھ سنیت میں استقامت کے لئے کسی پیر کی ضرورت ہے چنانچہ ایک دو سفر سرکار مفتی اعظم ہند کا کرایا مگر اس زمانہ میں راستہ ناہموار ہونے کی وجہ سے مزید زحمت دینا مناسب نہیں سمجھا۔ اب تلاش ایک اسے پیر کی تھی جو جواں سال پیر طریقت بھی اور فضل وکمالات کا جامع بھی ہو۔ جس میں ایثار وقربانی کا جذبہ بھی ہو اور راہ کی صعوبتوں اور دشواریوں کو مسکرا کر برداشت کرنے کا حوصلہ بھی، روحانیت کا تاج دار بھی ہو اور چہرے میں جاذبیت بھی، ان جامع شرائط پیر طریقت کے لئے

نظر انتخاب مولانا سید اظہار اشرف صاحب اشرفی جیلانی پر پڑی۔انہیں اس کام کے لئے آمادہ کیا اور علاقہ کا دورہ کرایا۔سیکڑوں، ہزاروں کی تعداد میں لوگ داخل سلسلہ ہونے لگے اور مخدومی فیضان سے مالا مال ہونے لگے۔آج ان علاقوں پر جو سنیت کی بہار نظر آ رہی ہے۔ان میں حضرت مولانا سید اظہار اشرف صاحب قبلہ کی بےلوث خدمات کا بڑا دخل ہے‘‘

حضرت حافظ ظہور صاحب اشرفی ریٹائرڈ مدرس مدرسہ محی الاسلام بجر ڈیہہ بائسی پورنیہ کے توسل سے معلوم ہوا کہ حضرت شیخ اعظم کا ۱۹۶۹ء تا ۱۹۷۰ء میں ایک دورہ ہوا جس میں پانجی پارہ، اسلام پور، بہادر گنج، پواخالی، ٹھاکر گنج وغیرہ کے علاقے میں جہاں جہاں (مولوی) منت اللہ رحمانی کا اثر تھا ان علاقوں میں مسلسل تین مہینے ۹ دن تک دورہ کر کے منت اللہ رحمانی کے اثر ورسوخ کو توڑا۔حضرت مولانا ابوالعلاء کوچگری، مولانا غلام مصطفیٰ رشیدی، مولانا معین الدین، علامہ مشتاق احمد نظامی وشاعر اجمل سلطانپوری وغیرہ آپ کے ساتھ رہے۔ہر شب کہیں نہ کہیں پروگرام کرتے اور دن میں جامع مسجد کشن گنج میں آ کر قیام فرماتے اور کہتے ہیں کہ جلسوں میں علامہ نظامی صاحب کی تقریر ہوتی اور شیخ اعظم مرید کرتے اس طرح سنیت کا کام فروغ پاتا۔

☆☆☆☆

شان ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

(۱) مَانَفَعَنِی مَالُ اَحَدٍ قَطُّ مَانَفَعَنِی مَالُ اَبِی بَکْرٍ
مجھے کسی کے مال نے اس قدر نفع نہ پہونچایا جتنا کہ ابوبکر کے مال نے نفع دیا۔

(۲) حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے سارے لوگوں کے احسان کا بدلہ ادا کر دیا سوائے ابوبکر کے،ان کے احسان کا بدلہ کل بروز قیامت اللہ ہی ادا فرمائے گا۔

(۳) حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں صدقہ کا حکم فرمایا۔اس وقت میرے پاس کافی مال تھا میں نے کہا کہ اگر کسی روز میں حضرت ابوبکر سے سبقت لے جاسکا تو آج کا دن ہوگا،پس میں نصف مال لے کر حاضر ہوگیا۔نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ گھر والوں کے لئے کتنا چھوڑا ہے؟ عرض گزار ہوا کہ اس کے برابر حضرت ابوبکر اپنا سارا مال لے آئے۔حضور نے فرمایا: ابوبکر! اپنے گھر والوں کے لیے آپ نے کیا چھوڑا ہے؟ عرض گزار ہوئے کہ ان کے لئے اللہ اور اس کے رسول کو چھوڑ آیا ہوں۔میں (حضرت عمر) نے کہا کہ میں ان سے کبھی نہیں بڑھ سکتا۔

جانشین سر کار کلاں

مولانا محمد عابد حسین اشرفی، خلیفۂ شیخ اعظم، ممبئی

آقائے نعمت دریائے رحمت سیدی ومرشدی مخدوم العلماء والمشائخ حضور شیخ اعظم صاحب سجادہ خانقاہ عالیہ اشرفیہ حسنیہ سرکارکلاں کے سانحۂ ارتحال پر دل ودماغ پر سکتہ طاری ہے۔ ہوش وحواس قابو میں نہیں ہے پھر بھی غلاما نہ خراج محبت پیش کرنے کی سعادت حاصل کررہا ہوں۔

دادرس فریادرس یا صاحب روشن ضمیر
سیدی اظہار اشرف شیخ اعظم دستگیر

حضور سیدی شیخ اعظم علیہ الرحمہ حضور پرنور غوث العالم محبوب یزدانی تارک السلطنت قدوۃ الکبریٰ میر کبیر مخدوم سلطان سید اشرف جہانگیر سمنانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جانشین برحق، امانت، دیانت، سخاوت، شجاعت، شرافت، قرابت، نیابت اور کرامت وصداقت کے امین تھے۔ آپ کی پاکیزہ صاف ستھری زندگی دین متین کے لئے وقف تھی کافی عرصے سے سخت علیل ہونے کے باوجود تبلیغی دورہ فرماتے رہے بڑے بڑے کانفرنسوں میں رونق اسٹیج ہوکر ممبر خطابت پہ جب جلوہ گر ہوتے اور مخدومی جلال وجمال جب بے نقاب ہوتا تو پورا مجمع عشق رسالت میں ڈوب کر نعرۂ تکبیر ورسالت کی صدا بلند کرنے لگتا۔ عوام وخواص اور علماء ومشائخ بھی حیرت زدہ ہوتے کہ حضور شیخ اعظم علیہ الرحمہ اتنی علالت کے باوجود احساس نہیں ہونے دیتے کہ خود بیمار ہیں۔ ایسا محسوس ہوتا کہ کوئی جواں سال محدث، مفکر ومحقق خطاب فرمارہا ہے۔ خطاب میں محبوب سبحانی حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کا جلوہ نظر آتا تھا۔ آپ کے بیان میں عطائے رسول غریب نواز سلطان الہند کا فیضان برستا تھا۔ یہی وجہ ہے کے جلسے کے بعد سینکڑوں دیوانے آپ کے دست حق پرست پر سچی توبہ کرکے سلسلۂ قادریہ چشتیہ اشرفیہ میں بیعت ہونے کا شرف حاصل کرتے۔ بستر علالت پر بھی ملت کے درد اور اہل سنت کی فکر میں بے چین رہتے۔ آپ کی پوری زندگی پاکیزہ گزری، آپسی اختلافات سے ہمیشہ دور رہے اور اہل سنت کے درمیان ایک سچے مبلغ اور قوم کے ہمدرد وغم خوار کی حیثیت سے اپنے مشن میں لگے رہے اور فرماتے تھے مجھے دین کا کام کرنا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ آج بھی ملت واہل سنت کو حضور شیخ اعظم کی سخت ضرورت ہے۔ ہمارے درمیان سے ایسا تاجدار بظاہر چلا گیا جس کی کمی صدیوں محسوس کی جائے گی۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

حضور شیخ اعظم علیہ الرحمہ کی زندگی کا آغاز ہی سلطان دارین، آقائے کونین، مالک جنت، سراپا رحمت، حضور پرنور ﷺ کی کرم نوازیوں سے ہوتا ہے۔ مشہور واقعہ ہے کہ محبوب ربانی شبیہ غوث اعظم جیلانی اعلیٰ حضرت اشرفی میاں رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینے پاک میں تشریف فرما تھے ساتھ میں حضرت مولانا یونس نعیمی اشرفی رحمۃ اللہ علیہ حاضر تھے۔ اچانک سرکار اشرفی میاں رضی اللہ عنہ نے مولانا موصوف سے مخاطب ہوکر فرمایا مولانا! میرے گھر میں میرا پوتا پیدا ہوا ہے۔ حضرت مولانا موصوف حیرت میں ڈوبے ہوئے

سوچ ہی رہے تھے کہ سرزمین ہند کی خبر بغیر تار ٹیلی گرام کے حضور کو کیسے مل گئی؟ یہ دل میں خیال آیا ہی تھا کہ محبوب ربانی علیہ الرحمہ نے فرمایا مولانا! فقیر کو کسی تار یا ٹیلی گرام کے بغیر ہی اطلاع ہوگئی اس میں حیرت کی کیا بات ہے؟ پھر محبوب ربانی حضور ﷺ کے مواجہ اقدس میں تشریف لے گئے اور نانا جان کی بارگاہ میں حضور شیخ اعظم کا نام رکھا محبوب ربانی نے بارگاہ رسالت میں عرض کیا: نانا جان یہ سعید بچہ آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں اس پاکباز بچے کا نام ہم نے اظہار اشرف رکھا ہے اس بچے سے سرکار اشرف کا خوب خوب اظہار ہو۔

سرکار مدینہ کے دربار اقدس سے قبولیت کا پروانہ لے کر محبوب ربانی سرکار اشرفی میاں رحمۃ اللہ علیہ جب مدینہ پاک سے اپنے وطن کچھوچھہ شریف تشریف لائے تو ایک دن سارے خاندان غوثیہ اشرفیہ کے افراد کو اپنے کاشانہ اقدس میں جمع ہونے کا حکم دیا۔ سبھی لوگ جب تشریف فرما ہوئے تو محبوب ربانی نے اس سعید پاکباز بچے کو اپنے گود میں لیا، تھوڑی دیر کے بعد حضور محبوب ربانی نے خاندان کے سبھی خرد و کلاں سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ یہ بتاؤ! میری گود میں کون ہے؟ سبھی نے عرض کیا حضور! آپ کی گود میں آپ کا پوتا ہے۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا کہ سبھی لوگ غور سے سنو! میری گود میں خود میں ہوں۔ اب جسے مجھ سے جو چاہیے وہ اس بچے سے لے لے اور یاد رکھو کہ جو فقیر نے سوچا ہے یہ بچہ وہ بھی کرے گا اور جو نہیں سوچا ہے وہ بھی کرے گا۔ اب راقم الحروف کہتا ہے کہ ایک زمانہ نے حضور شیخ اعظم علیہ الرحمہ کے وجود میں محبوب ربانی کا جلوہ دیکھا ہے اور حضرت نے وہ کارہائے نمایاں انجام دیے ہیں کہ سرکار اشرفی میاں کا دور زریں پھر تازہ ہوگیا۔ اسی لئے حضرت کی دینی، ملی، مسلکی، مشربی خدمات کا اعتراف اکابرین اہل سنت نے کیا ہے۔

خاندان غوثیہ اشرفیہ کے چشم و چراغ عارف باللہ حضور اشرف العلماء حضرت علامہ الحاج الشاہ سید حامد اشرف اشرفی جیلانی علیہ الرحمہ اپنی حیات مبارک میں اکثر راقم الحروف کو یاد فرماتے۔ میں حکم پا کر خدمت میں حاضر ہوتا۔ حضرت سب سے پہلے یہ پوچھتے کہ مولانا! اظہار میاں کیسے ہیں؟ میں بڑے ادب سے اپنی معلومات کے مطابق حضور شیخ اعظم کی خیریت گوش گذار کرتا تب میری خیریت دریافت فرماتے۔ ایک مرتبہ حضور اشرف العلماء نے اپنے درجنوں مریدین کے سامنے مجھے مخاطب کر کے ارشاد فرمایا عابد میاں! میری پوری زندگی مسجد اور مدرسے میں گذری لیکن اظہار میاں نے میرے خاندان کی آبرو رکھ لی۔ اللہ تعالیٰ ان کی عمر میں برکتیں عطا فرمائے۔ میں نے اپنی آنکھوں سے جب ان کے کارہائے نمایاں کو دیکھا تو حیرت زدہ رہ گیا۔ پھر حضور اشرف العلماء نے یہ بھی فرمایا کہ میاں! میں تو عمر میں اظہار میاں سے بڑا ہوں لیکن وہ منصب میں مجھ سے بہت بڑے ہیں۔ ان کا احترام مجھ پر بھی لازم ہے۔ میں سر جھکا کر سنتا رہا اور شیخ اعظم کی غلامی پر ناز کرتا رہا۔

کئی محبوبوں کی عطا اور انتخاب کا نام شیخ اعظم ہے۔ اللہ کے برگزیدہ بندوں نے ان کی ناز برداری کی ہے جیسا کہ اس واقعہ سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ آپ کی دادی جان رابعۂ ثانیہ سیدہ زاہدہ اشرفی جیلانی علیہا الرحمہ بلاشبہ ولیہ اور عارفۂ کاملہ تھیں۔ تقویٰ و طہارت میں بے مثال، عبادت و ریاضت میں باکمال، رات رات بھر تلاوت کرنا آپ کا محبوب مشغلہ تھا، تہجد گذار، فرائض، واجبات و سنن اور مستحبات کی پابند، اپنی زندگی کے آخری لمحے تک تمام اوراد و وظائف اور معمولات کی پابند رہیں۔

دادی جان حضور شیخ اعظم کو بہت چاہتی تھیں، انہیں ہمیشہ اپنی آغوش رحمت میں رکھتیں، ان کی ہر خواہش پوری کرتیں، اگر انہیں نہ دیکھتیں تو پریشان ہو جاتیں، ان کو کھلائے پلائے بغیر خود کچھ نہ کھاتیں، ساری زندگی اپنی دعاؤں سے اپنے پوتے کو نوازتی رہیں۔ ایک دن حکم فرمایا کہ گھر کے سبھی لوگوں کو بلاؤ۔ جب سارے اہل خانہ تشریف لائے تو اپنے نور عین صاحبزادے امام اہل سنت حضور مخدوم المشائخ حضرت علامہ الشاہ سید محمد مختار اشرف اشرفی جیلانی سجادہ نشین سرکار کلاں علیہ الرحمہ سے مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا کہ بیٹا! جمعہ کا دن بہت اچھا ہے۔ جمعہ کا دن بہت اچھا ہے۔ سب سمجھ گئے کہ جمعہ کے دن وصال کرنے کا ارادہ ہے۔ پھر حکم فرمایا کہ میرے سامنے میری قبر کھدوائی جائے اور دھیان رہے کہ اس دن کوئی کہیں نہیں جائے گا۔ سب لوگ رونے لگے۔ رو رو کر سسکیاں لیتے ہوئے حضور مخدوم المشائخ سرکار کلاں نے عرض کیا امی جان! یہ ہم لوگوں سے دیکھا نہیں جائے گا۔ انہوں نے پھر حکم فرمایا بیٹا! صبر کیجئے۔ میں تو ہر حال میں آپ کے ساتھ ہوں اور یاد رہے میں نے جو کہا ہے سارا انتظام ہو جانا چاہیے۔ اتفاق سے جمعہ کے دن ہی خانقاہ شریف کے مقدمے کی تاریخ تھی اور حضور شیخ اعظم کو کچہری جانا ضروری تھا۔ شیخ اعظم نے دادی جان سے عرض کیا کہ آپ کا حکم ہے کہ اس دن کوئی کہیں نہ جائے لیکن مقدمے کے سلسلے میں مجھے کچہری جانا ضروری ہے۔ اب بتایئے میرے لئے کیا حکم ہے؟ دادی جان نے فرمایا بابو! آپ کی غیر موجودگی میں میرا سفر نہیں ہوگا۔ اچھا آپ ہی بتایئے کہ جمعہ کے علاوہ اور کون سا دن اچھا ہوتا ہے؟ شیخ اعظم نے نم آنکھوں سے عرض کیا کہ حضور پاک ﷺ کو دوشنبہ کا دن بھی بے حد محبوب تھا۔ یہ سن کر مسکراتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ ٹھیک ہے۔ اب اسی دن میرا سفر ہوگا ان شاء اللہ۔ نازوں کے پلے ہوئے پوتے نے بے تکلفانہ عرض کیا کہ مجھے تو جمعہ کے دن کچہری جانے کی اجازت دے رہی ہیں لیکن اگر میری غیر موجودگی میں کچھ ہو گیا تو قبر شریف میں آپ کو چین سے سونے نہیں دوں گا۔ پوتے کی پیشانی چومتے ہوئے دادی جان نے فرمایا کہ آپ مطمئن رہیں۔ ارے آپ ہی کے لئے تو میں نے اپنے سفر کا دن بدل دیا ہے۔ اور تاریخ گواہ ہے کہ دوشنبہ کے دن ہی آپ کا وصال ہوا۔ اس واقعہ سے بھی پتہ چلتا ہے کہ اللہ والوں نے حضور شیخ اعظم کے ناز اٹھائے ہیں۔

یہ بھی حقیقت ہے کہ حضور سیدی مرشدی شیخ اعظم کو خداوند قدوس نے حسن ظاہری و باطنی سے نوازا تھا۔ ساتھ ہی ساتھ بے شمار خوبیوں اور کمالات کا حسین مرقع بنایا تھا۔ صاف گوئی، راست بازی، منکسر المزاجی، حق گوئی، بلند خیالی، اعلیٰ ظرفی عفو و درگذری، خیر خواہی و غمگساری، بردباری و معاملہ فہمی، اور جہد مسلسل و جان سوزی جیسے گونا گوں اوصاف جمیلہ آپ کے اندر نمایاں تھے۔ یہی وجہ ہے کہ جس گاؤں، شہر، صوبہ یا ملک میں تشریف لے جاتے وہاں ہزاروں پروانے مخدوم ابن مخدوم کو صرف ایک نظر دیکھنے کے لئے بے تاب و بے قرار ہو جاتے۔ جس جلسے میں تشریف لے جاتے اس کی کامیابی کی ضمانت ہو جاتی۔ آپ کے تبلیغی دورے اور سنیت کی اشاعت کے لئے بد مذہبوں، دیوبندیوں اور گمراہوں سے اکثر و بیشتر مقابلے یقیناً آپ کی عظیم خدمات عالیہ ہیں۔ میدان تبلیغ میں آپ کی سب سے بڑی کرامت یہ ہے کہ آپ نے اپنی کرامتوں کو چھپانے کی بھرپور کوشش کی جسے شاعرانہ انداز میں آپ نے یوں فرمایا۔

جو کیف شراب یار میں ہے جاتا ہی نہیں ہے اس کا اثر

جذبات ابھرتے جاتے ہیں پھر اس کو دبانا پڑتا ہے
ہنگام وفا کا شور ہے کیوں؟ عشاق کی ایسی ریت نہیں
اظہار اگر جذبات کرے پھر اس کو چھپانا پڑتا ہے!!

آج کے اس نازک دور میں خانقاہوں سے علم اٹھتا جارہا ہے (الا ماشاء اللہ) جس کی وجہ سے گمراہی عام ہو رہی ہے لیکن الحمدللہ خانقاہ عالیہ اشرفیہ حسنیہ سرکارکلاں کی ہمیشہ یہ تاریخ رہی ہے کہ خانقاہ معلّٰی کا سجادہ نشین وہی ہوتا ہے جو بخاری شریف کی سند عطا کرنے کی صلاحیت کا مالک ہو اور حضور شیخ اعظم بلاشبہ اس درجے پر فائز تھے۔ یہی وجہ ہے کہ حضور مخدوم المشائخ سرکارکلاں کے وصال فرما جانے کے بعد جب شیخ اعظم سجادہ نشین ہوئے اور جامع اشرف سے فارغ ہونے والے طلباء کو آخری حدیث پاک پڑھانی تھی۔ آپ کی تعلیمی فراغت کو ۴۰ سال سے زائد کا عرصہ گذر چکا تھا تاہم جب پہلی مرتبہ ختم بخاری کے لیے آپ اسٹیج پر تشریف لائے اور سیکڑوں علماء کی جھرمٹ میں آخری حدیث پاک کا درس دینے لگے تو اسرار شریعت وطریقت اور رموز معرفت کے دریا بہا دئے۔ آپ کے منفرد اور عاشقانہ انداز بیان اور اس حدیث پاک کے نکات سن کر اکابرین علماء ومشائخ جھوم اٹھے۔ حاضرین پر عشق رسالت کی بے خودی چھائی ہوئی تھی۔ کسی مقرر کے اسٹیج پر اتنا نعرہ نہیں لگتا جتنا نعرہ حضور شیخ اعظم کی درس حدیث میں لگتا رہا۔ علماء اور عوام پر دیوانگی طاری تھی۔ اسٹیج اور پوری مجلس سبحان اللہ، ماشاء اللہ اور واہ واہ کی آواز سے گونج رہی تھی۔ حضور شمس العلماء حضرت علامہ مولانا مفتی غلام مجتبیٰ اشرفی علیہ الرحمہ (سابق شیخ الحدیث دارالعلوم منظر اسلام، بریلی شریف) دوران درس ہی کھڑے ہوگئے اور اپنے دونوں ہاتھوں کو بلند کر کے اونچی آواز میں اعلان کرنے لگے یہ دیکھو فیضان بول رہا ہے۔ فیضان بول رہا ہے۔ اور ٹھیک یہی منظر حضور والا کے ہر اسٹیج پر نظر آیا۔ دارالعلوم علی حسن اہل سنت (ساکی ناکہ، ممبئی) میں بھی ہر سال آغاز تعلیم کے وقت بخاری شریف کی پہلی حدیث پاک کا درس دیتے اور سالانہ جلسۂ دستار بندی میں آخری حدیث پاک کا درس دیتے۔ یوں تو افتتاح اور ختم بخاری شریف کا اہتمام ممبئی کے تمام مدارس اسلامیہ میں ہوتا ہے لیکن علماء اور عوام دونوں کا تأثر یہ ہے کہ حضور شیخ اعظم کی مجلس سے زیادہ کیف وسرور، عشق ومحبت اور روحانیت کہیں نظر نہیں آئی۔

ناچیز نے حضور سیدی مرشدی شیخ اعظم کی سوانح حیات اور دینی خدمات پر مشتمل ایک ضخیم ڈائری تحریر کر کے حضور شیخ اعظم کی بارگاہ میں پیش کی تھی۔ حضرت نے پوری توجہ سے اول تا آخر ملاحظہ فرمانے کے بعد بہت ڈھیر ساری دعاؤں سے نوازا اور اس تحریر کی تصدیق فرمائی۔ میں اپنی قسمت پر جتنا ناز کروں کم ہے۔

حضرت کے اس فقیر پر بے شمار احسانات وعنایات اور نوازشات ہیں۔ تحدیث نعمت کے طور پر عرض کروں کہ اس فقیر اشرفی پر اور میرے سبھی بچوں پر بہت خاص توجہ رہی۔ جب بھی میں فون کرتا، سلام وقدم بوسی پیش کرتا اور تعارف کے لئے اپنا نام پیش کرتا تو فوراً فرماتے کہ مولانا! مجھے معلوم ہے، وہ پیر ہی کیا جو اپنے مرید کو نہ پہچانے پھر بڑے شفقت بھرے انداز میں فرماتے آپ کیسے ہیں اور بچے سب کیسے ہیں؟ جب جب حضرت ممبئی تشریف لاتے تو یہ فقیر اشرفی اکثر و بیشتر خدمت میں حاضر رہتا، بہت پیار سے قریب بٹھاتے اور بہت ساری باتیں ہوتیں۔ آخری بار جب حضرت بغرض علاج اسماعیلیہ ہاسپٹل میں داخل ہوئے تو ہم لوگ زیارت کے لئے پہونچے۔ میرے ساتھ حضرت کے چہیتے مرید الحاج ذِکرو یرانی اشرفی اور ان کے صاحبزادے الحاج ریاض احمد

اشرفی بھی تھے۔ہم لوگوں کواپنے دامن کرم میں لے کرحضرت رونے لگے اور فرمایا کہ میں جہاں بھی رہوں گا آپ لوگوں کو یادرکھوں گا۔آپ لوگ بھی میرے لئے دعا کرو۔ہم سب کے سب رونے لگے اور دعا کرنے لگے۔

وصال سے دوروز قبل اسپتال کے کمرے میں حضرت کے خادم خاص مولانا شمس تبریز اشرفی تھے۔ان کا بیان ہے کہ میں پردے کے باہر بیٹھا ہوا تھا حضرت اپنے بیڈ پر آرام فرمارہے تھے کہ اچانک زورزور سے رونے لگے اور کہنے لگے ابو! آپ اب آئے ہیں،دیکھئے نا میں کتنی تکلیف میں ہوں۔مجھے بھی اپنے ساتھ لے چلئے۔ مولانا(خادم خاص) کا بیان ہے کہ حضرت کی آوازسن کر میں قریب گیااور جوں ہی پردہ ہٹایا تو ایسی خوشبو محسوس ہوئی کہ پسینے چھوٹ گئے۔میں سمجھ گیا کہ حضور مخدوم المشائخ سرکارکلاں عیادت کے لئے تشریف لائے ہیں۔۲۲فروری۲۰۱۲ء بروز بدھ آخری دن حضرت کو آئی سی یو میں رکھا گیا تو ڈاکٹروں کی طرف سے کسی کو ملنے کی اجازت نہیں تھی پھر بھی دور دراز سے آنے والے دیوانے اپنے محبوب کی ایک جھلک دیکھنے کے لئے بے قرار تھے۔ایک ایک کرکے لوگ جاتے اور زیارت کرکے لوٹ آتے۔جب میں گیا تو اندر خلیفۂ سرکار کلاں حضرت اقبال صاحب (دوبئی) اور اسماعیل اشرفی (ممبئی) موجود تھے۔میں نے سلام عرض کیا۔حضرت نے آنکھیں کھول کر میری طرف دیکھا اور اشارے سے سلام کا جواب دیا ساتھ ہی پانی پلانے کا اشارہ کیا۔حضور قائد ملت کی اجازت سے آب زمزم شریف حضرت کو پلایا گیا تو قدرے اطمینان رہا۔ اندر زیادہ دیر ٹھہرنے کی اجازت نہیں تھی،میرے جذبات برداشت سے باہر ہونے لگے میں واپس آکرزینے پر بیٹھ گیا۔حضور قائد ملت علامہ سید محمود اشرف اشرفی جیلانی،حضور اشرف ملت علامہ سید محمد اشرف اشرفی جیلانی اور مخدوم زادہ حضرت سید حماد اشرف اشرفی جیلانی شروع سے آخر تک موجود رہ کر خدمات انجام دیتے رہے۔دھیرے دھیرے کافی بھیڑ بڑھنے لگی اور مغرب تک تو ہزاروں عقیدت مندوں کا سیلاب امنڈ پڑا خاص کر خانوادۂ اشرفیہ کے کئی معزز حضرات بھی تھے۔

آخر وہ جاں سوز لمحہ آ ہی گیا۔رات کے دس بج کر پچاس منٹ پر حضور شیخ اعظم علیہ الرحمہ اپنے لاکھوں عقیدت مندوں کو الوداع کہتے ہوئے فانی دنیا سے رخصت ہوکر باقی باللہ ہوگئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ. وصال کی خبر بجلی کی طرح پوری دنیا میں پھیل گئی۔اہل ممبئی کو اسی ہاسپٹل کے گراؤنڈ میں ہی رات کے دو بجے تک زیارت کروائی گئی۔صبح کی فلائٹ سے آپ کا جسد اطہر کچھوچھہ مقدسہ لے جایا گیا۔ اگلی فلائٹ سے سیکڑوں عقیدت مندوں کے ساتھ میں بھی پہنچا۔۲۴فروری بروز جمعہ کو نماز جمعہ سے قبل حضرت کا غسل ہوا اور بعد نماز جمعہ آپ کے دولت کدے سے درودوسلام کی گونج میں آپ کا جنازہ سرکار مخدوم پاک کی چوکھٹ پر لاکر رکھ دیا گیا،اس جگہ بھی اشکبار آنکھوں اور تڑپتے قلوب کے ساتھ سب لوگوں نے بارگاہ نبوت وولایت میں صلاۃ وسلام کا نذرانہ پیش کیا۔خانقاہ اشرفیہ حسنیہ سرکارکلاں کے وسیع وعریض گراؤنڈ میں جانشین شیخ اعظم حضور قائد ملت نے نماز جنازہ پڑھائی۔بعد نماز عصر سے مغرب تک زیارت کروائی گئی اور بعد نماز مغرب آستانہ سرکارکلاں میں دادی جان رابعۂ ثانیہ اور والد بزرگوار حضور سرکارکلاں کے قدموں میں آپ کی خواہش کے مطابق آپ کی تدفین عمل میں آئی۔

اجالے اپنی یادوں کے ہمارے ساتھ رہنے دو
نہ جانے کس گلی میں زندگی کی شام ہوجائے!!

☆☆☆☆

شیخ اعظم کولھار میں

مولانا کوثر اشرفی، امام وخطیب سنی جامع مسجد کولہار ضلع احمد نگر مہاراشٹر

کولہار ضلع احمد نگر مہاراشٹر کا ایک بڑا قصبہ ہے جہاں پر خوش عقیدہ سنی مسلمانوں کی ایک قابل لحاظ تعداد رہتی ہے۔اس بستی میں شروع ہی سے بزرگان دین وعلماء اہل سنت تشریف لاتے رہے ہیں جس کی وجہ سے یہاں پر آج بھی سنیت کی بہاریں قائم ہیں ۔یہاں پر مخدوم المشائخ سیدی ومرشدی حضرت سید شاہ محمد مختار اشرف اشرفی جیلانی سرکارکلاں علیہ الرحمہ کے دست حق پرست پر بیعت ہوکر سلسلۂ عالیہ اشرفیہ سے کچھ لوگ وابستہ ہیں جن میں یہ فقیر بھی شامل ہے اوراس بات پر نازاں ہے کہ سرکار کلاں جیسا پیر ہمیں ملا وابستگان سلسلۂ اشرفیہ کی دیرینہ خواہش تھی کہ سر زمین کولہار پر ایک عظیم دارالعلوم حضورسرکارکلاں کے نام پاک سے قائم کیا جائے۔

اس نیک مقصد اور کار خیر کے لئے عاشق سرکار کلاں الحاج شیخ سکندر قاسم اشرفی صاحب نے لب سڑک ایک وسیع خطہ زمین دارالعلوم اور اشرفی مسجد کے لئے وقف فرمائی اوراس محلّہ کا نام ہی اشرفی نگر رکھا گیا ہے اور دارالعلوم کا نام جامعہ اشرفیہ مختار العلوم تجویز ہوا۔

نبیرۂ سرکار کلاں حضرت سید شاہ محمد محمود اشرف اشرفی جیلانی کی وساطت سے مدرسہ کی سنگ بنیاد کے لئے شہزادۂ سرکار کلاں حضور شیخ اعظم سید شاہ محمد اظہار اشرف اشرفی جیلانی کی تاریخ ملی ۔وہ دین اہلیان کولہار کے لئے یقیناً ایک تاریخی دن تھا کہ ایک طویل انتظار کے بعد شہزادۂ سرکار کلاں حضور شیخ اعظم سید شاہ محمد اظہار اشرف اشرفی جیلانی صاحب قبلہ کی کولھار میں آمد آمد کا چرچا تھا اور اہلیان کولہار حضرت کی والہانہ استقبال کے لئے بے چین تھے۔

بالآخر ۱۲ ربیع الآخر ۱۴۲۵ھ بمطابق ۲۹ مئی ۲۰۰۴ء بروز جمعہ بوقت جمعہ حضرت کی کولھار میں تشریف آوری ہوئی۔اس فقیر کو بھی اس سفر میں حضرت کی ہمراہی کا شرف حاصل ہوا۔حضرت نے سنی جامع مسجد کولھار میں نماز جمعہ کی امامت فرمائی۔آپ کی اقتداء میں کثیر تعداد میں لوگوں نے نماز جمعہ ادا کی اور اسی دن بعد نماز عصر حضور شیخ اعظم سید محمد اظہار اشرف اشرفی جیلانی کے مقدس ہاتھوں سے علماء اورعوام کی موجودگی میں جامعہ اشرفیہ مختار العلوم اور اشرفی مسجد کی سنگ بنیاد نعرۂ تکبیر و رسالت کی گونج میں رکھی گئی اور حضرت نے اپنے جیب خاص سے اس کام کے لئے کچھ رقم بھی عطا فرمائی۔

اسی روز بعد نماز عشاء مدرسہ کے وسیع گراؤنڈ میں عظیم الشان ''جلسۂ سنگ بنیاد'' انعقاد کیا گیا۔جس میں اطراف و اکناف کے علمائے اہل سنت کا نورانی قافلہ رونق اسٹیج تھا۔ اس اجلاس میں حضور سید اظہار اشرف علیہ الرحمہ نے ردوہابیت پر بڑا پرمغز خطاب فرمایا اورلوگوں کو مسلک حق واہل سنت وجماعت پر قائم رہنے کی ہدایت فرمائی جلسہ کے بعد سینکڑوں لوگ آپ کے دست حق پرست پر بیعت ہوکر سلسلۂ عالیہ اشرفیہ میں داخل ہوئے۔دوسرے دن دن بھر حضرت کا کولھار میں

قیام رہا اور کئی لوگ داخل سلسلہ ہوئے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا کرم ہے کہ شہزادۂ سرکار کلاں پیر طریقت، رہبر شریعت، مفکر ملت حضرت سید شاہ علی اشرف صاحب قبلہ مدظلہ العالی ہر سال کولہار تشریف لاتے ہیں اور حضرت ہی کی قیادت میں جلوس غوثیہ بڑے ہی تزک و احتشام کے ساتھ نکلتا ہے۔ یہ حضرت کا کرم ہے کہ ہر سال ہماری دعوت پر تشریف لاکر ہماری ہمت افزائی فرماتے ہوئے حضور مخدوم پاک کا فیض لٹا رہے ہیں۔ دعا ہے کہ ؎

دائم انہیں ہاتھوں سے پیتے رہیں مستانے
یا رب یہی ساقی ہو یا رب یہی میخانہ

الحاج جناب سکندر بھائی اشرفی اور ان کے رفقاء وٹرسٹیان خصوصاً الحاج عبد الرحیم، عبد الکریم شیخ ناظم جامعہ اشرفیہ مختار العلوم کی بے پناہ کوششوں اور اہلیان کولہار تعاون سے آج جامعہ اشرفیہ مختار العلوم اور مسجد اشرفی کی حسین وجمیل عمارت کی تعمیر مکمل ہو چکی ہے۔ دار العلوم کا تعمیری کام ابھی جاری ہے۔

یہ شیخ اعظم کا فیضان ہے کہ امسال سے شعبہ حفظ وقرأت شروع ہو چکا ہے جس میں فی الوقت سات طلبہ قیام وطعام کے ساتھ علم دین حاصل کر رہے ہیں حضرت مولانا توحید اختر رضوی صاحب امامت وتدریس کا کام بحسن وخوبی انجام دے رہے ہیں۔

آج حضور شیخ اعظم ہم میں نہیں رہے لیکن ہمارا یقین کامل ہے کہ حضرت کا فیضان کرم ہمارے ساتھ ہے اور حضرت کے روحانی فیض کے ذریعہ انشاء اللہ جامعہ اشرفیہ مختار العلوم بہت جلد ترقی کی بلندی پر فائز ہوگا۔ حضرت شیخ اعظم کے وصال کی خبر سن کر کولھار میں جلوس غوثیہ کے موقع پر اہلیان کولھار کی جانب سے حضور شیخ اعظم کی بارگاہ میں خراج عقیدت پیش کیا گیا اور حضرت کی بلندی درجات کے لئے دعا کی گئی۔

فنا کے بعد بھی باقی ہے شان رہبری تیری
خدا کی رحمتیں ہوں اے میر کارواں تجھ پر

☆☆☆☆

بنگلہ دیش میں شیخ اعظم کی خدمات

مولانا محمد شہریار اشرفی جامعی، مدرسہ اشرفیہ اظہار العلوم آشولیا ڈھاکہ بنگلہ دیش

یہ حقیقت مسلم ہے کہ کچھوچھہ مقدسہ کئی صدیوں سے عشق ومحبت، علم وادب اور رشد وہدایت کا سرچشمہ رہا ہے جس کی ضیا بار کرنوں سے تقریباً سات صدیوں سے پوری دنیا مستفیض ومستنیر ہورہی ہے۔

خانوادۂ اشرفیہ بلفظ دیگر سلسلۂ اشرفیہ پورے آفاق میں ایک ایسا پرفیض اور منفرد سلسلہ ہے جس کی نظیر دنیا میں بہت ہی کم ملے گی۔ اس مقدس خانوادے کو جس زاویہ سے دیکھا جائے بے نظیر و بے مثال اور ارفع واعلیٰ نظر آرہا ہے چاہے فضل وکمال میں ہو یا علم وادب میں ہو، عشق ومحبت میں ہو یا میدان دعوت وارشاد میں ہو سب میں نمایاں حیثیت رکھتا ہے۔ اس مقدس سرزمین سے قابل رشک علماء، فقہاء، اولیاء، محدثین، مناظرین، ادباء، شعراء، مجذوب اور عارف باللہ نے جنم لیا۔ آج بھی ان مقدس جماعتوں کی ضیا بار روشن کرنیں پوری دنیا میں پھیلی ہوئی ہیں ان نوری کرنوں سے بے شمار سیاہ قلوب کو روشنی، روح کو بالیدگی اور فکر ونظر کو شادابی ملی۔ بے شمار ایسے لوگ جو ضلالت وگمراہی کے دلدل میں پھنسے ہوئے تھے انہیں ان حضرات کی نظر کرم سے ایمان کی دولت نصیب ہوئی اور جادۂ مستقیم کا ٹھکانا ملا۔

ان برگزیدہ ہستیوں میں ایک عظیم ہستی سراج مجلس علماء، زینت اشرفیت، مظہر مخدوم اشرف، مخدوم العلماء حضرت علامہ مفتی الحاج سید شاہ محمد اظہار اشرف اشرفی جیلانی ''معروف بہ شیخ اعظم'' سجادہ نشین آستانہ عالیہ اشرفیہ حسنیہ سرکار کلاں علیہ الرحمہ کی ذات گرامی بھی ہے، آپ کی پوری زندگی خدمت دین میں صرف ہوئی آپ نے سنیت اور دین اسلام کی وہ گراں قدر خدمات انجام دیں جن کی نظیر تاریخ کے اوراق میں شاذ ونادر ہی ملے گی بایں وجہ آپ کی ذات اقدس کو دنیا والے صبح قیامت تک خراج تحسین اور ہدیۂ تبریک پیش کرتے رہیں گے۔

حضور شیخ اعظم علیہ الرحمہ کا دنیا کے مختلف ممالک میں سفر

ہندو پاک، سری لنکا، ہالینڈ، اسٹریلیا، ساؤتھ افریقہ، ماریشش، مصر، شام اور بنگلہ دیش وغیرہ کا سفر فرمایا۔ جہاں آپ کے مریدین، معتقدین اور خلفاء کی بڑی تعداد کے علاوہ بے شمار خانقاہیں اور ادارے قائم ہیں جہاں سے لوگوں کو ہر وقت تعلیم وتعلم، رشد وہدایت اور ایمان کی دولت نصیب ہورہی ہے، لیکن ان ممالک میں بنگلہ دیش میں آپ نے جو نمایاں خدمات انجام دیں وہ نہ صرف قابل تعریف ہے بلکہ یہ آپ کی بہت بڑی کرامت ہے۔

بنگلہ دیش کی سرزمین پر خانوادۂ اشرفیہ کے سب سے پہلے بزرگ جو تشریف لائے وہ عالم ربانی واعظ لاثانی حضرت علامہ مولانا سید شاہ محمد احمد اشرف اشرفی جیلانی علیہ الرحمہ کی ذات تھی۔ آپ کا بنگلہ دیش میں صرف ایک مرتبہ ''آسٹھ گرام'' علاقے میں آنا ہوا، آپ کے بعد آپ کے صاحبزادے حضور سرکار کلاں علیہ الرحمہ کا تشریف

لا نا ہوا، پھر آپ کے بعد آپ کے صاحبزادے مخدوم العلماء حضور شیخ اعظم علیہ الرحمہ کی تشریف آوری ہوئی اور اس وقت آپ کے صاحبزادگان حضور قائد ملت و اشرف ملت اور خانوادۂ اشرفیہ کے دیگر بزرگ ہستیاں کا بنگلہ دیش کے مختلف علاقوں میں تبلیغی دورے ہو تے رہتے ہیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے بنگلہ دیش کی سرزمین پر حضور شیخ اعظم علیہ الرحمہ سے جو خدمات لی ہے وہ نا قابل فراموش ہے۔آپ بنگلہ دیش میں کئی مرتبہ تشریف لائے اور وہاں کے اکثر وبیشتر علاقوں کا سفر کیا۔ آپ کے مریدین ومعتقدین میں سے اکثر لوگ ایسے تھے جو وہابی عقائد کے مطابق زندگی گزار رہے تھے لیکن آپ کی دعوت وتبلیغ سے اللہ تعالیٰ نے ان کے قلوب کو نور ایمان اور نور ہدایت سے منور کر دیا۔

بنگلہ دیش کے مختلف علاقوں کا سفر

راجدھانی ڈھاکہ کے مختلف علاقوں میں آپ نے قدم رنجہ فرمایا اور اپنی اثر انگیز وعظ ونصیحت اور تبلیغ واشاعت کے ذریعے بہت سارے لوگوں کو راہ ہدایت پر لے آئے۔علاقوں کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے۔

ڈھاکہ،ڈھان منڈی،محمد پور، میر پور،گلشن،بنانی، تاری دھارا،اترا،دکھن خان،اتر خان،ٹونگی،غازی پور،بڈہ، کھل گاؤں، واری، جونگی نگر، بوتو گرام،نواب پور، چاک بازار،اسلام پور، دھنیا چاترہ باڑی،شونی اکڑہ،شمولی،صابر آشولیا،ہزاری باغ،کم رنگی چر،بوشوندھارا وغیرہ۔

ڈھاکہ کے باہر مختلف علاقوں اور ضلعوں کا بھی آپ نے سفر فرمایا جن کی تفصیل یہ ہے۔چاٹگام اور اس کے مختلف علاقے جیسے حالی شہر،شوگندہ،جی سی موڈ کنٹو نمسٹ،سولہ شہر،چاکتائی،رنگو نیا وغیرہ۔ان کے علاوہ اور بھی بہت سارے علاقے مثلاً راج شاہی،رنگ پور،سید پور،ایٹر ڈی، بریشال،کوملا،برہمن بریا،سلہٹ،ہوبی گنج میمن سنگھ۔پاکھوندیا،بھورپ آسٹھ گرام وغیرہ میں آپ کا دورہ رہا۔مختصر یہ کہ آپ نے بہت ہی کم وقت میں بنگلہ دیش اکثر وبیشتر اور خاص خاص جگہوں پر فتح حاصل کر لی اور مخدومی مشن کو بنگلہ دیش کے کونے کونے تک پہنچا دیا جو نہ صرف آپ کی بہت بڑی خدمت ہے بلکہ ولایت وبزرگی پر مضبوط دلیل بھی ہے۔

مریدین کی تعداد

ڈھاکہ راجدھانی کی آبادی اس وقت تقریباً سوا کروڑ کی ہے آپ نے ڈھاکہ کے بیشتر علاقوں میں قیام کیا اس لحاظ سے مریدین کی تعداد پچاس ہزار سے زائد ہوگی اس طرح پورے بنگلہ دیش میں مریدین ومعتقدین کی تعداد لاکھ سے زائد ہیں (بقول جناب نیاز الرحمن اشرفی)

مختلف علاقوں میں تعمیری خدمات

تعمیری خدمات میں حضور شیخ اعظم علیہ الرحمہ کی ذات منفرد اور یکتا نظر آتی ہے بالخصوص ادارے قائم کرنے میں تو بے نظیر ہیں آپ جس ملک اور جس شہر میں تشریف لے گئے ضرور تعمیری خدمات مثلاً مدارس، مساجد اور خانقاہیں وغیرہ قائم کیں اور بنگلہ دیش میں بھی آپ کے یہ نمایاں کارنامے رہے۔جس علاقے میں بھی تشریف لے گئے وہاں کچھ نہ کچھ تعمیری خدمات انجام دیں جہاں جس چیز کی ضرورت محسوس ہوئی اس کی تعمیر کی مثلاً مدرسے، خانقاہ اور مساجد وغیرہ۔اس وقت بنگلہ دیش کے مختلف شہروں اور علاقوں میں حضور شیخ اعظم علیہ الرحمہ کے مختلف ادارے، مساجد اور خانقاہیں قائم ہیں جہاں سے سنیت اور مشن کا کام زور پر چل رہا ہے اور طالبان حق علم ومعرفت کے جام سے سیراب ہو رہے

ہیں خصوصاً راج شاہی، چاٹگام، سید پور، رنگ پور، ایٹر ڈی، آسٹھ گرام اور آشولیا وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

اظہار العلوم

یوں تو حضور شیخ اعظم علیہ الرحمہ نے بنگلہ دیش کے مختلف مقامات پر دین وسنیت کی گراں قدر خدمات انجام دیں جن کو کبھی بھی فراموش نہیں کیا جا سکتا لیکن ان میں جو سب سے آپ کی بڑی اور قابل تعریف خدمات ہیں وہ ''مدرسہ اشرفیہ اظہار العلوم، مختار المساجد اور سید اظہار اشرف اسکول اینڈ کالج'' کا قیام ہے۔

اغراض ومقاصد

حضور شیخ اعظم نے جب بنگلہ دیش کے حالات کا جائزہ لیا تو معلوم ہوا کہ پورے بنگلہ دیش میں وہابیت کا غلبہ ہوتا جا رہا ہے دن بدن سنیت تنزلی کی طرف جا رہی ہے تبھی سے آپ کو فکر دامنگیر ہوئی کہ بنگلہ دیش میں سنیت کا تحفظ وبقاء کس طرح ہوگا اور فرقۂ باطلہ سے کس طرح مقابلہ کیا جائے گا۔ جس کے لئے آپ نے ایک ایسا علمی وروحانی مرکزی ادارہ قائم کرنے کا ارادہ فرمایا جو ثانی جامع اشرف ہو تعلیم وتعلم اور اصول وضوابط بھی اسی کی طرح ہوں جہاں سے باصلاحیت اور جید علماء، فضلاء، مفتیان کرام اور حفاظ عظام فارغ التحصیل ہو کر نہ صرف بنگلہ دیش میں بلکہ پوری دنیا میں ترویج واشاعت اور سنیت کا فروغ دے سکیں۔ احقاق حق اور ابطال باطل بھی کر سکیں، لیکن بنگلہ دیش کی سرزمین پر سنیت کا مرکزی ادارہ قائم کرنا یہ آسان کام نہیں تھا بلکہ اس کام کو کوئی ولی کامل ہی انجام دے سکتے تھے اور اس عظیم کام کے لئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضور شیخ اعظم علیہ الرحمہ کی ذات کا انتخاب فرمایا۔

بفضلہٖ تعالیٰ مدرسے کا دس منزلہ فاؤنڈیشن ہے مخدومی فیضان، حضور سرکار کلاں علیہ الرحمہ کی نگاہ کرم، حضور شیخ اعظم علیہ الرحمہ کی جہد مسلسل اور حضور قائد ملت اور اشرف ملت کی قیادت سے چار منزلہ عمارت بالکل تیار ہو گئی ہے جس میں قیمتی ٹائلس اور ماربل لگائی گئی ہے جسے دیکھنے کے بعد دل باغ باغ ہو جاتا ہے۔

مختار المساجد ڈھاکہ

جہاں حضور شیخ اعظم علیہ الرحمہ نے ایک عظیم ادارہ مدرسہ اشرفیہ اظہار العلوم قائم فرمایا وہیں ایک عالی شان ''مختار المساجد'' بھی قائم فرمائی جس کی اب تک سہ منزلہ عمارت تیار ہو چکی ہے جس میں سب سے قیمتی ماربل لگانے کے ساتھ اے۔سی کی بھی سہولت ہے اور مسجد کا نقشہ بالکل مسجد اقصیٰ کی طرح ہے۔

ایشیا میں ایک نمبر

مدرسہ اشرفیہ اظہار العلوم کو نہ صرف آپ کا مقصد ایک بہترین یونیورسیٹی بنانا تھا بلکہ پورے ایشیا میں ایک نمبر دینی وعصری علوم کا مرکز بنانے کی پلاننگ تھی۔ بحمدہٖ تعالیٰ آپ کے مریدین ومعتقدین بالخصوص الحاج جناب صوفی میزان الرحمٰن اشرفی، الحاج جناب مسعود الرحمٰن اشرفی فدائے سرکار کلاں علیہ الرحمہ ودیگر انجمن اشرفیہ اور غلامان حضور شیخ اعظم علیہ الرحمہ کے اندر وہ جذبات اور کاوشیں دیکھی جا رہی ہیں کہ ان شاء اللہ العزیز ایک دن ضرور پورا ایشیا ہی کیا پوری دنیا میں الگ مقام حاصل کرے گا۔

پیر ومرشد حضور شیخ اعظم علیہ الرحمہ کا اس ادارے کو قائم کرنے کا مین مقصد اعلیٰ سے اعلیٰ تعلیم فراہم کرانا ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا تھا کہ یہاں بچوں کو اس طرح تعلیم وتربیت دی جائے کہ دنیا کے جس کونے اور جس ڈیپارٹمنٹ میں جائیں ناکام نہ ہوں بایں وجہ یہاں نہ صرف دینی تعلیم دی جا رہی ہے بلکہ عصری تعلیم جیسے ڈاکٹر، انجینیر اور وکالت وغیرہ کا معقول انتظام کیا جا رہا ہے

جس کے لئے مدرسہ سے اونچے اعلیٰ پیمانے پر "Syed Izhar Ashraf school & College" قائم کیا گیا ہے جہاں اس وقت سیکڑوں طلبہ اور طالبات زیور علم سے آراستہ و پیراستہ ہو رہے ہیں۔

مختصر یہ کہ حضور شیخ اعظم علیہ الرحمہ کے بنگلہ دیش کی سرزمین پر اتنے احسانات اور کرم نوازیاں ہیں کہ اگر تفصیل کے ساتھ بیان کیا جائے تو کئی ضخیم کتابیں تیار ہو جائیں گی بس اتنا سمجھ لیجیے کہ تبلیغ واشاعت کے جتنے طریقے ہیں سب طریقوں سے آپ نے خدمات انجام دیں مثلاً بیان وخطابت، تحریر وتعمیر، اخلاق و کردار اور اسوۂ حسنہ وغیرہ اور ایسا ہو بھی کیوں نہ جب کہ آپ میں فضل الٰہی، عشق مصطفوی، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صداقت وسخاوت، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی عدالت وجلالت، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی عفت واستقامت، حضرت مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی شجاعت وشہامت، حسنین کریمین کا صبر وقناعت، امام اعظم کی فقاہت وفراست، غوث وخواجہ کی کرامت وولایت، مخدوم سمناں کا تصوف وتقویٰ، نور العین کی نورانیت، اعلیٰ حضرت اشرفی میاں کا کمال، مولانا سید احمد اشرف کی خطابت اور حضور سرکار کلاں کی سیرت و کردار جلوہ نما ہو (رحمہم اللہ)

بنگلہ دیش میں آپ کے خلفاء

بنگلہ دیش میں آپ کے مریدین ومعتقدین کی طرح مختلف شہروں اور علاقوں میں خلفاء بھی پائے جاتے ہیں جو اپنی حیثیت واستطاعت کے مطابق مخدومی مشن کو جاری رکھے ہوئے ہیں۔ حضور شیخ اعظم علیہ الرحمہ کی وہ خلفاء جو اس حقیر کی معلومات میں آئے ہیں وہ مندرجہ ذیل ہیں۔

ڈھاکہ: الحاج صوفی جناب محمد میزان الرحمٰن اشرفی، پریسیڈنٹ انجمن اشرفیہ بنگلہ دیش۔ مرحوم صوفی جناب محمد حبیب الرحمٰن اشرفی، مولانا محمد غیاث الدین صاحب اشرفی، مولانا محمد مشتاق احمد اشرفی، مولانا قاری عبد الرفیق اشرفی، سید مزمل حسین اشرفی۔

کومیلا: محمد ابرار احمد اشرفی

فینی: محمد حمید الرحمٰن اشرفی

چاٹگام: مولانا محمد شفیع الحق اشرفی

برھمن بڑیا: مولانا محمد جلال الدین اشرفی

سید پور: مرحوم محمد شمس الدین اشرفی، محمد ناصر حسین اشرفی

راج شاھی: مولانا معین الدین اشرفی

نوٹ: واضح رہے کہ ۳ نومبر ۲۰۰۳ء کو مدرسہ اشرفیہ اظہار العلوم کی تعلیم کا سلسلہ شروع ہوا اس وقت یہ مدرسہ نیا ٹولہ مگ بازار ڈھاکہ میں تھا پھر ۲۰۰۵ء میں آشولیا ڈھاکہ میں منتقل کر دیا گیا یہاں پہ مدرسے کی بنیاد حضور شیخ اعظم کے حکم سے حضور قائد ملت سید محمد محمود اشرف اشرفی جیلانی ولیعہد سجادہ نشین آستانہ عالیہ اشرفیہ حسنیہ سرکار کلاں کے دست مبارک سے رکھی گئی۔

مولیٰ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس خاندان کی نعمتیں اور برکتیں نصیب فرمائے اور سیدی مرشدی حضور شیخ اعظم علیہ الرحمہ کے فیوض وبرکات سے مالا مال کرے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔

☆☆☆☆

نگاہ عشق ومستی میں وہی اول وہی آخر
وہی قرآں وہی فرقاں وہی یٰسین وہ طٰہٰ
وہ دانائے سبل ختم الرسل، مولائے کل جس نے
غبار راہ کو بخشا فروغ وادیِ سینا
(ڈاکٹر اقبال)

مالیگاؤں میں شیخ اعظم کے دینی کارنامے

محمد ابراہیم اشرفی،
جنرل سکریٹری الاشرف اکیڈمی، شاخ مالیگاؤں۔ Mob: 09890345463

جانشینِ مخدوم سمناں، پیر طریقت، بدرِ شریعت، مخدوم العلماء حضرت علامہ مولانا مفتی الحاج الشاہ سید محمد اظہار اشرف اشرفی جیلانی علیہ الرحمہ المعروف بہ ’’حضور شیخِ اعظم‘‘ سجادہ نشین خانقاہ اشرفیہ حسنیہ سرکارِ کلاں خانوادۂ اشرفیہ کی اس منور و مجلّٰی تاریخ ساز شخصیت کا نام ہے جو رشد و ہدایت، علم و حکمت، ترویج دین و سنیت سے عبارت ہے ’’شیخ اعظم‘‘ جہاں بے شمار اوصاف و کمالات سے متصف تھے وہیں آپ کی حیات مقدسہ کا روشن پہلو دینِ حق کی نشر و اشاعت کے لئے پیش کی جانے والی قربانیاں ہیں۔ دین و ملت و قوم کی فلاح و بہبود کے لئے جو نا قابلِ فراموش کارنامے آپ نے انجام دیے ہیں وہ عصر حاضر میں مینارۂ نور کی حیثیت رکھتے ہیں۔

خانقاہ اشرفیہ حسنیہ کی تعمیر و توسیع، جامع اشرف کا قیام نیز ملک و بیرون ملک سینکڑوں مساجد و مدارس کے ساتھ مختلف دینی، ملی و فلاحی تنظیموں کا قیام ’’شیخ اعظم‘‘ کے زندہ جاوید کارناموں کی روشن دلیل ہے، جن کے نقوش درخشندہ برِ صغیر ہی نہیں بلکہ افریقہ و امریکہ تک پھیلے ہیں۔ انہیں انمٹ نقوش کی ایک روشن کڑی مہاراشٹر کے شہر مالیگاؤں (ضلع ناسک) سے ملحق ہے۔

مسجدوں، میناروں، درسگاہوں، خانقاہوں اور درگاہوں کا شہر مالیگاؤں کسی تعارف کا محتاج نہیں۔ ۱۸۵۷ء کے شورش زدہ مہاجرین کے آباد کردہ اس شہر میں سرکار اعلیٰ حضرت سید علی حسین اشرفی میاں رحمۃ اللہ علیہ کا ورودِ مسعود غالباً ۲۰ ویں صدی کی دوسری دہائی میں ہوا۔ جو خانوادۂ کچھوچھہ کی جانب سے اولین تبلیغی دورہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ آپ کی تشریف آوری اہل سنت و جماعت کے لئے خیر و برکت ثابت ہوئی۔ ابتدائی چند سالوں تک شہر کے مختلف مقامات سے رشد و ہدایت کا سلسلہ جاری و ساری رہا۔ آپ کے قدومِ میمنت لزوم و مخدومی فیضان کے طفیل محبین و معتقدین اور ارادت مندوں کی کثیر تعداد کے پیشِ نظر حسبِ ضرورت ۲۱۔۱۹۲۰ء میں محلّہ خوش آمد پورہ میں ’’خانقاہ اشرفیہ حسنیہ سرکار کلاں‘‘ قائم فرما کر اسے (اسوقت کے صوبۂ مہاراشٹر اور اس سے متصل علاقوں) کے دار الخلافہ کا شرف بخشا۔ اس کے ایک سال بعد خانقاہ سے متصل مسجد خانقاہ اشرفیہ کا سنگِ بنیاد رکھا۔ خانقاہ اشرفیہ کا قیام اہل سنت و جماعت کی ترویج و پختگی اور فروغِ سلسلۂ اشرفیہ کی علامت بن گیا۔ مقامی سطح پر ’’مرکزِ روحانیت‘‘ کے نام سے مشہور یہ خانقاہ گہوارۂ رشد و ہدایت کے ساتھ آج بھی فروغِ سلسلۂ اشرفیہ کا مرکز و محور ہے۔ اس ضمن میں کام کرنے والی مختلف فلاحی و ملی تنظیمیں نیز مساجد و مدارس کا قیام اسی روحانی و عرفانی خانقاہ کی مرہونِ منت ہے۔ اعلیٰ حضرت اشرفی میاں کے وصال پر ملال کے بعد فیض مخدومی کا یہ سلسلہ بتدریج جاری رہا اور بیک وقت حضور سرکار کلاں علیہ الرحمہ کی سرپرستی و حضور محدثِ اعظم ہند علیہ الرحمہ کی رہنمائی نے مشائخ کچھوچھہ مقدسہ سے شہر مالیگاؤں کے رشتوں کی

جڑوں کو مزید مضبوطی فراہم کی۔ خانقاہ اشرفیہ کے زیرِ اہتمام حضور محدثِ اعظم ہند کچھوچھوی کے دستِ اقدس سے خانقاہ کی عمارت میں ''دارالعلوم اہل سنت اشرفیہ'' کا قیام اس روحانی خانقاہ کو شریعت و طریقت کا عظیم سنگم بنادیا۔ جو علوم ظاہر و باطن کا منبع بن کر اپنی ضیاء پاشیاں کرتا رہا۔

تعلیمی فراغت، بیعت وارادت اور تدریسی خدمات کے بعد ۱۹۶۱ء میں شیخ اعظم نے باضابطہ اپنے تبلیغی دورے کا آغاز بحکم سرکار کلاں اشرفیہ وعظ کمیٹی کے زیر اہتمام دس روزہ محرم شریف کے وعظ سے کیا۔ جس کا ذکر خود آپ نے اپنے علمی مجلس نیز دارالعلوم اشرفیہ کے سالانہ اجلاسِ دستار بندی میں کیا ہے۔ میدانِ عمل میں آنے کے بعد آپ اپنے والدِ گرامی حضور سرکار کلاں کا دستِ راست بن کر آپ کے سایۂ عاطفت میں مخدومی مشن کے اس عروج و ترقی کے سفر میں مدارسِ اسلامیہ کا نظامِ تعلیم و تربیت نیز دین وسنیت وسلسلۂ اشرفیہ کے فروغ و استحکام پر خصوصی توجہ فرماتے رہے۔ ۱۹۹۷ء میں مسندِ سجادگی پر جلوہ افروز ہونے کے بعد آپ نے اپنے مورثین کے مشن کو نہ صرف بحسن وخوبی انجام دیا بلکہ اپنی سرپرستی میں بیشتر مدارس، مساجد، دینی، ملی وفلاحی تنظیموں کا قیام فرما کر انہیں اپنی فراست و تدبر سے بقاء ودوام کی دولت فراہم کی اور اس میں چار چاند لگادیا۔ جسے شہریان مالیگاؤں رہتی دنیا تک فراموش نہیں کرسکتے۔ جس کی مختصر تفصیل درج ذیل ہے۔

خانقاہ اشرفیہ حسنیہ سرکار کلاں کی توسیع

جدید سہولیات سے آراستہ عمارت کی اشد ضرورت کے پیشِ نظر منتظمین کی جانب سے پیش کردہ (سرکار اعلیٰ حضرت کی قائم کردہ) اس عظیم خانقاہ کے تعمیری وتوسیعی منصوبے کو حضور شیخ اعظم نے اجازت عطا فرما کر دارالعلوم کی جدید عمارت میں منتقلی کے بعد خانقاہ کی بالائی منزل پر لڑکیوں کی دینی درسگاہ کے قیام کا خصوصی حکم فرمایا۔ جس کا تعمیری آغاز مفکرِ اسلام سید علی میاں قبلہ کی دعا سے ہوا جو تکمیل کے مراحل طے کررہی ہے۔ یہ شاندار سہ منزلہ پرشکوہ عمارت مقامی سطح پر حضور شیخ اعظم کی ایک عظیم تعمیری یادگار ہے۔ علاوہ ازیں حضور سرکار کلاں کی سرپرستی میں مرکزی خانقاہ اشرفیہ حسنیہ سرکار کلاں کچھوچھہ شریف (یوپی) کے زیر اہتمام عرس مخدومی کے لنگر خانے کے اخراجات میں معاونت کے لئے خانقاہ کی ملکیت پر عظیم الشان سہ منزلہ عمارت سات شاپنگ سینٹر اور دس کمروں پر مشتمل بنام ''اشرفی ہاسٹل'' کا قیام فرمایا۔ ۱۹۹۵ء میں اس کی تعمیر مکمل ہونے کے بعد شیخ اعظم کی سرپرستی میں بہترین نظم ونسق کے ساتھ اس عمارت کی آمدنی کا وافر حصہ لنگر خانے کے اخراجات میں معاونت کا عمل اب تک جاری وساری ہے۔

مدارسِ اسلامیہ کی سرپرستی و قیام

فریضۂ تعلیم وتبلیغ میں مدارسِ اسلامیہ کا کردار اپنی جگہ مسلّم ہے۔ بلکہ اشاعت دین انہیں پر موقوف ومنحصر ہے۔ شیخ اعظم قبلہ کے نزدیک دینی تعلیم کی نشر و اشاعت میں مدارس اسلامیہ کو ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت حاصل ہے۔ آپ نے مدارس اسلامیہ کا صرف قیام ہی نہیں فرمایا بلکہ شعبۂ تعمیر کے ساتھ تعلیمی نظامِ عمل کے عروج وارتقاء کو اپنی توجہات کا مطمحِ نظر بنایا۔ ان شعبوں کی ترقی کے لئے ہر ممکن کوشش کی۔ اس ضمن میں مدارس اسلامیہ کے مختلف شعبہ جات میں کی گئیں آپ کی کار

گذاریاں اہمیت کی حامل ہیں۔

دار العلوم اھل سنت خانقاہ اشرفیہ کی تعمیروتوسیع

دارالعلوم اہل سنت اشرفیہ اپنے قیام کے روزِ اول سے تقریباً ۲۰ سالوں تک خانقاہ شریف کی بالائی منزل پر جاری وساری رہا۔ ۱۹۷۰ء کی دہائی میں ادارے کی مستقل عمارت کے لئے محلّہ مالدہ شیوار میں حضور سرکارکلاں کی سرپرستی میں ایک وسیع وعریض قطعہ اراضی خریدی گئی، حالات کے تئیں جس کی تعمیر موقوف رہی۔ لیکن ۱۹۹۸ء میں اپنے والدِ گرامی کے خواب کو شرمندۂ تعبیر کرنے کے لئے اس ادارے کی ترقی کے پیشِ نظر نظامِ تعلیم وتعمیر کا عظیم منصوبہ بنا کر ۱۲۸ اراکین پر مشتمل باڈی تشکیل دی۔ آپ کی خصوصی دعاؤں اور نوازشوں کے طفیل نیز اراکین، محبین ومعتقدین کی محنتِ شاقہ کی بدولت ۱۲۰/ ۲۰ قطعہ اراضی پر اس پرشکوہ عمارت کا تعمیری عمل مکمل ہونے پر مسجد حافظ یعقوب اشرفی (۴۸۰۰ اسکوائرفٹ) کی خرید سمیت ایک طویل قطعہ اراضی طلبہ کی تفریحی ضروریات کے پیشِ نظر مالدہ گرام پنچایت سے حاصل کی گئی۔ جدید سہولیات سے آراستہ مرکزی حیثیت کی حامل اس دینی درسگاہ کا افتتاح حضور مفکرِ اسلام سید علی میاں قبلہ کی دعا سے ۲۰۱۰ء میں عمل میں آیا اور باضابطہ تعلیم کا آغاز ہوا۔ دارالعلوم کے مختلف تعلیمی شعبہ جات میں سینکڑوں طلباء زیورِ تعلیم سے آراستہ ہورہے ہیں۔ جہاں قیام وطعام کے ساتھ علاج ومعالجے کا بہترین نظم ہے۔

دار العلوم عظمتِ مصطفی کاقیام

مالیگاؤں کے شمالی حصے میں آباد گنجان آبادی میں ترویج وسنیت کی اشد ضرورت کے پیشِ نظر اس ادارے کا قیام ۱۹۹۵ء میں شیخ اعظم کی سرپرستی میں عمل میں آیا۔ جس کا سنگِ بنیاد مفتی زین الدین اشرفی قبلہ علیہ الرحمہ کی موجودگی میں سید انوار اشرف میاں قبلہ شہزادۂ سرکارکلاں کے دستِ اقدس سے رکھا گیا۔ اشرفیہ فاؤنڈیشن کے زیرِ اہتمام طالبانِ علومِ نبویہ کی قلیل تعداد کے ساتھ جاری ہونے والے اس ادارے کو شیخ اعظم کی سرپرستی نے بہت جلد بامِ عروج پر پہنچادیا۔ جس پر ادارے کے منتظمین وذمہ داران آج بھی نازاں ہیں۔ علاقے میں اپنی انفرادی شان وشوکت رکھنے والے اس دارالعلوم میں دورِ جدید کے فقہی مسائل کے حل اور فتویٰ نویسی کے لئے ایک عظیم الشان دارالافتاء قائم ہے۔ اس وقت ادارے میں شعبۂ عالمیت، حفظ وقرأت وشعبۂ ناظرہ میں ڈھائی سو سے زائد تشنگانِ علمِ دین سیراب ہورہے ہیں جہاں قیام وطعام کے ساتھ علاج ومعالجے کا بہترین نظم ہے۔

اشرفیہ فاؤنڈیشن کی سرپرستی وعروج

مقامی سطح پر انفرادی حیثیت کے حامل اس ادارے کا قیام ۱۹۹۴ء میں حضور سرکارِکلاں وحضور شیخ اعظم کی سرپرستی میں عمل میں آیا جس کے بانیان میں الحاج محمد اشرفی فہیم محرکِ اول کی حیثیت رکھتے ہیں۔ علاقائی ضرورتوں کے پیشِ نظرسنی مساجد، مدارس، عیدگاہ وقبرستان گاہ نیز مختلف دینی، ملی وفلاحی کاموں کی انجام دہی کے ساتھ بروقت مختلف قومی وملی ومذہبی مسائل پر مسلمانوں کی رہنمائی اس ادارے کے بنیادی مقاصد میں شامل ہے۔ ان مقاصد کی کامیابی میں حضور شیخ اعظم کی کارگذاریاں کلیدی حیثیت رکھتی ہیں۔ آپ کی خصوصی نوازشات وتوجہات نیز بروقت مختلف گوشوں پر رہنمائی ا

ور آپ کے خصوصی مشوروں سے اس وقت اس ادارے کے زیرِ اہتمام دارالعلوم عظمتِ مصطفیٰ ،عائشہ نگر قبرستان،مولانا سید احمد اشرف عیدگاہ سمیت شہر کے شمالی حصے میں آٹھ مساجد کا انتظام و انصرام اس ادارے کے ماتحت جاری ہے۔اس ادارہ کا اہم وقابلِ تقلید کارنامہ عیدگاہ و مساجد سمیت دیگر علاقوں کو خانوادۂ اشرفیہ کے نام سے منسوب وموسوم کرنا ہے جو کہ خانوادۂ اشرفیہ سے والہانہ عقیدت ومحبت اور قلبی لگاؤ کا بین ثبوت ہے۔حاجی محمد ظہیر احمد اشرفی کی صدارت میں یہ ادارہ دین وسنیت و سلسلہ اشرفیہ کے فروغ واستحکام میں شب وروز مصروف ہے جس کے مستقبل کے مقاصد میں لڑکیوں کی دینی درسگاہ بنام ''الجامعہ سیدہ زاہدہ اشرفی'' (موسوم بہ رابعہ ثانیہ والدۂ مخدومہ حضور سرکارِ کلاں)ومسجد الحاج محمد اشرفی کا قیام ہے۔

عیدگاہ و قبرستان کا قیام

مقامی سطح پر حضور سرکارِکلاں وحضور شیخ اعظم کی سرپرستی میں عظیم الشان عیدگاہ بنام مولانا سید احمد اشرف عیدگاہ وعائشہ نگر قبرستان کا قیام اشرفیہ فاؤنڈیشن کے اہم کارناموں میں شمار کیا جاتا ہے۔''واعظِ لاثانی ،عالمِ ربانی مولانا سید احمد اشرف کے نام سے موسوم عیدگاہ اہل سنت وجماعت کی اہم عیدگاہ تسلیم کی جاتی ہے۔چار ایکڑ کے رقبے پر مشتمل اس عیدگاہ کا قیام حضور سرکارِکلاں کی دعاؤں کے طفیل ۱۹۹۵ء میں عمل میں آیا ابتداءً ایک ایکڑ کی خرید خانوادۂ محمد اشرفی کے تعاون سے مکمل ہونے کے بعد مزید ۱۳ یکڑ کی خرید کا عمل شیخ اعظم کی سرپرستی میں ذمہ داران کی مخلصانہ جدو جہد نیز مخیّر حضرات کے تعاون سے کیا گیا۔شیخ اعظم قبلہ کے دستِ اقدس سے عیدگاہ کے منبر کا سنگ بنیاد رکھا گیا جہاں پہلی نماز عید الفطر شہزادۂ مخدوم سمناں مولانا سید احسن میاں قبلہ(مقیم حال لندن) کی اقتداء میں ادا کی گئی۔

عائشہ نگر قبرستان کا قیام ۱۹۹۳ء میں شمالی حصے کی کثیر مسلم آبادی کی ضرورت کے پیش نظر وجود میں آیا تقریباً 11 ایکڑ قطعہ اراضی پر مبنی اس قبرستان سمیت اشرفیہ فاؤنڈیشن کے زیرِ اہتمام جاری عیدگاہ ومساجد کا اندراج شیخ اعظم کی سرپرستی کے ساتھ قانونی طور پر سرکاری دفاتر میں رجسٹرڈ ہیں۔

اشرفیہ اظہار البنات کا قیام

اس ادارے کا وجود ۲۰۰۶ء میں شیخ اعظم کے آخری تبلیغی دورے پر آپ کی سرپرستی میں عمل میں آیا۔ شیخ اعظم کی خصوصی دعاؤں، نیز نظامِ تعلیم کے عمل وتعمیر کے مختلف گوشوں پر آپ کی رہنمائی سے جہاں بیک وقت تعلیم کے ساتھ تعمیر کا سلسلہ جاری ہے۔ادارے کی مختلف شاخوں میں تقریباً تین سو طلباء وطالبات علمِ دین حاصل کررہے ہیں نیز شعبہ عالمیت کے چار سال مکمل ہو چکے ہیں اور بہت جلد درسِ بخاری شریف کا افتتاح خانوادۂ کچھوچھہ کے دستِ اقدس سے ہوگا۔حضرت کی سرپرستی میں طالبات کی اس دینی درسگاہ کا قیام مقامی سطح پر ایک نئے باب کا آغاز ہے۔

شبینہ وصباحی مدارس کی سرپرستی

مذکورہ بالا مدارس میں سرپرستی کے ساتھ شہر کے بیشتر مقامات نیز مساجد میں مختلف شبینہ وصباحی ناظرہ مدارس برائے طلبہ وطالبات شیخ اعظم کی سرپرستی میں جاری وساری ہیں۔جہاں نونہالانِ قوم وملت اپنی علمی پیاس بجھارہے ہیں۔جن میں مدرسہ عائشہ صدیقہ ، مدرسہ تہذیب القرآن،مدرسہ فیضانِ رحمت ،مدرسہ فیضانِ رضا وغیرہ مدارس قابلِ ذکر ہیں۔

مکتبہ الاشرف کاقیام اور ہفت روزہ اخبار الاشرف کی سرپرستی

شہر مالیگاؤں میں ۲۰۰۷ء میں حضور شیخ اعظم قبلہ نے مکتبہ الاشرف قائم فرما کر حضور سرکارِ کلاں کے دیرینہ خواب کی تکمیل فرمائی۔ جہاں خانوادہ اشرفیہ واہل سنت وجماعت کی تصانیف کے علاوہ خانقاہ اشرفیہ کچھوچھہ جامع اشرف کی دیگر مطبوعات کچھوچھہ مقدسہ کی متبرک اور فیض رساں اشیاء کی ترسیل وفروخت کا بہتر نظام ہے۔ علاوہ ازیں آپ کی سرپرستی میں ۲۰۰۴ میں سنیت کا بے باک ترجمان ہفت روزہ الاشرف کی حضور اشرفِ ملت کے دستِ اقدس سے رونمائی شعبہ نشر و اشاعت میں شیخ اعظم کا اہم کارنامہ مانا جاتا ہے۔

مقامی سطح پر دین وسنیت اور فروغِ سلسلہ اشرفیہ کے لئے سرگرم وفعال تنظیم الاشرف اکیڈمی شاخ مالیگاؤں کے علاوہ شہر کی مختلف دینی وفلاحی انجمنوں کو شیخ اعظم کی سرپرستی کا اعزاز حاصل ہے جن میں ادارۂ احباب حلقۂ ذکر، ادارہ فیضان اشرف، ادارۂ شاہ سمنان، ادارۂ سیداظہار اشرف ، اشرف اکیڈمی، ادارۂ اکبر اشرفی، ادارۂ سرکارکلاں، ادارۂ سلطان الہند، شاہ علی حسین گروپ، اشرفی سوسائٹی وغیرہ قابلِ ذکر ہیں۔

مساجد کی سرپرستی اور قیام

مالیگاؤں میں اس وقت شیخ اعظم کی سرپرستی میں ۱۸ مساجد آباد و جاری ہیں جن میں ۹ مساجد کا قیام حضور شیخ اعظم قبلہ نے اپنی حیات میں فرمایا۔ مسجد خانقاہ اشرفیہ کے علاوہ دیگر ۸ مساجد کا قیام حضور سرکارکلاں کی سرپرستی میں عمل میں آیا۔ جن میں متعدد مساجد کا افتتاح خانوادۂ اشرفیہ کے مشائخ کی امامت سے ہوا۔ شیخ اعظم کی سرپرستی میں جاری ان تمام مساجد کی فہرست مع سنِ قیام درج ذیل ہے۔

نام	سنِ قیام	محلہ
مسجد خانقاہ اشرفیہ	۱۹۸۱ء	خوش آمد پورہ
مسجد آمنہ اشرفی	۱۹۸۸ء	سلامت آباد
مسجد اشرفی الجیلانی	۱۹۸۹ء	مرچنٹ نگر
مسجد خیر الاسلام	۱۹۹۰ء	منشی شعبان نگر
مسجد احمد یہ اشرفیہ	۱۹۹۲ء	ایوب نگر
مسجد مخدومیہ اشرفیہ	۱۹۹۴ء	رحمت آباد
مسجد لطیفیہ اشرفیہ	۱۹۹۴ء	انصار گنج
مسجد عبدالجبار اشرفی	۱۹۹۴ء	سید انوار اشرف نگر
مسجد سید محمد مختار اشرف	۱۹۹۵ء	سید مختار اشرف نگر
مسجد زیب النساء اشرفی	۱۹۹۵ء	محمد حنیف نگر
مسجد کلثوم اشرفی	۱۹۹۶ء	گلشنِ اشرف نگر
مسجد زیتون اشرفی	۱۹۹۷ء	رمضان پورہ
مسجد سید محمد اظہار اشرف	۱۹۹۸ء	سید اظہار اشرف نگر
مسجد غریب نواز	۱۹۹۸ء	غوث پورہ، مالدہ شیوار
مسجد حاجی نذیر اشرفی	۲۰۰۰ء	نور نگر
مسجد قمر النساء اشرفی	۲۰۰۲ء	عبدالخالق پارک
مسجد اکبر اشرفی	۲۰۰۳ء	سلیم منشی نگر
مسجد محمد یوسف اشرفی	۲۰۰۵ء	سید انوار اشرف نگر

دعا ہے کہ اللہ رب العزت اپنے محبوب سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے میں ہمیں حضور شیخ اعظم کے خصوصی فیضان وکرم سے مالا مال فرمائے اور جانشینِ شیخ اعظم قائد ملت سیّد محمود اشرف قبلہ اشرفی الجیلانی کی قیادت میں مخدومی مشن کو عروج ودوام عطا فرمائے! (آمین)

اقوالِ حضور شیخ اعظم

۱۔ عام آدمی گمراہ ہو جائے تو اُس کو راہ راست پر لانا کسی قدر آسان ہوتا ہے لیکن ایک عالم گمراہ ہو جائے تو اُس کو سیدھے راستے پر لانا آسان نہیں۔

۲۔ کامیابی کا راز صرف عمل میں مضمر ہے۔

۳۔ ہر مخالفت کا جواب کام ہے۔

۴۔ میں نے جامع اشرف کی تعمیر پھولوں کی سیج پر بیٹھ کر نہیں بلکہ کانٹوں کی راہ پر چل کر کی ہے۔

۵۔ عارف کے لئے معرفتِ الٰہی کا پہلا زینہ صفاتِ سلبیہ ہیں اور غیر اللہ سے قلب کا تخلیہ ہے اور تخلیہ، تجلیہ پر مقدم ہوتا ہے۔

۶۔ قرآن وحدیث دونوں وحی الٰہی ہیں۔

۷۔ دشمنانِ اسلام کی ہر شورش اور یلغار کا جواب مسلمانوں کا کردار اور عمل ہے۔

۸۔ اس دور میں مسلمانوں کی امن وسلامتی اسلامی قانون پر عمل کرنے میں ہے۔

۹۔ دینی تعلیم کی نشر واشاعت میں مدارس اسلامیہ کو ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت حاصل ہے۔

۱۰۔ باپ پر اولاد کا حق یہ ہے کہ وہ اولاد کو اچھی تربیت کرے اور انہیں نیک وصالح بنانے کی کوشش کرے۔

۱۱۔ والدین کی رضا کو مقدم جانو۔

خلفائے حضور شیخ اعظم

قاری شمس الحق اشرفی	مالیگاؤں ضلع ناسک، مہاراشٹر
مولانا افتخار جامی اشرفی	مالیگاؤں ضلع ناسک، مہاراشٹر
محمد نذیر اشرفی مرحوم	مالیگاؤں ضلع ناسک، مہاراشٹر
احمد اشرفی بن وحید الدین مرحوم	مالیگاؤں۔
حافظ وقاری مفتی محمود بوستانی اشرفی	مالیگاؤں ضلع ناسک، مہاراشٹر
مولانا نثار عالم اشرفی	اورنگ آباد، مہاراشٹر
مولانا علی سردار اشرفی	اورنگ آباد، مہاراشٹر
حافظ حسام الدین اشرفی	اورنگ آباد، مہاراشٹر
سیّد مرتضیٰ علی عرف افسر پاشا	عثمان آباد

☆☆☆☆

کلام شیخ اعظم

مقصود کائنات ہیں سرکار بالیقیں
ان کے بغیر کچھ بھی ملے ایسا تو نہیں

دیکھا جمال سید عالم تو یوں کہا
سارے جہاں میں تم سا نہیں ہے کوئی حسیں

کتنا سجا کے رکھا ہے دل کو ترے لئے
آجایئے حضور! میرے دل کے اب قریں

فضل وکمال ایسا کہ جس کا نہیں جواب
ہوتی ہے مدح ہر جگہ ہو عرش یاز میں

تیری رضا پہ ہو گیا عالم کا ہر نظام
شمس وقمر کی جھکتی ہے در پر ترے جبیں

شان نبی کو دیکھ کر جبریل نے کہا
ایسے سراپا نور کو دیکھا نہیں کہیں

اظہارؔ پُر خطا پہ کرم کی نظر رہے
تیرے تصوراتِ کرم دل میں ہیں مکیں

شیخ اعظم کا مجاہدانہ کردار

مولانا محمد ہاشم اشرفی، بانی الجامعۃ الاسلامیہ اشرف المدارس گدیانہ کانپور وخلیفہ حضور سرکار کلاں

گردش لیل ونہار اور انقلابات زمانہ کے ساتھ کچھ ایسی عبقری شخصیتیں اور نابغۂ روزگار ہستیاں منصۂ شہود پر رونما ہوئیں جن کے گراں قدر کارناموں اور خوبصورت یادگاروں نے صفحۂ ہستی پر انمٹ نقوش قائم کیے۔

یہ کوئی آٹھویں صدی کا ذکر ہے جب کہ چمنستان نبوی کا ایک مبارک ومسعود پودا اپنے گل کاریوں کے ساتھ خانوادۂ نوربخشیہ کی شکل میں اہل سمنان کو اپنی مشک بار خوشبوؤں سے معطر کر رہا تھا اور آبشارِ نبوی سے علم وعرفان اور رشد وہدایت کے جامِ لبالب سے پیاسی روحوں کو سیراب کر رہا تھا۔

یکا یک شور اٹھا کہ بحر نبوی سے ایک ایسا گوہر آبدار چمکا جس کی نورانی کرنوں سے اہل ایران ہی نہیں بلکہ پوری دنیا منور ہوگئی جو بشارت محمدی کے مطابق ''اشرف'' کے نام سے موسوم ہے، جو نورِ چشمِ مصطفیٰ ہی نہیں بلکہ ربِ اعلیٰ کی بارگاہ میں محبوبیت کا مقام بھی حاصل کرنے والا ہے، جو مستقبل کا سلطان اور غوث بھی، محبوب یزدانی بھی ہے اور قطب ربانی بھی، جو قدوۃ الکبریٰ بھی ہے اور جہانگیر بھی، دنیا جن کو سلطان سید اوحدالدین اشرف جہانگیر سمنانی کچھوچھوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے نام سے جانتی پہچانتی رہے گی۔ زمانہ انگڑائیاں لیتا ہے اور یہ فرزندار جمند اپنی والدہ کی بے شمار دعاؤں کے ساتھ جوانی کی دہلیز تک پہونچ جاتا ہے اور پھر تاج شاہی سر پر سجادیا جاتا ہے ۱۵ سال کی قلیل عمر سے ۲۵ سال کی زندگی تک امور سلطنت کو بخوبی انجام دیتے ہیں اور عدل وانصاف اور کرم گستری کی ایک مثال قائم کر دیتے ہیں لیکن سچ کہا ہے کہنے والے نے ''وارفتگانِ عشق ووفا کی نظر میں محبوب کے راستے کی آبلہ پائی پھولوں کی سیج سے بڑھ کر ہوتی ہے اور قتیل خنجر تسلیم ورضا کی نظر میں ہفت اقلیم کا کرّ وفر چہ معنیٰ دارد کی حیثیت رکھتا ہے'' ڈاکٹر علامہ اقبال نے بجا فرمایا۔

ہے عاشقی میں رسم الگ سب سے بیٹھنا
بت خانہ بھی حرم بھی کلیسا بھی چھوڑ دے

چنانچہ اشارۂ غیبی پاکر آپ نے تاج شاہی سر سے اتار پھینکا اور تخت وتاج کو ٹھوکر ماردی، پاکیزہ جسم سے لباسِ شاہانہ اتار کر چادر درویشی زیب تن فرمایا۔

اللہ اکبر جس سرِ ناز پر تاج شاہی جگمگا رہا تھا وہ طلبِ مولیٰ میں برہنہ ہوگیا دنیا ومافیہا سے بے نیاز یکہ وتنہا نکل پڑے، جنگلوں، پہاڑوں، پُر پیچ سنگلاخ وادیوں اور بے آب وگیا ویران میدانوں سے گزرتے ہوئے اولیاء کاملین سے نعمتیں حاصل کرتے سرحدوں کو عبور کرتے ہوئے حدودِ بنگال پنڈوہ شریف پہونچے جہاں پر سلطان المرشدین حضرت شیخ علاؤالدین گنج نبات علیہ الرحمہ کی ولایت کا سورج خطِ نصف النہار پر جگمگا رہا تھا۔

بارہ سال کی طویل مدت تک شیخ کی خدمت کر کے

بیعت کا شرف حاصل کیا اور خرقہ و دستار اور بے شمار نعمتوں کے ساتھ شیخ ہی کے حکم سے ولایت جون پور کے قصبہ کچھوچھہ کو اپنا مسکن بنایا اور کفر و شرک کی تہ بتہ تاریکیوں کو ایمان وایقان کی روشنی میں بدل دیا جس کے نتیجے میں تقریباً ۵۳ لاکھ غیر مسلمانوں نے اسلام قبول کیا اور ۸۳ لاکھ لوگ دامنِ کرم سے وابستہ ہوئے۔ آپ نے اپنی اخیر عمر میں اپنے روحانی فرزند سید عبدالرزاق نورالعین کو اکابرین سے حاصل شدہ تمام نعمتوں سے نواز کر یہ مژدۂ جانفزا سنایا کہ "اولاد نورالعین اولاد ماست" اور داعیِ اجل کو لبیک کہتے ہوئے جوارِ رحمت کی طرف کوچ کر گئے۔ ان کی نسل پاک سے ہر دور میں ایسی عجوبۂ روزگار ہستیاں جنم لیتی رہیں جو شریعت وطریقت کا علم بردار بن کر ہندوستان کے افق پر چاند تاروں کی طرح جگمگاتی رہیں۔

سرِ دست ہم اسی خانوادہ کے ایک چشم و چراغ مخدوم گرامی رہبر شریعت تاجدار طریقت مرشد حقانی عکس لاثانی المعروف بہ "شیخ اعظم" حضرت علامہ مولانا مفتی الحاج سید شاہ محمد اظہار اشرف اشرفی جیلانی علیہ الرحمۃ والرضوان کی ذات طیبہ پر روشنی ڈالنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

چہرۂ اقدس تجلیات کا آئینہ، آنکھیں میخانۂ عرفاں، بلند پیشانی، سروری کی نشانی، جسم نورانی، علم وفضل، زہد وتقویٰ، سیاسی شعور و آگہی، صداقت شعاری، راست بازی، اتباع سنتِ مصطفوی، نجابت واستقامت، دیانت وثقاہت، یہی نہیں بلکہ محبوب کائنات کی عطائیں، مولیٰ علی کی ظرافت، حسن کا پیار، حسینی کردار، زین العابدین کی عبادت کا عکس، جعفر صادق کا صدق وصفا، امام باقر کے علم کا نور اور موسیٰ کاظم کا جود وسخا، ہاں! کہنے دیجئے۔ اشرف سمناں کی شرافت وکرامت کا امین، نور العین کی آنکھوں کا چین، اعلیٰ حضرت اشرفی میاں کی نگاہِ ولایت کا پروردہ، سرکار کلاں کی آنکھوں کا تارہ دنیا جسے شیخ اعظم کے نام سے جانتی ہے۔ عشق رسول اس کی رگ و پے میں اس قدر سمویا ہوا تھا جس نے انہیں فنافی الرسول کے مرتبۂ اقصیٰ پر فائز کر دیا ان کا کلام شاہد عدل ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں ؎

میرے شوقِ جنوں کی آخری منزل ترا در ہے

اولیاء کرام اور بندگان حق سے آپ کو بے پناہ عقیدت تھی خصوصاً عطائے رسول حضرت خواجہ غریب نواز علیہ الرحمہ سے اس قدر قلبی لگاؤ تھا کہ ہر وقت ان کی یاد میں مگن رہتے اور خود کو ان کی بارگاہ میں پروانہ وار نثار کرتے ہوئے نظر آتے یہی وجہ ہے کہ جس شب حضرت کا وصال ہوا اسی شب خانوادے کی ایک شہزادی نے اطلاع دی کہ رات کو میں نے خواب میں دیکھا کہ حضرت کا وصال ہو گیا ہے اور آپ کے جسدِ خاکی کو ایک عظیم مجمع میں رکھا گیا ہے اور آپ کی پیشانی پر نورانی حرفوں میں لکھا ہوا ہے "یاغریب نواز" بارگاہِ خواجہ میں یہ آپ کی مقبولیت کی کامل نشانی ہے۔

آپ کی زندگی کا بنظرِ عمیق مطالعہ کرنے والوں پر بخوبی عیاں ہے کہ کسی طاقت وقوت سے مرعوب ہو کر آپ نے کبھی بھی حق وصداقت کا دامن نہیں چھوڑا۔ مشکل سے مشکل ترین گھڑی میں حق گوئی و بے باکی آپ کا شعارِ زندگی رہا۔ ان کی زندگی دیکھ کر ان علماء حق گو کی یاد تازہ ہو جاتی ہے جنہوں نے حق بات کہنے میں دار و رسن کی پرواہ نہ کی۔ ڈاکٹر اقبال نے ایسے ہی مردانِ

حق کے بارے میں کہا تھا۔

ہو حلقۂ یاراں تو بریشم کی طرح نرم
رزم حق وباطل ہو تو فولاد ہے مومن

انہوں نے عزم وارادہ کی تلوار کے ساتھ جس طرف بھی رخ کیا ایوانِ باطل میں زلزلے آ گئے۔ احقاقِ حق اور ابطالِ باطل جس کی امتیازی شان تھی، جس کی دھمک سے نجدیت ودیوبندیت تھرانے لگی۔ غرض کہ ان کی دینی خدمات کا ایک زمانہ معترف ہے۔ اسلام کے اس بطل جلیل نے ہندوستان کے چپے چپے میں جا کر اسلام اور سنیت کے چراغ روشن کئے جس کے نتیجے میں ہزاروں لوگ عقائد باطلہ سے تائب ہوئے خاص طور پر بہار کے کچھ حصے مثلاً پورنیہ، کشن گنج میں سنیت کی نشر واشاعت میں آپ کا نمایاں کردار رہا ہے۔ آج سے تقریباً پچاس سال قبل جب کہ آرام دہ سواریوں کی سہولت نہ تھی بہار کے دور افتادہ علاقے میں بیل گاڑیوں پر سوار ہو کر پیدل سفر کر کے ندی نالوں کو عبور کر کے جب یہ فقیر کامل پہونچتا ہے اور حب الٰہی اور عشقِ نبی کا درس دیتا ہے تو پورا خطہ دامنِ سنیت میں داخل ہو جاتا ہے۔ بہار کے ان خوش عقیدہ مسلمانوں کے پاس بظاہر زیادہ کچھ نہیں تھا جس سے ان کی کما حقہٗ خدمت کرتے پھر ان شہزادوں کی خدمت کون کر سکتا ہے جن کے در سے زمانہ پلتا ہے اور جن کے جدِّ امجد نے فقر ودرویشی کو سلطنت پر ترجیح دی تھی اور تخت وتاج کو ٹھکرا دیا تھا۔ ہاں! ان خوش عقیدہ مسلمانوں کے پاس ایک سرمایہ تھا اور وہ بھی سب سے قیمتی سرمایہ یعنی محبتِ رسول سے سرشار دل جو شیخ اعظم کی نظر کیمیاء اثر سے میسر آیا تھا۔ چنانچہ بے سر وسامانی کے عالم میں ان غیور مسلمانوں نے کسب معاش کے لئے ہندوستان کے مختلف صوبوں کا سفر کیا اور کثرت کے ساتھ قلب ہندوستان دہلی میں وارد ہوئے تو ان کے ساتھ اشرف سمناں کے فیوض وبرکات اور شیخ اعظم کی دعائیں تھیں۔ قدرت نے فیاضی سے کام لیا خوب پھلے پھولے دنیا بھی سنور گئی اور اسلام وسنیت کا قابل قدر کام ہوا۔ چنانچہ وہ دہلی جہاں ۲۰-۲۵ سال پہلے سنیت کے نام پر معدودے چند مساجد تھیں الحمد للہ آج کی تاریخ میں تقریباً ڈھائی سو مسجدیں، مدارس اور مکاتب کا نورانی سلسلہ ہے جہاں سے اسلام وسنیت کا پرچار ہو رہا ہے یہ ان کی کاوشوں کا نتیجہ ہے اور شیخ اعظم کی دعاؤں کا ثمرہ ہے۔

☆☆☆☆

شانِ مولا علی

غزوۂ تبوک کے موقع پر حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پیچھے مدینہ شریف میں اپنا قائم مقام بنا کر چھوڑا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی بارگاہ میں عرض کیا "تخلفنی فی النساء والصبیان" آپ مجھے بچوں اور عورتوں میں چھوڑے جا رہے ہیں۔ یہ سن کر حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: اما ترضیٰ ان تکون منی بمنزلۃ ھٰرون من موسیٰ غیرانہ لانبی بعدی۔ (بخاری)

کیا آپ اس بات سے راضی نہیں کہ میرے نزدیک تمہارا وہ مقام ومرتبہ ہو جو حضرت ہارون علیہ السلام کا موسیٰ علیہ السلام کے نزدیک تھا مگر میرے بعد نبوت نہیں۔

شیخ اعظم ایک منفرد مبلغ اسلام

مولانا محمد اشرف رضا اشرفی جامعی، مقام شیخ پورہ، سری پور، بھوانی پور، ضلع پورنیہ (بہار)

شکارِ ماہ کروں کہ تسخیر آفتاب کروں
کس کو میں ترک کروں کس کا انتخاب کروں

کھلتا ہوا گندمی رنگ، متناسب جسم، کھڑی ناک، کشادہ پیشانی، آنکھوں میں ذہانت کی پرکشش چمک، ہونٹوں پر خفیف سی مسکراہٹ، خوش پوش، خوش انداز، خوش گفتار، خوش مزاج، نرم اور مدلل اندازِ گفتگو، متوازن اور ہمدردانہ رویہ، قوم وملت کے الجھے ہوئے گیسوؤں کو سوار نے اور سلجھانے والے شش جہت کے مالک، ہم اور ہم جیسے لاکھوں لوگوں کے محور ومرکز عقیدت تاجدار اہل سنت، مخدوم العلماء، شہزادۂ سرکار کلاں، بانی جامع اشرف حضور شیخ اعظم حضرت علامہ مفتی الحاج الشاہ سید محمد اظہار اشرف اشرفی جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کو کھنگال کر دیکھیں گے تو آپ انہیں دین کے ہر کام میں دوسروں سے ایک قدم آگے پائیں گے، اپنے اور اپنوں کے لئے تو سب جیتے ہیں لیکن کم ہی لوگ ایسے ہوتے ہیں جو قوم وملت اور سماج کی خدمت کے لئے اپنی زندگی وقف کر دیتے ہیں، حضور شیخ اعظم ان ہی کم لوگوں میں سے تھے۔ کشادہ ذہن اور دردمند دل کے مالک حضور شیخ اعظم نے ہمیشہ ذاتی مفاد سے اوپر اٹھ کر بے لوث طریقے سے قوم وملت کے مفاد کے لئے کام کیا، اپنے عمل پیہم سے اپنے علمی، سماجی اور فلاحی مشن کو یوں کامیاب کیا کہ بزرگ، ہم عصر، نوجوان اور نوخیز سب فیضیاب ہوئے۔

ہدایت کے میدان میں بھی وہ نمایاں نظر آتے تھے، قوم وملت کی بہتری کے لئے جلسہ کراتے، جلسہ میں شرکت کرتے، بحیثیت مبلغِ اسلام بستی بستی، قریہ قریہ جا کر لوگوں میں تبلیغ کرتے، تبادلۂ خیال کے لئے دانشوروں کو جمع کرتے اور انہیں آمادہ کرتے کہ وہ تعلیم سے دور اقتصادی بدحالی کی ماری ہوئی قوم کی بہتری کے لیے منصوبے بنائیں اور ان کی زندگی کو بہتر بنائیں۔

شیخ اعظم نے قوم وملت کی فلاح و بہبود اور فروغ اہل سنت کا بوجھ کاندھوں پر رکھ کر علمی میدان میں قدم رکھا تو مدرسوں کا ایک طویل سلسلہ قائم کر دیا۔ آپ کی علم دوستی کا پتہ آپ کے قائم کردہ ادارہ ''جامع اشرف'' سے چلتا ہے جو اتنی قلیل مدت میں انٹرنیشنل سطح پر مقبولیت حاصل کر چکا ہے۔

منصوبہ بند طریقہ سے کام کرنے کا جو سلیقہ اس خوش فکر تاجدار اہل سنت نے ہمیں سکھایا ہے وہ یقیناً قوم کو بیدار کرنے کا درس دیتا ہے، وہ اپنی ہر تحریک، ہر منصوبہ اور ہر پروجیکٹ کو ہر زاویے سے ناپ تول کر شروع کرتے تھے وہ سمجھتے تھے اور کہتے تھے کہ ہمارے اندر یہی مستحکم جذبہ ہونا چاہئے کہ ہم ہر ممکن طریقہ سے آگے بڑھیں، آپ جس کام کو شروع کرتے وہ کام بڑی تیزی سے بلندی کی شاہراہ پر گامزن ہوتا اور بہت کم وقت میں ایک نیا اور انوکھا انداز لے کر سامنے آتا، یقیناً یہ آپ کے خلوص وللّٰہیت اور

بزرگان دین سے محبت اور اللہ اور اس کے رسول کی اتباع و پیروی کا نتیجہ ہے۔ اگر میں یہاں ایک جملہ رقم کر دوں تو غلط نہیں ہوگا کہ اگر کوئی شخص دین کی خدمت کا جذبہ لے کر اٹھے تو اسے حضور شیخ اعظم جیسا ہمت و حوصلہ اور محنت و لگن کی ضرورت ہے تبھی وہ اس خار دار وادی سے نکل کر کامیابی کی منزل کو پہنچ سکتا ہے۔

حضور شیخ اعظم کے متعلق کوئی گفتگو اس وقت تک مکمل نہیں ہوگی جب تک ان کا قائم کردہ ''مختار اشرف لائبریری'' کا ذکر نہ ہو، آپ کی نظر لائبریری میں مفید کتابوں کے لئے ہمیشہ متلاشی رہتی تھی، جہاں اس میں بے شمار مخطوطات، نادر و نایاب کتب ہیں وہیں آج کی تازہ ترین کتب بھی لائبریری کی زینت بنی ہیں، اس میں عربی اور فارسی کی بے شمار کتابیں ہیں، اردو کتابوں کا بے نظیر ذخیرہ ہے، انگریزی کی بھی اچھی تعداد میں کتابیں دستیاب ہیں، اس میں مذہبی کتب بھی ہیں اور عصری کتب کی بھی۔ آج ان کتابوں کی تعداد کئی ہزار کو پہنچ گئی ہے، حضور شیخ اعظم کا ارادہ تھا جو کہ آپ ہمیشہ گفتگو کے درمیان بیان کرتے کہ دینیات میں ہندوستان کی سب سے بڑی لائبریری بنانے کا ارادہ ہے۔

روحانی اور ایمانی ولولوں سے سرشار حضور شیخ اعظم ''جامع اشرف'' کی ترقی کے پیش نظر ۶۲ کمروں پر مشتمل ایک ہاسٹل کی بنیاد امسال عرس مخدومی کے موقع پر رکھی تھی مگر آہ! بلند عزائم رکھنے والا دانشور، دنیائے سنیت کا مبلغ اعظم، اپنے خواب کی تعبیر حاصل کئے بغیر ہم سے جدا ہو گیا، مجھے یقین ہے ان کے صاحبزادگان جو ان کے خلوص وللّٰہیت کے وارث و امین ہیں میری مراد مرشد حقانی عکس لاثانی حضور قائد ملت ناظم اعلی جامع اشرف حضرت علامہ مولانا الحاج الشاہ سید محمد محمود اشرف اشرفی جیلانی جانشین شیخ اعظم، اشرف ملت حضرت علامہ مولانا الحاج الشاہ سید محمد اشرف اشرفی جیلانی مدظلہ العالی والنورانی جنرل سکریٹری آل انڈیا علماء ومشائخ بورڈ اور عالیجناب الحاج سید حماد اشرف صاحب قبلہ اشرفی جیلانی جلد ہی حضور تاجدار اہل سنت کے اس خواب کو شرمندۂ تعبیر کریں گے۔ انشاء اللہ العزیز۔

حضور شیخ اعظم کی بارگاہ میں خراج عقیدت اور نذرانۂ محبت کا حق اسی وقت ادا ہوگا جب کہ ہم تعلیمی، سماجی اور طبقاتی مسائل کے حل میں ان کی غیر معمولی دلچسپی اور مساعی جمیلہ کو کماحقہ سمجھنے کی کوشش کریں اور ان کے خطوط زندگی کو اپنے لئے نمونہ بنا کر نوجوان نسل کو اس پر عمل پیرا ہونے پر آمادہ کریں۔

رب قدیر کی بارگاہ میں دست بہ دعا ہوں کہ مولیٰ تعالیٰ حضور شیخ اعظم کی خدمات کو قبول فرمائے اور ان کے درجات کو بلند سے بلند تر فرمائے نیز ہم سب کو ان کے فیضان سے مالا مال فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔

چراغ لے کے زمانے میں ڈھونڈتے ہیں ہم
تم اور شی ہو تمہارا کوئی جواب نہیں
ابر رحمت تیرے مرقد پر گوہر باری کرے
حشر تک شان کریمی ناز برداری کرے

☆☆☆☆

شیخ اعظم اور خدمت خلق

مفتی معراج عالم، ممبئی

خلق خدا کی حاجت روائی فرمان رسول ہے
جو مومن کرے عمل وہ اللہ کو محبوب ہے

اگر حضور شیخ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی حیات طیبہ کی متانت وسنجیدگی کے ساتھ ورق گردانی کی جائے تو یہ بات اظہر من الشّمس کی طرح واضح ہو جائے گی کہ اگر ایک طرف آپ کے قلب منور میں خشیت ربانی، خوف الٰہی اور آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پاکیزہ محبت کا ولولہ انگیز سمندر موجزن تھا اور آپ کے روز وشب ریاضت وعبادت الٰہی، گریہ وزاری اور طاعات رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں گزرتے تھے، تو دوسری طرف خلقِ خدا کی حاجت روائی، فریادرسی، دلجوئی اور خبر گیری میں صرف ہوتا تھا۔ دنیا کے گوشے گوشے سے لوگ اپنی فریاد وحاجت کو لے کر آتے اور آپ اسے پوری فرماتے اگر کوئی لاچار و بے بس اپنی بے بسی اور لاچاری ظاہر کرتا تو بے بسی اور لاچاری سن کر بیتاب ہو جاتے اور اسے حتی المقدور رفع کرنے کی کوشش کرتے۔ اگر کوئی محتاج آپ کی بارگاہ میں اپنی حاجت پیش کرتا تو آپ اس کی حاجت روائی فرماتے گویا کہ آپ کا دل خلق خدا کے لئے مثل دریا تھا۔ آپ مسلمانوں کے ہر دکھ اور پریشانی میں شریک ہوتے اور تکلیفوں کو دور کرتے، زمانے کے ستائے، مصیبتوں کے مارے، یتیموں، مسکینوں، نادروں، فقیروں، غریبوں، لاچاروں، بے بسوں اور پریشان زدہ افراد کی پریشانیوں کو دور کرنے کے لئے بے چین و بے قرار رہتے۔ آپ لوگوں کے لئے نفع بخش اور فیض رساں تھے۔ گویا آپ کی زندگی مردہ ضمیر کو جلا بخشنے والی، غمزدہ دلوں کو مسکراہٹ دینے والی، اجڑے ہوئے چمن کو آباد کرنے والی، بے بسوں کو سہارا دینے والی، بے کسوں کو مدد دینے والی، بے چینوں کو چین دینے والی، بے قراروں کو قرار دینے والی، یتیموں پر شفقت کرنے والی، غریبوں کی حاجت روائی کرنے والی اور مظلوموں کو انصاف دلانے والی تھی اور کیوں نہ ہو اس لئے کہ آپ کی حیات طیبہ اسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سانچے میں ڈھلی ہوئی تھی اور رسول اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق وعادات اور فرمودات کے مطابق زندگی بسر کرنا آپ کا اہم منشا تھا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ میں عریضہ ہے کہ ہم سب کو اس ولی کامل کے فیضان سے مالا مال فرمائے۔

☆☆☆☆

اک شخص سارے شہر کو ویران کر گیا!

مولانا محمد افروز القادری جامعی، استاذ مدرسہ اشرفیہ اظہار العلوم رانی براٹ نگر نیپال

ضیغم اسلام، غزالی زماں، رازیٔ دوراں حضور مخدوم العلماء شیخ اعظم حضرت علامہ مولانا سید شاہ الحاج محمد اظہار اشرف اشرفی جیلانی قدس سرہ النورانی علم وفضل کے بحر بیکراں، تحقیق و تدقیق کے نیر تاباں، زہد وتقویٰ اور عبادت و ریاضت میں امام الاتقیاء، العلماء ورثۃ الانبیاء کی تعبیر، الفقر فخری کی تصویر، صداقت وفاروقیت کے سنگم، علم وفضل کے مرج البحرین، سادات کچھوچھ کے گوہر آب دار، بارگاہ غوثیت کے محبوب، بارگاہ ہند الولی کے مقبول، علوم ابوحنیفہ کے وارث، سلسلۂ اشرفیہ کے پاسبان، اسلاف کی میراث، اخلاف کے لئے مشعل راہ ہدایت، اعداء دیں کے لئے برہنہ شمشیر، اہل دنیا کے سامنے سراپا استغناء، احباب کے لئے مہر ومحبت، مریدین ومعتقدین کے لئے سراپا شفقت، بادۂ توحید میں مست، رسول اللہ ﷺ کے عشق میں غرق، ان کی خطابت وتقریر میں اجتہاد واستنباط کی مہک، ان کی مجلس میں علم وعرفاں کی بارش اور گفتگو میں حلاوت وچاشنی تھی، نکتہ سنجی اور حاضر جوابی میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔

۳۰ ربیع النور شریف ۱۴۳۳ھ مطابق ۲۳ فروری ۲۰۱۲ء کو نماز فجر ادا کرنے کے بعد تلاوت میں مشغول ہی ہونے والا تھا کہ اچانک حضرت مولانا بدر الدجیٰ اشرفی جامعی صدر المدرسین مدرسہ اشرفیہ اظہار العلوم ضلع مورنگ نیپال کی زبانی یہ خبر میرے خرمن ہوش وحواس پر بجلی بن کر گری کہ حضور شیخ اعظم نور اللہ مرقدہٗ کا وصال ہوگیا۔ یہ سنتے ہی میری زباں نے انا للہ وانا الیہ راجعون کہا اور میرا دل حسرت زدہ ہوا کہ آہ! دنیائے سنیت یتیم ولاوارث ہوگئی، علم وعمل اور اخلاق وکردار کی عظمت و برتری کا نمونہ (آئیڈیل) رخصت ہوگیا، وہ شفقتیں نظر سے روپوش ہوگئیں جو صرف آپ سے ملا کرتی تھیں، علمی اور پرپیچ مسائل کے گتھیوں کو سلجھانے والی کوئی معتبر شخصیت نظر نہیں آتی، مصائب وآلام کی تاریکیوں میں کسی طرف حوصلہ آفرینی کا اُجالا نظر نہیں آتا، وہ اپنی ذات وصفات میں ایک انجمن تھے۔ وہ اس دار فانی سے کیا گئے کہ علم وادب، رشد وہدایت اور شفقت ومحبت کی خوشگوار محفل ویراں ہوگئی، نکتہ سنجی، حاضر جوابی اور برجستہ برمحل بات کرنے والا جاتا رہا سچ ہے کہ ''موت العالِم موت العالَم''

آپ کے اندر غایت درجے کی خلوص وللّٰہیت تھی یوں تو اس فرش گیتی پر دین متین کی ترویج واشاعت کے لئے بے شمار علماء کرام جلوہ افروز ہوئے لیکن دور حاضر میں جس طرح سے آپ نے دین اسلام کی ترویج واشاعت کی اور خاص کر سلسلۂ اشرفیہ کو سینچ کر بام عروج پر پہونچایا وہ اب شاید کسی سے ہوسکے، آپ نے سنیت کے فروغ واستحکام کے لئے اپنی انمول زندگی وقف کردی تھی۔

محبوب ربانی اعلیٰ حضرت مجدد سلسلۂ اشرفیہ حضرت اشرفی میاں کی دعاؤں کی برکت اور حضور سرکار کلاں کی روحانی صحبت و تربیت نے آپ کو ایسا کمال بخشا کہ خاندان اشرفیہ کے مابین آپ کی ذات کو ایک نمایاں حیثیت حاصل ہوگئی اور آپ اپنی دینی وعلمی خدمات کی بنیاد پر ملک وبیرون ملک ہر طرف چھا گئے، ولی عہدی کے دور سے لے کر اب تک جو دینی روحانی اور علمی خدمات آپ نے انجام دی ہیں اس کا ایک دو نمونہ ملاحظہ فرمائیں۔

بہار، بنگال، یوپی، مہاراشٹر، گجرات، پنجاب اور ملک کے مختلف صوبوں میں آپ کے تبلیغی دوروں سے ہزاروں کی

تعداد میں لوگ غلط عقائد سے آپ کے دست حق پرست پر تائب ہو گئے اور اہل سنت و جماعت میں داخل ہوئے حتیٰ کہ بہار کے بعض علاقے ایسے تھے جہاں سنیت کا نام و نشان بھی نہ تھا لیکن آپ کی سعیٔ پیہم کی وجہ سے وہاں پر سنیت کا علم لہرانے لگا، جس میں خاص طور سے کٹیہار، پورنیہ، کشن گنج اور اررریہ ضلع قابل ذکر ہے۔ اررریہ ضلع جہاں کہ ہر چہار جانب وہابی ہی وہابی ہے وہاں جھر واپرواری، پوسٹ سمراہا ضلع ارریہ بہار نامی گاؤں میں وہابیوں کے خلاف مناظرہ کے لئے تشریف لائے لیکن وہابی مولوی نے آپ کا مقدس نام سنتے ہی راہ فرار اختیار کیا، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہاں کے وہ لوگ جن کے افکار و عقائد غلط اور باطل تھے وہ آپ کے نورانی چہرے کو دیکھتے ہی آپ کے دست حق پرست پر تائب ہو کر سلسلۂ اشرفیہ میں داخل ہوئے اور آپ نے وہاں پر ایک مسجد اور ایک مدرسے کا سنگِ بنیاد رکھا مسجد کا نام ''اشرفی مسجد'' اور مدرسے کا نام ''دارالعلوم اہل سنت اظہار العلوم'' رکھا۔ ماشاءاللہ ابھی بھی وہ دارالعلوم حضور شیخ اعظم کی نگاہ کرم سے اپنی مکمل تابانیوں کے ساتھ بام عروج پر ہے۔

اسی طرح بیرون ملک بنگلہ دیش، پاکستان، سری لنکا، ہالینڈ اور نیپال میں بھی آپ سے بیعت وارادت اور عقیدت و محبت رکھنے والوں کی کثیر تعداد موجود ہے اور ان ممالک میں آپ کے تبلیغی واصلاحی دورے تاحیات ہوتے رہے ۲۰۰۰ء میں آپ کے دورۂ بنگلہ دیش کے دوران ڈھاکہ، سید پور، راج شاہی، چارٹ کنگ، میمن سنگھ اور برہمن بڑیا اور وہاں کے دیگر علاقے آپ کے تبلیغی دوروں سے سینکڑوں کی تعداد میں وہابی عقائد سے متأثر زدہ لوگوں کی اصلاح ہوئی اور اہل سنت و جماعت کے عقائد حقہ سے روشناس ہوئے۔ خاص طور سے برہمن بڑیا کا علاقہ جس پر وہابیوں کا تسلط و قبضہ تھا آپ کی تبلیغ کے اثر سے وہاں وہابیت مغلوب ہوئی اور سنیت کا بول بالا ہوا، حالانکہ آپ کی آمد سے پہلے وہاں کوئی سنی کانفرنس نہیں ہوئی تھی لیکن آپ کی موجودگی اور صدارت میں وہاں ایک عظیم الشان اجلاس ہوا جس میں آپ نے ایک ولولہ انگیز تقریر کی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہاں کا امیر جماعت جو تیس سال سے تبلیغی جماعت میں بحیثیت امیر کام کر رہا تھا عقائد وہابیہ سے توبہ کر کے آپ کے دست حق پرست پر تائب ہوا اور سلسلۂ اشرفیہ کا سچا شیدائی بن گیا۔

یقیناً آپ کی پوری زندگی سعیٔ پیہم اور جہد مسلسل سے عبارت ہے، آپ نے علم و آگہی کے چراغ جلائے اور طریقت و معرفت کی قندیلیں روشن کی کہ جن سے ایک جہاں روشن ہو گیا اور مسلک کی بے لوث خدمت اور مختار اشرف لائبریری کی صورت میں جو میراث آپ نے چھوڑی ہے آج کے علماء کو اسے حرز جاں بنانے کی ضرورت ہے۔

پس سلام ہو اس رجل عظیم پر جس نے جھلملاتے چراغ کو سورج کی طاقت و توانائی بخشی، آفریں ہو اس مرد کامل پر جس نے علوم اسلامیہ کو رعنائی دی یقیناً آج سلسلۂ اشرفیہ میں انہیں کے دھارے بہہ رہے ہیں۔ انہوں نے اللہ عزوجل کے دین متین کی نشر و اشاعت کی تو اللہ عزوجل نے ان کے ذکر کو ''فاذکرونی اذکرکم'' کے تحت پورے عالم میں پھیلا دیا، لوگوں کے قلوب و اذہان میں ان کی عقیدت و محبت کے سکے بیٹھا دیئے، جب تک مکاتب و مدارس میں قیل وقال کی محفلیں سجتی رہیں گی، جب تک خانقاہوں میں خرقہ پوشوں کی خوش گوار مجلسیں جمی رہیں گی، آسمان رحمت سے ان کی قبر پر انوار و تجلیات کی بارشیں ہوتی رہیں گی اور جن و انس حضور شیخ اعظم کو سلام کرتے رہیں۔

اللہ سے دعا ہے کہ تمام امت مسلمہ کو حضور شیخ اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان کے فیض و کرم سے فیضیاب فرمائے۔ آمین بجاہ طٰہٰ و یٰسین ﷺ۔

ابر رحمت ان کے مرقد پر گہر باری کرے
حشر تک شان کریمی ناز برداری کرے!

☆☆☆☆

مٹتے نہیں ہیں دھر سے جن کے نشاں کبھی

سید احمد رضا نوری اشرفی، خلیفۂ حضور شیخ اعظم،
بانی و مہتمم دارالعلوم غریب نواز حسین نگر رانی گنج ضلع بردوان مغربی بنگال۔ 0943457863

۲۲ فروری ۲۰۱۲ء رات کے تقریباً بارہ بج کر ے منٹ پر خانقاہ اشرفیہ و جامع اشرف کے انچارج جناب محمد آفتاب صاحب کا فون آیا کہ شیخ اعظم کا وصال ہوگیا۔ یہ اندوہ ناک خبر سنتے ہی دل و دماغ پر بجلی گری اور صبح ہوتے ہی کچھوچھہ شریف کے لئے روانہ ہوگیا۔ ۲۴ فروری ۲۰۱۲ کی صبح کچھوچھہ شریف خانقاہ اشرفیہ حسنیہ سرکار کلاں میں پہنچا، پہلے مخدوم پاک و سرکار کلاں کی بارگاہ میں حاضری دی پھر حضرت کے مکان پر پہنچا۔ مختار المساجد میں نماز جمعہ ادا کی۔ بعدِ نمازِ جمعہ شیخ اعظم کا جنازہ ہزاروں لوگوں کے ہمراہ گھر سے نکل کر آبادی اور بازار سے ہوتے ہوئے خانقاہِ اشرفیہ حسنیہ سرکار کلاں پہنچا بعد نماز عصر مسجد اعلیٰ حضرت اشرفی کے سامنے نمازِ جنازہ ادا کی گئی، ہزاروں کی تعداد میں لوگ شریک تھے۔ حضور قائد ملت حضرت علامہ سید محمود اشرف صاحب قبلہ مدظلہ العالی نے نمازِ جنازہ پڑھائی۔

خانوادۂ کچھوچھہ مقدسہ کی دینی و علمی و ادبی خدمات کا دائرہ بہت وسیع و طویل ہے جو تقریباً سات صدیوں پر پھیلا ہوا ہے۔ سلسلۂ اشرفیہ کے بانی قدوۃ الکبریٰ محبوب یزدانی غوث العالم حضرت مخدوم سلطان سید اشرف جہانگیر سمنانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ولایت و بزرگی، تقویٰ وطہارت اور کشف و کرامات سے لاکھوں گم گشتگان راہ کی رہنمائی فرمائی اور یہ سلسلہ مخدوم الآفاق حضرت سید عبدالرزاق نورالعین رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے خلف اکبر حضرت مخدوم شاہ سید محمد حسن سرکار کلاں تک بڑی تیزی سے جاری رہا۔ تیرہویں صدی ہجری میں اسی خاندان میں ایک ایسا آفتاب ولایت اور مہتاب طریقت طلوع ہوا جن کی روشنی عرب و عجم اور دنیا کے گوشے گوشے میں پھیلی۔ وہ ذات جنہیں دنیا محبوب ربانی، ہم شبیہ غوث اعظم، جامع الطریقین، مجمع البحرین، اعلیٰ حضرت سید علی حسین اشرفی جیلانی قدس سرہ النورانی کے نام سے جانتی ہے۔ آپ کے زیر سایۂ کرم آپ کے فرزند ارجمند سلطان الواعظین حضرت علامہ سید احمد اشرف رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے جانشین مخدوم المشائخ محبوب رحمانی حضرت العلام سید شاہ محمد مختار اشرف اشرفی جیلانی سرکار کلاں رحمۃ اللہ علیہ نے دین متین کی خدمت اور سلسلۂ اشرفیہ کی اشاعت میں وہ کارہائے نمایاں انجام دئے جو آب زر سے لکھنے کے قابل ہیں۔

حضور شیخ اعظم مخدوم العلماء ابوالمحمود سید محمد اظہار اشرف اشرفی جیلانی سجادہ نشین سرکار کلاں رحمۃ اللہ علیہ کی ذات و شخصیت اسی سلسلے کی ایک عظیم کڑی ہے جو علم و حکمت کے بحرِ بیکراں تھے۔ انہوں نے علوم و فنون کے وہ دریا بہائے جن سے پیاسی روحیں سیراب و شاد کام ہوگئیں، دل و نگاہ کی دہلیز پر ان کی ضیاء بار کرنوں سے اجالا پھیلا اور سارے عالم کو چمکانے اور دین محمدی کی ترویج و اشاعت کے لئے سیکڑوں مکاتب و مدارس اور تعلیمی اداروں کی بنیاد رکھی۔

شیخ اعظم ایک عظیم انسان تھے، اکابر کی تعظیم اور چھوٹوں پر شفقت، مہمانوں کی ضیافت، دین وسنیت کی اشاعت، وقتی ناراضگی کے بعد ہمدردی و دلجوئی، صبر وقناعت، تسلیم ورضا، محبت ورواداری، دل سوزی وغمگساری، استغناء وبے نیازی، ارشادات واقوال، اعمال وافعال، سادہ لوحی وسادہ مزاجی، جود وسخا، علم وحلم، عفو ودرگزر، حقوق ہمسایہ، حاجت روائی، صفائی قلب ونفس، پاکیزہ نقوش، عبرت آمیز واقعات وحکایات، اذکار الٰہیہ، کمال صوری ومعنوی، قوت روحانی، مشاہدۂ ربانی۔ رضائے الٰہی کے حصول کی تڑپ، حب نبوی کی لہک یہ وہ اوصاف ہیں جنھوں نے انہیں شیخ اعظم بنادیا۔

شیخ اعظم نے پوری زندگی خدمتِ دین متین میں صرف کی آج بھی خانقاہ اشرفیہ حسنیہ سرکارکلاں میں آنے والوں کو ان کی یادگاریں دعوت نظارہ دیتی ہیں۔ مسجدِ اعلیٰ حضرت اشرفی، خانقاہ اشرفیہ حسنیہ سرکارکلاں، جامع اشرف، مولانا احمد اشرف ہال، مختار اشرف لائبریری، اشرف حسین میوزیم، اظہار اشرف کمپیوٹر سنٹر، نورالعین پارک وضوخانہ، غوث العالم میموریل ایجوکیشنل سوسائٹی، جدید درس گاہ جامع اشرف، آستانۂ سرکارکلاں یہ وہ خدمات ہیں جنھیں دیکھنے کے بعد بلا شبہ یہ زبان سے نکلتا ہے کہ۔

مدت کے بعد ہوتے ہیں پیدا کہیں وہ لوگ
مٹتے نہیں ہیں دہر سے جن کے نشاں کبھی

شیخ اعظم نے اپنی تقریروں کے ذریعہ اور اپنے کردار و اطوار کے ذریعہ دین وسنیت کی خوب خوب اشاعت فرمائی، بہت سارے دینی مدارس کے آپ سرپرست رہے جن میں ایک ادارہ دارالعلوم غریب نواز حسین نگر رانی گنج ضلع بردوان مغربی بنگال بھی ہے جو آپ کی سرپرستی میں چل رہا ہے امید قوی ہے کہ آپ کے خلف اکبر قائد ملت حضرت علامہ سید شاہ محمود اشرف صاحب قبلہ اشرفی جیلانی مدظلہ النورانی تمام مدرسوں کی سرپرستی وخانقاہ اشرفیہ حسنیہ سرکارکلاں کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں لے کر مخدومی فیضان سے سبھی کو مستفیض فرمائیں گے۔

مولیٰ تعالیٰ اپنے حبیب کے صدقے میں قائد ملت کو وہ قوت وباز وعطا کرے جس سے دین وسنیت کی اشاعت ہو اور سارا عالم مخدومی فیضان سے مالا مال ہو، شیخ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے لئے بارگاہ رب العزت میں دعاء ہے کہ اپنے حبیب کے صدقے میں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا کرے۔ آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ

ابر رحمت تیرے مرقد پر گوہر باری کرے
حشر تک شان کریمی ناز برداری کرے

☆☆☆☆

شانِ مولا علی

☆ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا "من کنتُ مولاہ فعلی مولاہ" جس کا میں مولا ہوں علی بھی اس کا مولا ہے۔

(ترمذی: باب المناقب)

☆ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقع پر ارشاد فرمایا "ان علیامنی وانامنہ" علی مجھ سے ہیں اور میں علی سے ہوں۔

(ترمذی: باب المناقب)

نضر الله امرأ سمع مقالتی فوعاها وحفظها وبلغها

شیخ اعظم

اور

علم حدیث

شیخ اعظم کی علمی گھر باریاں

مولانا نوشاد عالم اشرفی جامعی، استاذ جامع اشرف کچھوچھہ مقدسہ

حضور شیخ اعظم حضرت علامہ ومولانا ومفتی سید شاہ محمد اظہار اشرف اشرفی جیلانی کچھوچھوی کی زندگی کے انگنت پہلو ہیں اور ہر پہلو ایک مستقل باب ہے جس کے تحت کئی کئی فصلیں ہیں۔آپ کی عظمت صرف یہ نہیں کہ آپ ایک عظیم علمی وروحانی خانوادہ کے فرد ہیں جن میں ایک سے بڑھ کر ایک عالم اور صوفی گذرے ہیں جن کی خدمات ہر دور میں نمایاں رہی ہیں آپ کی عظمت صرف یہ نہیں کہ آپ کے جد اعلیٰ حضرت مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی ہیں جو غوثیت کے مقام پر فائز تھے،اور بارگاہ الٰہی کے ایسے مقبول کہ خود فرماتے ہیں: بارہا عالم غیب سے فقیر اشرف کے لئے ندا آئی کہ جس نے بھی تجھے اخلاص کے ساتھ دیکھا ہے اور تیری صحبت میں رہا ہے اس کے لئے بخشش کا پروانہ ہے (لطائف اشرفی) آپ کی عظمت صرف یہ نہیں کہ آپ مخدوم الآفاق حاجی الحرمین حضرت سید عبد رالرزاق نورالعین کی اولادوں سے ہیں جو مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی کے پروردہ اوران کی روحانی امانتوں کے امین تھے جن کے لئے حضرت مخدوم نے فرمایا: حق تعالیٰ نے مجھ کو دو نعمتیں عطا کیں ایک سِرّ اور دوسرے سَر اور دونوں کو فرزند نورالعین پر قربان کر دیا (صحائف اشرفی) آپ کی عظمت صرف یہ نہیں کہ آپ سرکار اعلیٰ حضرت اشرفی میاں علیہ الرحمہ کے پر پوتے ہیں جن سے سلسلۂ اشرفیہ کی نشأۃ ثانیہ کا آغاز ہوا،مختلف دیار وامصار میں سلسلہ کی اشاعت اور تجدید وتبیین کر کے مجدد سلسلۂ اشرفیہ کہلائے ،جنہیں وقت کے مشائخ نے ہم شبیہ غوث الثقلین کہا اور امام علم وفن مجدد وقت سیدنا اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے دیکھا تو پکار اٹھے۔

اشرفی اے رخت آئینہ حسن خوباں
اے نظر کردہ و پروردۂ سہ محبو باں

آپ کی عظمت صرف یہ نہیں کہ آپ عالم ربانی حضرت مولانا سید احمد اشرف علیہ الرحمہ کے پوتے ہیں جنہوں نے اپنے دور میں شان رسالت کے گستاخوں سے مناظرے کر کے ان کو ناکوں چنے چبانے پر مجبور کر دیا آپ کی عظمت صرف یہ نہیں کہ آپ مخدوم المشائخ عارف باللہ حضرت سید مختار اشرف علیہ الرحمہ معروف بہ سرکار کلاں کے فرزند ہیں جو ولایت وکرامت کے اس بلند مرتبے پر فائز کہ مقام ناز پر فائز ہو کر فرمایا!''اگر چاہوں تو ایک ایک کر کے سب کا حال بتا دوں مگر روک لگا دی گئی ہے، بتانے کی اجازت نہیں ہے''(سرکار کلاں بحیثیت مرشد کامل) بلکہ خود بھی مخدومی چمن کے ان شگفتہ وخوشبودار پھولوں سے ہیں جو چمن میں ایسی شادابی ودلکشی پیدا کرتے ہیں کہ نظارۂ چمن کے لئے اٹھنے والی تمام نظریں ان کے جمال کی دید میں محو ہو جاتی ہیں،۔

چمن میں پھول کا کھلنا تو کوئی بات نہیں
زہے وہ پھول جو گلشن بنا دے صحرا کو

آپ نے اپنا تعارف اس طرح کرایا ہے!

من غلام ابن غلام خو اجۂ ہند الولی

شد بہ اظہار کرم مخدوم سمناں سیدی
از درت اے غوث العالم یافت اظہار حزیں
فیض فیضان در سلطان ہند خواجۂ معین
خا کپائے حضرت مخدوم سمنا نی منم
بہر ایں نسبت در ہندالولی گر دیدہ ام
از طفیل حضرت مخدوم اشرف دستگیر
لطف بر اظہار کن یا خواجۂ روشن ضمیر

آپ عالم دین بھی تھے اور شیخ طریقت بھی، عاشق رسول بھی تھے اور مبلغ اسلام بھی، حامی سنت بھی تھے اور ماحی بدعت بھی، راست باز بھی تھے اور جانباز بھی تھے، راست گفتار بھی تھے اور اعلیٰ کردار بھی، امانت دار بھی تھے اور دیانت دار بھی، جلال والے بھی تھے اور جمال والے بھی، علم ظاہر و باطن کی اس جامع شخصیت میں علم بھی تھا اور عمل بھی، اخلاص بھی تھا اور للّٰہیت بھی، غنا بھی تھا اور استغناء بھی، دردمند دل والے، عمدہ بصیرت والے، کشادہ سینہ والے، روشن ذکر والے، قلب اللہ ور سول کی محبت سے پر، زبان ذکر الٰہی سے تر، مجالس میں تصوف کی باتیں اور صالحین کے تذکرے۔

آپ نے ملک و بیرون ملک کے بے شمار خطوں میں خدا کے لئے خلق خدا کی بے لوث خدمت کی۔ جہالت، ظلمت اور گمراہی کے دلدل میں پھنسی ہوئی قوم کو راہ راست دکھانے، عشق ووفا کے رمز سے آشنا کرنے اور نبی اور نبی کے چہیتوں کی محبت کا شراب پلانے میں اپنی پوری زندگی گذار دی، خوبصورت شہروں سے لے کر بدصورت دیہاتوں تک کے اسفار کئے اور اپنی حکمت و موعظت سے لوگوں کو اعتماد میں لے کر مساجد و مدارس اور جہاں ضرورت سمجھی وہاں خانقاہیں بھی قائم کر کے اسلام کی آفاقی تعلیمات کو عام کیا، مخدومی مشن کی تشہیر کی اور سنیت کا بول بالا کیا۔

ان کا سایہ اک تجلی ان کا نقش پا چراغ
وہ جدھر گذرے ادھر ہی روشنی ہوتی گئی

خود کچھو چھہ شریف میں دین و دانش کی عظیم در سگاہ ''جامع اشرف'' جہاں فارسی کی پہلی سے لے کر بخاری شریف تک کی تعلیم دی جاتی ہے بلکہ اہل ذوق کو تخصص فی الفقہ بھی کرایا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ حفظ وقرأت اور عصری علوم سائنس، ریاضی، ہندی، انگلش اور کمپیوٹر کی تعلیم بھی دی جاتی ہے اور ''مختار اشرف لائبریری'' جو ہندوستان بھر میں اہل سنت و جماعت کی اسلامیات کی سب سے عظیم لائبریری ہے جہاں حدیث وتفسیر، فقہ وفتاویٰ، کلام و جدل، معانی وبیان، تصوف وتذکرے اور سیرت و غیرہ کی مآخذ و غیر مآخذ، مطبوع و غیر مطبوع، معروف و غیر معروف اور جدید وقدیم ہر طرح کی کتابیں موجود ہیں جو کسی بھی عنوان پر تحقیق وریسرچ کے لئے کافی ووافی ہیں اور ''اشرف حسین میو زیم'' جو بزرگان دین کے تبرکات کی محافظ ہے یہ سب حضور شیخ اعظم کی جدو جہد کا نتیجہ اور ان کی یادگار روشاہکا رہیں۔ غرض کہ آپ کی ذات سے بے شمار دینی وعلمی کام انجام پائے ہیں بلکہ حق تو یہ ہے کہ آپ کی ذات سے گھر اور باہر کے لوگ یکساں مستفید ہوئے ہیں۔

روئے زمین بہ طلعت ایشاں منوراست
چوں آسماں بز ہرہ و خورشید ومشتری

سردست مجھے حضرت کے فضائل وکمالات سے جس فضیلت پر خامہ فرسائی کرنی ہے وہ حضرت کے علمی

مذاکرات کی روشنی میں حضرت کے تبحر علمی سے متعلق ہے کیوں کہ!

فضل وہنر بڑوں کے گر تم میں ہوں تو جانیں
گر یہ نہیں تو بابا وہ سب کہانیاں ہیں

اپنے اس اعتراف کے ساتھ کہ:

انداز بیاں میرا بہت شوخ نہیں ہے

لیکن امید کرتے ہوئے:

شاید کہ اتر جائے تیرے دل میں میری بات

چوں کہ یہ حقیر سراپا تقصیر جامع اشرف میں مسلسل سولہ سالوں سے رہ رہا ہے جس میں اول کے چھ سال درس لینے میں گذارے ہیں اور آخر کے دس درس دینے میں اس لئے اس طویل مدت میں اپنے علاقہ ''کشن گنج'' اور اس کے اطراف ومضافات کے علاوہ خود'' جامع اشرف'' کچھوچھہ شریف میں عام مجلسوں سے لے کر خاص محفلوں تک ایک دو بار نہیں بلکہ سینکڑوں بار حضرت کو دیکھنے اور سننے کا شرف حاصل ہوا میں نے جو محسوس کیا وہ یہ کہ حضرت کا سینہ ظاہر و باطن ،حقیقت ومعرفت اور شریعت وطریقت کے علوم کا خزینہ ہے۔میری معلومات کے مطابق جامع اشرف میں حضرت نے کل ۳۱ بار بخاری شریف کا درس دیا جس میں علاوہ ایک بار کے ہر بار درس بخاری کی محفل میں یہ ناچیز بھی شریک رہا اور جامع اشرف کے ''جشن سلور جوبلی'' کے موقع پر حضرت نے ختم بخاری کا جو درس دیا وہ تو میری زندگی کا ایک یادگار دن ہے جسے میں کبھی بھول نہیں سکتا۔جب میں طالب علم تھا،حضرت نے قرأۃ التلمیذ علی الشیخ کو اپناتے ہوئے عبارت خوانی کا حکم دیا اور میں نے بخاری شریف کی آخری حدیث پڑھی:حدثنا احمد بن اشکاب قال حدثنا محمد بن فضیل عن عمارۃ بن القعقاع عن ابی زرعۃعن ابی ھریرۃرضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ قال قال النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم کلمتان حبیبتان الی الرحمٰن خفیفتان علی اللسان ثقیلتان فی المیزان سبحان اللّٰہ وبحمدہ سبحان اللّٰہ العظیم ۔پھر حضرت نے حدیث، ضرورت حدیث اور حجیت حدیث کو اختصار کے ساتھ بیان کرنے کے بعد حدیث کے مفہوم اور اس کے مختلف نکات کو جس عشق وعقیدت اور سوز وگداز کے ساتھ بیان کیا وہ اپنی مثال آپ ہے۔حدیث کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا کہ حدیث نام ہے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے قول وفعل اور تقریر کا۔پھر تقریر کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ تقریر کا مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے سامنے کسی صحابی نے کوئی بات کہی یا کوئی کام کیا اور رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے اس سے منع نہیں فرمایا۔اس کے بعد اس پر نکتہ آفرینی کرتے ہوئے اپنے مخصوص لب ولہجہ میں فرمایا سبحا ن اللہ !حدیث کی تعریف سے یہ بات واضح ہوگئی کہ ہمارے سرکار کی گویائی بھی حدیث ہے اور ہمارے سرکار کی خاموشی بھی حدیث ہے۔

پھر آپ کے چہرے کا رنگ بدل گیا۔آپ پر ایک مخصوص کیفیت طاری ہوگئی آپ نے سلسلۂ کلام کو جاری رکھتے ہوئے مزید فرمایا سنو!رسول چلے تو صحابہ نے کہا:فمشیٰ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ،رسول بیٹھے تو صحابہ نے کہا: فجلس رسول اللّٰہ صلی

اللّٰہ علیہ وسلم ، کبھی رسول نے تبسم فرمایا تو صحابہ نے کہا: فتبسم رسول اللہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم، کسی صحابی نے رسول کو دیکھا تو کہا:رأیت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اور رسول کہیں کے لئے نکلے تو صحابہ بولے: فخرج رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم۔

معلوم یہ ہوا کہ رسول کا صرف بولنا ہی حدیث نہیں بلکہ رسول کا بولنا بھی حدیث رسول کا چلنا بھی حدیث رسول کا بیٹھنا بھی حدیث اور رسول کا مسکرانا بھی حدیث ۔ارے! ہمارے رسول تو وہ رسول ہیں کہ جن کی زیارت بھی حدیث جن کی سیاحت بھی حدیث غرضیکہ رسول کی گویائی بھی حدیث اور رسول کی خاموشی بھی حدیث۔

ایک مرتبہ ''رب ھب لی أمتی '' پر گفتگو فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ رب سے رب کے محبوب نے کہا ''رب ھب لی امّتی،رب ھب لی امّتی ''،اے میرے رب میرے لیے میری امت کو ہبہ فرما اے میرے رب میرے لیے میری امت کو ہبہ فرما عاشقو !سنو!وہ رب جس نے مختلف موقعوں پر اپنے مختلف ارشادات کے ذریعہ اپنے محبوب کو لاحق ہونے والے حزن وملال پر تسلی دی ہو، وہ رب جس نے ''انّا اعطینٰك الکو ثر '' فرما کر اپنے محبوب کو خیر کثیر دینے کا اعلان فرمایا ہو وہ رب جو اپنے محبوب کے لیے ''ولسوف یعطیك ربّك فترضیٰ '' فرماتا ہو کیا اپنے محبوب کے اس عریضے کو شرف قبول سے نہیں نوازا ہو گا؟ یقیناً نوازا ہوگا۔

اب سنو! جب اللہ نے رسول کی امت رسول کو ہبہ کر دی تو رسول اپنی امت کے مالک ومختار ہو گئے کہ نہیں ؟یقیناً ہو گئے چوں کہ ہبہ میں یہی ہوتا ہے کہ واہب یعنی ہبہ کرنے والا جب کوئی چیز کسی شخص کو ہبہ کرتا ہے تو موہوب لہٗ یعنی وہ شخص جسے ہبہ کیا جاتا ہے شی موہوب یعنی ہبہ کی جانے والی چیز کا پورے طور پر مالک ہو جاتا ہے اور اس میں وہ جیسا چاہتا ہے تصرف کرتا ہے تو جب اللہ نے رسول کی امت رسول کو ہبہ کر دی تو رسول اپنی امت کے مالک ومختار ہو گئے اسی لئے ہم سنی کہتے ہیں کہ ہمارے رسول مالک ومختار ہیں کہ اللہ نے انہیں بہت سے اختیارات عطا فرمائے ہیں حتیٰ کہ ''ما اتا کم الرسول فخذوہ و مانھا کم عنہ فا نتھوا'' کے ذریعہ تشریعی اختیارات سے بھی نوازا ہے اور کیوں کہ ''لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنہ'' کے ذریعہ رسول کی زندگی کو نمونۂ عمل قرار دے کر سبھوں کے لیے رسول کو قائد بنا دیا ہے اور وہ قائد ہی کیسا جس کے پاس اختیارات نہ ہوں؟ لہٰذا غلطی پر ہیں وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مالک ومختار نہیں۔

ایک مرتبہ فرمایا عجیب مخبوط الحواس ہیں یہ شیعہ بھی جو تقیہ کا نظریہ رکھتے ہیں اور اتنا بھی نہیں سمجھتے کہ اگر تقیہ مذہب کے تقاضوں سے ہوتا تو کربلا کا معرکہ وجود میں نہ آیا ہوتا۔علم چوں کہ فعل قلب ہے اس لیے میرے خیال میں کسی کی علمی شخصیت کا پتہ لگانا ہو تو ان کے قلب حساس کو دیکھا جائے اور دلی جذبات وکیفیات کا پتہ لگایا جائے کہ وہ کیسے ہیں اور کس درجے کے ہیں؟ کس سوز وگداز اور درد وکسک کے ساتھ نکلے ہیں ان کے علم نے ان کے قلب پر کتنا گہرا اثر ڈالا ہے کیوں کہ اصل علم وہی ہے جو

عالم کو عشق مجازی سے نکال کر عشق حقیقی کے راستے پر ڈال دے، اسے اللہ کی اطاعت میں لگادے، اس کے سینے کو عشق رسول کا مدینہ بنادے اور اسے ہر اس سے محبت ہو جائے جس کا تعلق اللہ اور اللہ کے رسول سے ہو جائے۔اس کے لیے ہم آپ کے مجموعۂ کلام اظہار عقیدت سے مضمون کی طوالت کا خوف کرتے ہوئے بلا تبصرہ کچھ اشعار بطورِ نمونہ نقل کر رہے ہیں تاکہ آپ کو حضرت کے علم وعشق، سوز وگداز، درد وکسک اور عشق وعقیدت سے بھری شخصیت کا اندازہ ہو سکے۔فرماتے ہیں۔

تو فخر دو عالم ہے عالم تیرا دیوانہ
فی الاصل وہی دل ہے جو ہے تیرا کاشانہ
جو بات کرنی ہے بس ان کے در کی بات کرو
انہیں کے جلووں میں کھو کر نظر کی بات کرو
عشق سر کار دوعالم میں جو جینا سیکھو
پھر تو حالا ت زمانہ سے نپٹنا سیکھو
میری زندگی کا مقصد ترے عشق کا ہے حاصل
کسی اور سے محبت نہ ہوئی نہ ہے نہ ہو گی
نکھر جاتی ہے بے تابی وفور عشق کامل سے عطا
ہو ہم غریبوں کو یہ دولت یارسول اللہ
غبار راہ طیبہ کاش پلکوں کو میسر ہو
خمار عشق کی ہو جائے عادت یارسول اللہ
زخم جگر ناسور ہوا ہے کس کو بتاؤں اپنی حالت
عشق تمہا راہو گیا مرہم صلی اللہ علیہ وسلم
حب علی ہی اصل میں حب رسول ہے
رحمت کے راز دار ہیں مشکل کشا علی
اظہارؔ خستہ بھی ہے ترے در کا اک غلام
ہم سب کے پاسدار ہیں مشکل کشا علی
وہ پا کیزہ روضے کے نورانی جلوے
جہاں لگاتے ہیں اقطاب پھیرے
بھکاری ہیں شاہ و گدا جس کے در کے
وہی پنجتن پاک کا ہے د لارا
زمانے کے رنج والم نے جو گھیرا
اغثنی کا نعرہ زباں پر لگایا
مقدر سے در پر جو اظہارؔ پہونچا
تمہارے کرم نے مقدر سنوارا
خواجۂ خواجگاں، رہبر کاملاں،
فخر ہندوستاں، ذات والا تری
ناز ہے سب غلاموں کو بے شک
تری ساری چوکھٹ میں چوکھٹ ہے اعلیٰ تری
رات دن ہے جہاں بس کرم ہی کرم
میرے خواجہ پیا کا وہ دربار ہے
رکھ لیا ہے غلاموں کا جس نے بھرم
میرے خواجہ پیا کا وہ دربار ہے
ہوں غلام شاہِ سمناں، کیوں ہو اب رنج وملال
اک نظر فرمایئے ہوں غم سے میں کتنا نڈھال
حالات سے پریشان ہوں اور بیقرار ہوں
بس اک نگاہ لطف کا امید وار ہوں
مانگنے والوں کی ہوتی ہیں مرادیں پوری
بو علی شاہ قلند رکا یہ رتبہ دیکھا
ختم پر شوق کے ہر تار نظر سے جھک کر
نکہت و نور میں ڈوبا ہوا روضہ دیکھا

☆☆☆☆

شیخ اعظم کی تفہیم حدیث

خلیفۂ حضور اشرف العلماء حضرت مولانا سید اطہر علی، ناظم اعلیٰ سنی دار العلوم محمدیہ ممبئی

یہ حقیقت اظہر من الشّمس ہے کہ اسلام کی تبلیغ و اشاعت کا کام اور انبیاء کرام و رسولان عظام علیہم السلام کی تبلیغ دین کی سنت کو کماحقہٗ ادا کرنے کا اہم فریضہ امت محمدیہ علیہ التحیۃ والثناء میں اولیاء کرام و بزرگان دین نے انجام دیا ہے۔ غوث پاک رضی اللہ عنہ سے لے کر تا امروز متعدد علاقوں میں اولیاء کرام اور بزرگان دین کی تبلیغی سر گرمیوں اور ان کے زہد و تقویٰ، عبادت و ریاضت اور ان کے شب و روز و لیل و نہار کے معمولات سے متأثر ہو کر کروڑ ہا لوگ دائرۂ اسلام میں داخل ہوئے۔ خود ہندوستان میں سرکار سلطان الہند سیدنا سرکار خواجہ غریب نواز رضی اللہ عنہ کے دست حق پرست پر کم و بیش نوے لاکھ لوگوں نے مذہب اسلام قبول کر کے مذہب مہذب کے پیرو کار ہوئے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ کے انہیں ولیوں میں ایک خاص اور ممتاز نام سیدنا مخدوم سمناں حضرت سید اوحد الدین اشرف جہانگیر سمنانی رضی اللہ عنہ کا بھی ہے جنہوں نے دین متین کی خدمت اور آقا ﷺ کی سنتوں کی تبلیغ کی خاطر اور خلق خدا کی خدمت کے لئے سمناں کے موروثی تخت و تاج کو چھوڑا اور مختلف دیار و امصار کا سفر فرمایا اور آپ کے دست مقدس پر لاکھوں لوگوں نے مذہب اسلام قبول کیا۔ آپ کے بعد آپ کے فرزند روحانی و معنوی سرکار سید عبد الرزاق نور العین جو حسنی حسینی سادات میں سے ہیں، ان کی نسبی اولاد یعنی خانوادۂ اشرفیہ نے اپنے جد کریم سرکار مخدوم پاک کے نقوش قدم کو اپنے لئے مشعل راہ بنایا اور اس سنت پر چلتے ہوئے چھ سو سالوں سے بھی زائد عرصہ سے مسلسل خلوص و للّٰہیت کے ساتھ اسلام کی تبلیغ اور رشد و ہدایت کا کام انجام دے رہے ہیں۔ بالخصوص ہم شبیہ غوث اعظم سیدنا سرکار اعلیٰ اشرفی میاں علیہ الرحمہ نے تو پوری زندگی دین کے کاموں کے لئے وقف کر دی اور ملک و بیرون ملک کے سفر کی صعوبتیں برداشت کیں۔ حضور اشرفی میاں علیہ الرحمہ کے بعد حضرت محدث اعظم ہند، حضرت سرکار کلاں، حضرت سید اچھے میاں، حضرت تاج الاصفیاء، حضرت اشرف الاولیاء، حضور اشرف العلماء علیہم الرحمہ، حضرت قطب المشائخ، حضرت شیخ الاسلام، حضرت جانشین مخدوم ثانی سید کمیل اشرف و حضرت غازی ملت وغیرہم نے اپنے جد کے دامن کو عملاً تھامے رکھا۔

دور حاضر میں عظیم المرتبت و جلیل القدر نام نامی حضور شیخ اعظم، محدث وقت، فقیہ عصر، مخدوم العلماء، امام العرفاء حضرت علامہ الحاج سید شاہ محمد اظہار اشرف اشرفی جیلانی علیہ الرحمہ سجادہ نشیں خانقاہ عالیہ قادریہ چشتیہ اشرفیہ حسنیہ سرکار کلاں کچھوچھہ مقدسہ کا بھی ہے جنہوں نے اپنے اکابر و اسلاف کرام کی مبارک روش کو مکمل طور پر نہ صرف اپنایا بلکہ ہر طبقہ، ہر دور میں کارہائے نمایاں کے ذریعہ اپنی امتیازی شان اور حیثیت قائم کی اسی لئے تو انہیں اپنے تو اپنے بیگانے بھی شیخ اعظم مانتے اور تسلیم کرتے ہیں۔

حضرت سرکارکلاں کے وصال کے بعد سجادگی کی ذمہ داری اور جامع اشرف کے فروغ کا بار آپ کے کاندھوں پر آیا جسے آپنے تمام عمر بحسن وخوبی نبھایا اور آپ نے نہایت خلوص واعتماد کے ساتھ نہ صرف خانقاہ ومدرسہ بلکہ ہندوبیرون ہند کا متعدد سفر بھی کیا۔ اللہ کے پیارے حبیب ﷺ کے آفاقی پیغام کو عام کرنے کے لئے آپ نے بہار، بنگال اور آسام جیسی بنجر اور سنگلاخ سرزمین پر مذہب وعقائد کی تبلیغ کا کام انجام دیا۔ بہار کی ناپختہ، شکستہ سڑکوں پر گاؤں گاؤں دیہات دیہات سفر کرنا اور بے پڑھے لکھے عوام کی تفہیم آسان کام نہیں ہے سخت سردی، چل چلاتی دھوپ ہو یا سیلابی کیفیت کسی بھی موسم کی پرواہ نہ کرتے ہوئے اپنے اکابر کی روایت پر قائم رہ کر آپ نے دینی مشن کو جاری رکھا۔ آج بحمدہٖ تعالیٰ ہندوستان میں بالخصوص مذکورہ صوبوں میں حضرت والا تبار کے لاکھوں مریدین اس بات کے ثبوت کے لئے کافی ہے کہ آپ نے ان صوبوں کو سجانے، سنوارنے اوران کے عقائد کو محفوظ رکھنے کا جو عظیم کارنامہ انجام دیا وہ دوچار روز کے وزٹ سے ہرگز ممکن نہیں تھا بلکہ آپ نے اپنے قیمتی وقت کا ایک بڑا حصہ ان بنجر علاقوں کے دوروں پر صرف کیا۔ آج پورے ہندوستان اور دیگر ممالک میں سنیت بالخصوص اشرفیت کے چرچے عام ہیں اس میں حضرت شیخ اعظم کا نہایت اہم اور نمایاں رول ہے۔ آپ نے خانقاہی تعلیم، بیعت وارادت اور رشد وہدایت کے ذریعہ اہل سنت وجماعت کے پیغام کو عام کیا اور دینی تبلیغی سرگرمیوں کے ذریعہ دین وسنیت کی بڑے پیمانے پر خدمات کی۔ علم دین کے فروغ واشاعت کی خاطر جامع اشرف قائم فرمایا اور اس کی توسیع وتعمیر ونظم وضبط واعلیٰ معیاری تعلیم، طلبہ کی تربیت اور فارغ طلبہ کو علم دین کی خدمت کی خاطر ملک وبیرون ملک آپ نے مختلف شعبے میں بھیجا۔ جامع اشرف کے علاوہ، مختار اشرف لائبریری، اشرف حسین میوزیم جیسی بے مثال یادگاریں آپ نے چھوڑی ہیں۔ مختار اشرف لائبریری کے تعلق سے ایک مرتبہ حضور اشرف العلماء حضرت علامہ سید حامد اشرف اشرفی جیلانی علیہ الرحمہ نے فرمایا تھا کہ ''آپ نے اس لائبریری کے ذریعہ جو نمایاں کام انجام دیے ہیں وہ قابل ستائش وشکر ہیں'' خانقاہ میں سب سے اہم شعبہ مختار اشرف لائبریری ہے، پروفیسر سید امین اشرف صاحب قبلہ نے فرمایا ''اسلامی علوم وفنون پر ریسرچ کر نے کے لئے اس لائبریری میں بیش بہا کتابیں ملیں گی نیز فرمایا بلاشبہ مختار اشرف لائبریری میں غیر معمولی اور نہایت اہم کتابوں کا ذخیرہ موجود ہے''۔

حضرت شیخ اعظم کو روحانی وتبلیغی سرگرمیوں کے علا وہ پڑھنے اور پڑھانے میں بھی دلچسپی تھی۔ زمانۂ طالب علمی میں بھی آپ کا نام اپنے ہم سبقوں میں نمایاں رہتا تھا۔ آپ ہمیشہ اپنے اساتذہ کے محبوب نظر رہے۔ فراغت کے بعد بھی آپ نے اس سلسلے کو جاری رکھا اور جامعہ نعیمیہ میں مسند درس وتدریس پر فائز رہے۔ والد مکرم حضرت سرکارکلاں کے حکم پر کچھوچھہ شریف تشریف تو لے آئے لیکن درس وتدریس کا جذبہ آپ کے اندر ہمیشہ باقی رہا۔ خانقاہ کے کاموں اور بیرونی سفر کے باوجود آپ نے اس سلسلے کو جاری رکھا اور درس بخاری شریف دیتے رہے۔ عمر کے آخری حصہ میں ناضعف وناتوانی کے باوجود بھی بخاری شریف کا آغاز واختتام متعدد مدارس اسلامیہ میں آپ کے ہی درس پر ہوتا رہا۔ سنی دارالعلوم محمدیہ ممبئی میں بھی آپ نے ختم بخاری شریف کرایا اور میں جب بھی آپ کے پاس اس سلسلے میں گیا کبھی آپ نے رد نہیں فرمایا۔ آپ

بہت کرم فرماتے تھے مجھ پر بلکہ ہر ایک پر آپ کا کرم عام تھا۔ میں نے خود مشاہدہ کیا ہے کہ آپ بخاری شریف کی آخری حدیث کا درس دیتے وقت جو سماں باندھتے تھے وہ اپنی مثال آپ تھا۔ حضرت مفتی عبدالخبیر اشرفی صاحب رقم طراز ہیں کہ ''شیخ اعظم فرماتے ہیں کہ سبحان تمام صفات سلبیہ کو عام ہے اس کا معنیٰ ہے اللہ تبارک وتعالیٰ ہر اس چیز سے پاک ہے جو اس کی شان کے لائق نہیں ہے اور حمد تمام صفات ثبوتیہ کو عام ہے اس کا معنیٰ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر اس خوبی کا جامع ہے جو اس کی شایانِ شان ہے۔ لہٰذا ان الفاظ کا ورد کرنے والا گویا اللہ عز وجل کی تمام صفات کا ورد کرتا ہے اس لئے یہ مختصر کلمات ادائیگی میں خفیف ہونے کے باوجود اللہ کو محبوب ہیں اور کثرت ثواب کی وجہ سے میزان میں بھاری ہیں۔ لفظ سبحان کی تقدیم پر خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ عارف کے لئے معرفت الٰہی کا پہلا زینہ صفات سلبیہ کی معرفت ہے اور غیر اللہ سے قلب کا تخلیہ ہے اور تخلیہ تجلیہ پر مقدم ہوتا ہے گویا یہ الفاظ وحدت ومعرفت کا ساغر ہیں جن کے ذکر کے جام سے عارفین میں ایقان وعرفان کی سرمستی آتی ہے۔

جامع اشرف کے مولانا احمد اشرف ہال میں ختم بخاری شریف کی تقریب کے تعلق سے شرکاء بتاتے ہیں کہ اتنا خوبصورت اور بارونق اسٹیج جس پر سادات کرام وجلیل القدر علماء ومشائخ کی ایسی تعداد شاذ ونادر ہی دیکھنے کو ملتی ہے۔ پھر اسٹیج پر شیخ اعظم کی جلوہ باری اسٹیج کو چار چاند لگا دینے کو کافی ہوتی۔ حضرت شیخ اعظم کا یہ علمی شغف اور علم دین کے فروغ کا درد ہی تھا کہ آپ نے پورے ملک میں بے شمار چھوٹے، بڑے مدارس قائم کیے اور دوسری طرف روحانی اور تبلیغی کام کی خاطر مختلف جگہوں پر خانقاہیں بھی تعمیر کیں جہاں ذکر واذکار کے ذریعہ دلوں کی صفائی، استغناء وبے نیازی اور صبر وقناعت کی عملی تعلیم دی جاتی ہے۔

خلاصہ یہ کہ حضرت شیخ اعظم گوناگوں صفات کے حامل تھے۔ آپ نے عملی، دینی تبلیغی اور سماجی دنیا کے ہر شعبوں میں اپنی کارکردگی اور نمایاں خدمات کے ذریعہ بے مثال چھاپ چھوڑی ہے۔ آپ کی ان خدمات کو تا قیامت یاد رکھا جائے گا اور قوم کے نو نہالان آپ کے قائم کردہ بے شمار اداروں کے ذریعہ فیض حاصل کرتے رہیں گے۔ مورخہ ۲۲ فروری بروز بدھ ۲۰۱۲ رات کے دس بج کر پچاس منٹ پر حضور شیخ اعظم کا وصال ہوا، دنیائے اسلام کا یہ مہر تاباں ہمیشہ کے لئے ہم سے رخصت ہوگیا اور لاکھوں سوگواران کو روتا بلکتا چھوڑ کر رب حقیقی سے جاملا۔ جامع اشرف، خانقاہ اشرفیہ حسنیہ، مختار اشرف لائبریری اور ہندوستان کے سیکڑوں مدارس ومکاتب عوام وخواص کے دلوں میں اللہ کے اس محبوب بندے کی یادیں ہمیشہ باقی رکھیں گے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہم سبھوں پر شیخ اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان کے فیضان کو جاری رکھے اور ان کے فیضان سے ہم سبھوں کو مالا مال فرمائے اور آپ کے مراتب ودرجات کو بلند سے بلند فرمائے۔ (آمین)

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے
سبزۂ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

میں اپنی عدیم الفرصتی اور کم علمی کی بناء پر اس لائق نہ تھا کہ حضرت کے بارے میں کچھ تحریر کرسکوں تاہم بارگاہ شیخ اعظم میں خراج عقیدت پیش کی یہ میرے لئے صد سعادت ہے۔

☆☆☆☆

شیخ اعظم اور درس بخاری

مولانا سید محمد سمیع الاسلام اشرفی جامعی، قطب شہر، پنڈوہ شریف، مالدہ (مغربی بنگال)

سرچشمۂ ہدایت کچھوچھہ مقدسہ جسے غوث العالم محبوب یزدانی حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے پیرو مرشد مخدوم شیخ علاء الحق گنج نبات پنڈوی علیہ الرحمہ کے حکم سے اپنے قدم مبارک سے شرف امتیاز بخشا، ساحروں، جادوگروں اور جوگیوں کی ان نگری کو دین کا قلعہ بنادیا اور اس خطۂ ارض کو ان ناپاک افراد سے نجات بخشا اور وہ تا قیامت فیض جاری و بندہ نوازی کا ایسا منبع بن گیا جس سے تشنگان علم و معرفت اپنی اپنی پیاس بجھاتے رہیں گے۔ اس مبارک باسعادت سلسلۃ الذہب کی اولین کڑی آپ کے فرزند معنوی و روحانی حضرت مخدوم الآفاق سید عبدالرزاق نورالعین رضی اللہ عنہ کی ذات بابرکات ہے۔ آپ کی نسل پاک میں سید اشرف کی دعاؤں کی برکت سے بڑے بڑے عالی مرتبت مشائخ، جید علماء و فضلاء علم و ہنر کے شہریار اور میدان خطابت کے شہسوار پیدا ہوئے۔ اسی خانوادہ کی ایک مشہور شخصیت جسے دنیا بانی جامع اشرف شیخ اعظم حضرت مولانا سید شاہ محمد اظہار اشرف اشرفی جیلانی سجادہ نشین آستانہ عالیہ اشرفیہ حسنیہ سرکارکلاں کے مبارک نام سے جانتی اور پہچانتی ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ پڑھنے اور پڑھانے کا کام ہر ایک سے نہیں لیا کرتا ہے، وہ خوش قسمت بندہ ہے جس کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ اپنا دین پھیلانا چاہتا ہے۔ بہت سارے مشائخ و علماء و فضلاء علم حاصل کرکے اپنے سینے میں تو ضبط کر لیتے ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ ان سے درس و تدریس کا کام نہیں لیا کرتا ہے اور خاص کر اس کتاب کی تدریس کا جس کا درجہ کتاب اللہ کے بعد آتا ہے اور جو جملہ کتب حدیث پر فوقیت رکھتی ہو، جسے بخاری شریف کے نام سے دنیا جانتی ہے۔

حضور شیخ اعظم درس بخاری کی تعلیم دیتے تو پہلے وضو فرماتے اور بخاری شریف کھولنے سے پہلے تسمیہ و درود شریف کا ورد فرماتے، آپ بچوں کو ایک ایک لفظ و عبارت اس طور پر سمجھا کر پڑھاتے کہ آپ کے انداز تفہیم ہی سے اکثر معنیٰ سمجھ میں آجایا کرتا تھا، آپ ترجمہ آسان و سہل زبان میں کیا کرتے تھے تاکہ بچوں کو سمجھنے میں مشکل و دشواری نہ ہو۔ ایک ایک جملے کی تشریح کئی طرح سے فرمایا کرتے۔ جب ایک حدیث کی تشریح سمجھاتے تو ایک ڈیڑھ گھنٹہ تک اس حدیث کے متعلق بیان کرتے رہتے، آپ کے سمجھانے کا طریقہ اعلیٰ و بلند ہوتا تھا، ایک حدیث کو بیان کرنے کے بعد دوسری حدیثوں سے اس کی دلیل دیا کرتے تھے اور کبھی کبھار دلیل کی مضبوطی کے لئے قرآن کی آیتوں کو پیش کیا کرتے۔ حدیث پاک سے مسئلہ اخذ کرتے اور پھر فقہ کی دوسری معتبر کتابوں سے اس مسئلہ کی تشریح دلائل کے ساتھ ساتھ آیات قرآنی سے بھی پیش کرتے اور پھر علمائے کرام کے اختلافات کو الگ الگ اعتراض و جواب کے ساتھ بیان کرتے۔ آپ جب درس بخاری دیتے تو سامعین

پر عجب کیف ووجد طاری ہوجاتا ایسا معلوم ہوتا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی خاص رحمت اس جگہ نازل ہو رہی ہو ملأ اعلیٰ کے فرشتے حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کان لگا کر سن رہے ہوں۔

یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا کرم اور عطائے مخدومی ہے جو آپ کی روح کو گرماتی رہتی تھی کہ ایک جانب آپ بخاری شریف کی ورق گردانی فرماتے اور دوسری جانب فیض مخدومی کا دروازہ کھل جاتا گویا آپ کی نظر احادیث طیبہ پر ہوتی اور قلب وذہن مخدوم پاک کے آستانے پر ہوتے اور آپ کی زبان مبارک سے فیض مخدومی عام ہوتا۔

ہر سال ایک ہی حدیث کی کئی تشریح فرماتے اور ہر مرتبہ کی تشریح پہلی تشریح کی بہ نسبت الگ اور عمدہ و بہترین ہوتی۔ آپ اپنی آخری عمر تک شدید تکلیف کے باوجود بھی افتتاح بخاری و اختتام بخاری شریف کا کام انجام دیتے رہے پ کے۔

حقیر کا مشاہدہ ہے کہ طالب علمی کے زمانے میں ۲۶ محرم الحرام ۱۴۲۹ھ مطابق ۱۵ فروری ۲۰۰۸ء بروز منگل عرس مخدومی کے موقع پر جشن ختم بخاری شریف کا انعقاد ہوا آپ اور قائد ملت حضرت مولانا سید شاہ محمد محمود اشرف اشرفی جیلانی و اشرف ملت علامہ سید شاہ محمد اشرف صاحب قبلہ، خانوادہ کی جلیل القدر شخصیات اور مریدین ومحبین کے جلوس کے ساتھ جلوہ افروز ہوئے۔

سب سے پہلے صاحب سجادہ مدظلہ العالی کے دست اقدس سے اشرفی پرچم کشائی کی رسم ادا کی گئی، ترانہ جامع اشرف پڑھا گیا، آخر میں آپ نے دعاء فرمائی پھر "wheel chair" پر بیٹھ کر مریدین و معتقدین علماء کرام وطلبائے عظام کے ساتھ احمد اشرف ہال کے اسٹیج کی جانب تشریف لائے اس وقت آپ کے جسم اقدس میں اس طرح کی پریشانی تھی کہ بیٹھنے میں شدید تکلیف ہو رہی تھی، کچھ مریدین آپ کو چاروں طرف تکیوں کا سہارا دے کر پکڑے رہے، اسٹیج پر علمائے کرام کا جم غفیر تھا، جامع اشرف کے علاوہ دوسرے مدارس کے اساتذہ بھی درس بخاری کے روح پرور مناظر کو دیکھنے کے لیے بے قرار تھے، اسٹیج کے نیچے کثیر تعداد میں سامعین حضرات، اوپر بالاخانہ پر پردے کے ساتھ خواتین موجود تھیں، ہر ایک کی نظر حضرت کے نورانی چہرہ پر ٹکی ہوئی تھی، جو مانند چاند تھا، ہر شخص منتظر تھا کہ کب آپ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا درس شروع فرمائیں گے۔

چاروں طرف سے سامعین اور چاہنے والوں کا ہجوم اور پوری فضا نعرہائے تکبیر و رسالت کی صداؤں سے گونج رہی تھی۔ آپ کے سامنے بخاری شریف جلد دوم رکھی گئی اور چاروں طرف طلبۂ جامع اشرف باادب بیٹھے۔ آپ نے بعد تسمیہ و درود شریف بخاری شریف کی آخری حدیث بیان فرمائی "عن ابی هريرة رضی الله عنه قال قال النبی ﷺ كلمتا ن حبيبتان الى الرحمٰن خفيفتان على اللسان ثقيلتان فى الميزان سبحان الله و بحمده سبحان الله العظيم" آپ نے اولاً حدیث کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا پیارے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام جو فرما دیں وہ حدیث، مصطفیٰ جان رحمت علیہ الصلوٰۃ والسلام جو کریں وہ حدیث، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے عمل کو دیکھ کر سکوت فرمائیں وہ بھی حدیث، معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گویائی بھی حدیث ہے اور خاموشی بھی حدیث ہے۔ اسی طرح کوئی صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خدوخال کو بیان کر رہے ہیں وہ بھی حدیث، نبی کا انداز تکلم بتا رہے ہیں وہ بھی حدیث، آپ کے طرز تبسم کا نقشہ کھینچ رہے ہیں وہ بھی حدیث، غصے کے وقت آپ کے چہرے

کی سرخیوں کی کیفیت بتا رہے ہیں وہ بھی حدیث، معلوم ہوا کہ رسول اعظم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کے محض قول و فعل اور تقریر کو ہی حدیث نہیں کہتے بلکہ حدیث تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر ہر ادا کا نام ہے۔

اس کے بعد حدیث کی ضرورت و اہمیت پر گفتگو کرتے ہوئے فرمایا کہ ”و نزلنا علیک الکتاب“ قرآن حکیم خود اپنے متعلق فرما رہا ہے ”تبیا نا لکل شئي“ ہم نے تم پر یہ کتاب (قرآن) نازل کی اس میں ہر چیز کا بیان موجود ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن میں نماز پڑھنے کا حکم تو بار بار آیا ہے لیکن طریقۂ نماز کی تفصیل حدیث میں، حج کی ادائیگی کا حکم ضرور ہے تاہم حج کی ادائیگی کا طور و طریقہ حدیث میں لہٰذا قرآن ساری چیزوں کا اجمالی بیان ہے جس کی تشریح و تفصیل حدیث میں، معلوم ہوا کہ قرآن مجید سمجھنے کے لئے پہلے ہمیں حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سمجھنا ضروری ہے بغیر حدیث نبوی کو سمجھے قرآن مجید کو سمجھنا ممکن نہیں۔ ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ اکڑ کر چلنا شریعت میں سخت ممنوع ہے جو انسان اکڑ کر چلے گا وہ گنہگار ہوگا۔ قرآن کا اعلان ہے ”ولا تمش فی الارض مرحاً“ زمین پر اکڑ کر مت چلو۔ یہ حکم ہے قرآن کا لیکن ایک صورت ایسی بھی ہے جو اس سے مستثنیٰ ہے اور اس پر مکمل عبادت کا دارومدار ہے وہ حالت ہمیں حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے معلوم ہوئی کہ اگر حاجی طواف کعبہ میں اکڑ کر نہ چلے تو عبادت طواف غیر مکمل ہوگی کیوں کہ اس صورت میں اکڑ کر چلنا مصطفیٰ جان رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی ادا ہے اس لئے وہاں یہ ادائے محبوب رب کو پسند ہے۔

”خفیفتان علی اللسان“ کی تشریح کے دوران ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ مسجع اور مقفّٰی عبارت لانے میں تکلف کرنا ممنوع ہے کہ اس میں تضیع اوقات ہوتی ہے البتہ اگر کلام مسجع اور مقفّٰی ہو جائے تو اس سے کلام میں حسن اور بلاغت پیدا ہو جاتی ہے ”ثقیلتان فی المیزان“ کی عبارت کی تشریح میں فرمایا کہ یہ دونوں کلمے میزان عمل میں بہت بھاری اور وزنی ہوں گے۔ میزان میں عدل و انصاف قائم کرنے کی کیا درکار؟ اے میرے مولیٰ تو جس کو چاہے جہنم میں ڈال دے جسے چاہے خلد بریں کے ایوان شاہی میں جگہ مرحمت فرما دے تو قادر مطلق اور مختار کل ہے تجھے انصاف کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ مگر یہاں ایک راز کی بات ہے اور وہ یہ ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے محبوب دانائے غیوب صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و بلندی اور مقام محبوبیت کو بندوں پر واضح کرنا چاہتا ہے جو عصیاں شعار ہے اگر صاحب مقام محمود حضور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بارے میں اپنے رب العزت کے بارگاہ میں شفاعت کر دیں تو خدا اسے اپنے محبوب کے صدقے پروانہ جنت عطا فرما دے۔

آپ نے بخاری شریف کا آخری درس دے کر طلباء و تمام حاضرین و سامعین کے قلوب کو عشق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مدینہ بنا دیا۔ دوران تدریس ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ آپ کے جسم اقدس سے تمام تکلیفیں دور ہو گئیں، جب تک آپ درس میں تقریر کرتے رہے بغیر سہارا کے بیٹھے رہتے، دوران تقریر تمام حاضرین آپ ہی کی طرف تکتے رہتے اور ہر ایک کی زبان پر نعرہائے تکبیر و رسالت جاری ہو جاتے، ہر کوئی بغور حدیث پاک سماعت کرتا جس سے زنگ شدہ دل آئینہ کے مثل صقیل ہو جایا کرتا تھا، حاصل یہ کہ جو بھی جس طریقہ کا پیمانہ لے کر آتا ہر ایک کا پیمانہ بھر جایا کرتا، مقرر ہو یا شاعر، کاتب

ہو یا مدرس ہر ایک آپ کی مجلس میں مخدومی فیضان سے مالا مال ہوتا۔ آپ نے درس حدیث کے ذریعہ بے شمار لوگوں کو گمراہی کے دلدل سے نکال کر صراط مستقیم پر گامزن فرمایا، آپ صرف پیر ہی نہیں بلکہ مرشد کامل اور واعظ لاثانی بھی تھے، آپ کا درس اور آپ کی تقریر و تبلیغ نہایت ہی مؤثر ہوا کرتی تھی، درسگاہ میں سامعین کا پورا پورا خیال رکھتے تھے کبھی اختصار سے ایک طویل مضمون کو سمیٹ کر پیش کرتے کہ سننے والے کو اکتاہٹ کا احساس نہ ہوتا گویا معلوم ہوتا کہ سمندر کو ایک کوزے میں سمو دیا ہو، یقیناً حضور شیخ اعظم علم و فضل کے شہنشاہ تھے، آپ کا قلب سوز و گداز کا گنجینہ تھا، آپ کی ذات عرفان الٰہی کی تجلیات سے مجلیٰ اور عشق رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے آراستہ تھی آپ کے مواعظ حسنہ کے الفاظ آج بھی دلوں میں حرارت پیدا کرتے ہیں اور ان میں بے مثال تازگی اور زندگی محسوس ہوتی ہے۔

☆☆☆☆

کیا میرے جیتے جی اس میں کمی کی جائے گی

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس حضرت ابوبکر کا ذکر ہوا تو رو پڑے اور فرمایا: میں چاہتا ہوں کہ میرے سارے اعمال ان کے ایک دن کے عمل جیسے یا ان کی ایک رات کے عمل جیسے ہوتے۔ رات تو ان کی وہ رات ہے جب وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غار کی طرف چلے۔ جب اس کے پاس پہونچے عرض گذار ہوئے: خدا کی قسم، آپ اس میں داخل نہ ہوں جب تک میں اس میں داخل نہ ہو جاؤں تاکہ اگر نقصان پہونچانے والی کوئی چیز ہو تو تکلیف مجھے پہونچے۔ پس وہ داخل ہوئے اور اسے جھاڑا۔ اس کے ایک جانب سوراخ تھے تو اپنی اِزار کو پھاڑ کر انہیں بند کیا دو سوراخ باقی رہ گئے جن پر انہوں نے اپنی انگلیاں لگا دیں، پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں عرض گذار ہوئے، اندر تشریف لے آئیں، لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اندر داخل ہوئے اور ان کی گود میں سر اقدس رکھ کر آرام فرمانے لگے۔ سوراخ سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پیر میں کسی چیز (بچھو وغیرہ) نے ڈنک مارا تاہم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ نے ذرہ برابر حرکت نہ کی کہ کہیں حضور کے آرام میں خلل نہ ہو، لیکن ان کے آنسو حضور کے نورانی چہرے پر ٹپک پڑے، پوچھا ابوبکر کیا بات ہے؟ عرض گذار ہوئے میرے ماں باپ آپ پر قربان کسی چیز مجھے ڈنک مارا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تکلیف کی جگہ پر لعاب دہن لگا دیا جس سے ان کی تکلیف جاتی رہی۔

اور دن تو وہ دن ہے کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوتو بعض اہل عرب دین سے پھر گئے اور کہا کہ ہم زکوٰۃ ادا نہ کریں گے۔ حضرت ابوبکر نے اس پر ارشاد فرمایا کہ اگر وہ اونٹ کا گھٹنا باندھنے کی رسی بھی روکیں گے تو میں اس پر ان کے ساتھ جہاد کروں گا۔ میں (عمر) عرض گذار ہوا کہ اے خلیفۃ الرسول! لوگوں سے نرم برتاؤ کیجئے مجھ سے فرمایا تم جاہلیت میں بہادر تھے اور دورِ اسلام میں بزدل ہوگئے ہو بے شک وحی کا سلسلہ ختم ہوگیا، دین مکمل ہوگیا تو کیا میرے جیتے جی اس میں کمی کی جائے گی۔